قد افلح من زکّٰھا (سورۃ الشمس آیت 9) قد افلح من تزکّٰی (سورۃ الاعلیٰ آیت 14)

"الاحسان" ان تعبد اللہ کانک تراہ (رواہ البخاری ومسلم)

تصوف خداشناسی اور تعلق باللہ کا ایک ذریعہ ہے

علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف

علمائے اہلحدیث اور مرشد کامل کی ضرورت

انکار غزالی ...... کتب تصوف کی تلخیص

مولانا عتیق اللہ ستیانہ بنگلہ کی کرامات

اہل اللہ کی گستاخی ہم اہلحدیث کا مسلک نہیں

غزنوی خاندان میں تصوف کا ذوق

اہلحدیث کے مرشدین اور ان کے علمی مراکز

بیعت اسلاف کا سنت سے ثبوت

شاہ عبدالقادر کا ذوق تصوف

عصر حاضر کے علماء اہلحدیث کا ذوق تصوف

تصوف علمائے اہلحدیث کے علمی مراکز

مولانا اسحاق بھٹی کی بیعت اخلاص

صوفیاء کرام کے زہد کا انسائیکلوپیڈیا

دہلوی خاندان کا ذوق تصوف

اشاعت اسلام میں صوفیاء کا کردار

غزنوی علماء کا ذوق تصوف

انتخاب فی سلاسل اولیاء اللہ تصوف کا علمی شاہکار

پسند فرمودہ

فضیلۃ الشیخ ذہبی دوراں، آیت من آیت اللہ، بابائے تاریخ، مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ تعالیٰ

فضیلۃ الشیخ ولی باکمال یادگار اسلاف حضرت مولانا صوفی عائش محمد حفظہ اللہ تعالیٰ (خادم خاص ولی کامل مولانا صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ)

فضیلۃ الشیخ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد الیاس اثری حفظہ اللہ تعالیٰ

فضیلۃ الشیخ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرشید ہزاروی حفظہ اللہ (ستائیس سال ولی کامل مولانا صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ کی صحبت میں رہنے والے)

فضیلۃ الشیخ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی حفظہ اللہ

فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا حافظ حمید اللہ اعوان صاحب حفظہ اللہ پڑپوتے حضرت عارف باللہ زبدۃ العارفین مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تعالیٰ

فضیلۃ الشیخ یادگار اسلاف، نشانی غزنوی خاندان مولانا جنید غزنوی حفظہ اللہ تعالیٰ

فضیلۃ الشیخ یادگار اسلاف نشان تصوف حضرت مولانا ڈاکٹر حماد اللہ لکھوی حفظہ اللہ تعالیٰ ڈبل LLB،M.A (PHD)

مرتب فضیلۃ الشیخ حضرت حکیم محمد طارق محمود چغتائی مجذوبی حفظہ اللہ تعالیٰ

قد افلح من زکّٰھا (سورۃ الشمس آیت 9)　　قد افلح من تزکّٰی (سورۃ الاعلیٰ آیت 14)

"الاحسان" ان تعبد الله کانك تراه (رواہ البخاری ومسلم)

علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف

پسند فرمودہ

- ذہبی دوراں، آیت من آیت اللہ، بابائے تاریخ، مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ تعالیٰ
- ولی باکمال یادگار اسلاف حضرت مولانا صوفی عائش محمد حفظہ اللہ تعالیٰ (خادم خاص ولی کامل مولانا صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ)
- شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد الیاس اثری حفظہ اللہ تعالیٰ
- شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرشید ہزاروی حفظہ اللہ (ستائیس سال ولی کامل مولانا صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ کی صحبت میں رہنے والے)
- شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی حفظہ اللہ
- حضرت مولانا حافظ حمید اللہ اعوان صاحب حفظہ اللہ پڑپوتے حضرت عارف باللہ زبدۃ العارفین مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تعالیٰ
- یادگار اسلاف، نشانی غزنوی خاندان مولانا جنید غزنوی حفظہ اللہ تعالیٰ
- یادگار اسلاف نشان تصوف حضرت مولانا ڈاکٹر حماد اللہ لکھوی حفظہ اللہ تعالیٰ ڈبل LLB،M.A (PHD)

مرتب

فضیلۃ الشیخ حضرت حکیم محمد طارق محمود چغتائی مجذوبی حفظہ اللہ تعالیٰ

ناشر
دفتر مرکز روحانیت وامن 78/3 قرطبہ چوک، نزد قرطبہ مسجد، مزنگ چونگی لاہور
042-37552384

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب ------ علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف (جلد اول)
مرتب ------- فضیلۃ الشیخ حضرت حکیم محمد طارق محمود مجذوبی چغتائی حفظہ اللہ تعالیٰ
ناشر --------- دفتر مرکز روحانیت وامن 78/3 قرطبہ چوک، نزد قرطبہ مسجد مزنگ چونگی لاہور
سن اشاعت ---- اگست 2013ء
قیمت --------- =/2100

خط و کتاب کا پتہ

دفتر مرکز روحانیت وامن 78/3 قرطبہ چوک، نزد قرطبہ مسجد، مزنگ چونگی لاہور
042-37552384,37597605,37586453

کتاب مکمل خلوص خیر خواہی اور پاکیزہ تصوف کے سچے جذبے کو سامنے رکھ کر مرتب کی گئی ہے۔ لہٰذا خلوص سے پڑھیں، پھیلائیں اور اگر اس ضمن میں آپ کے پاس کوئی مواد ہو تو ضرور عنایت فرمائیں۔

حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ الفاظ، آیات اور احادیث میں کوئی غلطی نہ ہو، لیکن پھر بھی ہم ہر پل اپنے آپ کو قابل اصلاح سمجھتے ہیں۔ آپ کی تحقیقی نظر کہیں بھی کوئی غلطی یا قابل اصلاح پہلو کی طرف جائے اطلاع کیجئے، شکر گزار رہیں گے۔

قارئین سے ضروری استدعا

یہ کتاب محض رضائے الٰہی اور اصلاح امت کیلئے مرتب کی گئی ہے کوئی گروہ یا مسلک اس کتاب کو کسی کے خلاف کیچڑ اچھالنے' طنز یا اختلاف کا ذریعہ نہ بنائے۔ ہمارا مقصد ہرگز ایسا کرنا نہیں۔ ایسا کرنے والا اس امت کا خیر خواہ ہرگز نہ ہوگا کیونکہ فضیلۃ الشیخ حضرت حکیم صاحب حفظہ اللہ کی ہمیشہ بلاتفریق مذہب وفرقہ امت کی خدمت کرنے کی کوشش رہی ہے۔ لہٰذا یہ کتاب دراصل ان سچے لوگوں کی سچی زندگی کا حاصل ہے جو ہمارے لیے اصلاح وتزکیۂ کا نمونہ چھوڑ کر گئے ہیں۔ اس کتاب کو بالکل بھی اختلاف کا ذریعہ نہ بنائیں۔

نوٹ: جلد دوئم کی کوشش جاری ہے آپ حضرات کو اس موضوع سے متعلق کوئی تحریری یا تقریری بات معلوم ہو یا کوئی کتاب آپ کے پاس موجود ہو تو اطلاع ضرور فرمائیں، آپ کی اصل کتاب عکس لینے کے بعد واپس کردی جائے گی۔ شکریہ! (ادارہ)

(تقاریظ علمائے اہل حدیث)

1	**کتاب ''علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف'' محققانہ، مخلصانہ، مبارک کاوش** مولانا حمید اللہ اعوان حفظہ اللہ قلعوی پڑپوتے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ (گوجرانوالہ قلعہ میہاں سنگھ، خطیب جامع مسجد رحمانیہ)	۱
2	**تصوف دل کو سنوارنے اور پاکیزگی کا نام** مولانا فضیلۃ الشیخ صوفی محمد عائش حفظہ اللہ تعالیٰ (مدرسہ سیدین شہیدین چک 36 گ ب تحصیل جڑانوالہ، ضلع فیصل آباد پاکستان)	۷
3	**شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی حفظہ اللہ کا ذوق تصوف** فضیلۃ الشیخ، شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی حفظہ اللہ (مدرس جامعہ الدراسات الاسلامیہ، مغلپورہ، ساکن آئی. بی. ایل. کالونی)	۸
4	**تصوف تصحیح قلوب واذہان کا ذریعہ** فضیلۃ الشیخ، شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد الیاس اثری حفظہ اللہ (مدیر مرکز العلوم الاثریہ، گلبرگ کالونی نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ)	۱۵
5	**مولانا اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ کا احسان وشکریہ** ذہبی دوراں، مولانا محمد اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ تعالیٰ، ساندہ (لاہور)	۱۹
6	**مشفق، بااخلاق اور تصوف پسند انسان** سید فاروق محمدی	۳۰
7	**کرامات کے غیر مطبوعہ خطوط** میاں غضنفر اللہ وٹو (فاروق ٹاؤن فیصل آباد)	۳۳
8	**تاثیر نگاہ ولی...... جو فرمایا وہ ہوگیا** خوشی محمد غازی، ریٹائرڈ سیکرٹری مارکیٹ کمیٹی (پنجاب)	۳۵
9	**باکمال ولی کی چند کرامات** قاری حفیظ الرحمٰن سندھو (جامعہ تعلیم الاسلام، ماموں کانجن کے حوالے سے)	۳۶
10	**صوفی صاحب رحمہ اللہ کی بائیس کرامات** حکیم رانا مدثر محمد خاں، 485 گ ب سمندری (فیصل آباد)	۳۸

11	**اہل اللہ کی صحبت اکسیر اعظم** یادگار اسلاف ،نشانی غزنوی خاندان مولانا جنید غزنوی حفظہ اللہ تعالیٰ	۴۴
12	**نشانی تصوف ڈاکٹر حماد لکھوی حفظہ اللہ تعالیٰ کا ذوق تصوف** ڈاکٹر حماد لکھوی حفظہ اللہ تعالیٰ Ph.d، ڈبل L.L.B،MA	۵۰
13	**تصوف بھلا دینے پر نہایت افسوس......!** فضیلۃ الشیخ مولانا سید ثناءاللہ گیلانی بن سید بارک اللہ گیلانی: خطیب جامع مسجد مکی اہلحدیث دھرنگ، تحصیل کاموں کے (گوجرانوالہ)	۵۱
14	**بڑوں کا تصوف..........ہم سب کی ضرورت** فضیلۃ الشیخ مولانا سید ثناء اللہ شاہ گیلانی حفظہ اللہ امام وخطیب جامع مسجد اہل حدیث ، دھرنگ (گوجرانوالہ)	۶۱
15	**تصوف.....شریعت اسلامیہ کا ایک اہم حصہ** پروفیسر مولانا سید ضیاء الرحمٰن گیلانی حفظہ اللہ روحانی مرکز موترہ، ڈسکہ سیالکوٹ (7 مئی 2013ء)	۶۵
16	**روحانیت وتصوف ہماری کھوئی ہوئی میراث** پروفیسر مولانا رضوان الٰہی حفظہ اللہ، فاضل جامعہ سلفیہ فیصل آباد، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج کمالیہ	۷۲
17	**دین سارے کا سارا ادب ہے** مولانا حافظ محمد بلال حفظہ اللہ، خطیب جامع مسجد عباد الرحمٰن (شرقپور)	۷۴
18	**کچھ ہماری زباں سے، تصوف کے بارے میں** مولانا قاری محمد خالد محمود حفظہ اللہ، فاضل مرکز الدعوۃ السّلفیہ، ستیانہ بنگلہ، مدرس مسجد اہل حدیث مینار والی	۷۵
19	**کیا اہل حدیث اولیاء کو نہیں مانتے......!** قاری افضال احمد حفظہ اللہ، فاضل ''مرکز الدعوۃ السّلفیہ'' ستیانہ بنگلہ، مدرس وخطیب جامع مسجد مبارک اہل حدیث شرقپور	۷۷
20	**اللہ والوں کی اللہ کے ساتھ یاری** فضیلۃ الشیخ مولانا نذیر احمد سبحانی حفظہ اللہ، خطیب جامع مسجد زینت اہل حدیث (لاہور)	۷۹
21	**''اہل حدیث کا ذوق تصوف'' قرآن وسنت کی روشنی میں!!!** حمید اللہ خان عزیز، ایڈیٹر: ماہنامہ مجلّہ ''تفہیم الاسلام'' (احمد پور شرقیہ)	۸۵

22	**تصوف ہے لذتِ آشنائی کا نام** حافظ یوسف سراج، ریسرچ ڈیپارٹمنٹ پیغام ٹی وی، کالم نگار، روزنامہ ”نئی بات“	۹۹
23	**اسلاف کے قرض کی ادائیگی** (از: حافظ محمد فہیم علوی حفظہ اللہ، مدیر ماہنامہ علم و آگہی)	۱۰۱
24	**بہاولپور کے مفتی اعظم کا ذوق تصوف** (از: مولانا حافظ محمد عباس حفظہ اللہ تعالیٰ، خطیب جامع مسجد چبوترہ بازار، احمد پور شرقیہ)	۱۰۲
25	**تصوف کی حقیقت، ظاہری و باطنی پاکیزگی** (از: مولانا فضیلۃ الشیخ ایوب حفظہ اللہ تعالیٰ، فاضل جامعہ محمدیہ، گوجرانوالہ)	۱۰۶
26	**”ذوق تصوف“ ایک بہترین اور نایاب کتاب** (از: مولانا محمد یونس کلیم حفظہ اللہ تعالیٰ، خطیب جامع مسجد اہل حدیث نوشہرہ سانسی روڈ گوجرانوالہ	۱۰۷
27	**دل کی درستگی تصوف کا حاصل** قاری محمد بلال تبسم، فاضل جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ، خطیب جامع مسجد حاجی عبدالغنی، ٹاؤن الیاس کالونی (گوجرانوالہ)	۱۰۸
28	**تصوف کی حقیقت ہماری تحقیقی نگاہ میں** (از: فضیلۃ الشیخ مولانا حکیم محمد اشرف آزاد، فاضل جامعہ سلفیہ، فیصل آباد)	۱۰۹
29	**تصوف صفتِ احسان کی کوشش کا نام** حضرت حکیم حافظ مولانا محمد آصف صاحب، مدرس مدرسہ بدر الھدیٰ واہنڈو (گوجرانوالہ)	۱۱۳
30	**تصوف اور روحانی عملیات ہر عالم کی ضرورت** فضیلۃ الشیخ مولانا حکیم سید عبداللہ گیلانی حفظہ اللہ، خطیب جامعہ مسجد قدس قذافی پارک مریدکے (شیخوپورہ)	۱۱۴
31	**کتاب ذوق تصوف ہر شخص کی ضرورت** مولانا محمد اسد اللہ منیر حفظہ اللہ تعالیٰ، فاضل جامعہ سلفیہ	۱۱۵
32	**روحانیت اور تصوف چھوڑ دینے کا نقصان** (از: محترم رضوان علی بن مقصود علی، ایم فل علوم اسلامیہ)	۱۱۶

33	**ذوق تصوف کا اظہار...... قابل ستائش کاوش** مولانا محمد اویس قرنی حفظہ اللہ تعالیٰ، فاضل جامعہ سلفیہ (فیصل آباد)	۱۱۷
34	**تجاہل عارفانہ یا تغافل مجرمانہ** مولانا حافظ محمد ذیشان حفظہ اللہ تعالیٰ، وائس چیئر مین فیتھ ایجوکیشن فاؤنڈیشن FEF	۱۱۸
35	**تصوف مکارم اخلاق اور روحانی اقدار کے احیاء کا ذریعہ** قاری محمد آصف مدثر حفظہ اللہ تعالیٰ (فیصل آباد)	۱۱۹
36	**تصوف کا حاصل "الاحسان ان تعبد اللہ کانك تراہ"** حافظ محمد اقبال بن ثناء اللہ حفظہ اللہ ایم اے عربی، اسلامیات	۱۱۹
37	**بڑوں کا اخلاق ہم سب کی ضرورت** قاری محمد حنیف عاجز (شرقپور)	۱۲۰
38	**بزرگوں کی روحانی قوت** حافظ محمد اسامہ یاسر صاحب، قلعہ میہاں سنگھ	۱۲۵
39	**تصوف چھوڑ دینا...... نہایت افسوس ناک پہلو (سوزانِ دل)** ڈاکٹر محمد عثمان مبشر سلفی حفظہ اللہ: جامع مسجد مینار والی اہلحدیث، شرقپور شریف (شیخوپورہ)	۱۲۸
40	**مرشد جی کی بے مثال سادگی اور انکساری** مولانا محمد بشیر قصوری حفظہ اللہ، خطیب جامع مسجد برکات اہل حدیث (شرقپور)	۱۳۱
41	**تصوف ہماری ضرورت، اسلاف کی روایت** (از: حافظ غلام مصطفیٰ حفظہ اللہ، انچارج شفاء الرحمٰن فری ڈسپنسری)	۱۳۳
42	**کرامات، روحانیت اور نسبت ایک حقیقت** (از: مولانا حافظ حمید اللہ سدید حفظہ اللہ سے ملاقات ڈاکٹر محمد عثمان سلفی)	۱۳۴
43	**تزکیہ و تصوف ضروری ہی نہیں بلکہ بہت ضروری** (از: حکیم عبدالوحید سلیمانی حفظہ اللہ تعالیٰ ابن مولانا عبداللہ رحمہ اللہ روڑی والے)	۱۵۵

44	**تصوف پر علمی و تحقیقی مزاج** (از: ڈاکٹر سعید اختر صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ فرزند ارجمند حکیم محمد عبداللہ رحمۃ علیہ جہانیاں والے)	۱۵۸
45	**جماعۃ الدعوہ کے مرکزی رہنما کی شفقت اور قدردانی** بشکریہ ہفت روزہ جرار، مولانا امیر حمزہ حفظہ اللہ تعالیٰ، شمارہ نمبر ۲۵ جمعۃ المبارک ۴ شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ بمطابق ۱۴ جون ۲۰۱۳ء	۱۶۳
46	**اہل سلف سے انصاف** ملک محمد حسن ریٹائرڈ بجٹ اینڈ اکاؤنٹس آفیسر (شرقپور شریف)	۱۸۳
47	**صفت احسان ہر مسلمان کی ضرورت** ماسٹر مختار احمد سلفی، دھرنگ تحصیل کامونکی (گوجرانوالہ)	۱۸۴
48	**تصوف شریعت کی مکمل تابعداری کا نام** خادم اہل حدیث زاہد اقبال صاحب فوڈ سپیشلسٹ	۱۸۶
49	**تصوف کے معاملے میں یہ بے توجہی کیوں......!** محمد یٰسین سلفی (فیصل آباد)	۱۸۸
50	**کتاب علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف اشد ضرورت** ظفر علی محمدی (فیصل آباد)	۱۸۹
51	**کتاب ذوق تصوف اک مایہ ناز کارنامہ** مولانا محمد مصطفیٰ ربانی حفظہ اللہ تعالیٰ، خطیب مسجد کوثر اہل حدیث عظیم گراؤنڈ درس بڑے میاں مغلپورہ، لاہور فاضل التحصیل: دارالعلوم المحمدیہ لوکوشاپ مغلپورہ (لاہور)	۱۸۹
52	**حال دل** فضیلۃ الشیخ حضرت حکیم محمد طارق محمود چغتائی حفظہ اللہ تعالیٰ	۱۹۲

☆☆☆☆☆

علمائے اہل حدیث کی پسندیدگی اور قیمتی آراء

تقاریظ، اقتباسات، تائیدات، تاثرات

علمائے اہل حدیث نے امت کی نبض کو جانچتے ہوئے محسوس کیا کہ موجودہ نسل کی اصلاح صرف اسی طرز پر ہوسکتی ہے جو طرز اسلاف علماء اہل حدیث نے اختیار کی وہی انداز اور طرز صرف اور صرف طرز تصوف یعنی تزکیۂ نفس ہے۔

اہل حدیث علمائے کرام، اہل حدیث محققین عظام، اہل حدیث اکابر ملت اور اہل حدیث مخلصین نے کتاب ''علمائے اہل حدیث کے ذوق تصوف'' کو نہایت پسندیدگی کے ساتھ ملاحظہ فرما کر تائید و تحسین فرمائی، دعاؤں سے نوازا ان حضرات کے آراء گرامیہ کے اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں، تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(تقاریظ علمائے اہل حدیث)

کتاب ”علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف“ محققانہ، مخلصانہ، مبارک کاوش

(از: مولانا حمید اللہ اعوان حفظہ اللہ قلعوی پڑپوتے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ
گوجرانوالہ قلعہ میہاں سنگھ، خطیب جامع مسجد رحمانیہ)

عارف باللہ حضرت مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کا نام گرامی علمائے اہل حدیث میں قلم کی مہارت، الفاظ کے چناؤ اور خطابت کی روانی کا محتاج نہیں۔ آپ خصوصاً علمائے اہل حدیث اور بالعموم برصغیر پاک وہند کے نامور عالم تفسیر وفقہ پر عبور رکھنے والے محقق تھے۔ دین کے مختلف شعبوں میں آپ کی خدمات نہایت گراں قدر اور متاخرین کیلئے روشنی کا مینارہ ہیں۔ علمائے اہل حدیث میں آپکا مقام نہایت ہی بلند ہے۔

مولانا رحمہ اللہ کی انفرادیت اور خصوصیت یہ بھی تھی کہ صرف علم تک محدود نہیں تھے بلکہ علم کی حقیقت یعنی تصوف میں بھی بھرپور رسوخ رکھتے تھے، سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت اور مجاز تھے۔ آپ کی زندگی پر بہت کام کیا گیا اور بہت کچھ لکھا گیا۔ ماضی قریب میں نامور محقق اور مؤرخ مولانا اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ نے آپ کے پڑپوتے مولانا حمید اللہ اعوان حفظہ اللہ کے اسرار پر آپ کی سوانح مرتب فرمائی ہے جو کہ قابل دید ہے۔ مولانا حمید اللہ حفظہ اللہ میں بھی تصوف کا ذوق بہت نمایاں نظر آتا ہے اس وقت آپ اسی مسجد میں خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں جس کی بنیاد عارف باللہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے رکھی تھی۔ کتاب ”علمائے اہل حدیث کے ذوق تصوف“ پر آپ نے نہایت ہی پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور وقت کی اہم ضرورت قرار دیا۔ اپنے تاثرات کو کچھ یوں قلمبند فرماتے ہیں۔

ہمہ کمالات شخصیت:۔ 2013ء مئی کا مہینہ تھا تاریخ 5، دن اتوار کا تھا غالباً 8 بجے صبح سات افراد مسجد رحمانیہ المعروف مولانا غلام رسول رحمہ اللہ میں تشریف لائے تمام شخصیات شلوار قمیص میں ملبوس معززانہ وضع قطع اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مزین، چہرے سے صالحیت کے آثار نمایاں تھے۔ آنے والے معزز مہمانان گرامی سے میرا تعارف نہ تھا دوران گفتگو انہوں نے اپنا تعارف کرایا میرا نام حکیم محمد طارق محمود اور یہ تمام میرے رفقاء کار ہیں جن میں دو علماء بھی تھے تعارف حاصل کرتے ہی دل میں خوشی کی لہر سرایت کر گئی کہاں میں اور کہاں یہ معزز ہستیاں۔

حکیم صاحب کا غائبانہ تعارف بذریعہ ”ماہنامہ عبقری“ مجھے پہلے سے تھا جب انھیں اپنے روبرو پایا حیران تھا کہ ماہنامہ عبقری کے ایڈیٹر، باعمل شخصیت، مصنف کتب کثیرہ، ایک روحانی تحریک کے روح رواں بلکہ میر کارواں، لاکھوں افراد کے دلوں کو موہ لینے والے، خلق خدا کے جسمانی وروحانی مسائل کے حل کیلئے ہمہ تن کوشاں، انتہائی مصروف ترین شخصیت مع اپنے رفقاء کار میرے ہاں آنا کیسے ممکن ہوا۔ انہی سوچوں میں گم تھا بات چیت جاری تھی کہ قاری طاہر محمود نے میزبانی کے فرائض نبھانے شروع کر دیئے ہم سب مسجد کے ہال محراب میں موجود مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے یادگار منبر شریف کے پاس بیٹھے تھے۔ حکیم صاحب بار بار اصرار فرماتے کہ اپنی زبانی مولوی صاحب کی کرامتیں سنایئے ایک دو میں نے بیان کیں پھر آپ ہی فرمانے لگے ہمارا یہاں آنا بھی مولوی صاحب کی کرامت ہی ہے۔ سب محظوظ ہوئے...... بلاشبہ حکیم صاحب نے بہت ہی عقیدت، محبت اور شفقت کا اظہار فرمایا آپ کی کیفیت دیدنی تھی دوران گفتگو مولانا کے تذکرہ پر بار بار آپ کی آنکھیں بھیگ

جاتیں۔ آپ نے از راہ شفقت و مہربانی اپنے دواخانہ کی چند ادویات بطور تحفہ دیں ہفتہ عشرہ کے بعد اپنے ایک ساتھی کو گاڑی دے کر مجھے لاہور اپنے دواخانہ میں بلایا وہاں انہوں نے مجھے پانچ گھنٹے تک ٹھہرایا نہایت عزت و احترام سے پیش آئے۔ میزبانی بھی خوب کی دوران گفتگو اپنی نئی تصنیف ''علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف'' کا تذکرہ فرمایا میں نے اس پر نگاہ ڈالی ساتھ ہی حکیم صاحب نے مذکور کتاب کیلئے تقریظ بھیجنے کا وعدہ لے لیا واپسی پر آپ نے نسیم ہدایت کے جھونکے اور اپنے ''خطبات عبقری'' کی دو جلدیں اعزازی طور پر مرحمت فرمائیں۔

تقریظ کیلئے کافی تذبذب کا شکار رہا کہ تحریر میرا میدان نہ میں اس قابل، جانے کیوں اپنی کمزوری بے بضاعتی کو جانتے ہوئے بھی حضرت حکیم صاحب کے سامنے انکار کی جرأت نہ کر سکا۔ خیال تھا کہ حکیم صاحب بھول جائیں گے مگر آپ کی بذریعہ ٹیلی فون یاددہانی نے تقریظ کیلئے قلم اٹھانے پر مجبور کر دیا مجھے امید ہے کہ میری بے ترتیب اور بے ربط تحریر کو حکیم صاحب قبول فرمالیں گے۔

تصوف سے ناآشنا...... حقیقت کیا جانیں......! مؤلف نے اہل حدیث علمائے ربانی کی روشن اور بابرکت زندگیوں کے اس اہم ترین پہلو ''علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف'' کی تیاری پر بے شمار کتابوں کی ورق گردانی کے بعد اپنا مبارک قلم اٹھا کر بلاشبہ بڑی سنجیدہ، محققانہ اور مخلصانہ کوشش فرمائی ہے۔ کاش اہل حدیث علماء میں سے کوئی اس عنوان پر قلم اٹھاتا۔ مولانا ابوالکلام دہلوی اہل حدیث عالم دین انہوں نے اس ضرورت کو پورا کرنے کی ٹھان رکھی ہے دیکھیں ان کی کوششیں کب ثمر بار ہوتی ہیں مولانا اپنے خط بنام شیخ عارف جاوید محمدی تحریر فرماتے ہیں کہ ''سلفیوں کی بابت دشمنوں کی اڑائی ہوئی ہوائی ہے کہ انہیں علم باطنی میسر نہیں ...... وہ اہل ظاہر ہیں ...... طریقت سے ناواقف ہیں ...... صرف شریعت سے واقف ہیں! میں واشگاف الفاظ میں کہتا ہوں یہ لوگ تصوف سے نابلد ہیں میرا ارادہ ہے کہ ان خطوط کو شائع کر دوں اور ان پر مبسوط مقدمہ لکھوں تاکہ دنیا باخبر ہو جائے کہ اہل حدیث کے یہاں علم طریقت اور تصوف ہے مگر وہ جو مبنی بر کتاب و سنت ہے اور اہل حدیث کو مطعون کرنیوالوں کو بتایا جائے کہ

لذت بادہ ناصح کیا جانے ہائے کم بخت تو نے پی ہی نہیں

مناظر اسلام کا ذوق طریقت:۔ رسالہ ''شریعت اور طریقت'' جس میں شریعت اور تصوف کی تحقیق اور اولیاء اللہ سے محبت کی اہمیت مذکور ہے ''مصنفہ'' مناظر اسلام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ مصنف ''تفسیر ثنائی'' مذکور رسالہ مطبع اہل حدیث امرتسر سے 30 دسمبر 1909ء میں شائع کیا۔ مولانا ''التماس مصنف'' میں تحریر فرماتے ہیں: ''اس مسئلہ کی غلط فہمی سے کہ شریعت کو طریقت سے کیا نسبت اور تعلق ہے مسلمانوں میں سخت افراط و تفریط ہو رہی ہے۔ بعض بلکہ اکثر جہال تو اس بہانے سے کہ شریعت ظاہر ہے اور ظاہر بینوں کیلئے ہے، تمام احکام شرعیہ کو جواب دے بیٹھتے ہیں شریعت مطہرہ کے کسی حکم کا ادب ان کے دل میں نہیں ہے۔ حتیٰ کہ نماز روزہ کو بھی جو نشان اسلام سمجھے جاتے ہیں یہ نالائق ٹٹی (پردے) کی آڑ میں شکار کھیلنے والے صاف صاف لفظوں میں جواب دے دیتے ہیں اور کھلے منہ بغیر مطلب سمجھنے کے ایسے ایسے راگ الاپتے ہیں کہ۔

نہ رکھ روزہ نہ مر بھوکا نہ جا مسجد نہ دے سجدہ وضو کا توڑ دے کوزہ شراب شوق پیتا جا

ایسے ہی ظالموں جاہلوں کے زخم اٹھا کر بعض اہل شریعت طریقت اور تصوف سے منکر ہو جاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہی نمازیں جو ہم سیدھی ٹیڑھی پڑھتے ہیں بس یہی اصل اسلام ہے۔ یہی پیغمبر علیہ السلام کی تعلیم کا خلاصہ اور اصل ہیں مگر بغور دیکھیں تو دونوں کی رائے غلط۔ گو پہلے فریق کی تو اغلط بلکہ کفر تک پہنچتی ہے اس لیے میں نے چاہا کہ اس رسالہ میں شریعت اور طریقت کی نسبت تعلق بتلاؤں جو پیغمبر علیہ السلام نے ان دونوں میں بتلایا ہے اس مسئلہ کی اصل بنیاد حدیث جبرائیل علیہ السلام ہے جو بخاری و مسلم کی روایت سے مشکوٰۃ کے شروع میں منقول ہے۔

مولانا رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علوم حقہ اور معارف اور علماء راسخین کا جو انبیا علیہم السلام کے حقیقی وارث ہیں کہ دونوں (علمائے ظاہر اور صوفیاء) کے حصوں کو جمع کر لیتے ہیں۔ یعنی احکام ظاہری کی پابندی کے علاوہ باطنی صفائی بھی ان میں اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے مولانا رحمہ اللہ نے

اپنے رسالہ شریعت اور طریقت میں ایک نظم بھی درج فرمائی ہے:

ارے لوگو! زبان اپنی کو روکو — بزرگوں سے نہیں انکار ہم کو
خدا لعنت کرے اس روسیاہ پر — کہ جس کے دل میں ہو بغض پیمبر علیہ السلام
جسے کچھ بغض ہوئے اولیاء سے — ہمیشہ ابر لعنت اس پر برسے
پر اتنا اور بھی سن رکھیے حضرت — جو حق پر نہ چلے اس پر بھی لعنت

’’ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلو بنا غلا للذین امنوا ربنا انك رؤوف رحیم ‘‘۔ آمین۔

تصوف کے نام سے چڑنے والے: تیرہ صدیوں پر محیط مسلم معاشرہ جن افراد کی بدولت زندہ اور قائم رہا ہے ان میں مفسرین قرآن، محدثین کرام، فقہائے عظام، ماہرین تزکیۂ واحسان نے ذکر اللہ اور تعلق باللہ کے ذریعے مسلمانوں کو دنیا پرستی، نفس پرستی اور خدا فراموشی کے بڑھتے ہوئے سیلاب کی روک تھام کے سلسلہ میں نہایت اہم اور نا قابل فراموش کردار ادا کیا ہے۔ عصر حاضر میں حکیم طارق محمود چغتائی حفظہ اللہ بھی اسی سلسلہ کی سنہری زنجیر ہیں، جنہوں نے نہایت جانفشانی اور عرق ریزی سے کام لیتے ہوئے ’’علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف‘‘ پر قلم اٹھا کر تصوف کے نام سے چڑنے والوں کو آئینہ دکھایا ہے۔ اس کا اجر عظیم انہیں ذات باری تعالیٰ ضرور عطاء فرمائے گی۔ میں ذاتی طور پر حکیم صاحب جیسی انسان دوست اور اشاعت اسلامی میں مصروف شخصیت سے متاثر ہوں مختصر عرصہ اور جوانی میں وسیع تر دینی و سماجی خدمات لائق تحسین ہیں۔ حکیم صاحب نے اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود ’’علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف‘‘ کے عنوان سے نہایت دلچسپ مع حوالہ جات بیش قیمت کتاب تصنیف کرنے کا حق ادا کیا ہے۔

کتاب مذکور میں سلف صالحین کی زندگیوں کے عملی نمونے پیش کر کے انعام یافتہ شخصیات کے راستہ کو واضح کر دیا ہے، یہ کتاب نئی نسل کیلئے مفید اور معلومات افزا ہے بلکہ میرے خیال میں چراغ راہ ہے۔ ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست — تا نہ بخشندہ خدائے بخشندہ

نسلوں کیلئے مشعل راہ کتاب: اللہ کے مقبول بندوں کی سیرت و کردار کو محفوظ رکھنا، آئندہ نسلوں کیلئے عملی زندگی اختیار کرنے کا ذوق وشوق پیدا کرنا ہے، اللہ والوں کا تذکرہ تبلیغ دین کا بہترین ذریعہ ہے اہل اللہ کا ذکر خیر پڑھنے والوں کے دل کو قوت بخشتا ہے۔ راہ حق پر ثابت قدم رہنے میں مدد دیتا ہے۔ سورہ ہود میں ارشاد ربانی ہے ’’وکلا نقص علیك من انبآء الرسل مانثبت به فؤادك وجاءك فی هذه الحق وموعظة و ذکری للمؤمنین ‘‘ اور رسولوں کی خبروں میں سے ہر (خبر) ہم تمہیں سناتے ہیں جس کے ذریعے ہم تمہارے دل کو زیادہ مطمئن کرتے ہیں (تا کہ ان کی طرح تم بھی کافروں کے ایذاؤں پر صبر کرتے رہو) اور ان (خبروں) میں تمہارے پاس حق (کا بیان) آ گیا اور ایمان والوں کیلئے نصیحت اور یاد رکھنے والی بات (آ گئی)۔ ؎

اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی — ہم نے تو دل جلا کے سر عام رکھ دیا

کتاب کا بنیادی مقصد: مذکور کتاب کا بنیادی مقصد تزکیۂ نفس ہے۔ تزکیۂ واحسان دین کا ایک اہم شعبہ ہی نہیں بلکہ عین کمال دین ہے۔ تزکیۂ واحسان کی دولت جتنی نصیب ہوگی اتنا ہی اس کا دین کامل ہے۔ تزکیۂ واحسان قرآنی اصطلاح ہے ’’قد افلح من تزکّٰی‘‘ بے شک وہ شخص کامیاب ہوا جو (ایمان و نیک عمل کے ذریعے) پاکیزہ بن گیا۔ ’’قد افلح من زکّٰها‘‘ بے شک وہ کامیاب ہوا جس نے اپنے نفس کو پاکیزہ بنالیا۔ ارشاد ربانی ہے ’’واحسنوا ان الله یحب المحسنین ‘‘ (البقرہ 195)۔ احسان کرو بے شک اللہ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ’’ان رحمة الله قریب من المحسنین ‘‘ (الاعراف 56) بے شک اللہ کی رحمت خلوص

والوں کے قریب ہے۔ یقیناً ہمارے اکابرین کے مجاہدات اور ریاضتیں قرآن وسنت کی تعلیمات کے عین مطابق تھیں۔ ذات باری کے ساتھ شخصی تعلق قائم رکھنا تزکیۂ واحسان ہے۔ جو شخص تمام فکروں سے آزاد ہو کر بس آخرت ہی کو اپنی سوچ فکر کا محور بنا لے تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت کی فکر سے کافی ہو جاتا ہے۔ ”الیس اللہ بکاف عبدہ“ (الزمر 36)۔ کیا اللہ اپنے (ایمان والے) بندے کو کافی نہیں؟ عالی ہمت اور مضبوط عزم اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

تزکیۂ واحسان کی اہمیت وافادیت:۔ اسلام چاہتا ہے کہ اس کے صحیح پیروکار جب معاشرہ میں جائیں یا لوگ ان کے پاس آئیں تو انہیں دیکھ کر اللہ یاد آجائے، اللہ کی یاد ذاکر کو نیکی کے جذبات سے لبریز کر دیتی ہے۔ اللہ کے بندے کو اس کا حقیقی بندہ بنا دیتی ہے، مقصد زندگی سے بھرپور شناسائی حاصل ہوتی ہے، قلب ونفس کو اطمینان نصیب ہوتا ہے جو فلاح اُخروی اور رضائے الٰہی کیلئے مطلوب ومقصود ہے۔ فرمان الٰہی سے انحراف جہنم اور قانون خداوندی کی پابندی جنت ہے۔ توفیق عمل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عطا ہے توفیق یہ ہے کہ انسان اپنے اندر بوقت عمل قدرت واطاعت پائے جس سے انسان احکام الٰہی کیلئے مطیع اور فرمانبردار ہو جائے۔ عمل دنیا وآخرت میں دونوں جگہ کا توشہ ہے عمل کے بغیر کوئی منزل طے نہیں ہوتی۔ تزکیۂ واحسان کے حصول کیلئے اہمیت اس بات کی ہے کہ اس پر عمل پیرا ہو جائے، یہ صرف پڑھنے پڑھانے اور بیان کرنے والی چیز نہیں بلکہ صحبت صالح اختیار کرنے، عمل کرنے اور اپنانے کی چیز ہے۔ زہد وتقویٰ، خشیت الٰہی، ایثار وقربانی دلوں کی پاکیزگی اور تزکیۂ نفس ناپید ہوتا چلا جا رہا ہے آج ہم دھواں دار تقاریر تو کرتے ہیں جب موقع اور عمل کا وقت آتا ہے تو ڈھیر ہو جاتے ہیں۔ زہد و قناعت، ذکر الٰہی کی فضیلت خوب بیان کی جاتی ہے مگر عملی زندگی دنیا سنوارنے کی بھاگ دوڑ اور فضول بحثوں میں گزر جاتی ہے۔

ہمارے بڑوں کا ذوق تصوف:۔ مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ اہل حدیثوں کے بہت بڑے سکالر اور باعمل شخصیت کے مالک مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے بارے میں اپنے چند تاثرات میں تحریر کرتے ہیں، سید رحمہ اللہ مسلمانوں کی بے عملی کو دیکھ کر اپنے دل میں ایک درد محسوس کرتے تھے جس کا وقتاً فوقتاً اظہار بھی فرماتے۔ مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ”پاکستان بن جانے کے بعد مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی تمام تر توجہ جمعیت اہل حدیث کی تنظیم پر مرکوز رہی نامناسب نہ ہوگا اگر میں اس مسئلہ پر نظریہ اہل حدیث کے مخصوص ذہن ومزاج کے بارے میں ان تصورات کی چہرہ کشائی کا فریضہ انجام دوں جو اکثر خلوتوں میں ہمارے زیر بحث رہے۔ میں دوسرے، تیسرے روز شرف ملاقات کیلئے حاضری دیتا اگر میں کسی وجہ سے نہ جاتا تو بلاوا آجاتا اور کبھی کبھی خراماں خراماں خود بھی میرے ہاں تشریف لے آتے بہر حال ہم جب بھی ملتے یہ اہتمام کیا جاتا کہ گفتگو اور بات چیت کیلئے مکمل یکسوئی حاصل ہو۔ خلوت کے یہ لمحات خشک بحثوں سے گزر کر آخر تصوف، احوال آخرت اور قلب وروح کے جائزہ پر ختم ہو جاتے۔ مجھے یہ یاد نہیں اس اثناء میں ہم میں سے کس کی آنکھیں پہلے اشکبار ہوتیں البتہ اتنا خوب یاد ہے کہ دونوں روتے اور دیر تک روتے رہتے“۔

آج ہمارا حال......نہایت قابل غور!:۔ نظریہ اہل حدیث سے متعلق ان کے ذہن میں تضادات کا ایک واضح نقشہ تھا اور وہ دل و جان سے چاہتے تھے کہ اس سے خلاصی حاصل کر نیکی جدوجہد میں اہل حدیث علماء کو شرکت کی دعوت دی جائے۔ مثلاً فکر ونظر کا پیمانہ جسے ہم مسلک اہل حدیث سے تعبیر کرتے ہیں ایک طرف تو اس بات کا مقتضی ہے کہ ہمارا تعلق پورے اسلام سے ہو کتاب وسنت کے بیان کردہ مکمل نظام حیات سے ہو جس میں عقائد سے لے کر عبادات تک اور عبادات سے لے کر معاملات واخلاق تک ہر ہر شے داخل ہو اس شرط کے ساتھ کہ ہم اس نظام حیات کو براہ راست کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف کی تصریحات سے اخذ کریں۔ ظاہر ہے یہ نقطہ نظر کسی درجے میں بھی جزوی اسلام کا قائل نہیں اور فرقہ وارانہ تعصّبات کا حامی نہیں بلکہ ایک طرح کی کلیت اور وسعت و جامعیت اپنی آغوش میں لیے ہوئے ہے لیکن ہمارا یہ حال ہے کہ ہم بہت بحث ومناظرہ کی وجہ سے مسائل کی ان چند گنی چنی دیواروں میں محصور ہو کر رہ

گئے ہیں جن کو گروہی عصبیت اور تنگ نظری نے پیدا کیا ہے۔ چنانچہ آج اہل حدیث کے معنی ایسے گروہ کے نہیں کہ جن کی نظر اسلام کے پورے حکیمانہ نظام پر ہو جن کے عمل سے اسلام کی تمام اخلاقی، اجتماعی اور روحانی قدروں کا خصوصیت سے اظہار ہوتا ہو اور جو روزمرہ کی عام زندگی میں ہر ہر قدم پر کتاب وسنت کی تصریحات کے متلاشی ہوں۔ آج اہل حدیث کے معنی اس کے برعکس ایک ایسے شخص اور جماعت کے ہیں جن کی دلچسپیوں کا محور و مرکز عموماً صرف چند مسائل، چند بحثیں اور چند فرسودہ مناظرانہ کاوشیں ہیں جماعت اہل حدیث کے مزاج کے موجودہ کیفیت سے بھی مولانا سید رحمہ اللہ کافی پریشان تھے۔

”تصوف“، تعلق باللہ کا نام:۔ سید رحمہ اللہ کے نقطہ نظر سے اسلام چونکہ تعلق باللہ اور اس کے ان انعکاسات کا نام ہے جو معاشرہ اور فرد کی زندگی میں لطائف اخلاق کی تخلیق کرتے ہیں اس لیے تحریک اہل حدیث کا اولین مقصد یہ ہونا چاہیے کہ جماعت میں محبت الٰہی کے جذبوں کو عام کرے، تعلق باللہ کی برکات کو پھیلائے اور اطاعت وزہد، اتقاء وخشیت اور ذکر وفکر کو رواج دے لیکن ہماری محرومی وتیرہ بختی ملاحظہ ہو کہ عوام تو عوام خواص تک تصوف واحسان کی ان لذتوں سے نا آشنا ہیں حالانکہ کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا ہے کہ خواص تو خواص ہمارے عام عوام تک زہد وورع کا بہترین نمونہ سمجھتے جاتے تھے۔

تصوف عملی زندگی کا نمونہ:۔ معاشرے کے جس طبقہ کو عوام الناس کیلئے بہتر نمونہ بننا تھا وہ بھی صرف گفتار کا غازی بن پایا ہے ٹھیک ہے لوگ حوالے مانتے ہیں مگر حوالوں سے زیادہ عمل چاہتے ہیں عمل، عمل اور صرف عمل۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حوالے نہیں عملی زندگیاں پیش کی تھیں۔ اس وقت ایک کتاب اللہ اور اس کی عملی تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ تھی بقول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ”کان خلقه القرآن“ بس یہی دو چیزیں تھیں جنہوں نے لوگوں کی زندگیاں تبدیل کرکے رکھ دیں۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
وہ کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کردیا

آج جلسوں، عرسوں اور اجتماعات کی بھرمار ہونے کے باوجود عمل کہیں کھو کر رہ گیا ہے اس لیے آج اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ لوگوں کی عملی تربیت کی جائے ساری مشکل بس پہلا چراغ جلانے میں ہوتی ہے ایک چراغ جل گیا تو ایک سے بہت سے چراغ جلائے جاسکیں گے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ شعلہ بیانیوں، اعتراضات جڑنے اور فتووں سے وقتی طور پر مرعوب تو کیا جاسکتا ہے عملی تبدیلی صرف بیانوں سے نہیں بلکہ راسخ علم، مضبوط ارادہ وعزم، عمل مسلسل، ایثار وقربانی، ذکر وفکر، تلاوت وتدبر قرآن، کردار واخلاق، بے لوث محبت واخوت والی باتوں سے آتی ہے۔

یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں یہ مردوں کی ہیں شمشیریں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تزکیۂ نفس:۔ نبی علیہ السلام کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صحابیت کا لازوال شرف نصیب ہوا اس لیے کہ انہوں نے حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور عمل سے براہ راست فیض پایا اور یہی وصف ان پر غالب رہا۔ جس شخص کو بھی ایمان کی دولت نصیب ہوئی وہ ایمانی دولت کے ساتھ نبی علیہ السلام کی زیارت کا شرف پا گیا آپ کی نگاہ مبارکہ سے اس کا تزکیۂ ہوگیا، وہ سب سے ممتاز ہوگیا، اعلیٰ ترین مقام شرف صحابیت سے متصف ہوگیا۔ نبی علیہ السلام نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کو بھی تزکیۂ کی اجازت عطا فرمادی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے ایمان کے ساتھ میرے صحابی (رضی اللہ عنہ) کی زیارت کی وہ جنتی اور جس نے صحابہ کی زیارت کرنیوالے تابعی کی زیارت کی وہ بھی جنتی“۔ سبحان اللہ۔

تصوف وسلوک ایک الہامی نظام ہے جیسا کہ اذان کے واقعہ میں حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے ساتھ پیش آیا کہ دونوں کے خواب یکساں نکلے دونوں کو خواب میں کلمات اذان کی تلقین کی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تصویب فرمائی اور اذان کو شرعی حیثیت دے دی جو آج تک تمام عالم اسلام میں رائج ہے۔ (حوالہ: تصوف وسلوک، تالیف: مولانا ابوالحسن ندوی رحمہ اللہ)

تصوف کا حاصل ......قلب سلیم اور نفس مطمئنہ:۔ قلب سلیم اور نفس مطمئنہ ہر مسلمان کی آرزو ہے بلکہ اُخروی کامیابی کی ضمانت ہے۔ اطمینان قلب کیلئے انبیاء علیہم السلام بھی طالب رہے، اللہ کے نبی ﷺ نبوت سے پہلے بھی ایمان کی کیفیت سے سرشار ہوتے ہیں، نبوت کے بعد ایمان کے درجات میں مزید اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ جس طرح کلی کے پھول بننے کا ایک سفر ہے یا ہلال کے بدر بننے کا ایک وقت ہے اسی طرح سلوک یا باطن کے مدارج ہیں اور ان کے درمیان میں ایک مسلسل جدوجہد ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا سفر ایمان سے مکمل ایمان کی طرف ہوتا ہے، یقین سے مکمل یقین ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے علم اور حکمت کے مطابق یہ منزلیں ان سے طے کرواتے ہیں لیکن پیغمبر اللہ تعالیٰ سے حد درجہ کی محبت رکھنے کی وجہ سے ہر اگلی منزل کی فکر میں رہتے ہیں اس لیے کبھی کبھی آئندہ آنے والی کیفیتوں کا سوال کرتے ہیں۔ مثلاً ”اور یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میرے رب! مجھے دکھادے تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا فرمایا کیا تم اس پر ایمان نہیں رکھتے ہو؟ بولے! ایمان تو رکھتا ہوں لیکن چاہتا ہوں کہ میرا دل مطمئن ہو جائے“ القرآن۔

اطمینان کسے کہتے ہیں؟:۔ اطمینان کسی چیز کے اپنی جگہ پر بالکل ٹھیک ٹھیک ٹک جانے کو کہتے ہیں۔ خدانخواستہ اگر ہڈی ٹوٹ جائے جب تک وہ ٹھیک طرح جڑتی نہیں اس وقت تک اطمینان حاصل نہیں ہوتا جب جڑ جائے اپنی جگہ پر ٹھیک ٹک جائے تو فوراً درد بند، بے چینی بے قراری ختم اور اطمینان وسکون نصیب ہو جاتا ہے۔ چراغ کی لو اگر ہوا کے باعث بالکل سیدھی ہو اس کا کسی طرف جھکاؤ نہ ہو تو ہم یہ کہیں گے کہ چراغ کی لو میں اطمینان آ گیا۔ اسی طرح ایک مومن صادق کا دل جب اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں اسی طرح یکسو ہو کر حالات کے تغیر کے باعث اس کی دل جمعی اور توکل الی اللہ میں کوئی فرق نہ آئے تو ایسے ہی دل کو قلب مطمئن یا نفس مطمئنہ کہتے ہیں۔

اطمینان قلب کی اہمیت:۔ اطمینان قلب وہ دولت ہے جو عقل وخرد کی کاوشوں یا مال واولاد کی کثرت کے باعث یا عہدہ منصب سے حاصل نہیں ہوتی اس کی طلب حقیقی مومن کی روح کو توڑ ڈالے گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اطمینان قلب مشاہدہ سے کرایا گیا اب نبی علیہ السلام کے امتی کیلئے اطمینان قلب اور مشاہدہ صرف اور صرف ذکر الٰہی سے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور جن کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مطمئن ہوتے ہیں آگاہ ہو جاؤ! کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر ہی سے دلوں کو طمانیت حاصل ہوتی ہے۔ (الرعد 28)

جب تک ایک آدمی طالب صادق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا ایمان لانے کا امکان ہی پیدا نہیں ہوتا۔ طالب صادق وہ معتبر ہے جس کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کو ماننا اور ماننا بھی ایسا جس کے بعد دل کا ہر کانٹا نکل جائے، شک ختم ہو جائے، دل کے اندر روشنی کا ایسا دیا جل اٹھے کہ دل کی تمام تاریکیاں دور ہو جائیں اور ذکر الٰہی سے ایک ایسی قوت فیصلہ پیدا ہو جائے جو تذبذب اور شکوک وشبہات کے تمام راستوں کو بند کر دے کیونکہ جب تک دل شکوک وشبہات کی آماجگاہ بنا رہتا ہے اس میں شک اور ریب کے کانٹے اگتے رہتے ہیں۔ اس وقت تک قلب میں ایمان ویقین کی قوت سرایت نہیں کرتی تو نتیجتاً دل میں وہ پختگی پیدا نہیں ہوتی، جو تمام وسوسوں اندیشوں کا خاتمہ کر دے اور وہ اطمینان پیدا نہیں ہوتا جو ایمان لانے والی شخصیت کو مطمئن کر دے اور دلی چین اور آسودگی بخش دے۔

ذکر اللہ کی ضرورت واہمیت:۔ یہ ایمان ویقین یہ پختگی یہ اطمینان یہ استقامت یہ قوت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ ذکر قلب کا فعل زبان کا ورد اور زندگی کا عمل اور جینے کا نور ہے اور شخصیت کا رویہ بھی ہے جو خطرات مشکلات، مصائب اور پریشانیوں میں وہ سہارا بنتا ہے جس کے ساتھ ٹیک لگانے والا کبھی ڈولتا نہیں۔ ذکر الٰہی افضل ترین اعمال میں سے ہے، ذکر الٰہی زندگی کی جان ہے، وہ زندہ انسان جو ذکر الٰہی سے غافل اور محروم رہے اگرچہ عام دیکھنے والوں کی نظر میں تو اسے زندہ شمار کیا جاتا ہے لیکن حقیقت میں وہ مردہ ہے، بے جان ہے، زندگی کی برکتوں سے یکسر محروم ہے۔ حیات انسانی کی وہی گھڑیاں وہی لمحات سروری اور ابدی ہیں جو اپنے خالق کی یاد اور محبت میں بسر ہوئی یا ہوتی ہیں، زندگی کے وہ لمحے جب انسان ذکر الٰہی سے محروم ہوتا ہے وہ فانی والا حاصل ہوتے ہیں بلکہ خسارے میں

ہیں، ایسی زندگی بسر کرنے والے کو سوائے حسرت وندامت کچھ نہیں ملتا۔

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا شریعت کے احکام (میری کمزوری کی وجہ سے) مجھ پر غالب آ چکے ہیں لہٰذا نبی علیہ السلام مجھے کوئی آسان کام بتا دیں جس پر میں ہمیشہ عمل پیرا رہوں حضور علیہ السلام نے فرمایا ''لایزال لسانك رطبا بذكر الله'' (ترمذی) تمہاری زبان ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہے۔

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔ (بخاری شریف) جیسا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ''كان النبي صلى الله عليه وسلم يذكر الله على كل احيانه'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ کو یاد کرتے تھے۔

انسانی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو وہ ایک لمحہ بھی اللہ کے بغیر نہیں گزار سکتا۔ پیدا اسی نے کیا، رزق وہی دیتا ہے، ہماری جانوں کی حفاظت وہی کرتا ہے، ہم قدم قدم پر اپنے پروردگار کے محتاج ہیں اس کے بغیر زندہ نہیں رہا جا سکتا، لوٹ کر بھی اسی کے پاس جانا ہے، اس لیے انسان کے پاس اس ذات عالی کا دامن تھامنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ''ولذكر الله اكبر'' (العنکبوت) اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے، اللہ کے ذکر کو سب سے بڑی نیکی قرار دیا گیا ہے، خلوت میں یاد کرنیوالا اور اللہ کے ڈر سے آنسو بہانے والے کو روز محشر جب کوئی سایہ نہ ہو گا عرش عظیم کا سایہ نصیب ہو گا۔

منفرد اور نہایت اہم کتاب:۔ ''کتاب علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف'' اس لحاظ سے ہمارے معاشرے کی اہم ضرورت ہے اس کتاب سے ایسے تمام لوگ استفادہ کر سکتے ہیں جو دوسرے نظریات کے برعکس اپنے حقیقی خالق و مالک کی بندگی میں رہنے کی نہ صرف تمنا رکھتے ہیں بلکہ خلوص نیت کے ساتھ عمل صالح کو حقیقی ذریعہ نجات جانتے اور مانتے ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ مجھ سمیت اور میرے دور کے داعیان کتاب و سنت کو زیر نظر ایسی کتاب ملنے جا رہی ہے جو پڑھنے والوں کی زندگیاں تبدیل کرنے کا ذریعہ ثابت ہو نگی۔ حضرت حکیم محمد طارق محمود مجذوبی چغتائی حفظہ اللہ نے ''علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف'' تصنیف کر کے ایک منفرد اور نہایت اہم ضرورت کو پورا کیا ہے جس کی عصر حاضر میں اشد ضرورت تھی میری دلی دعا ہے کہ مولا کریم اس کتاب کے مصنف اور پڑھنے والوں کو اپنی طرف جذب فرمالے اور عمل صالح کی ہمت و توفیق اور زیادتی نصیب فرمائے۔ آمین بجق یارب العالمین۔ (مولانا) حمید اللہ اعوان قلعوی نبیرہ عارف باللہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ

خطیب جامع مسجد رحمانیہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ، قلعہ اسلام تحصیل و ضلع گوجرانوالہ

☆☆☆☆☆

تصوف دل کو سنوارنے اور پاکیزگی کا نام

از: مولانا فضیلۃ الشیخ صوفی محمد عائش حفظہ اللہ تعالیٰ

(مدرسہ سیدین شہیدین چک 36 گ ب تحصیل جڑانوالہ، ضلع فیصل آباد پاکستان)

صوفی عائش محمد حفظہ اللہ کا شمار ان اکابرین میں ہوتا ہے جنہیں دیکھ کر واقعی خدا یاد آ جائے۔ ستیانہ چک 36 میں سیدین شہیدین (سید احمد و شاہ اسمٰعیل شہید رحمہما اللہ) کے نام سے ایک دینی ادارہ چلا رہے ہیں۔ عارف باللہ مستجاب الدعوات ولی کامل صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ کے صحبت یافتہ ہیں۔ اہل اللہ کی صحبت کو نہایت ہی ضروری قرار دیتے ہیں۔ بروز بدھ لوگوں سے ملاقات کیلئے اپنے مدرسے میں تشریف فرما ہوتے ہیں۔ میں اسی دن آپ کی خدمت بغرض میں کتاب کے بارے میں تاثرات معلوم کرنے کیلئے حاضر ہوا تو فرمایا کہ مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ نے ایک رسالہ اثبات بیعت کے سلسلے میں لکھا ہے...... جب آپ کی خدمت میں یہ سوال کیا گیا کہ کیا بیعت اصلاح ضروری ہے تو آپ حفظہ اللہ نے

فرمایا اس کی مثال تو اس طرح ہے جیسے شادی کے بغیر عورت کی حیثیت ہوتی ہے اسکو آپ کیا نام دیں گے......! اسکے ساتھ اسلاف میں باہمی رواداری، امن وآشتی کے کچھ واقعات بھی ارشاد فرمائے اور آپ کی زندگی میں اخلاقیات کا یہ باب بہت نمایاں نظر آتا ہے۔ (مدرسہ سیدین شہیدین چک 36 گ ب تحصیل جڑانوالہ، ضلع فیصل آباد پاکستان)

(ملاقات: پروفیسر رضوان الٰہی، فاضل جامعہ سلفیہ)

''قد افلح من تزکی ، وذکر اسم ربہ فصلی'' سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''الا ان فی الجسد مغضة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسدالجسد کله الا وهی القلب'' (بخاری)

یعنی دل کی اصلاح پر سارے اعضاء کی اصلاح اور درستگی کا انحصار ہے دل کی اصلاح اور تزکیہ قلوب اتنا اہم اور نازک مسئلہ ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے، جن تین اشخاص کے ساتھ جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی ان میں ایک عالم دین ہوگا جس نے ساری عمر قرآن پاک کی تلاوت اور تعلیم وتدریس کا شرف حاصل کیا ہوگا۔

دوسرا: ہر قسم کا مال اللہ کی راہ میں صدقہ کیا ہوگا۔ تیسرا وہ جس نے ساری زندگی ''قتال فی سبیل الله'' کا فریضہ سرانجام دیا ہوگا حتیٰ کہ شہادت کی خلعت سے سرفراز ہوا۔ جب یہ تینوں اللہ رب العٰلمین کے دربار میں حاضر ہوں گے تو اتنے بڑے بڑے نیک اعمال سرانجام دینے کے باوجود فرمان باری تعالیٰ ہوگا۔ ''لیقال انك قاری، لیقال انك لجواد، لیقال انك لجری'' ''تم نے اس لیے عمل کیا کہ کہا جائے کہ تو بڑا مولانا صاحب ہے...... اس لیے عمل کیا کہ کہا جائے تو بڑا سخی ہے...... اس لیے عمل کیا کہ تو بڑا دلیر ہے...... دل کی دھڑکنوں میں حب جاہ اور دنیا کی شہرت وناموری تھی۔ وہ شہرت جو ملنا تھی تو نے حاصل کرلی اب ہمارے دربار میں سوائے جہنم کی آگ کے اور کچھ نہیں چنانچہ ''علی رؤوس الاشهاد'' حکم ہوگا......

ان تینوں کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے۔ فرمان مبارک ہے ''اخلاص فی العمل یکفیك القلیل'' اخلاص کے ساتھ تھوڑا عمل بھی کافی ہو جاتا ہے اور اس اہم موضوع پر تصنیف فرمانے والے علماومحدثین بھی خوش نصیب ہیں اور وہ علماء ومحدثین کرام جو کتاب وسنت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دل کی اصلاح کی طرف سے متوجہ ہوتے ہیں وہ بھی انشاءاللہ دنیا وآخرت میں سرخرو ہوں گے۔ ''یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر'' بات کو مشکل بنا کر پیش کرنا کہ (تزکیۂ نفس) بڑا پہاڑ ہے اور سمندر ہے جسے عبور کرنا ممکن نہیں۔ یہ بات دین میں صحیح نہیں ہے۔ دل کی اصلاح جتنا اہم موضوع ہے اتنا ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم اسے آسان بنایا ہے۔" والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا ، وان الله لمع المحسنین'' صرف کتاب اللہ اور سنت سید الاولین والاخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق تھوڑی توجہ کی ضرورت ہے نیت کی اصلاح کی فکر کی ضرورت ہے۔

(مولانا صوفی محمد عائش حفظہ اللہ تعالیٰ: مدرسہ سیدین شہیدین چک 36 گ ب تحصیل جڑانوالہ، ضلع فیصل آباد پاکستان)

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی حفظہ اللہ کا ذوق تصوف

(فضیلۃ الشیخ، شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید مجاھد آبادی حفظہ اللہ

مدرس: جامعہ الدراسات الاسلامیہ، مغلپورہ۔ ساکن آئی۔ بی۔ ایل۔ کالونی)

شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ عصر حاضر کے اہل حدیث اولیاءاللہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ مولانا صاحب چونکہ پہلے سکھ تھے پندرہ برس کی عمر میں اسلام قبول کیا (مولانا حفظہ اللہ کے بقول) میرے

> پیر و مرشد، میرے مربی اور میرے استاد **حضرت** میاں **محمد** باقر صاحب رحمہ اللہ جھوک دادو والے تھے۔ جنہوں نے مجھے مسلسل ۲ سال اپنی صحبت صالحہ میں رہنے کی سعادت بخشی۔ لاہور آنے کے بعد تقریباً ۱۲ سال ولی کامل مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی معیت میں ان کے مدرسے دار العلوم تقویۃ الاسلام (شیش محل روڈ) میں فرائض تدریس سر انجام دیئے۔ پھر اپنے شیخ **حضرت** میاں **محمد** باقر رحمہ اللہ کے حکم سے مغلپورہ چلے گئے۔ بعد ازاں عزیز پلی کے مقام پر ایک مدرسہ جامعہ الدراسات الاسلامیہ قائم کیا اور ابھی تک وہاں بخاری شریف پڑھانے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ آپ کے ساتھ کچھ عرصہ قبل بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا جس میں انہوں نے تصوف، ذکر الٰہی، اخلاق حسنہ اور شیخ کی محبت اور ان کی دعاؤں کے ثمرات پر سیر حاصل گفتگو فرمائی (وہ گفتگو بھی اس کتاب میں آ چکی ہے)۔ ۲۰ رمضان المبارک مؤرخہ ۳۰ جون بروز منگل کو بعد نماز عصر ہم آپ ہی کے گھر آئی۔ بی۔ ایل۔ کالونی میں دوبارہ ملاقات کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اس وقت آپ کے فرزند ارجمند جناب عبدالرؤف صاحب بھی موجود تھے۔ مولانا صاحب نے ”کتاب علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف“ کو بہت پسند فرمایا اور عاشقانہ انداز میں ایک عجیب بات فرمائی کہ شفاف تصوف میں کیا قباحت ہے...... **!یہ تو سراسر ذکر الٰہی کی شراب پینے کا نام ہے**۔ پھر نہایت غمگین لہجے میں اہل حدیثوں کی موجودہ صورتحال کا بیان فرمایا خاص طور پہ علمائے اہل حدیث کی بے اعتدالی اور تصوف و تزکیۂ سے بے زاری کو شکستہ دلی سے بیان کیا۔ مولانا صاحب حفظہ اللہ کی شخصیت میں اپنے شیخ و مرشد **حضرت** میاں **محمد** باقر رحمہ اللہ کیلئے کمال ادب و عشق پایا جاتا ہے۔ آپ کا اخلاق اور رویہ دیدنی تھا اس ملاقات کی روداد قارئین کی نظر کی جاتی ہے۔ (ملاقات ڈاکٹر عثمان، و دیگر احباب)

اہل اللہ کی قلبی تاریں: میں نے مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے مدرسے میں بارہ سال تک پڑھایا ہے۔ میں تو پڑھا کر واپس آ جاتا تھا، طلباء بتایا کرتے تھے کہ مولانا اوپر والی منزل میں نماز تہجد ادا کرتے تھے تو دعا میں مولانا کی چیخیں نیچے والے ہال میں سنی جاتی تھیں اور صبح فجر کے بعد مسلسل دو گھنٹے تشہد کی حالت میں بیٹھ ذکر الٰہی کرتے۔ شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ دشمنوں نے مجھے قید کروا دیا اور میری منقولہ و غیر منقولہ جائیداد ضبط کر لی لیکن میرے دل کے اندر ایک اور جائیداد اور دولت ہے جس پر وہ قبضہ نہیں کر سکتے اگر وہ تلواریں لے کر اس دولت کو نکال سکتے تو انہوں نے اس بھی گریز نہیں کرنا تھا۔ لیکن چونکہ ایسا نہیں ہو سکتا اس لیے قید خانے میں رہنے کے باوجود بھی میری قلبی تاریں اللہ کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔

علماء پر اللہ کا احسان: حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کا ایک قول ہے کہ اگر ہمارے علماء کے پاس مال نہ ہوتا تو وقت کے بادشاہ انہیں ناک صاف کرنے والا رومال ہی بنا لیتے اور انہیں ہر جائز و ناجائز مقصد کیلئے استعمال کرتے۔ لیکن اللہ کا احسان ہے کہ اس نے انہیں مال بھی دیا ہے تا کہ ان کا دین قائم رہے۔

ماں کا جوتا، قبولیت کا ذریعہ (علم لدنی): اللہ جب راضی ہو جاتا ہے تو جو باتیں کتابوں میں بھی نہیں لکھی ہوئیں اللہ پاک ان باتوں کا اپنے اس بندے کو القاء کر دیتا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ جو عالم باعمل ہو گا اس پر اللہ پاک ان باتوں کا الہام کرتا ہے جو کتابوں میں بھی نہیں لکھی ہوئیں۔ اسی لیے ایسے اعمال یا وظائف جو اہل اللہ لوگوں کو دیتے ہیں ان کی دلیل نہیں مانگنی چاہیے۔ میں نے ایک بار مجاہد آباد میں ایک خطبہ جمعہ کے دوران کہا کہ جس بندے کی دعا قبول نہ ہوتی ہو وہ اپنی ماں کا جوتا سر پہ رکھ کے دعا مانگے، اس کی دعا قبول ہو گی انشاء اللہ اور ساتھ یہ بھی کہا کہ اہل حدیثو! یہ میرے دل کی آواز ہے مجھ سے دلیل نہ مانگنا کہ اس کا قرآن یا حدیث سے ثبوت پیش کرو۔ اس مجلس میں نذیر احمد حلوائی نام کا بندہ بھی درس سن رہا تھا اسے کوڑھ کا مرض لگ گیا تھا۔ کچھ دن بعد وہ آ کر کہنے لگا کہ حضرت

صاحب میں نے آپ کا درس سنا تھا چونکہ مجھے کوڑھ کا مرض تھا میں علاج کروا کروا کر مایوس ہو چکا تھا کیونکہ ڈاکٹروں نے مجھے لاعلاج قرار دے دیا تھا لیکن جب آپ کی بتائی ہوئی ترکیب کے مطابق تہجد کے وقت میں نے اپنی ماں کا جوتا سر پہ رکھ کر دعا مانگی تو اللہ پاک نے مجھے شفاء دے دی اب میں آپ کے سامنے بھلا چنگا بیٹھا ہوں۔ میں نے اسے جواب دیا کہ اصل میں تو نے اپنی ماں کے جوتے کو سلام کیا تھا رب نے تجھے سلامتی عطا کر دی۔

ماں کی خدمت، نفلی عبادت سے افضل: ایک بار میں نے اپنے سامعین سے یہ بھی کہا کہ ایک بندہ تہجد پڑھتا رہے اور ایک بندہ رات کے وقت اپنی ماں کے پاؤں دبائے شاید اس تہجد پڑھنے والے کو اتنا ثواب نہ ملا ہو جتنا ماں کی خدمت کرنے والے کو ملے گا۔ جس بندے کے والدین فوت ہو چکے ہوں اگر وہ چاہتا ہے کہ اسے اتنا ہی فیض ملے جتنا والدین کی زندگی میں ملتا تھا تو اسے چاہیے کہ اپنے والدین کیلئے کثرت سے دعا کرے۔ جب اللہ پاک دیکھے گا کہ یہ اپنی والدہ اور والد کا اتنا احساس کرتا ہے تو فرمائے گا ٹھیک ہے ہم اسے نواز دیتے ہیں۔

والدین کی ناراضگی کا وبال: میرے پاس ایک بندہ آیا جو ماں باپ کی بہت بے ادبی کرتا تھا اور اس کے والدین اس سے ناراض ہو کر ہی اس دنیا سے چل بسے۔ پہلے وہ لکھ پتی تھا لیکن اب وہ اجڑ گیا ہے۔ ایک دن میرے پاس آ کر کہنے لگا کہ میرا سارا کاروبار برباد ہو گیا ہے، گھر میں تنگدستی کا راج ہے کیا اس کا کوئی حل نکل سکتا ہے۔ میں نے اسے کہا تو کوئی وظیفہ نہ پڑھ، کوئی ذکر نہ کر، بس ہر وقت چلتے پھرتے اپنے ماں باپ کے لئے دعائے مغفرت کرتا رہا کر، انشاء اللہ تعالیٰ تیرا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ لیکن بدقسمتی سے وہ ابھی تک اکڑا ہوا ہے اور ابھی تک محروم ہے۔

ایک مشہور کتاب ''البدایہ والنہایہ'' میں ایک واقعہ حضرت جریج رحمہ اللہ کا ہے جو بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ لیکن نماز میں مصروفیت کی وجہ سے ماں کی بات نہ سن سکے، ماں نے بد دعا دی کہ جا تو تب تک نہیں مرے گا جب تک کسی بدکار عورت کا چہرہ نہ دیکھ لے۔ اور ماں کی بد دعا حضرت جریج رحمہ اللہ کو لگ گئی۔ اس واقعے کے آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر اس کی ماں کے منہ سے یہ بات نکل جاتی کہ تو زنا کر کے مرے گا تو اس نے زنا کر کے ہی مرنا تھا کیونکہ ماں کی بد دعا قبول ہوتی ہے، بیڑا غرق ہو جاتا ہے اس بندے کا جس کے دل میں ماں باپ کے لئے میل آ جائے۔

با ادب با نصیب بے ادب بے نصیب: ہمارے دلوں میں تو حسد، بغض ایک دوسرے سے نفرت، بڑوں کی بے ادبی اور تذلیل پیدا ہو چکی ہے، ہم ذکر سے خالی ہو چکے ہیں، ہم نے تو صرف توحید کو اٹھا رکھا ہے۔ مولانا تھانوی رحمہ اللہ ایک بات فرمایا کرتے تھے کہ بریلوی با ادب اور بے ایمان، اہل حدیث بے ادب اور با ایمان جبکہ دیوبندی با ادب اور با ایمان ہوا کرتے ہیں۔ یہ بات تو ماننی پڑے گی کہ ہمارے اندر ادب ختم ہو چکا ہے، میری ایک بات کو غور سے سن لو جتنی دیر تک اپنے خطیب یا واعظ کے ساتھ سامعین کا دل صاف نہ ہو گا اتنی دیر تک اس کی باتیں انہیں نفع نہیں دیں گی، وہ تمام نفع بخش باتوں سے محروم رہیں گے کیونکہ ان کے دل میں فساد ہی فساد ہے۔ جس طرح قرآن میں ارشاد ہے ''اذا جاءك المنافقون ......'' کہ ان کے پاس صرف قول ہی قول ہے دل میں کچھ نہیں ہے۔ بھلا منافقین کی پٹاری میں ایسا کونسا سانپ تھا جسے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں نہیں چھوڑا۔ سنو جس کے چہرے پر بڑی سی سفید داڑھی ہو، پیشانی پہ محراب اور دیکھنے سے یہ محسوس ہوتا ہو کہ یہ جنت البقیع سے اٹھ کر آیا ہے لیکن اگر اس کے دل میں کھوٹ ہو تو اس کے پیدا ہونے کا ہی کوئی فائدہ نہیں اس سے بہتر تھا کہ اس کی ماں اسے جنم ہی نہ دیتی۔ ہو عالم دین اور ہو دوغلا یہ کیسے ممکن ہے؟

نفس کا دھوکا: چند دن پہلے میں نے کہا کہ ہم علماء تقریر کرتے ہیں تو لوگ سن کر کہتے ہیں سبحان اللہ، علماء کے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ پتا نہیں میں کہاں پہنچ گیا ہوں جو میری سبحان اللہ ہو رہی ہیں۔ عرش سے آواز آتی ہے کہ اے مولوی ذرا خیال کر بات تو ہماری ہو رہی ہے، ذکر بھی ہمارا کیا جا رہا ہے، تو کیوں اترا رہا ہے ذرا اپنی بات کر کے تو دیکھ مسلسل چار گھنٹے بھی کرتا رہے گا تو ایک بار بھی کوئی سبحان اللہ نہیں پڑھے گا۔ ہمارا حال تو یہ ہے کہ خود کبھی گھر میں بیٹھ کر چاہے ایک بار بھی سبحان اللہ نہ پڑھا ہو لیکن لوگوں سے کہتے ہیں کہو سبحان اللہ۔

کبھی اکیلے رب سے بیٹھ کر کہا کرو چاہے میں بیٹھا ہوں یا چل رہا ہوں بس ہر حال میں تجھے اچھا لگوں۔ اگر تجھے ہی اچھا نہیں لگتا لوگ مجھے اچھا کہتے رہیں تو کیا فائدہ مجھے تو تیری تصدیق چاہیے۔

اہل اللہ کا اعزاز واکرام: جب قبر میں سوالات کیے جاتے ہیں اور بندہ ان کا جواب دے دیتا ہے تو آسمان سے فوراً آواز آتی ہے اے فرشتو! تم نے پوچھ تو لیا ہے بس کرو میرے یار کو چھوڑ دو، آرام کرنے دو، اس نے سچ کہا ہے، اب تو ہر طرف دکھاوا ہی دکھاوا ہے۔ شاید اتنی خنزیروں سے نفرت نہ کی جاتی ہوگی جتنی ریاکاروں اور شہرت پسندوں کی جاتی ہے لیکن جو اس کا بن جائے پھر وہ جبرائیل سے فرماتا ہے ”انـــی احبــــہ “فلاں گلی میں فلاں گھر میں ایک ہمارا یار رہتا ہے میرا اس کے ساتھ پیار پڑ گیا ہے تم بھی اس کے ساتھ پیار کرو پھر ہر طرف آسمانوں اور زمین میں اعلان کر دیا جاتا ہے کہ اللہ اسے خود اپنا یار کہہ رہا ہے اور دیکھنا جس نے میرے ولی سے دشمنی کی پھر ہم کہتے ہیں کہ اے میرے دوست اب تو خاموش رہ اب اس کا جواب ہم خود دیں گے۔ اصحاب کہف کی مثال ہمارے سامنے ہے جنہیں فرمایا گیا تم سوئے رہو۔ جب تمہاری کروٹیں بدلنے کا وقت آئے گا تو یہ کام بھی ہم خود ہی کریں گے تاکہ آنے والی نسلوں کو پتہ چلے کہ جو ہمارا یار بنتا ہے پھر ہم اس کا اس طرح خیال رکھتے ہیں۔

تزکیۂ نفس کی ضرورت واہمیت: اب تو تزکیۂ نفس کرنا کروانا لوگ پاگل پن سمجھتے ہیں حافظ محمد یحییٰ صاحب عزیز میرمحمدی نوراللہ مرقدہ ہمارے یار تھے۔ میاں محمد باقر رحمہ اللہ کے بعد میں سب سے زیادہ متاثر انہی سے ہوں انہوں نے ایک دن فرمایا کہ جنتی ایک دن بیٹھا ہوا ہوگا اللہ پاک فرمائے گا کہ فلاں دن تم نے فلاں گناہ کیا تھا وہ کہے گا یا اللہ آپ نے بخشا نہیں۔ اللہ پاک فرمائے گا کہ بخشا ہے اسی لئے تو یہاں ڈیرا لگائے بیٹھا ہے! اگر اللہ پاک ہم سے پیار کرتا ہی نہیں تو ہماری کیا اوقات، اگرچہ بے شمار کوٹھیاں ہوں، لاتعداد گاڑیاں ہوں، لوگ کہیں کہ واہ واہ لیکن سارے جہان سے مانگتا رہے گا، اللہ کی طرف متوجہ نہیں ہوگا۔

فقیری کیا ہے؟ مولانا تھانوی رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ فقیری کیا چیز ہے۔ فرمایا: لوگوں سے توڑ لینا اور اللہ سے جوڑ لینا۔ اختلاط مع الانام کم ہونا چاہیے، میں بھی لوگوں سے کہا کرتا ہوں کہ اگر اکیلے رہنے سے گھبراتے ہو تو بتاؤ قبر میں کس کو ساتھ لے کر جاؤ گے وہاں تو اکیلے ہی جانا پڑے گا نا!۔

اس وقت ہر طرف علم بہت زیادہ ہے مگر جو علم رب سے تعلق بننے کے بعد ملتا ہے وہ کسی کتاب سے حاصل نہیں ہوتا۔ ہم نے صرف رفع الیدین کو مسئلہ بنایا ہوا ہے، اگرچہ ہمیں خود کرنا نہ آتا ہو۔

استغفار کی اہمیت: شیخ ابن قیم رحمہ اللہ کو کسی نے پوچھا کہ میں سبحان اللہ پڑھوں یا استغفار کیا کروں اس میں افضل کام کونسا ہے۔ اس عالم دین نے جواب دیا کہ کپڑے میلے ہوں تو خوشبو لگانے سے الٹا بدبو پیدا ہوگی لیکن اگر اجلے، صاف ستھرے اور دھلے ہوئے ہوں، ان کی میل اتری ہوئی ہو تو خوشبو لگانے سے وہی کپڑا مہکے گا۔ گناہ کر کر کے بندے کا دل داغ دار اور کالا سیاہ ہو جاتا ہے اسے پہلے استغفار کے صابن سے پاک کر کے اجلا کپڑا بنا کے پھر سبحان اللہ پڑھو تاکہ تاثیر پیدا ہو۔ سورہ نوح کی روشنی میں استغفار کے ثمرات یہ ہیں کہ اگر جیب خالی ہو تو اللہ اسے بھر دے گا اگر گود خالی ہو تو اللہ اسے بھر دے گا۔

حافظ محمد یحییٰ صاحب عزیز محمدی رحمہ اللہ ایک بات اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جب بندہ اللہ اکبر کہتا ہے تو بندے کا کام تعریف کرنا ہے، لیکن وہ پہلے یہ مسنون دعا کیوں پڑھتا ہے” اللھم باعد بینی وبین خطایا ی ......“ حالانکہ اس دعا میں تعریف تو ہے نہیں اصل میں اس لیے پڑھتا ہے کہ میں گناہ کر کر کے پلید ہوا پڑا ہوں۔ جب میں نے خود کو تول کر دیکھا تو سوچا پہلے گناہ تو صاف کرواؤں کہیں یہ نہ ارشاد ہو جائے کہ پہلے اپنی زبان تو پاک کر کے آ پھر ہماری تعریف کرنا۔ آگے اسی دعا میں فرمایا ”ونقنی من الخطایا......“ اس میں صرف سفید کپڑے کا نام اس لیے آیا کہ کالے کپڑے پر داغ کا پتہ نہیں چلتا جبکہ سفید کپڑے پر ایک چھوٹا سا دھبہ بھی نظر آتا ہے۔ پھر فرمایا: ”اللھم اغسل خطایای

......'' یہ اس لیے فرمایا کہ گناہوں کی میل دھل جائے حالانکہ میل تو گرم پانی سے دور ہوتی ہے لیکن یہاں ٹھنڈے پانی کا سوال کیا جارہا ہے وہ اس لیے کہ میں گناہ کر کر کے جہنم کے انگارے بنا بیٹھا ہوں تو ٹھنڈے پانی سے انہیں ٹھنڈا کر دے۔

حب جاہ کا بھیڑیا: ہر بندے کا اندر باہر ٹھیک ہونا چاہیے ورنہ وہ فراڈ یا ہے۔ جب بھی کسی مولوی کو کوئی چیز مارے گی تو وہ حرص اور جاہ و مرتبت کی خواہش مارے گی کہ میرا نام لیا جائے کچھ لوگوں کو دین کی بات سن کر اتنا وجد نہیں آتا جتنا اپنی تعریف سن کر آتا ہے آج تک جس طرح کے مقرر، خطیب اور واعظ ہیں کیا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کوئی آسکتا ہے؟ محدثین نے ہر قسم کے باب قائم کیے ہیں، کتابوں میں تو باب الحلوہ تک کا ذکر آگیا ہے کہ میٹھی چیز پسند فرماتے تھے۔ لیکن یہ باب کیوں قائم نہیں کیا گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تقریر سن کر سبحان اللہ کہتے تھے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ تقریر کیا کرتے تو لوگ کہتے واہ شاہ جی! لیکن جب انگریز انہیں گرفتار کرنے آیا تو لوگ کہنے لگے جاؤ شاہ جی ہم آپ کے ساتھ نہیں ہیں۔

حدیث کا مفہوم ہے کہ میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہونگے جن کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہونگی لیکن دل انکے خنزیر جیسے ہونگے یعنی اوپر سے بھیڑ ہونگے اور اندر سے بھیڑیے، بھیڑ تو حلال ہے جب کہ بھیڑیا حرام۔

تصوف پر لکھنا سعادت ہے: ذکر الٰہی کی شراب پینے کا نام اگر تصوف ہے تو کوئی حرج نہیں۔ کتاب ''علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف'' کے بارے میں ضعف اور کمزوری کے باعث میں خود تو تبصرہ نہیں لکھ سکتا لیکن یہ باتیں جو میں کر رہا ہوں اگر شامل کتاب ہو جائیں تو میرے لیے سعادت ہے۔

بڑے پن سے بچنا: محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے شاگرد رشید تھے انہوں نے اپنی کتاب ''قیام اللیل'' میں لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک دن فرمایا کہ یا اللہ! جتنا میں نے آپ کا ذکر کیا ہے اتنا آج تک کسی نے نہیں کیا ہوگا۔ (یہ بات میں سنی سنائی نہیں کر رہا بلکہ میں نے خود کتاب میں پڑھا ہے) اللہ پاک نے فرمایا کہ فلاں جگہ ایک مینڈکی کے پاس جائیں وہ آپ کو بتائے گی۔ جب وہ اس مینڈکی کے پاس تشریف لے گئے اور اس کے ساتھ بات کی تو مینڈکی کہنے لگی کہ حضرت صاحب آپ نے ایک رات لگا کے اللہ پاک سے کہہ دیا لیکن میں جب سے پیدا ہوئی ہوں میری زبان کبھی بھی اللہ کے ذکر سے خالی نہیں رہی، اس کا حق ادا کون کر سکتا ہے۔

قلب پہ محنت کی ضرورت:۔ جس کے اندر غرور آگیا تو میری بات یاد رکھنا! جس کی گردن میں کبر کا سریا داخل ہوا پڑا ہے اسے اللہ تعالیٰ نے تب تک نہیں مارنا جب تک اس کا سریا نہ نکال دے اور اسے ذلیل و رسوا کر کے اس کی گردن نیچے نہ کر دے۔ یوں فرمایا: '' اللھم اجعل فی عینی صغیرا ......'' یا اللہ جب میں خود کو ٹٹولوں تو خود کو ذرہ سمجھوں لیکن لوگ مجھے پہاڑ سمجھیں۔ اللہ میرے اندر کا مولوی باہر کے مولوی سے بہتر بنا دے، ویسے باہر بھی میرا اچھا کر لیکن جو چیز تو نے دیکھنی ہے وہ خوبصورت ہو۔ ایک دن میں سوچ رہا تھا کہ ہم کپڑے اس لیے استری کرتے ہیں کہ لوگ دیکھیں گے لہٰذا اس کی سلوٹیں دور کر لیں۔ اللہ فرماتا ہے جو چیز لوگوں نے دیکھنی ہے اس پہ تو سلوٹ برداشت نہیں کرتے مگر جو چیز میں نے دیکھنی ہے اس میں کبھی غور ہی نہیں کیا کہ کتنے بل پڑے ہوئے ہیں۔ کہیں حسد کے بل، کہیں بغض کے اور کہیں عناد کے بل، بتاؤ کبھی چوروں کے گھر بھی چراغ جلے ہیں جو مولوی غدار، بے ایمان، خائن، دھوکے باز اور فراڈیا ہو، ہر وقت پیسہ پیسہ کرتا ہو بھلا وہ بھی کوئی انسان ہے۔

چشمۂ فیض سے گر ایک اشارہ ہو جائے:۔ حضرت میاں محمد باقر رحمہ اللہ کا بیٹا حافظ محمد زکریا رحمہ اللہ بہت نیک انسان تھا میں نے اسے دیکھا ہوا تھا جب وہ فوت ہوا تو حضرت رحمہ اللہ کو بہت غم آیا۔ ایک کمرے میں داخل ہو گئے اور مسلسل یہ بات فرمانے لگے: اللہ! اسی تیرے تے راضی، اللہ! اسی تیرے تے راضی، یعنی یا اللہ ہم تجھ پے راضی ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ دو گھنٹے متواتر یہی الفاظ کہتے رہے آخر ایک بندہ اندر جا کے کہنے لگا کہ میاں صاحب کیا فرما رہے ہیں اب بس کر دیں۔ فرمایا میں کہہ رہا ہوں کہ ہم تو تجھ پہ راضی ہیں ایک بار تو بھی فرما دے

کہ باقر میں بھی تجھ پہ راضی ہوگیا تو میرا کام بن جائے گا۔ بات تو اس کی رضا پہ ختم ہوتی ہے، جو اتنی دینی کتابیں بازاروں میں فروخت ہوتی ہیں لوگوں کا نام چلتا ہے یہ سب کیا ہے، سب اللہ کا کمال ہے۔ خطیب کہے کہ میرے خطبے کی وجہ سے، انتظامیہ کہے کہ ہمارے انتظام کی وجہ سے مسجد آباد ہے اللہ فرماتا ہے دونوں خاموش ہو جاؤ یہ سب ہمارا فضل ہے جو ہم نے تمہیں چن لیا، فضل کے بغیر کچھ نہیں۔

اولیاء بھی فضل کے محتاج ہیں:۔ محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ ایک مرتبہ ذکر میں مصروف تھے اچانک آواز آئی اے عبدالقادر ہم تجھ پہ راضی ہیں جا آج سے تیری سب فرض نمازیں معاف۔ شیخ نے فوراً ”لاحول والا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ……“ پڑھا۔ فرمایا: فرض نمازیں تو انبیاء کو بھی معاف نہیں ہوئیں یہ ضرور شیطانی چکر ہے۔ یہ پڑھنا تھا کہ وہ سارا نور کا ہالہ ختم ہوگیا اور پھر آواز آئی کہ میں نے ستر ولیوں کی نماز اس طرح چھڑوائی ہے تو اپنے علم کی وجہ سے بچ گیا۔ شیخ نے فوراً فرمایا: اپنے علم کی وجہ سے نہیں اللہ کے فضل کی وجہ سے بچا ہوں۔ بات تو فضل پہ ختم ہوتی ہے۔

خود کون عبادت کرتا ہے……!:۔ کون بات کر سکتا ہے اگر ایک چھوٹا سا آبلہ منہ میں بن جائے تو بولتی بند ہو جاتی ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے کہ اب بول کے دکھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے جب بیٹا پیدا ہونے کی نشانی پوچھی تو فرمایا گیا کہ مسلسل تین دن رات میرا ذکر کرو گے تو زبان چلے گی لیکن دنیاوی باتوں کیلئے زبان نہیں چلے گی۔ پھر ایسا ہی ہوا، متواتر تین دن رات اللہ کے ذکر کیلئے تو ان کی زبان چلتی رہی لیکن دنیاوی بات نہیں کر سکے۔ معلوم ہوا کہ زبان پہ بھی اللہ کا قبضہ ہے۔ یہ بات نہیں کرنی چاہیے کہ میں آیا ہوں تیرے دربار پہ بلکہ احسان تو اس کا ہے جس نے تیری ٹانگوں میں طاقت پیدا کر کے تجھے اپنے دربار میں کھڑا ہونے کی توفیق بخشی۔

نعمتوں کی قدر دانی:۔ فرمایا: اگر کوئی بندہ اللہ کی نعمتیں کھائے مثلاً کسی نے مچھلی کھائی تو کھانے کے بعد کہنے لگا کہ مجھے مزہ نہیں آیا اس وقت مچھلی زبان حال سے کہتی ہے اللہ نے جس دن مجھے پیدا کیا تھا اسی دن مجھے القاء کیا گیا تھا کہ ہم نے تجھے ابن آدم کے فائدے کیلئے بنایا ہے۔ تو نے مجھے شکار کیا میں نے کوئی اعتراض نہیں کیا، تو نے میرے ٹکڑے ٹکڑے کیے میں نے کوئی اعتراض نہیں کیا، تو نے مجھے آگ کے سپرد کیا تب بھی کوئی اعتراض نہیں کیا، اب تو مجھے کھا کر ناشکری کر رہا ہے اس پہ مجھے تو کوئی اعتراض نہیں لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ کل قیامت کے دن رب کہے تیرے پیدا کرنے کا بھی مجھے مزہ ہی نہیں آیا تو پھر کیا کرو گے۔ اگر اللہ نے ہی تجھے رد کر دیا تو پھر کونسی ایسی عدالت ہے جہاں تیری شنوائی ہوگی۔

اہل اللہ کا مقام اور قبر سے جنتی خوشبو:۔ جب ہم شیخ الحدیث حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کا جنازہ پڑھ کے فارغ ہوئے تو گوجرانوالہ کے کچھ احباب میرے پاس بیٹھ گئے اور پوچھنے لگے کہ اس جنازے کے بارے میں آپ کے کیا تاثرات ہیں۔ میں نے کہا میرا گمان تو یہ ہے کہ اللہ پاک نے فرمایا ہوگا اے نور پوری، میں نے تجھے تو بغیر جنازے کے ہی بخش دیا ہے ہاں جن لوگوں نے تیرا جنازہ پڑھا ہے ہم نے انہیں معاف کر کے ان کا کام بھی سنوار دیا ہے۔

نیت کی اصلاح بہت ضروری ہے امام بخاری رحمہ اللہ کی اصلاح نیت کی وجہ سے ان کی قبر کی مٹی سے تین دن تک خوشبو آتی رہی۔ مزہ تو تب ہے کہ قبر کی مٹی ہمارے وجود کے ساتھ لگنے سے خوشبودار ہو جائے۔ میری خوش قسمتی ہے کہ میرے مسلسل دو سال حضرت میاں محمد باقر رحمہ اللہ کی صحبت میں گزرے میرے پیر و مرشد بھی وہ تھے، میرے مربی اور استاد بھی وہ تھے، الحمدللہ، اللہ پاک نے میرا سب سے پہلا استاد ایسے بندے کو بنایا جن کا دل صاف تھا اور جن کی نظر پاک تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ان کی صالحیت کا عکس مجھ پر پڑتا تھا۔

میرے شیخ کی کرامات:۔ ایک دفعہ حضرت کی بھینس گم ہوگئی دو ڈھائی ماہ تک ڈھونڈنے کے باوجود بھی بھینس نہ ملی۔ آخر کار جس بندے نے بھینس چوری کی تھی وہ اسے واپس لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوگیا اور کہنے لگا میاں صاحب یہ بھینس آپ کی ہے فرمایا ہاں! کہنے لگا میرا باڑہ چوری کی بھینسوں سے بھرا ہوا ہے لیکن جب سے یہ بھینس گئی ہے تب سے اس نے تمام بھینسوں کو آگے لگایا ہوا ہے، اسے سنبھالنا میرے بس کا کام نہیں، مہربانی کر کے آپ اسے قابو کریں۔

وہ میرے روحانی شیخ تھے، ایک دفعہ میں نے عرض کی حضرت! میں غریب ہوں فرمایا لگتا ہے تمہیں مشکوٰۃ شریف بھول گئی ہے۔ اس میں ایک واقعہ آتا ہے کہ ایک بندے نے کہا میں غریب ہوں۔ فرمایا: کیا تیری بیوی ہے، تو کہنے لگا جی ہاں، پوچھا کیا تیرا مکان ہے، کہنے لگا جی ہاں، فرمایا: " انت رئیس "پھر پوچھا کیا تیرا خادم بھی ہے، کہنے لگا جی ہاں، فرمایا: " انت من الملوك " تیرا شمار تو بادشاہوں میں ہوتا ہے اب میں بھی تجھ سے یہی پوچھتا ہوں کہ کیا تمہاری بیوی ہے میں نے عرض کیا جی حضرت، فرمایا کوئی کوٹھڑا ہے جس میں رہائش ہو؟ میں نے عرض کیا جی حضرت، پھر فرمایا یہ جو تیرے پاس سائیکل ہے یہ تیری خادم ہی ہوئی نا تو اسے جہاں چاہے لیے پھرتا ہے۔ فرمایا: یہ تو ایسا غریب ہے جو امیروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائے گا، تو غریب تو نہیں ہے۔

مرشد و شیخ سے والہانہ محبت:۔ میرے شیخ کی وفات کو چالیس سال ہو گئے ہیں، مجھے چونکہ اپنے شیخ کے ساتھ بہت پیار ہے ان کی باتیں میرے اندر بیٹھی ہوئیں ہیں یہ کبھی نکل ہی نہیں سکتیں۔ یہ پیار اتنا ہے کہ جب بھی میں ان کا تذکرہ کروں تو میرے ایمان کا نور بڑھ جاتا ہے، ان کی باتیں پلے سے باندھی ہوئی ہیں تو اللہ نے دین کی خدمت لی ہے۔ ایک دن فرمانے لگے کہ یہ لڑکے مجھ سے پوچھتے ہیں کہ عبدالرشید تیرا کیا لگتا ہے؟ میں نے انہیں جواب دیا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ باقر کا مرید ہے میں نے کہا میاں صاحب اگر آپ نے مجھے اپنے مریدوں میں شامل کر لیا ہے تو پھر میں جو بھی نیکی کروں گا اس کا سب سے پہلے آپ کے نامہ اعمال میں اندراج ہوگا کیونکہ میرے تو سب سے پہلے شیخ، مرشد، مربی اور استاد آپ ہی ہیں۔

میرے شیخ اتنے نیک بندے تھے کہ کبھی کسی کو اس کی کوتاہی کی وجہ سے نہیں ٹوکتے تھے، ایک دفعہ تاندلہ منڈی کے مدرسے میں ایک طالب علم نے ایک کپ چائے پیش کی جس میں چینی نہیں ڈالی حضرت نے وہ پھیکی چائے چپ کر کے نوش فرمالی۔ کچھ دیر بعد چینی ڈال کے چائے پیش کی گئی وہ بھی پی گئے یہ سوال نہیں کیا کہ پہلے پھیکی چائے کیوں دی اور اب میٹھی کیوں دی ہے۔

اہل اللہ کا گستاخ اللہ کی پکڑ میں:۔ شاہ محمد نمبردار نے ایک دن بلاوجہ حضرت کو گالیاں دیں شیخ خندہ پیشانی سے برداشت کر گئے اسے کچھ نہیں کہا۔ لیکن شاہ محمد نمبردار پہ اللہ کی پکڑ آ گئی، اس کی راتوں کی نیند اڑ گئی اسے نیند آتی ہی نہیں تھی۔ آخر حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا میاں صاحب معاف ہی کر دیتے۔ حضرت نے پوچھا کہ کیا بات ہوئی جو معاف کروں یعنی اسے محسوس تک نہیں کروایا۔ وہ خود ہی کہنے لگا کہ جو میں نے اس دن آپ کی عزت اچھالی تھی اسی کی پکڑ میں آیا ہوا ہوں جب تک آپ نہیں فرمائیں گے کہ میں نے تجھے معاف کیا تب تک میری خلاصی نہیں ہو سکتی۔ حضرت نے فرمایا بھئی ٹھیک ہے جاؤ معاف کیا، یہ فرمانا تھا کہ اس کی تکلیف رفع ہو گئی اور اسے پھر سے نیند آنے لگی۔

دوستوں کے دوست کی قدر:۔ ایک دفعہ حضرت ہمارے گھر میں تشریف لائے میں اس وقت پیچھے والے کمرے میں موجود تھا میرے بیٹے عبدالرؤف سے فرمانے لگے کہ تیرا باپ ہمارا یار ہے۔ یہ سن کر میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی، میں نے کہا کہ آپ نے اگر مجھے اپنے دوستوں میں شامل کر لیا ہے تو اس سے بڑی سعادت میرے لیے کیا ہے۔ ایک اللہ کا بندہ کسی کو دوست بنا لے تو اور کیا چاہیے۔ ایک دن فرمانے لگے تیرا واقف کار یا دوست تیرے پاس آئے تو تو اس کی مہمان نوازی کرتا ہے، لیکن اس دوست کے ساتھ اگر کوئی اور بھی آ جائے تو کیا اس کی بھی مہمان نوازی کرے گا۔ میں نے عرض کیا جی حضرت بالکل ایسے ہی ہے، فرمایا: ایسے ہی اللہ والوں کی مثال ہے۔ اگر کوئی اہل نہ بھی ہو تو اللہ والوں کی وجہ سے اس کی بھی قدر رہوتی ہے کہ یہ ہمارے دوست کا دوست ہے۔ اسی لیے تو حدیث میں یہ دعا آئی ہے " اللهم انی اسئلك حبك ......" اور جو تیرے پیارے ہیں میں ان کا بھی پیار مانگتا ہوں۔

میرے مرشد میرے محسن:۔ لوگ تو نیکو کاروں کو ڈھونڈتے ہیں کہ یا اللہ کسے نیک دے متھے لائیں لیکن اللہ پاک گنہگاروں کو بھی تلاش کرتا ہے۔ اللہ پاک بھی صرف نیکو کاروں کی تلاش میں لگ جائے تو پھر گنہگاروں کو کون پوچھے گا۔" لاتقنطوا من رحمة الله"۔ ایک دفعہ میرے شیخ کے بیٹے میرے پاس آ کر کہنے لگے کہ جتنا ذکر تم میرے باپ کا کرتے ہو اتنا کوئی اور نہیں کرتا۔ میں نے کہا کہ میں اپنے شیخ کا نمک

حلال ہوں، مجھے ان کی بات کیے بغیر چین نہیں آتا، میری ان کے ساتھ لو لگی ہوئی ہے، میں ان کے حق میں کثرت سے دعا کرتا ہوں، جنہوں نے میری تقدیر ہی بدل دی، میں تو ٹیچر بننے جا رہا تھا لیکن میرے شیخ نے بروقت رہنمائی فرما کر مجھے دین کے رستے پر لگا دیا۔

بڑے در کے فقیر بن جاؤ......!:۔ جو نمائشی مولوی ہوتے ہیں انہیں اگر گاڑی مل جائے تو اللہ پاک فرماتے ہیں کہ اگر تو نے ہمیں کہا ہوتا تو نہ جانے کتنی گاڑیاں دے دیتے۔ فقیر فقیر سے مانگے تو مزہ نہیں آتا'' انتم الفقراء الی الله ...... ''فقیر فقیر سے کیوں مانگے۔ کوئی چھوٹا فقیر ہے کوئی بڑا فقیر ہے فرق تو بس اتنا ہی ہے نا آج کل کہا جاتا ہے کہ میں حسین رضی اللہ عنہ کا فقیر ہوں۔ میں نے ایسے ایک بندے کو کہا کہ تو جن کا فقیر ہے وہ بھی اللہ کے فقیر ہیں ان کے ابا جان حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اللہ کے فقیر ہیں ان کی اماں جان حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور نانا جان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ کے فقیر ہیں۔ جب سبھی اللہ کے فقیر ہیں تو پھر ہمیں بھی اسی کے در کا فقیر بن جانا چاہیے۔ فرمایا: اللہ میں تیرے دروازے کا فقیر ہوں مجھے اپنے دروازے سے خالی اور نامراد نہ لوٹانا۔

مرے مرشد کی ایک خاص نصیحت:۔ ایک بات بتاؤں؟ اللہ فرماتا ہے ''ادعونی استجب لکم ...... ''تم مانگتے رہو مانگتے رہو اگر نہ مل رہا ہو تو اپنی کمی سمجھنا کہیں اس کا شکوہ نہ کر بیٹھنا۔ اگر چیونٹی کہے کہ میں اونٹ کا مقابلہ کرونگی تو غلطی اسی کی ہے خود ہی روندی جائے گی۔ فرمایا: جو میرے فیصلے پر راضی نہیں میرے دیئے ہوئے کی قدر نہیں کرتا جزع وفزع کرتا ہے ہم سے بگاڑ پیدا کرتا ہے۔ تو اللہ پاک فرماتا ہے اگر تو ایسا کرنے پہ آ گیا ہے تو پھر وہاں چلا جا جہاں نیچے ہماری زمین نہ ہو اور اوپر ہمارا آسمان نہ ہو۔ مزہ تو تب ہے کہ ہماری مملکت سے باہر نکل جا۔ جتنی زندگی ہم نے گزار لی ہے اس پر ندامت کرتے رہنا چاہیے۔ میرے شیخ حضرت میاں محمد باقر رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ سے ڈرتے رہنا، ڈرتے رہنا۔ اگر کہیں کوئی کمی رہ جائے تو فوراً ہاتھ جوڑ کے توبہ کر لینا اور اپنے عجز کا اعتراف کر لینا۔

(**ملاقات**: ڈاکٹر عثمان ودیگر احباب، فضیلۃ الشیخ، شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید مجاھد آبادی حفظہ اللہ
مدرس: جامعہ الدراسات الاسلامیہ، مغلپورہ۔ ساکن آئی۔ بی۔ ایل۔ کالونی)

☆☆☆☆☆

تصوف تصحیح قلوب واذھان کا ذریعہ

(از: فضیلۃ الشیخ، شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد الیاس اثری حفظہ اللہ،
مدیر مرکز العلوم الاثریہ، گلبرگ کالونی نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ)

تعارف:۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد الیاس اثری صاحب حفظہ اللہ موضع سیدھاں والی میں پیدا ہوئے وہاں سیلاب کی تباہ کاریوں کی وجہ سے بدوملہی ضلع نارووال آ گئے۔ اپنی عصری تعلیم بدوملہی سے مکمل کی پھر دینی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے مولانا محمد یوسف گکھڑوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قرآن پاک حفظ کیا اور تعلیم حدیث حاصل کرنے کی غرض سے نارنگ منڈی ضلع شیخوپورہ میں حضرت مولانا شمشاد سلفی کے مدرسہ میں داخل ہوئے اور یہاں سے فراغت کے بعد حضرت مولانا ابوالبرکات رحمہ اللہ کے مدرسہ جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ میں داخل ہوئے اور وہاں سے علم حدیث سے مزید مستفید ہوئے۔ علوم اور فنون کی کتب پڑھنے کے لئے کچھ دیوبندی اساتذہ سے بھی فیض علم حاصل کیا ان اساتذہ میں مولانا قاضی حمید اللہ، حضرت مولانا جلال الخالق اور حضرت مولانا قاری محمد اشرف صاحب شامل ہیں۔ اس کے بعد آپ جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ میں کئی سال تک پڑھاتے رہے۔ مولانا ابوالبرکات رحمہ اللہ کی وفات کی وجہ سے یہ مدرسہ نہ چل سکا تو حافظ صاحب جامع مسجد مکرم میں چلے گئے اور وہاں پر

> جامعہ اسلامیہ سلفیہ کے نام سے مدرسہ شروع کیا اور وہاں 1991ء تا 1996ء تک پڑھاتے رہے۔ 1997ء میں مرکز العلوم الاثریہ قائم کیا جو کہ بنیادی طور پر تبلیغی مرکز تھا لیکن کچھ طلباء نے بھی آ کر پڑھنا شروع کر دیا اور تبلیغی مرکز مدرسہ کی صورت اختیار کر گیا۔ شیخ الحدیث کی وجہ سے تبلیغی مرکز یہاں سے ٹمبر مارکیٹ میں منتقل ہو گیا۔ اس وقت حضرت مولانا حافظ محمد الیاس اثری صاحب مدرسہ مرکز العلوم الاثریہ میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں اور اس کے ساتھ تبلیغی مرکز میں بھی ناقابل فراموش خدمات ادا کر رہے ہیں۔

"الحمدللہ وحدہ، والصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعدہ امابعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین" (سورہ توبہ نمبر 122)۔ اس آیت میں تفقہ فی الدین یعنی دین کو پڑھنے کا حکم ہے۔ یہاں تفقہ فی الدین سے مراد ہے کہ ان تمام امور کو سمجھنا جن کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان تمام امور کو جاننا جن سے بچنا ضروری ہے۔ اس آیت کی رو سے ایسا علم جاننا فرض عین ہے کیونکہ باطنی اعمال کو اختیار کرنا ہر شخص پر فرض عین ہے تو ان کا علم بھی سب پر فرض ہے۔ علماء نے ان امور کی تین قسمیں بتائی ہیں: (۱) علم العقائد یعنی ایمان و یقین کا حصول (۲) اسلام یعنی اعمال ظاہرہ کی پابندی، (۳) علم الاحسان یعنی علم تصوف کا حصول۔

ان تینوں علوم کا نام دین ہے جیسا کہ حدیث جبریل علیہ السلام اس امر کی دلیل ہے، علم الاحسان قلوب و اذہان کی اصلاح کا بہترین ذریعہ ہے اگر اس کا ادراک ہو جائے تو آدمی چوبیس گھنٹے اپنے آپ کو اللہ کی عدالت میں کھڑا ہوا تصور کرنے لگ جائے گا گویا یہ علم: اعمال باطنہ اور محرمات باطنہ کے جاننے کا نام ہے۔

باطنی امراض دور کرنا ہر مسلمان کی ضرورت:۔ یاد رکھنا کہ آجکل جس کو علم تصوف کہا جاتا ہے اس میں بہت ساری واہی و تباہی باتیں شامل کر دی گئی ہیں ان کو سیکھنے کا حکم نہیں ہے بلکہ صرف وہ حصہ ہی سیکھنا ہے جس میں اعمال باطنہ (فرض ہوں یا واجب) کی تفصیل موجود ہو مثلاً عقائد صحیحہ کا علم یا پھر صبر، شکر، توکل اور قناعت وغیرہ کا جاننا ضروری ہے یا پھر غرور و تکبر، حسد و بغض، عناد و بخل اور حرص دنیا وغیرہ کی حرمت کو جاننا ضروری ہے۔ علم تصوف کی اصل حقیقت اور بنیاد صرف اتنی ہی ہے جس کا جاننا ہر مسلمان پر ضروری و لازمی ہے۔

لفظ تصوف کی تحقیق:۔ لفظ تصوف اپنی ماہیت کے اعتبار سے یا تو "صوف" یعنی اونٹ کی اون، سے لیا گیا ہے۔ مقصد یہ ہوا کہ اس فن کے حامل لوگ اون کے بنے ہوئے کپڑے پہنا کرتے تھے گویا دنیاوی عیش پرستی اور ٹھاٹھ باٹھ سے دور رہتے تھے۔ ۲: یا صفوۃ القلب سے ماخوذ ہے کہ وہ لوگ دل کے بہت صاف، پاکیزہ اور صالح ہوتے تھے، یہ معنی احسان کے لفظ سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔

۳: یا پھر صفتہ سے بنا ہے یعنی "اصحاب صفہ" کی طرف ان کی نسبت کی جاتی تھی یعنی دین پڑھنے اور پڑھانے والے لوگ، دین کو غالب کرنے کی محنت کرنے والے احباب ہیں۔

تصوف صحیح کی محنت کا نتیجہ:۔ اپنی ظاہری حیثیت سے تو یہ لفظ بہت پرکشش ہے اور لوگوں کے دلوں میں اس کی عظمت مسلم ہے، پھر ان ظاہری معانی کے اعتبار سے ان لوگوں نے کچھ رکھ رکھاؤ کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف بھی مائل کر رکھا تھا ایک حد تک تو یہ علم بہت مفید تھا کہ اس کے ذریعے دلوں کی صفائی، باطنی طہارت، فرائض کی پابندی، نوافل پر التزام اور تعلق باللہ جیسے اہم اور نمایاں قسم کے شعبہ جات موجود تھے، یہی وجہ تھی کہ صالح، نیک بزرگ اور اولیاء اللہ جہاں مل بیٹھتے تھے تو ان کے اردگرد صحیح دین اور قرآن و سنت کی روشنی پھیلنی شروع ہو جاتی تھی آہستہ آہستہ وہ علاقہ بقعہ نور بن جاتا تھا جیسا کہ گوجرانوالہ شہر میں حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب سلفی مرحوم تشریف لائے تو شہر میں صرف ایک مسجد تھی اور جب وہ 1968ء میں اس دنیائے ناپائدار سے رخصت ہوئے تو ان کی محنت سے 65 مساجد میں جمعہ کا خطبہ ہوتا تھا، اور اب تقریباً اندرون شہر تین صد مساجد ہیں، الحمدللہ۔

صحیح تصوف سے آگاہی کا ذریعہ:۔ یہ مذکورہ تمام صفات ہمارے اکابرین اور اسلاف میں موجود تھیں۔ انہوں نے اس علم وفن کے بعض گوشوں کو واضح بھی کیا ہے اور اس کو پسند بھی کیا ہے جیسا کہ زیر نظر کتاب ’’علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف‘‘ سے آپکو اچھی طرح آگاہی حاصل ہوگی کہ اصل تصوف، خرافات سے پاک، زبان کی شفافیت، قلب کی صفائی اور تزکیۂ نفس کا نام ہے۔ ہمارے حضرت مرحوم (شیخ الکل حافظ محمد محدث، وفات 1985ء) کا تصوف سے بڑا گہرا تعلق تھا، ان کے دل و دماغ کی کیفیت اور روحانیت کا یہ عالم تھا کہ انکو گناہ گار سے بدبو آجایا کرتی تھی جیسا کہ ’’نقوش عظمت رفتہ‘‘ میں مورخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ نے بھی درج کیا ہے۔

توجہ کیا ہوتی ہے......؟:۔ حضرت مرحوم کی زبان ہر وقت ذکر اللہ میں مصروف رہتی تھی۔ میرے ایک عزیز مولانا محمد صدیق صاحب مرحوم خطیب کوٹ بھیلاں نزد نارنگ منڈی کا بھی حضرت مرحوم سے بڑا تعلق تھا انہوں نے یہ واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ حضرت مرحوم حافظ فرحاج کے ہمراہ قلعہ محمد یہ (قلعہ دیدار سنگھ) ضلع گوجرانوالہ جا رہے تھے کہ حافظ فرحاج نے پوچھا کہ حافظ جی! توجہ کیا ہوتی ہے؟ تو ہمارے حضرت مرحوم نے بڑی جاندار آواز سے کہا: ’’اللہ اکبر‘‘ یہ آواز سن کر حافظ فرحاج بے ہوش ہو گئے۔ جب منزل پر پہنچے تو حضرت مرحوم نے فرمایا کہ حافظ فرحاج پتہ چلا کہ توجہ کیا ہوتی ہے؟ یہ ان کے تعلق باللہ کی دلیل کی تھی۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات میں ملتا ہے کہ ان کے نعرہ تکبیر سے بھی ایوانِ کفار لرز اٹھتے تھے۔

بے غسل کی بدبو محسوس فرمالینا (کرامت):۔ ابھی اوپر آپ نے پڑھا ہے کہ ہمارے حضرت مرحوم کو گناہ گار سے بدبو آجایا کرتی تھی ہمارے دوست بھائی عبدالمجید صاحب تانگہ بان (یہ صاحب حضرت کو گھر سے مدرسہ لے جایا کرتے تھے) کا بیان ہے کہ آپ تانگے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی سامنے سے گزرا تو آپ نے اپنے منہ پر کپڑا رکھ لیا۔ ساتھ بیٹھے قاری عبدالشکور صاحب نے پوچھا تو فرمایا یہ گندہ آدمی ہے اس نے ابھی واجبی غسل نہیں کیا۔

توجہ کی بدولت نماز میں حضوری مل جانا:۔ میں نے حضرت کو بہت قریب سے دیکھا ہے حتی کہ ان کی معیت میں سفر بھی کیا ہے انہوں نے دوران سفر کوئی بات نہیں کی الا یہ کہ ہم نے کوئی سوال کیا ہو تو اس کا جواب دیا ہوگا۔ یہی ان کے باطن کی صفائی کا سبب تھا۔

ایک مرتبہ ایک آدمی ان سے ملنے کیلئے آیا اور کہنے لگا کہ نماز ادا کرتے ہوئے لطف نہیں آتا دعا فرمائیں یا کوئی وظیفہ بتائیں؟ آپ نے اس کی کمر پر ہاتھ مارا اور فرمایا جا مسجد میں جا کر نفل ادا کر! وہ نفل ادا کر کے آیا تو کہتا ہے کہ حافظ جی! نماز میں جو آج لطف آیا ہے کبھی بھی نہیں آیا۔

نکتہ: یاد رکھنا کہ یہ علم غیب نہ تھا بلکہ یہ تعلق باللہ کی بناء پر تھا۔

امام مسجد کے حق میں جو کہا وہ ہوگیا......!:۔ ہمارے ایک دوسرے استاد حضرت حافظ محمد یوسف صاحب مرحوم گکھڑوی تھے۔ ہماری جماعت کے مصروف مبلغ جناب مولانا محمد صادق صاحب عتیق حفظہ اللہ سرپرست مرکزی جمعیت اہلحدیث گوجرانوالہ ایک دن چوک نیائیں سے اردو بازار کی طرف جا رہے تھے ادھر سے حضرت گکھڑوی مرحوم تشریف لا رہے تھے انھوں نے مولانا عتیق حفظہ اللہ سے پوچھا کہ آج کل آپ ایمن آباد شہر میں خطیب ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! میں گوجرانوالہ شہر میں مسجد مبارک گلے گھڑیلیاں والا میں خطیب ہوں۔ تو انہوں نے سوال کیا کہ وہاں کون خطیب ہے؟ تو مولانا نے اپنے ساتھ ایک ساتھی کی طرف اشارہ کیا کہ یہ وہاں خطیب ہیں۔ حضرت حافظ صاحب نے انا للہ پڑھی اور اس سے نفرت کا اظہار کیا اور پھر اس کے بارے میں جو کچھ فرمایا آئندہ ایسا ہی ہوا۔

شب قدر کی نشاندہی (کرامت):۔ ایک مرتبہ حضرت گکھڑوی مرحوم نے فرمایا کہ کل جو رات گزری ہے یہ قدر والی رات تھی، سننے والے نے اس بات کو کوئی اہمیت نہ دی پھر یہی بات ہمارے حضرت مرحوم محدث گوندلوی سے پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا ٹھیک ہے کل والی رات ہی قدر والی رات تھی۔ آپ اندازہ فرمالیں کہ یہ لوگ کس قدر نیکی، تقویٰ کے قریب تھے اور گناہ سے کتنے دور اور معصیت سے کتنے متنفر تھے۔

یقینی پھانسی کا رکوا دینا (کرامت):۔ گوجرانوالہ شہر کے قریب ایک گاؤں ہے قاضی کوٹ، وہاں کا بم کیس تاریخ میں مشہور ہے، اس

سلسلے میں ہمارے ایک جماعتی کو سزائے موت ہو گئی، وہاں کے لوگ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب سلفی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساری کہانی سنائی اور دعاء کی درخواست کی۔ حضرت شیخ صاحب نے فرمایا دعا کیلئے ابھی حافظ محمد یوسف صاحب کے پاس جاؤ! حافظ صاحب ان دنوں مولانا سلفی کے مکان کے قریب رہائش پذیر تھے۔ بقول ان کے بیٹے حافظ عطاء السلام ابا جی فرمانے لگے: اٹھاؤ ہاتھ! بڑے رقت آمیز لہجے میں آدھا گھنٹہ دعا کی اور فرمانے لگے کے جاؤ اس کو پھانسی بالکل نہیں ہو گی۔ الحمد للہ ایسا ہی ہوا۔

"لواقسم علی الله لابرهٔ" کے مصداق اہل اللہ:۔ ہمارے ایک اور استاد محترم شیخ الحدیث مولانا ابوالبرکات احمد رحمہ اللہ الاحد اپنے ایک ساتھی محمد عالم کی بچی کی شادی میں شریک تھے ان کا دوسرا بھائی عبدالرحمٰن حضرت کا شاگرد تھا وہ باہر سے بھا گا بھا گا اندر آیا: استاد جی آپ باہر چلیں باہر بارش ہو رہی ہے مقصد یہ تھا کہ دعاء کریں کہ بارش بند ہو جائے۔ چنانچہ استاد محترم باہر بارش میں جا بیٹھے اور محمد عالم سے فرمایا کہ عبدالرحمٰن نے تو مجھ سے خوش طبعی کی ہے مگر میں باہر آ گیا ہوں ان شاء اللہ بارش نہیں ہو گی۔ پھر ایسا ہی ہوا۔ یاد رکھنا! یہ وہ لوگ ہیں "لواقسم علی الله لابرهٔ" کے مصداق ہیں کہ اگر وہ اللہ پاک پر ایمان و یقین رکھ کر پورے اعتماد سے حلف اٹھا کر کوئی بات کہہ دیں تو اللہ پاک ایسا ہی کر دیتے ہیں۔

ایسے واقعات حضرت صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ نامور عالم دین حافظ محمد یحییٰ صاحب عزیز میر محمدی مرحوم، حافظ عبدالغفور صاحب مرحوم ہنجانوالی ضلع گوجرانوالہ، حضرت میاں باقر جھوک دادو اور لکھوی و غزنوی خاندان کے معروف ہیں۔

دفیعہ: ہمارے ہاں جو پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ فلاں بزرگ نے اتنے لاکھ افراد کو کلمہ پڑھایا ہے فلاں نے اتنے لاکھ مسلمان کیے ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ ان بزرگوں کے نظریات و عقائد کیا ہے، چلو دومنٹ کے لئے تسلیم کر لیتے ہیں کہ ان بزرگوں نے بھی دین کی اشاعت میں حصہ لیا ہے، مگر یاد رکھنا! کہ ان حضرات کی ساری کوششیں اور تمام عملیات (اگر وہ سنت کے مطابق ہوں تو) صرف انفرادی اصلاح اور ذاتی و شخصی تربیت کی حد تک تو تسلیم کیے جا سکتے ہے، مگر یہ فکر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی فکر کے بالکل خلاف ہے اور نہ ہی یہ روح اسلام کے موافق ہے۔

دوم: اگر یہ باور کر لیا جائے کہ انہوں نے دین کا کام کیا ہے تو اور لوگوں کو کلمہ پڑھایا جائے تو یاد رکھنا! کہ انہوں نے جن لوگوں کو مسلمان کیا ہے یہ وہی مسلمان ہیں جو غیر شرعی رسم و رواج کے دلدادہ اور بڑے پابند ہیں اور عقائد کے اعتبار سے بھی وہ بہت کمزور ہیں اور پھر پڑے والی تباہی تو ہمات کے شکار ہیں۔

وضع میں تم ہو نصاری تمدن میں ہنود
یہ وہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

سوم: یاد رکھنا! اگر ان بزرگوں نے اپنے مریدوں کی تربیت کتاب و سنت کے مطابق کی اور محنت سے انکے قلوب و اذھان میں عقیدہ توحید رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور تصور قیامت داخل کیا ہوتا اور ان کے ذہنوں کو توحید الٰہی سے پالش کیا ہوتا ہے تو آج ان کی قبور کا طواف نہ ہوتا، وہاں سجدے نہ کئے جاتے، ان کے تمام نذر و نیاز نہ دی جاتی، ان کو کارساز تصور نہ کیا جاتا، ان کو متصرف و کرنے والا نہ سمجھا جاتا تو ان کے تمام وظائف پڑھے جاتے، نہ ان کی مقابر پر چلے کاٹے جاتے۔

میرے عزیزو! اگر انکو کلمہ طیبہ کا صحیح مفہوم ذہن نشین کرایا گیا ہوتا تو رسم و رواج کے پھندے جکڑے ہونے کی بجائے انکا تعلق دین و شریعت سے ہوتا، آج کل جو کچھ مزارات پر ہو رہا ہے اللہ کی پناہ!!!

نکتہ: لوگوں کی اصلاح و تربیت اور صحیح دین پر چلنے اور چلانے کا نام تصوف ہے۔

(شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد الیاس اثری حفظہ اللہ تعالیٰ، مدیر مرکز العلوم الاثریہ، گلبرگ کالونی نوشہرہ روڈ، گوجرانوالہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصوف کے معاملے میں بے اعتنائی:۔ محترم جناب ماسٹر مختار احمد صاحب میرے پاس تشریف لائے انہوں نے کتاب کا مسودہ اور مخطوطہ دکھایا جس کا عنوان "علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف" ہمارے اکابر میں سے بہت سارے علماء نے اس فن کو چھوا ہے۔ علم تصوف

اپنی ماہیت کے اعتبار سے ایک ذریعہ تھا دل کی صفائی کا اور اعمال میں جان ڈالنے کا۔ مگر اس میں بہت ساری چیزیں ایسی داخل و شامل کر دی گئی تھیں جن کا اس سے تعلق نہیں ہے جبکہ بہت سارے مکاشفات کا تذکرہ ملتا ہے ہاں یہ علم اپنی جگہ مسلم ہے، مگر آج بعض لوگوں کی طرف سے جس کو تصوف کہا جا رہا ہے وہ حقیقت میں تصوف نہیں ہے، کیونکہ اس میں تزکیۂ قلب کا بہت کم تصور پایا جاتا ہے۔ جو کچھ ہم نے سمجھا وہ یہ ہے کہ اس علم کو اس حد تک سیکھنا ضروری ہے جس سے عقائد صحیح ہو جائیں اور یاد رہے کہ عقیدہ توحید کا تعلق بھی باطن سے ہے اور یہ بھی باطنی علم ہے اس میں صبر، توکل، شکر، قناعت وغیرہ ایک خاص درجے میں سیکھنا ضروری ہے۔

(بذریعہ ملاقات ارشاد فرمائے تاثرات، ملاقات ماسٹر مختار احمد سلفی
فضیلۃ الشیخ، شیخ الحدیث مولانا محمد الیاس اثری، مدیر مرکز العلوم الاثر، گلبرگ کالونی نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ)

☆☆☆☆☆

مولانا اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ کا احسان و شکریہ

(از: ذہبی دوراں، مولانا محمد اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ تعالیٰ، سانده، لاہور)

تعارف:۔ تاریخ نویسی، تحقیقی معیار، اسماء الرجال میں دسترس، بلا کی ذہانت اور قلمی مہارت ان تمام اوصاف کی جامع شخصیت کا نام مولانا محمد اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ ہے جنہیں بلا مبالغہ ذہبی دوراں کہنا حقیقت کے آئینے میں پورا اترتا ہے۔ آپ کی تحقیقی اور قلمی دنیا سے شناسائی تو جامعہ سلفیہ میں تعلیم کے دوران ہی ہو گئی تھی اس وقت ہی سے دلی خواہش تھی کہ کسی طرح جماعت اہل حدیث کے اس عظیم محسن، بحر بیکراں کی مجلس میں حاضری اور بالمشافہ ملاقات کی سعادت نصیب ہو۔ جب اس خواہش کا تذکرہ اپنے چند سلفی دوستوں کے سامنے ہوا تو بلا تاخیر انہوں نے بھی آپ سے ملاقات کا اظہار کیا چنانچہ 3 جولائی 2013ء کو بدھ کے روز بعد نماز مغرب آپ کی خدمت میں حاضری نصیب ہوئی۔ آپ بہت گرم جوشی اور پیار سے ملے، تمام دوستوں سے خیر و عافیت پوچھی اور موسم کے مطابق مشروب سے تواضع کی۔ گفتگو شروع ہوئی تمام شرکاء نے آپ کو علم کا سیل رواں پایا اور ایک ایسا دریا جس کی طغیانی کے سامنے بند ھ باندھنا مشکل ہی نہیں بلکہ مشکل تر ہے۔ جس موضوع کو چھیڑا معلومات کے انبار لگا دیئے۔ اسلاف کے تاریخی، علمی اور تحقیقی واقعات بتانے میں آپ کے حافظے نے آپ کا پورا ساتھ دیا اور بیان واقعہ میں کہیں بھی جھول آنے نہ دیا۔ آپ تاریخی واقعات دن اور سن کے ساتھ اس طرح بتا رہے تھے جیسے آپ کے سامنے کوئی کھلی کتاب موجود ہو۔ آپ کی زبان سے اسلاف کی عظمت میں بیان ہونے والا ایک ایک جملہ برق رفتاری سے محبت اور عظمت کا سفر طے کرتے ہوئے ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کر رہا تھا کہ ہمارے بڑے کیسے باکمال تھے جنہوں نے کوئی محاذ اور میدان خالی نہیں چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ کے ساتھ ہمارے سروں پر قائم رکھے اور آپ جماعت اہل حدیث کی اسی طرح علمی اور تحقیقی خدمت فرماتے رہیں۔ قریباً دو گھنٹے جاری رہنے والی اس نشست کا قارئین کے سامنے خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے۔ آپ کی اس تمام گفتگو کو ریکارڈ کر کے بطور تبرک و یادگار محفوظ کر لیا گیا ہے۔ **(راقم: پروفیسر رضوان الٰہی، فاضل جامعہ سلفیہ، فیصل آباد)**

باکمال اسلاف کا تذکرہ:۔ اسلاف کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی رحمہ اللہ بہت بڑے عالم تھے، انہوں نے 5 مئی 1951ء کو وفات پائی میں ان کے جنازے میں شریک تھا۔ مولانا فضل الٰہی رحمہ اللہ سید احمد شہید اور مولانا اسماعیل دہلوی شہید رحمہما اللہ کی جماعت مجاہدین کے اخلاف میں سے تھے وہ 20 یا 22 سال کی عمر میں مجاہدین کے پاس چلے گئے تھے۔ وہ امیر عبدالکریم کا دور تھا

اور انہوں نے ان سے بیعت جہاد کی۔ مولانا ممدوح انگریزی حکومت کے شدید مخالف تھے۔ وہ قید بھی ہوئے اور قید سے رہا بھی ہوئے۔ پاکستان بننے سے بہت پہلے ان کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکے تھے۔ ان پر الزام ملک معظم کی بغاوت اور اس کی رعایا کو قتل کرنے کا تھا جس پر ان کیلئے 302 کا مقدمہ بنایا گیا۔ اس وقت وہ ہندوستان میں ہی تھے کہ امیر جماعت نے ان کو ہندوستان کی جماعت مجاہدین کا امیر بنا دیا۔ امیر کا مطلب یہ تھا کہ وہ یہاں سے رقم اکٹھی کریں تا کہ اس سے اسلحہ خریدا جائے اور انگریزوں سے جنگ کی جائے، افرادی قوت بھی فراہم کی جائے...... غرض اسی قسم کے دیگر کام تھے، جن کی انجام دہی ان کے سپرد تھی وہ زیادہ تر بنگال میں رہے لیکن گرفتار نہ ہو سکے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ہیئت بدلتے رہے۔

ستمبر 1939ء میں دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی تھی جو جولائی 1945ء میں ختم ہوئی جنگ کے بعد پھر کانگریسی لیڈروں کو رہا کر دیا گیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کانگریس کے صدر تھے۔ مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی رحمہ اللہ مولانا ابوالکلام آزاد سے ملے کہ وہ وائسرائے سے کہہ کر ان کو مقدمات سے خلاصی دلا دیں۔ اس وقت کانگریس کی انگریزوں سے آزادی برصغیر کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی اسی دوران ملک آزاد ہو گیا۔ اب مولانا فضل الٰہی کا خیال یہ تھا کہ حکومت مسلمانوں کی بن گئی ہے انہیں کوئی خطرہ نہیں ہے چنانچہ وہ پاکستان آ گئے اور اپنے آبائی شہر وزیر آباد پہنچ گئے۔ وہ طویل مدت کے بعد وہاں گئے تھے لیکن ان کی گرفتاری کے وارنٹ بہت پہلے سے جاری تھے ان پر انگریزی حکومت نے دو بڑے الزام عائد تھے، ایک یہ کہ یہ عوام میں انگریزوں کے خلاف نفرت پھیلاتے ہیں دوسرا لوگوں کو اس بات پر اکساتے ہیں کہ انگریزی رعایا کو قتل کیا جائے۔

مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ اس وقت ایم ایل اے تھے۔ اس زمانے میں ایم پی اے کو، ایم ایل اے کہا جاتا تھا (یعنی ممبر لیجسلیٹو اسمبلی) مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے اس وقت جو بیان جاری کیا وہ 5 اگست 1948ء کے نوائے وقت میں چھپا۔ وہ بیان یہ تھا کہ مولانا فضل الٰہی تو وہ عظیم شخصیت ہیں جو ہمیشہ آزادی کے لئے لڑتے رہے لیکن اس کے باوجود مسلم لیگی حکومت نے ان کو گرفتار کر لیا ہے جو بالکل غلط ہے۔ اس بیان کے چند روز بعد ان کو رہا کر دیا گیا۔ مولانا داؤد غزنوی کے علاوہ کسی مسلم لیگی نے مولانا فضل الٰہی کے حق میں بیان نہیں دیا۔

1945ء میں جب الیکشن ہو رہے تھے، میں اس وقت ضلع فیروز پور کے ایک اسکول میں پڑھاتا تھا جس کا نام مرکز الاسلام تھا جہاں مولانا محی الدین لکھوی اور ان کے چھوٹے بھائی مولانا معین الدین لکھوی قیام فرما تھے، مولانا محمد علی لکھوی رحمہ اللہ 45 ایکڑ زمین مدرسے کیلئے وقف کر کے مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہو چکے تھے۔ الیکشن سے پہلے مولانا محمد علی لکھوی رحمہ اللہ نے اپنے دونوں بیٹوں مولانا محی الدین اور مولانا معین الدین کو خط لکھا کہ مسلم لیگ کے ٹکٹ پر نواب افتخار حسین ممدوٹ الیکشن لڑے گا تم نے اس کا مقابلہ کرنا ہے۔ یہ بلا مقابلہ کامیاب نہ ہو۔ یہ مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ کا جوانی کا زمانہ تھا۔ مجلس احرار نے ان کو ٹکٹ دیا۔ اس زمانے میں ایک جماعت یونینسٹ پارٹی تھی جس کی طرف سے سردار محمد سرور بودلہ الیکشن لڑنا چاہتے تھے جو اسی علاقے کے رہنے والے تھے۔ وہ بارہ دیہات کے مالک تھے اور نواب ممدوح کے زبردست حریف تھے وہ لکھوی حضرات کے عقیدت مند تھے وہ ان دونوں بھائیوں کے پاس آئے اور درخواست کی کہ آپ نواب ممدوح کے خلاف الیکشن نہ لڑیں مجھے لڑنے دیں۔ نواب ممدوٹ کے 80 گاؤں تھے، نواب صاحب کی لکھویوں سے گڑبڑ رہتی تھی لیکن ممدوٹ کے مملوکہ دیہات کے لوگ لکھویوں کے مرید تھے۔

لکھوی خاندان میں بیعت اصلاح کا سلسلہ:۔ لکھوی خاندان میں بیعت اصلاح کا سلسلہ 1720ء سے چل رہا تھا۔ میاں احمد رحمہ اللہ ان کے بڑے تھے۔ مولانا فضل الٰہی رحمہ اللہ کو کلکتہ میں پتہ چلا کہ مولانا محی الدین لکھوی مسلم لیگ کے مقابلے میں الیکشن لڑ رہے ہیں تو انہوں نے وہاں سے چوری چھپے اپنا خاص آدمی بھیجا کہ مسلم لیگ کا مقابلہ نہ کرو، مسلم لیگ اسلامی حکومت بنائے گی، یہاں صدر، وزیراعظم، گورنر، جج اور پولیس والے سب علماء کرام ہوں گے اور خلافت راشدہ آ جائے گی، اور خلفائے اربعہ جیسی حکومت قائم ہوگی۔ چنانچہ مولانا فضل

الٰہی کے حکم سے انہوں نے الیکشن نہیں لڑا۔ جس آخری دن فیروز پور کے ڈی سی او آفس میں کاغذات کی جانچ پڑ تال تھی، مولانا وہاں نہیں گئے۔ بعد میں نواب صاحب کے ایک آدمی کی مولانا محی الدین سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا کہ آپ نہیں آئے ہم آپ سے بہت خوف زدہ تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس علاقے میں لکھوی علماء کا بہت اثر تھا۔ بہر حال لکھوی خاندان میں بیعت کا سلسلہ حافظ احمد سے جاری ہوا۔

لکھوی خاندان کی بیعت نقشبندیہ:۔ حافظ احمد رحمہ اللہ کے بیٹے حافظ بارک اللہ رحمہ اللہ تھے جنہوں نے 110 سال عمر پائی اور لکھو کے میں رہے وہ حضرت شاہ غلام علی رحمہ اللہ کے مرید تھے، شاہ غلام علی دراصل بٹالہ گورداس پور کے رہنے والے تھے اور حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ کے مرید تھے۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ کو شیعوں نے شہید کر دیا تھا۔ حافظ بارک اللہ رحمہ اللہ نے شیخ شاہ غلام علی رحمہ اللہ سے فیض حاصل کیا، ان سے بیعت ہوئے اور وہاں درسی کتابیں پڑھیں اور مشہور عالم ہوئے اور انہوں نے کئی کتابیں بھی لکھیں۔ حافظ بارک اللہ رحمہ اللہ کے بیٹے حافظ محمد لکھوی تھے جنہوں نے سات جلدوں میں تفسیر محمدی لکھی۔ یہ پنجابی نظم میں ہے اور کسی زمانے میں بہت پڑھی جاتی تھی۔ ان کے بیٹے مولانا عبدالرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ تھے جو افغانستان کے شہر غزنوی جا کر مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے حلقہ بیعت میں شامل ہوئے تھے۔ مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی کے بیٹے مولانا محمد علی لکھوی تھے اور مولانا محمد علی لکھوی رحمہ اللہ کے دو بیٹے تھے مولانا محی الدین اور معین الدین رحمہما اللہ تھے۔ مولانا محی الدین رحمہ اللہ 27 فروری 1998ء کو فوت ہوئے اور مولانا معین الدین لکھوی نے 9 دسمبر 2011ء کو وفات پائی مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی ان کے فرزند گرامی مولانا محمد علی لکھوی اور ان کے فرزند مولانا محی الدین کی اگر کوئی شخص بیعت کرنا چاہتا تو وہ اسے اپنے حلقہ بیعت میں شامل کرتے تھے۔

کتاب کرامات اہل حدیث کا جدید ایڈیشن:۔ کتاب ”کرامات اہل حدیث“ جدید طبع شدہ مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کے پڑپوتے نعمان فاروقی مجھے دے گئے تھے۔ مولانا عبدالمجید کے بیٹے حافظ محمد یوسف تھے، ان کے بیٹے مولانا محمد ادریس فاروقی اور ان کے بیٹے محمد نعمان ہیں جو دارالسلام میں کام کرتے ہیں۔ ”کرامات اہل حدیث“ کے مصنف مولانا عبدالمجید سوہدروی تھے۔ اس کے جدید ایڈیشن میں مختلف علمائے اہل حدیث کی کرامات کا اضافہ کیا گیا ہے۔

صوفی کا اطلاق نیک اور پرہیز گار شخص پر:۔ ہمارے ہاں صوفی کا اطلاق نیک اور پرہیز گار شخص پر ہوتا ہے۔ تصوف کا لفظ حدیث میں نہیں ہے یہ لفظ بعد میں ایجاد ہوا ہے۔ لیکن اصحاب تقویٰ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص تقویٰ شعار ہے اور اسے صوفی کہا جاتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ میں اس تصوف کا قائل ہوں جو نیکی اور صالحیت پر دلالت کرتا ہے۔

شفاف تصوف کے قائل ہونے کی وجہ:۔ سوال: آپ تصوف کے کیوں قائل ہیں؟

جواب: میں کیوں کا جواب نہیں دے سکتا۔

سوال: کیا تصوف کے متعلق ان خیالات کی وجہ سے آپ کو ہمارے اہل حدیث بھائیوں نے معاف کر دیا؟

جواب: میں کسی کو کچھ نہیں کہتا۔ میں نے حضرت سید محمد شریف گھڑیالوی رحمہ اللہ کی چھوٹی عمر میں بیعت کی تھی وہ فوت ہو گئے۔ ان کے پوتے سید محمد ابراہیم حفظہ اللہ منڈی جہانیاں ضلع خانیوال رہتے ہیں۔ مجھے آج بھی ان کا محبت اور خلوص بھرا فون آیا تھا۔ میں اس خاندان کے افراد سے عقیدت رکھتا ہوں، ان میں سے بہت سے حضرات مجھے ملتے رہتے ہیں۔

مرشد کامل کی روحانی بصیرت:۔ سوال: آپ نے اپنی ایک کتاب میں ایک جگہ ذکر فرمایا ہے کہ جب آپ چھوٹی عمر میں سید محمد شریف گھڑیالوی رحمہ اللہ کی مجلس میں جانے سے کتراتے تھے۔ اس کی وجہ کیا تھی؟ آپ نے تھوڑا سا اس بات کو اشارۃً لکھا ہے کہ وہ گناہ گاروں کے گناہ دیکھ لیا کرتے تھے۔

جواب: میں نے سید محمد شریف رحمہ اللہ کے بارے میں نہیں بلکہ حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے کہ مجھے ایک عالم دین نے بتایا تھا کہ انہیں گناہ گار سے بدبو آنے لگتی ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ میں گناہ گار ہوں۔ مجھے ان سے دور رہنا چاہیے۔

پھر ہنستے ہوئے کہا! چھوٹی عمر میں گناہ کم ہی ہوتے تھے جیسے جیسے عمر بڑھتی جاتی ہے اسی طرح گناہ بھی بڑھتے جاتے ہیں۔

سوال: حافظ صاحب رحمہ اللہ کیسے معلوم کر لیتے تھے کہ یہ بندہ گناہ گار ہے؟۔

جواب: ہنستے ہوئے .... اللہ ہی جانے ...... امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ تابعی تھے خوابوں کی تعبیر دیا کرتے تھے۔ ان کے پاس ایک شخص آیا اس نے کہا: میں نے خود کو اذان دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ فرمایا تو حج کرے گا۔ دوسرا شخص آیا اس نے بھی یہی کہا کہ میں نے خود کو خواب میں اذان دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ حضرت امام نے فرمایا: تو چوری میں پکڑا جائے گا۔ پاس بیٹھے ہوئے ایک تیسرے شخص نے ان سے کہا: حضرت! دونوں اشخاص نے خواب ایک ہی بتایا اور آپ نے تعبیر دونوں کو مختلف بتائی ہے۔ فرمانے لگے کہ پہلے شخص کی شکل دیکھ کر میں نے یہ اندازہ لگایا کہ یہ نیک آدمی ہے، یہ حج کرے گا۔ میں نے آیت "واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق" کی رو سے، جس میں حج کا حکم دیا گیا ہے اس آیت سے تعبیر دی ہے کہ یہ نیک شخص حج کرے گا۔ دوسرے کی تعبیر میں نے سورۂ یوسف "ثم اذن مؤذن ایتھا العیر انکم لسٰرقون" سے لی کہ اس نے کہا تھا کہ تم چور ہو تم بادشاہ کا پیالہ لے کر جا رہے ہو۔ وہ آیت میرے سامنے رہی۔ اس کی شکل دیکھ کر کہا کہ چوروں جیسی ہے، اور وہ واقعی چور تھا۔

میں نہیں پہچان سکتا کون کیسا آدمی ہے آپ بھی نہیں پہچان سکتے۔ لیکن ایک روحانی روشنی ضرور ہے۔ نیک آدمی کو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کیسا آدمی ہے۔ ایسا کیوں ہو جاتا ہے؟ اس کا جواب میں نہیں دے سکتا۔ بس نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان سنا سکتا ہوں کہ "اتقوا فراسة المومن" نہ کوئی اور اس کا دے سکتا ہے۔ اب دیکھیں مجذوب ہیں، ان کی دنیا کچھ اور ہے۔ کتنے لوگوں کے حالات ہیں ہم پڑھتے ہیں کہ مجذوب اس طرح بیٹھا تھا اور لوگوں کو برا بھلا کہہ رہا تھا۔ اس کا لباس بھی صحیح نہیں تھا اور پھر اچانک پکارنے لگا کہ کپڑے لاؤ، کپڑے لاؤ، نیک آدمی آ گیا ہے۔ اس طرح کے واقعات مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ اور مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے حالات میں ہم پڑھتے ہیں کہ وہ کہیں جا رہے تھے اور ان کی مجذوبوں سے ملاقات ہوئی۔ اب یہ کیسے پہچان لیتے ہیں کہ وہ نیک شخص ہے؟ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ....

باطنی علم کا وجود اور میری بیعت اصلاح:۔ سوال: اس کا مطلب یہ ہوا کہ ظاہری آنکھ کے علاوہ ایک باطنی آنکھ بھی ہے۔

جواب: ہاں! باطنی علم بھی ہے۔ یہ تو اللہ کی دین ہے۔ اس ذات نے اگر کسی میں ایسے آثار پیدا کر دیئے ہیں تو پتا چل جاتا ہے۔ میں اس گروہ سے عملاً تعلق نہیں رکھتا، میں تو راوی ہوں جو پڑھا وہ بیان کر دیا۔ مجھ میں اولیاء کی کشفی نگاہ والی بات نہیں ہے۔ مجھے بعض لوگ بہت بڑا فقیہ سمجھتے ہیں۔ ایک مرتبہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر کا خط آیا کہ یہاں ہم فقہ پر ایک سیمینار کر رہے ہیں، آپ تشریف لائیں اور فقہ پر مقالہ پڑھیں۔ میں نے جواب میں خط لکھا کہ میں فقیہ نہیں ہوں مگر مقالہ پڑھ دوں گا اور آنے کی کوشش بھی کروں گا۔ کچھ عرصہ قبل اسی قسم کا سیمینار اسلام آباد میں ہوا تو کچھ لوگ علی گڑھ سے آئے۔ بہت احترام سے ملے۔ وہ میرے وہاں جانے سے پہلے میرا انتظار کر رہے تھے کہ میں کب آتا ہوں۔ جب میں سیمینار میں پہنچا تو کہنے لگے: ہم نے آپ کا علی گڑھ سیمینار میں بہت انتظار کیا، آپ نہیں آئے۔ میں نے کہا کہ مجھے ویزا ہی نہیں ملا تھا اس لئے حاضر نہیں ہو سکا۔ ان شاء اللہ جب بھی ملا ضرور حاضری دوں گا۔ میرا خود بھی وہاں جانے کو بہت جی چاہتا ہے۔ جن گلیوں میں بچپن میں گھومتے رہے اس آبائی اپنے وطن کو دیکھنے کو بڑا جی چاہتا ہے۔

میں نے پہلی بیعت بارہ تیرہ سال کی عمر میں کی تھی۔ اس وقت تو مجھے اس سلسلے میں کچھ بھی علم نہیں تھا۔ میرے دادا مجھے شاہ محمد شریف گھڑیالوی رحمہ اللہ کی خدمت میں لے گئے۔ اس وقت مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ بیعت کے وقت مجھے مرشد نے کیا کیا نصیحتیں کیں۔ یہی کہا ہو گا کہ

نماز پڑھا کر اور گناہ سے بچا کر۔ اس بیعت کے کچھ عرصہ بعد میرے مرشد فوت ہو گئے۔ میں نے دوبارہ ضلع فیروز پور میں موضع چھپیاں والی میں مولانا کمال الدین ڈوگر رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ بہت پرہیز گار شخص تھے ضلع فیروز پور کی تحصیل مکتسر کے رہنے والے تھے۔ اس وقت میری عمر پندرہ سولہ سال تھی۔ مولانا کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے جو نصیحتیں کیں ان میں سے تین یہ ہیں، ایک نماز پابندی سے پڑھنی ہے اور دوسری روزے رکھنے ہیں اور تیسری نصیحت یہ کہ کثرت سے اللہ پاک کا ذکر کرنا ہے۔

بیعت اصلاح لینے والے اہل حدیث مرشدین کرام:۔ سوال: آپ نے ہفت اِقلیم میں لکھا ہے کہ ہمارے اسلاف میں بیعت کا سلسلہ جاری تھا مثلاً حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ، مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ، مولانا کمال الدین رحمہ اللہ اور بھی چند حضرات کے نام آپ نے تحریر فرمائے ہیں۔ اس سلسلے میں تھوڑی سی وضاحت فرمائیں۔

جواب: جی ہاں! میں نے اس کتاب میں اپنے اسلاف میں سے جن حضرات کے یہاں سلسلہ بیعت رائج تھا ان کا کچھ تذکرہ کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ وہ زمانہ کچھ اور قسم کا تھا، اب مادیت لوگوں پر غالب آ گئی ہے، اس کی وجہ ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ بھی ہیں۔ پہلے یہ باتیں نہ تھیں نہ ریڈیو تھا نہ ٹیلی ویژن تھا۔ مادیت ہم پر اتنی غالب آ گئی ہے کہ اسے ہم ترک نہیں کر سکتے۔ ہمارے بیٹے بیٹیاں ہیں، ان کی شادیاں کرنی ہیں۔ لوگ ان کی تعلیم دیکھتے ہیں۔ زندگی کا رخ بدل گیا ہے، معاشرت بدل گئی ہے، سوسائٹی بدل گئی ہے، سماج بدل گیا ہے۔ اس لیے اب وہ باتیں نہیں رہیں۔

اہل حدیث ہی اولیاء اللہ ہیں:۔ سوال: کیا ہمارے اسلاف کی زندگی ہمارے لئے مشعل راہ بن سکتی ہے؟۔

جواب: آپ ان کی باتیں بیان کرتے رہیے، میں بھی بیان کرتا رہتا ہوں، لیکن کسی پر کوئی اثر نہیں ہوگا کوئی برائی کو برائی سمجھے گا تو اسے چھوڑ دے گا اور نیکی کی طرف راغب ہوگا۔ آپ کی کتاب ''علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف'' پڑھی جائے گی، کچھ لوگ تو یہ اثر لیں گے کہ ہمارے بڑے کتنے متقی اور صالح لوگ تھے اور کچھ لوگ مخالفت بھی کریں گے کہ یہ تو بریلویوں والا قصہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کے نزدیک اولیاء اللہ بریلوی تھے۔ کوئی اہل حدیث ولی اللہ نہ تھا میرا نقطہ نظر یہ ہے کہ اہل حدیث ہی اولیاء اللہ ہیں جو خود بھی قرآن وحدیث پر عمل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی اس پر عمل کی تلقین کرتے ہیں۔......!!

کتاب علمائے اہل حدث کا ذوق تصوف کی توثیق:۔ سوال: کتاب ''علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف'' کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب: میں نے ابھی یہ کتاب نہیں پڑھی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے کتاب ترتیب دے کر ایک اچھا کام کیا ہے، خود میں بھی اپنی کتابوں میں اہل اللہ کے تذکرے کرتا ہوں تو مجھے خوشی ہوتی ہے۔ میں نے بھی اسی طرح رہنمائی لی ہے۔ میرے پاس کئی لوگ آتے ہیں جن میں اہل علم بھی ہوئے ہیں، وہ وظائف پوچھتے ہیں، مجھے کچھ معلوم ہو تو بتا دیتا ہوں اور یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ یہ وظیفہ مجھے فلاں شخص نے بتایا اور یہ فلاں نے۔ وہ اگر کہیں کہ ہمیں بھی یہ وظیفہ پڑھنے کی اجازت ہے میں کہتا ہوں ضرور پڑھو۔

اظہار وظائف وتصوف:۔ سوال: آپ کو اپنے اسلاف کے تصوف اور وظائف کا ذکر کرتے ہوئے کوئی مشکلات تو پیش نہیں آتیں؟

جواب: میں اسی تصوف کا ذکر کرتا ہوں جو قرآن وحدیث کے مطابق ہے، اور انہی وظائف کی بات کرتا ہوں جو قرآن وحدیث میں مذکور ہیں اور انہی صوفیائے کرام کے واقعات بیان کرتا ہوں جو اللہ کے نیک اور پرہیز گار بندے ہیں، اس لیے مجھے اس سلسلے میں کسی قسم کی مشکلات پیش نہیں آتیں، نہ کبھی کسی نے میرے سامنے کوئی اعتراض کیا، تاہم مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض لوگ اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے ہیں لیکن میں اللہ کی مہربانی سے صحیح بات کرتا ہوں۔ اس لیے مجھے کسی شخص کی باتوں کی کوئی پروا نہیں۔ میں مبنی بر صحت باتیں لکھتا ہوں معاملات میں بھی

میرا یہی رویہ ہے۔ میں مسلم لیگ کی سیاست کو نہیں مانتا، نہ کبھی مانی ہے نہ کبھی ان کو ووٹ دیا، اور نہ کبھی میں مسلم لیگی تھا۔ اور یہ بات میں صاف طور پر کہتا ہوں۔ میرے سب دوستوں کو اس نقطہ نظر کا علم ہے کہ میں مسلم لیگی نہیں ہوں۔ اگر مجھ سے کوئی پوچھتا ہے کہ میں ووٹ کس کو دوں تو میں اسے جواب دیتا ہوں کہ جس کو تمہارا دل چاہے ووٹ دو۔ میں نے اپنے گھر کے کسی فرد کو کبھی نہیں کہا کہ فلاں کو ووٹ دو اور فلاں کو نہ دو۔ میری بیوی مسلم لیگ کو ووٹ دیتی تھی۔ میرے گھر کے بعض اور افراد بھی مسلم لیگ کو ووٹ دیتے ہیں۔ بعض دوسری جماعتوں کو بھی دیتے ہیں۔ میں اس پر خوش ہوتا ہوں کہ میرے گھر کے تمام افراد اپنی اپنی سمجھ کے مطابق سیاسی جماعتوں کا تجزیہ کرتے اور جسے اپنے علم کے مطابق سہی سمجھتے ہیں ووٹ دیتے ہیں لکیر کے فقیر نہیں ہیں۔

بہر کیف میں جیسا بھی ہوں سب کے سامنے ہوں، گوجرانوالہ علمائے کرام کا شہر ہے یہ حضرات اور وہاں کے دیگر حضرات جو مجھے تھوڑا بہت جانتے ہیں، مجھ پر بے حد شفقت فرماتے ہیں اگر میں یہ عرض کروں کہ اس شفقت میں احترام کا پہلو بھی پایا جاتا ہے تو غلط نہ ہوگا۔ کچھ عرصہ پیشتر میرا بازو فریکچر ہو گیا تھا اس کی اطلاع حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کو ہوئی تو انہوں نے ٹیلی فون پر فرمایا فکر نہ کرو، اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرما رہا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کے درجات میں اضافہ کر رہا ہے۔ چار پانچ مرتبہ انہوں نے یہی کلمات دہرائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ سزا نہیں دی بلکہ آپ کے درجات بلند ہو رہے ہیں۔ اسی طرح مولانا عبدالحمید ہزاروی حفظہ اللہ اور مولانا محمد مالک حفظہ اللہ جب بھی ملتے ہیں احترام کے ساتھ ملتے ہیں حالانکہ وہ شیخ الحدیث ہیں۔ میں تو ایک قلم کا مزدور ہوں میرے باتوں سے کوئی اتفاق کرتا ہے اور کوئی اختلاف، میں سب کو دعا دیتا ہوں اور سب کی بھلائی چاہتا ہوں۔

کبیرا کھڑا بازار میں مانگے سب کی خیر　　تا کا ہو کی دوستی تا کا ہوسے بیر

شفاف تصوف کے اظہار سے نہ گھبرائیں:۔ اگر آپ تصوف کے بارے میں خود کو برسر حق سمجھتے ہیں تو اس پر پکے رہیں، اگر اس پر آپکا ضمیر مطمئن نہیں تو اسے چھوڑ دیں۔ حدیث پاک کی روح سے اپنے دل سے فتویٰ لیں' 'جو احکام قرآن وحدیث میں مذکور ہیں ان کو مانیں اور ان پر عمل کریں۔ ارکان اسلام یعنی نماز، توحید، روزہ، زکوۃ، حج اور دیگر احکام پر عمل کو ضروری قرار دیں۔

نیز اللہ سے دعا کریں، میرا تجربہ ہے کہ دعا قبول ہوتی ہے، آپ خود اپنے لیے دعا کریں۔ قرآن پاک کی بات کبھی غلط نہیں ہو سکتی ''اجیب دعوۃ الداع اذا دعان.......... ''میں پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے نہ ماننے والوں کی بھی سنتا اور ان کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ اعوانوں کے بڑے قطب شاہ تھے۔ ان کے پاس کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک سوالی آیا تو انہوں نے اسے چونّی دے دی۔ کچھ لوگوں نے کہا یہ تو نشہ کرتا ہے، آپ کے پیسوں سے نشہ کرے گا۔ فرمانے لگے: میں نے تو اسے آج ایک چونی دی ہے۔ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر فرمایا: اس سے پوچھو جو روزانہ دیتا ہے۔

بزرگوں کی دعاؤں کا نتیجہ:۔ ایک دفعہ حضرت صوفی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مجھے خط آیا کہ ریاست بہاولپور میں مجاہدین کو کچھ زمین ملی ہے۔ یہاں سکول بن گیا ہے لیکن ماسٹر کوئی نہیں اور ڈاک خانہ بھی نہیں ہے میرا خیال ہے کہ تم یہ کام کروا سکتے ہو۔ اگر تمہاری معرفت یہ کام ہو جائے تو تمہارے لیے دعائیں کریں گے۔ اس وقت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کے ایک عزیز میر عبدالجلیل اس محکمے کے ڈائریکٹر جنرل تھے میں نے ان سے بات کی اور کام ہو گیا۔ صوفی صاحب نے میرے لیے ضرور دعا کی ہوگی۔ میں یہ جو تھوڑا بہت لکھ رہا ہوں یہ اللہ کی بارگاہ میں بزرگوں کی دعاؤں کی وجہ سے ہے، میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔ میرے استاد حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب مجھے فرمایا کرتے تھے ''جیسے تم ہو مجھے معلوم ہے''۔

صوفی صاحب مستجاب الدعوات بزرگ:۔ مجھے یقین ہے بزرگوں کی دعائیں میرے لیے اللہ نے قبول فرمائی ہیں۔ میرے

دادا جان کی دعاؤں نے بھی اثر کیا ہے۔ میں صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کی بیعت نہیں کر سکا۔ یہی پروگرام بناتا رہا کہ آج بیعت کیلئے جاؤں گا..... کل جاؤں گا۔ اس کے لئے بھی عرض کروں گا میں صوفی صاحب رحمہ اللہ کو مستجاب الدعوات بزرگ سمجھتا ہوں۔ اب میں اپنے ایک خواب کی بات کرتا ہوں۔

مولانا غلام رسول مہر نے مجاہدین پر کتابیں لکھی ہیں۔ ان کے نام سید احمد شہید، جماعت مجاہدین، سرگزشت ہیں۔ مولانا غلام رسول صاحب اہل حدیث تھے۔ اکتوبر 1956ء میں میں نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی کتابوں پر بڑے شوق سے ایک ایک لفظ پڑھ کر تبصرے کیے۔ تبصرے پڑھ کر مولانا غلام رسول مہر نے مجھے خط لکھا میں اپنی آخری کتاب لکھ رہا ہوں۔ اس کے متعلق تمہارے ساتھ کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے بتاؤ میں کب آؤں۔ میں سمجھ گیا کہ مولانا کا مقصد مجھے بلانا ہے۔ میں نے انہیں جواب دیا کہ جمعیت اہل حدیث کی کانفرنس گوجرانوالہ میں 15,14,13 اکتوبر 1956ء کو ہو رہی ہے۔ میں اس میں مصروف ہوں اس سے فارغ ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ چنانچہ کانفرنس کے بعد میں ان سے ملا۔ میں نے انہیں بعض لوگوں کے متعلق کچھ معلومات دیں جو شائع ہوئیں۔

میرے سچے خواب رہنمائی کا ذریعہ:۔ ''الاعتصام'' کا دفتر دارالعلوم تقویۃ الاسلام شیش محل روڈ میں تھا۔ میں نے 20 اکتوبر 1956ء کو خواب دیکھا کہ میں حسب معمول چار بجے کے بعد دفتر سے نکلا ہوں۔ سامنے ایک شخص آتے دکھائی دیئے ان کی ڈاڑھی سفید ہے اور سفید ہی ان کا لباس ہے۔ ہاتھ میں لاٹھی ہے، گورا چٹا رنگ، بارعب شخصیت..... دل میں خیال آیا کہ یہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اس کے ساتھ ہی خیال گزرا کہ یہ فارسی بولیں گے اور مجھے فارسی بولنے کی مشق نہیں ہے (ترجمہ کر لیتا ہوں پڑھ لیتا ہوں لیکن بولنے کی مجھے مشق نہیں ہے) پھر فوراً ذہن میں آیا کہ چلو کوئی بات نہیں۔ یہ پرانی فارسی بولیں گے میں یہ فارسی بول سکوں گا۔ اتنے میں وہ میرے قریب آ جاتے ہیں اور میں ان کے قریب ہو جاتا ہوں۔ میں نے انہیں السلام علیکم کہا اور ہم نے مصافحہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مولانا غلام رسول مہر صاحب کی کتابوں پر جو تبصرہ کیا ہے، وہ مجھے بہت پسند آیا ہے۔ آپ نے بہت اچھا تبصرہ کیا ہے۔ دو تین مرتبہ انہوں نے اسی قسم کے الفاظ فرمائے۔ میں ان کے فرمان کا نیازمندی سے جواب دیتا ہوں کہ بہت بہت شکریہ آپ نے میری کوئی چیز پسند فرمائی اور یہ میرے لیے بڑی سعادت کی بات ہے۔ اب میری آنکھ کھل گئی اور خواب ختم ہو گیا۔

میں نے سوچا یہ خواب تعبیر طلب ہے۔ دو جلیل القدر عالم میرے مہربان تھے جو خوابوں کی صحیح تعبیر دیتے تھے۔ خواب کی تعبیر ایسا فن ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں سورہ یوسف میں فرمایا گیا ہے۔ بہر کیف ان دو علماء میں سے ایک مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ تھے جن سے روزانہ شام کے وقت دہلی مسلم ہوٹل میں ملاقات ہوتی تھی اور ایک شاہ محمد جعفر پھلواروی رحمہ اللہ تھے۔ شام کو میں نے مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ سے خواب بیان کیا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ سید شہید احمد رحمہ اللہ نے آپ سے اردو میں بات کی تھی، میں نے ہاں میں جواب دیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ خواب کی تعبیر یہ ہے کہ آپ اردو میں شخصیات سے متعلق ایسا کام کریں گے جو مولانا غلام رسول مہر نے کیا اور آپ کا کام لوگ اسی طرح پسند کریں گے جس طرح جماعت مجاہدین کے بارے میں مولانا غلام رسول مہر کی کتابیں پسند کی جاتی ہیں۔

میں نے عرض کیا میں اس طرح کا کام کہاں کر سکتا ہوں۔ میرے تو حالات ہی اس قسم کے نہیں ہیں۔ میں تو وہابیوں کے اخبار کا ایڈیٹر ہوں۔ کسی سے لڑائی کسی سے جھگڑا۔ زندگی ایسے ہی گزر جائے گی۔ فرمانے لگے: یہ تو مجھے معلوم نہیں لیکن خواب کا مطلب یہی ہے۔ اس تعبیر سے مجھے خوشی ہوئی۔ تھوڑے دنوں کے بعد شاہ محمد جعفر پھلواروی (مرحوم) سے ملاقات ہوئی تو ان سے بھی میں نے خواب میں بیان کیا اور وہ تعبیر بتائی جو مولانا محمد حنیف ندوی نے دی تھی۔ انہوں نے فرمایا تعبیر بالکل صحیح ہے آپ اپنی تصانیف میں پرانی فارسی کتابوں کے حوالے دیں گے۔

اس کے بعد 16 دسمبر 1953ء کو مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ فوت ہو گئے۔ ہم دارالعلوم تقویۃ الاسلام کے ہال میں بیٹھے ہوئے

تھے، وہاں قاضی عبدالباقی صاحب آئے جو قاضی محمد سلیمان منصور پوری مصنف ''رحمتہ العالمین'' کے پوتے تھے انہوں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ میں سمجھ گیا کہ مجھے تلاش کر رہے ہیں۔ میں ان کے پاس آیا تو مجھے اور مولانا محمد حنیف ندوی کو ایک ہوٹل میں لے گئے۔ وہاں ہم نے چائے پی، قاضی عبدالباقی نے مجھے کہا: مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے ساتھ آپ کا بہت اچھا وقت گزرا ہے۔ تم نے پندرہ سال ان کے ساتھ گزارے ہیں۔ وہ تم پر شفقت فرماتے تھے۔ اب اخبار الاعتصام جونئی انتظامیہ آئے گی تم ان کے ساتھ نہیں چل سکتے، تم اپنا اور انتظام کرو۔

میں نے کہا میں نے اس اخبار پر اتنی محنت کی ہے، مجھے کون نکال سکتا ہے۔ اخبار چلایا ہے پندرہ سولہ سال بے حد محنت کی ہے لیکن چند روز کے بعد وہی بات ہوئی جو قاضی عبدالباقی نے کہی تھی۔ اخبار کی انتظامیہ کے ساتھ میرے اختلافات پیدا ہو گئے جو بہت بڑھ گئے۔ میری تنخواہ بھی بند ہو گئی۔ آخر کار میں نے تیس مئی 1965ء کو اخبار کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا۔

اس وقت میں روزنامہ ''امروز'' میں لکھا کرتا جو اپنے دور کا بہت بڑا اخبار تھا مجھے اس سے معقول آمدنی ہو جاتی تھی۔ 20 اکتوبر 1965ء کو تین آدمی میرے گھر پر آئے، میں اس وقت گھر پر نہیں تھا۔ ایک مولانا محمد حنیف ندوی صاحب دوسرے رئیس احمد جعفری صاحب اور تیسرے اسماعیل ضیاء صاحب جو بعد میں پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر صوبائی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔

جس خواب کا میں نے تذکرہ کیا یہ 20 اکتوبر 1956 کا تھا اور 20 اکتوبر 1965ء کو یہ تین آدمی میرے گھر میں پیغام دے گئے کہ ادارہ ثقافت اسلامیہ میں ملازمت کیلئے کل آ جائیں۔ 21 اکتوبر کو میں گیا تو مجھے اپوائمنٹ لیٹر مل گیا۔ میں نے شخصیات پر کام شروع کر دیا۔ نو سال کے بعد اس خواب کی تعبیر ملی۔ فوراً میرے دل میں آیا قرآن نے صحیح کہا ہے'' فی بضع سنین .... بضع '' کا لفظ تین سے نو تک بولا جاتا ہے۔ یہ خواب 20 اکتوبر 1956 کا تھا جو 21 اکتوبر 1965 کو پورا ہوا۔ تو بات یہ ہے کہ خواب کی بھی ایک حقیقت ہے۔

شفاف تصوف اور سچی کرامات کا اظہار درست ہے:۔ بات یہاں آ کر رکتی ہے کہ یہ جو کتاب ''علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف'' کے نام سے آپ لکھ رہے ہیں اگر آپ مطمئن ہیں..... تو ٹھیک ہے۔ میں نے بھی جو اپنی کتابوں میں واقعات لکھے ہیں، ان لوگوں کے لکھے ہیں جن کو یہ پیش آئے ہیں۔ ہاں ''تذکرہ صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ'' میں ایک بات لکھنے میں مجھ سے غلطی ہوئی، میں نے اس پر اخبار ''الاعتصام'' میں معذرت کر لی ہے۔ دراصل وہ میری غلطی نہیں تھی بلکہ واقعہ بتانے والے نے غلطی کی۔ وہ یہ ہے کہ صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ ایک گاؤں میں گئے جو کہ منڈی یزمان کے قریب ہے۔ وہاں ایک آدمی صوفی صاحب کو اپنے گھر لے گیا اور کہنے لگا یہ میری بھینس ہے اور بہت اچھی بھینس ہے لیکن صرف کٹے ہی دیتی ہے کٹیاں نہیں دیتی۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے بھینس کی دم تین بار کھینچی اور کہا دے کٹی۔ دے کٹی۔ دے کٹی۔ یہ واقعہ مجھے فیصل آباد سے ایک شخص نے بتایا تھا اور میں نے اسی طرح لکھ دیا تھا۔

اس کے بعد جامع تعلیم الاسلام ماموں کانجن کے استاد قاری عبدالحفیظ سندھو کا فون آیا اس نے بتایا کہ جس شخص کی وہ بھینس تھی وہ کہتا ہے کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے بھینس کی دم پکڑ کر کہا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور پھر اللہ سے یہ دعا کی۔ یا اللہ دے کٹی، یا اللہ دے کٹی، یا اللہ دے کٹی۔ میں نے جب یہ وضاحت سنی تو کہا بالکل ٹھیک ہے یہ میری غلطی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ بتانے والے کی بھی غلطی ہے اور ساتھ ہی مجھے بھی سوچنا چاہیے تھا کہ صوفی صاحب نے ضرور ہی اللہ کا نام لیا ہو گا لیکن میں نے سوچا نہیں۔ پھر اس کے بعد میں نے فوراً ''الاعتصام'' میں اعلان کیا کہ یہ واقعہ لکھنے میں مجھ سے غلطی ہوئی ہے اور صحیح واقعہ اس طرح ہے کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اللہ سے مانگا تھا، بھینس سے نہیں مانگا تھا۔ مولانا حافظ زبیر علی زئی صاحب بھی میرے پاس آئے تھے۔ انہوں نے اس واقعے پر ''الاعتصام'' میں میرے اعتذارنامے کو سراہا اور اور کہا کہ آپ نے اچھا کیا جو یہ وضاحت لکھ دی۔ ان کے ساتھ مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور کے مولانا محمد سرور صاحب بھی تھے۔

اسی طرح کشف کا معاملہ ہے جیسا کہ میں نے اپنی کتاب میں صوفی صاحب رحمہ اللہ کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص کے بیل گم ہو گئے وہ

بہت پریشان ہوا۔ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں آ کر اپنی پریشانی بیان کی تو انہوں نے فوراً فرمایا تمہارے بیل فلاں جگہ پر کھڑے ہیں۔ اس شخص نے جب وہاں جا کر دیکھا تو واقعی بیل وہیں کھڑے تھے۔ میں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں یہ بات سنی تھی کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ کشف کوئی مشکل کام نہیں ہے لیکن میں نے اب کشف کی طرف توجہ دینا چھوڑ دی ہے۔ اب میں صرف دعا کرتا ہوں۔

یہ اللہ کا فضل ہے کہ جب میری کتاب ''تذکرہ صوفی عبداللہ رحمہ اللہ'' چھپ گئی تو بعد میں اہل حدیث دوستوں نے پندرہ بیس واقعات مزید بھیجے ہیں۔

دعائے ولی پر مرضی کی نوکری مل جانا:۔ (کرامت) ایک آدمی نے مجھے خط لکھا کہ آپ کی کتاب ''تذکرہ صوفی عبداللہ'' میں نے پڑھی بہت اچھی کتاب ہے۔ انہوں نے لکھا کہ بھوئے آصل (ضلع قصور) کے قریب رہتا ہوں۔ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد میں صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت میرے لیے دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے نوکری عطا فرما دیں۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے دعا کی اور تھوڑے دنوں کے بعد مجھے محکمہ منڈیات میں نوکری مل گئی۔ اس نوکری سے مجھے بہت خوشی ہوئی لیکن وہ نوکری پنشن ایبل نہیں تھی۔ میں پھر صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی حضرت اس نوکری پر تو پنشن نہیں ملے گی۔ فرمانے لگے اللہ وہ بھی کر دے گا۔ چنانچہ تھوڑے دنوں بعد حکومت نے اعلان کر دیا کہ ان ملازمین کو بھی پنشن ملا کرے گی۔

اشاعت کرامات کی فکر:۔ صوفی صاحب کی کرامات (یا قبولیت دعا) کے سلسلے میں آنے والے خطوط کی فوٹو کاپی میں نے پبلشر کو دے دی ہے اور کہا ہے کہ ان کو کتاب میں شامل کر کے شائع کیا جائے۔ اگر وہ نہیں چھاپیں گے تو میں کسی اور پبلشر کو دے دوں گا۔ مجھ سے بعض اور پبلشر بھی کتاب مانگ رہے ہیں۔ یہ کتاب بہت تھوڑے عرصے میں دو مرتبہ چھپ چکی ہے۔ اگر یہ اتنی ہی بری تھی تو فوراً ہی کیوں بک گئی......! بعض لوگوں نے دو دو سو کی تعداد میں کتابیں خرید کر تقسیم کیں۔ مولانا عبدالقادر ندوی مرحوم (سابق صدر جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن) نے سیکڑوں کی تعداد میں کتاب خریدی اور شائقین کو پڑھنے کے لئے دی۔

دور حاضر میں بیعت اصلاح کی ضرورت:۔ سوال: موجودہ دور میں بیعت اصلاح کے سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب: میرے خیال میں بیعت لینے میں کوئی حرج نہیں جس آدمی کو آپ اچھا اور نیک جانتے ہیں اس کی بیعت کر لیں۔ لیکن میں یہ بھی نشان دہی بھی نہیں کر سکتا کہ فلاں کی بیعت کریں۔ ویسے مجھے آج کل مولانا عائش محمد حفظہ اللہ اچھے لگتے ہیں۔ نیک آدمی ہیں، ان کی دعا قبول ہوتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ کوئی شخص بیعت کر لے تو اس میں کتاب و سنت کی اطاعت کا جذبہ دوسروں کی بہ نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ آپ نے کس کی بیعت کرنی ہے۔ یہ آپ کی مرضی ہے۔ یہ مشورہ میں نہیں دے سکتا۔

مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی بیعت:۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ نے 1921ء میں مولانا ابوالکلام رحمہ اللہ کی بیعت کی تھی یہ انہوں نے خود لکھا ہے۔ یہ بیعت میاں عبدالعزیز مالواڑہ بار ایٹ لا کے مکان پر لاہور میں ہوئی اور وہاں پر داؤد غزنوی رحمہ اللہ بھی موجود تھے۔

مولانا غلام رسول مہر رحمہ اللہ کی بیعت:۔ مولانا غلام رسول مہر رحمہ اللہ نے بھی بیعت کی تھی۔ مولانا محی الدین قصوری رحمہ اللہ سے جو کہ مولانا عبدالقادر قصوری رحمہ اللہ کے بیٹے تھے اور انہوں نے صوفی ولی محمد رحمہ اللہ کی بیعت کی جو کہ فتوحی کے رہنے والے تھے اور جماعت مجاہدین سے تعلق رکھتے تھے۔ فتوحی والا گاؤں گنڈا سنگھ کے قریب ضلع قصور میں ہے۔

صوفی ولی محمد مرحوم کے بعض واقعات بڑے دلچسپ ہیں کہ ایک شخص نے بتایا کہ صوفی ولی محمد رحمہ اللہ کا ایک ملنے والا قبر کی جزا سزا کو نہیں مانتا تھا۔ صوفی صاحب نے اسے بہت سمجھایا لیکن یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ ایک دن کھانا کھانے کے بعد صوفی ولی محمد صاحب نے اسے کہا کہ تم میرے سر کے ساتھ سر لگاؤ اور سو جاؤ۔ اس نے ایسا ہی کیا، جب وہ سو کر اٹھا تو جزا سزا کا قائل تھا۔ یہ کیا معاملہ تھا اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

سوال: آج کے اہل حدیث بیعت سے کیوں گھبراتے ہیں؟

جواب: یہ ان کا مسئلہ ہے۔ ان سے پوچھیں میرا نہیں ہے۔

بیعت جہاد اور بیعت اصلاح:۔ سوال: یہ کہا جاتا ہے کہ شاہ اسماعیل شہید اور سید احمد شہید رحمہما اللہ کی جو بیعت تھی وہ بیعت جہاد تھی، بیعت اصلاح نہیں تھی؟

جواب: بیعت جہاد میں ہی بیعت کی ساری اقسام آجاتی ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب بھی بیعت لیتے تھے۔ ایک دن از راہ کرم وہ میرے غریب خانے پر تشریف لائے۔ ان کے ساتھ تنظیم اسلامی کے بعض اورارکان بھی تھے۔ انہوں نے مختلف باتیں ارشاد فرمائیں۔ کہنے لگے: اسلام کا غلبہ ہونا چاہیے۔ میں نے کہا کہ اسلام کا غلبہ میرا مسئلہ نہیں ہے کیونکہ اسلام مغلوب ہی نہیں۔ غالب اس کو کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جو مغلوب ہو۔ ہاں مسلمان کمزور ہیں، اگر آپ اسلام کو مغلوب سمجھتے ہیں تو اسے غالب کرتے رہیں۔ میں تو اسے مغلوب نہیں سمجھتا۔ پھر فرمایا کہ آپ نے کسی کی بیعت کی ہے؟ میں نے کہا کی ہے۔ کہنے لگے وہ زندہ ہیں؟ میں نے کہا وہ فوت ہوگئے۔ کہنے لگے آپ نے دوبارہ بیعت کی۔ میں نے کہا ہاں دوباہ بھی کی تھی، وہ بھی فوت ہوگئے۔ کہنے لگے تو آپ پھر میری بیعت کرلیں۔ میں نے کہا: اب تو میں خود بیعت لیتا ہوں۔

فرمایا آپ میرے پاس دس دن آکر رہیں۔ میں نے کہا ڈاکٹر صاحب میں دس دن کیا دس ماہ، دس سال آپ کی خدمت میں رہنے کے لئے تیار ہوں لیکن میرے افکار نہیں بدلیں گے، نہ سیاسی افکار بدلیں گے نہ مذہبی۔ میں وہابی ہوں اور وہابی ہی رہوں گا۔ میں جن چیزوں کا قائل ہوں ان کا ہی قائل رہوں گا۔ آپ مجھے لاکھ سمجھاتے رہیں۔ میں نے اخبار پڑھ کر یا لوگوں کی باتیں سن کر افکار نہیں بنائے۔ میں نے پڑھ کر مطالعہ کر کے افکار بنائے ہیں، سیاسی افکار بھی میں نے پڑھ کر قائم کئے اور میں قید میں بھی رہا ہوں، مجھ سے ایک ایک جماعت سے متعلق پوچھیں، یہ کب بنی انشاء اللہ سب کا بتاؤں گا۔ کانگریس کے بارے میں پوچھیں، مسلم لیگ کا پوچھیں سب کچھ عرض کروں گا، مذہبی جماعتوں کے متعلق پوچھیں ان کے متعلق بھی بتاؤں گا، میں نے پڑھ کر اپنا ایک ذہن بنایا ہے۔

اسی طرح پڑھ کر میں نے سمجھا ہے کہ وہابیت صحیح ہے، اہل حدیث برسرحق ہیں۔ اب میرے پاس سو دیوبندی آجائیں شیخ الہند رحمہ اللہ اٹھ کر آجائیں میں نہیں مانوں گا۔ مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کو میں نے دیکھا ہے، ان کی باتیں سنی ہیں، مولانا کفایت اللہ صاحب جو بہت بڑے عالم تھے انہیں مفتی اعظم کہا جاتا تھا ان کی مجالس میں دلی میں بیٹھا ہوں۔ مولانا احمد سعید دہلوی رحمہ اللہ کی مجلس میں بیٹھا ہوں، اسی طرح مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی صاحب سے باتیں کرنے اور ان کی مجلس میں بیٹھنے کی سعادت حاصل کی ہے لیکن مسلکی اعتبار سے میں ان حضرات سے ہرگز متاثر نہیں ہوں۔ میں کسی سے یہ نہیں کہتا کہ وہ نماز میں رفع الیدین کرے یا آمین بالجہر پکارے لیکن میں ان مسائل پر عمل کرتا ہوں اور برملا کرتا ہوں۔

میرے نزدیک صحیح مسئلہ یہی ہے کہ رفع الیدین کرنی چاہئے اور سورہ فاتحہ نماز میں پڑھنی چاہیے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی، یہ صحیح حدیث ہے۔ لیکن اگر کوئی کہے میں نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھنی تو نہ پڑھے۔ میں نے کسی کا ٹھیکہ نہیں لیا۔ میں جو بات کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ میں نے جو خیالات بنائے ہیں وہ خوب پڑھ کر اور تحقیق کے بعد بنائے ہیں۔

نیک لوگوں کی دعا جلد قبول ہونا:۔ نیک لوگوں کی دعاؤں کا نظریہ یہ بھی میں نے پڑھ کر بنایا ہے کہ دعا نیک لوگوں کی جلد قبول ہوتی ہے۔ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے تھے۔ قرآن کہتا ہے کہ دعا قبول ہوتی ہے۔ دو اوقات میں خاص طور پر دعا قبول ہوتی ہے۔ ایک فرائض کے بعد اور ایک آدھی رات کے بعد۔ اب یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ رات کی نماز نہ پڑھیں۔ حدیث میں فرمایا گیا ہے جو ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے جائیں اللہ انہیں خالی نہیں لوٹاتا۔ اسی طرح وظائف کا معاملہ ہے۔ حدیث میں آیا ہے یہ یہ وظائف نماز کے بعد پڑھو...... صبح

اورشام کی نماز کے بعد ''بسم الله الذی لایضر مع اسمه'' تین تین بار پڑھیں، فلاں وظیفہ سات مرتبہ پڑھیں وغیرہ وغیرہ۔

میں آپ سے کہہ رہا تھا کہ میں خود مطالعہ کر کے اور پڑھ کر یہاں تک پہنچا ہوں۔ فقہ کی بہت کتابیں میں نے پڑھی ہیں اور درساً درساً پڑھی ہیں۔ جو میں نے فقہ پر لکھا ہے مثلاً ''برصغیر میں علم فقہ'' میری کتاب ہے۔ اس قسم کی کتاب کسی حنفی عالم نے نہیں لکھی۔ میں نے یہ مواد کئی سو سال قبل کی قلمی کتابوں سے لیا ہے۔ اس قسم کی کتاب نہ مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب نے لکھی ہے، نہ مولانا حسین احمد مدنی صاحب نے حالانکہ قلمی کتابیں ان کے زمانے میں بھی موجود تھیں لیکن نہیں لکھ سکے۔ یہ قلمی کتابیں میں نے بڑی محنت سے تلاش کیں اور ان سے اپنی پسند کا مواد لیا اور پھر اسے کتابی شکل میں جمع کیا۔

میں نے فقہ کی اکاسی کتابوں کا تعارف کروایا ہے، ان میں سے بعض فارسی زبان میں ہیں اور بعض عربی زبان میں۔ میں نے نماز روزہ کے مسائل پر بحث نہیں کی بلکہ معاشرتی مسائل بتائے ہیں اور یہ بتایا کہ اسلام دو چیزوں کا نام ہے ایک عبادات اور دوسرا معاملات۔ میں نے معاملات پر بحث کی ہے۔ قلمی کتابیں تلاش کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے، یہ کام کوئی سر پھرا ہی کر سکتا ہے۔ علمائے کرام نے آسان کام کو اپنا لیا ہے کسی کو کافر کہا، کسی کو وہابی کہا، کسی کو بزرگوں کا بے ادب قرار دیا اور سمجھ لیا کہ دین کی خدمت کا فریضہ ادا ہو گیا۔ میں اس قسم کی سطحی باتیں بالکل نہیں کرتا۔

ایس ایم اکرام ادارہ ثقافت اسلامیہ کے ڈائریکٹر تھے۔ انہوں نے مجھے کہا کیا آپ قلمی کتاب پر کام کر لیں گے؟۔ میں نے کہا ہاں کروں گا۔ کہا فتاویٰ غیاثیہ کا پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں قلمی نسخہ موجود ہے اس پر کام کرو۔ قاضی عبدالنبی کوکب اورینٹل سیکشن کے لائبریری کے انچارج تھے۔ وہ غائبانہ طور پر مجھے جانتے تھے میں بھی انہیں جانتا تھا۔ میں نے انہیں بتایا کہ میرا یہ مسئلہ ہے۔ وہ کہنے لگے فتاویٰ غیاثیہ ہے تو سہی لیکن مل نہیں رہا ہے۔ میں نے کہا کہ قلمی کتاب کہاں جا سکتی ہے کسی الماری میں ہی ہوگی۔ بہر حال میں کئی دن بالالتزام لائبریری گیا لیکن کتاب نہ ملی۔

چیف لائبریرین عبدالرحیم صاحب تھے۔ ایک روز میں اپنے دفتر گیا تو رحیم صاحب میرے ڈائریکٹر اکرام سے ملنے آئے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی کہنے لگے اسحاق صاحب آپ روزانہ ہماری لائبریری جاتے ہیں اور ہمیں ملتے ہی نہیں۔ میں نے کہا رحیم صاحب ایک کتاب چاہئے تھی، وہ مل نہیں رہی وہ سمجھ گئے۔ میں نے کسی کی شکایت نہیں کی وہ فرمانے لگے کہ کل صبح لائبریری آ جانا، میں نے کہا ضرور آؤں گا۔ میں دوسرے دن گیا تو سسٹم ہی بدلا ہوا تھا، قاضی عبدالنبی کو کسی اور سیکشن میں بھیج دیا گیا یہاں جو متعلقہ آدمی تھا اسے فتاویٰ غیاثیہ کے متعلق کہا تو وہ کہنے لگا یہ میز پر پڑی ہے۔ آپ اور کوئی خدمت بتائیں۔ میں نے شکریہ ادا کیا۔

فتاویٰ عالم گیری میں نے پڑھی ہے۔ اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ اہل حدیث ویسے ہی اس پر اعتراض کرتے ہیں وہ ایسے ہی ہے جیسے عام فقہ کی کتابیں ہوتی ہیں فرق صرف یہ ہے کہ بہت سی فقہ کی کتابوں کو اکٹھا کر کے ایک کتاب بنا دی گئی ہے۔ میں نے فتاویٰ عالم گیری کی کتاب ''القضا'' پر لکھا ہے۔ میں بتانا یہ چاہتا ہوں کہ میں نے فقہ کی کتابیں بہت پڑھی ہیں لیکن میں متاثر کسی سے نہیں ہوں، بس اسے علم کی حد تک ہی پڑھا ہے کہ میری معلومات میں اضافہ ہو جائے اس سے متاثر نہیں ہوا۔ حدیث کو چھوڑ کر دوسری کتابوں سے ہرگز متاثر نہیں ہو سکتا۔

ایک مرتبہ ایک ایک دیوبندی عالم میرے پاس تشریف لائے۔ کہنے لگے آپ کی مہربانی کہ آپ نے ہمارے بزرگوں پر کام کیا ہے۔ مجھے بڑا غصہ آیا، میں نے کہا کہ آپ جیسے لوگ بزرگوں کے بارے میں تعصب پھیلاتے ہیں جو ان حضرات کو اپنے کھاتے میں ڈالتے ہیں۔ جب یہ سارے بزرگ آپ ہی کے ہیں تو کسی نے ان کی عزت خاک کرنی ہے۔ کیا یہ بزرگ آپ نے اپنے گھر میں پیدا کیے ہیں۔ اگر یہ آپ کے بزرگ ہیں تو ان کے حالات کیوں نہیں لکھتے؟ آپ لوگ کوئی علمی کام نہیں کرتے بس دوسروں کے خلاف تعصب پھیلاتے ہیں۔

تصوف کا مطالعہ اور کسی کو صوفی کا لقب دینا:۔ سوال: آپ نے تصوف اور سیاست کے بارے میں کون سی کتابیں پڑھی ہیں؟

جواب: سیاست کے موضوع پر میں نے بے شمار کتابیں پڑھی ہیں، لیکن اسے چھوڑیے، صرف تصوف کی بات کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں

بھی مجھے کئی کتابیں پڑھنے کا موقع ملا۔ ایک دن میں حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی خدمت میں حاضر تھا کہ میری کسی گزارش پر انہوں نے فرمایا: آپ تو صوفی ہوگئے ہیں اور آپ نے یہ خالص صوفیانہ بات کی ہے۔ یہ الفاظ فرما کر وہ اٹھے اور ایک الماری سے نکال کر مجھے مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی کتاب ''التکشف'' عنایت فرمائی۔ وہ کتاب میں نے پڑھی۔ سچی بات یہ ہے کہ میں اس سے زیادہ متاثر نہیں ہوا۔ عین ممکن ہے میں وہ کتاب سمجھ نہ سکا ہوں۔ اصل تصوف میرے نزدیک وہی ہے جو خالص کتاب وسنت پر مبنی ہو اور صوفی وہ ہے جو کتاب وسنت کے احکام پر عامل ہو۔ مرحومین سے صوفی ولی محمد (فتوحی والا) مولانا صوفی محمد علی لکھوی، صوفی عبداللہ (ماموں کانجن) مولانا محی الدین لکھوی (ان کے حالات میں سے مستقل کتاب لکھی ہے جو ابھی شائع نہیں ہوئی)۔ صوفی نذیر احمد کاشمیری ان لوگوں کو باقاعدہ صوفی کہا جاتا تھا اور یہ واقعی صوفی یعنی بے حد صالح لوگ تھے۔ موجودہ علماء میں بھی بعض حضرات کو صوفی کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ مثلاً حضرت مولانا عبداللہ ویرووالوی مرحوم ومغفور کے دارالقرآن والحدیث کے کے مدرس صوفی گلفراز صاحب، جامعہ ابوبکر کراچی اور جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کے صوفی عائش محمد۔ اگر کسی کو صوفی کہنا اور اس کی صوفیت کی نسبت کرنا غلط ہوتا اپنے عالم وفاضل لوگ ہرگز صوفی کہلانا پسند نہ فرماتے۔ اسی طرح حضرت مولانا غلام رسول مرحوم ومغفور قلعوی قلعہ میہاں سنگھ والے بہت بڑے عالم اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ میں نے ان کے حالات میں'' تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی'' کے نام سے مستقل کتاب لکھی ہے۔ جس میں ان کی قبولیت دعا اور کرامات کے بہت سے واقعات تحریر کیے ہیں۔ غزنوی اور لکھوی علمائے کرام سے متعلق کے تذکار بھی اس فقیر نے لکھے ہیں اور مزید لکھ رہا ہوں۔ اس گوشہ فقیر سے جو قلمی کام ہوسکتا ہے اللہ کی مہربانی سے وہ کام کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ ''وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم''۔

مشفق، با اخلاق اور تصوف پسند انسان

اخلاق کی مٹھاس اور گفتار کی چاشنی کتابوں میں پڑھی اور لوگوں سے سنی تو ضرور تھی لیکن اس کا عملی مشاہدہ
ذہبی دوراں مولانا اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ کی مجلس میں حاضری سے نصیب ہوا۔

کتاب ''علمائے اہل حدیث کے ذوق تصوف'' کے سلسلے میں مولانا اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کی خدمت میں کئی بار حاضری دینے کا شرف حاصل ہوا مگر انہوں نے کبھی بھی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا بلکہ ہر ملاقات میں آپ کے اخلاق کو اچھے سے اچھا پایا۔ اتنی بڑی شخصیت، اتنا بڑا نام لیکن اتنا اچھا اخلاق میں نے زندگی میں نہیں دیکھا۔ سچ لکھا جائے تو اس حدیث مبارکہ کا مفہوم اب سمجھ میں آیا کہ ''تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جس کا اخلاق سب سے بہتر ہے''۔ مورخہ ۲۰۱۳-۸-۴، بمطابق ۲۵ رمضان المبارک بروز اتوار کو بعد نماز عصر کچھ دیر گفتگو ہوئی جس میں آپ نے ''صوفی اور تصوف'' کے بارے میں مختصر مگر جامع تاثرات ارشاد فرمائے یہ تاثرات اور گذشتہ تمام ملاقاتیں میں موبائیل میں ریکارڈ کرتا رہا کیونکہ ایسی علمی اور تحقیقی ہستیاں پھر نہیں ملتیں یہ علمی انسان اس قحط الرجال کے دور میں ایک سرمایہ ہیں۔ دوران گفتگو آپ کے بھتیجے بھی موجود تھے جو کہ آج کل پنجاب یونیورسٹی میں پڑھ رہے ہیں۔ گفتگو کا وہ ریکارڈ من وعن پیش خدمت ہے: آپ کی اس تمام گفتگو کو ریکارڈ کر کے بطور تبرک ویادگار محفوظ کرلیا گیا ہے۔ (سید فاروق محمدمی)

صوفی کون ہوتا ہے؟:۔ صوفی اللہ کے نیک بندوں کو کہتے ہیں۔ دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہوتے ہیں جو اگر اللہ کی قسم اٹھا لیں تو اللہ پاک ان کی قسم کی لاج رکھتے ہوئے وہ کام کر دیتے ہیں۔ تصوف ہی سے لفظ صوفی نکلا ہے، اگر تصوف غلط ہے تو صوفی کہلانا بھی غلط ہوتا۔ صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ ماموں کانجن والے صوفی تھے، اس کے علاوہ مولوی ولی محمد (فتوحی والا) بھی صوفی تھے، وہ اہل حدیث تھے اور مجاہدین کے ساتھی بھی تھے۔ اس نیک آدمی کا ایک واقعہ مشہور ہے کہ ان کا ایک ملنے والا یوم حشر کو نہیں مانتا تھا وہ اسے سمجھاتے رہتے مگر وہ نہ مانتا۔ ایک

دن وہ ان کے پاس آیا تو ظہر کی نماز کے بعد اسے کھانا کھلایا، پھر جب سونے لگے تو صوفی ولی محمد صاحب رحمہ اللہ نے اسے فرمایا کہ اپنا سر میرے سر کے ساتھ ملا کر سو جاؤ، جب وہ سو کر اٹھا تو معافی مانگنے لگا۔ یوم حشر پر ایمان لے آیا، یہ کیسے ہوا اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ بہر حال یہ پورا واقعہ میں نے اپنی کتاب ”گزر گئی گزران“ میں لکھا ہے۔ اسی طرح مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ بھی صوفی تھے، جب وہ بیعت ہونے کیلئے مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے نام پوچھا فرمایا: میرا نام محی الدین ہے۔ یہ سن کر مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ فرمانے لگے: میرا نام محمد اعظم تھا، حالانکہ اعظم تو اللہ کے نبی ہیں محمد ﷺ، لیکن جب یہ نام میرا رکھ دیا گیا تو میں نے عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے اپنا نام عبداللہ رکھ لیا۔ اسی طرح پتہ نہیں آپ بھی احیائے دین کرتے ہیں یا نہیں، لہٰذا آپ بھی اپنے نام کے ساتھ عبداللہ رکھ لیں تا کہ عاجزی ظاہر ہو۔ پھر انہوں نے اپنا پورا نام محی الدین عبدالرحمٰن رکھ لیا۔

صوفی کی آمد کا صوفی کو الہام:۔ یہ بھی بہت عجیب واقعہ ہے کہ جب آپ بیعت ہونے کیلئے مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے پاس جا رہے تھے تو مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کو پہلے ہی الہام ہو گیا۔ فوراً اپنے گھر والوں سے کہا کہ کوئی اللہ کا نیک بندہ آنے والا ہے، اچھے کھانے کا انتظام کرو، میں ان کو لینے جا رہا ہوں۔ یہ واقعہ بھی میں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔

صوفی اہل حدیث کا مدرسہ:۔ اس کے علاوہ فیصل آباد میں دار القرآن والحدیث کے نام سے مولانا عبداللہ رحمہ اللہ نے ایک بہت بڑا مدرسہ بنایا، جن کے شاگرد ہیں مولانا گلزار احمد۔ لیکن اپنے علاقے میں وہ صوفی گلزار احمد کے نام سے مشہور ہیں۔ اگر صوفی کہلانا ناجائز ہوتا تو ان کے استاد مولانا عبداللہ رحمہ اللہ انہیں صوفی نہ کہتے۔ تصوف اور صوفی ایک ہی لفظ ہے۔

نیپال میں لفظ صوفی کی اہمیت:۔ پچھلے دنوں مجھے نیپال سے ایک خط آیا، خط لکھنے والے ایک بہت بڑے ادارے کے مدرس ہیں، ان کے والد بھی مدرس تھے۔ انہوں نے لکھا کہ میں آپ کی کتابیں بہت عرصے سے پڑھ رہا ہوں۔ آپ سے ملاقات کی بہت خواہش ہے، لیکن ابھی تک آپ سے ملاقات نہیں ہو سکی، اب جو خط لکھ رہا ہوں اس میں مجھے ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ میں آپ کو کیسے مخاطب کروں۔ یہاں کے بعض احباب نے مجھے کہا کہ بھٹی صاحب سادہ، نیک اور صوفی آدمی ہیں۔ لہٰذا انہیں صوفی کے نام سے مؤدب ہو کر مخاطب کرو۔ چنانچہ انہوں نے مجھے صوفی کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ اگر تصوف غلط ہے تو صوفی کہنا بھی غلط ہوتا، اگر صوفی کہنا غلط ہوتا تو اتنے بڑے عالم دین مجھے صوفی کیوں کہتے۔

دینی مدارس کے بانی صوفی عبداللہ (رحمہ اللہ):۔ صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے دو مدرسے جاری کیے، ایک اوڈاں والا میں اور دوسرا ماموں کانجن میں جن میں بے شمار طالب علم پڑھتے ہیں۔ اب بھی تین سو طالب علم قرآن پاک حفظ کر رہے ہیں۔ وہاں کے امیر میرے پاس آتے ہیں جو کہ مکہ یونیورسٹی (جامعہ ام القریٰ) سے فاضل ہیں۔ (پاکستان کی مشہور درسگاہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد کا سنگ بنیاد بھی صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے ہی رکھا تھا)۔

کرامت اور استدراج میں فرق:۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”کرامات اہل حدیث“ میں علمائے اہل حدیث کی بہت سی کرامات بیان کی ہیں۔ کرامت بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں، ایک ہوتی ہے کرامت اور ایک ہوتا ہے استدراج، دونوں میں بہت فرق ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے، استدراج کافر اور ہندو سے بھی ہو سکتا ہے۔ مثلاً ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ فلاں شخص ہوا میں اڑ رہا ہے حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ اسی طرح کچھ جنات کے بھی اثرات ہوتے ہیں۔

چند کرامات کا تذکرہ:۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ (قلعہ میہاں سنگھ) کے بارے میں میں نے کئی واقعات لکھے ہیں کہ جنات ان کے تابع تھے۔ ایک دفعہ ان کے پاس ایک حجام آ کر کہنے لگا معلوم نہیں اتنے عرصے سے میرا بیٹا غائب ہے۔ آپ خاموش رہے، اس نے پھر یہی کہا، آپ پھر خاموش رہے، اس نے تیسری بار یہ بات کی تو اس سے فرمایا کہ تمہارا بیٹا گھر میں بیٹھا ہے۔ اسی طرح ایک دفعہ ایک نمبردار آ کر کہنے لگا حضرت میرا کنواں خراب ہو گیا ہے، میں غریب آدمی ہوں براہ کرم میرے ساتھ چلیں۔ آپ رحمہ اللہ کے جانے سے اس کا کنواں دوبارہ چل پڑا۔

اسی طرح حضرت کے مخالفین میں سے کسی نے ان کے پاس ایک شخص بھیجا، وہ شخص آکر حضرت کے سامنے بیٹھا رہا، عصر کی نماز پڑھنے کے بعد کہنے لگا مجھے اجازت دیں۔ میں نے واپس جانا ہے، آپ نے فرمایا ابھی بیٹھ جاؤ۔ وہ کہنے لگا سورج غروب ہونے کو ہے مجھے جانے ہی دیجئے، آپ نے فرمایا ٹھیک ہے چلے جاؤ اور وہ چند ہی لمحات میں واپس پہنچ گیا، یہ بھی ان کی کرامت تھی۔ کرامتیں اپنی جگہ ہوتی ہیں اور کچھ بزرگوں کے قابو میں جنات بھی ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک آدمی ان سے کہنے لگا میں نے جنات کو دیکھنا ہے، پھر کچھ دن بعد کہنے لگا کہ میں لاہور جا رہا ہوں، آپ نے فرمایا تمہیں راستے میں جنات ملیں گے، کہنے لگا نہیں حضور اب کوئی ضرورت نہیں مجھے یقین ہو گیا ہے یہ نہ ہو کہ میں ڈر جاؤں۔

اسی طرح لکھوی خاندان کی کرامات بھی مشہور ہیں، وہ سب واقعات میں نے اپنی کتابوں میں لکھے ہیں۔

آج کا دور مادیت کا دور ہے:۔ کچھ دور ایسے ہوتے ہیں جن میں نیکی کا غلبہ ہوتا ہے، آج کے دور میں نیکی کا غلبہ نہیں ہے۔ یہ مادیت کا دور ہے، پہلے جو لوگ تھے ان پر نیکی کا غلبہ رہتا تھا اور مادیت مغلوب رہتی تھی اللہ کی مدد ان کے ساتھ ہوتی تھی۔

مستجاب الدعوات صوفی:۔ ایک آدمی نیک ہے، بہت زیادہ وظیفہ پڑھتا رہتا ہے، اللہ اس کی دعائیں قبول کرتا ہے تو ہمیں اس میں کیا اعتراض ہے اور پھر شواہد بھی ملتے ہیں۔ مثلاً پچاس آدمی کہتے ہیں کہ میرے ساتھ یہ واقعہ ہوا، یہ واقعہ ہوا تو کیا اب سارے ہی جھوٹ بول رہے ہیں اور بول بھی صرف اسی ایک شخص کے بارے میں رہے ہیں، کسی اور کے بارے میں کیوں نہیں کہتے۔ صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کے پاس جب بھی کوئی شخص دعا کیلئے جاتا تو اسے یقین ہو جاتا تھا کہ دعا قبول ہو چکی ہے اور واقعی اللہ پاک ان کی دعا قبول فرماتے تھے۔

مجذوب کی دنیا:۔ نیک لوگوں کی اور ہی دنیا ہوتی ہے، کئی لوگ مجذوب کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ ہم کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ جو چیز ہم نہیں جانتے وہ دنیا میں نہیں ہے۔ بے شمار چیزیں ایسی ہیں جنہیں ہم نہیں جانتے کیا اب وہ ساری چیزیں اس دنیا میں نہیں ہیں۔ ایسے مجذوب لوگ یقیناً موجود ہیں، ان کا لوگوں کے ساتھ میل جول دوسروں سے مختلف ہوتا ہے۔ پہلے میں لوہاری میں رہتا تھا ہم لوگ روزانہ انارکلی جاتے تھے وہاں ہوٹل پر مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ بھی آجایا کرتے تھے اور بھی کافی لوگ آتے تھے۔ ایک لمبے تڑنگے آدمی کو ہم روزانہ دیکھتے تھے جو سفید لباس پہنے ہوئے ہوتا، اس کے پاس ایک گٹھڑی ہوتی تھی جسے وہ بغل میں رکھتا اور انارکلی کے چکر لگاتا رہتا۔ اکثر لوگوں کو دیکھ کر ان کے پیچھے بھاگتا مگر ان کے پاس جا کر رک جاتا، انہیں کچھ نہ کہتا نہ ہی کچھ بولتا۔ مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ نے بہت عجیب بات فرمائی۔ فرمایا: معلوم ہوتا ہے یہ کسی بس یا ریل میں سفر کر رہا تھا، دوران سفر اس کی گٹھڑی گم ہو گئی، اس کو دھچکا لگا اور اس لیے اب وہ لوگوں کے پاس جا کر دیکھتا ہے کہ کہیں چوری کرنے والا یہ تو نہیں۔ اسی طرح ایک اور آدمی تھا جس کے ہاتھ میں ایک روٹی کا ٹکڑا ہوتا تھا جسے وہ آسمان کی طرف کرتا تھا۔ ہمارے ساتھ ایک مولانا تھے وہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ مجذوب ہے۔

اس طرح کچھ مجذوب جنگلوں میں نکل جاتے ہیں لوگ ان پر اعتراض کرتے ہیں کہ وہ باجماعت نماز یا جمعہ نہیں پڑھتے۔ یہ اعتراض بھی ٹھیک ہے لیکن اصل میں وہ پاگل نہیں ہوتے، ایک روحانی اثر ہوتا ہے جو انہیں دنیا سے الگ تھلگ رکھتا ہے۔ ان کی سمجھ میں یہ دنیا غلط ہے، اس لیے وہ کسی ایسی جگہ رہتے ہیں جہاں دنیا کے آثار نہ ہوں اور وہ ہر وقت اللہ کی یاد میں مستغرق رہیں۔ وہ مادیت سے الگ ہونا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جنگل میں اپنی ایک الگ دنیا بسائیں جہاں ان کے اور اللہ کی یاد کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو۔ ویسے بھی اگر ایک شخص جنگل میں ہے تو وہ سفر کی حالت میں ہوتا ہے اس پر جمعہ فرض نہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص مقروض ہونے کیوجہ سے جنگل میں نکل جائے تو وہ غلط ہے، اسے حالات کا مقابلہ کرنا چاہیے نہ کہ یوں فرار ہونا چاہیے۔ اللہ ہمیں نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ اگر ہم اس مقام پر نہیں پہنچے تو کم از کم اس کی مخالفت بھی نہیں کرنی چاہیے۔ (**ملاقات**: سید فاروق احمد رضوی صاحب)

کرامات کے غیر مطبوعہ خطوط

کتاب علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف کے سلسلے میں حضرت مولانا اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ سے ملاقات ہوئی، آپ نے چیدہ چیدہ مقامات سے کتاب کا مسودہ ملاحظہ فرمایا اور تحسین فرماتے ہوئے اسلاف کے شفاف اور پاکیزہ تصوف، بیعت لینے والے حضرات میں سے معروف لوگوں کا تذکرہ بھی کیا، آپ نے اپنی بیعت اصلاح جو کہ سید محمد شریف گھڑیالوی رحمہ اللہ سے تھی اس کا ذکر بھی فرمایا۔ اسکے ساتھ آپ نے علمائے اہل حدیث کے باکمال ولی اور عارف باللہ صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ کی ان کرامات کا بھی ذکر فرمایا جو آپ کو اپنی معروف سوانح صوفی محمد عبداللہ شائع کرنے کے بعد خطوط کی شکل میں موصول ہوئے، آپ اس بات کے بڑے مشتاق ہیں کہ اگلے جدید ایڈیشن میں ان کرامات کو ذکر کریں۔ آپ کے برادر محترم سعید بھٹی صاحب نے وہ غیر مطبوعہ خطوط مولانا اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ کی موجودگی میں ہمیں لاکر دیئے عکس لینے کے بعد وہ انھیں واپس کردیے گئے۔ قارئین کی دلچسپی کے لیے کتاب ''علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف'' کا حصہ بنائے جارہے ہیں۔ آپ کی اس تمام گفتگو کو بطور تبرک و یادگار کے محفوظ کرلیا گیا ہے۔

(از طرف میاں غضنفر اللہ وٹو، فاروق ٹاؤن فیصل آباد)

اہل اللہ کی سوانح نگاری کا ذوق:۔ بخدمت اقدس بابائے تاریخ و ادب جناب مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ: نہایت آداب و سلام کے بعد عرض ہے کہ دل چاہتا ہے کہ آپ کی زیارت کیلئے حاضر ہوتا مگر ابھی کچھ دیر ہے یکم مئی 2006ء کو میں رحمانیہ دارالکتب امین پور بازار فیصل آباد مولانا محمد رمضان سلفی حفظہ اللہ کے پاس حاضر ہوا تو حسب عادت پوچھا جناب بھٹی صاحب کی کوئی نئی کتاب آئی ہے ...... انہوں نے آپ کی کتاب بنام سوانح صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ دکھائی میں نے خرید لی، پڑھنے سے پہلے ہی مجھے یقین تھا کہ بابائے تاریخ اہل حدیث جس شخصیت پر لکھتے ہیں ان کے متعلقات تمام شخصیات کا بھی تعارف کرواتے ہیں جس کا تعلق کسی بھی طریقہ سے اس شخصیت سے رہا ہو۔ کتاب پڑھنے پر میرا یقین اب عین الیقین ہو چکا تھا، دل بے قرار رہا کہ لاہور جانے کیلئے اگر وقت نہیں ملتا تو چند حروف آپ کی خدمت عالیہ میں پیش کروں یہ کتاب بھی آپ کی پہلی تصانیف کی طرح اپنی مثال آپ ہے بالخصوص اس میں حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کے علاوہ جماعت مجاہدین کا تعارف کروایا گیا ہے۔ مولانا فضل الٰہی وزیرآبادی رحمہ اللہ کا نام تو سنا تھا مگر پڑھا آپ کی اس کتب میں ہے۔ اس دور کے کتنے ہی اساتذہ کرام و تلامذہ عظام کے حالات مختصر اور جامع بیان کیے گئے ہیں۔ اسلاف کے حالات ان کے اخلاف تک پہنچانا ویسے تو ہر صاحب علم کی ذمہ داری ہے مگر جسے اللہ توفیق دے اس کا سہرا نہ صرف جماعت اہل حدیث میں سے بلکہ عالم اسلام میں سے آپ ہی کی سر ہے۔ اس طرح کسی نے بھی اپنے اکابر کو تحریر میں اخلاف کیلئے محفوظ نہیں کیا جس طرح کہ آپ کو اللہ نے توفیق نصیب فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی صحت، علم و عمل میں برکات نازل فرمائے اور اس سرمایہ چشمہ علم و ادب سے ہمیں مستفیض ہونے کی توفیق نصیب فرمائے۔ ویسے تو بندہ آپ کی تحریر اور تعارف سے 1978ء میں آشنا ہوا تھا جب میں جامعہ سلفیہ میں چوتھی کلاس میں پڑھتا تھا اس وقت میں نے اپنے گاؤں میں ماموں جی کے پاس اردو قومی ڈائجسٹ دیکھا جس میں مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے حالات بیان تھے اور غزنوی خاندان کا جب ذکر آیا ہمارے آبائی مربی امام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے ذکر کے ساتھ ہمارے گاؤں فیروز وٹواں اور وٹو برادری کا ذکر پڑھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی اس کے بعد الاعتصام میں کبھی کبھی آپ کا مضمون پڑھنے کو مل جاتا۔ تاہم زیارت کی تمنا ابھی باقی تھی۔

میرے شیخ کے حالات میری خوشی کا سبب:۔ جب میں نے 2000ء میں آپ کی کتاب ''بزم ارجمنداں'' پڑھی جس میں مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد صدیق لائلپوری رحمہ اللہ جو میرے شیخ ہیں۔ مولانا امرتسری رحمہ اللہ، حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ اور دیگر

شیوخ اسلام کو میں نے حرفاً حرفاً پڑھا۔ اپنے اکابرین کی خدمات اسلام پڑھ کر ایمان کو تازگی نصیب ہوئی۔ اس کے فوراً بعد ہی آپ کی کتاب ’’نقوش عظمت رفتہ‘‘ مل گئی وہ اس سے بھی بڑھ کر تھی پھر تو بندہ مجبور ہو گیا کہ ایسے محسن جماعت اہل حدیث کی زیارت ضرور کی جائے۔

راویان کرامات سے شناسائی:۔ جنوری 2000ء کو بندہ نے آپ کی اقامت گاہ پر زیارت کا شرف حاصل کیا۔ اس کے بعد فون پر کبھی دل اداس ہوتا تو سلام عرض کرتا رہا ہوں جس کو آپ انتہائی شفقت سے قبول فرما لیتے ہیں یہ آپ کی شفقت ہے۔ اس کے بعد بندہ دوبارہ زیارت کیلئے 29 دسمبر 2005ء کو صبح 9 بجے حاضر ہوا تھا، رات جامع قدس میں مولانا مفتی عبداللہ عفیف حفظہ اللہ تعالیٰ کے پاس ٹھہرا تھا۔ بات تو عرض کر رہا تھا کہ آپ سے کب متعارف ہوا بات طول پکڑ گئی۔ عریضہ پیش کر رہا تھا کتاب پڑھ کر بچوں بچیوں کو حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کی کرامات سنائیں جو آپ نے نوراں کی بات سے شروع کر کے مولانا عفیف حفظہ اللہ تعالیٰ کے والد کے دعائے صحت پر 59 کرامات درج کی ہیں۔ ان میں بہت سے واقعات کے راوی ہمارے دوست محمد اشرف جاوید صاحب ہیں اور محمد رمضان سلفی صاحب ہیں۔

ایک نہایت مستند کرامت کی تصدیق:۔ اس میں کسی قسم کا شک نہیں کہ صوفی صاحب بھی مستجاب الدعوات تھے ایک کرامت بھی میرے پاس امانت ہے چاہتا ہوں کہ آپ کی خدمت عالیہ میں پیش کروں۔ 1982ء میں بندہ فاضل عربی کا امتحان دینا چاہتا تھا 81ء میں جامعہ سلفیہ سے فارغ ہو چکا تھا تاہم نصاب فاضل عربی کی کتب کے حصول اور اساتذہ سے رہنمائی کیلئے دارالعلوم رحمانیہ فاروق آباد (شیخوپورہ) کچھ دیر قیام کیا وہاں ایک استاذ محترم محمد صدیق ارچند والے ہمیں حماسہ اور موطا امام مالک رحمہ اللہ پڑھاتے تھے۔ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کا ذکر شروع ہوا تو مولانا موصوف نے ایک واقعہ بطور کرامت بیان کیا اور جس کے ساتھ یہ واقعہ گزرا تھا ان کا نام حکیم نور محمد ڈی ٹائپ کالونی فیصل آباد ہے کہ بندہ جب 1988ء میں فیصل آباد آیا حکیم صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کا اشارہ دیا اور ساتھ عرض کی کہ میں آپ کی زبان سے سننا چاہتا ہوں۔ تو حکیم صاحب نے فرمایا میں آپ کو پوری کرامت تفصیل سے بیان کرتا ہوں۔

کرامت بیان کرنے سے پہلے حکیم صاحب کا مختصر تعارف یہ ہے کہ ڈی ٹائپ فیصل آباد کے رہنے والے یہ حکیم صاحب کسی دوسرے مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور اسی کرامت کی وجہ سے اہل حدیث ہوئے اپنی بیٹیاں اہل حدیثوں کے گھر بیاہیں۔ ان کی ایک بیٹی حافظ محمد سلیمان (مدرس کلیہ دارالقرآن والحدیث) کے گھر ہے ایک بیٹی قاری محمد عارف امام مرکزی جامع مسجد اہل حدیث امین پور بازار کی اہلیہ ہیں۔ ان کے ایک نواسے جو کہ ایک اور بیٹی سے ہیں عالم دین ہیں ان کا نام محمد اویس قرنی ہے اور سرگودھا کی اہل حدیث مسجد میں خطیب ہیں۔ حکیم نور محمد رحمہ اللہ نے تمام زندگی سنت نبوی ﷺ کے مطابق گزاری آخری ایام میں وہ اپنا بیشتر مستقل مسجد محمد اہل حدیث کوارٹر منڈی فیصل آباد میں لے گئے اور وہیں عشاء کی نماز کے بعد 17 اگست 1992ء بروز جمعرات مالک اجل کو لبیک کہہ گئے۔

18 اگست 1992ء جمعۃ المبارک کی نماز کے بعد ان کی نماز جنازہ ان کے داماد حافظ محمد سلیمان صاحب حفظہ اللہ نے پڑھائی۔

حکیم صاحب نے جو کرامت ہم سے بیان کی اور کہنے لگے میں ایک بزرگ کا بہت ہی زیادہ معتقد تھا۔ جب وہ فوت ہوئے تو میں جنازہ پر گیا بعد از تدفین واپس آیا تو صدمہ کی وجہ سے دل میں درد ہونے لگا آہستہ آہستہ یہ مرض بڑھتا گیا یہاں تک کہ ایک سال گزر گیا بہت علاج کیئے، اوروں سے کروائے مگر بے سود۔ ایک سال کے بعد درد ناقابل برداشت ہونے لگا کسی نے بتایا کہ اس کا علاج اوڈاں والا میں ایک بزرگ صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ ہیں وہ کر سکتے ہیں۔ 10 مئی 1963ء بروز جمعۃ المبارک کو جب میں اوڈاں والا پہنچا تو خطبہ جمعہ ہو رہا تھا مولانا عبدالعزیز راشد فیصل آبادی اس وقت وہاں طالب علم تھے وہ جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ بعد از نماز جمعہ حضرت صوفی صاحب ایک چھپر کے نیچے چارپائی پر بیٹھے تھے اور لوگ موجود تھے کوئی آتا السلام علیکم کہتا اور بیٹھ جاتا یا چلا جاتا۔ میں بھی قریب ہوا اسلام عرض کیا اٹھ کر مجھ سے ہاتھ ملایا۔ نہ میں نے کچھ بتایا نہ ہی انہوں نے پوچھا، ہاتھ ملاتے ہی مجھے اپنے سینے سے لگا گیا اور دایاں ہاتھ میری کمر پر رکھا کچھ دیر پڑھتے رہے مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے دل کے درد پر کافور رکھ دیا گیا ہے، مکمل سکون نصیب ہو گیا۔ اس کے بعد خود چارپائی پر بیٹھ گئے

اور مجھے ساتھ والی چارپائی پر بیٹھنے کا فرمایا۔ مجھے بھوک لگی تھی اور پیاس بھی شدت کی مجھے پوچھے اور بتائے بغیر ایک آدمی کو کھانا لانے کا کہا جب میں کھانا کھا چکا اب میں بالکل صحت یاب تھا۔ میں نے چاہا کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کو اپنا تمام معاملہ تو پیش کروں جب میں نے کچھ کہنا چاہا تو فرمانے لگے یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔ میں خاموش ہوگیا اپنا نام اور پتہ بتایا اور دوبارہ آنے کا وعدہ کیا واپسی کی اجازت چاہی تو فرمایا نماز سنت کے مطابق پڑھا کریں۔ گھر آکر میں نے تمام اہل خانہ کو بتایا کہ آج کے بعد ہم اہل حدیث مکتبہ فکر کے مطابق نماز اور تمام زندگی گزاریں گے اور اب تک بحمد اللہ ہم قرآن وسنت کے مطابق ہی زندگی گزارنے کی کوشش کررہے ہیں۔ اس کے بعد **حضرت صوفی** صاحب رحمہ اللہ کے پاس کئی دفعہ حاضر ہوا صوفی صاحب بھی کئی بار ہمارے ہاں تشریف لاتے اور ہمیں خدمت کا موقع ملتا رہا۔

میلے کپڑے شفایابی کا ذریعہ (کرامت):۔ یہ بات حکیم صاحب نے ہم سے بیان کی اس کے بعد ہمیں چائے پلائی اور فرمایا میرے پاس دو باتیں اور بھی ہیں اگر آپ شوق رکھتے ہوں تو بیان کروں ہم نے کہا جی ضرور۔ فرمایا: جب صوفی صاحب بیمار ہوئے تو سول ہسپتال میں داخل تھے مجھے معلوم ہوا خیریت معلوم کرنے کیلئے حاضر ہوا ہسپتال میں رہتے ان کو چند ہوگئے تھے۔ کھدر کے سفید کپڑے پہن رکھے تھے جو کافی میلے تھے، میں سائیکل پر گھر آیا، اپنے دھلے کپڑے لے گیا۔ عرض کی: حضرت یہ کپڑے بدل لیں تاکہ ان کپڑوں کو دھویا جائے۔ پہلے تو نہ مانے میرے اصرار پر کپڑے تبدیل کیے، دھونے والے کپڑے میں گھر لایا ان کو سوڈا وغیرہ میں ڈال دیا گیا یعنی بھگو دیا اسی رات میری بیوی کے پیٹ میں شدید درد ہوا کوئی دوائی اثر نہ کرتی تھی اس نے مجھے بتائے بغیر صوفی صاحب کے بھگوئے کپڑوں کے پانی سے ایک چلو پانی پی لیا اللہ نے شفاء دی۔ بعد میں میری اہلیہ نے بتایا کہ اس طرح میں نے صوفی صاحب کے کپڑوں کی میل والا پانی پیا ہے۔ دوسرے دن میں کپڑے لے کر حاضر ہوا یہ ہمارا واقعہ بتایا تو آپ رحمہ اللہ نے ناراضگی کا اظہار کیا اور ساتھ کہا اللہ اس کو معاف کرے۔

استعمال شدہ کپڑے کی برکات (کرامت):۔ ایک دفعہ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ ہمارے گھر آئے کھانا وغیرہ کھایا بعد میں وضو کیا میرے صافے (سر کا کپڑا) کے ساتھ صوفی صاحب نے ہاتھ منہ صاف کیا اور میں نے یہ کپڑا بغیر دھوئے اپنے مطب میں رکھا جب کوئی مریض دردسر کی شکایت کرتا تو یہ کپڑا میں اس کے سر پر رکھ دیتا اللہ اسے شفاء نصیب فرماتا۔ بہت دیر تک یہ نسخہ میں استعمال کرتا رہا آخر کسی نے گھر میں مجھے بتائے بغیر یہ کپڑا دھو دیا۔

اشاعت کرامات کا اشتہار اور تین کرامات کا اظہار:۔ یہ تین کرامات حکیم صاحب نے بیان کیں مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کا اشتہار الاعتصام میں نہ پڑھا ورنہ یہ پہلی فرصت میں بھیجتا اور پہلے ایڈیشن میں چھپ جاتیں۔ اس کے علاوہ ایک سال قبل بندہ کو آپ نے فرمایا تھا کہ اپنا تعارف تفصیل سے لکھ کر بھیجیں بندہ اس قابل نہ تھا۔ مگر آپ کی شفقت اور نظر کرم کی بنیاد پر چند الفاظ لکھے ہیں بندہ قلم کاریوں کی لطافت ونزاکت سے نہ آشنا ہے امید ہے کہ آپ امام القلم ہونے کے ناطے برداشت کرلیں گے کیوں کہ بڑے لوگوں کا ظرف قوت برداشت بڑا ہوتا۔ (آپ کا خادم: میاں غضنفر اللہ وٹو، گلی نمبر 2 فاروق ٹاؤن (فیصل آباد)

☆☆☆☆☆

تاثیر نگاہ ولی......جو فرمایا وہ ہوگیا

(از: خوشی محمد غازی، ریٹائرڈ سیکرٹری مارکیٹ کمیٹی پنجاب)

واجب الاحترام مولانا اسحاق بھٹی صاحب! السلام علیکم! میں ملازمت کی تلاش میں تھا۔ میں جناب **صوفی محمد عبداللہ** صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ صاحب موصوف ماموں کانجن تشریف فرماتے تھے۔ میں وہاں حاضر خدمت ہوا نہایت پیار وشفقت سے ملے، میں نے ملازمت کیلئے دعا کی درخواست کی۔ کافی دیر دعا فرماتے رہے اور فرمایا کہ اللہ پاک پنشن والی ملازمت دے دے۔ لیکن جو مجھے ملازمت ملی اس محکمہ میں پنشن نہیں تھی۔ میں سوچتا کہ ولی اللہ نے دعا فرمائی ہے لیکن یہ ملازمت پنشن والی نہیں ہے۔ لیکن کچھ دن بعد حکومت نے میرے

محکمے مارکیٹ کمیٹیز پنجاب کی پنشن منظور کر دی۔ اس طرح اس ولی کامل کی دعا جو صرف میرے لیے تھی اس دعا کی وجہ سے محکمہ کے دیگر ملازمین کو تا قیامت فائدہ پہنچتا رہے گا۔ اسے کہتے ہیں تاثیر نگاہ ولی۔

اس کے علاوہ میرے گاؤں میں دو اصحاب کے صرف بیٹیاں ہی تھیں ولی کامل کی دعا سے انکے ہاں کئی بیٹے پیدا ہوئے جو کہ اب خود صاحب اولاد ہیں۔ میرے گاؤں میں ہی ایک صاحب کیلئے دعا کی تو اللہ پاک نے انہیں کروڑ پتی بنا دیا ہے۔ اسکے علاوہ بہت سی کرامات سنی ہیں لیکن میں نے صرف چشم دید ہی لکھی ہیں۔

کیفیت حضوری قبولیت کی وجہ:۔ جناب بھٹی صاحب! میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چارہا ہوں کہ جب صوفی صاحب رحمہ اللہ میرے لئے ملازمت کی دعاء فرما چکے تو اس کے کچھ دیر بعد میں نے ایک اور عرض کی تھی، تو صوفی صاحب رحمہ اللہ فرمانے لگے آپ پہلے ہی بتا دیتے کیونکہ اس وقت میں اللہ رب العزت کے دربار میں حاضر ہوا تھا۔

جناب عالی! میں جوان سے بوڑھا ہو گیا ہوں لیکن مجھے آج تک ایسی اللہ کی بارگاہ میں حاضری والی ہستی نہیں ملی۔ آپ حکم فرمائیں کہ میں آپ کے پاس کب حاضر ہوں یا آپ رہنمائی فرما دیں کہ میں کس کے پاس حاضر ہوں بہت شکریہ۔ میرے ایڈریس پر آپ بیرنگ خط ہی لکھ دیں تا حیات مشکور رہوں گا۔ بہت بہت شکریہ! (حاجی خوشی محمد غازی، ریٹائرڈ سیکرٹری مارکیٹ کمیٹی پنجاب، چک نمبر 18، ڈاکخانہ خاص تحصیل چونیاں ضلع قصور براستہ کوٹ رادھا کشن)

☆☆☆☆☆

باکمال ولی کی چند کرامات

(از: قاری حفیظ الرحمٰن سندھو
جامعہ تعلیم الاسلام، ماموں کانجن کے حوالے سے)

دم سے ناکارہ بازو کا شفاء پا جانا (کرامت):۔ ا۔ حمید فلور ملز ملتان کے مالک کی بیٹی کا ایک بازو کسی وجہ سے ناکارہ ہو گیا تھا، مشہور تھا کہ یہ جنات کی وجہ سے ہے۔ اس کے والد کی درخواست پر صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اسے مسلسل دو دن دم کیا، اس کا ناکارہ بازو حرکت کرنے لگا اور کارآمد ہو گیا۔ حمید فلور ملز کے مالک ہمیشہ جامعہ تعلیم الاسلام کی مالی امداد کرتے رہے۔ (راوی قاری حفیظ الرحمٰن ملتانی)

تعویذ میں برکت...... ولی کا دعا کا نتیجہ (کرامت):۔ ۲۔ محترم جناب قاری محمد ایوب فیروز پوری رحمہ اللہ کے ایک بھائی مولوی محمد حسین تھے وہ مولانا محمد حنیف مہاجر مکی کے گہرے دوست تھے۔ مولانا محمد حنیف پہلے ان کو لے کر صوفی صاحب رحمہ اللہ کے پاس (مولانا محمد اسحاق ملتانی کے مکان کے پر) گئے اور عرض کیا کہ ان کے لیے دعا کریں اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کیلئے باعث شفاء بنا دے..... صوفی صاحب رحمہ اللہ نے دعا کی اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی مخلوق کیلئے شفاء کا ذریعہ بنا دیا۔ ان کے دم اور تعویذ میں تاثیر پیدا ہو گئی۔ (راوی قاری حفیظ الرحمٰن ملتانی)

چور کا انکشاف آپکی سچی کرامت:۔ ۳۔ مارچ 1972ء میں مولانا محمد اسحاق ملتانی کے والد گرامی مہر دین نے وفات پائی۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ تعزیت کیلئے ملتان گئے، حاجی غلام قادر ہزاروی بھی ساتھ تھے۔ مولانا موصوف کے محلے کے ایک گھر میں چوری ہو گئی، جن کی چوری ہوئی تھی انہوں نے ایف آئی آر میں حاجی غلام قادر کا نام درج کرا دیا تھا۔ جب یہ بات صوفی صاحب رحمہ اللہ کے علم میں آئی تو انہوں نے فرمایا! ہم یہیں ٹھہریں گے چور آج رات دوبارہ آئے گا۔ انکے اس انکشاف پر گھر کا مالک پستول سرہانے رکھ کر سو گیا۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے دعا کی کہ یا اللہ چور کو ظاہر کر دے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے قول کے مطابق دوسری رات پھر چور آیا تو مالک بیدار ہو گیا اور اس نے چور پر پستول تان لیا۔ اب مالک اور چور گتھم گتھا ہو گئے اس دوران چور بھاگنے لگا تو مالک نے اس کے ہاتھ کے انگوٹھے پر

دانتوں سے کاٹ لیا اور وہ کسی طرح جان چھڑا کر بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔

اگلی صبح جب اس چور کے متعلق باتیں شروع ہوئیں اور اس کو جس کا انگوٹھا کاٹ لیا گیا تھا تلاش کرنا شروع کر دیا تو وہ محلے ہی کا ایک لڑکا نکلا۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی دعا قبول ہوئی اور اللہ کریم نے چور کو ظاہر کر دیا۔

پریشانی میں ولی کی رہنمائی (کرامت):۔ ۴۔ مولانا محمد اسحاق ملتانی رحمہ اللہ 1952ء میں اوکاڑہ سے ترک سکونت کر کے ملتان چلے گئے تھے، جس مکان کو خریدنے کیلئے انہوں نے بیعانہ مالک مکان کو دیا تھا وہ لیت ولعل سے کام لے رہا تھا اور مسلسل پریشانی کا باعث بنا ہوا تھا۔ اس طرح کئی روز گزر گئے کسی طرح یہ بات صوفی صاحب رحمہ اللہ کے علم میں آئی تو انہوں نے دعا فرمائی اور مولانا محمد اسحاق صاحب سے کہا کہ وہ اس شخص کے پاس جائیں تو سارے معاملات طے ہوں جائیں گے اور رکاوٹیں دور ہو جائیں گی، اللہ تعالیٰ مہربانی کرے گا۔

چنانچہ وہ علی الصبح اس شخص کے پاس جا رہے تھے اور وہ شخص ان کی طرف آ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ وہ ان کا رات سے انتظار کر رہا ہے آؤ اور مکان کا انتقال کروالو۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی دعا قبول ہوئی اور مولانا محمد اسحاق رحمہ اللہ کا مسئلہ حل ہو گیا۔

ولی کامل کے مقام کی غیبی رہنمائی:۔ ۵۔ مولانا محمد اسحٰق ملتانی، مولانا عبداللہ محدث لائل پوری رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ اوکاڑہ سے ملتان گئے اور مولانا کے مطب پر پہنچے، وہ اپنے استاد محترم کی اچانک آمد پر نہایت خوش ہوئے اور حیران بھی مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے پاس سونا بنانے کا نسخہ ہے۔ آپ ان کے پاس جائیں اور نسخہ دریافت کریں وہ آپ کو ضرور بتا دیں گے۔ استاد محترم کا حکم ملتے ہی شاگرد مکرم نے اوڈاں والا کیلئے رخت سفر باندھا۔ روانگی سے قبل مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے انہیں ہدایت کی کہ پہنچ کر یہ وظیفہ (کوئی وظیفہ بتایا تھا) پڑھنا شروع کر دیں۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ آپ سے خود دریافت کریں گے تو پھر آمد کا مقصد بتا دیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، صوفی صاحب رحمہ اللہ نے خود پوچھا، اسحاق کی گل اے (اسحاق کیا بات ہے؟) ان کے استفسار پر انہوں نے ساری بات کہہ دی۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا! لوگ میرے بارے میں یہی تاثر رکھتے ہیں لیکن یہ بات غلط ہے، جو سونا میرے پاس تھا وہ وہی اذکار و ظائف ہیں جو میں نے تم کو بتا دیئے ہیں وہی میرا سونا ہے۔

ان کا یہ جواب سن کر وہ واپس چلے گئے اور یہ جواب مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کے گوش گزار کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ پھر جائیں۔

مولانا محمد اسحاق نے فرمایا کہ مجھے استخارہ کرنے کی مہلت دی جائے بعد میں چلا جاؤں گا۔ مولانا کے کہنے سے انہوں نے استخارہ کیا اور سوتے میں دیکھا کہ شیشے کا ایک مضبوط، خوبصورت اور عالی شان کمرہ ہے اس کے اندر نہایت خوبصورت روشنی ہے اس میں ایک تخت نما کرسی پر صوفی صاحب رحمہ اللہ تشریف فرما ہیں اور ذکر الٰہی میں مشغول ہیں اور ارد گرد سونے کے ڈھیر پڑے ہیں۔

صبح ہوئی تو رات کو جو کچھ شاگرد نے خواب میں دیکھا تھا استاد محترم کو بتایا تو انہوں نے فرمایا! بس کرو! اب ان کے پاس اس مقصد کیلئے نہ جاؤ، اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کا مقام و مرتبہ دکھا دیا ہے۔

صرف ایک دعا نے زندگی پلٹ دی......!:۔ ۶۔ قیام پاکستان کے بعد حکومت نے جماعت مجاہدین کو مجاہد آباد (لودھراں) میں جو زمین الاٹ کی تھی اس کے انتقال کیلئے صوفی صاحب رحمہ اللہ ملتان متعلقہ افسر کے پاس گئے انہیں بتایا گیا تھا کہ افسر بڑا رشوت خور ہے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ رات کو مولانا محمد اسحاق ملتانی کے مکان میں ٹھہرے اور رات کو دیر تک دعا میں مصروف رہے۔ صبح ہوئی تو وہ مولانا محمد اسحاق کو لے کر متعلقہ افسر کے دفتر کی طرف روانہ ہوئے وہ اپنے دفتر سے باہر نہایت پریشان تھا۔ علیک سلیک کے بعد اس نے بتایا کہ وہ بابا جی کا شدت سے انتظار کر رہا تھا آیئے تشریف رکھیے۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے بیٹھتے ہی شلوکے کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور افسر سے کہنے لگے یہ مجھ سے بھی لے لو، جو تم لوگوں سے لیتے ہو۔ یہ کہتے ہوئے صوفی صاحب رحمہ اللہ نے روپے نکالے خدا را نہ نکالیے، نہ نکالیے، میں جل مروں گا۔ نہ نکالیے، وہ بار بار یہی کلمات دہرا رہا تھا،

اس کی استدعا پر صوفی صاحب رحمہ اللہ نے جیب سے ہاتھ نکال لیا۔ افسر مذکور نے فوری طور پر ان کا کام مکمل کر دیا۔

طویل مدت کے بعد مولانا محمد اسحٰق ملتانی کا پاک گیٹ (ملتان) کے قریب اس افسر سے سر راہ ٹاکرا ہو گیا۔ مولانا نے اپنا تعارف کرایا اور دریافت کیا کہ اس روز کیا بات تھی آپ بار بار کہہ رہے تھے نہ نکالیے میں جل مروں گا۔

اس نے کہا آپ نے مجھے کون سی بات یاد کرا دی ہے۔ خدارا آپ اس کے بارے میں مجھ سے مت پوچھیں، اس کا علم صرف مجھے یا میرے خدا کو ہے کہ اس دن اگر میں بابا جی سے روپے لے لیتا تو جل کر خاک ہو جاتا اب بھی کبھی وہ منظر یاد آ جاتا ہے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

پے در پے چار بیٹوں کا حصول (کرامت): ۔ ۷۔ حافظ عبدالرزاق (فاضل جامعہ تعلیم الاسلام، ماموں کانجن) اپنے والد محترم حافظ محمد اسماعیل کے حوالے سے بیان کرتے ہیں حافظ محمد اسماعیل مدرسہ تعلیم الاسلام، اوڈاں والا میں زیر تعلیم رہے تھے، آج کل وہ جامعہ مسجد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نواں شہر شورکوٹ میں خطیب ہیں، ان کے ایک بھائی احمد بخش (ساکن موضع بڈھو آنہ، ضلع جھنگ ہیں) احمد بخش کے نرینہ اولاد نہ تھی پانچ بیٹیاں تھیں۔ وہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت مس حاضر ہوئے اور نرینہ اولاد کیلئے دعا کی درخواست کی۔ انہوں نے حسب عادت دعا فرمائی تو اللہ کریم نے احمد بخش کو پے در پے چار بیٹے عطا کیے۔

پریشانی میں فراوانی کے غیبی اسباب (کرامت): ۔ ۸۔ میرے نانا رانا محمد اسلم خاں بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ بیل گاڑی سے جامعہ تعلیم الاسلام کیلئے گندم چھوڑنے گئے، صوفی صاحب رحمہ اللہ آرام فرما رہے تھے اور کہہ رہے تھے یا اللہ! اساتذہ کو وظائف بھی دینے ہیں طلباء کے لئے کتابیں بھی خریدنی ہیں اور اکل و شرب کا بندوبست بھی کرنا ہے وغیرہ...... یا اللہ! اپنے کسی بندے کو بھیج دے۔

وہ بتاتے ہیں کہ وہ ابھی وہیں تھے کہ ایک آدمی آیا اور مدرسے کیلئے بیس ہزار روپے نقد دے گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک عورت زیورات کی ایک پوٹلی صوفی صاحب رحمہ اللہ کے حوالے کر گئی۔ اسی وقت صوفی صاحب رحمہ اللہ نے مولوی عبدالرب صاحب کو کتابیں خریدنے کیلئے رقم دے کر ملتان بھیج دیا۔ (قاری حفیظ الرحمٰن سندھو، جامعہ تعلیم الاسلام: ماموں کانجن)

☆☆☆☆☆

صوفی صاحب رحمہ اللہ کی بائیس کرامات

(از: حکیم رانا مدثر محمد خاں، 485 گ ب سمندری: فیصل آباد)

صوفی صاحب کے خصوصی معالج کی شہادت: ۔ حکیم نور الٰہی صاحب 1932ء میں چک نمبر 491 گ ب جنڈاں والا تحصیل سمندری ضلع لائل پور میں پیدا ہوئے۔ قریبی گاؤں چک نمبر 496 گ ب کے سکول میں لوئر مڈل تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد مارچ 1944ء میں مدرسہ تعلیم الاسلام اوڈاں والا میں داخل ہوئے۔ 1951ء میں سند فراغ حاصل کی اور 1952ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کر کے طبیہ کالج لاہور میں داخل ہوئے۔ اساتذہ کی جماعت میں مولانا محمد صادق خلیل رحمہ اللہ، مولانا محمد ابراہیم رحمہ اللہ، مولانا خدا بخش رحمہ اللہ، مولانا محمد اسحاق چیمہ رحمہ اللہ، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ، مولانا محمد یعقوب ملہوی رحمہ اللہ، پیر محمد یعقوب قریشی رحمہ اللہ، حکیم مولوی حافظ جلیل احمد انصاری رحمہ اللہ، حکیم فضل الٰہی مرحوم، حکیم فقیر محمد رحمہ اللہ، حکیم عطاء اللہ (علیگ) سوہدروی رحمہ اللہ اور ڈاکٹر محمد شریف رحمہ اللہ شامل ہیں۔ 1955ء میں کالج سے حکیم حاذق کی سند حاصل کی اور 1956ء سے تادم تحریر منڈی ماموں کانجن میں طبابت کرتے ہیں۔ طبیہ کالج میں حصول علم کے دوران مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ سے بھی اکثر ملاقات رہتی تھی۔ حکیم صاحب کی خدمات کا ایک پہلو یہ ہے کہ وہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے خصوصی معالج رہے۔

قبولیت دعا کا غیبی اشارہ:۔ حکیم صاحب نے بتایا کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ گھنٹہ گھنٹہ دعا کرتے رہتے تھے دعا کرانے والے اور آمین کہنے والے تھک جاتے تھے لیکن کیا مجال کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے ہاتھ نیچے آئیں جب ان کو یقین ہو جاتا کہ دعا قبول ہو گئی ہے تو پھر دعا ختم کرتے تھے انہوں نے مزید بتایا کہ جب صوفی صاحب رحمہ اللہ ایک خاص انداز سے یا اللہ اللہ اللہ...... بار بار پکارتے تو سمجھ جاتا کہ دعا قبول ہو رہی ہے۔

حصول کشف کا وظیفہ:۔ حکیم نور الٰہی صاحب کو صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ایک وظیفہ بتایا تھا کہ وہ ''یا علیم علمنی یا خبیر اخبرنی یا مبین بینی یارشید ارشدنی '' کا وظیفہ پڑھا کریں حکیم صاحب اس کی پابندی کرتے تھے اس کا کمال یہ تھا کہ اللہ پاک انہیں گم شدہ اشخاص یا اشیاء کے بارے میں معلوم کرا دیتا تھا۔ حکیم صاحب کے بقول صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ان کو بتایا کہ بعض علماء کے کہنے سے انہوں نے یہ عمل ترک کر دیا تھا۔ اب حکیم صاحب کے حوالے سے صوفی صاحب رحمہ اللہ کی قبولیت دعا کے چند واقعات ملاحظہ فرمائیے، جو انہوں نے مجھے سنائے۔

ہندو کے حق میں مقبول دعا (کرامت):۔ ا۔ اوڈاں والا کے نواح میں (اڈا مرید والا کے قریب) ایک گاؤں چک نمبر 199 گ ب ہے۔ قیام پاکستان سے قبل وہاں کے ایک ہندو کی بیوی ناراض ہو کر میکے چلی گئی اسے بتایا کہ اوڈاں والا میں ایک بزرگ صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ فروکش ہیں ان کی خدمت میں جاؤ اور دعا کیلئے درخواست کرو۔ جب تک وہ دعا نہ کریں واپس نہ آنا۔ اس نے ایسے ہی کیا۔ بالآخر صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اس سے کہا کہ وہ اپنے گھر چلا جائے اللہ کے فضل سے اس کی بیوی اس کے گھر پہنچنے سے قبل وہاں موجود ہو گی، وہ گھر پہنچا تو واقعی اس کی بیوی آ چکی تھی۔

گمشدہ بیل کی کشفی اطلاع (کرامت):۔ ۲۔ قیام پاکستان سے کچھ عرصہ قبل ایک دن زوردار سیاہ آندھی آئی، جن لوگوں کے مویشی کھلے میدانوں میں چر رہے تھے ان میں بہت سے ادھر ادھر ہو گئے۔ اوڈاں والا کے کسی شخص کا ایک قیمتی بیل بھی گم ہو گیا تھا۔ اس کے مالک نے کئی دن کی تلاش کے بعد صوفی صاحب رحمہ اللہ سے اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ انہوں نے اس کی بات سنی اور کچھ دیر بعد اسے بتایا کہ اس کا بیل چک نمبر 199 گ ب کے فلاں مربعہ میں گندم گاہنے کے لئے لگایا گیا ہے، جاؤ اور اپنا بیل وہاں سے لے آؤ انشاء اللہ۔ انہوں نے وہاں جا کر دیکھا تو واقعی بیل اسی حالت میں تھا جو صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ان کو بتائی تھی۔

گمشدہ کتاب کی کشفی اطلاع (کرامت):۔ ۳۔ اوڈاں والا کے ایک شخص کا نام بوٹا لوہار تھا، وہ کیمیا گری میں بہت دلچسپی رکھتا تھا ایک مرتبہ اس شخص کی کیمیا گری سے متعلق ایک قیمتی اور نایاب کتاب گم ہو گئی۔ وہ بہت پریشان ہوا اس کے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے تعلقات تھے اس نے یہ واقعہ صوفی صاحب رحمہ اللہ سے ذکر کیا۔

انہوں نے اسے بتایا کہ تمہاری کتاب فلاں جگہ موجود ہے، واقعی کتاب وہاں موجود تھی۔ بخاری شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا '' ان من عباداللہ من لو اقسم علی اللہ لابرہ '' (ترجمہ بے شک اللہ تعالیٰ کے بندوں سے ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ کسی معاملے میں قسم کھائیں تو وہ اس کو سچا کر دیتا ہے)۔

رزق حرام کی بدبو محسوس ہو جانا (کرامت):۔ ۴۔ ایک مرتبہ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے حکیم نور الٰہی سے کہا کہ وہ انکو بذریعہ بائیسکل چک نمبر 485 گ ب چھوڑ آئیں۔ وہ ان کو لے کر چل پڑے جب چک نمبر 484 گ ب سے گزر کر 485 گ ب کی جانب روانہ ہوئے تو صوفی صاحب رحمہ اللہ نے انہیں سائیکل روکنے اور شیشم کے ایک بڑے درخت کے نیچے آرام کرنے کا کہا یہاں انہوں نے حکیم صاحب کو بتایا کہ وہ بہت پریشان ہیں۔ استفسار پر پریشانی بیان کی اور بتایا کہ تقسیم ہند سے قبل اس علاقے کے باشندوں کا رزق حلال تھا، اب اس میں حرام کی آمیزش ہونے لگی ہے۔ لوگ ملازمتیں اختیار کرنے کے بعد بڑے بڑے مناصب پر پہنچ چکے ہیں، رشوت خوری کا سلسلہ بھی شروع ہے اور سودی لین دین بھی رواج پکڑتا جا رہا ہے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے بتایا کہ اگر انہیں کسی ایسے گھر سے جن کے کسب میں حرام کی آمیزش ہو کھانا کھانے کا اتفاق ہو جائے تو اشیاء خورد و نوش سے عجیب سی بدبو آتی ہے اور پھر وہ کسی بہانے سے اس کھانے سے بچ جاتے

ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صوفی صاحب کو اکل حرام سے بچائے رکھا تھا تب ہی تو وہ **مستجاب الدعوات** تھے اگر اکل حرام کے مرتکب ہو جاتے تو اللہ کے دربار میں ان دعاؤں کو قبولیت حاصل نہ ہوتی۔

ڈاکو کی توبہ اور اولا دنرینہ کا حصول (کرامت):۔ ۵۔ تاندلیاں والا کے نواحی گاؤں سے تعلق رکھنے والا ایک ڈاکو تھا، اسے ہاتھی کہا جاتا تھا وہ بڑا اکڑیل جوان طویل قامت اور طاقت ور تھا۔ وہ شادی شدہ تھا لیکن اولاد سے محروم۔ اس کی والدہ نے صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیٹے کیلئے اولاد کی دعا کی درخواست کی انہوں نے حسب معمول طویل دعا کرائی۔ دعا قبول ہوئی اسے اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطاء فرمایا اور وہ خود بھی سابقہ روش سے تائب ہو کر نمازی اور پرہیز گار بن گیا۔

دعا کرتے ہی بارش برس جانا (کرامت):۔ ۶۔ ایک مرتبہ بارش کی شدید ضرورت تھی لوگوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے درخواست کی کہ وہ بارش کیلئے اللہ کے حضور دعا فرمائیں انہوں نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے دعا جاری تھی کہ پندرہ بیس منٹ بعد مغرب کی جانب سے گھٹائیں آئیں اور ہوا چلنے لگی، آناً فاناً بارش ہونے لگی، تھوڑی دیر میں سارا علاقہ جل تھل ہو گیا۔

ناامیدی میں نعمت اولاد کا حصول (کرامت):۔ ۷۔ ایک مرتبہ ایک شخص گوجرانوالہ سے جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ بوڑھا ہو چکا تھا اور بہ ظاہر اولاد کے اسباب منقطع ہو گئے تھے اس نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ وہ اس کیلئے دعا کریں تاکہ اللہ تعالیٰ اسے صاحب اولاد کر دے۔

صوفی صاحب نے حسب معمول طویل دعا کی تقریباً ایک سال بعد وہ شخص پھر صوفی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بیٹا عطاء فرمایا ہے پھر اس نے دار العلوم تعلیم الاسلام کیلئے سات ہزار روپے دیئے اور چلا گیا۔

ٹوٹتی منگنی کا فوراً شادی میں تبدیل ہو جانا (کرامت):۔ ۸۔ ایک مرتبہ موڑ کھنڈا کے قریب کسی گاؤں کا ایک شخص صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے بتایا کہ اس نے اپنے گاؤں میں اپنے بیٹے کی منگنی کی ہے لیکن بعض لوگ چاہتے ہیں کہ رشتہ پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکے۔ چنانچہ ان کے کہنے سے لڑکی والوں نے رشتے سے جواب دے دیا ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ بیٹے کی شادی وہیں ہو۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ نے دعا فرمائی اور وہ چلا گیا جب وہ گھر پہنچا تو اسے بتایا گیا کہ لڑکی کا والد تین بار ان کے گھر کا چکر لگا چکا ہے اور تمہارا انتظار کر رہا ہے۔

یہ شخص عشاء کے قریب گھر پہنچا تھا لڑکی کے والد کو اس کی اطلاع ہوئی تو فوراً پہنچا اور کہنے لگا جلدی کرو اور نکاح لے لو اسی وقت نکاح کی تیاری شروع ہو گئی اور رات دس بجے کے قریب نکاح ہو گیا۔ رکاوٹ ڈالنے والے خائب ہوئے اور صوفی صاحب رحمہ اللہ کی دعا قبول ہوئی۔

گمشدہ زیور کا مل جانا (کرامت):۔ ۹۔ حکیم نور الٰہی کے ماموں چوہدری عبدالحمید مرحوم (ساکن چک نمبر 480 گ ب تحصیل سمندری) کی بیوی کا زیور گم ہو گیا اس کا تعلق سکونت 479 گ ب سے تھا۔ زیور کی گمشدگی کی وجہ سے سارا گھر پریشان تھا اسی دوران صوفی صاحب رحمہ اللہ 480 گ ب میں گئے چوہدری عبدالحمید مرحوم نے ان کو یہ واقعہ سنایا۔ چند دنوں کے بعد وہ 479 گ ب کی طرف جا رہے تھے کہ چودھری صاحب بھی ان کے ساتھ ہو لیے۔ راستے میں انہوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ کو پھر یہ یاد دلایا صوفی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ان کا زیور اللہ کے فضل و کرم سے پانچ چھ روز بعد مل جائے گا۔ انشاء اللہ واقعی انہیں پانچ چھ روز بعد زیور مل گیا اور ساری الجھنیں جو اس کے گم ہونے سے پیدا ہوئی تھیں ختم ہو گئیں۔

راوی کرامت کا تعارف:۔ حکیم حاجی عبدالحیٔ ناصر 1933ء میں اوڈاں والا میں پیدا ہوئے، انکے والد مولانا اللہ بخش مرحوم (وفات 1943ء، 1362ھ) کا تذکرہ ”کتاب سوانح صوفی عبداللہ“ (ص 146) میں مذکور ہے۔ دادا حکیم حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ تھے، حکیم عبدالحیٔ صاحب نے دینی تعلیم کیلئے اپنے گاؤں کے مدرسہ تعلیم الاسلام میں داخلہ لیا اس کے بعد علم طب پڑھا اور حکیم تاج محمد نقشبندی اور ڈاکٹر

عبدالحمید سے استفادہ کیا۔ 1954ء میں 189 گ ب تپلی (ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ) میں اقامت اختیار کر لی اور طبابت کی ابتداء یہاں سے کی وہ ایک مستند طبیب مبلغ اسلام اور مخلص رہنما کی حیثیت سے ممتاز مقام کے حامل ہیں۔ انہی حکیم حاجی عبدالحئیٔ ناصر کے حوالے سے چند واقعات سنیئے!

گمشدہ زیور کی کشفی اطلاع (کرامت) ۱۰۔ اوڈاں والا میں صوفی صاحب رحمہ اللہ کے قیام کے بالکل ابتدائی دور کا واقعہ ہے ایک عورت صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ میرا زیور گم ہو گیا ہے میں بہت پریشان ہوں زیور برآمد ہو جائے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے دعا کی اس کے بعد انہوں نے عورت کو بتلایا کہ تمہارا زیور تمہارے ہی گھر فلاں مقام میں مدفون ہے جاؤ اور اسے نکال لو وہ عورت گھر گئی اور صوفی صاحب رحمہ اللہ کے بتائے ہوئے مقام کو کھودا تو واقعی زیور وہاں سے نکلا۔

گمشدہ شخص کیلئے بے خطا عمل (کرامت):۔ ۱۱۔ حکیم عبدالحئیٔ صاحب کے ایک چھوٹے بھائی کا نام عبدالقدوس ہے وہ کئی سال گھر سے غائب رہا حکیم صاحب صوفی صاحب سے ملاقات کیلئے 189 گ ب تپلی سے اوڈاں والا گئے انہوں نے ایک ایک کر کے تمام افراد خانہ کے حالات دریافت کیے انہیں مولانا اللہ بخش (وفات 1943ء، 1362ھ) کے گھرانے سے بڑا انس تھا۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ مولانا اللہ بخش کا بیٹا عبدالقدوس مل نہیں رہا تو انہیں سخت رنج ہوا۔ فرمایا میری صحت ٹھیک نہیں ہے وگرنہ میں انشاء اللہ اس کا پتہ کر لیتا۔ پھر انہوں نے حکیم صاحب سے کہا کہ تمہارے گھر کا کوئی فرد روزانہ ہر نماز کے بعد قرآن مجید کی یہ آیت ''افحبستم انما خلقنا کم عبثاً وّانکم الینا لاترجعون'' پانچ سو مرتبہ پڑھے دو تین دن میں معلوم ہو جائے گا کہ کہاں ہے۔ مولانا اللہ بخش کی بھاوج اور حکیم صاحب کی تائی نے صوفی صاحب رحمہ اللہ کے بتائے ہوئے پر عمل کیا۔ چند دن کے بعد انہوں نے خواب میں دیکھا کہ مفقود عبدالقدوس ایک چھپر کے نیچے موٹے بان کی بنی ہوئی چارپائی پر سویا ہوا ہے۔ وہ ٹمبر مارکیٹ کا علاقہ ہے جس شہر میں وہ موجود تھا ان کی تائی نے وہ شہر دیکھا ہوا تھا لیکن بیداری کے بعد ذہن سے محو ہو گیا تھا ابھی اسی شش و پنج میں تھے کہ کون سا شہر ہے۔ لیاقت پور سے حکیم صاحب کے تایا زاد بھائی عبدالواحد کا خط آیا کہ عبدالقدوس مل گیا ہے اور وہ صادق آباد میں ہے حکیم صاحب صادق آباد پہنچے تو دیکھا کہ عبدالقدوس اسی حالت اور مقام میں تھا جو ان کی تائی کو دکھایا گیا تھا وہ کم و بیش آٹھ نو سال گم رہا تھا۔

حکیم عبدالحئیٔ صاحب نے بتایا کہ انہوں نے گم شدہ اشخاص کو دریافت کرنے کا یہ عمل بہت سے لوگوں کو بتایا کبھی ناکامی نہیں ہوئی۔ ''الحمد للہ علی ذٰلك''۔

کبڑے شخص کا فوراً شفاء پا جانا (کرامت) ۱۲۔ حکیم عبدالحئیٔ ناصر نے بتایا کہ وہ ایک کتاب خریدنے کیلئے ماموں کانجن جا رہے تھے صوفی صاحب رحمہ اللہ بھی مختصر راستے سے ماموں کانجن جا رہے تھے حکیم عبدالحئیٔ صاحب بھی بھاگ کر صوفی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ ہو لیے، راستے میں چک نمبر 495 گ ب لال ترہانہ کے ایک شخص کا ڈیرہ تھا وہ کبڑا تھا۔ اس نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ وہ اس کی کمر پر ہاتھ پھیریں تا کہ وہ سیدھی ہو جائے۔ صوفی صاحب نے اس کی کمر پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا اور کچھ پڑھ کر پھونکنے لگے، حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جیسے جیسے صوفی صاحب رحمہ اللہ ہاتھ پھیر رہے تھے اس کی کمر سیدھی ہو رہی تھی حتیٰ کہ وہ بالکل سیدھی ہو گئی اور کبڑا پن اللہ کے فضل سے بالکل ٹھیک ہو گیا۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے اسے نماز کی پابندی کی نصیحت کی اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے۔

گرفتار شخص کا فوراً خلاصی پا جانا (کرامت):۔ ۱۳۔ چک نمبر 189 گ ب تپلی کے نواح میں ایک گاؤں ترکھوہا ہے وہاں کی ایک عورت حکیم عبدالحئیٔ ناصر کے پاس آئی اس نے بتایا کہ ان کا ایک آدمی ملتان سے واپس آتے ہوئے آوارہ گردی کے مقدمے میں ناجائز طور سے گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اس واقعہ پر دو سال کا عرصہ گزر چکا ہے اور تاریخ بھی نہیں نکلی۔ حکیم صاحب رحمہ اللہ نے اسے صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں (جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں) بھیج دیا وہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنا مقصد بتایا۔ انہوں نے حسب معمول دعا کی جب وہ واپس گھر پہنچی تو مقدمے کی تاریخ کی اطلاع موصول ہو چکی تھی مقررہ تاریخ میں وہ ملتان کی عدالت میں حاضر

ہوئے اور ان کا آدمی پہلی ہی پیشی پر بری کر دیا گیا۔

اور قفل ٹوٹ گیا......!!(کرامت):۔ ۱۴۔ قیام پاکستان سے قبل صوفی صاحب رحمہ اللہ کو اوڈاں والا سے گرفتار کر لیا گیا تھا اور یہاں کے چند آدمی بھی ان کے ساتھ گرفتار ہوئے تھے ان میں سے ایک حاجی عطاء اللہ مرحوم تھے۔ ان لوگوں کو پولیس نے بیکانیر کی جیل میں بند کر دیا تھا، جیل میں انہیں قلیل ترین مقدار میں خوراک دی جاتی تھی تا کہ روح اور جسم کا رشتہ برقرار رہے۔ ایک دن حاجی عطاء اللہ نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے کہا! آپ کہا کرتے تھے کہ تالے کھل جاتے ہیں جیل کا تالا کب کھلے گا؟ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے جواب دیا اتنی جلدی نہیں کھلے گا اس کے لئے کچھ وقت لگے گا۔

ایک دن اچانک صوفی صاحب رحمہ اللہ نے حاجی عطاء اللہ سے کہا نکلو! اللہ کے حکم سے تالا کھل چکا ہے اب کیوں نہیں نکلتے ہو نکلو جلدی کرو۔ دیکھا تو واقعی تالا کھل چکا تھا یہ سب لوگ جیل سے فرار ہونے میں کامیاب ہوئے، رات کو سفر کرتے اور دن چھپ چھپا کر گزارتے ہوئے کئی دن کے بعد اوڈاں والا پہنچے۔

چالیس میل پیرا کی کرنا (کرامت):۔ ۱۵۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ایک مجلس میں ذکر کیا کہ وہ اکثر مرکز مجاہدین چمرکنڈ کی طرف سے فراہمی زر و افرادی قوت اور ترسیل خطوط کے سلسلے میں ہندوستان کے دورے پر ہوتے تھے، ایک مرتبہ پولیس ان کو پکڑنے کیلئے ان کے تعاقب میں تھی، آگے ایک بڑی نہر آ گئی انہوں نے پانی میں چھلانگ لگا دی، حکیم صاحب کہتے ہیں کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے خود بتایا کہ انہوں نے چالیس میل کی مسافت پانی میں تیرتے ہوئے گزاری اور گرفتاری سے بچنے میں کامیاب ہو گئے اس سے معلوم ہوا کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ بہت اچھے پیراک تھے۔

جو دعا کی......وہ قبول ہو گئی (کرامت):۔ ۱۶۔ چک نمبر 483 گ ب پکا کھوہ تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد میں ایک پرہیز گار بزرگ عبد الغنی رحمہ اللہ تھے وہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے عقیدت مند تھے وہ اپنے پہلے بیٹے کو اس کے بچپن میں کندھوں پر اٹھا کر صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں اوڈاں والا میں پہنچے اور اس کے لئے دعائے خیر کی درخواست کی۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے بچے کو گود میں بٹھا کر دعا کی، صوفی صاحب رحمہ اللہ کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے نیکی کی توفیق بھی دی اور مال و دولت بھی وافر عطا فرمایا۔ انہیں حاجی محمد ایوب کہا جاتا ہے عرصہ دراز سے بسلسلہ کاروبار سعودی عرب میں مقیم ہیں۔ یہ واقعہ مجھے عبد الغنی مرحوم کے سب سے چھوٹے بیٹے رانا محمد داؤد خاں نے اپنے والد محترم کے حوالے سے بتایا۔ حاجی محمد ایوب کے نانا حاجی عبد الرحمٰن مرحوم اور دادا املا عبد المجید مرحوم مدرسہ تعلیم الاسلام اوڈاں والا کے مخلص خادمین میں سے تھے۔

بے اولاد شخص کو اولاد کثیر مل جانا (کرامت):۔ ۱۷۔ اہل حدیث عالم مولانا عبد الرحمٰن ذہبی کے والد حاجی اللہ دتا مرحوم (ساکن 422 گ ب کٹو تاندلیانوالہ) کے پاس ایک شخص ملازمت کرتا تھا اس کا نام فلک شیر تھا وہ شادی شدہ تھا لیکن اولاد سے محروم۔ ایک دن صوفی صاحب رحمہ اللہ وہاں گئے تو حاجی صاحب مرحوم نے فلک شیر سے کہا کہ یہ نیک آدمی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول کرتا ہے ان سے اپنے لیے دعا کراؤ۔

اس نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے دعا کی درخواست کی انہوں نے دعا فرمائی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فلک شیر کو کثیر اولاد سے نوازا، ان کے آٹھ نو بیٹے اور تین چار بیٹیاں ہوئیں، ان کے ایک بیٹے کا نام حافظ عبد الستار صراف ہے وہ تاندلیانوالہ کے محلّہ ممتاز آباد میں مقیم ہیں۔ انہوں نے یہ واقعہ مولانا قاری حفیظ الرحمٰن صاحب اور مولانا محمد امین شاہد کو بتایا اور انہوں نے مجھے سنایا۔

دعا کرتے ہی بارش برس جانا (کرامت):۔ ۱۸۔ ایک مرتبہ صوفی صاحب رحمہ اللہ چک نمبر 480 گ ب (تحصیل سمندری) میں موجود تھے ان دنوں سخت گرمی پڑ رہی تھی بارش کی از حد ضرورت تھی لیکن بارش نہیں ہو رہی تھی، وہاں کے لوگوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں بارش کیلئے درخواست کی۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے کپڑے تبدیل کیے اور ایک چھوٹا تہبند باندھ کر مسجد کے صحن میں کھڑے

ہوکر بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔ ابھی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ یکا یک گھٹائیں چھا گئیں اور بارش ہوگئی، آٹھ دن تک بارش ہوتی رہی۔ آٹھویں دن لوگوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ دعا کریں کہ بارش تھم جائے صوفی صاحب رحمہ اللہ نے پھر وہی تہبند باندھی اور مسجد کے صحن میں کھڑے ہوکر دعا شروع کی تو بارش رک گئی۔

یہ واقعہ مجھے جامعہ تعلیم الاسلام کے فاضل مولانا محمد امین شاہد (شعبہ تبلیغ جامع تعلیم الاسلام، ماموں کانجن) نے سنایا، وہ جامعہ کیلئے فراہمی زر کے سلسلے میں وہاں جاتے رہتے ہیں وہاں کے لوگوں نے یہ واقعہ انہیں سنایا تھا۔

بانجھ درخت کا خوب پھل دینا (کرامت):۔ ۱۹۔ چودھری حمید اللہ کاہلوں (ساکن 89 ڈی بی یزمان ضلع بہاول پور) نے مولانا محمد امین شاہد مبلغ جامعہ تعلیم الاسلام کو اپنی زمین میں کھجور کا ایک درخت دکھایا اور اس کے متعلق بتایا کہ یہ درخت پھل نہیں دیتا۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ یہاں تشریف لائے تو ان سے دعا کی درخواست کی گئی صوفی صاحب رحمہ اللہ نے پانی پر دم کر کے اس کی جڑوں میں ڈلوا دیا چودھری صاحب نے بتایا کہ اس درخت نے اسی سال پھل دیا اور بہت دیا اور اب تک دیتا ہے۔

بنجر زمین کا شاداب ہو جانا (کرامت):۔ ۲۰۔ انہی چودھری حمید اللہ کاہلوں نے مولانا محمد امین شاہد کو بتایا کہ اس کی زمین بنجر تھی کوئی فصل پیدا نہ ہوتی تھی، ایک مرتبہ صوفی صاحب رحمہ اللہ سے فصل کی پیداوار کیلئے دعا کی درخواست کی، صوفی صاحب رحمہ اللہ نے حسب عادت دعا فرمائی یہ گندم کی کاشت کا موسم تھا، صوفی صاحب رحمہ اللہ نے گندم کا بیج خود زمین میں ڈالا اسے کسان کی زبان میں چھٹا دیا اور فصل ہونے لگی۔ وہ اسے صوفی صاحب کی کرامت اور اللہ کا خاص فضل قرار دیتے ہیں وہ آج تک جامعہ تعلیم الاسلام کیلئے بڑھ چڑھ کر مالی امداد کرتے ہیں ان کی بھینس نے بھی صوفی صاحب رحمہ اللہ کی دعا کے بعد کئی کٹیاں دیں۔ لوگ جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کے بہت بڑے معاون ہیں۔

تبدیلی حالات اور بیعت اصلاح (کرامت):۔ ۲۱۔ تحصیل سمندری کے چک نمبر 484 گ ب میں ایک شخص غلام چشتی مرحوم تھے وہ قیام پاکستان کے زمانے میں ضلع جالندھر سے ترک سکونت کر کے آئے تھے انکی مالی حالت اچھی نہ تھی کسی طرح ان کا صوفی صاحب رحمہ اللہ سے تعلق پیدا ہو گیا۔ جلد ہی وہ ان کے حلقہ مبایعین میں شامل ہو گئے۔ انہوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے حالات کی تبدیلی کیلئے دعا کی درخواست کی۔ انہوں نے دعا کی اور دعا قبول ہوئی اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت دولت دی اور اپنی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق بھی دی۔ انکے ایک بیٹے کا نام رانا غلام باری ہے وہ بسلسلہ کاروبار امریکہ میں مقیم ہیں اختلاف مسلک کے باوجود چک نمبر 484 کی جامع مسجد محمدی اہل حدیث کی تعمیر تو انہوں نے اپنے خرچ پر کرائی اور کئی سال سے اس مسجد کے امام و خطیب کے اخراجات بھی اپنی گرہ سے ادا کر رہے ہیں۔ انہوں نے ایک قطعہ اراضی مدرسۃ البنات کو دینے کا عندیہ ظاہر کیا ہے، اس سارے منصوبے کے روح رواں مدرسہ ہذا رانا محمد اقبال خاں ایم اے علوم اسلامیہ ایم ایڈ ہیں۔ اللہ کریم ان سب کو خوش و خرم رکھے اس واقعہ کی اطلاع مجھے جناب غلام چشتی مرحوم کے بھانجے محترم رانا گلزار احمد خان نے دی ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ میاں جی چشتی صاحب ہمیشہ دولت کی اس ریل پیل کو اللہ کا فضل و کرم اور صوفی صاحب رحمہ اللہ کی دعاؤں کا نتیجہ قرار دیتے تھے۔

یقینی تبادلے کا رک جانا (کرامت):۔ ۲۲۔ چوک اعظم (لیہ) میں ایک عالم دین مولانا محمد اسمٰعیل مقیم ہیں انہوں نے ایک ایکڑ رقبہ مدرسے کیلئے وقف کیا ہے۔ وہ مدرسہ تعلیم الاسلام اوڈاں والا کے ابتدائی عہد کے فیض یافتگاں میں سے ہیں بعض سرکاری امتحانات پاس کرنے کے بعد وہ وہاں کے ایک ہائی سکول میں عربی کے استاد مقرر کیے گئے۔ سکول میں انہوں نے حق کا پرچار شروع کر دیا۔ ہیڈ ماسٹر کو ان کا یہ عمل ناگوار گزرا اور مخالفت پر اتر آیا، ڈرایا دھمکایا اور دور دراز علاقے میں ان کا تبادلہ کرا دیا۔

مولانا محمد اسمٰعیل صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا صوفی صاحب رحمہ اللہ نے دعا کی اور فرمایا کہ وہ اسی سکول میں تدریسی خدمات انجام دیں گے اور وہیں مدت ملازمت پوری کر کے ریٹائر ہوں گے۔ جب وہ واپس گھر پہنچے تو محکمہ

تعلیم کا ایک آدمی ان کے پاس آیا ان کو چٹھی دی اس میں لکھا تھا کہ محمد اسماعیل صاحب کا تبادلہ بعض انتظامی وجوہات کی بناء پر منسوخ کیا جاتا ہے اور وہ وہیں تدریس کے فرائض انجام دیں گے جہاں پہلے مدرس تھے وہ یہ چٹھی لے کر سکول میں حاضر ہوئے اور ہیڈ ماسٹر کی خدمت میں پیش کی وہ حیران اور پریشان ہوا۔

مولانا محمد اسماعیل نے وہیں مدت ملازمت گزاری اور وہیں سے ریٹائر ہو کر پنشن پائی۔ صاحب واقعہ نے یہ واقعہ مولانا محمد امین شاہد کو سنایا اور انہوں نے مجھ سے بیان کیا، مولانا محمد امین شاہد 1999ء سے اس جامعہ کے شعبہ تبلیغ سے وابستہ ہیں اور بڑی تندہی سے اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ تحریر الیکم، حکیم رانا مدثر محمد خاں، 485 گ ب سمندری (فیصل آباد)

☆☆☆☆☆

اہل اللہ کی صحبت اکسیر اعظم

(از: یادگار اسلاف، نشانی غزنوی خاندان مولانا جنید غزنوی حفظہ اللہ تعالیٰ)

برصغیر پاک وہند میں غزنوی خاندان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں، علمائے اہلحدیث میں سے دینی، علمی اور تزکیۂ نفس یعنی تصوف کی خدمات واشاعت کا بہت بڑا سہرا اسی خاندان کے سر ہے۔ یہ خاندان نہ صرف اہل حدیث حضرات کے بانیان بلکہ اس پاک گروہ کو سنوارنے اور سنبھالنے والوں میں شمار ہوتا ہے۔ عصر حاضر میں مولانا جنید غزنوی حفظہ اللہ اپنے اسلاف یعنی غزنوی خاندان کی یادگار اور نشانی ہیں جو اپنے بڑوں کی نہج پر کسی نہ کسی طرح اپنے ورثے کو سنبھالے ہوئے ہیں، آپ تزکیۂ نفس کیلئے کسی کامل اللہ والے کی صحبت کو نہایت اہمیت کی نگاہ سے نہ صرف دیکھتے ہیں بلکہ ساتھ ساتھ اللہ والوں کے آداب واحترام کو ملحوظ رکھنے کے بھی بہت فکرمند نظر آتے ہیں۔ دعا ہے اللہ کریم آپ کو اپنے اسلاف کی طرز پر نہ صرف اپنے ورثے کو سنبھالنے اور محفوظ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے بلکہ اسے زیادہ سے زیادہ لوگوں میں پہنچا کر لوگوں کی اصلاح اور تزکیہ کا ذریعہ بنائے۔ آپ نے کتاب ’’علمائے اہل حدیث کے ذوق تصوف‘‘ کے بارے میں اپنے تاثرات کو کچھ یوں قلمبند فرمایا ہے:

تزکیۂ نفس ہر انسان کی ضرورت:۔ ”یتلو علیکم آیاتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتاب والحکمة“ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کی اہم کڑیاں ہیں اور یہ بہت اہم آیت ہے کہ قرآن مجید میں تین چار مقامات پر آئی ہے۔ اس لیے اس پر غور ہونا چاہیے۔ وہ آدمی جو دین کی خدمت کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو اپنانا چاہتا ہے۔ اہل علم ” العلماء ورثة الانبیاء“ کے تحت اس آیت سے بہت کچھ سیکھتے ہیں۔ جس طرح قرآن کی آیات کو پڑھے اور سنائے بغیر کوئی بات نہیں بنتی۔ ’’یتلوا علیکم آیاتنا‘‘ اسی طرح قلب کی صفائی کے بغیر بھی معاملہ ادھورا رہ جاتا ہے۔ ’’ویزکیکم“ بلکہ جذبات کو صاف کیے بغیر علم بھی ساتھ نہیں دیتا۔ ہمارا عام مشاہدہ ہے کہ کتنے لوگ قرآن وسنت کے احکامات سے واقف ہوتے ہیں، شراب کی حرمت کو جانتے ہیں یعنی عقلی، علمی انقلاب آچکا ہوتا ہے مگر پھر شراب پیتے ہیں ایسا کیوں ہوتا ہے......؟ اسی لیے کہ جذبات کی تطہیر نہیں ہوئی ہوتی۔ بہت سے بھائی سود کی قباحت سے آگاہ ہوتے ہیں مگر کاروبار پھر بھی سود میں لتھڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس کی بھی وہ ہی وجہ ہے کہ ذہن جانتا ہے مگر تزکیے کے مرحلے سے نہ گزرنے کی وجہ سے ساری خرابی ہوتی ہے۔ آیات کی ترتیب دیکھئے! کتاب وسنت کی تعلیم سے پہلے فرمایا کہ تمہارا تزکیہ کرتے ہیں، پہلے تمہارے دل کے برتن کو مانجھتے ہیں، اس کو صاف کرتے ہیں پھر یہ جو نور ہے کتاب وسنت کا، اس برتن میں ڈالتے ہیں کیونکہ اگر گندے برتن میں اسے ڈال دیں گے تو جب باہر آئے گا تو یہ بھی آلودہ ہو جائے گا اور وہ آلودگی اس نفس کی ہوگی جو صاف نہیں ہوا تھا۔

اہل اللہ کی صحبت کی برکات:۔ کلام میں متکلم کی تاثیر ہوتی ہے، تحریر میں بھی لکھنے والے کا اثر ہوتا ہے، اگر اس کو دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے تو اسے پڑھنے میں بھی ایسی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ درسخن مخنفی منم چوں بوئے گل در برگ گل.... ہر کہ دیدن میل دارد درسخن بیند مرا۔۔۔ میں اپنے کالم میں اس طرح چھپا ہوا ہوں جیسے پھول کی خوشبو اس کی پتی میں بسی ہوئی ہوتی ہے۔ ہر وہ شخص جو دیکھنا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ میرے کلام میں مجھے دیکھے۔ ان حضرات کی صحبت تو اکسیر ہوا کرتی تھی، لوگوں کی حالتیں بدل جاتی تھیں صرف ان کی معیت میں نماز پڑھنے سے عجیب رنگ ہو جاتا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت آبشار کی طرح ان پر گرتی تھی اور کچھ چھینٹے ساتھ کھڑے ہونے والوں پر بھی پڑ جاتے تھے اور پھر لوگ ان سے پوچھا کرتے تھے خدا کیلئے ہمیں بھی بتاؤ یہ نماز تم نے کہاں سے سیکھی ہے۔ وہ اپنے پاس بیٹھنے والوں کو وہ گر سمجھاتے تھے جس سے اللہ کی محبت تیز ہوتی تھی اور آدمی کو" والذین آمنوا اشد حبا للہ " کا مقام حاصل ہوتا تھا۔ وہ ذکر بھی سکھاتے فکر بھی سکھاتے اور پھر محبت کی تیزی کیلئے دعا بھی بتاتے تھے کے یوں کہو" اللھم انی اسئلك حبك وحب من یحبك " اے اللہ میں تجھ سے تیری محبت کی بھیک مانگتا ہوں اور ہر اس آدمی کی محبت بھی مجھے دے جس کو تو نے اپنا درد دیا ہے۔ اس لیے یہ فرمایا تھا کہ ان کی زیارت کرو تمہیں خدا یاد آئے گا۔ یہ ایسے ہی انسانوں کی تحریریں ہیں۔ اب انہیں ایسی ہی نیت سے پڑھنا چاہیے اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ یا اللہ جس طرح تیرے ان بندوں کی محبت اکسیر تھی ان کی تحریروں کو ان کا قائم مقام بنا دے اور ہمارے لیے فیض رسانی کا ذریعہ بنا دے (آمین)۔

(سید جنید غزنوی، لاہور)

قلعہ میہاں سنگھ میں تزکیہ و احسان اجتماع سے خطاب

مولانا حمید اللہ سدید حفظہ اللہ (پڑپوتے عارف باللہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ) کی کوششوں سے ہر سال "تزکیۂ نفس" عنوان سے قلعہ میہاں سنگھ میں کانفرنس منعقد ہوتی ہے جس میں ملک بھر سے مختلف علمائے کرام اور عوام الناس شریک ہوتے ہیں، اس اجتماع کا بنیادی مقصد لوگوں کو پاکیزہ اور شفاف تصوف جس کا حاصل تزکیۂ نفس، اصلاح باطن، درستگی اخلاق، اور حصول اخلاص و آداب ہے کو فروغ دینا ہے۔ اس اجتماع میں بیان کیلئے مولانا جنید غزنوی رحمہ اللہ کو "صفت احسان کی ضرورت و اہمیت" کا موضوع دیا گیا جس پر آپ نے نہایت تحقیقی، علمی اور پرمغز گفتگو فرماتے ہوئے باہم رواداری اور پیغام محبت کو عام کرنے پر زور دینے کے ساتھ ساتھ اپنی جماعت اہلحدیث سے کچھ شکوہ بھی کیا ہے۔ اس تقریر کے اقتباسات پیش خدمت ہیں:

صفت احسان کا مستند احادیث سے ثبوت:۔ ہمیں بزرگوں نے یہ سکھایا ہے کہ آدمی جب بھی وعظ کرتا ہے تو اس کا سب سے پہلا مخاطب وہ خود ہوتا ہے اس کا اولین مخاطب اس کا نفس ہونا چاہیے تو اس طرح اس سب سے مقصود خود اپنی اصلاح ہے، مجھے کہا گیا ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ لمبی حدیث میں جو لفظ "احسان" ہے اس سے متعلق کچھ عرض کروں" الاحسان ان تعبد اللہ کانك تراہ" احسان کہتے ہیں اس کو کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ اس کو دیکھ رہے ہو اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تو تمہیں دیکھ ہی رہا ہے۔ جس طرح مسلم شریف اور نسائی شریف میں حضرت عمر رضی اللہ یہ روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک مسافر آیا جس کے کپڑے صاف ستھرے اور بے داغ تھے اور وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب دوزانو ہو کر بیٹھ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف سوال پوچھنے لگا کہ" ما الاسلام " اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، نماز پڑھنا زکوۃ ادا کرنا اور اگر استطاعت ہو تو اللہ کے گھر کی زیارت کیلئے جانا، یہ اسلام ہے۔ پھر اس نے پوچھا " ما الایمان " ایمان کیا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پر ایمان لانا، اس کے فرشتوں پر ایمان لانا اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور جو تقدیر کا خیر و شر ہے اس پر ایمان لانا۔ پھر اس نے سوال کیا کہ" ما الاحسان " احسان کیا ہے؟ تو حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم نے جواب ارشاد فرمایا: الاحسان ان تعبد الله کانك تراه'' احسان کہتے ہیں اس کو کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ اس کو دیکھ رہے ہو اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تو تمہیں دیکھ ہی رہا ہے۔ اس کے بعد وہ شخص چلا گیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ شخص کون تھا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جبریل امین علیہ السلام تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے کیلئے آئے تھے۔ یعنی میرے اور ان کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ تمہیں دین سکھایا جا رہا تھا۔

میں ایک بات آپ سے عرض کروں کہ ہم اپنی درس گاہوں میں صحاح ستہ پڑھانے لگے ہیں کہ دیکھو اس کا صرف کیا ہے...... اس کا نحو کیا ہے...... یہ فاعل ہے یہ مفعول ہے۔ حدیث شریف کا دورہ کرتے ہیں اور بہت زور صرف و نحو پر لگاتے ہیں، اس کا انکار نہیں ہے میں تو خود صرف و نحو کا اور عربی زبان کا ادنیٰ سا طالب علم ہوں۔ لیکن عرض یہ کر رہا ہوں کہ سارا زور اس پر لگا دیا اور حدیث شریف کے جو معارف ہیں جو خزانے ہیں اور جو ہیرے اور جواہرات ان میں چھپے ہوئے اور جو سمندروں کو کوزوں میں بند کیا گیا ہے۔ اس کو ہم نے سمجھا ہی نہیں یہ کتنے افسوس کی بات ہے......!

منصب تبلیغ کیلئے حکمت کی ضرورت:۔ اور ان معارف اور حقائق کی طرف غور نہ کیا اور طالب علموں کو نہ سمجھایا کہ کیا کچھ لکھا ہے اور دیکھئے کتنی باریکیاں ہیں اور کتنی لطافتیں ہیں۔ حدیث شریف سے جو ایک بات سمجھ میں آ رہی ہے وہ یہ بھی ہے کہ جو تبلیغ ہے یہ ہمیشہ براہ راست نہیں ہوتی ہے، یہ نہیں ہے کہ جو آدمی سامنے بیٹھا ہے ہمیشہ براہ راست اسی سے بات کرے، یہ نہیں ہے کہ دوسرے کے سر پر ڈنڈا چلایا جائے اور یہ تبلیغ ہے ''ادعُ الی سبیل ربك بالحکمة ''، تبلیغ کے لئے بڑی باریکی چاہیے، بڑی لطافت چاہیے اور دیکھئے حدیث شریف میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو ایسے انسان جن کے درمیان طبعی مناسبت ہو وہ آپس میں گفتگو کر رہے ہوں اور تبلیغ تیسرے آدمی کی ہو رہی ہو اس سے بات کوئی نہ ہو میں نے عرض کیا ہے کہ یہ جو براہ راست کسی دوسرے کی کھلی اڑانا (توہین کرنا) یا دوسرے کے سر پر پھاوڑا چلانا یہ امر بالمعروف کی کونسی شکل ہے، یہ بھی تو سیکھو حدیث کی کتابوں میں بین السطور کیا خزانے چھپے ہوئے ہیں۔ سوال جبرئیل امین علیہ السلام کس سے کر رہے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کوئی بات نہیں ہو رہی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سارے جوابات جبریل امین علیہ السلام کو دے رہے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک جواب بھی تو نہیں دیا اور آخر میں فرمایا: ''یعلمکم دینکم ''تمہیں تمہارا دین سکھایا جا رہا تھا۔ سوال ایک بھی تم نے نہ کیا جواب ایک بھی براہ راست نہیں دیا گیا۔ لیکن ''یعلمکم دینکم ''سکھایا تمہیں جا رہا تھا تبلیغ تمہیں ہو رہی تھی۔ یہ بھی طریقہ ہے'' ادع الی سبیل ربك......'' آپ نے ملاحظہ کیا......!۔

حدیث جبرئیل علیہ السلام میں ادب کی تعلیم:۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آئے اور دو زانو ہو کر قریب بیٹھ گئے مؤدب بیٹھ گئے یہ بھی سیکھنے کی چیز ہے کہ جب بزرگوں کے پاس جاتے ہیں تو اس طرح گردن اکڑ اکڑ نہیں بیٹھ جاتے اور ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گفتگو شروع نہیں کرتے، یہی طریقہ سکھایا کہ دو زانو ہو کر قریب بیٹھنا مؤدب ہے۔ یہ بھی سیکھنے کی چیزیں ہیں جو چھوڑ دی گئی ہیں کیا متنبیؔ کافی ہے...... حماسہ کافی ہے...... حدیث کی طرف آؤ تو دوستو! یہ معارف ہیں چھپے ہوئے انہیں بھی تو کھوجنے کی کوشش کرو...... یہ جو موتی ہیں تہہ میں پڑے ہوئے انہیں بھی تلاش کرو...... خزانہ پڑا ہوا ہے حدیث کی کتابوں میں۔

الاحسان شریعت کی اصطلاح:۔ ''الاحسان'' یہ اصطلاح ہے شریعت کی اصطلاحات کے معاملے میں معنی وہی معتبر ہوتے ہیں جو اس فن کے ماہرین اور محققین نے اپنے ذہنوں میں جما رکھے ہیں اور صدیوں سے جما رکھے ہیں اور وہ لوگوں کو بھی وہی بتاتے ہیں۔ قانون کی اپنی اصطلاحات ہیں، سیاست کی اپنی اصطلاحات ہیں اور ان اصطلاحات کے وہی معنی ہیں جو اس فن کے ماہرین نے اپنے ذہنوں میں جمائے تھے اور بتائے تھے۔ یہ طالب علموں کی بات کر رہا ہوں۔ تو یہ جو احسان ہے عربی زبان میں اس کا معنیٰ ہے کسی کام کو اچھے طریقے سے

کرنا، سنوار کر کرنا، خوبصورتی سے کرنا اور سلیقے سے کرنا یہ احسان ہے۔ اور شریعت کی اصطلاح میں عبادت کو سنوار کر سلیقے کے ساتھ سرانجام دینا یہ احسان ہے۔ عبادت سلیقے سے اور اچھے طریقے سے کرنا، خشوع سے عبادت میں سلیقہ پیدا ہوتا ہے، عبادت میں قرینہ پیدا ہوتا ہے، جھکا ہوا ''خشعت الاصوت'' آوازیں اس وقت پست ہونگی جھکی ہونگی۔

تصوف عجز و نیاز اور بندگی کا حصول :۔ عجز و نیاز کا طاری ہونا دل پر دماغ پر روح پر بندگی کا طاری ہونا یہ ہے خشوع۔ دوستو! جس طرح ذہن پر اور روح پر خشوع طاری ہوتا ہے اسی طرح اعضاء اور جسم پر بھی خشوع طاری ہوتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کسی شخص پر خشوع طاری ہو اور گردن اکڑی ہوئی ہو اور اعضاء جھکے ہوئے ہوں اس کے حضور۔ خشوع اس طرح ہے کہ جھکا ہوا دل بھی ہو اور روح بھی۔ ہم نے کچھ مسائل کو لے لیا ہے اور سارا زور انہیں پر لگا دیا ہاتھ کہاں باندھنے ہیں......؟ آمین کے دلائل کیا ہیں......؟ یہ مسائل اٹھا لیے پوری زندگیاں انہیں پر صرف کر دیں کہ جیسے صحاح ستہ میں یہی تھا اور کچھ نہیں تھا۔ ''فویل للمصلّین .... صلاتهم ساهون '' قدافلح المومنون الذين هم فی صلاتهم خاشعون '' یہ بھی لکھا ہے قرآن پاک میں کہ کامیابی ان مومنوں کو ملی جن کو نماز میں خشوع حاصل تھا۔ ہم سارا زور چند مسائل اٹھا کر انہی پر لگا دیں اور ساری زندگی صرف کر دیں ہلاکت ہے ان نمازیوں کیلئے جو نمازوں میں کھڑے تو ہوتے ہیں مگر غفلت کی حالت میں ہوتے ہیں۔ اس کا بھی تو کچھ فکر کرو کہ خشوع کیا ہے......؟ اور کہاں سے حاصل ہوگا......؟ خشوع صرف یہ نہیں ہے کہ دماغ جھکا ہوا ہو، روح جھکی ہوئی ہو، اعضاء سے بھی ظاہر ہو رہا ہے خشوع طاری ہوتا تو ہم نے داڑھی کو بھی نہ کھجایا ہوتا اور جسم کے کسی دوسرے حصے کو بھی نہ کھجایا ہوتا اور دوسری کوئی حرکات فاضلہ نہ کی ہوتیں......!! اگر سنت سے اتنی محبت تھی۔ یہ چند اختلافی مسائل ہی صرف صحاح ستہ کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں کہ ساری زندگی بندہ ان کے پیچھے ہی لگا رہے۔

''فویل للمصلّین .... صلاتهم ساهون'' بربادی ہے ان نمازیوں کیلئے جو نماز میں کھڑے ہوتے ہیں اور نماز سے غافل ہوتے ہیں۔ '' ان تعبد الله كانك تراه .... ''اس کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ اسے دیکھ رہے ہو اور بات کو سمجھو ٹھوکر مت کھاؤ اس آدمی کو غلط فہمی ہوئی جس نے یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ایسا ہے کہ اس کا کوئی نمونہ بنانا ہے۔ اس کی کوئی شکل بنانی ہے، یہ تو ممکن نہیں یہ تو ہو ہی نہیں سکتا، اس آدمی کو ٹھوکر لگی، ان تعبدالله كانك ...... کے الفاظ پر غور کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو یہ نہیں کہا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو ''کانك'' گویا کہ تم دیکھ رہے ہو اس کا ہیولہ بنانا اس کا نمونہ بنانا یہ کہاں سے ہو سکتا ہے یہ تو ممکن ہی نہیں!!

'' لاتضربوا لله الامثال ......' 'قرآن مجید ہے اس کی کوئی مثال مت دو، تشبیہ کے سارے دروازوں کو تو بند کر دیا گیا'' ليس كمثله شي ''مت کہو وہ ایسا ہے اس جیسا تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا اس کے بعد لا تدركه الابصار ...... آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں، وہی ہے جو آنکھوں کا احاطہ کرتا ہے ''ان تعبد الله كانك تراه......'' یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اس کی شکل بنائی جائے جو بھی شکل بنائی جائے گی وہ تو اپنے تخیل کا کرشمہ ہوگا۔ وہ تو اپنے خیالات کا تراشہ ہوا بت ہوگا، ہم خود تراشیں گے اور پھر اس کو سجدہ کر دیں گے اور اس کو کہیں گے ہم بڑی عبادت کرتے ہیں اور وہ تو نہ ہوگا۔ '' لقدرای من آيت ربه......'' سب سے بڑا قرآنی تجربہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بیان کرتا ہے کہ یہ ٹھیک ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹکٹکی باندھ کر دیکھا مگر کس چیز کو دیکھا، یہاں یہ نہیں کہا کہ اپنے رب کو دیکھا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ختم المرسلین ہو کر قرآن ان کے بارے میں یہ کہے تو کس کی یہ مجال ہے کہ ہیولا بنائے اللہ تعالیٰ کا اپنے ذہن میں، تو اس بات کو سمجھا '' تعبد اللہ......'' اس کی عبادت ایسے کرو گویا کہ اسے بھی تو دیکھو کہ یہ کیا لکھا ہوا ہے، گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اللہ تعالیٰ کا پیکر تراشا نہیں جا سکتا غیر کا خیال لانا جرم ہے۔ تو پھر نماز میں اور عبادت میں خیال کو رکھنا کہاں ہے۔ یہ ذہن تو خاموش نہیں رہتا ہے یہ تو ایسا نہیں ہے یہ تو چیزوں کی طرف بھاگے گا یہ خالی نہیں رہے گا، تو ذہن کو کہاں رکھنا ہے تو اس معاملے میں حدیث کی طرف لوٹیے آپ ﷺ فرماتے ہیں نماز کے دوران متوجہ رہیں نماز کی طرف اور اپنے جی میں کہیں۔ اللہ کی ذات کا تصور تو ہو نہیں سکتا تصور تو صفات کا ہی ہو سکتا ہے نماز میں الفاظ کی

طرف متوجہ کروا پنے جی کو نماز میں جو الفاظ کے معانی ہیں ان کی طرف توجہ کریں نماز میں اللہ کی صفات کا تصور کرنا ان الفاظ میں ڈوبنا اللہ تعالیٰ کی مناجات میں ڈوبنا، یہ سب خشوع ہے نماز میں۔

خشوع کی تعریف کرنا کہ اللہ تعالیٰ کا ہیولا بنایا جائے یا نماز میں اس قدر محویت کرنا کہ اسے خبر تک نہ لگے کہ آس پاس کیا ہو رہا ہے یہ غلط ہے۔ یہ تعریف نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں ہے لغوی اعتبار سے بھی غلط ہے۔ اس کیفیت کا انکار نہیں ہے۔ ہم نے اپنی 1400 سال کی تاریخ میں پڑھا ہے، کہ یہ کیفیت طاری ہوتی ہے استغراق اور محویت کی نماز کے دوران، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اوپر یہ کیفیت طاری ہوتی تھی انکے جسم میں تیر لگتا تھا اور فرماتے تھے کہ جب میں نماز پڑھوں تو تب نکالنا جب نماز سے فارغ ہوتے تو اپنے ساتھیوں سے پوچھتے کہ تیر نکالا نہیں تو وہ کہتے حضرت تیر تو ہم نکال چکے ہیں لیکن آپ کو خبر نہ ہوئی۔ استغراق کی اس کیفیت کا انکار نہیں، لیکن خاتم المرسلین فرماتے ہیں کہ میں نماز میں ہوں اور میرا دل یہ چاہتا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کو لمبا کر دوں، اور پھر کسی بچے کے رونے کی آواز میرے کان میں آتی ہے، اور تلاوت کو مختصر کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں کو تکلیف نہ ہو۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر استغراق اور محویت کی وہ کیفیت طاری نہ ہوتی ہو کہ پتہ ہی نہ چلے کہ آس پاس کیا ہو رہا ہے، یہ قبول ترین نماز ہے دوستو وہ کسوٹی نہیں استغراق کی کہ خبر تک نہ ہو کیا ہو رہا ہے۔ جس وقت آدمی توجہ الی الخالص میں ہوتا ہے اس وقت بھی مخلوق پر شفقت کو نہ بھولے اور جس وقت مخلوق کے ساتھ مشغول ہو اس وقت بھی اس کا رابطہ اللہ تعالیٰ سے منقطع نہ ہو یہ تکمیل ہے۔ قصداً کوئی خیال دل میں آئے یہ ہے خشوع کے منافی ارادتاً کوئی خیال جی میں نہ آئے، غیر ارادی خیال دل میں آ جانا نماز میں خشوع کے منافی نہیں ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دل میں خیال ایسے آتے ہیں ہم ان کو زبان پر لانے سے بہتر سمجھتے ہیں کہ جل کر کوئلہ ہو جائیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تمہیں واقعی ایسے خیال آتے ہیں تو فرمایا یہ تو پکے ایمان کی نشانی ہے، تمہارے پاس تو کوئی دولت آ گئی ہے کہ خزانہ آ گیا ہے جو چور اور ڈاکو تمہارے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ شیطان تمہیں گمراہ نہیں کر سکا، اور اب وہ تمہارے دل میں وسوسے ڈالتا ہے تمہیں پریشان کرتا ہے تو ہم یہ کیسے کہیں کہ غیر ارادی وسوسے نہ آئیں یہ خشوع کے خلاف ہے۔ اللہ کی رحمت کا ورود ہو رہا ہو شدت سے اور جذب ہو رہا ہو تو پھر آپ چاہیں بھی تو نہیں دیکھ سکتے پھر توجہ ہٹائی نہیں جا سکتی۔

اہل اللہ کی صحبت اور معیت کا کمال:۔ سوال یہ ہے کہ رحمت کا ورود کس طرح ہو......؟ رحمت کا ورود ہوتا ہے محبت کی شدت سے، رحمت کا ورود ہوتا ہے عجز و نیاز کی شدت سے، بندگی سے، جھکنے سے اور رحمت کا ورود ہوتا ہے اللہ والوں کی صحبت سے اور ان کی معیت میں نماز پڑھنے سے وہ لوگ جنہوں نے زندگیاں کھپا دیں اس کے آستانے پر ان کی معیت میں نماز پڑھنے پر رحمت کا ورود ہوتا ہے۔ جن کی صبح و شام اس کے حضور گڑگڑاتے گزرتی ہے یاد رکھو اللہ تعالیٰ کی رحمت آبشار کی طرح ان کے سروں پر برستی ہے اور ہم جیسے لوگ جو ان کی معیت میں کھڑے ہوتے ہیں چند چھینٹے ہم پر بھی پڑ جاتے ہیں۔ حضرت عبدالواحد (غزنوی) رحمہ اللہ کے معیت میں جو لوگ نماز پڑھتے تھے تو دوسرے لوگ ان لوگوں سے پوچھتے تھے یہ نماز کا رنگ تم نے کہاں سے سیکھا ہے۔ ان کی نماز کی رنگتیں ہی کچھ اور تھیں، معیت میں نماز پڑھنے سے صحبت میں رہتے ہیں۔

اہل اللہ کو تلاش کیجئے:۔ یہ قحط الرجال کا دور ہے یہاں وہ لوگ نہیں ملتے ہیں کس کی معیت میں جا کے نماز پڑھیں یہ قحط الرجال کا دور ہے، اور جہاں جو آدمی ملتا ہے اسی کو پکڑ لو اور یہ مت ڈھونڈو اور مت سوچو کہ کوئی ایک آدمی ایسا ملے کہ سب کچھ اسی میں ہو کہ نماز بھی وہی سکھائے۔ اللہ اللہ کرنا بھی وہی سکھائے، تفسیر بھی سکھائے حدیث بھی سکھائے اور فقہ بھی سکھائے یہ قحط الرجال کا دور ہے، ایسا آدمی نہیں ملتا نماز کہیں سے سیکھو، اللہ اللہ کرنے کیلئے کسی کا دروازہ کھٹکھٹاؤ، تفسیر کسی سے پڑھو، حدیث کا فہم کسی دوسرے سے حاصل کرو، فقہ کسی اور سے جا کے سیکھو، مختلف دروازوں کو اس دور میں کھٹکھٹانا پڑتا ہے، مختلف لوگوں کی جوتیاں اٹھانا پڑتی ہیں، زندگی لگانا پڑتی ہے پھر جا کے کہیں کچھ سمجھ میں آتا ہے تو یہ خشوع و خضوع ہے۔

اہل اللہ کی صحبت حصول خشوع کا ذریعہ:۔ یہ چند باتیں جو میں نے کی ہیں نظریاتی اعتبار سے کی ہیں، میں چند اشارے آپکو عملی

اعتبار سے بھی دوں کہ یہ خشوع کیسے پیدا ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ جو لوگ ان کے پاس بیٹھتے تھے انہیں خشوع پیدا کرنے کا طریقہ سکھایا کرتے تھے، اور ان طریقوں کو حضرت مولانا عبدالجبار (غزنوی) رحمہ اللہ نے اپنے قلم سے لکھ دیا اور اس ناچیز کے پاس وہ قلمی مخطوطہ لائبریری میں موجود ہے، وہ فرماتے ہیں کہ دیکھو اپنے دل کو وضو میں ہی حاضر کرلو وضو غفلت کی حالت میں مت کرو نماز کا خشوع وہ وضو میں سکھا رہے ہیں اپنے دل کو حاضر کرلو ورنہ ممکن نہیں ہے کہ تمہیں نماز میں خشوع حاصل ہو۔

میں پہلے عرض کرچکا ہوں کہ سیکھنا ہے تو ان کے پاس جاکے سیکھو جنہوں نے اپنی صبحیں اور شامیں اس کے آستانے پر لگائی ہیں۔

حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ حدیث پڑھنے مولانا نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے پاس گئے تو میاں نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سمجھتے ہیں کہ یہ میرے شاگرد ہیں حقیقت میں یہ میرے استاد ہیں۔ مجھے نماز نہیں پڑھنی آتی تھی یہ ان کی صحبت کا فیض ہے کہ میاں نذیر حسین رحمہ اللہ کی نماز سیدھی ہوگئی ہے میری نماز میں خشوع پیدا ہوگیا ہے ہم نے نماز پڑھنا ان سے سیکھی ہے۔

تو فرمایا کہ دل کو وضو میں ہی پکڑو اس کو سکھاؤ۔

اہل اللہ کی مجالس کا ایک اہم ادب:۔ اللہ کی قسم یہ ہمارے لئے ہیرے اور جواہرات چھوڑ گئے ہیں، مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ اور مولانا غلام رسول رحمہ اللہ دونوں حدیث پڑھنے دہلی گئے ہیں کیونکہ یہ علم سیکھنے سے آتا ہے خود کو پامال کرنے سے آتا ہے، اللہ کیلئے اپنے اندر تواضع پیدا کرنی چاہیے، شیخ حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ کے پاس اسی میل کا سفر کرکے حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ جایا کرتے تھے اور حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ منع فرماتے تھے کہ مجھے بڑی شرم آتی ہے آپ کیوں آتے ہیں غزنوی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ مجھے روحانی فیض حاصل ہوتا ہے کیوں نہ آؤں یہ چیزیں ایسے ہی نہیں آتی ہیں۔

مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ساتھ حدیث کو بھی ملالو، وضو بسم اللہ پڑھ کر شروع کرو اور حدیث کے مطابق حوائج بشری سے فارغ ہوجائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماگئے ہیں کہ رات کا کھانا اور رات کی نماز دونوں اکٹھے ہوجائیں تو پہلے کھانا کھالیا کرو کیونکہ خشوع پیدا کرنا ہے نماز میں۔ دیکھو بات کہاں سے شروع ہورہی ہے کہ تم کمزور ہو تمہاری توجہ بٹتی رہے گی۔ نماز کے دوران دماغ میں روٹی ہی گھومتی رہے گی خشوع قائم نہیں ہوگا۔

تو فرماتے ہیں کہ جب ہاتھ دھوتے ہو تو یہ نیت کرلیا کرو کہ یا اللہ میں نے سب سے ہاتھ دھولئے اور میں نے سب کو خیر آباد کہہ دیا۔ میں نے سب کی چھٹی کرادی اے میرے پالنہار اس طرح وضو کرنے سے کیا خشوع پیدا نہ ہوگا۔ آنکھوں سے آنسو اڈ نہ آئیں گے۔

فرمایا جب میں وضو کرتا ہوں تو وضو کا پانی میری آنکھوں کے پانی سے مل جاتا ہے تو اس دن میری نماز رنگین ہوجاتی ہے یہ ہے خشوع اور یہ ہے ''احسان''۔ فرماتے ہیں کہ جب کلی کرو یہ کہو کہ تیرا نام لیتے ہوئے مجھے حیاء آتی ہے پانی سے کلی کیا کروں......؟ میں تو اگر گلاب کے عرق اور مشک سے کلیاں کروں تو پھر بھی مجھے تیرا نام لیتے ہوئے حیاء آتی ہے۔ کیونکہ تیرا نام بہت پاکیزہ ہے۔

جب چہرہ دھونے لگتے ہو تو سوچو'' انی وجھت وجھی للذی فطر السموات '' یا اللہ میں نے ہر طرف سے چہرہ کو ہٹالیا ہے نہ ادھر دیکھوں گا نہ ادھر دیکھوں گا میں اب صرف تیری جانب ہی دیکھا کروں گا یہ ہے وہ نماز اس طرح خشوع پیدا ہوتا ہے۔

اس طرح مکمل وضو نماز اور دعا کا طریقہ بتایا، ایسا کرنے سے نماز میں لذت اور خشوع وخضوع پیدا ہوتا ہے اس کے علاوہ کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔

یہ وہ نماز ہے جو برائیوں سے روکتی ہے، ڈاکٹر سے دوائی لیں اور دو دن کھانے کے بعد اگر اثر نہ دکھائے تو فکر ہوتی ہے کہ اس نے اثر کیوں کیا اگر نماز برائی سے نہ روکے تو اس کی فکر کرنی چاہئے کہ اس میں کیا کمی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کسی شخص کی گھر کے سامنے نہر بہہ رہی ہو اور وہ پانچ مرتبہ اس میں نہائے تو کیا اس کے جسم پر کوئی میل کچیل رہ سکتی ہے عرض کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یا حضرت یہ ممکن نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا نمازی کی حالت بھی یہی ہے یعنی اللہ کی رحمت سے پانچ نمازوں میں اس کی روحانی پاکیزگی ہوجاتی ہے۔

(یادگار اسلاف، نشانی غزنوی خاندان مولانا جنید غزنوی حفظہ اللہ تعالیٰ کا قلعہ میہاں سنگھ میں تزکیہ واحسان اجتماع سے خطاب)

نشانی تصوف ڈاکٹر حماد لکھوی حفظہ اللہ تعالیٰ کا ذوق تصوف

(از: ڈاکٹر حماد لکھوی حفظہ اللہ تعالیٰ Ph.d، ڈبل MA، L.L.B، ملاقات۔ سید فاروق محمدی)

علماء اہل حدیث میں ایک بہت بڑا نام ڈاکٹر حماد لکھوی حفظہ اللہ تعالیٰ کا ہے، لکھوی خاندان کی دینی خدمات کا زمانہ گواہ ہے آپ اپنے خاندان کے اس مشن کو بخوبی آگے لے کر چل رہے ہیں۔ حضرت مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ کے بیٹے ہیں، آپ کے دادا مولانا محمد علی رحمہ اللہ اور آپ کے پردادا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ ہیں جو کسی تعارف کے محتاج نہیں آپ کے دادا اور پردادا دونوں ہی جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ لکھوی خاندان کی دینی خدمات کا احاطہ کرنے کیلئے ایک عرصہ دراز چاہیے، اس سلسلے میں کئی مقالہ جات (M.A PHD THESIS) بھی لکھے جا چکے ہیں جو کہ ملک کی مختلف یونیورسٹی میں موجود ہیں، ان میں سے کچھ کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

مقالہ پی ایچ ڈی (PHD)، حافظ محمد بارک اللہ لکھوی کا تفسیری منہج (پنجاب یونیورسٹی)
مقالہ پی ایچ ڈی (PHD)، لکھوی خاندان کی دینی خدمات (کراچی یونیورسٹی)
مقالہ M.A حافظ محمد لکھوی کی دینی خدمات وغیرہ۔

آپ ابھی پنجاب یونیورسٹی میں ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں، آپ universty of glascow (uk) میں post graduate resaerch felow رہ چکے ہیں۔ اسلام کے متعلق یو کے کے مختلف شہروں، London، Glassgow، Oldham، Manchister، Birmingum میں آپ کئی لیکچرز دے چکے ہیں۔ لندن کے ٹی وی چینل پر مختلف ٹاک شوز میں شامل ہو چکے ہیں، اس کے علاوہ گلاس گو (Glassgow) کے ریڈیو چینل پر آپ کے پروگرام نشر ہو چکے ہیں۔

آپ نے پی ایچ ڈی (PHD) ڈبل M.A اور LLB جیسی بڑی اسناد پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کیں۔ آپکے ستائیس ریسرچ پیپر دنیا کے کئی ملکوں سے شائع ہو چکے ہیں، جن میں canada, malysia, france, usa بھی شامل ہیں۔ الغرض آپ کے علم کا احاطہ کرنا بڑا مشکل ہے پاکستان میں آپ کئی دینی سرگرمیوں میں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف ٹی وی چینل دنیا ٹی وی، پیغام ٹی وی پر آپ کے پروگرام نشر ہو رہے ہیں۔ کتاب ''علمائے اہلحدیث کا ذوق تصوف'' کے سلسلے میں میری ملاقات آپ سے پنجاب یونیورسٹی میں ہوئی، آپ نے اس کتاب کا سرسری جائزہ لیا، کچھ واقعات کی تصحیح کی اس کتاب کے سلسلے میں مزید رہنمائی کیلئے کئی علماء کے بارے میں بتایا اور فرمایا کے کئی واقعات مجھے یاد ہیں مگر رمضان المبارک اور دیگر مصروفیات کی وجہ سے واقعات کے احاطہ اور ضبط تحریر سے قاصر ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ آپ نے بزرگوں کے تذکرے کئے ہیں یہ تذکرے ہونے چاہئیں اس کے بہت اثرات ہوتے ہیں۔ کتاب کی تحسین کرتے ہوئے فرمایا کتاب میں یہ بڑی خوبی ہے کہ ہر بات باحوالہ ہے اس کتاب کے انشاء اللہ اچھے اثرات ہونے چاہئیں۔ بیعت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کے میرے والد صاحب محی الدین لکھوی رحمہ اللہ میرے دادا مولانا محمد علی لکھوی رحمہ اللہ سے بیعت تھے جسے اس کتاب میں آپ نے ''بیعت تصوف'' کا نام دیا ہے۔ میرے دادا مولانا محمد علی رحمہ اللہ نے میرے والد صاحب محی الدین لکھوی رحمہ اللہ کو حکم دیا تھا کہ تم بیعت لیا کرو اس لئے میرے والد صاحب ساری زندگی بیعت لیتے رہے اور میں بھی اپنے والد صاحب سے بیعت ہوں۔

آپ سے کوئی آدھا گھنٹہ رہنے والی ملاقات میں میں نے آپکو انتہائی شفیق اور اعلیٰ اوصاف کا مالک پایا، اس ملاقات کو قارئین کی نظر کرتا ہوں۔ (سید فاروق احمد محمدی)

ہمارے دادا کا سچا الہام:۔ کتاب ہذا میں صفحہ نمبر 486 پر جو واقعہ آپ نے لکھا ہے اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے، یہ واقعہ مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب حقیقت الوحی کے پہلے ایڈیشن میں تھا بعد میں یہ واقعہ نکال دیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ پورا واقعہ مرزائیوں کے خلاف جاتا ہے، اصل واقعہ کچھ اس طرح ہے۔ مرزا نے الہام کے جواب میں لکھا تھا کہ مجھے تمہارے بارے میں الہام ہوا ہے کہ ’’ان شانئك هو الابتر‘‘ کہ تمہارا جو دشمن ہے اس کی نسل آگے نہیں بڑھے گی اس بنیاد پر اس نے پیشن گوئی کر دی کہ مولوی محی الدین عبدالرحمٰن یعنی میرے دادا رحمہ اللہ کی نسل آگے نہیں بڑھے گی، اس وقت ہمارے پر دادا کی نرینہ اولاد نہیں تھی۔ مرزا کی زندگی میں ہمارے دادا مولانا محمد علی کی ولادت ہوئی یہ جو آپ نے لکھا ہے نہ ’’ارجمند ابھی چار برس کے تھے‘‘ مرزائیوں نے جا کر مرزا سے پوچھا آپ تو کہتے تھے نسل آگے نہیں چلے گی؟ مرزا نے کہا اس سے آگے نہیں چلے گی۔ ہمارے دادا اللہ ان کی مغفرت فرمائے، کہتے تھے کہ میں مرزا کے جھوٹے ہونے کا ثبوت ہوں اور اب ہم بھی یہی کہتے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے ہم اتنے بڑھے ہیں کہ گننے کے لیے وقت چاہئے یہ ہے اصل الہام آپ اس واقعہ کو میرے refrence (سند) سے بھی لکھ سکتے ہیں کہ یہ واقعہ میں نے اپنے والد اور اپنے چچا سے سنا۔ آپ حقیقت الوحی دیکھیں تو جگہ جگہ لکھا ہے مولوی محی الدین لکھوی کے والد کہیں لکھا ہے مولوی عبدالرحمٰن لکھوی کے والد وغیرہ۔ مرزا کے ساتھ بہت خط و کتابت ہوئی ہے ہمارے پر دادا کے ساتھ اس لئے جگہ جگہ ذکر کرتا ہے اسی طرح الہام کا ذکر بھی اس نے کیا اور جھوٹا پڑ گیا۔

حوصلہ افزائی اور رہنمائی:۔ علمائے اہل حدیث کے ذوق تصوف کے عنوان کو تقویت دینے والے کئی واقعات ’’فیوض المحمدیہ‘‘ سے مل جائیں گے۔ اس کے علاوہ مولانا اسحاق بھٹی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ سے ملیں، انہوں نے 27,28 کتابیں لکھی ہیں، اہل حدیث کے جتنے علماء کا تذکرہ انہوں نے کیا ہے کسی نے نہیں کیا اس کے علاوہ ’’مولانا محی الدین عبدالرحمٰن رحمہ اللہ کے الہامات‘‘ کا تذکرہ سے ایک فارسی رسالے میں اس کا ترجمہ کیا ہے مولانا اسحاق بھٹی صاحب نے آپ وہ لے لیں عنوان کو تقویت مل جائے گی۔ جزاک اللہ۔

(ملاقات: سید فاروق محمدی، ڈاکٹر حماد لکھوی حفظہ اللہ تعالیٰ، پی ایچ ڈی PHD، ڈبل M.A، LLB ایسوسی ایٹ پروفیسر)

☆☆☆☆☆

تصوف بھلا دینے پر نہایت افسوس......!

(فضیلۃ الشیخ مولانا سید ثناءاللہ گیلانی بن سید بارک اللہ گیلانی،
خطیب جامع مسجد مکی اہلحدیث دھرنگ، تحصیل کاموکے ضلع گوجرانوالہ)

زاہدین سب سے بڑے عقلمند:۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: میں نے تمام جن وانس کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے، میں ان سے رزق کا مطالبہ نہیں کرتا اور نہ میری یہ خواہش ہے کہ یہ مجھے کھلائیں۔ (الذاریات ۵۶۔۵۷) یہ آیت اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ جن و انس کی تخلیق کا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔

لہٰذا ان کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے مقصد حیات پر توجہ دیں اور زہد و تقویٰ کو اختیار کرتے ہوئے دنیاوی اسباب عیش و آرام سے احتراز برتیں کیونکہ یہ دنیا دار فانی ہے ہمیشگی کا گھر نہیں، یہ ایک عارضی ٹھکانہ ہے عیش و آرام کی جگہ نہیں، کٹ جانے والا گھاٹ ہے، ہمیشگی کا گھر نہیں، اس لئے اہل دنیا میں سے سب سے بیدار مغز وہ ہیں جو سب زیادہ اس کی عبادت کرنے والے ہیں اور لوگوں میں سب سے زیادہ عقلمند بھی وہی ہیں جو سب سے زیادہ زہد و تقویٰ والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دنیا کی زندگی کی مثال ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر زمین کا سبزہ اس کی وجہ سے خوب گھنا ہوا

نکلا۔ کچھ آدمیوں کے کھانے کا، کچھ جانوروں کا، یہاں تک کہ جب زمین نے اپنا سنگار پورا کرلیا اور دلہن کی طرح بن سنور گئی اور وہاں کے رہنے والے سمجھے کہ اس پر پوری دسترس رکھتے ہیں ناگہاں دن کو یا رات کو ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا تو ہم نے اسے کاٹ کر ایسا کر دیا گویا کہ کل وہاں کچھ تھا ہی نہیں جو لوگ غور فکر کرنے والے ہیں ان کیلئے ہم اپنی نشانیاں اسی طرح کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔ (یونس ۲۴) کسی شاعر نے خوب کہا ہے!

ان للہ عبادا فطنا   طلقوالدنیا وخافوافتنا
نظروا منہا فلما علموا   انہا لیست لحی وطنا
جعلوہا لجة واتخذوا   صالح الاعمال فیہا سفنا

یقیناً اللہ کے کچھ بندے بڑے عقلمند ہیں انہوں نے دنیا کو چھوڑ دیا اور اس کے فتنوں سے خوف زدہ رہتے ہیں، انہوں نے دنیا کا بغور مشاہدہ کیا جب انہیں اس کی حقیقت کا علم ہوگیا کہ یہ کسی زندہ شخص کا وطن نہیں تو انہوں نے اسی دار فانی کو ایک سمندر قرار دے لیا اور انہوں نے اس سمندر میں نیک اعمال کو کشتیاں بنالیا۔

سچا تصوف بالکل بھی بدعت نہیں......! مولانا اسحاق بھٹی حفظہ اللہ اپنی کتاب ''نقوش عظمت رفتہ'' تذکرہ مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ میں لکھتے ہیں:

> مجھے بہت سے ارباب علم اور اصحاب کمال سے ملنے ان سے باتیں کرنے اور تھوڑا یا زیادہ وقت ان کی صحبت و رفاقت میں رہنے کے مواقع میسر آئے ہیں لیکن میرا تجربہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ متعدد معاملات میں بہت سے علماء و زعماء سے فائق تر تھے اور اپنی منفرد حیثیت رکھتے تھے، وہ باجماعت نماز پڑھتے تھے لیکن خود امامت کرانے سے پرہیز کرتے تھے، نماز میں انتہائی خشوع و خضوع کی کیفیت ان پر طاری ہوجاتی تھی، ہر نماز کے بعد وظائف پڑھتے اور ہاتھ اٹھا کر لمبی دعا مانگتے تھے، نماز فجر، نماز مغرب و نماز عشاء کے بعد بالخصوص وظائف کا سلسلہ بہت طویل ہوتا تھا، ننگے سر نماز پڑھنا اور نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا نہ مانگنا ان کے نزدیک نہایت ناپسندیدہ فعل تھا ،رات کو اگرچہ کتنی ہی دیر سے سوتے مگر نماز تہجد بالالتزام پڑھتے ، وہ تخت اب بھی ان کے گھر میں موجود ہے جس پر وہ تہجد ادا کرتے اور وظیفے پڑھتے تھے، لیکن اب وہ تخت نشین کہیں نظر نہیں آتا تہجد کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر دعا مانگتے تھے اور نماز فجر کیلئے نیچے ہال میں تشریف لاتے وقت سیڑھیوں پر ان کے جوتوں کی کھنکھناہٹ کی آواز آتی اور جب اترتے ہوئے طلباء کو آواز دیتے لڑکو اٹھ جاؤ......! تو سب طلباء آواز سنتے ہی چارپائیوں سے جلدی سے اٹھ جاتے۔ اہل علم کی بہت قدر کرتے تھے، تمام مکاتب فقہ کے علماء کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ وہ خانوادہ تصوف کے چشم و چراغ تھے، اس لئے بنیادی طور پر صحیح معنوں میں صوفی تھے، حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند اور حضرت مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے پوتے تھے۔ عالی قدر باپ اور بلند مرتبت دادے کا زہد و تقویٰ اور فضل و کمال ان کی ذات میں سمٹ آیا تھا اور اس اعتبار سے وہ ان کے صحیح جانشین تھے۔ نہایت افسوس ہے کہ اب دعا و وظائف اور تصوف کی روایت جماعت اہل حدیث میں ختم ہوگئی ہے بلکہ میں نے سنا ہے کہ بعض بر خود غلط لوگ اسے بدعت قرار دیتے ہیں ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' (نقوش عظمت رفتہ ص ۲۲ تا ۲۳)۔

کیا اب ہمیں ضرورت نہ رہی......!! بات یہ ہے کہ ہمارے پرانے عالموں اور بزرگوں کی حالت ایسی تھی کہ

انہیں ہر وقت اللہ کی ضرورت رہتی تھی وہ اسی کے محتاج تھے ہر شے اسی سے مانگتے اور ہر وقت مانگتے تھے، نماز کے بعد بھی اور دیگر اوقات میں بھی، ہاتھ اٹھا کر بھی اور بغیر ہاتھ اٹھائے بھی، وہ غریب تھے، نادار تھے اور اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑاتے تھے، دور حاضر کے عالموں کے پاس سب کچھ موجود ہے زمینیں بھی، کاروبار بھی کوٹھیاں بھی، موٹریں بھی اور بڑی بڑی ملازمتیں بھی، ان کے بیٹے سمندر پار یونیورسٹیوں میں پڑھتے ہیں اور کماتے بھی ہیں رہی سہی کسر جہادوں نے پوری کردی ہے اب یہ کروڑوں میں کھیلتے اور اربوں کے خواب دیکھتے ہیں انہیں کیا ضرورت ہے اللہ سے ہاتھ اٹھا کر مانگنے کی اور اس کے احسان مند ہونے کی یہی وجہ ہے کے ادھر سلام پھیرا اور ادھر یہ کوتل گھوڑے کی طرح اچھل کر کھڑے ہوگئے۔

کچھ اپنوں کی داستان غم......! ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا تو رہا ایک طرف گوناں گو مصروفیتوں کی بناء پر ان بیچاروں کیلئے نماز پڑھنا مشکل ہے یہ تو ان کی بہت بڑی قربانی ہے کہ کسی نہ کسی طرح بے پناہ مصروفیات سے تھوڑا سا وقت نکال کر دو چار رکعت نماز پڑھ لیتے ہیں اور نماز ہی میں ان کو کھرکنے اور جسم کے مختلف حصوں پر ہاتھ پھیرنے کو وقت ملتا ہے اور یاد آیا کہ ”کھرک فی الصلوۃ“ بھی ایک مسئلہ ہے اس پر بھی عمل ہونا چاہیے پھر یہ بات بھی ان کے نزدیک محقق ہوگئی ہے کہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی روایات کے راوی ضعیف ہیں۔ اس تحقیق کے بارے میں اس فقیر پر تقصیر کی مؤدبانہ گزارش ہے کہ کیا وہ راوی ہم سے بھی ضعیف ہیں جو بات بات میں غلط بیانی کرتے، قدم قدم پر جھوٹ بولتے اور ہر معاملے میں دوسروں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ یہاں یہ یاد رہے کہ وظائف ادعیہ تین قسم کے ہیں: ایک وہ جو قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ دوسرے وہ جس کا کتب احادیث میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ اور تیسرے وہ جو بزرگان دین سے منقول ہیں اور بعض امور و معاملات میں مجرب ہیں۔ ہمارے بزرگ علماء ان تینوں پر عامل رہے ہیں اور اب بھی اللہ کے نیک بندے جن کو اللہ نے توفیق دی ہے ان پر عامل ہیں۔

وظائف کے نام سے چڑنے والے......: ۔ وظیفے کے عمل اور لفظ سے بعض دوست آخر گھبراتے کیوں ہیں اگر ان کے بچوں کو سکول سے وظیفہ ملے تو بڑے خوش ہوتے ہیں اور گھر گھر بتاتے پھرتے ہیں کہ ان کے بچے ماشاء اللہ اتنے ہوشیار ہیں کہ وظیفہ لے رہے ہیں اور اگر اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا بیان کردہ وظیفہ پڑھنے کو کہا جائے تو غلط ہے یہ عجیب منطق ہے کہ حکومت سے وظیفہ حاصل کرنا بالکل درست اور اللہ کے نام کا وظیفہ پڑھنا قطعی بدعت۔ سچی بات ہے اگر کوئی وظیفہ دل لگا کر اور متوجہ الی اللہ ہو کر پڑھا جائے تو بے عمل سے بے عمل کو بھی ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے قلب پر سکون اور اطمینان کی بارش ہو رہی ہے اور کیفیت عالم بالکل بدل رہی ہے۔ میرے جیسا بے عمل مولانا (داؤد غزنوی) رحمہ اللہ کے سامنے تصوف کی بات کرتا تو خوش ہوتے ایک مرتبہ معلوم نہیں کس ترنگ میں اس موضوع کا کوئی کلمہ بے خبری میں میرے منہ سے نکل گیا سن کر انتہائی مسرت کا اظہار کیا اور فرمایا مولوی اسحاق! آپ تو صوفی ہوگئے ہیں یہ کہہ کر اپنی نشست سے اٹھے اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب ”التکشف“ جو تصوف سے متعلق ہے از راہ کرم میرا نام لکھ کر مجھے عنایت فرمائی اور اس کے مطالعہ کی تاکید کی۔ (ص ۲۵)

تصوف اور اوراد و وظائف درست ہیں: ۔ میں اوراد و وظائف کو بھی صحیح سمجھتا ہوں تصوف و سلوک کو بھی مبنی بر صحت قرار دیتا ہوں بزرگوں کی دعاؤں اور ان کی قبولیت کا بھی قائل ہوں اور جو لوگ ان سے انکار کرتے ہیں ان

کے لیے دعا گو ہوں۔ ’’اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون ‘‘(ص۴۹)

طبقات صوفیاء میں امام بخاری رحمہ اللہ کا شمار یہ بات کچھ کم حیرت سے نہیں دیکھی جائے گی کہ مشہور محقق علامہ شعرانی رحمہ اللہ نے امام المحد ثین کو ان صوفیوں میں شمار کیا ہے جن کا تصوف مانا ہوا ہے اور جن کی پیروی کی جاتی ہے علامہ موصوف اپنی اس قابل قدر تصنیف کے بارے میں (جس میں انہوں نے امام صاحب و دیگر صوفیائے کرام و اولیاء اللہ کے حالات انتخاب فرمائے ہیں) لکھتے ہیں: ’’لخصت فیہ جماعة من الاولیاء الذین یقتدی بھم من الصحابة والتابعین الی قرن التاسع وبعض العاشر ‘‘خلاصہ یہ ہے کہ میں نے اس کتاب میں صحابہ اور تابعین اور نویں صدی تک کے تمام تر اور دسویں صدی کے بعض ان اولیاء اللہ کی جماعت کو منتخب کیا ہے جن کی اقتداء کی جاتی ہے۔

یہ کتاب علامہ موصوف کی مشہور کتاب ’’الطبقات الکبریٰ‘‘ کا ایک حصہ ہے اس کا نام محقق موصوف نے ’’لواقح الانوار فی طبقات الاخیار‘‘ رکھا ہے۔ علامہ کے قول سے واضح ہے کہ اس کتاب کا موضوع ہی علامہ نے مانے ہوئے اولیاء اللہ کے وجود قدسیہ کو قرار دیا ہے پھر علامہ نے اپنی اس تالیف کی غایت یہ بتائی ’’مقصودی من ھذالتالیف فقہ طریق القدوم من فی التصوف من اداب المقامات والاحوال لاغیر‘‘ یعنی میرا مقصود اس تالیف سے سلف کا طریقہ بتانا ہے کہ ان کا طریقہ تصوف میں کیا تھا۔ ان کے مقامات ان کے احوال کیسے تھے۔

امام صاحب کے بارے میں دو جماعتیں:۔ امام بخاری رحمہ اللہ کو طبقات صوفیاء میں شمار کرنے کو دو جماعتیں سخت حیرت کی نگاہ سے دیکھیں گی۔ ان میں پہلی جماعت موجودہ صوفیوں کی ہے اس لئے کہ موجودہ زمانے کے عملی تصوف اور مروجہ صوفیت پر نظر کرتے ہوئے یہ جملہ کے امام بخاری رحمہ اللہ مانے ہوئے کامل صوفی تھے نہایت بے جوڑ سی بات معلوم ہوتی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے دربار میں نہ عرس تھا، نہ محفل قوالی، نہ آنکھیں بند کرنی، نہ غیر شرعی چلہ کشی نہ رسم گاگر، نہ مردوں سے مدد مانگنی، نہ کوئی دربار، نہ رسمی قل، نہ فاتحہ نہ مریدوں کے نذرانوں پر گزارہ، نہ قبروں کے چڑھاوا اور دھمال، نہ قیام مولود، نہ مجلس مولود کی ہیئت کذائی، نہ گلے ملا ملا کر غزلیات گانے، نہ اہل حال کا اچھل کود، نہ وحدت وجود کا عقیدہ، نہ صلوۃ غوثیہ۔ نہ مراقبہ، نہ کشف قبور، بلکہ صرف احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درس اسی کی پابندی اسی کا چرچا تھا جو موجودہ تصوف کی بیخ و بنیاد کا استحصال کرتا ہے۔

دوسری جماعت کا تاثر:۔ دوسری جماعت اہل حدث کی ہے امام بخاری رحمہ اللہ کے متعلق یہ جماعت یقین کرتی ہے کہ وہ سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دلدادہ تھے اسی کی تدوین اور اشاعت و پابندی میں اپنی عمر کا سارا حصہ تمام کر دیا بدعات سے محترز تھے اسی وجہ سے جس قدر نئے نئے فرقے پیدا ہو گئے تھے ان کو امام صاحب بدعتی اور محدث کہتے تھے اور ان کا رد نہایت جوش سے صحیح بخاری میں لکھا ہے یہاں تک کہ اعمال کے جز و ایمان ہونے کا صراحتاً حدیثوں میں تذکرہ وارد ہوا۔ اس وجہ سے جو اس کا قائل نہ ہوتا اس کو امام صاحب مرجی کہتے امام صاحب کی اسی طرز زندگی پر نظر کرتے ہوئے کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ وہ صوفی تھے کیونکہ تصوف بھی ایک محدث چیز ہے امام صاحب کو صوفی کہنا امام صاحب کے دامن تقدس پر بدعت کا دھبہ لگانا ہے۔

تصوف کی منشا اور مفہوم:۔ اس میں کیا شک ہے کہ تصوف جس نے آج اپنے اتباع کو حد سے زیادہ بدنام کر رکھا ہے کسی زمانہ میں بڑی خیر و برکت اور بہت ہی محمود چیز تھی احکام شرعی کی سختی کے ساتھ پابندی، ایثار نفس، ہدایت مخلوق میں سعی کرنی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی پیروی کا شوق، مصائب پر صبر و استقامت، جہاد کیلئے ہمہ تن مستعد رہنا، اپنے نفس کا انتقام نہ لینا، مکارم اخلاق کا پھیلانا، دنیا سے بے رغبتی، پابندی تقویٰ، بدعات سے اجتناب، غرض شریعت نے جن باتوں کو عزم امور (تاکیدی باتیں اور اصلی مقاصد فرمائی ہیں) انہیں کا اصل مرقع تھا ان کو کون محمود نہ کہے گا۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں باتوں سے خاک سے اکسیر اور میں سے کندن بن گئے۔ ان کا تصوف نام رکھنا اصطلاح جدید تو بے شک ہے لیکن مقصود واضح ہو جانے پر مضائقہ نہیں۔

’’ولا مشاحة فی الاصطلاح‘‘ :۔ ’’ولا مشاحة فی الاصطلاح‘‘ اس کا عالم ایک عام قانون ہے۔ ’’تفسیر‘‘ اس عام قانون سے

تصوف کیونکہ مستثنٰی رہ سکتا تھا، اختلاط اقوام و مذاہب وامتداد زمانہ سے اس نے بھی کئی رنگ اختیار کیے، اگر ہمارے وہ برادران جو صاف اور بے لوث مسلمان رہنا پسند فرماتے ہیں ہمیں اجازت دیں تو ہم کہہ سکتے ہیں (گو اصطلاح جدید ہے) کہ ابتدائی حالت تصوف کی وہی تھی جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے عملی برتاؤ سے دیکھا جو آج تک کتب احادیث و دفاتر حدیثیہ میں بے کم و کاست محفوظ ہے۔ جب تک فلسفہ یونان نے مسلمانوں میں زور نہیں پکڑا تھا رومن کیتھولک کا اختلاط نہیں ہوا تھا۔ تصوف اپنی اصلی صورت پر باقی تھا۔ لیکن فلسفہ کی یورش رومن کیتھولک کے اختلاط نے تصوف میں بہت بڑا اثر کیا۔ وحدت وجود خاص فلسفہ یونان کا مسئلہ ہے تصوف کا جز و اور لازمی امر مانا گیا متعدد کا انا الحق اور ایک دوسرے صوفی شاعر کا یہ شعر

پنجہ در پنجہ خدداریم　　ماچہ پروائے مصطفٰے داریم

اسی تصوف کا نتیجہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا دوسرے بزرگان دین کو حاضر و ناضر جاننا مخلوق کو خالق میں اور خالق کو مخلوق میں گھٹ میل کرنا۔ اسی کے تخیلات کا نتیجہ ہے ''فصوص الحکم'' و تالیفات محقق طوسی وغیرہ اسی فلسفہ کے اختلاط کے نتائج ہیں۔ تصوف نے فلسفہ یونان سے وہ وہ دقیق ابحاث لیے جو عام ذہنوں سے کہیں بالاتر تھے اسی وجہ سے تصوف بہت مشکل امر سمجھا گیا اور یہ بات بتائی گئی کہ یہ علم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہ کے واسطے سے سینہ بہ سینہ آتا ہے جو جس قدر فلسفی تھا اسی قدر کامل صوفی سمجھا گیا اور تصوف ایک دقیق فن شمار کیا گیا یہ ہے تصوف کا دوسرا دور جو درحقیقت فلسفہ یونان کا ہے اس کے بعد تصوف نے ہندو برہمنوں، جوتشیوں، جوگیوں، گبروں کے اختلاط سے ایک تیسرا رنگ اختیار کیا تصور شیخ جو کہ ''ماھذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون'' کا پورا فوٹو ہے۔ جزو تصوف قرار دیا گیا ہے۔ اپنے ایجاد کردہ ریاضیات عملیات اور زیادہ تر جوگیوں، برہمنوں، گبروں کے عملیات ریاضات کی مشاقی سے سروکار رہ گیا۔ اس کے علاوہ عرس کرنا مردوں کو پکارنا، قبروں پر غلاف چڑھانا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے بزرگوں کو غیب دان یقین کرنا، قوالی کرانی، کشف قبور کیلئے مراقبہ کرنا، غرض اسی طرح کی بیسیوں باتیں ہیں جو آج کل تصوف کی جان سمجھی جاتی ہیں جس شخص میں یہ باتیں نہیں ہیں نہ عام طور سے لوگ اسے صوفی جانتے ہیں نہ وہ اپنے آپ کو صوفی سمجھتا ہے یہ تصوف کا تیسرا دور ہے۔

تصوف کی پچھلی دو صورتوں کے لحاظ سے ایک ایسے محدث کو صوفی کہنا جو تنقید رجال میں متشدد ہو، تنقید حدیث میں سخت شروط کا پابند ہو، فن تاریخ میں مقدم قوم ہو، امام المحد ثین کے لقب سے ممتاز ہو، احادیث کے خلاف عمل کرنے والے کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہو کیا یہ حیرت بخش نہیں ہے......!

امام بخاری رحمہ اللہ مقتدائے صوفیاء:۔ علامہ موصوف لکھتے ہیں: وہ صوفی بزرگان اولیاء اللہ جن کی آج عالم میں پیروی کی جاتی ہے اور مانے ہوئے صوفی ہیں ان میں امام بخاری بھی ہیں (رضی اللہ عنہم) امام بخاری ان علماء عالمیں میں سے ہیں جن کے تذکرے کے وقت خدا کی رحمت و برکت نازل ہوتی ہے۔

امام بخاری کا مقام تقویٰ:۔ امام بخاری رحمہ اللہ صائم الدھر ہمیشہ روزہ رکھنے والے تھے، اسی خیال سے کہ بیت الخلاء میں بار بار جانے سے بے ستر ہونا پڑتا ہے خداوند عالم سے وجاع حیاء چاہئے آپ نے غذا کم کرنی شروع کر دی چند روز میں عادت کرتے تھے یہ نوبت پہنچی کہ ایک خرمایا ایک بادام پر گزارا دینے کی عادت ہو گئی ۱۹۴ھ میں ولادت ہوئی، ۲۵۶ھ میں عیدالفطر کی شب میں وفات پائی، سمرقند سے دو میل کے فاصلے پر قہر یہ خرتنگ میں مدفون ہوئے۔

امام بخاری کا مقام فنائیت:۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرے نزدیک میری مدح اور ذم کرنے والے دنوں برابر ہیں اور فرماتے ہیں کہ مجھے امید ہے کہ میں خدا سے ایسی حالت میں ملوں گا کہ مجھ سے اس امر کا سوال نہ ہوگا کہ تو نے فلاں شخص کی غیبت کی تھی، کبھی آپ بیع و فروخت کے معاملہ میں نہیں پڑے (دوسرے لوگ انجام دیتے) انتہا درجے کے پرہیز گار تھے اندھیر میں سوتے اور راتوں کو بیسیوں

بار اٹھ کر چقماق سے چراغ روشن کر کے احادیث لکھتے یا صحیح حدیثوں پر نشان دیتے اور سو رہتے۔

دیگر کمالات:۔ رات کو اٹھ کر تہجد کی نماز تیرہ رکعت پڑھتے۔ ان میں ایک رکعت وتر علیحدہ پڑھتے اور رمضان کی راتوں کو ثلث قرآن روزانہ اکیلے تہجد کی نماز میں پڑھتے اور تیسرے روز قرآن ختم کرتے فرماتے تھے کہ ہر ختم قرآن پر دعا قبول ہوتی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ جب کوئی حدیث صحیح بخاری میں شامل فرمائی تو شکرانہ کی دو رکعت پڑھیں۔ اپنے والد کے مال سے کھاتے رہے اس وجہ سے کہ ان کے والد کا مال غیر مشتبہ تھا، ان کے علاوہ امام صاحب کے اور اوصاف بکثرت ہیں اور مشہور ہیں علامہ شعرانی رحمہ اللہ نے امام صاحب کے ولی اللہ اور برگزیدہ خدا ہونے کے وجوہات نہایت اختصار کے ساتھ تلخیص کئے ہیں۔ امام صاحب کے وہ حالات مفصل معلوم ہیں جو تصوف کے روح رواں ہیں مثلاً احادیث کی تحقیق، تنقیہ، جمع نشر میں عمر عزیز کو ختم کر دینا۔ سیرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دلدادہ ہونا، ساری عمر اسی دھن میں رہنا، اس میں تکلیفوں کو راحت جاننا بدعات اور خلاف طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنا، اس کی تردید کرنی اشاعت حدیث اور فقہ الحدیث میں سرگرم رہنا، سنن کی پابندی میں مضبوط رہنا وغیرہ وغیرہ۔

خاندان گیلانی کا زہد و تقویٰ:۔ میرے والد محترم جناب مولانا سید بارک اللہ بن سید محمد حسین شاہ صاحب گیلانی رحمہ اللہ اپنے دادا جان جناب سید عبدالرحمٰن گیلانی کا واقعہ سنایا کرتے تھے فرماتے تھے کہ سید عبدالرحمٰن گیلانی حافظ قرآن تھے اور آخری عمر میں ان کی بینائی جاتی رہی سب لوگ ان کو بڑے شاہ جی کہتے تھے میں چونکہ اپنے بھائیوں میں بڑا تھا لہٰذا ان کو مسجد لے جانے اور لانے کی ذمہ داری میری تھی بہت اچھی آواز سے قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے، مستجاب الدعوات تھے، لوگ دعا کیلئے ان کے پاس حاضر ہوتے رات کو تہجد ادا فرماتے میں ان دنوں ابھی چھوٹا ہی تھا، ایک رات میری آنکھ کھل گئی تو وہ مصلیٰ پر بیٹھ کر رو رہے تھے لیکن میری سمجھ میں نہ آیا کہ میرے دادا جان کیوں روتے ہیں پھر جب وہ یہ واقعہ بیان کرتے تو خود بھی روتے کہ اب بڑھاپے میں آ کر سمجھ آئی ہے کہ وہ خوف خدا سے رویا کرتے تھے۔

حافظ عبدالغفور صاحب آف ہنجانوالی بہت بڑے عالم تھے ان کے ہاں مدرسہ جاری تھا ہمارے والد محترم ان کے شاگرد تھے انہوں نے اور حافظ محمد اسحاق صاحب آف منڈیالہ تیگہ نے حافظ صاحب سے اکٹھے تعلیم حاصل کی تھی۔ حافظ عبدالغفور صاحب جید عالم دین تھے، ان کے للّٰہیت تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ جب قرآن پڑھتے تو یوں معلوم ہوتا کہ وقت کا گزرنے کا احساس ختم ہو گیا ہے۔ فرماتے کہ ایک مرتبہ حافظ عبدالغفور صاحب دھرنگ تشریف لائے تو تین گھنٹہ متصل خطاب فرمایا جب وعظ کا سلسلہ ختم ہوا تو ایسے معلوم ہوا کہ ابھی تھوڑی دیر قبل تو وعظ شروع ہوا کہ ابھی ختم ہو گیا۔

ڈاکوؤں کی توبہ اور بیعت ہو جانا:۔ ایک دفعہ حافظ عبدالغفور صاحب رات کسی گاؤں سے جلسہ سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ راستے میں ڈاکو بیٹھے تھے حضرت حافظ صاحب اپنی گھوڑی پر تشریف لا رہے تھے رات کا سماں تھا اور گھوڑی پر بیٹھے اونچی آواز سے تلاوت قرآن پاک میں مصروف تھے جب ڈاکوؤں نے قرآن سنا تو تائب ہو گئے اور حافظ صاحب کا بڑا اکرام کیا اور عمر بھر مرید رہے۔

اسی مدرسے کے ایک عالم فاضل سید عبدالغنی شاہ صاحب بخاری تھے وہ بھی متبحر عالم دین اور ولی اللہ تھے ان کے ہمارے والد محترم کے بڑے برادرانہ تعلقات تھے ان کی آواز میں ایسی تاثیر تھی کہ جب قرآن پڑھتے تو عوام جھوم جاتے ان کے متعلق بتایا کرتے تھے کہ شاہ صاحب کے پاس لفظ اللہ کندہ کیا ہوا موجود تھا جس کو سامنے رکھ کر اس کے اوپر نگاہ ٹکا کر سو مرتبہ لفظ اللہ دل کی گہرائیوں سے پڑھتے اور یہ روزانہ ان کا معمول تھا۔

تسبیح کے استعمال میں والہانہ ذوق:۔ حضرت حافظ عبداللہ صاحب سے انہوں نے خاص ورد وظیفے سیکھے تھے جو ان کے روزانہ کے معمولات میں تھے نماز فجر کے بعد دیر تک ذکر و اذکار میں مصروف رہتے ان کا ناغہ نہ ہونے دیتے ایک مرتبہ ہماری پھوپھی جان نے بتایا کہ ان کے بیٹے کی شادی تھی تو اس شادی کی تقریب میں بڑے لیٹ پہنچے۔ پوچھنے پر بتایا کہ گھر سے روانہ ہوتے وقت اپنی تسبیح بھول گیا دوران سفر یاد آیا تو بس سے اتر کر گھر گئے اپنی تسبیح لی تو پھر سفر دوبارہ شروع کیا وہ کہنے لگے کہ اگر آپ کی تسبیح رہ جاتی تو پھر کیا حرج تھا انہوں نے کہا کہ پھر آج کے اذکار رہ جاتے اور مجھے سکون نصیب نہ ہوتا۔

اہل اللہ کی زیارت کی سعادت:۔ مولانا محمد طفیل جنہوں نے دینی تعلیم ہمارے والد بزرگوار سے حاصل کی ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مولانا محی الدین لکھوی کی زیارت کیلئے ان کے ہاں ہم دونوں گئے دو دن اور دو راتیں ہم انکے پاس رہے تو بہت سارا روحانی فائدہ حاصل کیا۔ شاہ جی کہنے لگے مولوی طفیل دل مطمئن ہے کہ ایک ولی اللہ کی زیارت نصیب ہوئی ہے اور روح شاد ہوئی ہے۔

100 مرتبہ درود شریف کا وظیفہ:۔ ایک مجلس میں فرمانے لگے کہ میں اور چوہدری حاجی اللہ داد آف دھرنگ سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی زیارت کیلئے ان کی علمی درس گاہ جامعہ مدرسہ تقویۃ الاسلام گئے شاہ جی سے ملاقات ہوئی شاہ صاحب نے بڑی شفقت اور پیار کے ساتھ کچھ نصیحتیں فرمائیں۔ جب وقت رخصت آیا تو میں نے عرض کی شاہ صاحب کوئی خاص وظیفہ بتائیں سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ فرمانے لگے شاہ صاحب اللہ نے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے لیکن خود آپ نماز نہیں پڑھتا، اللہ پاک نے زکوۃ کا حکم دیا ہے لیکن خود زکوۃ ادا نہیں فرماتا، اللہ پاک نے روزہ کا حکم دیا ہے لیکن خود آپ روزہ نہیں رکھتا، اللہ پاک نے حج کا حکم دیا ہے لیکن خود آپ حج نہیں کرتے درود شریف ایسا عمل ہے کہ اسی کا حکم دینے سے پہلے اپنا اور فرشتوں کا عمل بتلایا پھر ایمان والوں کو درود شریف پڑھنے کا حکم دیا اس لئے آپ درود ابراہیمی پڑھا کریں۔ پھر ان کا معمول رہا کہ روزانہ 100 سو بار درود شریف ابراہیمی ضرور پڑھتے۔

سوا لاکھ مرتبہ درود شریف کا وظیفہ:۔ فرمایا کرتے کہ میں نے اپنے گھر میں بیٹھ کر باوضو سوا لاکھ بار درود شریف ابراہیمی پڑھا ہے فللہ الحمد ایک مرتبہ مرید کے مسجد کی تعمیر کا سلسلہ جاری تھا برآمدے اور صحن کے لینٹر کی تیاری تھی جب دیواریں چھت تک پہنچ گئیں تو رقم ختم ہوگئی ظاہری اسباب بھی نہ تھے پریشانی آ گئی کئی دن تک سلسلہ یونہی رہا ایک صبح مجھے مخاطب کرکے کہا کہ بیٹا آج کام ہو جائے گا ان شاء اللہ میں نے دریافت کیا کہ مسئلہ حل ہوگیا ہے فرمانے لگے میں نے آج رات اپنے رب سے دعا مانگی ہے اور انتہائی عاجزی کے ساتھ گزارش کی ہے جب صبح ہوئی تو میری دل نے گواہی دے دی ہے کہ رات والی دعا شرف قبولیت حاصل کرگئی ہے اور آج اللہ کی بارگاہ سے سبب پیدا ہو جائے گا۔ شام ہونے سے قبل ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا شاہ صاحب مستری صاحب کو کہو کہ کام کرے چند دنوں کے بعد لینٹر ڈالا جائے گا۔

فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جب بھی اللہ کی بارگاہ اقدس میں دعا کی ہے اللہ پاک نے ضرور قبول کی ہے 1996ء میں میں پہلی مرتبہ زیارت حرمین سے مشرف ہوا تو باب بلال پر بیٹھ کر بیعت اللہ شریف کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو منور کر رہا تھا رمضان المبارک کا آخری عشرہ تھا میرے پاس چند لوگ بیٹھے ایک مسئلہ پر تکرار کر رہے تھے ان کا تعلق مرید کے شہر سے تھا جب مسئلہ حل نہ ہوا تو کہنے لگے قریب ہی شاہ صاحب بیٹھے ہیں ان سے حل کروالیں مسئلہ پوچھ لیں ان کے سوال پر میں نے ان کو تفصیل کے ساتھ مسئلہ بتلا دیا۔ قریب ہی ایک بزرگ عینک لگائے تلاوت قرآن مجید میں مصروف تھے انہوں نے مسئلہ اور اس کا حل توجہ سے سنا اور پھر پوچھنے لگے شاہ جی کہاں سے آئے ہیں ان احباب نے بتایا مرید کے شہر سے تو وہ ہمارے پاس آکر بیٹھ گئے قرآن پاک المباری میں رکھ دیا اور مجھے مخاطب کرکے پوچھنے لگے کہ آپ کا گاؤں کونسا ہے میں نے بتایا دھرنگ کہتے ہیں پھر تو تم سید بارک اللہ شاہ کے بیٹے ہو میں نے کہا ہاں جی!

آیۃ کریمہ کے چلے پر بخشش کی بشارت:۔ حاجی صاحب کا تعلق گوجرانوالہ شہر کے ساتھ ساتھ اصغر کالونی نزد نگار پھاٹک جی ٹی روڈ کے رہنے والے تھے کہنے لگے میرا نام حاجی محمد یوسف ہے اور تمہارے ابا جان میرے بڑے گہرے دوست تھے میں نے کہا کہ آپ کا ذکر خیر تو سنا تھا غائبانہ تعارف تو تھا آج بیت اللہ شریف میں بالمشافہ ملاقات ہوگئی ہے۔ حاجی صاحب نے باب بلال پر بیٹھے ہوئے ایک واقعہ سنایا فرمانے لگے کہ ایک سال شاہ جی نے ہماری مسجد گوجرانوالہ بطور خطیب امام خدمات سرانجام دیں کبھی گاؤں آجاتے اور اکثر وہیں رہتے۔ گرمیوں کے دن تھے رمضان المبارک تشریف لے آیا آخری عشرے میں شاہ صاحب رحمہ اللہ مسجد میں اعتکاف میں بیٹھ گئے دن اور راتیں گزرنے لگیں اور جب رمضان المبارک کی آخری راتیں آگئیں ایک رات نماز تراویح سے فراغت کے بعد ہم اپنے خیموں میں چلے

گئے غالباً یہ آخری طاق رات کا واقعہ ہے میں نے معتکفین حضرات کو تمام رات بیدار رہنے کی تلقین کی اور اپنے خیمے میں چلا گیا جب رات آدھی سے زیادہ بیت گئی تو اکثر اعتکاف والے اپنے اپنے خیموں میں سو گئے کہ اچانک لائٹ چلی گئی ابھی لائٹ گئی ہوئی تھی کہ میں اپنے خیمہ میں جاگ رہا تھا کہ مسجد میں ایک نورانی نور سے بقہ نور بن گئی اور آواز آئی بارک اللہ شاہ جنتی ہے میں نے یہ آواز سن لی بڑا حیران ہوا ساتھ ہی باہر نکلا دیکھا تو باہر کوئی نہ تھا لائٹ بھی نہیں تھی خیر میں خاموشی کے ساتھ خیمے میں آ گیا میں نے شاہ جی کی ہچکیوں کی آواز سنی خیر خاموشی رہا صبح میں نے دریافت کیا تو شاہ جی ٹال گئے جب میرا اصرار حد سے بڑھ گیا تو کہنے لگے کہ ایک شرط پر آپ کو بتاؤں گا کہ میری زندگی میں اس راز پر پردہ پڑا رہے میں نے وعدہ کر لیا تو کہنے لگے میں نے ایک وظیفہ شروع کیا تھا آج رات اس کی تکمیل ہوگئی ہے میں نے اس وظیفہ کا پوچھا تو آیت کریمہ بتلائی جو کئی لاکھ بار پڑھی تھی۔

صوفی عبداللہ صاحب ماموں کانجن والے ان کے ساتھ تو بڑا تعلق اور پیار تھا جب تک زندہ رہے ان کے ساتھ روحانی تعلق رہا ہر سال مدرسہ کی سالانہ کانفرنس میں ضرور شرکت کرتے صوفی عبداللہ صاحب ولی اللہ تھے اور مستجاب الدعوات ان کی دعاؤں کی قبولیت کے واقعات زبان زد عام ہیں۔ شروع میں ہمارے والد محترم کی اولاد نرینہ نہ تھی سات بیٹیاں ہی تھی کسی نے کہا کہ شاہ جی صوفی محمد عبداللہ صاحب صاحب سے دعا کروائیں اللہ آپ کو بیٹے عطا فرمائے گا ان کا بیان ہے کہ میں ایک دن لاہور آیا تو پتہ چلا کہ صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کوٹ رادھا کشن میں شاہ صاحب والی مسجد میں آئے ہوئے ہیں تو میں لاہور سے سیدھا کوٹ رادھا کشن پہنچ گیا۔ شاہ جی والی مسجد میں پہنچ گیا وہاں صوفی صاحب موجود تھے میں نے عرض کی تو فرمایا کہ آپ بھی رات مسجد میں قیام کریں بوقت تہجد دعا کروں گا جب وقت دعا شروع ہوگئی بڑی عاجزی کے ساتھ دعا کی اور میرے لئے طلب اولاد نرینہ کی اور کہا یا اللہ شاہ جی کو بیٹا دے بیٹا دے بیٹا دے چار مرتبہ کہا۔ صوفی صاحب مستجاب الدعوات تھے ان کی دعا بارگاہ رب العلمین میں قبولیت کا درجہ پا گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے صوفی صاحب کی دعا سے چار فرزند عطا فرمائے۔

والد محترم کا ذوق عملیات:۔ ہمارے والد مکرم عملیات کے ماہر تھے اور ہم نے بار بار دیکھا کہ دور دراز سے دکھی لوگ آتے آپ ان کو دم کرتے وظیفہ بتاتے لوگ شفا پاتے اور دعائیں دیتے جاتے۔ والد محترم کا یہ معمول تھا کہ نیک علماء کی زیارت کو جاتے اور اکثر و بیشتر سفر کرتے رہتے وہ فرماتے کہ علماء اہل حدیث اولیاء الرحمٰن ہیں ان کی زیارت کو جانا باعث اجر و ثواب ہے اور چند احادیث جو تحریر کر دی گئی ہیں۔

نیک لوگوں کی زیارت اور ان سے دعا کروانے کے دلائل احادیث کی روشنی میں

زیارت صالحین کیلئے پہلی دلیل:۔ (1)عن انس بن مالك رضي الله عنه قال قال ابو بكر رضي الله عنه لعمر رضي الله عنه بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم انطلق بناالي ام ايمن نزورها كما كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يزورها فلما انتهيا اليها بكت فقالا لها مايبكيك اما تعلمين ان ماعندالله خيرلرسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فقالت ما ابكي ان لااكون اعلم ان ماعندالله خير لرسول الله صلى الله عليه وسلم ولكن ابكي ان الوحيي قدانقطع من السماء فهيجتهما على البكاء فجعل يبكيان معها'' (رواہ مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ام ایمن رضی اللہ عنہ کے پاس جانے کیلئے ہمارے ساتھ چلیں ہم بھی انکی زیارت کریں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی زیارت کیا کرتے تھے بس جب دونوں انکے پاس پہنچے تو وہ رو پڑیں انہوں نے ان سے کہا کہ آپ کیوں روتی ہیں؟ آپ نہیں جانتی کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بہتر ہے لیکن میں تو اس لئے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ مقطع ہوگیا ہے۔ ام ایمن رضی اللہ عنہ کی اس بات نے ان دونوں کو رونے پر مجبور کر دیا اور وہ بھی ام ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ رونے لگے۔

ام ایمن رضی اللہ عنہا حبشہ کی رہنے والی خاتون اور جناب عبداللہ بن عبدالمطلب کی خدمت گار تھی وہ حضرت عبداللہ کی وفات کے بعد حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو آپ کی پرورش اور نگہداشت کرتی ہیں اور بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر دیا اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح کر دیا اور انہیں کے بطن سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی نیک اور عالم شخص کی زیارت کیلئے جانا اور اس سے دعا کروانا جائز ہے۔

(2) **زیارت صالحین کی تیسری دلیل:۔** ’’عن ابی ھریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم ان رجلا زار اخاله فی قریة اخریٰ فاوحی الله تعالیٰ علی مدرجته ملکا فلما اتی علیه قال این ترید قال ارید اخالی فی ھذه القریة قال ھل لك علیه من نعمة تربھا علیه قال لاغیرانی احببته فی الله تعالیٰ قال فانی رسول الله بان الله قد احبك کما احببته فیه ‘‘(رواہ مسلم)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایک آدمی کسی دوسری بستی میں اپنے بھائی کی زیارت کیلئے گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی راہ میں ایک فرشتے کو بٹھا دیا جب وہ اس کے پاس پہنچا تو اس نے پوچھا تم کہاں جانا چاہتے ہو اس نے کہا میں اس بستی میں اپنے بھائی کے پاس جا رہا ہوں فرشتے نے پوچھا کیا تم پر اس کا تم پر کوئی احسان ہے جس وجہ سے تم یہ تکلیف کر رہے ہو اس نے کہا نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں میں تو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کیلئے اس سے محبت کرتا ہوں اور کوئی غرض نہیں فرشتے نہ کہا میں اللہ تعالیٰ کا قاصد ہوں یقیناً اللہ تعالیٰ بھی تم سے ایسے ہی محبت کرتا ہے جس طرح تم اس سے محبت کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ کیلئے ایک دوسرے سے محبت کرنا اور ایک دوسرے سے ملاقات کرنا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے محبت کرنا بھائی چارہ خونی اور نسبی رشتے سے زیادہ فوقیت رکھتا ہے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کیلئے کسی سے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت فرماتے ہیں نیز اہل اطاعت کیلئے اللہ تعالیٰ محبت ثابت ہوتی ہے یہ محبت ویسے ہی جیسے اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے۔

(3) **زیارت صالحین کی تیسری دلیل:۔** ’’وعنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من عاد مریضاً اوزاراخاله فی الله ناداه مناد بان طبت وطاب ممشاك وتبوات من الجنة منزلا‘‘(رواہ الترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے کسی مریض کی تیمارداری کی یا اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے اپنے کسی بھائی کی زیارت کی تو ایک پکارنے والا آواز دیتا ہے تجھے مبارک ہو اور تیرا چلنا مبارک ہو اور تم نے جنت میں گھر بنا لیا۔ اس حدیث مبارکہ سے بھی ثابت ہوا عیادت اور کسی مسلمان بھائی کی زیارت کے لئے جانا بڑے درجے والا عمل ہے۔

(4) **صالحین سے محبت کی چوتھی دلیل:۔** ’’عن ابن مسعود رضی الله عنه قال جاء رجل الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله صلی الله علیه وسلم کیف تقول فی رجل احب قوماً ولم یلحق بھم فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم المرء مع من احب ‘‘۔(بخاری و مسلم)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہے لیکن وہ (نیک اعمال میں) ان کے ساتھ نہیں ملا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی ان کے ساتھ ہو گا جن سے اسے محبت ہو گی۔

(5) **صالحین سے دعا کی دلیل:۔** اُسیر بن عمرو یا اُسیر بن جابر سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس جب بھی اہل یمن سے مجاہدین کی مدد کرنیوالے قافلے آتے تو ان سے پوچھتے کیا تم میں اویس بن عامر ہیں؟ حتیٰ کہ ایک قافلے میں اویس آ گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کیا آپ اویس بن عامر ہیں؟ انہوں نے کہا جی ہاں! حضرت عمر رضی اللہ نے ان سے پوچھا ’’مراد‘‘ اور قرن‘‘

قبیلے سے تمہارا تعلق ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تمہیں برص کا مرض تھا اور اب درہم برابر جگہ کے سوا باقی تم بالکل ٹھیک ہو گئے ہو؟ ۔ انہوں نے کہا جی ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تمہاری والدہ حیات ہیں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا اویس بن عامر جو مراد گھرانے اور قرن قبیلے سے ہے اہل یمن کے ان نمازیوں کے ساتھ جو مجاہدین اسلام کی مدد کرتے ہیں تمہارے پاس آئے گا اور اسے برص کا مرض ہوگا جو درہم برابر جگہ سے سوا باقی سب ٹھیک ہو چکا ہوگا اس کی والدہ ہوگی اور وہ اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتا ہوگا اگر وہ اویس اللہ تعالیٰ پر قسم کھالے تو وہ اسے پورا کر دے گا، اگر تم اس کے اپنی مغفرت کی دعا کرواسکو تو کرالینا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے لئے مغفرت کی دعا کی درخواست کی تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مغفرت کی دعا کی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا تم کہاں جانا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کوفہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تمہارے لئے وہاں کے عامل کے نام خط نہ لکھ دوں انہوں نے کہا کہ مجھے فقراء، غرباء اور غیر معروف لوگوں کے پاس رہنا زیادہ پسند ہے۔ بس جب اگلا سال آیا تو اہل کوفہ کے معزز لوگوں میں سے ایک آدمی حج کرنے آیا تو اس کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اس سے حضرت اویس رحمہ اللہ کے بارے میں دریافت فرمایا میں نے اسے اس حالت میں چھوڑا ہے کہ اس کا گھر بوسیدہ اور مال ومتاع نہایت قلیل ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا اویس بن عامر جو مراد گھرانے اور قرن قبیلے سے تعلق رکھتا ہے اہل یمن کے ان نمازیوں کے ساتھ جو مجاہدین اسلام کی مدد کرتے ہیں تمہارے پاس آئے گا اور برص کا مرض ہوگا جو درہم برابر جگہ کے علاوہ باقی بالکل ٹھیک ہو چکا ہوگا اس کی والدہ ہوگی اور یہ اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتا ہوگا اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم اٹھالے تو اللہ اسے پورا کر دے اگر تم اس سے اپنی مغفرت کی دعا کرا سکو تو ضرور کروالینا۔ پس وہ شخص حج کے بعد اویس رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو ان سے کہا کہ میرے لئے مغفرت کی دعا کریں حضرت اویس رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا تم تو ابھی ایک سفر سے آرہے ہو لہٰذا تم میرے لئے مغفرت کی دعا کرو اور انہوں نے کہا کیا تمہاری حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی ہے اس شخص نے کہا جی ہاں! پس حضرت اویس رضی اللہ عنہ نے اس شخص کیلئے بھی مغفرت کی دعا کی پس اس طرح لوگوں نے ان کے مقام کو پہچانا پھر وہ اپنے سامنے کی طرف چل پڑے۔ (مسلم)

ان تمام احادیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نیک آدمی کی ملاقات کو جانا باعث اجر وثواب ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جن کو زبان نبوت سے جنت کی بشارت مل چکی تھی اویس قرنی رضی اللہ کی ملاقات کو گئے اور اپنے لئے بخشش مغفرت کی دعا کرائی اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اعلیٰ ادنیٰ سے دعا کروا سکتا ہے اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اعلیٰ ہیں جبکہ اویس قرنی تابعی رضی اللہ عنہ ہیں ان سے بخشش کی دعا کروارہے ہیں۔

اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اہل خیر کے متعلق بتایا کہ وہ ان سے دعا کروائیں اور ملاقات کریں۔

اہل حدیث کے کامل اولیائے رحمٰن:۔ علماء اہل حدیث قرآن وسنت پر عمل کرنے والے دین کی سچی سچی دعوت پھیلانے والے تھے کوئی دھمکی کوئی لالچ ان کو راہ حق سے پھیر نہ سکی، دین حنیف پر سختی سے عامل تھے کتاب وسنت ان کا معیار تھا، حق بات پر ڈنکے کی چوٹ پر سختی سے عامل تھے، کتاب وسنت ان کا معیار تھا حق بات کو ڈنکے کی چوٹ پر کہنا یہ ان کا شیوہ تھا جو بات قرآن وسنت سے ثابت ہے اس کا اقرار کیا اور جو بات بدعات میں شامل تھی اس کی سختی کے ساتھ تردید کی۔ زہد وتقویٰ، اخلاص للّٰہیت، جذبہ ایثار قربانی ان کی شان تھی ذکر الٰہی ان کی خوراک تھی ایسے نیک پاک طینت علماء اہل حدیث میں کئی صاحب کرامت بزرگ بھی تھے جن سے کرامتیں ظاہر ہوئیں اور لوگوں نے ان کے صاف باطن کی گواہی دی اگر قرآن وسنت پر عمل کرنے والے علماء اولیاء اللہ نہیں تو پھر کون ہے جو ولی الرحمٰن ہے۔

شفاف تصوف کے ہم قائل ہیں نہ کہ......:۔ تصوف اسلام کی حقیقی تعلیمات کا دوسرا نام ہے اس میں جو آمیزش کر دی گئی ہے ہم اس کے قائل نہیں ہیں وحدۃ الوجود، وحدۃ الشہود، حلول، عرس، میلے، قوالیاں اور دیگر خرافات کے نہ ہم پہلے قائل تھے نہ اب ہیں استمد ادلغیر اللہ کے پہلے بھی انکاری تھے اب بھی ہیں نیک لوگ زندہ ہوں تو ان سے دعا کے قائل و فاعل ہیں جب وہ فوت ہو جائیں تو ان کے لئے دعا کرتے ہیں۔ (سید ثناء اللہ گیلانی بن سید بارک اللہ گیلانی، خطیب جامع مسجد مکی اہل حدیث دھرنگ، تحصیل کاموں نکے، ضلع گوجرانوالہ)

بڑوں کا تصوف..........ہم سب کی ضرورت

(از :فضیلۃ الشیخ مولانا سید ثناء اللہ شاہ گیلانی حفظہ اللہ

امام وخطیب جامع مسجد اہل حدیث ، دھرنگ، گوجرانوالہ)

مولانا سید ثناء اللہ شاہ گیلانی حفظہ اللہ بن مولانا سید بارک اللہ شاہ گیلانی رحمہ اللہ ماشاء اللہ باعمل عالم دین ہیں گزشتہ کئی برس سے سیالکوٹ کے قریبی گاؤں دھرنگ میں اپنے والد صاحب رحمہ اللہ کے نقش قدم پہ چلتے ہوئے قرآن وحدیث کا درس دے رہے ہیں۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ مولانا عبدالرشید صاحب مجاہد آبادی حفظہ اللہ کے شاگرد رشید ہیں اور اپنے اسلاف اولیاء اللہ سے حد درجہ عقیدت رکھتے ہیں علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف ان کی روحانیت اور رواداری کے بہت سے واقعات آپ اپنی مختلف مجالس میں بیان فرماتے رہتے ہیں انہی مجالس کے کچھ اقتباسات پیش خدمت ہیں۔

تصوف تعلق باللہ اور کیفیت احسان کی ذریعہ:۔ تعلق باللہ، اتباع سنت اور عبادات میں کیفیت احسان کے حصول کا دوسرا نام تصوف ہے۔ قرآن پاک میں تصوف کو تزکیۂ نفس کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ علمائے اہل حدیث کا یہ طرہ امتیاز رہا ہے کہ وہ دینی مدارس میں جہاں قرآن وسنت کی تعلیم کو ضروری سمجھتے وہاں پر آنے والے طالب علم کے باطن کی صفائی کیلئے اس کا تزکیۂ نفس بھی کرتے تا کہ وہ حاصل کیے گئے علم پر سب سے پہلے خود عمل کر کے پھر مجسمہ اخلاق بن کر دوسروں کو عمل پر لائے اور تبلیغ دین میں جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑے انہیں سعادت سمجھتے ہوئے صبر کے ساتھ برداشت کرے حیف در حیف کے آج ہمارے دینی مدارس میں ؎

رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج ہمارے علماء اہل حدیث لوگوں کو دین کی معلومات تو دے رہے ہیں مگر معمولات یعنی دین پر عمل نہیں آ رہا۔ بندہ ناچیز نے جن اہل حدیث صوفیاء کے تذکرے اپنے بڑوں سے سنے یا جن نیک سیرت، عامل دین اسلاف کو دیکھنے اور ان کی صحبت صالحہ سے فیضیاب ہونے کی سعادت حاصل کی ان کے واقعات بیان کرنا باعث اعزاز و کار ثواب ہے۔

والد صاحب کی آنکھوں دیکھی کرامت:۔ میرے والد صاحب علیہ الرحمۃ کا نام سید بارک اللہ گیلانی بن سید محمد حسین بن عبدالرحمٰن رحمہما اللہ ہے۔ ہمارے پر دادا عبدالرحمٰن صاحب رحمہ اللہ انڈیا کے پہلے گاؤں ساون بھید کے رہنے والے تھے جو کہ امرتسر کے پاس ہے۔ ہمارے والد صاحب رحمہ اللہ کے ہاں یکے بعد دیگرے سات بیٹیوں کی پیدائش ہوئی۔ اللہ پاک کی جو مرضی ہو وہی ہوتا ہے مگر یہ فطری بات ہے کہ جس کی مسلسل سات بیٹیاں ہوں اسے پریشانی ضرور ہوتی ہے ہمارے دادا سید محمد حسین رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے بارک اللہ! تم دوسری شادی کر لو لیکن والد صاحب رحمہ اللہ فرماتے کہ جس رب نے بیٹیاں عنایت فرمائی ہیں وہ بیٹا دینے پر بھی قادر ہے۔

نذیر احمد سبحانی صاحب جو ماشاء اللہ ابھی بھی حیات ہیں ان کا اردو بازار میں بہت بڑا کتب خانہ ہوتا تھا۔ والد صاحب رحمہ اللہ کی ان کے ساتھ گہری دوستی تھی وہ ان سے کتابیں لیا کرتے تھے اور ہر سال رمضان المبارک میں حساب کر کے پیسے ادا کر دیا کرتے تھے۔ والد صاحب رحمہ اللہ اپنا واقعہ بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ مجھے کسی کتاب کی اشد ضرورت تھی لیکن وہ پورے اردو بازار میں نہیں مل رہی تھی پھر پرانی

کتابیں بیچنے والے ایک آدمی کے پاس وہ کتاب نظر آئی تو وہ کہنے لگا شاہ جی! میرے پاس تو یہی پرانی کتاب ہے آپ کو پسند آتی ہے تو خرید لیں۔ والد صاحب رحمہ اللہ نے کتاب خرید لی اور جب اس کا سرورق پڑھا تو اس پر اس آدمی کا نام لکھا ہوا تھا جس نے یہ کتاب خرید کر اپنی لائبریری کی زینت بنائی تھی اور جس عالم دین نے کتاب لکھی تھی ان کا نام بھی درج تھا۔ والد صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے کہ میرے ذہن میں آیا یہ کتاب کسی ایسے عالم دین نے لکھی ہے جس بے چارے کی اولاد نہیں تھی۔ اسی لیے اس نے یہ کتاب لکھی اور یہ بازار میں آکر فروخت ہوئی۔ تو سوچنے لگے کہ اصل اولاد تو بیٹے ہی ہوا کرتے ہیں بیٹیاں تو اپنے اپنے گھروں میں چلی جائیں گی پھر میرا وارث کون ہوگا اصل وارث تو بیٹے ہی ہوا کرتے ہیں! کہتے ہیں کہ میں یہ سوچ سوچ کر روتا رہا اور روتے روتے پیدل چل کر اسٹیشن تک پہنچا کیونکہ اس زمانے میں تانگے بھی کم ہوا کرتے تھے۔ پھر جب اگلی مرتبہ اردو بازار میں نذیر احمد سبحانی صاحب کے پاس گئے تو انہوں نے فرمایا شاہ جی! کوٹ رادھا کشن میں جو شاہ صاحب والی مسجد ہے اس میں صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ تشریف لائے ہوئے ہیں آپ ان کے پاس جا کر اپنے لیے دعا کروائیں۔ والد صاحب فرماتے تھے کہ میں وہاں چلا گیا شام کا وقت تھا صوفی صاحب رحمہ اللہ وہاں جلوہ افروز تھے ان سے ملاقات ہوئی بیٹے کیلئے دعا کی درخواست کی تو فرمانے لگے کہ آپ تہجد کے وقت میرے پاس آجانا تو والد صاحب رحمہ اللہ نے عرض کی حضرت! میں آج رات اسی مسجد میں ہی قیام کروں گا۔ خیر تہجد کے وقت دونوں حضرات اٹھے نوافل ادا کیے اور صوفی صاحب رحمہ اللہ نے دعا کیلئے ہاتھ بڑھائے ان کے دعا مانگنے کا طریقہ ایسا تھا کہ اللہ پاک سے باتیں کرتے ہوئے عرض کرتے جاتے کہ یا اللہ تو بارک اللہ کو بیٹا دے تو کیوں نہیں دیتا یا اللہ بارک اللہ کو دے دے، اس کو بیٹا دے دے، ایسا چار دفعہ فرمایا اور فرماتے ہوئے چار دفعہ والد صاحب رحمہ اللہ کے کندھے پر تھپکی دی۔ اللہ پاک کا فضل و کرم دیکھیں کہ اس نے والد صاحب رحمہ اللہ کو مجھ سمیت چار بیٹے عطا فرمائے۔

یہ اللہ پاک کا خاص فضل ہے اور ولی کی سچی کرامت۔ جو اللہ پاک کے سچے ولی ہیں اس کے توحید پرست، متبع سنت نیک بندے ہیں ہم تو ان کی کرامت مانتے ہیں۔ اگر کسی ولی اللہ سے کرامت کا صدور نہ بھی ہو وہ پھر بھی ولی اللہ ہے جیسے کسی نبی علیہ السلام کے پاس معجزہ ہو تو بھی وہ نبی ہیں اور نہ ہو تب بھی نبی ہیں بعض اوقات معجزہ یا کرامت اللہ پاک اپنے نبیوں اور ولیوں سے دکھا دیتے ہیں اور بعض دفعہ نہیں بھی دکھاتے۔

استقامت بڑی کرامت:۔ ہندوستان میں ایک اللہ کے ولی تھے جن کا بہت شہرہ تھا کسی آدمی نے ان کا چرچا سنا تو سوچا کہ چل کر اس ولی اللہ کی زیارت ہی کر آئیں۔ وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہاں کئی دن قیام کیا پھر جب واپس جانے لگا تو کہنے لگا حضرت! میں نے تو سنا تھا کہ آپ بڑے اللہ کے ولی ہیں اور میں تو آپ کی کوئی کرامت دیکھنے آیا تھا لیکن میں تو مایوس ہو کر واپس لوٹ رہا ہوں۔ انہوں نے فرمایا بھئی آپ نے یہاں کتنے دن قیام کیا کہنے لگا 10/8 دن۔ فرمایا ان آٹھ دس دنوں میں میرے اندر کوئی خلاف شرع بات دیکھی تو کہنے لگا نہیں فرمایا اس سے بڑی کرامت تو اور کیا چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے نبی ﷺ کی سنت پر چلا رہا ہے اپنے نبی ﷺ کے طریقے پر چلا رہا ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی مہربانی ہے۔

کامل تعلق غیبی رہنمائی کا ذریعہ:۔ حضرت صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ بڑے باکرامت ولی اللہ بزرگ ہیں ہمارے والد صاحب رحمہ اللہ نے ہی بیان کیا کہ ایک دفعہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کے جامعہ محمدیہ اوڈاں والا میں جہاں وہ پڑھایا کرتے تھے چھٹیوں کا وقت آگیا۔ ان دنوں حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کو بخار چڑھا ہوا تھا وہ چارپائی پر دھوپ میں لیٹے ہوئے تھے، سب طلباء اور اساتذہ اکٹھے ہو کر صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تاکہ اساتذہ کو تنخواہیں دیں اور طلباء کو کرایہ وغیرہ دے کر رخصت فرمائیں۔ لیکن صوفی صاحب رحمہ اللہ کے پاس پیسے تھے نہیں وہ لیٹے لیٹے اللہ پاک سے باتیں کرنے لگے۔ فرمایا: مجھے تو سخت بخار چڑھا ہوا ہے سب طالب علم لائن لگائے کھڑے ہیں، اب میں کیا کروں اساتذہ کو تنخواہیں کہاں سے دوں؟۔ ہمارے والد صاحب رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ ابھی لیٹے ہوئے تھے تو اتنے میں ایک آدمی آیا اور عرض کرنے لگا کہ مجھے فلاں صاحب نے بھیجا ہے مدرسے کی خدمت کیلئے یہ رقم قبول

فرمالیں۔ جب صوفی صاحب رحمہ اللہ نے دیکھا تو اتنی ہی رقم تھی جتنی ضرورت تھی۔ نہ اس سے کم تھی نہ زیادہ۔

والد صاحب کی جنات سے سچی ملاقاتیں:۔ میرے والد صاحب رحمہ اللہ امرتسر کے مدرسہ غزنویہ میں پڑھتے تھے جو کہ سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کا مدرسہ ہے والد صاحب رحمہ اللہ نے طب کی تعلیم بھی حاصل کی اور عملیات کا کام بھی کیا۔ وہ جنات کے عامل تھے، ان کی حکمت کی ایک دکان تھی میں نے خود دیکھا کہ اکثر ان کے پاس کوئی مریض لایا جاتا جس پر وہ دم کرتے تو جن حاضر ہو جاتا اور پھر بعض دفعہ تو جن کے ساتھ کلام بھی کرتے اور پھر والد صاحب رحمہ اللہ اس جن کو چلے جانے کا حکم دیتے تو وہ ان کی بات مان لیا کرتے تھے۔ یہاں ہماری مسجد میں بھی جنات کا بسیرا ہے والد صاحب رحمہ اللہ کہتے تھے کہ نہ تم ہمیں کچھ کہو نہ ہم تمہیں کچھ کہیں گے۔ فرماتے تھے کہ جب صبح کے وقت یہاں تعلیم ہوتی ہے تو جنات کے بچے بھی بیٹھ کر تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ہمارے گھر میں بھی ابھی تک جنات موجود ہیں بعض دفعہ تو اپنی موجودگی کی اظہار بھی کرواتے ہیں۔ ہماری والدہ والد صاحب سے شکایت کیا کرتیں تو والد صاحب رحمہ اللہ ہنس پڑتے اور فرماتے کہ بیگم یہ آپ کو کچھ نہیں کہیں گے گھبرایا نہ کریں۔ ایک دفعہ کچھ لوگ ایک بچے کو لیکر آئے جس پر جنات تھے والد صاحب رحمہ اللہ نے دم پڑھا تو جنات حاضر ہو کر بات کرنے لگے والد صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا اس کے اندر سے نکل جاؤ۔ وہ کہنے لگے کہ ہم چلے تو جائیں گے لیکن کوئی نشانی دیکر جائیں گے مثلاً دیوار گرا کر جائیں گے یا دروازہ توڑ کر جائیں گے لیکن والد صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بغیر کسی نقصان کے یعنی نشانی دیئے بغیر جاؤ خیر وہ نکل گئے اسی طرح ایک بار لاہور سے بھی مریض کو لایا گیا تھا جس پر جنات قابض تھے۔

حدیث کا مثالی ادب واحترام: ہمارے استاد مولانا عبدالرشید صاحب مجاہد آبادی حفظہ اللہ کا بیٹا فوت ہوا تو میں تعزیت کیلئے ان کے پاس حاضر ہوا۔ میرے ساتھ ایک بریلوی پیر صاحب بھی تھے وہ راستے میں کہہ رہے تھے کہ چلو آج آپ کے استاد صاحب کو بھی دیکھ لیتے ہیں استاد صاحب کے ساتھ تقریباً آدھا گھنٹہ ہماری مجلس رہی بعد میں وہ دوست کہنے لگے کہ دنیا اللہ والوں سے خالی نہیں ہوئی۔ مولانا عبدالرشید صاحب مجاہد آبادی حفظہ اللہ مولانا سید داؤد غزنوی صاحب رحمہ اللہ کے تذکرے سنایا کرتے تھے کہ جب وہ مجلس میں بیٹھتے تھے تو اللہ تعالیٰ کی سکینہ نازل ہوتی تھی اور مجلس میں شریک تمام لوگوں کے دل نرم ہو جایا کرتے تھے۔ وہ اپنے مدرسہ غزنویہ شیش محل روڈ میں "موطا امام مالک رحمہ اللہ" پڑھایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ صدر ایوب خان ان سے ملنے کیلئے مدرسے میں حاضر ہوا۔ ان کے مدرسے میں شروع سے ہی اصول ہے کہ باہر ایک چوکیدار بیٹھتا ہے۔ اس وقت بھی محافظ چوکیدار نے جا کر سید صاحب رحمہ اللہ کو اطلاع دی کہ صدر مملکت آپ سے ملاقات کا خواہاں ہے سید صاحب رحمہ اللہ اس وقت حدیث کا درس دے رہے تھے فرمایا: انہیں مہمان خانے میں بٹھائیں۔ سبق پڑھانے سے فارغ ہو کر سید صاحب رحمہ اللہ مہمان خانے میں تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ محسوس نہ کیجئے گا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پڑھا رہا تھا تو میرے ضمیر نے یہ گوارا نہیں کیا کہ درس حدیث چھوڑ کر آؤں وہ بہت خوش ہوا اور عرض کرنے لگا کہ میں بھی کسی ایسے ہی اللہ والے کی تلاش میں تھا۔

اک کرامت بستی کی ہدایت کا ذریعہ: ایک دفعہ جلسے میں حافظ عبدالوہاب روپڑی صاحب نے خطاب کیا اور واقعہ سنایا کہ حافظ عبدالقادر روپڑی صاحب رحمہ اللہ ابھی نئے نئے ہندوستان کے مدرسے سے پڑھ کر آئے تھے وہاں راستے میں ایک بہت بڑا گاؤں تھا جہاں کا پانی کڑوا تھا۔ وہ مختلف جگہوں پر کنواں کھودتے لیکن پانی کڑوا ہی نکلتا۔ وہاں سکھوں کی بھی آبادی تھی، ہندو بھی رہتے تھے، عیسائی اور مسلمان بھی اسی گاؤں میں آباد تھے۔ بالآخر سب نے متفقہ فیصلہ کیا کہ سکھ اپنے گرو کو بلائیں، عیسائی اپنے پادری کو بلالیں، ہندو اپنے پنڈت کو بلالیں اور مسلمان اپنے اولیاء اللہ کو بلالیں۔ جن کے عمل یا دعا سے پانی میٹھا نکل آیا سارا گاؤں وہی مذہب اختیار کرلے گا۔ مسلمانوں کے سوا سب نے اپنے اپنوں کو بلایا اور وہ آکر خوب زور لگاتے رہے لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا آخر کار حافظ عبدالقادر روپڑی اور حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہما اللہ دونوں وہاں گئے اور ایک مخصوص جگہ دیکھ کر فرمایا کہ یہاں پر مصلیٰ بچھا دو پانی منگوا کر وضو کیا اور مصلے پر دیر تک دعا کرتے تھے۔ دعا کرتے ہوئے عرض کرنے لگے کہ یا اللہ تیری توحید کا مسئلہ ہے تو پانی میٹھا کر دے تو سارا علاقہ مسلمان ہو جائے گا بڑی دیر تک یہی دعا مانگتے رہے اتنی

لمبی دعا مانگی کہ لوگ اکتا گئے۔ آخر کار چہرے پر ہاتھ پھیرے اور فرمایا اس جگہ کھدائی کرو جب کھودا گیا تو وہاں سے پانی میٹھا نکل آیا الحمد للہ سارا علاقہ مسلمان ہوگیا۔ یہ واقعہ حافظ عبدالوہاب روپڑی صاحب نے خود سنایا تھا۔

مولانا داؤد غزنوی کا حلقہ بیعت:۔ مولانا سید داؤد غزنوی صاحب رحمہ اللہ کا حلقہ بیعت وارادت بہت وسیع تھا، ہمارے والد صاحب رحمہ اللہ صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ سے بیعت تھے اور ہمارے بعض حضرات حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی رحمہ اللہ سے بیعت تھے ، رائیونڈ کے پاس قصور روڈ پر ایک ایک گاؤں ہے میر محمد یہ وہاں کے رہنے والے تھے بہت نیک بزرگ تھے۔ ایک دفعہ ہمارے گاؤں کے قریب جلسہ ہونا تھا والد صاحب رحمہ اللہ نے مجھے حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی صاحب رحمہ اللہ کو لینے کیلئے بھیجا۔ جب میں انہیں لیکر بس میں واپس آرہا تھا تو بس میں موسیقی لگی ہوئی تھی حافظ صاحب رحمہ اللہ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ میں نے بس کے کنڈیکٹر کو کہا کہ موسیقی بند کروادو تو کہنے لگا کہ آپ کو اترنا ہے اتر جائیں گانے بند نہیں ہو سکتے۔ ابھی تھوڑی دور ہی بس گئی تھی کہ ٹیپ ریکارڈ خراب ہوگیا اور موسیقی بند ہوگئی۔ الحمد للہ یہ ولی کی زندہ کرامت تھی۔

اسی طرح ایک بہت نیک بزرگ حافظ محمد یحییٰ صاحب شرقپوری رحمہ اللہ تھے وہ بھی وقت کے بہت بڑے ولی تھے۔ میں ان کی زیارت کیلئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے مجھے نصیحتیں فرمائیں کہ علم پر توجہ دیں، جو پڑھا ہے اس پر عمل کریں، اپنے اساتذہ کا احترام کریں گے تو علم ملے گا۔

ان کے علاوہ مجھے محمد ادریس صاحب رحمہ اللہ کی زیارت کرنے کی بھی سعادت نصیب ہوئی ہے وہ بھی بڑے بزرگ تھے انہوں نے 60 سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا تھا وہ کاتب بھی تھے، حدیث کی کتابت کیا کرتے تھے۔ مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کی سنن نسائی کی شرح انہی کے قلم سے لکھی گئی ہے اس کے علاوہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوری نے ترمذی کی جو شرح لکھی ہے ''تحفۃ الاحوذی'' وہ بھی محمد ادریس صاحب رحمہ اللہ کاتب نے ہی لکھی تھی۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

بندہ ناچیز پر بھی اللہ پاک کا بہت بڑا احسان ہے اس نے اپنے دین کی خدمت کرنے پر مامور کیا ہوا ہے جو کہ محض اس کا فضل وکرم ہے اس کریم سے آج تک جو بھی مانگا ہے اس نے سب کچھ عنایت فرمایا ہے۔ '' الحمد لله على ذالك ''۔

ایک مرتبہ میں سائیکل پر بیٹھا کہیں جارہا تھا میری عادت ہے کہ کہیں بھی جاتا ہوں تو آیت الکرسی پڑھتا رہتا ہوں وہ گرمیوں کے دن تھے میں ایک پل کے نزدیک پانی پینے کیلئے رکا کیونکہ وہاں کے نلکے کا پانی بہت ٹھنڈا ہوتا ہے ایک دم فائرنگ کی زوردار آواز آئی میں ایک گندم کاٹنے والے کے پاس بیٹھ گیا بعد میں پتہ چلا کہ وہ ڈاکو تھے جنہوں نے سب کو لوٹا مگر اللہ پاک نے آیت الکرسی کی برکت سے مجھے محفوظ رکھا۔

اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں ہاں جن بزرگوں کی صحبت میں رہنے اور ان کی خدمت کرنے کا موقع ملا یہ سب انہی کی دعاؤں کا فیض نظر آتا ہے۔ زیر نظر کتاب ''علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف'' مؤلف کی عظیم کاوش ہے اللہ پاک اسے بھی قبول فرمائے۔ کتاب ھذا میں انہی بزرگان کے حالات وواقعات کو جمع کرنے اور انہیں اپنی اصل صورت میں لوگوں تک پہنچانے کی سعی کی گئی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ پاک بزرگوں کی خدمت کیلئے کی جانے والی محنت شاقہ کو قبول فرماتے ہوئے اس کتاب کو لوگوں کی ہدایت اور اخلاص وعمل کا ذریعہ بنائے اور ہمیں بھی کیفیت احسان کا کوئی ذرہ عطا فرمائے۔ آمین۔ ''الراجی الی رحمة ربی وغفرانه''

(مولانا ثناء اللہ شاہ گیلانی، امام وخطیب جامع مسجد اہل حدیث، دھرنگ گوجرانوالہ
مورخہ 12 اپریل 2013ء، ملاقات: ڈاکٹر محمد عثمان سلفی ودیگر احباب)

☆☆☆☆☆

تصوف......شریعت اسلامیہ کا ایک اہم حصہ

(از: پروفیسر مولانا سید ضیاء الرحمٰن گیلانی حفظہ اللہ

روحانی مرکز موترہ، ڈسکہ سیالکوٹ 7 مئی 2013ء)

موصوف جواں عمر عالم ہیں لیکن علمی صلاحیت اور روحانیت کا ذوق آپ کو اپنے اجداد سے ورثے میں ملا ہے موترہ ڈسکہ سیالکوٹ میں آپ روحانی علاج کے حوالے سے بہت معروف ہیں۔ آپ کا گیلانی خاندان علمائے اہل حدیث میں نہایت مشہور ہے، علمی خدمات کے ساتھ ساتھ یہ خاندان اصلاح نفس اور تزکیۂ باطن کی کوششوں میں بہت نمایاں رہا۔ پروفیسر مولانا سید ضیاء الرحمٰن گیلانی حفظہ اللہ تعالیٰ کا سلسلہ نسب سلسلہ قادریہ کے مشہور و معروف بزرگ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے ملتا ہے جن کی تین کتابیں بہت معروف ہیں۔ (1) غنیۃ الطالبین (2) فتوح الغیب (3) فیوض یزدانی۔ اللہ موصوف کی زندگی علم، عمل اور تقویٰ میں برکت عطا فرمائے کہ اس وقت میں آپ اپنے اسلاف کی نشانی ہیں اور اللہ آپ سے خوب اپنے دین کی خدمات انجام لیتا رہے۔

قبلہ حضرت حکیم محمد طارق محمود چغتائی مجذوبی حفظہ اللہ

السلام علیکم و رحمتہ اللہ برکاتہ: آپ کے حکم کے مطابق کتاب ''علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف'' کی تقدیم حاضر خدمت ہے۔ کئی باتیں ایسی تھیں جن کو لکھنا ناگزیر تھا تحریر کر دی گئی ہیں۔

جزاك الله خيرا فقیر الی اللہ پروفیسر سید ضیاء الرحمٰن گیلانی

اہل اللہ کی شان و مقام:۔ ''ان الحمد لله، نحمده، ونستعينه، ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور انفسنا، ومن سيئات اعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلله فلاهادي له، واشهد ان لااله الا الله وحده لا شريك له، واشهد ان محمد اعبده ورسوله، وبعده انما يخشى الله من عباده العلماء "۔ اللہ سے ڈرنے والے اہل علم (علماء) ہی ہیں۔

زیر نظر فرمان سے یہ بات ہماری سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ سے ڈرنے کیلئے اس کی عبادت و بندگی کرنے کیلئے اس کی دی گئی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کے لئے ''جاننا'' ایک ضروری عمل ہے۔ آگاہی کے بنا آدمی انسان نہیں بن سکتا۔ سورۃ التین میں ارشاد باری تعالی ہے۔

''والتين والزيتون وطورسينين، وهذاالبلدالامين، لقد خلقنا الانسان في احسن تقويم''

ترجمہ:۔ قسم ہے تین کی، قسم ہے زیتون کی اور طور سینا، کی اور اس امن والے شہر کی البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا انسان کو بہت خوبصورت چہرے والا (عزت و شرف والا)۔ اب اس چہرے کو تر و تازہ رکھنے کیلئے اس میں نورانیت کو قائم و دائم رکھنے کیلئے بندگی کی اشد ضرورت ہے، یقیناً جو اللہ والے ہوا کرتے ہیں ان کے چہرے مبنی بر سچائی اور نورانیت سے بھرپور ہوا کرتے ہیں۔ جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو دیکھ کر ایک اجنبی بڑھیا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی گواہی دے دی تھی، پوچھنے پر بتلانے لگی کہ یہ چہرے کبھی جھوٹ نہیں بولا کرتے۔ یہ مبنی بر حق چہرے آج بھی دنیا میں قائم ہیں اور قیامت تک انہوں نے رہنا ہے بس فرق یہ ہے کہ ان پر نبوت نہیں نازل ہوئی یہ چہرے اللہ والوں کے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو آدھی آدھی رات کو اٹھ کر اپنے پروردگار سے باتیں کرتے ہیں، آہ و زاری میں وقت گزارتے ہیں۔ نوافل اور سجود کی کثرت کرتے ہیں۔ ان کا مقام قرآن بیان کرتا ہے:" الا ان اولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون " خبردار! بے شک اللہ کے جو دوست ہیں ان پر کوئی خوف اور ڈر نہیں اور نہ ہی وہ حیران اور پریشان ہوتے ہیں۔

خوف دنیا کے چھن جانے کا ہوتا ہے وہ اس سے پہلے ہی بیزار ہوتے ہیں۔ غم دنیا سے گزر جانے کا ہوتا ہے وہ پہلے ہی تیار ہوتے ہیں۔

اس لئے ان دونوں عوارضات سے وہ مبرا ہوتے ہیں۔

تصوف شریعت اسلامیہ کا اہم حصہ:۔ اہل حدیث جماعت میں اہل حدیث اہل علم اولیاء کی کبھی بھی کسی بھی وقت کمی نہیں رہی۔ کیونکہ خالصتاً قرآن وحدیث کی داعی یہی جماعت اور اس کے اکابر ہیں۔ اسی جماعت کے چیدہ چیدہ سرکردہ اکابرین جن کا اسلامی تصوف کے ساتھ تعلق ہے اسی کو حضرت مصنف حفظہ اللہ نے اپنی اس تصنیف میں اجاگر کیا ہے۔ اور آپ ہی کے حکم سے کچھ گزارشات اس کتاب کیلئے تحریر کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی چنداں ضرورت تو نہیں لیکن پھر بھی اس چڑیا کا خیال آتا ہے جو آتش نمرود میں اپنی چونچ سے پانی ڈال کر کہتی ہے کہ خواہش بس یہی ہے کہ محبان ابراہیم علیہ السلام میں میرا بھی نام آجائے۔ تصوف شریعت اسلامیہ کا ایک حصہ ہے جس سے روگردانی کرنا کسی بھی صورت مناسب نہیں۔ ہاں! موجودہ تصوف کو دیکھ دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ اسلام کی دعوت نہیں ہو سکتی بلاشبہ ایسا ہی ہے۔

تصوف کی بنیاد، قرآن وسنت:۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو بھی مذہب اس دنیا میں اللہ نے نازل فرمایا ہے اس مذہب میں تو کوئی شک وشبہ نہیں شک تو بس اسی میں ہوتا ہے جو لوگ اپنے پاس سے اعمال کر کے اس کو مذہب یا دین کا حصہ بنا لیتے ہیں۔ اسی طرح کا معاملہ کچھ تصوف کے ساتھ بھی ہے حالانکہ اسلامی تصوف کی بنیاد ہی قرآن وسنت پر ہے۔

پروفیسر یوسف سلیم چشتی مرحوم رقمطراز ہیں: اسلامی تصوف قرآن وحدیث سے ماخوذ ہے اور اس کے اجزائے ترکیبی یہ ہیں:

"(۱) توحید خالص، (۲) تبلیغ دین، (۳) اتباع شریعت، (۴) خدمت خلق، (۵) جہاد (اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش۔ ص ۹)

آگے تحریر کرتے ہیں: اس میں کوئی شک نہیں کہ چوتھی صدی ہجری کے بعد مسلمانوں میں غیر اسلامی بھی راہ پا گیا۔ اور یہ تصوف چونکہ عجمی یا غیر اسلامی تھا اس لئے اس کے اجزائے ترکیبی اسلامی تصوف کے ضد تھے۔ یعنی (۱) شرک، (۲) رہبانیت، (۳) تخریب دین، (۴) اباحت مطلقہ، (۵) نفاق اور مداہنت (حوالہ مذکورہ بالا)

اسلامی تصوف کے سب سے بڑے داعی:۔ چنانچہ جہاں تک اسلامی تصوف کی بات ہے اس کے سب سے بڑے داعی تو امام الانبیاء حضرت محمد رسول ﷺ ہیں۔ اس لئے کہ بنیادی تعلیمات جو اسلام کی ہیں وہی تصوف کی ہیں۔ پھر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے اسی طرح تابعین اور تبع تابعین ائمہ محدثین، مفسرین جن کا تعلق خالصتاً قرآن وسنت سے رہا ہے۔ وہ سب کے سب تصوف کے دعویدار نظر آتے ہیں۔

حضرت امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی عبادت کے بارے میں علامہ محمد یوسف کوکن عمری بیان کرتے ہیں کہ امام موصوف فرائض وسنن اور نوافل کے پورے پابند تھے، ان کی نظروں کے سامنے ہمیشہ آنحضرت ﷺ کی عبادات ہوتی تھیں وہ پرخلوص عبادت ہی کو دل ودماغ کے تزکیئے اور تصفیے کا بہترین ذریعہ سمجھتے تھے اور یہ محسوس کرتے تھے کہ عبادت سے دل کے اندر جلا پیدا ہوتی ہے اور ایک مومن اللہ کے نور سے کائنات کی بہت سی چھپی ہوئی چیزوں کو دیکھنے لگتا ہے۔ اس سلسلے میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی مختلف کتابوں کے علاوہ حافظ ابن القیم رحمہ اللہ کی مشہور و معروف کتاب "مدارج السالکین"، دیکھنی چاہیے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک صوفی صافی کی زندگی کس نہج اور طریقہ پر ہونی چاہیے۔ (حیات ابن تیمیہ ص ۵۹۸۔ ملخصاً)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا عفو ودرگزر:۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا شمار ائمہ اہل حدیث کے بڑوں میں ہوتا ہے شریعت اسلامیہ کا کوئی بھی میدان جس کے سرخیل امام موصوف نہ ہوں نظر نہیں آتا۔ امام موصوف کے عفو ودرگذرہی کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

امام موصوف کی زندگی ہمیشہ ہنگاموں سے بھری رہی۔ ہمیشہ مخالفت کے طوفان اٹھتے رہے اور ختم ہو جاتے تھے، قضاۃ وعلماء وفقہاء ان کے مخالف رہے اور ان کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے رہے ان کے خلاف آوازے کسے، بارہا گالیاں دیں ان کو مارا پیٹا، ان کے قتل کی سازش

کی، ان کو قید میں ڈلوایا۔ مگر انہوں نے کبھی کسی سے انتقام لینے کی کوشش نہ کی۔ سب کو صدق دل سے معاف کردیا۔ (حوالہ مذکور)

آج کے علمائے اہل حدیث اور تصوف: آج کے اہل حدیث علماء پتہ نہیں کیوں غیر اسلامی تصوف کے ساتھ ساتھ عین اسلامی تصوف کی بھی نفی کرتے نظر آتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ کشف و کرامت اور فہم و فراست کا سرے سے انکار ہی کرتے چلے جاتے ہیں، اکابرین علمائے اہل حدیث کی زندگیوں اور ان کی کتابوں پر اگر نظر دوڑائیں تو جتنا اسلامی تصوف ان کے ہاں ہمیں ملتا ہے اس کی مثال ہمیں کہیں نظر نہیں آتی بلکہ ہمارے آج کے علماء ان کتابوں اور ان کے مصنفین کی نفی کردیتے ہیں اگر ہم صحیح اسلامی تصوف کی دعوت نہ دینگے تو یقیناً اس کے مقابلے میں گمراہی آئے گی اور اس کا سارے کا سارا وبال ہم علمائے دین پر ہوگا۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا کشف و کرامت:۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کشف و کرامت اور فراست کے چند ایک واقعات پیش خدمت ہیں۔ علامہ محمد یوسف کوکن عمری رقمطراز ہیں۔ امام موصوف کا خیال تھا کہ پرخلوص عبادت کرنے سے مومن کے دل میں جلا (روشنی) پیدا ہوجاتی ہے اور آئندہ ہونے والے واقعات کو دیکھ سکتا ہے۔ ان کے شاگردوں کا بیان ہے کہ امام موصوف کے اندر کشف کرامت اور فراست کی صفت بدرجہ اتم موجود تھی۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ اپنی کتاب ''مدارج السالکین'' (جلد دوم ص، ۲۵۰) میں لکھتے ہیں کہ میں نے شیخ الاسلام کی فراست کے عجیب وغریب واقعات مشاہدہ کیے ہیں جو واقعات میرے مشاہدے میں نہیں آئے وہ میں نے ثقہ لوگوں کی زبانی سنے ہیں اس سے بہت زیادہ ہیں جو میرے مشاہدے میں آئے ہیں ان کی فراست کے واقعات بیان کرنے کیلئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔

پیشنگوئی کا پورا ہوجانا (کرامت):۔ ان کی زندگی کے مستند واقعات اس پر شہادت دیتے ہیں کہ ان کے اندر کشف، فراست کی کیفیت کامل طور پر پائی جاتی تھی۔ قازان نے دو مرتبہ ملک شام پر حملہ کیا اور امام موصوف نے پہلی مرتبہ مسلمانوں کو شکست کی پیشنگوئی کی تھی جو صحیح ثابت ہوئی دوسری مرتبہ انہوں نے جیت کی خبر دی تھی جو سچ ثابت ہوئی۔

اسباب قید میں رہائی کی پیشنگوئی (کرامت):۔ جب ۷۰۵ھ میں امام موصوف عقائد کے متعلق جوابدہی کیلئے مصر طلب کئے گئے تو عقیدت مندوں نے ان کے متعلق قتل کئے جانے کا خوف ظاہر کیا انہوں نے کہا خدا کی قسم دشمن اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتا، لوگوں نے دریافت کیا پھر کیا ہوگا؟ تو انہوں نے کہا میں قید میں ڈالا جاؤں گا اور میری یہ قید لمبی ہوگی میں اس کے بعد برسر عام کتاب وسنت کی حمایت کروں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

روحانیت کی ضرورت واہمیت:۔ مومن کا اگر باطن روشن نہیں تو اس کے اعمال میں فرق ہے۔ وہ اپنے اعمال ٹھیک کرے، روحانیت ایسے ہی ہے جیسے جسم کے اندر روح، روحانیت تبھی حاصل ہوسکتی ہے جب شریعت اسلامیہ پر مکمل عمل کیا جائے، بدعات اور خرافات سے بچا جائے۔

کچھ ذاتی حالات:۔ میرے ذمہ جو کام لگایا گیا تھا وہ ہے حضرت مفتی اعظم محدث کبیر شیخ الحدیث استاذ العلماء ابوالخیر سید محمد اکرم گیلانی نور اللہ مرقدہ کی حیات کے واقعات جو مبنی برحقیقت ہوں اور ہمارے اس مضمون پر مکمل اترتے ہوں۔ 2012ء کی گرمیوں کی صبح تھی حکیم صاحب حفظہ اللہ نے بندہ حقیر کو شرف میزبانی بخشا اور اس موضوع پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ میں نے ان سے وعدہ کیا میں جہاں تک ہوسکے گا مکمل تعاون کرونگا۔، چنانچہ 2 مئی 2013ء بروز جمعرات کتاب کی کمپیوٹر کمپوزنگ دیکھی اسی وقت کاغذ قلم لے کر بیٹھ گیا ہوں اور دماغ کے کمپیوٹر میں محفوظ فائلز اس صفحہ پر مشتمل کررہا ہوں۔ کچھ لکھنے سے پہلے یہ تذکرہ کرنا مناسب ہوگا کہ میرا ددھیال جن کا تعلق الحمدللہ گیلانی سادات سے ہے ان کا شجرہ نسب حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے توسط سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔ جبکہ ننھیال کا تعلق کاظمی سادات سے ہے اور ان کا تعلق حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔

خاندانی تذکرہ:۔ کتاب ھذا میں جابجا میرے ننھیال کی خدمات کا تذکرہ بہ عنوان سید محمد شریف شاہ گھڑیالوی رحمہ اللہ کی خدمات سے ملے گا۔ بلکہ کتاب کے آخر میں مکمل شجرہ نسب بھی تحریر کیا گیا ہے۔ سید شریف شاہ گھڑیالوی رحمہ اللہ کی دو صاحبزادیاں تھیں بڑی کا نام سیدہ مریم

بی بی اور چھوٹی کا نام سیدہ امۃ اللہ بی بی ہے۔ اول الذکر کی بڑی بیٹی سیدہ ثریا بیگم بندہ ناچیز کی حقیقی ماں ہے۔ ”اللھم نور قبورھن“
اس حوالے سے سید شریف شاہ رحمہ اللہ سے ننھیالی تعلق بڑا مضبوط ہے۔

سید اکرم گیلانی رحمہ اللہ کا تعارف:۔ حضرت سید محمد اکرم گیلانی مرحوم ومغفور کا حلیہ سب سے پہلے پیش خدمت ہے تا کہ شخصیت کا لحاظ بھی رہے۔

درمیانہ قد، بھرا بھرا جسم، سر پر جناح کیپ، آنکھوں پر نظر کا چشمہ، مناسب حد تک بڑھی ہوئی داڑھی، باریک اور چھوٹی مونچھیں، آنکھوں سے چھلکتی ذہانت وقابلیت، خاموش طبع، خوش لباس وخوش وخرم، ویس کوٹ اچکن اور گاؤن (جبہ) کا استعمال، باٹا یا سروس کمپنی کے جوتوں کا استعمال، سادہ مزاج مگر پر خلوص، علم کا بحر بیکراں اور علماء کی صفوں میں خاصے ممتاز یہ ہیں جی نامور عالم دین اور مسلک اہل حدیث حقہ کی متاع جمیل، سید محمد اکرم گیلانی رحمہ اللہ جو علم وآگہی کا نور پھیلاتے ہوئے اس جہاں سے رخصت ہوئے۔ ”اناللہ وانا الیہ راجعون“
(ماخوذ از علم وعمل کا آفتاب۔ سید محمد اشرف شاہ)

حضرت جی نے اپنی ساری عمر درس وتدریس میں گزاری ہے نماز روزہ کے پابند، شب زندہ دار تھے، رمضان المبارک میں معمول تھا کہ تہجد کے نوافل میں مکمل قرآن سنایا کرتے تھے، ہر وقت قرآن وحدیث سے زبان تر رہا کرتی تھی۔

جنات میں والد محترم کا ادب:۔ ایک دفعہ درس بخاری دے رہے تھے کہ حضرت مولانا خالد گرجاکھی مرحوم کے بڑے صاحبزادے حافظ محمد گرجاکھی جو کہ والد مرحوم کے کلاس فیلو بھی تھے تشریف لائے، آنے کا مقصد بیان کیا کہ میرا ایک مریض ہے۔ حافظ صاحب چونکہ عامل بھی تھے اور دم وغیرہ بھی کیا کرتے تھے کہتے ہیں اس مریض کو جنات کی شکایت ہے اور اسے جنات کہتے ہیں کہ ہم نے مریض سے نہیں نکلنا، جب تک شاہ صاحب ہمیں نہ کہیں گے چنانچہ حافظ صاحب والد محترم کا پیغام لے کر گئے اور اس طرح مریض کی خلاصی ہوئی۔

جنات میں آپکی خدمت کرنے کا جذبہ:۔ کئی دفعہ یہ واقعہ مجھے سنایا کرتے تھے کہ جنات میری ٹانگیں اور پاؤں دباتے ہیں ایک دفعہ جب جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ کے سالانہ امتحان کے سلسلے میں وہاں گئے تو نماز ظہر کے وقفے میں کہنے لگے: میں مسجد کے ہال میں ہی لیٹ گیا تھک بہت گیا تھا کہ اچانک کسی نے میری ٹانگیں دبانی شروع کر دیں، دیکھنے میں کوئی نظر نہ آیا میں سمجھ گیا پھر بڑی آہستہ سی آواز میں نے کہا کہ چلے جاؤ یہ مناسب نہیں چنانچہ وہ روتے ہوئے گئے اور جا کر میری نانی مرحومہ سیدہ مریم بی بی کو شکایت کی کہ بھائی صاحب ہمیں خدمت سے روکتے ہیں۔

برکت کا آنکھوں دیکھا حال (کرامت):۔ جامعہ اسلامیہ کا ہی ایک واقعہ پیش خدمت ہے کہ امتحانات لینے کیلئے وہاں گئے ہوئے تھے، سامنے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی مشہور حدیث جس میں دودھ کا ایک پیالہ اور پینے والے سارے اصحاب صفہ، اس واقعہ کے عینی شاہد جو وہاں موجود تھے اور امتحان دے رہے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ شیخ الجامعہ شیخ راشدی صاحب نے کولڈ ڈرنک بھیجی اور حضرت شاہ صاحب فرمانے لگے لو جی، آج حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا عملی مظاہرہ بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم کلاس میں 12 یا 13 لڑکے تھے سبھی نے اس بوتل کو پیا آخر میں حضرت شاہ صاحب نے بھی خوب سیر ہو کے پی، یوں ایک کولڈ ڈرنک کو ہم سب نے پیا اور وہ ختم نہ ہوئی، اگلے دن پھر امتحان کے سلسلے میں ہم حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر تھے کہ چائے کا ایک کپ آپ کیلئے آیا۔ آپ کے حکم سے سبھی نے پیا اور آخر میں حضرت صاحب نے خود لیا۔ (بروایت برادر اکبر حکیم سید عطاء الرحمٰن گیلانی)

اللہ والوں کی شان:۔ یہ اللہ والے بڑے عجیب ہوتے ہیں کیونکہ ان کی ڈائریکٹ (براہ راست) لو اللہ سے لگی ہوتی ہے۔ اس کے رسول ﷺ کی محبت میں فنا ہوتے ہیں اسی لئے انہی کی تعریف میں فرمان رسول ﷺ ہے۔ اللہ جل جالہ ارشاد فرماتا ہے ”جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اس کو یہ خبر کئے دیتا ہوں کہ میں اس سے لڑوں گا“ اور ”میرا بندہ جن جن عبادتوں سے میرا قرب حاصل کرتا ہے ان میں سے کوئی عبادت مجھ کو اس سے زیادہ پسند نہیں ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے اور میرا بندہ (فرض ادا کرنے کے بعد) نفل عبادتیں کر کے مجھ

سے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں پھر تو یہ حال ہوتا ہے کہ میں ہی اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اس کو دیتا ہوں وہ اگر کسی (دشمن یا شیطان) سے میری پناہ چاہتا ہے تو میں اس کو محفوظ رکھتا ہوں اور مجھ کو کسی کام میں جس کو میں کرنا چاہتا ہوں اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا اپنے مسلمان بندے کی جان نکالنے میں ہوتا ہے وہ تو موت کو (بوجہ جسمانی تکلیف) برا سمجھتا ہے اور مجھے اس کو تکلیف دینا برا لگتا ہے۔ (صحیح بخاری الرقاق و تیسیر الباری، ترجمہ اور حاشیہ علامہ وحید الزمان)

اس حدیث قدسی میں نیک بندوں کی تعریف و توصیف کا تذکرہ ہے جب اللہ سے لو لگائی جاتی ہے تو یقیناً اللہ بھی اپنے بندوں کو مایوس نہیں کرتا بلکہ احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ بعض اللہ کے بندے ایسے ہیں جو اللہ پر قسم اٹھا لیتے ہیں تو اللہ ان کی قسم کی لاج رکھتے ہوئے ان کی بات کو پورا کر دیتا ہے۔

رات کی تنہائی میں جنات سے ملاقات:۔ اسی طرح کا ایک واقعہ میرے ساتھ پیش آیا جس مکان میں میں اب رہائش پذیر ہوں یہ مکان حضرت والد صاحب کی زندگی میں تعمیر ہو چکا تھا اور ہم لوگ اس میں شفٹ ہو چکے تھے۔ تیاری مکمل ہونے کو تھی کہ رنگ والا مستری بہت پریشان تھا ایسا ہوا کہ ڈرائنگ روم میں رنگ و روغن فائنل ہو چکا تھا کہ اچانک رات کو دیوار کے روشندان سے خون کے چھینٹے چھت کے ساتھ لگے ہوتے تھے۔ صبح آ کر چھت کو صاف کر کے پھر رنگ مکمل کیا۔ ایسا تقریباً 2 مرتبہ ہوا تیسرے دن حضرت شاہ صاحب خود آئے ٹھیکیدار نے سارا ماجرا گوش گذار کیا تو پوچھا کہ تم نے چھوٹے شاہ صاحب (یعنی کہ بندہ ناچیز) سے بات نہیں کی وہ کہنے لگا بات کی ہے لیکن وہ خاموش رہے ابھی یہ بات جاری تھی کہ شام کے وقت مزدور اندر آیا اور کہنے لگا شاہ جی گھر کا مین گیٹ بند نہیں ہو رہا اس میں 2 انچ تک فرق آ رہا ہے۔ جبکہ اس گیٹ کو لگے ہوئے تقریباً اڑھائی سال مکمل ہو گئے تھے یہ گیٹ مکمل طور پر ٹھیک بند بھی ہوتا تھا اور کھولا بھی جاتا تھا۔

حضرت صاحب نے تمام مزدوروں کی چھٹی کروائی اور مجھ سے فرمایا کہ آج کی رات میں اسی مکان میں گزاروں گا چنانچہ آپ نے رات گزاری اس کا حفاظتی حصار باندھا سورۃ البقرہ کی تلاوت کی تو اگلے دن گیٹ بند ہوا لیکن اس کا فرق نہیں نکل سکا اور رنگ پر خون کے چھینٹے پڑنے کا عمل بھی رک گیا۔

گمشدہ بیٹے کا فوراً مل جانا (کرامت):۔ ہمارے ایک واقف کار پیپلز کالونی میں رہتے ہیں۔ میں اور اباجی مرحوم ان کے گھر گئے ان کا چھوٹا بیٹا گھر سے پچھلی رات کو بھاگ گیا تھا وہ لوگ بہت پریشان تھے ان کو دلاسہ دیا کہ ابھی آ جاتا ہے آپ پریشان نہ ہوں۔ اور واقعی جیسا آپ نے فرمایا تھا وہ لڑکا عشاء کے وقت گھر موجود تھا۔

آیت کے دم سے پریشانی دور ہو جانا:۔ ہمارے ساتھ ہی ایک قصبہ ہے ''جاملکے چیمہ'' وہاں کے حافظ ارشد صاحب ایک دن آئے اور کہنے لگے حضرت جی میرے گھر کی کھڑکیاں روزانہ رات بہت زیادہ بجتی ہیں یہ سلسلہ تقریباً ایک سال سے ہے بہت دم وغیرہ کرائے ہیں لیکن افاقہ نہیں ہوتا اسے ایک آیت کریمہ لکھ کر دی اور دم کرنے کو کہا آج دس بارہ سال گزر گئے ہیں اس بات کی پھر دوبارہ شکایت نہیں ہوئی۔

اپنوں سے نہایت ہی دکھی صدا......! قارئین! باتیں بہت زیادہ ہیں ایک مکمل کتاب صرف اور صرف ان کی کرامات کی بن سکتی ہے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اہل حدیثوں نے ان باتوں پر یقین کرنا اور عمل کرنا چھوڑ دیا ہے جس کی بناء پر عوام الناس سچے اور کھرے دین کو چھوڑ کر مشرک قبر پرستوں اور غیر مسلم عیسائیوں ہندو عاملوں کے پاس جا کر اپنا علاج کرواتے ہیں جہاں پر ان کے ایمان اور عقیدے پر ڈاکہ ڈالا جاتا ہے یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ ہم نے اسلامی تصوف کو بھی چھوڑ دیا ہے۔

ایک واقعہ ایک سبق......!: ایک واقعہ آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ اتفاق سے آج سے تقریباً 5 سال پہلے گوجرانوالہ ضلع کے ایک مشہور گاؤں میں چلا گیا جو کہ نوشہرہ ورکاں کی سڑک پر واقع ہے وہاں ایک شیعہ عامل ہے میں ایک دوست کے ساتھ وہاں گیا وہ عامل مجھے

دیکھ کر بڑی عزت وتکریم سے پیش آیا تعارف ہوا مجھے حلیہ سے ہی پہچان کر کہنے لگا آپ اہل حدیث ہیں اور سید بھی آپ دم وغیرہ کیوں نہیں کرتے آپ کے دم نہ کرنے کی وجہ سے آپ کو پتہ ہے کہ کیا نقصان ہوتا ہے؟ بتانے لگا کہ گوجرانوالہ کے ایک مشہور حاجی صاحب ہیں جو کہ بڑے پکے اہل حدیث ہیں۔ وہ رہتے بھی فیروز والا روڈ پر ہیں ان کی بہو کے ہاں نرینہ اولاد نہیں تھی علاج کیلئے میرے پاس آئے اور مدعا بیان کیا میں نے حقہ کی راکھ اس کی ہتھیلی پر رکھی اور کہا اس کو کھالو بیٹا ہی ہوگا۔ اس سے کھائی نہ جائے، سخت ہوگئی تھی، چنانچہ زبردستی اسے کھلائی اور چند تعویزات دیئے اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ وہ حاجی صاحب اپنے کنبے قبیلے کیساتھ مٹھائی لے کر آئے اور مبارکباد دی مجھے ہدیہ وغیرہ دینا تھا، دیا۔ میں نے کہا: حاجی صاحب یہ ساتھ قبر ہے میرے بزرگ لیٹے ہوئے ہیں جائیں وہاں پر جا کر فاتحہ پڑھ آئیں وہ حاجی صاحب ہچکچائے میرے اصرار پر چلے گئے چونکہ درباروں میں جانے کیلئے دروازے چھوٹے رکھے جاتے ہیں اس لئے جھکنا تو پڑتا ہی ہے وہ حاجی صاحب گئے اور فاتحہ پڑھ کر آئے واپسی کہنے لگے شاہ جی میرے بارے میں کسی سے بات نہ کرنا کہ میں آپ کے پاس آیا تھا۔

یہ واقعہ لکھنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہر دور میں روحانیت کی ضرورت رہی ہے ہم خود اس پر عمل پیرا نہیں ہونگے۔ یقیناً لوگ تو علاج کے لئے جائیں گے اور وہاں اپنا ایمان اور عقیدہ بیچ کر آئیں گے۔

روحانی علاج ...... ہمارا ایمان بچانے کا ذریعہ:۔ مثال کے طور پر عورتوں میں بہت سے امراض پائے جاتے ہیں مثلاً اٹھراء اور اولاد نرینہ کا نہ ہونا ان امراض کا علاج صرف روحانی طور پر ہی ممکن ہے۔ میڈیکل سائنس اس کے علاج سے قاصر ہے۔ اسی طرح جنات جادو اور تعویذات کے اثرات کا علاج صرف اور صرف روحانی طور پر ہی ممکن ہے جسے اگر صحیح عقیدے والا عامل مل جائے تو یقیناً مریض کی دنیا کی بھی سنورتی ہے اور آخرت بھی، اگر غلط عقیدے والا مل جائے تو تباہی وبربادی پھر مقدر بن جاتی ہے۔

والد محترم کے مجرب روحانی عملیات

آیۃ الکرسی پڑھنے کا عمل:۔ حضرت شیخ الحدیث ابوالخیر سید محمد اکرم گیلانی نوراللہ مرقدہ کے چند مجرب عمل آپ کی خدمت میں پیش ہیں۔

آپ کا معمول تھا کہ 11 مرتبہ ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھتے۔

فائدہ: اس عمل کے کرنے سے کوئی بھی انسان ناگہانی حادثاتی صورت کا شکار نہیں ہوتا۔ میں نے جب ان کی وفات ہوئی تو اس عمل کا مشاہدہ خود اپنی آنکھوں سے کیا تھا وہ ایسے کہ بیٹھے بیٹھے مجھ سے باتیں کرتے ہوئے گاڑی میں آپ کی گردن لڑھک گئی اور وہیں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، حضرت شاہ صاحب مرحوم فرماتے ہیں کہ اس مبارک آیت کا نام آیت الکرسی ہے کتاب اللہ میں یہ سب سے افضل آیت ہے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید اور صفات کو بیان فرمایا ہے ہر فرض نماز کے بعد اس کو پڑھنے سے جنت ملے گی۔ رات کو سوتے وقت پڑھنے سے شیطان اور چور سے حفاظت ہوتی ہے۔ جن جادو، ٹونے والا کثرت سے اس کی تلاوت کرے گا تو تمام آفتوں سے محفوظ رہے گا۔ ان شاء اللہ۔ اس کی تلاوت پر دوام کرنے سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

سورہ آل عمران کا عمل:۔ 2۔ ''قل اللهم مالك الملك تؤتي الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء و تعز من تشاء وتذل من تشاء بيدك الخير انك على كل شئ قدير'' (آل عمران) حضرت جی بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم اس آیت میں ہے جس سے دعا قبول ہوتی ہے اسی آیت کی کثرت سے تلاوت کرنے والے کا اگر پہاڑ کے برابر بھی قرضہ ہو تو اتر جائیگا (ان شاء اللہ)۔

سورہ بنی اسرائیل کا عمل:۔ 3۔ ''وقل الحمد لله الذى لم يتخذ ولداولم يكن له شريك فى الملك ولم يكن له ولى من الذل و كبيره تكبيرا'' (بنی اسرائیل)

حضرت جی بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اس مبارک آیت کا نام آیت العزت رکھا ہے۔ جو مصیبت زدہ یا آفات میں گھرنے والا کثرت سے اس کی تلاوت کرے گا۔ اس کی حالت سدھر جائے گی مصائب اور فقر وفاقہ دور ہو جائے گا۔ نبی کریم ﷺ اپنے گھر کے تمام چھوٹے

بڑے افراد کو یہ آیت سکھلاتے تھے۔ حضرت جی فرماتے ہیں کہ ان آیات مبارکہ کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ یہ مجرب ہے کثرت سے ان کا وظیفہ کرنے والا انشاء اللہ ہر قسم کی آفات سے محفوظ رہے گا۔ (حضرت شاہ جی مرحوم مغفور کا فیضان آج بھی جاری و ساری ہے)

باہمی تنازعات اک المیہ......! میں نے حضرت شاہ جی مرحوم و مغفور کو جب بھی دیکھا نماز جمعہ، دروس یا خطاب وغیرہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہوئے دیکھا۔ ہمارے اہل حدیثوں میں ان مسائل پر بڑی بحث شروع ہوگئی ہے ایسا لگتا ہے جیسے علم الکلام اور محدثین کے مابین مناظرات کا دور پھر واپس پلٹ آیا ہو۔ خواہ مخواہ چھوٹے چھوٹے مسائل پر ہم الجھ کر رہ گئے ہیں حالانکہ ہمارے سلف صالحین ہمیشہ سے ہی اپنے اللہ سے مانگنے کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ اور اجتماعی طور پر بھی اپنے اللہ سے مانگا کرتے تھے بلکہ حجت کے طور پر دلیل ہوتی تھی کہ قرآن کی کوئی بھی دعا ایسی نہیں جہاں اجتماعیت کا تذکرہ نہ ہو۔

ٹوپی اتارنے پر زناٹے دار تھپڑ:۔ ہمارے اسلاف میں سے کوئی بھی ایسے عالم دین یا بزرگ نہیں گزرے جنہوں نے ننگے سر پر دوام کیا ہو بلکہ ہمہ وقت سر پر ٹوپی و رومال رکھتے تھے۔ ایک دفعہ شیخ الحدیث استاذ العلماء مولانا عبدہ الفلاح رحمہ اللہ ہمارے جامعہ رحمانیہ گوجرانوالہ تشریف لائے۔ بزرگ ہونے کے ناطے حضرت ابا جی مرحوم نے اپنی مسند پر بٹھایا اور طلباء کو ان کو دبانے کیلئے کہا میں بھی کم سنی میں تھا۔ سر کو دبانا شروع کر دیا ان کے سر پر کپڑے کی ٹوپی تھی میں نے اتار دی تا کہ صحیح طرح دبا سکوں اسی اثناء میں مجھے ابا جی مرحوم کی طرف سے ایک زناٹے دار تھپڑ لگا میں روتا ہوا اٹھ کے والدہ صاحبہ کے پاس آ گیا سارا ماجرا ان کو سنایا تو بڑے پیار سے والدہ صاحبہ نے سمجھایا کہ کسی کے سر سے ٹوپی نہیں اتارتے یہ عزت ہوا کرتی ہے۔ وہ اور آج کا دن میں نے کبھی بھی قصداً بڑے تو بڑے کبھی اپنے بیٹوں طلحہ یا حسن کے سر سے بھی ٹوپی نہیں اتاری۔

حضرت شاہ صاحب مرحوم و مغفور کی بھی عادت بن چکی تھی سر پر استرے سے بال اتروایا کرتے تھے اور ٹوپی یا رومال اپنے سر پر رکھا کرتے تھے۔ آج ہمارے اہل حدیثوں کی یہ پہچان بن گئی ہے کہ حلیہ سنت نبوی ﷺ جیسا مثلاً شلوار ٹخنوں سے اونچی، چہرے پر خوبصورت مکمل داڑھی لیکن سر برہنہ، اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ عطا کرے۔

قارئین کرام! یہ مضمون بہت لمبا ہے اس پر جتنا بھی لکھا جائے اتنا ہی کم ہے اللہ جزاء عطا کرے مصنف کو جنہوں نے اس حساس موضوع پر لکھنے کی کوشش کی میں حیران تھا ۲۵۰۰ سے زائد صفحات پر مشتمل اتنی ضخیم کتاب کیسے لکھ لی ہے؟ جب عین الیقین ہوا تو پتہ چلا کہ کتنی محنت کی گئی ہے۔

دنیائے تصوف کا روشن باب:۔ حضرات! یہ کتاب دنیائے تصوف میں ایک روشن باب کا اضافہ ہے میں امید کرتا ہوں یہ اس سلسلے کی آخری کڑی ثابت نہ ہو، اس کے بعد بھی یہ سلسلہ چلتا رہے آخر میں حضرت استاذی المکرّم پیر سید محمد اکرم گیلانی رحمہ اللہ کا مکمل شجرہ نسب دیا جاتا ہے تا کہ لوگوں میں عام یہ بات مشہور ہے کہ سید اہل حدیث نہیں ہو سکتا اس کا ازالہ ہو سکے۔

شجرہ نسب خاندان سادات گیلانی:۔ ابو الخیر سید محمد اکرم گیلانی رحمہ اللہ بن حضرت سید محمد حسین گیلانی رحمہ اللہ بن حضرت سید عبدالرحمٰن گیلانی رحمہ اللہ بن حضرت سید محبوب شاہ رحمہ اللہ بن حضرت سید احمد شاہ رحمہ اللہ بن حضرت سید علی اکبر المعروف شاہ رحمہ اللہ بن حضرت سید ہاشم شاہ رحمہ اللہ بن حضرت سید میراں جمال شاہ رحمہ اللہ بن حضرت سید گل شاہ رحمہ اللہ بن حضرت سید مہر شاہ رحمہ اللہ بن حضرت شمس الدین محمد ثانی رحمہ اللہ بن حضرت سید عبدالقادر ثالث رحمہ اللہ برادر اکبر حضرت سید موسیٰ پاک شہید رحمہ اللہ بن حضرت سید حامد گنج بخش اوچی رحمہ اللہ بن حضرت سید عبدالرزاق اوچی رحمہ اللہ بن حضرت سید عبدالقادر ثانی اوچی رحمہ اللہ بن حضرت سید محمد غوث بندگی گیلانی اوچی رحمہ اللہ بن حضرت سید شمس الدین محمد کلاں حلبی رحمہ اللہ بن حضرت سید مسعود حلبی رحمہ اللہ بن حضرت سید احمد حلبی رحمہ اللہ بن حضرت سید علی صوفی رحمہ اللہ بن حضرت سید عبدالوہاب سیف الدین رحمہ اللہ بن پیران پیر حضرت سید عبدالقادر گیلانی بغدادی رحمہ اللہ بن حضرت سید ابو صالح رحمہ اللہ بن حضرت سید موسیٰ ثالث رحمہ اللہ بن حضرت سید عبداللہ ثالث رحمہ اللہ بن حضرت سید یحییٰ زاہد رحمہ اللہ بن حضرت سید محمد زاہد رومی رحمہ اللہ بن حضرت سید داؤد الامیر رحمہ اللہ بن حضرت سید عبداللہ ثانی رحمہ اللہ بن حضرت سید موسیٰ الجون اول رحمہ اللہ بن حضرت سید

عبداللہ محض اول رحمہ اللہ بن حضرت سیدنا حسن مثنیٰ رحمہ اللہ بن حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ بن سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ زوج حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بنت آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ۔ ’’ھذا عندی واللہ اعلم بالصواب‘‘

(پروفیسر مولانا سید ضیاء الرحمٰن گیلانی سلفی، ڈیرہ سادات، اڈاموترہ، ڈسکہ سیالکوٹ۔)

☆☆☆☆☆

روحانیت وتصوف ہماری کھوئی ہوئی میراث

(از: پروفیسر مولانا رضوان الٰہی حفظہ اللہ، فاضل جامعہ سلفیہ
فیصل آباد، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج کمالیہ)

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمین پر آسمان نے ہم کو دے مارا

’’ھوالذی بعث فی الامیین رسولامنھم یتلواعلیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوامن قبل لفی ضلل مبین‘‘ اللہ رب العزت تو وہ ذات ہے جس نے (عرب کے) ناخواندہ لوگوں میں انہی (کی قوم) میں سے (یعنی عرب میں سے) ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو (عقائد باطلہ اور اخلاق ذمیمہ سے) پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور دانشمندی (کی باتیں جس میں سب علوم ضروریہ دینیہ آ گئے) سکھاتے ہیں اور یہ لوگ (آپ کی بعثت سے) پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

تزکیۂ نفس اسلام کا لازمی حصہ: تزکیۂ نفس ان چار مقاصد میں سے ایک ہے جن کی تکمیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے منصب نبوت میں شامل تھی اور تصوف تزکیۂ نفس کا دوسرا نام ہے اور تزکیۂ نفس رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت مبارکہ کی پیروی اور اتباع سے حاصل ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں طریقت شریعت سے جدا اور علیحدہ نہیں ہے۔ بقول شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ دین اسلام کی دو حیثیتیں ہیں ایک ظاہری اور ایک باطنی۔ یعنی ظاہری اعمال کی ادائیگی سے دل پر جو اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں ان کا حصول اور بقا صوفیاء کا نصب العین رہا ہے۔

معروف صوفی بزرگ ابوالقاسم قشیری رحمہ اللہ رسالہ ’’قشیریہ‘‘ میں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

تصوف کی حقیقت اور تاریخ: ’’تصوف کی حقیقت رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ کے عہد میں موجود تھی لیکن اس حقیقت کا کوئی دوسرا مخصوص نام نہ تھا۔ اس لئے کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت کے سوا کسی اور نام کو اپنے لیے پسند نہیں کیا۔ اس لیے کہ ان کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی اور فضیلت نہ ہو سکتی تھی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی صحبت میں رہنے والوں کو تابعین کہا گیا انہوں نے اسی نام کو نہایت ہی شرف والا نام سمجھا پھر ان کے بعد کے لوگوں کو تبع تابعین کہا گیا اس کے بعد لوگوں میں اختلاف پیدا ہوا اور ان لوگوں کو جنہیں دینی امور سے خاص لگاؤ تھا انہیں زاہد اور عابد کہا جانے لگا۔ جب بدعتیں رونما ہوئیں تو ہر فرقے والوں نے کہا کہ عابد اور زاہد ان میں پائے جاتے ہیں۔ اب کی بار اہلسنت میں سے جن لوگوں نے اپنے آپ کو اللہ کیلئے وقف کر دیا تھا اور اپنے دلوں کو غافل ہونے سے محفوظ رکھا تھا اپنے لئے ایک الگ نام ’’تصوف‘‘ رکھ لیا۔ ان بزرگوں کیلئے یہ نام دوسری صدی ہجری سے پہلے مشہور ہو چکا تھا‘‘۔

تصوف اسلام سے جدا نہیں: اسلام میں تصوف کے نام سے کسی علیحدہ مذہبی رکن کا وجود نہیں، اس لئے اسلام کے ابتدائی دور میں تصوف کا لفظ بھی موجود نہیں تھا۔ البتہ تصوف کے یہ پہلو کہ توحید پر پختہ ایمان رکھنا، شریعت پر خلوص دل سے عمل پیرا ہونا اور اس کی تبلیغ اشاعت کرنا، خلق خدا سے شفقت سے پیش آنا درحقیقت اسلام کی روح کو پیش کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کی زندگیاں اس روح اسلام کا کامل مظہر تھیں۔ مزید یہ کہ ہر دور کے زہاد، عباد اور صوفیاء اجتماعی فرائض یا معاشرتی ضروریات پوری کرنے کی

صلاحیت سے عاری تھے نہ قرآن کے بنیادی اصول ''راہ اعتدال'' سے منحرف ہوکر دنیا اور اسباب دنیا سے کنارکش ہوئے۔ بلکہ صوفیاء کرام نے توکل وقناعت، ایثار وقربانی اور صبر وشکر کو اتباع سنت میں اختیار کیا اور اسے اپنی زندگیوں میں مستقل حیثیت دی۔

اکابر صوفیاء کے مجاہدات کی بنیاد: اکابر صوفیاء کے مجاہدات، ریاضات اور مراقبات کی بنیاد کتاب وسنت پر تھی۔ وہ اسلامی علوم کے متبحر عالم، مفسر، محدث فقیہہ اور متکلم تھے اور وہ اپنے تبحر علمی سے چینی، یونانی، ہندی، یہودی اور مسیحی تصوف کی کمزوریوں اور خامیوں کو واضح کرتے اور اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص غیر اسلامی تصوف کی طرف مائل ہوتا تو اس پر سخت تنقید کرتے۔ اس سلسلے میں سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کا وہ بیان جو ابوطالب المکی رحمہ اللہ نے ''قوت القلوب'' میں نقل کیا انتہائی ایمان افروز ہے:

''میں نے پہلے حدیث اور فقہ حاصل کی اس کے بعد المحاسبی رحمہ اللہ کی صحبت اٹھائی اور یہی میری کامیابی کا راز ہے۔ جس شخص نے تصوف سے پہلے قرآن حفظ نہ کیا ہو اور حدیث میں سند حاصل نہ کی ہو اسے دوسروں کی رہنمائی کا کوئی حق نہیں۔''

تصوف میں انہی چور دروازوں سے بہت سے فتنے داخل ہوئے جن سے تاریخ، حدیث، فقہ، تفسیر، ادب اور فلسفہ میں داخل ہوئے تھے اور صوفیاء پر یہ الزام کہ صوفیوں کا گروہ اہل علم کے خلاف چل رہا ہے۔ ہر دور میں صوفیاء کرام اس نوعیت کی مخالفانہ تنقید کا نشانہ بنتے رہے۔ سید مناظر احسن گیلانی نے اپنی کتاب ''مقالات احسانی'' میں شیخ عبدالوہاب شعرانی اور شاہ اسماعیل شہید رحمہما اللہ کے حوالے سے اس کا اچھا جواب دیا ہے۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ نے اس قدیم اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ''فقہ کے آئمہ مجتہدین جس طرح کتاب وسنت کی کلیات سے جزئیات پیدا کرکے ان پر فرض، واجب، سنت، مستحب، مکروہ یا حرام اور خلاف اولیٰ ہونے کا حکم لگاتے ہیں آخر تصوف کے آئمہ عارفین کتاب وسنت کے اس حصے میں جن سے ان کے مسائل کا تعلق ہے اگر جزئیات پیدا کریں اور ان پر حکم لگائیں تو اس پر تعجب کیوں کیا جائے۔''

عبقات کا حوالہ: شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ'' عبقات'' میں فرماتے ہیں: ''اجتہاد کا دائرہ کار ہمارے نزدیک صرف اس فن کیلئے مختص نہیں جس کا نام اسلامی فقہ رکھ دیا گیا ہے بلکہ ہر دینی فن میں لوگوں نے اجتہاد سے کام لیا ہے۔ البتہ شریعت میں جن امور کی تصریح کی گئی ہے ان کے ساتھ ان مسائل اور قوانین کو مربوط کرنے میں جن کا تصریحی ذکر شرعی نصوص میں نہیں ملتا یعنی مسکوت کو منطوق کے ساتھ مربوط کرنے میں ہر فن کے لوگوں کا خاص خاص طریقہ ہے۔ یعنی فقہ ہو یا تصوف یا علم کلام یہ سارے علوم شرعی ہیں اور ان دینی علوم کے سارے آئمہ کی تائید غیب سے کی گئی، ان کی تقلید کرنے والے حق ہی کے پیرو ہیں''۔

پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے اپنی مایہ ناز کتاب ''تاریخ تصوف'' میں مخالفین تصوف کی بے اعتدالی کا تذکرہ یوں کیا ہے:

جو تصوف مسلمانوں میں شائع ہوا اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) اسلامی تصوف جو قرآن وحدیث اور آثار صحابہ سے ماخوذ ہے۔

(۲) غیر اسلامی تصوف جسے اس بوتل سے تشبیہ دے سکتے ہیں جس کے لیبل پر شربت گلاب لکھا ہو مگر اندر عرق بھنگ وافیون بھرا ہو۔

بدقسمتی سے تصوف کے مخالفین نے تصوف پر اعتراض کرتے وقت غیر اسلامی تصوف کو مدنظر رکھا اس طرح حق وصداقت کا خون ہی نہیں کیا بلکہ لاکھوں مسلمانوں کو تصوف کی برکات سے محروم رکھا۔ ان نادان دوستوں نے قبائح تو مدنظر رکھے غیر اسلامی تصوف کے اور ہدف بنالیا اسلامی تصوف کو، ان حق ناشناسوں نے تصوف کی اسلامی اور غیر اسلامی قسم کو یکسر نظر انداز کردیا۔

تصوف کیلئے اہل اللہ کی ضرورت: تصوف کی حقیقت سمجھنے کیلئے ضروری ہے اہل اللہ کی صحبت اختیار کی جائے کیونکہ اولیاء اللہ کی صحبت اور باتوں میں جذب وتاثیر کی غیر معمولی قوت ہوتی ہے۔ تصوف تو انسان میں ایسی روحانی تبدیلی پیدا کرتا ہے جو اس کے جملہ اخلاق اور خصلتوں کو بدل ڈالے اور انسان مکارم اخلاق اور روحانی اقدار کا پیکر بن جائے۔ تصوف دل کی نگہبانی کا نام ہے کیونکہ انسان بظاہر جسم اور نفس سے مرکب ہے مگر درحقیقت دل کا نام ہے اور اگر دل مسلمان نہ ہوسکا تو عبادات اور زبان سے خدا کا اقرار دونوں بے معنی ہیں بقول اقبال رحمہ اللہ

خرد نے کہہ بھی دیالاالہ تو کیا حاصل
دل ونگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

تصوف ہمارے اکابرین کی میراث:۔ ہم نے اپنے اکابر سے ملنے والی میراث میں سے جن چیزوں کو گنوا دیا ان میں تزکیۂ نفس، احسان وسلوک اور وہ اعمال و وظائف بھی شامل ہیں جو ہمارے اسلاف کی بابرکت زندگیوں کا حصہ رہے ہیں اس کا دوسرا نام تصوف ہے۔ یعنی توحید خالص، تبلیغ دین، اتباع دین، خدمت خلق، جہاد، اتحاد واتفاق اور اخوت ومحبت، یہ عناصر تصوف کی روح ہیں جن پر ہمارے اکابرین اور سلف صالحین عمل پیرا تھے۔

تصوف علماء اہل حدیث کی شان:۔ تصوف اور روحانیت ہماری شان تھی مگر مدت ہوئی ہم نے اس سے منہ موڑ لیا اور عوام کو بھی اس کی برکات سے محروم کر دیا اور نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ آج مادی دور میں لوگ روحانیت اور اعمال و وظائف سے منہ موڑ کر طرح طرح کی روحانی اور نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ ہمارے اکابرین اہل حدیث علماء جو کبھی اس میدان کے شہسوار تھے ان کے وابستگان ان تمام روحانی سرگرمیوں سے منہ موڑ چکے جو کبھی سلفی علماء کی شان ہوا کرتی تھیں اور تصوف کا لفظ تو جیسے ہمارے لئے ایک گالی بن کر رہ گیا۔

ذوق تصوف وقیع کاوش اور مینار نور: ان حالات میں محترم حکیم محمد طارق محمود چغتائی حفظہ اللہ کی ایک وقیع کاوش ''علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف'' ایک روشنی کی کرن نہیں بلکہ ایک مینارہ نور ہے جس کی نورانی کرنوں سے آنے والی نسلیں ہمیشہ اپنی تاریک راہوں کو منور کرتی رہیں گی۔

اس ضخیم کتاب میں آپ نے علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف علمائے اہل حدیث ہی کی کتابوں سے اجاگر کیا ہے گویا محترم حکیم محمد طارق محمود چغتائی حفظہ اللہ زبان حال سے کہہ رہے ہوں۔

اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں مگر تیرے تخیل سے فزوں تر ہے وہ نظارا

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محترم حکیم محمد طارق محمود چغتائی حفظہ اللہ کی عمر، صحت میں برکت عطاء فرمائے ان کی کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں سند قبولیت سے نواز ے۔

(العبد الضعیف پروفیسر رضوان الٰہی، فاضل جامعہ سلفیہ فیصل آباد، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج کمالیہ)

☆☆☆☆☆

دین سارے کا سارا ادب ہے

(از: مولانا حافظ محمد بلال حفظہ اللہ، خطیب جامع مسجد عباد الرحمٰن، شرقپور)

مولانا حافظ محمد بلال صاحب حفظہ اللہ جامع مسجد مینار والی شرقپور سے قرآن پاک حفظ کیا۔ پھر مرکز الدعوۃ السلفیہ ستیانہ سے سند فراغت حاصل کی۔ بعد ازاں قرآن پاک کا نور پھیلانے کیلئے واپس شرقپور شریف چلے گئے اور ان دنوں جامع مسجد عباد الرحمٰن میں درس قرآن اور نمازوں کی امامت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ حافظ صاحب کو مولانا محمد یحییٰ شرقپوری رحمہ اللہ کی زیارت، اور مولانا عتیق اللہ صاحب سلفی کی صحبت کا اعزاز حاصل ہے۔

کتاب ''علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف'' کے بارے میں فرماتے ہیں:

دین سارے کا سارا ادب ہے......:۔ ہمارے بزرگ اسلاف کی زندگیاں آداب کا نمونہ تھیں حضرت صوفی محمد عبداللہ صاحب ماموں کانجن والے ایسے باکمال درویش تھے کہ جب وہ فوت ہوئے تو ان کی قبر کی مٹی بھی معطر تھی اور لوگ تبرکاً وہ مٹی اپنے گھروں میں لے جانے لگے بعد ازاں ان کی قبر مدرسہ کے اندر منتقل کر دی گئی۔ آج تک لوگ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کے نام کو بھی سلام کرتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ ادب وعقیدت کا ایسا رشتہ قائم ہے کہ ابھی تک جب ماموں کانجن میں سالانہ اجتماع ہوتا ہے تو لوگ اس جلسے کو 'صوفی صاحب

رحمہ اللہ کا میلہ'' کے نام سے یاد کرتے ہیں اور اس دن اپنی گائے بھینسوں کا سارا دودھ جلسے میں ہدیہ کرتے ہیں حالانکہ یہ لوگ صرف اہل حدیث نہیں ہوتے بلکہ ان میں بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث، شیعہ سب شامل ہوتے ہیں کیونکہ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ساری عمر رواداری کو قائم رکھا۔ لوگ دور دراز سے حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کے پاس دعا کروانے آتے تھے اور حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ بغیر کسی مسلکی تفریق کے سب کیلئے مخلص ہوکر دعا مانگتے تھے اور لوگوں کے مسائل اللہ پاک سے حل کرواتے تھے۔ مرکز الدعوۃ السلفیہ میں قیام کے دوران ہم نے مولانا عتیق اللہ سلفی صاحب حفظہ اللہ کو حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کے نقشِ قدم پر چلتے دیکھا۔ ایک دفعہ جبکہ استاد محترم مولانا سلفی صاحب کہیں گئے ہوئے تھے ساہیوال سے لوگوں سے بھری ہوئی ایک گاڑی آکر رکی ان سب لوگوں نے بتایا کہ ہم یہاں صرف مولانا عتیق اللہ صاحب سلفی کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے ہیں اور ان سے دعا کروانا چاہتے ہیں۔

ادب ہمارے بڑوں کی میراث:۔ مولانا عتیق اللہ صاحب کی زندگی میں ''ادب اور احتیاط'' یہ دو بڑے واضح پہلو ہیں۔ قرآن کا ادب کرتے ہیں اور قرآن کے طالب علموں کا بھی حتیٰ کہ ہم نے کئی بار خود مشاہدہ کیا کہ مولانا سلفی صاحب اپنے ہاتھوں سے بچوں کی پڑی ہوئی جوتیاں سیدھی کر کے ترتیب سے رکھ رہے ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ ہوا یوں کہ کوئی صاحب مدرسے کو باقاعدگی سے بہت بھاری رقم کا چندہ دیا کرتے تھے ایک دفعہ وہ گاڑی پر بیٹھ کر مدرسے میں آئے اس وقت اردگرد بچے کھیل رہے تھے کھیلتے ہوئے کسی طالب علم کا گیند ان صاحب کی گاڑی کو لگا تو انہوں نے طالب علم کو منہ پر تھپڑ مار دیا جب استاد محترم مولانا سلفی صاحب کو واقعے کا پتہ چلا تو وہ جلالی مزاج میں تشریف لائے اور آکر ان صاحب کے سابقہ حساب کے مطابق دیا ہوا تمام چندہ انہیں واپس کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم جن کی جوتیاں سیدھی کرنا سعادت سمجھتے ہیں آپ ان کے منہ پر تھپڑ مارتے ہیں؟ یہ بے عزتی شاید آپ نے اس وجہ سے کی کہ آپ چندہ دیکر مدرسے پر یا طالبعلموں پر احسان کرتے ہیں حالانکہ آپ کا ان پر کچھ احسان نہیں۔ آپ کا معاملہ اللہ پاک کے ساتھ ہے۔ بہر حال آئندہ آپ کا چندہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

ان کی زندگی کی دوسرا پہلو رزق کی احتیاط ہے مولانا نے کبھی بھی مدرسے کا کھانا نہیں کھایا کیونکہ فرماتے ہیں کہ مدرسے میں لوگ اپنی زکوۃ، صدقات دیا کرتے ہیں اور یہ مال میرے لیے کھانا جائز نہیں۔ ہم طلباء نفلی روزے رکھا کرتے تھے ایک دفعہ ہم سب بیٹھے افطاری کر رہے تھے اتنے میں مولانا سلفی صاحب بھی تشریف لے آئے کسی طالب علم نے مولانا کو افطاری کیلئے کھجور دی تو انکار فرمادیا۔ حالانکہ ان کا روزہ تھا اسی طرح ایک دن کوئی طالب علم اپنی جیب خرچ میں سے کینو خرید کر کھا رہا تھا اس نے مولانا صاحب کو بھی کھانے کی دعوت دی تو مولانا نے کینو قبول فرمالیا۔ وہ بچہ کہنے لگا کہ ٹھہریں ذرا میں آپ کو نمک (مدرسے کے کچن میں سے) لا دیتا ہوں تو فرمایا رہنے دو تم مجھے زکوۃ کا مال کھلانا چاہتے ہو؟

جب انسان کے اندر رزق کی اتنی احتیاط اور اتنا ادب ہوگا تو یقیناً اس کی دعائیں قبول ہوں گی مولانا سلفی صاحب سے بھی لوگ آکر دم بھی کرواتے ہیں۔ دعائیں بھی کرواتے ہیں وظائف بھی پوچھتے ہیں۔ مولانا بعض اوقات چینی پر دم کر کے دیا کرتے تھے جس سے لوگوں کو شفاء ملتی۔ (ملاقات: ڈاکٹر محمد عثمان سلفی)

☆☆☆☆☆

کچھ ہماری زباں سے، تصوف کے بارے میں

(از: مولانا قاری محمد خالد محمود حفظہ اللہ، فاضل مرکز الدعوۃ السلفیہ
ستیانہ بنگلہ، مدرس مسجد اہل حدیث مینار والی)

محترم قاری محمد خالد محمود صاحب مرکز الدعوۃ السلفیہ ستیانہ بنگلہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے آبائی علاقے شرقپور شریف (ضلع شیخوپورہ) چلے گئے اور اس وقت سے آج تک وہاں کی تمام اہل حدیث مساجد کے تمام

شعبہ جات پر انچارج ہیں، اور روزانہ صبح وشام جامع مسجد مینار والی اہل حدیث میں بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم بھی دیتے ہیں کتاب ”علمائے اہل حدیث کاذوق تصوف“ کی تعریف میں قاری صاحب لکھتے ہیں کہ

ہم نے ہر دور میں تقدیس رسالت کی ہے　　وقت کی تیز ہواؤں سے بغاوت کی ہے
چھوڑ کر سلسلہ رسم سیاست کا فسوں　　ہم نے فقط نام محمد ﷺ سے محبت کی ہے

حاملین توحید ادب سے دور کیوں......!:۔ مولانا صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے جن کے پاس توحید ہے وہ ادب سے کورے ہیں اور جن کے پاس ادب ہے وہ توحید سے کورے ہیں۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ کا یہ فرمان بالکل سچ نظر آتا ہے کیونکہ ادب واقعی ہم اہل حدیثوں میں ختم ہو چکا ہے۔ بڑے افسوس سے یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ اہل حدیث مقتدی میں اپنے امام کا اور شاگرد میں اپنے استاد کا ادب مفقود ہو کر رہ گیا ہے اور اسی بے ادبی کی وجہ سے ہم نے اپنے بزرگوں کے اقوال اور ان کے اعمال سے منہ موڑ لیا ہے۔

باکمال مرشد کے تربیت یافتہ علمائے کرام:۔ ہمارے بزرگ اہل حدیث حضرات کے تقویٰ، اخلاص، اتباع سنت اور تعلق مع اللہ کا تو یہ عالم تھا کہ حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر اللہ پاک نے مجھ سے پوچھ لیا کہ کیا لائے ہو تو میں پورے اطمینان سے عرض کروں گا کہ میں نے اپنے پیچھے دو یحییٰ دین کی خدمت کیلئے چھوڑے ہیں (ا) مولانا محمد یحییٰ شرقپوری اور دوسرے حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی رحمہما اللہ۔ جب مولانا محمد یحییٰ شرقپوری رحمہ اللہ کی حیات طیبہ پر نظر ڈالی جائے تو ان کے اس مقام کے پیچھے حضرت میاں محمد باقر رحمہ اللہ (جھوک دادو والے) کی تربیت نظر آتی ہے جن کے بارے مولانا موصوف فرماتے تھے کہ میرے مربی مرشد حضرت میاں محمد باقر رحمہ اللہ ہیں۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کی تبلیغ دین کا رنگ اردگرد کے دیہات پر ایسا چڑھا کہ آج تک وہاں کے دیہاتوں کی شلواریں سنت کے مطابق نصف پنڈلی تک اونچی ہوتی ہیں۔

مولانا سلفی رحمہ اللہ کی بیعت اصلاح:۔ ہم نے اپنی زندگی میں ایسے متقی، متبع سنت اور درویش صفت انسان مولانا عتیق اللہ سلفی صاحب دیکھے ہیں کہ جن کے اتباع سنت کا یہ عالم ہے کہ اپنی پوری زندگی میں انہوں نے کبھی بھی مسواک والی سنت ترک نہیں کی اور تعلق باللہ ایسا ہے کہ ان کی ساری زندگی کبھی نماز تہجد نہیں چھوٹی اگرچہ وہ سفر میں ہی کیوں نہ ہوں۔ مولانا سلفی صاحب ہمارے استاد بھی ہیں۔ ان کی زندگی میں بھی دیکھا جائے تو انہوں نے صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کی تھی اور حضرت میاں محمد باقر صاحب رحمہ اللہ کے ہاتھ پر نیکی پر کاربند رہنے اور گناہوں سے بچنے کی بیعت کی تھی اور واقعی ان کی زندگی میں ان دونوں بزرگوں کی صحبت صالحہ کا رنگ واضح نظر آتا ہے۔

اہل اللہ کی زیارت اور ذکر کے انوارات:۔ مولانا سلفی صاحب رحمہ اللہ ہمیں یہ واقعہ سنایا کرتے تھے کہ مجھے اہل اللہ کی زیارت کا جنون کی حد تک شوق ہوا کرتا تھا ایک دفعہ میں نے گھر میں کھیر بنوائی اور اسے لیکر مدرسہ غزنویہ (شیش محل روڈ) میں جا پہنچا۔ (تمام بزرگ اولیائے کرام وقت کا بہت خیال رکھا کرتے تھے انہوں نے ہر کام کیلئے باقاعدہ وقت کے مقرر کیا ہوا ہوتا تھا، استاد محترم مولانا سلفی صاحب کی زندگی میں بھی ہم نے یہی ترتیب دیکھی)۔ مولانا سلفی فرماتے تھے کہ جب میں مدرسہ غزنویہ میں گیا تو پتہ چلا کہ سید صاحب رحمہ اللہ ذکر میں مصروف ہیں کیونکہ یہ ان کے ذکر کا وقت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے سید صاحب رحمہ اللہ کے خادم سے کہا کہ جا کر عرض کرو۔ ”مولوی عتیق اللہ سلفی 36 چک سے حاضر خدمت ہوا ہے اور ملاقات کی اجازت چاہتا ہے“ لہٰذا مولانا سلفی صاحب کو اجازت دیدی گئی فرماتے تھے کہ جونہی میں کمرے میں داخل ہوا تو مجھے کمرے میں ذکر الٰہی کے انوارات واضح محسوس ہوئے اور خود سید صاحب رحمہ اللہ کا وجیہ اور بارعب چہرہ ذکر کے انوارات سے منور ہو کر تمتما رہا تھا۔

ذکر اہل اللہ کی روحانی غذا:۔ ذکر الٰہی تو ہمارے بزرگوں کی غذا ہوا کرتی تھی۔ صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کے بارے ایک

واقعہ سنا ہوا ہے کہ انہیں عارضہ قلب لاحق ہوگیا اس وقت کے ڈاکٹروں نے پوچھا کہ ایسا کونسا سخت کام آپ کرتے ہیں یا ایسی کونسی بڑی غم والی بات آپ سوچتے رہتے ہیں جس کا اثر آپ کے دل پر پڑتا ہے اور آپ دل کے مریض بن گئے ہیں تو صوفی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا بھئی میں تو کوئی محنت والا کام نہیں کرتا ہاں روزانہ صرف دس پارے قرآن کی تلاوت کرلیا کرتا ہوں۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ آپ رحمہ اللہ کو آرام کی ضرورت ہے اتنی زیادہ تلاوت نہ کیا کریں نہیں تو آپ رحمہ اللہ کی زندگی کو خطرہ ہے تو فرمایا کوئی بات نہیں تلاوت تو مجھ سے نہیں چھوٹ سکتی۔

یہ تو صرف تلاوت کا حال ہے اور جو باقی معمولات ذکر واذکار کے تھے وہ سن کر عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ اسی لیے تو ان کا اللہ پاک کے ساتھ ایسا تعلق بن چکا تھا کہ اپنی دعائیں وہ جھگڑ کر منوالیا کرتے تھے اور جب انہیں کسی زمیندار نے کہا کہ حضرت! میری بھینس صرف کٹے ہی دیتی ہے تو اس بھینس کی بسم اللہ پڑھ کر دم پکڑ کر صوفی صاحب رحمہ اللہ نے چار مرتبہ دعا کی اور واقعی بھینس نے اس کے بعد یکے بعد دیگرے چار کٹیاں دیں۔

اصل میں سب کچھ کرنے والا اللہ پاک ہی ہے لیکن اس واقعے کے پیچھے دلیل ایک حدیث قدسی سے ملتی ہے جس کا مفہوم ہے کہ انسان جب نوافل کے ذریعے میرا قرب پالیتا ہے تو میں اس کا ہاتھ، پاؤں، آنکھ اور کان بن جاتا ہوں۔ یعنی جب بندہ اپنے رب کی مرضی کو پورا کرنے کی فکر میں ہر وقت مگن ہو جاتا ہے تو رب کریم بھی اپنے بندے کی مرضی کو پورا فرما دیتے ہیں۔ کتاب ''علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف'' اس وقت کی اشد ضرورت ہے تا کہ اس کتاب کا مطالعہ کرکے ہر بندے کے اندر یہ شوق اور تڑپ پیدا ہو کہ جس طرح ہمارے بزرگوں نے دین پر عمل کرکے اللہ پاک کی ولایت حاصل کی اور پھر اللہ پاک نے ان کی دنیا بھی سنواری اور آخرت میں بھی انشاء اللہ خیر ہی کی امید ہے ہم بھی انہی راہوں کو اختیار کرکے دنیا و آخرت میں سرخرو ہوں۔

محمد ﷺ کی غلامی بڑا صلہ دے گی　　گلاب کی طرح چہرہ کھلادے گی
مت چھوڑنا کبھی دامن مصطفیٰ ﷺ کا　　یہ محبت آپ کو خدا سے ملادے گی

اللہ پاک اس کتاب کو قبول فرمائے اور اس پرفتن دور میں لوگوں کو اللہ پاک کے ساتھ جوڑنے کا ذریعہ بنائے۔ اللہ پاک ہمیں دنیا و آخرت کی کامیابیاں، کامرانیاں، برکتیں اور عافیتیں عنایت فرمائے۔ (آمین)

محمد خالد محمود سلفی، جامع مسجد مینار والی شرقپور (ضلع شیخوپورہ) مورخہ 29 اپریل 2013ء (ملاقات: ڈاکٹر محمد عثمان سلفی)

☆☆☆☆☆

کیا اہل حدیث اولیاء کو نہیں مانتے......!

(از: قاری افضال احمد حفظہ اللہ، فاضل ''مرکز الدعوۃ السّلفیہ''
ستیانہ بنگلہ، مدرس وخطیب جامع مسجد مبارک اہل حدیث شرقپور)

جناب قاری افضال احمد حفظہ اللہ مولانا عتیق اللہ سلفی صاحب حفظہ اللہ کے مدرسہ ''مرکز الدعوۃ السّلفیہ'' ستیانہ بنگلہ نزد فیصل آباد سے فارغ التحصیل ہوئے اور دین فطرت کی خدمت اور تبلیغ کیلئے شرقپور شریف تشریف لے گئے۔ اب پچھلے کئی سالوں سے جامع مسجد مبارک اہل حدیث میں تدریس وخطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ زیر نظر کتاب ''علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف'' کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کررہے ہیں۔

کیا اہل حدیث اولیاء کو نہیں مانتے ......! اہل حدیث اولیاء اللہ کو نہیں مانتے...... اہل حدیثوں میں کوئی ولی یا بزرگ نہیں گزرے...... اہل حدیث وظائف یا دم درود کے قائل نہیں...... یہ چند اعتراضات اہل حدیثوں کے بارے میں کیے جاتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں۔ ہمارے اسلاف میں بہت زیادہ اولیاء اللہ گزرے ہیں۔ لکھوی خاندان میں تو بے شمار صاحب کرامات

بزرگ گزرے ہیں، یہ سب بزرگ اولیاءکرامات بزرگ گزرے ہیں یہ سب بزرگ اولیائے کرام شفاف تصوف کے قائل تھے۔ خود بھی دم کرتے تھے اور لوگوں کو بھی وظائف دیتے تھے۔

گمشدہ شخص کے بارے میں غیبی اطلاع:۔ ہمارے اسلاف میں تو ایسے ایسے مستجاب الدعوات بزرگ گزرے ہیں کہ سبحان اللہ ”مرکز الدعوۃ السلفیہ“ میں ہمارے ایک استاد تھے سید عبدالشکور شاہ اثری رحمہ اللہ ان کے اوپر ہر وقت فکر آخرت اور خشیت الٰہی کا غلبہ رہتا تھا۔ مغرب کی نماز میں اکثر ایسی آیات کی تلاوت فرماتے جن میں موت اور آخرت کا ذکر ہوتا۔ مثلاً ہم نے خود کئی بار ان کے پیچھے نماز ادا کی جس میں وہ تلاوت کرتے ہوئے جب اس آیت پر پہنچے ” وجآءت سکرۃ الموت بالحق “تو اس آیت کو بار بار دہراتے اور بہت زیادہ روتے۔ چونکہ ہم ان سے ”مسلم شریف“ پڑھا کرتے تھے لہٰذا دوران سبق کئی بار ایسا ہوا کہ جونہی قبر، آخرت کے متعلق کوئی موضوع شروع ہوتا استاد محترم کے آنسو جاری ہو جاتے اور سامنے پڑی کتاب کے صفحات تر ہونے لگتے۔ ایک دفعہ ہمارے مدرسے کے باورچی فاروق صاحب کو ایجنسی کے نامعلوم افراد اغواء کر کے لے گئے کسی کو ان کے متعلق کچھ خبر نہ تھی تمام اساتذہ اور طلباء ان کی طرف سے سخت فکرمند تھے اور ان کیلئے دعائیں کرتے رہتے تھے تقریباً ایک ہفتے بعد جب مایوسی کے سائے لہرانے لگے تو مولانا عتیق اللہ سلفی صاحب نے سید عبدالشکور شاہ صاحب رحمہ اللہ کو فرمایا کہ آپ خصوصی دعا فرمادیں تاکہ فاروق صاحب واپس آجائیں۔

سید عبدالشکور صاحب رحمہ اللہ نے عصر کی نماز پڑھا کے لمبی دعا کروائی اور دعا کے بعد فرمایا کہ مجھے امید ہے انشاءاللہ آج رات کو فاروق صاحب آجائیں گے اور واقعی رات گیارہ بجے فاروق صاحب مدرسے میں موجود تھے۔ جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ مجھے کسی نامعلوم مقام پر لے جا کر مجھ پر بہت تشدد کیا گیا لیکن آج پتہ نہیں ان لوگوں کو کیا ہوا انہوں نے مجھے گاڑی میں ڈالا اور پتوکی پھینک گئے مجھے مدرسے کے ایک استاد صاحب کا فون نمبر یاد تھا میں نے پتوکی سے کال کروائی اور پھر مجھے یہاں پہنچا دیا گیا۔

جنات کا شاگردی اختیار کرنا:۔ سید عبدالشکور صاحب رحمہ اللہ کے پاس جنات بھی پڑھنے آیا کرتے تھے۔ ہمارے ایک ہم جماعت مختار صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک دن استاد محترم کلاس میں اکیلے بیٹھے تھے جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیوار پر کچھ سائے حرکت کرتے ہوئے دیکھے اور عرض کی کہ استاد جی! یہ کیا چیز ہے فرمایا جس طرح تم مجھ سے پڑھتے ہو اسی طرح یہ جنات بھی میرے پاس پڑھنے آتے ہیں۔

باطنی آنکھ کا کھل جانا:۔ ایک دفعہ سید عبدالشکور شاہ صاحب رحمہ اللہ دوسرے اساتذہ کے ساتھ گاڑی پر بیٹھے اوکاڑہ جارہے تھے کہ راستے میں ایک ویران علاقے میں جا کر گاڑی خراب ہو گئی۔ سب اساتذہ گاڑی سے نیچے اتر آئے تو سید عبدالشکور صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا بھئی یہاں تو بہت زیادہ آبادی ہے جہاں آکر گاڑی خراب ہوئی ہے۔ سب نے کہا کہ شیخ! یہاں تو ہر طرف کھیت ہی کھیت نظر آرہے ہیں تو فرمایا میں جنات کی بات کر رہا ہوں مجھے ہر طرف ان کی بستیاں دکھائی دے رہی ہیں۔ یقیناً اللہ پاک نے ان کی آنکھوں سے پردہ ہٹایا ہوا تھا جو وہ جنات کو بھی دیکھ لیا کرتے تھے اور باقاعدہ انہیں تعلیم دیا کرتے۔ افسوس کہ پچھلے سال وہ ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ ” انا للہ وانا الیہ راجعون “

باکمال ولی کا تیر بہدف دم:۔ اسی طرح کے بے شمار حقیقی واقعات لکھوی علماء کی زندگیوں میں بھی ملتے ہیں۔ مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی صاحب حفظہ اللہ کی خدمت سے بہت فائدہ ہوا ہے وہ اپنے شیخ حضرت میاں محمد باقر صاحب رحمہ اللہ کی کرامات سنایا کرتے ہیں جنہیں سن کر ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ مولانا محمد یحییٰ شرقپوری رحمہ اللہ بھی حضرت میاں محمد باقر رحمہ اللہ کے فیض یافتہ تھے۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب شرقپوری رحمہ اللہ کا ہر قسم کے درد کیلئے ایک تیر بہدف دم مجھے ملا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک دن مجھے بہت درد ہو رہا تھا تو ہماری مسجد کے ایک بابا جی رشید صاحب نے درد والی جگہ پر ہاتھ رکھ کر کچھ پڑھا اور پھونک ماردی۔ میرا درد فوراً ختم ہو گیا میں نے پوچھا کہ بتائیں تو سہی آپ نے پڑھا

کیا ہے جو میرا درد بالکل غائب ہو گیا ہے۔ تو کہنے لگے یہ وظیفہ مجھے مولانا محمد یحییٰ صاحب شرقپوری رحمہ اللہ نے عنایت فرمایا تھا کہ جو بندہ فرائض کا اہتمام کرے اور روزانہ فجر کے بعد ایک تسبیح "لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤوف رحیم "پڑھ لے۔ یا بہتر ہے صبح وشام ایک ایک تسبیح پڑھے۔ پھر جس کو بھی دم کرنا ہو صرف سات بار یہ آیت پڑھ کر دم کر دے انشاء اللہ درد ختم ہو جائے گا۔

بڑوں کی کرامات افسانے نہیں حقیقت......! اس دن سے میرا یہی معمول ہے اور الحمد للہ میں جس بیمار کو دم کر دوں یا کسی کی درد والی جگہ پر ہاتھ رکھ کر دم کروں تو اللہ پاک اسے فوراً شفاء دے دیتا ہے ان سب واقعات کے بعد عرض ہے کہ کتاب ''علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف'' میں ذکر کردہ واقعات افسانے نہیں بلکہ حقیقت ہیں۔ درد دل کی محنت کو زندہ کرنے کی ایک کوشش ہے، ایک بھولے سبق کی یاد دہانی ہے جسے ہمارے بڑوں نے یاد رکھا لیکن ہماری موجودہ نسل اس سے نہ آشنا ہوتی جارہی ہے۔ یہ ہماری گمشدہ میراث ہے جسے نہایت بہترین انداز میں پیش کیا گیا یہ کتاب آج کے دور کی اشد ضرورت ہے اور مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ اس کتاب سے ہمارے اہل حدیث علماء کے ساتھ ساتھ عام لوگوں کو بھی بہت فائدہ ہو گا۔ اللہ پاک اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کرامت کی اصلاح کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

(قاری افضال احمد، مدرس وخطیب جامع مسجد مبارک اہل حدیث شرقپور، مورخہ 23 اپریل، 2013ء، ملاقات: ڈاکٹر محمد عثمان سلفی)

☆☆☆☆☆

اللہ والوں کی اللہ کے ساتھ یاری

(از: فضیلۃ الشیخ مولانا نذیر احمد سبحانی حفظہ اللہ، خطیب جامع مسجد زینت اہل حدیث لاہور)

مورخہ 13-05-06 کو گورنمنٹ چشتیہ ہائی سکول سیکرٹریٹ لاہور میں واقع جامع مسجد زینت اہل حدیث میں بعد نماز مغرب مولانا نذیر احمد سبحانی حفظہ اللہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا سبحانی صاحب کو کثیر تعداد میں اسلاف اہل حدیث کی زیارت، خدمت، صحبت اور معیت کا اعزاز حاصل ہے۔ اور ماشاء اللہ ان کا حافظہ اتنا قوی ہے کہ وہ تمام بزرگوں کے نام پتے کے ساتھ ساتھ ان کی اولاد کے ناموں سے بھی واقف ہیں۔ اردو بازار میں تقریباً 40 سال سبحانی اکیڈمی کے نام سے مکتبہ چلاتے رہے ہیں۔ عالم باعمل ہیں اور ذکر سے اتنا شغف ہے کہ انہوں نے نماز کے بعد پہلے تسلی سے تمام اذکار کیے پھر گفتگو کا سلسلہ شروع فرمایا۔ دوران گفتگو انہوں نے پرانی یادوں کو تازہ کرتے ہوئے جن جن کا تذکرہ فرمایا ان سب کے واقعات ان شاء اللہ تفصیل کے ساتھ درج ذیل ہیں۔

اللہ والوں کی اللہ کے ساتھ یاری: مجھے اللہ تعالیٰ نے حمد ونعت لکھنے اور پڑھنے کی توفیق بخشی ہوئی ہے ہم پہلے چونیاں میں رہا کرتے تھے بعد میں 1957ء میں لاہور آ گئے یہاں آ کر میں نے مدرسہ غزنویہ شیش محل روڈ میں داخلہ لے لیا جہاں مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ پڑھایا کرتے تھے۔ آہ! سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ...... مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ بہت بارعب شخصیت کے مالک تھے، ان کے چہرے سے ہیبت وجلال ٹپکتا تھا کوئی بندہ ان کے رعب کی تاب نہ لاتے ہوئے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات نہیں کر سکتا تھا۔ بقول مولانا عبدالرشید صاحب مجاہد آبادی حفظہ اللہ کہ یہ جو رعب وجلال ہے یہ روپے پیسوں سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کیساتھ یاری لگانے سے حاصل ہوتا ہے جب تک انسان کے دل میں اللہ کے عشق کا چراغ نہ جلے اور اس کی محبت کی آگ نہ بھڑکے تب تک کام نہیں بنتا۔

ہر پریشانی کیلئے ''حرزِ اعظم'' کالا جواب وظیفہ: ذکر کرنا تو غزنوی خاندان پر ختم ہو جاتا ہے بس......! سید محمد داؤد غزنوی صاحب رحمہ اللہ کے ہاتھ میں تسبیح ہوتی تھی وہ بہت زیادہ ذکر کیا کرتے تھے حتیٰ کہ روزانہ فجر کے بعد خود بھی بیٹھ جاتے ہیں اور ان کے دونوں بیٹے مولانا محمد

ابوبکر غزنوی اور مولانا محمد عمر غزنوی رحمہا اللہ بھی بیٹھ جاتے اور اشراق تک مسلسل ذکر کرتے رہتے اور اس دوران دوزانو ہو کر التحیات کی شکل میں مؤدب ہو کر بیٹھتے۔ پھر جب سورج نکل آتا تب نوافل پڑھ کے اپنے اپنے کام میں مصروف ہو جاتے۔ مولانا داؤد غزنوی صاحب رحمہ اللہ جب چینیاں والی مسجد میں جمعہ پڑھایا کرتے تو ان کے اوپر ایک بڑا سا بلب جل رہا ہوتا تھا جس کی روشنی میں واضح نظر آتا کہ خطبہ کے دوران مولانا خشیت الٰہی کے غلبے سے رو رہے ہوتے اور ان کے آنسو ابل ابل کر موتیوں کی شکل میں ان کی داڑھی کو تر کرتے رہتے۔ الحمد للہ مجھے یہ شرف حاصل ہے کہ میں مولانا رحمہ اللہ کی خدمت کرتا ان کو مٹھیاں بھرتا تھا۔ وہاں میں نے ایک بات دیکھی کہ جو بندہ بھی سید صاحب رحمہ اللہ کے پاس کوئی وظیفہ پوچھنے آتا تو سید صاحب اسے اپنا کتابچہ ”حرز اعظم“ دے دیتے ہر قسم کے مسائل کے حل کیلئے وہ بہت مجرب وظیفہ ہے۔

تینوں مسالک کے سربراہوں کا آپس میں پیار:۔ سید محمد داؤد غزنوی صاحب رحمہ اللہ کو حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ اور حضرت مولانا ابوالحسنات رحمہ اللہ سے بہت پیار تھا اور وہ دونوں بھی سید صاحب رحمہ اللہ سے حد درجہ محبت و مودّت رکھتے تھے سید صاحب رحمہ اللہ انہیں ملنے کیلئے تشریف لے جاتے اور کبھی وہ خود ملنے کیلئے تشریف لے آتے۔

فقہی اختلاف میں راہ اعتدال:۔ مزے کی بات یہ تھی کہ جب مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ تشریف لاتے تو ان کے ساتھ ان کے چار پانچ خدام بھی ہوا کرتے تھے۔ حضرت لاہوری رحمہ اللہ انہیں پہلے سے ہی سمجھا کر لاتے کہ دیکھو ہم سید صاحب رحمہ اللہ کے پاس جا رہے ہیں وہ نماز میں آمین بلند آواز میں کہتے ہیں لہٰذا تم بھی آمین اونچی آواز میں ہی کہنا۔ پھر جب سید صاحب رحمہ اللہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ سے ملنے جاتے تو چونکہ سید صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ بھی خادم ہوا کرتے تھے لہٰذا سید صاحب رحمہ اللہ بھی اپنے خدام کو سمجھا کر لے جاتے کہ دیکھو ہم حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے پاس جا رہے ہیں وہ نماز میں آمین آہستہ آواز میں کہتے ہیں آپ بھی آہستہ آواز میں ہی آمین کہنا۔

خاندان غزنویہ کی بے مثال نماز: نماز کے اندر خشوع و خضوع اور کیفیت احسان میں بھی غزنوی خاندان اپنی مثال آپ تھا۔ سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے چچا مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ مسجد چینیاں والی میں امامت کروایا کرتے تھے اور نماز میں خود بھی روتے اور تمام مقتدیوں پر بھی ان کیفیات کا ورود ہوتا رہتا اور جو بندہ صرف ایک نماز ان کے پیچھے پڑھ لیتا وہ عمر بھر کیلئے انہی کا بے دام غلام بن کر رہ جاتا اور کم از کم آٹھ دن تک اس پر اس نماز کا اثر رہتا یہی کیفیت مولانا محمد یوسف صاحب راجووال کی ہے وہ بھی بہت بڑے ولی اللہ بزرگ ہیں ان کی صحبت میں بھی تھوڑی دیر بیٹھنے سے بندہ آٹھ دن تک اپنے اندر انوارات محسوس کرتا رہتا ہے۔ افسوس کہ مولانا محمد یوسف صاحب ان دنوں ضعیف العمری کے باعث چارپائی پر بے سدھ پڑے ہوئے ہیں جب میں پچھلے دنوں ان سے ملنے گیا تو انہوں نے لیٹے لیٹے مجھے اپنے سینے سے لگا لیا اور میں بہت دیر تک ان سے لپٹا رہا۔ ایک بڑا دلچسپ واقعہ ہے کہ کشمیری بازار میں ایک بریلوی حافظ اسماعیل صاحب رہتے تھے جو بھاٹی دربار میں نماز پڑھنے جایا کرتے۔ ایک دفعہ ان کے کسی اہل حدیث دوست نے کہا کہ آپ محلے کی مسجد چھوڑ کر اتنی دور جایا کرتے ہیں کبھی ہماری مسجد میں بھی نماز پڑھیں وہ کہنے لگے جی پہلے آپ میرے ساتھ داتا دربار پر چل کر نماز پڑھیں۔ وہ کہنے لگے ٹھیک ہے لہٰذا دونوں دوست دو، تین دن وہاں جا کر نماز پڑھتے رہے پھر اہل حدیث دوست نے کہا کہ آج آپ نے عشاء ہماری مسجد میں ادا کرنی ہے۔ لیکن وہ بریلوی دوست نہ آیا اگلے دن اس نے بتایا کہ میں آپ کی مسجد میں داخل ہونے ہی والا تھا کہ سامنے سے ہمارے امام مسجد قادری صاحب آ گئے لہٰذا میں جھجک کی وجہ سے نہ آ سکا۔ ان شاء اللہ آج ضرور آؤں گا لہٰذا جب وہ نماز پڑھنے گئے تو دونوں دوستوں نے ملکر نماز ادا کی نماز کی امامت چونکہ ولی کامل مولانا عبدالواحد غزنوی صاحب رحمہ اللہ نے کروائی تھی اس لیے جب نماز سے فارغ ہو کر اہل حدیث دوست نے کہا کہ آؤ چلیں تو حافظ اسماعیل صاحب نے پوچھا کہاں؟ میں مولانا صاحب رحمہ اللہ کو ملے بغیر نہیں جا سکتا اور اس دن کے بعد وہ پکا پکا اسی مسجد کا نمازی بن گیا۔

حضرت لاہوری رحمہ اللہ ایک باکمال ولی اللہ: کشمیری بازار میں حافظ یوسف صاحب گکھڑوی کی کتابوں کی ایک دکان تھی جس کا نام اہل حدیث اکیڈمی تھا میں نے وہاں سات سال کام کیا حافظ صاحب گکھڑوی رحمہ اللہ دکانداری میں میرے استاد ہیں انہوں نے مجھے

کاروبار میں خیر و برکت کیلئے دو نصیحتیں فرمائیں جن پر میں تقریباً 47 سال عمل کرتا رہا۔ (۱) جب بھی کچھ بیچو اس کا صرف ایک فکس ریٹ مانگو زیادہ بحث میں نہ پڑو تا کہ وقت ضائع نہ ہو۔ (۲) جونہی اذان کی آواز آئے فوراً دکان بند کر دو۔ وہیں کشمیری بازار میں ایک با کمال ولی اللہ مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمہ اللہ جلوہ افروز تھے مولانا لاہوری رحمہ اللہ کو جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے سید محمد داؤد غزنوی صاحب رحمہ اللہ سے بہت محبت تھی وہ ہر سال عید کی نماز منٹو پارک میں سید صاحب رحمہ اللہ کے پیچھے پڑھا کرتے تھے۔

حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی وسعت ظرفی (رواداری):۔ مولانا حکیم عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا کچھ دن بعد انہوں نے جلسے میں شرکت کیلئے قصور جانا تھا وہ سوہدرہ سے قصور جانے کیلئے جب لاہور پہنچے تو سوچا یہاں ایک بہت بڑی نیک ہستی حضرت لاہوری رحمہ اللہ رہتے ہیں کیوں نہ ان سے جا کر اہلیہ کی مغفرت کی دعا کروائیں۔ ان کے ساتھ ایک دوست بھی تھے دونوں حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کیلئے درخواست کی۔ حضرت لاہوری رحمہ اللہ بہت خوشی سے انہیں ملے اور انہیں دعائیں دیں پھر وہ قصور چلے گئے۔ رات کو جلسہ تھا اگلے دن واپسی پر سوچا کہ کل حضرت لاہوری رحمہ اللہ سے ملاقات کر کے دل کو بہت سکون ملا ہے کیوں نہ آج بھی ان کی زیارت کرتے جائیں لہٰذا دونوں دوست پھر حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے پر جوش استقبال فرمایا اور پوچھا کہ رات والا جلسہ کیسا رہا۔ خیر خیریت پوچھ کر انہیں بٹھا کر فرمایا میں ذرا تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔

یہ فرما کر اپنے گھر تشریف لے گئے اور جا کر اپنی صاحبزادی سے فرمایا بیٹی! ایک بہت نیک سیرت مولوی صاحب آئے ہوئے ہیں میرا دل چاہتا ہے کہ آپ کا نکاح ان کے ساتھ کر دوں۔ عصمتوں والی بیٹی نے فرمایا ابا جان آپ کی جیسے منشاء ہوگی مجھے وہی منظور ہے۔ پھر حضرت لاہوری رحمہ اللہ باہر تشریف لائے اور مولانا عبدالمجید سوہدری رحمہا اللہ سے فرمایا میں اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کرنا چاہتا ہوں۔ مولانا عبدالمجید رحمہ اللہ حیران ہو کر سوچ میں پڑ گئے۔ ساتھ بیٹھے ہوئے دوست نے کہا کہ فوراً ہاں کر دو۔ وقت کے ایک بہت بڑے ولی اللہ تمہیں اپنی لخت جگر دے رہے ہیں اور کیا چاہیے لہٰذا اسی وقت ان کا نکاح ہو گیا اور حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے اپنے جگر گوشے کو رخصت فرما دیا۔

سخی نانا جان کے سخی نواسے:۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے مکہ مکرمہ میں مجھے مولانا عبدالمجید سوہدری رحمہ اللہ کے بیٹے جو کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے نواسے ہیں وہ مجھے ملے اور فرمایا سبحانی صاحب! میں چاہتا ہوں کہ اہل حدیث علماء جو بوڑھے ہو چکے ہیں اور ضعیف العمری کے باعث بستر پر پڑے ہیں ان سب کی خدمت میں ماہانہ 2/2 ہزار روپے ہدیہ بھیجا کروں۔ آپ کو چونکہ تمام علماء کا پتہ ہے لہٰذا براہ مہربانی آپ ایسے علماء کی لسٹ تیار کر کے مجھے دیں تا کہ ان کی خدمت کی جا سکے۔ میں نے پوچھا کہ اندازاً کتنے علماء کا نام شامل کر لوں؟ تو کہنے لگے چاہے سو علماء کا نام شامل کر لیں یہ سن کر میں حیران رہ گیا کیونکہ دو لاکھ روپے ماہوار ہدیتاً دینا بہت بڑی بات ہے۔

لیکن میری کم مائیگی کہ میں صرف بیس علماء کا ہی پتہ لگا سکا اور جب انہیں لسٹ تیار کر کے دی تو انہوں نے اپنا اگلا کام یعنی ہدیہ دینا شروع کر دیا۔

حدیث رسول اللہ ﷺ کے ادب کا آنکھوں دیکھا حال: یہ اس دور کا واقعہ ہے جب میں مدرسہ غزنویہ شیش محل روڈ میں ابھی ابتدائی جماعت میں پڑھتا تھا۔ سید محمد داؤد غزنوی صاحب رحمہ اللہ بڑی جماعت کو ''موطا امام مالک'' پڑھایا کرتے تھے۔ ایک دن سید صاحب رحمہ اللہ بیٹھے پڑھا رہے تھے کہ ضلع کا ڈی سی مدرسے میں داخل ہوا اور سید صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات کیلئے سیدھا اندر آ گیا۔ سید صاحب رحمہ اللہ نے اپنے مخصوص جلالی انداز میں فرمایا وہیں بیٹھ جائیں۔ یہ بات یقیناً ڈی سی کو اپنی شان کے خلاف محسوس ہوئی ہوگی لیکن پھر بھی وہ ضبط کر کے سائیڈ پر بیٹھ گیا جب سید صاحب رحمہ اللہ سبق پڑھا چکے تو خود آگے بڑھے اور ان کے شایان شان ان کا استقبال فرمایا۔ اور فرمایا کیا آپکو پتہ ہے کہ میں کونسی کتاب پڑھا رہا تھا؟ تو ڈی سی کہنے لگا نہیں فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی کتاب ''موطا امام مالک'' پڑھا رہا تھا۔

یہ امام مالک رحمہ اللہ وہ عظیم ہستی ہیں جو مسجد نبوی شریف میں بیٹھ کر حدیث کا درس دیا کرتے ایک دن دوران درس تمام طلباء نے دیکھا کہ امام صاحب رحمہ اللہ کے چہرے کا رنگ بار بار بدل رہا ہے لیکن امام صاحب رحمہ اللہ مسلسل درس دیتے رہے جب درس دے چکے تو ایک

طالب علم کو بلا کر فرمایا کہ دیکھو میری کمر پر کیا ہے جب دیکھا گیا تو وہاں ایک بچھو تھا جس نے کمر پر کئی مرتبہ ڈنگ مارا ہوا تھا لیکن یہ حدیث کا ادب تھا کہ امام صاحب رحمہ اللہ نے درس منقطع کرنا گوارا نہیں کیا۔ میں بھی انہی کی کتاب کا درس دے رہا تھا۔ یہ واقعہ سن کر ڈی سی کا سارا انقباض جاتا رہا اور وہ اس بات پر پھولے نہیں سما رہا تھا کہ سید صاحب رحمہ اللہ جیسے بارعب بزرگ اس کا استقبال کر رہے ہیں۔

جھوک دادو کے باکمال ولی کی زیارت: میرے دوران تعلیم میاں محمد باقر صاحب رحمہ اللہ بھی مدرسہ غزنویہ میں تشریف لایا کرتے تھے۔ میاں صاحب رحمہ اللہ حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے اور درویش صفت ولی اللہ تھے اگر کوئی ان سے کوئی وظیفہ مانگتا تو اسے استغفار پڑھنے کا حکم دیتے۔ قرآن بہت خوبصورت آواز میں پڑھا کرتے اور قرآن کا ترجمہ بھی ایسے دلنشیں انداز میں کرتے کہ یوں معلوم ہو رہا ہوتا جیسے قرآن آج ہی نازل ہو رہا ہے۔ موجودہ دور میں ان کے اہل شاگرد رشید مولانا عبدالرشید صاحب مجاہد آبادی حفظہ اللہ کا انداز بیان اپنے استاد حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ جیسا ہے۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کا لوگ اتنا ادب و احترام کرتے تھے کہ جب انکے بیٹے حافظ محمد ذکریا صاحب رحمہ اللہ نے ''مشکوۃ شریف'' کی شرح ''مرأۃ المفاتیح'' لکھی تب اس کو چھاپنے کیلئے وہ مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب رحمہ اللہ کے پاس آئے یہ بہت بڑی کتاب ہے۔ مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میاں صاحب اس کے کاغذ کا خرچ بھی کہیں سے بندوبست کر کے دیں۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کے کندھے پر رومال رکھا ہوتا تھا وہ اپنے گاؤں جھوک دادو میں گئے اور ایک طرف سے شروع ہو گئے اور ہر گھر کا دروازہ کھٹکھٹا کر وہاں کی عورت کو بہن جی یا باجی کہہ کر پکارتے اور فرماتے دین کی خدمت کے لئے آج مردوں سے کچھ نہیں لینا عورتوں سے ان کا زیور لینا ہے۔ ان کے اندر اتنا اخلاص تھا کہ عورتیں اپنی بالیاں اور اپنے لاکٹ یا چوڑیاں اتار اتار کر ان کو دیتی جاتیں۔ جو عورت پوری بالی یا پوری چین نہ دے سکتی وہ آدھی کاٹ کر دے دیتی اور یوں میاں صاحب رحمہ اللہ کا رومال سونے سے بھر گیا۔ میاں صاحب رحمہ اللہ نے وہ سارا سونا آ کر مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کے سامنے رکھ دیا تو انہوں نے فرمایا میاں صاحب! اس کو خود جا کر بیچیں اور رقم لیکر آئیں اس زمانے میں آٹھ ہزار روپے کلو کے حساب سے سونا فروخت ہوا میاں صاحب رحمہ اللہ کے پاس نہ جانے کتنے کلو سونا تھا پھر وہ کتاب چھپ گئی میں اپنے مکتبہ سبحانی اکیڈمی پر بھی وہ کتاب بیچتا رہا ہوں۔

مولانا محمد یحٰیی صاحب شرقپوری رحمہ اللہ: مولانا محمد یحیٰی صاحب شرقپوری رحمہ اللہ نے امرتسر کے مدرسہ غزنویہ سے علم حاصل کرنا شروع کیا تھا اور لاہور کے مدرسہ غزنویہ میں تکمیل کی۔ میں انہیں جوانی کے زمانے سے ہی دیکھتا آیا ہوں وہ بہت خوبصورت جوان تھے۔ ان کی سیاہ داڑھی اور سر پر پگڑی ہوا کرتی تھی۔ سبحانی اکیڈمی اردو بازار میں بھی وہ مسلسل میرے پاس آیا کرتے تھے اور مجھ پر بہت شفقت فرماتے۔ شیخ الحدیث حافظ مسعود عالم صاحب ابھی بالکل چھوٹے تھے اور اپنے والد مولانا محمد یحیٰی صاحب رحمہ اللہ کی انگلی پکڑ کر میری دکان پر آیا کرتے تھے ان کے خاندان کے ساتھ ابھی تک میرے بہت اچھے مراسم ہیں میں جب کبھی تبلیغ دین کے سلسلے میں برطانیہ جاتا ہوں تو وہاں میرا قیام ان کے بیٹوں حافظ حمود الرحمٰن، حافظ نعیم الرحمٰن اور مانچسٹر میں حافظ ذکریا صاحب کے پاس ہوا کرتا ہے۔ 83ء میں جب میں حج پر گیا تو وہاں حرم شریف میں مجھے بہت صالح بزرگ نظر آئے میں ان کے قریب بیٹھ گیا اور ان کی خدمت میں سلام عرض کر کے پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمانے لگے پاکستان میں مولانا محمد یحیٰی شرقپوری کا نام سنا ہے میں ان کا سسر حاجی محمد رفیق ہوں۔ (حاجی محمد رفیق صاحب ریاست فرید کوٹ کے تھے معروف مصنف تاریخ نویس مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ بھی وہیں کے ہیں)۔

اسباب موت میں غیبی رہنمائی اور خلاصی:۔ '' والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا '' حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی رحمہ اللہ کا ایک ایمان افروز واقعہ میں نے ان کی سوانح میں پڑھا تھا کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ نابینا تھے۔ بچپن میں جب انہیں علم کی پیاس محسوس ہوئی تو انہیں پتہ چلا کہ دریائے چناب کے کنارے ایک گاؤں ہے وہاں کے مدرسے میں دین کا علم سکھایا جاتا ہے۔ لہٰذا حافظ صاحب رحمہ اللہ کھونڈی پکڑے زمین کو ٹٹولتے ٹٹولتے چل پڑے۔ چونکہ نابینا تھے اس لیے کسی نے بھی ان پر کوئی خاص توجہ نہ دی۔ دریائے چناب کے

کنارے کنارے چلتے رہے۔ ظہر کے وقت نکلے تھے اور جب عصر کا وقت ہوا تو دریا کے پانی سے وضو کرنے کیلئے کنارے پر بیٹھ گئے ابھی وضو شروع کیا ہی تھا کہ کنارے کی مٹی دریا میں ٹوٹ کر گر پڑی اور حافظ صاحب رحمہ اللہ ہاتھ پاؤں مارنے لگے لیکن بے سود۔

پانی کے بہاؤ کی طرف بہنے لگے اللہ پاک نے انہیں ڈوبنے سے محفوظ رکھا اور پانی کو ہی ان کی سواری بنا دیا۔ مغرب کا وقت ہوا پھر عشاء کا وقت گزرا اور پھر تہجد کا وقت آ گیا۔ وہ مرد درویش ساری رات پانی میں رہا ایک جگہ جا کر کنارے کو ہاتھ لگا تو فوراً باہر نکل آئے باہر نکل کر جب زمین کو ٹٹولا تو مصلے پر ہاتھ لگا جب سارا جائزہ لیا تو وہ چھوٹی سی مسجد بنی ہوئی تھی۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے عصر، مغرب اور عشاء کی قضاء نمازیں ادا کیں اتنے میں فجر کی اذان کی آواز قریبی گاؤں سے آئی تو فجر پڑھ کر وہیں بیٹھے ذکر کرنے لگے اچانک کسی آدمی کے کھانسنے کی آواز آئی تو اسے بلا کر پوچھا کہ فلاں گاؤں کہاں ہے۔ اس نے کہا حافظ جی! آپ اسی گاؤں کے سامنے بیٹھے ہیں۔ لہٰذا حافظ صاحب رحمہ اللہ تھوڑا سا آگے چل کر گاؤں کے مدرسے میں پہنچ گئے اللہ پاک نے اپنے غیبی حفاظتی نظام کے ذریعے انہیں میلوں لمبا سفر بھی طے کروا دیا اور انہیں کچھ نقصان بھی نہیں پہنچا۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے مولانا محمد یحییٰ صاحب شرقپوری رحمہ اللہ کے سالے حافظ عبدالرحمٰن عتیق صاحب حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ کی مسجد میں ہی خطابت کی خدمت انجام دیتے ہوئے فوت ہوئے ہیں۔

مرد قلندر عارف باللہ صوفی باصفا کی کرامت: حضرت صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ بھی مدرسہ غزنویہ میں تشریف لایا کرتے تھے۔ وہ تو اللہ پاک کے اتنے لاڈلے ولی تھے کہ اپنی دعائیں ضد کر کے اور جھگڑ کر منوالیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ جبکہ ان کا مدرسہ ابھی اوڈاں والا گاؤں میں تھا طالب علم دور سے سفر کر کے پیدل ہی مدرسے میں جایا کرتے تھے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ دعا منگوایا کرتے کہ یا اللہ یہ جو تیرے دین کے طالب ہیں انہیں پیدل سفر کر کے مدرسے میں آنا پڑتا ہے تو ٹرین کو مدرسے کے قریب سے ہی گزار دے۔ جب صوفی صاحب رحمہ اللہ یہ دعا منگوایا کرتے تو لوگ مذاق اڑایا کرتے تھے کہ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ٹرین مدرسے کے قریب سے گزرے۔ لیکن اللہ پاک اپنے خاص بندوں کی باتیں ضرور قبول فرمایا کرتا ہے اب موجودہ مدرسہ جو ماموں کانجن میں ہے دیکھا جائے تو مدرسے کے بالکل قریب سے ٹرین گزر رہی ہے یہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی کرامت تھی۔

عارف باللہ کا انداز مجذوبانہ:۔ اللہ پاک صوفی صاحب رحمہ اللہ کے مدرسے کا انتظام غیب کے خزانوں میں سے کرتا تھا جب بھی صوفی صاحب رحمہ اللہ کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی وہ مصلیٰ لیکر قریبی جنگل میں چلے جاتے اور جا کر دعا مانگتے کہ یا اللہ! تو نے مجھے جس کام پر مامور کیا ہے اب اس کا انتظام بھی خود ہی فرما۔ مجھے دے نا! دیتا کیوں نہیں۔ سبحان اللہ ایسے یقین سے جب بندہ اللہ پاک سے مانگتا ہے تو اللہ پاک بھی فرشتوں کے سامنے اپنے اس بندے پر فخر کرتے ہیں اور صوفی صاحب رحمہ اللہ یہ فرمایا کرتے تھے یا اللہ میں اور کس سے مانگوں میں نے بس تجھی سے لینا ہے اور کسی کے در پر نہیں جانا۔ یقیناً اللہ پاک کو اس بات پہ بہت خوشی ہوتی ہے کہ میرا بندہ صرف میرے در پر پڑا ہوا ہے اب میں ہی اس کی ضرورتیں پوری کروں گا۔

تالے کا خود بخود کھل جانا (کرامت):۔ ایک بار نہ جانے کہاں سے گندم سے بھرا ہوا ٹرک صوفی صاحب رحمہ اللہ کے مدرسے کے باہر آ کر رکا جس میں سو من سے بھی زیادہ گندم تھی۔ چوکیدار نے جب گیٹ کا تالا کھولنے کیلئے چابی ڈھونڈی تو چابی نہ ملی وہ بہت پریشان ہوا اس نے ہر جگہ ڈھونڈ لیا لیکن بے سود۔ آخر کار صوفی صاحب رحمہ اللہ کو عرض کیا کہ چابی نہیں مل رہی اور ٹرک باہر کھڑا ہے صوفی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کوئی بات نہیں تم جا کر تالے کے نیچے جھولی پھیلا کر کھڑے ہو جاؤ اور پڑھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، چوکیدار نے ایسا ہی کیا اور جونہی بسم اللہ پڑھی تالا خود بخود ٹوٹ کر اس کی جھولی میں آ گرا اور یوں ٹرک اندر آ گیا یہ بھی صوفی صاحب رحمہ اللہ کی لاجواب کرامت تھی۔

بڑوں میں باہمی آشتی و محبت:۔ ہمارے بڑے جتنے بھی علماء تھے وہ آپس میں نفرتوں کی بجائے محبت کا درس دیتے تھے اور خود بھی اسی رواداری پر عمل پیرا تھے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ بھی اہل حدیث حضرات کے ہاں جا کر خطاب کرلیا کرتے تھے اور اہل حدیث دیوبندیوں

اور اور بریلویوں کے ہاں چلے جایا کرتے تھے۔ مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی رحمہ اللہ (دیوبندی عالم دین) کو بھی اہل حدیث اپنے اسٹیج پر بلایا کرتے تھے۔ مولانا غلام اللہ خاں رحمہ اللہ جو کہ دیوبند کے مشہور مناظر تھے وہ بھی اہل حدیثوں کے جلسے میں جا کر تقریر کیا کرتے تھے لیکن اب تو ہر طرف نفرتوں کا درس دیا جا رہا ہے ایک دوسرے کے ہاں خطاب کرنا تو درکنار ایک دوسرے کی مسجد میں نماز پڑھنے کو ہی ناجائز قرار دیا جا رہا ہے۔

اسلاف میں کسی کو بھی ننگے سر نہیں پایا: اب تو اللہ معاف فرمائے ننگے سر رہنا فیشن بن گیا ہے: الحمد للہ مجھے بہت سارے علماء کو دیکھنے ان کی صحبت میں رہنے اور خدمت کرنے کا موقع ملا ہے جن میں سے چند ایک کے نام درج ذیل ہیں۔

مولانا عبدالرشید صاحب مجاہد آبادی (میں کچھ عرصہ ان سے بھی پڑھتا رہا ہوں) سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ، سید محمد عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ، سید محمد ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ، سید محمد سلیمان غزنوی رحمہ اللہ، سید محمد عثمان غزنوی رحمہ اللہ، سید محمد عمر غزنوی رحمہ اللہ، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ، حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ، مولانا ابوالحسنات رحمہ اللہ، مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی رحمہ اللہ، مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ، مولانا محمد یوسف صاحب راجووال رحمہ اللہ، حضرت میاں محمد باقر رحمہ اللہ، حضرت صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ، حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ، حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ، حافظ عبدالقادر روپڑی رحمہ اللہ، علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ (ان کے جلسوں میں مسلسل 20 سال مختلف جگہوں پر جاتا رہا ہوں) مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمہ اللہ، مولانا محمد یحیٰ شرقپوری رحمہ اللہ، سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ، مولانا شرف الدین دہلوی رحمہ اللہ (جو کہ حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے) حافظ عبدالرحمٰن عتیق رحمہ اللہ، مولانا سید بارک اللہ شاہ گیلانی رحمہ اللہ، حافظ محمد یوسف صاحب گکھڑوی رحمہ اللہ، حکیم عبدالمجید سوہدروی صاحب رحمہ اللہ اور مولانا محمد اسماعیل سلفی صاحب رحمہ اللہ ان تمام علمائے کرام پر اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں برسیں۔ میں نے کسی ایک کو بھی ساری عمر ننگے سر نہیں دیکھا۔ جب ہم سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے مدرسے میں پڑھا کرتے تھے تو تمام طلباء کو سختی سے حکم تھا کہ سر ڈھانپ کر رکھیں۔ اب تو مدرسوں میں کسی طالب علم کا سر ننگا ہوتا ہے تو کسی کی داڑھی نہیں ہوتی اور کوئی عجیب و غریب قسم کے بال رکھے ہوئے نظر آتا ہے اب تو ذکر کیلئے ہاتھ میں تسبیح پکڑنے پر بھی فتویٰ لگایا جاتا ہے اور نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے پر بھی اختلاف ہو گیا ہے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کے حال پر کرم فرمائے اور ہمیں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

" اللهم اجعلنا مسلمين لك ومن ذريتنا امة مسلمةً لك اللهم وفقنا لما تحب وترضى واغفرلنا وارحمنا برحمتك يا ارحم الراحمين"۔ (آمین)

خوبصورت انداز میں اختلافی مسائل کا ازالہ: ایک بہت دلچسپ اور سبق آموز واقعہ ہے کہ مولانا عبدالواحد غزنوی صاحب رحمہ اللہ کو گلی میں بچے دیکھ کر زور سے نعرہ لگاتے یا رسول اللہ ﷺ تو مولانا رحمہ اللہ فوراً فرماتے صلی اللہ علیہ وسلم جب دو تین مرتبہ ایسا ہوا تو ایک دن نعرہ لگانے پر مولانا رحمہ اللہ نے بچوں کو فرمایا یہ جو آپ نعرہ لگاتے ہیں اس کا مطلب تو بتائیں۔ اے اللہ کے رسول ﷺ اس سے کیا مراد ہے، ہم جب کہتے ہیں اے اللہ تو پھر آگے دعا بھی مانگتے ہیں آپ اللہ کے رسول ﷺ کو پکار کر خاموش ہو جاتے ہیں آگے بھی تو کچھ کہیں اور ہاں میں درود شریف پڑھ کر دس نیکیاں کما لیتا ہوں دس گناہ مٹ جاتے ہیں اور دس درجات بلند ہو جاتے ہیں آپ ان سب انعامات سے بھی محروم رہے ہیں بس اس دن کے بعد بچوں کو بات سمجھ آ گئی اور انہوں نے کبھی نعرہ نہیں لگایا۔

اسی طرح قاری اظہار احمد تھانوی صاحب رحمہ اللہ چوبرجی کوارٹرز میں صبح کی سیر کیا کرتے تھے وہاں بھی بریلوی طالب علم جب انہیں دیکھتے تو زور سے کہتے یا رسول اللہ ﷺ ایک دن قاری صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا بھئی میرا نام اظہار احمد ہے میں رسول اللہ نہیں ہوں آپ مجھے دیکھ کر یا رسول اللہ ﷺ پکارتے ہیں حالانکہ میں تو اظہار احمد ہوں۔ اس طرح بڑے خوبصورت اور سادے انداز میں ہمارے اسلاف اختلافی مسائل کا ازالہ کر دیا کرتے تھے۔ (مولانا نذیر احمد سبحانی حفظہ اللہ خطیب جامع مسجد زینت اہل حدیث لاہور، ملاقات: ڈاکٹر محمد عثمان سلفی)

”اہل حدیث کا ذوق تصوف“ قرآن وسنت کی روشنی میں!!!

(از: حمید اللہ خان عزیز، ایڈیٹر: ماہنامہ مجلّہ ”تفہیم الاسلام“، احمد پورشرقیہ)

اہل حدیث کی تاریخ: ہم تصوف کے حوالے سے اہل حدیث کا نقطہ نظر بیان کرنا چاہتے ہیں۔ قبل ازیں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اہل حدیث کی تاریخ پر ایک طائرانہ نظر ڈال لی جائے۔ اہل حدیث کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ خود اسلام کی ہے۔ اصحاب صفہ (مدرسہ نبویہ ﷺ کے درویش طالب علم) سے لے کر تاریخ کے ہر دور میں قرآن وحدیث کے خدام موجود رہے ہیں۔ اور اس پاک باز گروہ نے اسلام کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا کیونکہ پیغمبر اسلام محمد ﷺ کا فرمان ذیشان ہے ”یحمل هذا العلم من کل خلف عدوله (السلسلة الصحیحة: 545/1) (یعنی قابل اعتماد اور ثقہ لوگ اس علم کو پڑھتے اور پڑھاتے اور آگے پہنچاتے ہیں۔)“ ”لاتزال طائفة من امتی علی الحق ظاهرین لایضرهم من یخذلهم حتی یاتی امر الله“۔ (ترمذی حدیث نمبر 2155) (میری امت میں سے ایک گروہ قیامت تک حق پر قائم رہے گا ان کو پریشان کرنے والے ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علی ابن مدینی رحمہ اللہ نے فرمایا: هم أهل الحدیث ”یہ گروہ اہل حدیث کا ہے“ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ اہل حدیث میں طائفہ منصورہ ہے اگر حدیث پر عمل کرنے والے طائفہ منصورہ نہیں تو اور کون ہوں گے؟ اور پھر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے طائفہ منصورہ کی تشریح میں فرمایا: ”ان لم یکن هم اصحاب الحدیث فمادری من هم“ ......! اگر یہ لوگ اہل حدیث نہیں تو پھر مجھے نہیں معلوم، اہل حدیث کون ہیں؟

اہل حدیث اور محدثین عظام سے ہمیشہ وہ مہتم بالشان گروہ لیا گیا ہے جس نے عملاً ونقلاً حدیث مصطفیٰ ﷺ کی حجیت کو اقوال الرجال پر ثابت کیا۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”و نحن لا نعنی بأهل الحدیث المقتصرین علی سماعه أو کتابة او رویته، بل نعنی بهم کل من کان احق بحفظه ومعرفة فهمه ظاهراً وباطناً، واتباعه باطناً و ظاهراً“۔ (مجموع فتاوی: 95/4) ”ہم اہل حدیث سے مراد صرف وہ لوگ ہی نہیں لیتے جو احادیث کا سماع کرتے، اسے لکھتے اور روایت کرتے ہیں بلکہ ہمارے نزدیک وہ تمام لوگ اہل حدیث ہیں جو احادیث کو یاد کرتے، ان کے معانی ومطالب سیکھتے اور ان پر عمل کرتے ہیں۔

اہل حدیث شیوخ الحدیث کا امت مسلمہ پر احسان عظیم ہے کہ وسائل کی کمی سہولیات کی عدم دستیابی کے باوجود انہوں نے صحیح دین امت کے ہر پیر وجواں تک پہنچانے کیلئے اپنی زندگیاں وقف کردیں۔ اللہ تعالیٰ نے جماعت اہل حدیث کو دیگر جماعتوں کے مقابلے میں یہ عظمت عطاء فرمائی ہے کہ ان کا منہج قرآن وسنت پر مبنی ہے۔

ہم اہل حدیث اور تصور تصوف

تصوف ظاہر وباطن کے تزکیہ کا نام:۔ تاریخ اہل حدیث کے مختصر بیان کے بعد تصوف اور بالخصوص اس کے متعلق اہل حدیث کا نقطہ نظر بیان کرتے ہیں اہل علم کی جماعت نے تصوف کے اصطلاحی معنوں سے مراد لیا ہے: ”اپنے ظاہر وباطن کا تزکیہ اور تصفیہ کرنا“ یعنی اپنے نفس کو نفسانی کدورتوں اور رذائل اخلاق سے پاک وصاف کرنا اور فضائل اخلاق سے مزین کرنا ان معنوں میں تصوف ہماری اسلامی زندگی کیلئے نہایت ہی اہم ہے اور ایسے حضرات کو صوفیاء کے نام سے پکارا گیا ہے۔ جنہوں نے اپنے عمل وکردار اور دعوت کے ذریعے لوگوں کو اتباع سنت کا عملی پیکر بننے کی تبلیغ کی۔ یہ نہایت ہی مستحسن امر ہے کہ گمراہ وبے دین اور بے راہ روی کا شکار مسلمانوں کو ظاہر سے زیادہ اندر کے تزکیہ اور تصفیہ کی طرف توجہ دینی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ اور کتاب لاریب قرآن مقدس کے ذریعے جس قدر احکام نازل فرمائے۔ ان کو دل وجان سے تسلیم کرنا اور پھر پوری زندگی اس پر مداومت عمل اختیار کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ شریعت اسلامیہ کا یہ تقاضا ہے کہ جن چیزوں سے اسے روکا

گیا ہے لازم ہے کہ ان کے قریب بھی نہ پھٹکے، کیوں کہ اس کے بغیر انسانی دل و دماغ اور روح پاکیزہ نہ ہوگی نہ اس کے خیالات وخواہشات میں پاکیزگی کا عنصر پیدا ہوگا اور نہ ہی اس کے اخلاق واطوار اور عادات میں نیکی اور کمال پیدا ہوگا اور نہ ہی اس کا ضمیر مطمئن ہوگا۔ اس طرح انفرادی اور اجتماعی زندگی میں امن وسکون کی لہریں منہ موڑ جائیں گی اور اصلاح احوال کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس لیے اسلامی عقائد وافکار پر پختہ یقین بندہ مومن کی انفرادی زندگی کا لازمہ حیات ہے۔ کلمہ اسلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اقراری سامان کیلئے انتہائی ضروری ہے کہ وہ اپنے معبود حقیقی کی پہچان کرے بلاشرکت غیرے اسے واحد لاشریک سمجھے اور کفر وشرک کی تمام چھوٹی بڑی گندگیوں سے اپنے دل و دماغ کو صاف ستھرا رکھے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ”یاایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ الذی جعل لکم الارض فراشاوالسماء بناء وانزل من السماء مآءً فاخرج به من الثمرات رزقا لکم فلاتجعلوا لله اندادا وانتم تعلمون “۔ (البقرہ۔ ۲۱، ۲۲) ”اے لوگو! اپنے اس پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ، وہ پروردگار ایسا ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی برسا کر تمہارے کھانے کیلئے طرح طرح کے میوے پیدا کیے۔ پس کسی کو اللہ کا ہمسر اور شریک نہ بناؤ۔ حالانکہ تم جانتے ہو۔ (کہ اس جیسا کوئی نہیں ہے)

تصوف توحید ربانی اور سنت پر التزام کا نام:۔ اسلامی تصوف میں توحید کا تصور اس قدر بنیادی ہے کہ اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ تصوف در حقیقت توحید ربانی اور اطاعت محمد مصطفیٰ ﷺ پر پختہ یقین کا نام ہے۔ (تفصیل آگے آرہی ہے)

یہاں اس بات کا ذکر کرنا از حد ضروری ہے کہ ہمارے کلمہ گو حضرات نے اسلام کے چند اہم عقائد میں افراط وتفریط سے کام لیا ہے وہاں تصوف کے حوالے سے بھی غلو کر گئے۔ اس غلو عقیدت کی وجہ سے وہ اسلامی تصوف کے فلسفہ سے ہٹ کر غیر اسلامی تصوف کا شکار ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی اہل حدیث مکتب فکر کو مطعون ٹھہرانا شروع کر دیا کہ یہ حضرات تصوف کو نہیں مانتے۔ یا ان میں اولیاء نہیں ہو گزرے یا یہ کہ وہ کرامات کے منکر ہیں۔ بات دراصل سوچنے اور سمجھنے کی ہے۔ اہل حدیث کا دیگر مکاتب فکر کے عالی قدر علماء سے تصور تصوف پر صرف اتنا اختلاف ہے کہ ہم سمجھتے ہیں تصوف کے دائرہ کار کا تعین قرآن وحدیث کی روشنی میں ہونا چاہیے۔ اہل حدیث صوفیاء نے سب سے اہم ترین کام اسے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے پیارے رسول کریم ﷺ کی سنت کی حجیت کو تمام مذاہب و ادیان اور فرقوں پر غالب کیا جائے۔۔۔!

توحید وسنت سے بھرپور زندگی گزارنے کیلئے شرک وبدعت اور رسوماتِ جاہلیہ کا رد از حد ضروری ہے۔ لیکن اسلام کے بنیادی عقائد کے اولیاء کے ساتھ تزکیۂ نفس اور خدمت خلق اللہ بھی لازمی امر ہے۔

اہل حدیث کے عظیم شیوخ، نیک بزرگوں اور صالحین نے لوگوں کے عقائد کی تطہیر فکر ونظر کیلئے انہیں مسنون اذکار واوراد کو روزمرہ زندگی کا معمول بنانے کی تلقین کی۔ کیوں کہ اذکار مسنونہ انسانی فکر کو باطنی غلاظتوں سے پاکیزہ کر دیتے ہیں یعنی جس کے قلب ونظر میں دنیا کے معاملے میں حرص، جاہ وحشمت ہی مطلوب ومقصود ہو...... انسانی قلب اسلامی تعلیمات، روایات اور احکامات کو تسلیم کرنے کا مسکن نہیں بن سکتا جب تک اس حریم بیت سے انسانی فکر وخیال کے تراشیدہ بتوں کو نکال کر پاک نہ کیا جائے۔

بیان میں نکتہ توحید آتو سکتا ہے
ترے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے

غلط فہمی کی اصلاح......!:۔ اسلامی تصوف جو خالصتاً توحید وسنت کی دعوت کے عین مطابق ہے لیکن آج تصوف کے نام پر عقیدہ توحید کی دھجیاں بکھیری جارہی ہیں (تفصیل کا یہ موقع نہیں) خاص طور سے اہل اسلام میں اسلام کے بنیادی عقائد اور اس کے اثرات پر کامل یقین نہ ہونے کی بناء پر اسلام کے نام پر وثنیت اور کھلے عام بت پرستی کا پرچار کیا جارہا ہے۔ صوم وصلوٰۃ، حج وزیارت، نذر ونیاز، صدقہ و خیرات، دعا و پکار، نداء واستعانت، ان تمام امور عبادت میں اللہ وحدہٗ لاشریک کی ذات سے روگردانی اختیار کر کے کھلے بندوں اللہ کی زندہ اور

مردہ مخلوق کو عقیدت و محبت اور بندگی کا مرکز گردانا جا رہا ہے۔

اسی طرح غیر شرعی تصوف کے ذریعے شریعت اسلامیہ کی پاکیزہ دعوت کے مقابلے میں ایک نئے شرکیہ اسلام کو متعارف کرایا گیا ہے۔ آہ...... !!! افسوس! آج ملت اسلامیہ کے روح رواں زمانہ قدیم کی جاہلانہ شرکیہ بدعی رسموں کو کتاب و سنت کی روشن تعلیمات کے خلاف ہی نہیں سمجھتے بلکہ اسے عین اسلام کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

متصوفین اہل حدیث کا ذکر خیر: اس حقیقت میں شمہ برابر بھی شک وشبہ نہیں کہ ہر دور میں اس جماعت سے وابستہ نامور اولیاء اللہ، عظیم صلحاء، نابغہ روزگار اصفیاء، زمانہ روزگار اتقیاء ہوگزرے۔ جو عرفان و ایقان، معرفت و تصوف، اخلاق و محبت، تربیت و کردار اور انسان دوستی کے مظہر اور تبلیغ حق و صداقت کے سرچشمہ تھے۔

پرانے زمانے کے علمائے اہل حدیث کی دعوت و تبلیغ اور تصوف و سلوک کے میدان میں خدمات کا مطالعہ کیا جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے ہم عصر علمائے کرام اور زعمائے ملت میں کوئی ایک بھی ان کا براہ راست مخالف و معاند نہ تھا اگرچہ چند نفوس اپنی طبعی خاصیت اور دیگر عوامل کی بنا پر ان سے تھوڑا بہت اختلاف کرتے تھے لیکن ان کے علوم و تقویٰ اور اخلاص و عمل سے کسی کو انکار نہ تھا۔

علمائے اہل حدیث کے کامل مرشدین کرام:۔ اولیائے اہل حدیث کی تاریخ پر ایک نظر ڈالیں تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تک پھر انکے بعد آنے والے یا ہم عصر محدثین کرام اور اہل اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے لے کر برصغیر ہند میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شاہ اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت سید مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا سید عبدالرحیم شاہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولانا غلام رسول قلعوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت محی الدین عبدالرحمان لکھوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت معین الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سید محمد شریف گھڑیالوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مفتی عبدالقہار دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالواحد الہاشمی الفاروقی رحمۃ اللہ علیہ بہاول پوری، حضرت مولانا عبدالحق الہاشمی رحمۃ اللہ علیہ بہاول پوری، حضرت مولانا عبدالرزاق الفاروقی احمد پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت میاں محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت صوفی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ آف چک لوہاراں احمد پور۔ حضرت سید مولا بخش کوموی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالمتین جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سلطان محمود محدث جلال پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالرزاق سلفی عنایت پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد یحییٰ میر محمدی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد علی جانباز رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ...... کے اسماء گرامی رخشندہ و تابندہ ہیں۔

تزکیۂ باطن کی عملی کوشش:۔ اسلامی تصوف کی قائل و فاعل ان معزز و مکرم ہستیوں کے ارفع و اعلیٰ نظام اصلاح سارس نے جہاں عوام الناس کی اخلاقی قدروں کو بلند و بالا کیا وہاں ایمان و ایقان کی پرنور شعاعوں کو ان کے قلوب و اذہان میں سرایت کر کے توحید شناسی کی فضاء قائم کی۔ انہوں نے مخلوق اللہ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت گزاری کا درس دیا اور مخلوق کو اس اصول کے تحت ملانے کی سعی بلیغ کی۔ ''تو برائے وصل کردن آمدی'' اس امر میں کلام نہیں کہ انبیائے کرام کے بعد اولیاء اللہ پروردگار عالم کے خاص مقرب اور برگزیدہ بندے ہیں۔

اہل اللہ کی تعلیمات مینارہ نور:۔ ان کے پاکیزہ و مصفّٰی قلوب میں اطاعت الٰہی بھی تھا اور محبت مولیٰ بھی ان میں دینی استقامت درجہ کمال کو پہنچی ہوئی تھی احکام باری تعالیٰ انہیں دل و جان سے عزیز تھے۔ ان معزز و محترم ہستیوں نے ہر دور اور ہر زمانے میں عرفان و ایقان کی قندیلیں روشن کیں اور مخلوق اللہ کو صحیح اور سچے راستے پر گامزن کرنے کی مسلسل جدوجہد کرتے رہے۔ یہی ان کا مطمع نظر تھا یہی ان کا مقصد حیات تھا اور یہی ان کا فکر و خیال کا محور تھا۔ اس صفت اولیٰ کے سبب ان کی یہ شان تھی جس کی طرف خود اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے ''الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون '' ایسی بلند مرتبت ہستیوں کی ارفع و اعلیٰ زندگی، انکی گراں مایہ تعلیمات اور ان کے

اقوال وملفوظات بے بہا کو قلم بند کرنے کا دستور ہمیشہ سے رہا ہے یہ رشحات قلم مسلمانان عالم کیلئے مینارہ نور کا درجہ رکھتے ہیں ان کے مطالعہ سے دلوں پر جمی ہوئی مادیت کی دبیز تہیں کھرچ جاتی ہیں اور ذہن مجلّٰی و مصفّٰی ہوتا چلا جاتا ہے۔

پاکیزہ تصوف کے اثرات:۔ اہل حدیث کی دعوت کتاب وسنت اور پاکیزہ تصوف کے اثرات کے متعلق علامہ مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کے خوشہ چیین جناب حماد شاکر لکھتے ہیں: خاندان ولی اللّٰھی کے گل سر سبد شاہ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں رب کی زمین پر رب کے نظام کی جوتگ وتاز کی وہ سرزمین ہند کا روشن ترین باب ہے...... ولی اللّٰھی چشمہ نور سے ایک ایسی شمع بھی روشن ہوئی جسے سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کہا جاتا ہے۔ اس شمع سے جن چراغوں نے کفرستان ہند کو نور توحید سے منور کیا، ان میں سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا غلام رسول قلعوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام بہت ممتاز اور منور ہیں۔ حسن اتفاق کہیے کہ ان تینوں روشن چراغوں نے اپنے اپنے حلقے میں خطۂ پنجاب کو نور توحید سے منور فرمایا۔ چنانچہ خطۂ پنجاب میں بدعات ورسومات اور نفور اور عقیدہ توحید کی تبلیغ میں جو شخصیات سب سے زیادہ اثر انداز ہوئیں وہ علمائے غزنویہ اور علمائے لکھویہ کے بزرگ تھے۔

دو لائق احترام متصوف خاندان:۔ یہ دونوں لائق احترام خاندان پنجاب کے مسلمانوں کی عقیدتوں کا مرکز ومرجع رہے اور دونوں خاندانوں نے مسلمانوں کا جہاں عقیدہ درست کیا وہاں سنت سے محبت کی بنیادیں بھی تعمیر کیں۔ انہوں نے جس طرح عام مسلمانوں کو بدعات ورسومات سے آگاہ کرکے اس سے ان کو بچایا، اسی طرح ان مرشد ورہنما خاندانوں نے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا بھی سکھایا۔ اس کو یاد رکھنے اور یاد کرتے رہنے کے طریقے بھی بتائے۔ اللہ کے حضور جھکنے' گڑگڑانے، اس سے مانگنے اور سوال کرنے کے ڈھنگ بھی سکھائے اور راضی بہ رضا رہنے کی تربیت بھی فرمائی۔ رحمۃ اللہ علیہم۔

افسوس یہ ہے کہ ہمارے حلقوں کی موجودہ نسل کی اکثریت بغض تصوف کی اس انتہاء تک پہنچ گئی کہ وہ متقدمین کے ذکر واذکار تو کجا مسنون اذکار سے بھی 'محتاط'' یا کنارہ کش ہوگئی اور مسنون اذکار کا دوام بھی چھوڑ گئے اور اللہ کے ان ناسمجھ اور ناشکرے بندوں نے اس مالک سے مانگنا اور سوال دعا کرنا بھی چھوڑ دیا جو مانگنے والے سے خوش اور نہ مانگنے والے سے ناراض ہو جاتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(سوانح صوفی محمد عبداللہ ص ۵، ٦۔ طبع اول فروری 2006ء مکتبہ دار الکتب السلفیۃ، لاہور)

یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ہمارے بعض لوگ بلکہ علمائے اہل حدیث کی اکثریت نے مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کیلئے مدارس عربیہ قائم کیے۔ ذکر واذکار کے ذریعے ان کا تزکیۂ نفس کیا وہاں انہوں نے جہاد بالسیف کی عملی تربیت اور مجاہدین اسلام کی نازک ترین خدمات سرانجام دیں۔

علماء مجاہدین اور اولیاء کی اس جماعت نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی، اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق جوڑا، اس پر مان کیا، اتنی عبادت اور ریاضت کے بعد وہ مستجاب الدعوات بن گئے۔ وہ اللہ سے دعائیں کرتے اللہ ان کی پکاریں قبول کرتا۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ قبولیت دعا کے حوالے سے صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں: ''صوفی صاحب نہایت عاجزی کے ساتھ دعا کیا کرتے تھے اور دعا میں اتنی دیر لگاتے کہ بسا اوقات خود دعا کرانے والا اکتا جاتا۔ لیکن وہ دعا میں مگن ہو جاتے اور مختلف الفاظ میں اللہ سے مانگتے رہتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ اللہ ان کا ہاتھ خالی نہیں لوٹاتا تھا۔''

(صوفی محمد عبداللہ از محمد اسحاق بھٹی صفحہ 19، طبع اول فروری 2009ء مکتبہ دار الکتب السلفیۃ لاہور)

اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ کا ذوق دعا......!!!:

اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ اللہ دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہے۔ ''وقال ربکم ادعونی استجب لکم'' (المؤمنون 60) (اور تمہارے پروردگار نے کہا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا) لیکن دعا

کرنے والا اللہ کا عبادت گزار اور فرماں بردار بندہ ہو۔ "هوالحي لا اله الا هو فادعوه مخلصين له الدين۔ الحمدلله رب العالمين" (المومن 65) (وہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تم خالص اسی کو پکارو، ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے) اس مضمون کی اور آیات بھی ہیں۔

دعا کیلئے آداب کی ضرورت:۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر انسان اللہ کی طرف پوری طرح متوجہ ہو کر دل کی گہرائیوں سے دعا کرے تو دعا ضرور قبول کی جاتی ہے۔ دعا کے کچھ آداب ہیں جو احادیث رسول ﷺ میں بیان فرمائے گئے ہیں یہ بھی وضاحت فرمائی گئی ہے کہ دعا کن الفاظ میں کرنی چاہیے کس جذبے اور داعیے سے کرنی چاہیے۔ بارگاہ خداوند میں ہاتھ کس طرح اٹھانے چاہئیں اور کس عجز والحاح کے ساتھ اللہ کے حضور دست سوال دراز کرنا چاہیے۔ اگر دعا کے آداب واصول کو ملحوظ خاطر رکھ کر اللہ سے کچھ مانگا جائے تو وہ ضرور مانگنے والے کو عطا فرماتا ہے۔

باکمال ولی کی مقبول دعا:۔ مشکوٰۃ شریف میں ترمذی ابوداؤد اور امام بیہقی کی الدعوات کے حوالے سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث مروی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:۔ ''ان ربکم حيي كريم يستحي من عبده اذا رفع يديه ان يرده صفرا''۔ یعنی بے شک تمہارا رب بے حد حیا والا ہے، کرم کرنے والا ہے جب اس کا کوئی بندہ اس کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اسے اس کا ہاتھ خالی لوٹاتے ہوئے شرم آتی ہے۔

ذہبی دوران علامہ محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ تعالیٰ جماعت اہل حدیث کے انتہائی محترم و بزرگ شخصیت صوفی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں: ''صوفی صاحب کی خدمت میں قرب وجوار اور دور دراز کے علاقوں سے لوگ آتے اور دعا کراتے تھے۔ ہر دعا کرانے والا یقین کر لیتا تھا کہ دعا ضرور قبول ہوگی۔ کوئی اولاد کیلئے دعا کی درخواست کرتا تھا' کوئی کاروبار میں برکت کا خواہاں ہوتا تھا، کسی کی کوئی اور دنیوی یا دینی تمنا ہوتی تھی۔ اس مرد درویش کی دعا میں اللہ تعالیٰ نے ایسی تاثیر بھر دی تھی کہ فوراً عرش الٰہی پر پہنچتی اور قبولیت کا درجہ پاتی۔ یہاں پر عرض کرنا ضروری ہے کہ صوفی صاحب نے کبھی یہ نہیں کہا کہ میری دعا قبول ہوتی ہے نہ یہ فرمایا کہ مجھ سے دعا کراؤ۔ البتہ بعض حضرات کی پریشانی کا پتا چلا تو یہ ضرور ان سے کہا کہ تم مجھے بتاتے تو اللہ سے پریشانی رفع ہونے کی دعا کرتے۔ اس قسم کی بات کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے'' (صوفی محمد عبداللہ از محمد اسحاق بھٹی)

4۔ قبولیت دعا اور ظہور کرامات کے چند واقعات

اس بات کا تذکرہ سابقہ اوراق میں گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک اور صالح لوگوں کی دعاؤں کو رد نہیں کرتا اور بعض اوقات تو ایسا ہوتا ہے کہ ادھر اللہ تعالیٰ کے دربار میں دعا کیلئے ہاتھ بلند کیے اور عاجزی وانکساری سے اپنی حاجت پیش کی۔ ادھر قبولیت کے آثار سامنے آنا شروع ہو گئے۔ اللہ کے حضور جو پکار لگائی، اللہ نے اسے شرف قبولیت سے نواز دیا۔ ان سطور میں ہم اپنے بزرگ علماء کی قبولیت دعا اور کرامات کے چند واقعات درج کرتے ہیں:

چنبل کی تکلیف دور ہو جانا (کرامت):۔ مولانا غلام رسول قلعوی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح نگار مولوی عبدالقادر لکھتے ہیں کہ قلعہ میہاں سنگھ میں ایک حافظ قرآن بچوں کو قرآن مجید پڑھاتے تھے۔ ان کے چہرے پر چنبل ہو گیا تھا' بہت علاج کرایا لیکن افاقہ نہ ہوا' ایک دن انہوں نے مولانا سے دعا کیلئے عرض کیا تو دیکھ کر فرمایا: ''کوئی علاج نہیں کرایا؟'' کہا: ''بہت علاج کرائے اور کرا رہا ہوں مگر بجائے فائدے کے مرض بڑھ گیا ہے اور روز بروز بڑھ رہا ہے' اب خدائی علاج چاہتا ہوں'' مولانا نے اسی وقت دم کیا اور فرمایا: ''متواتر تین دن دم کراؤ'' حافظ صاحب نے مولانا کے فرمان کے مطابق تین دن دم کرایا اور چنبل کی تکلیف بالکل ختم ہو گئی۔

سیدھوں کا راستہ لا الہ الا اللہ (کرامت):۔ ایک مرتبہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ ضلع گجرات کے کسی گاؤں میں جا رہے تھے کہ ایک سکھ نے ان سے پوچھا: ''موضع ڈنگا کا راستہ کون سا ہے؟'' فرمایا: ''بھائی مجھے ڈنگوں کا راستہ تو یاد نہیں البتہ سیدھوں کا یاد ہے'' اس نے کہا: ''سیدھوں کا ہی بتا دو'' فرمایا ''سیدھوں کا راستہ ہے لا الہ الا اللہ'' ادھر مولانا رحمہ اللہ کی زبان سے یہ کلمہ نکلا اور ادھر سکھ کی زبان پر یہ کلمہ جاری

ہو گیا اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔ ''ڈنگا پنجابی کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں ٹیڑھا' الٹا' غلط' صحیح اور سیدھے راستے کے برعکس۔

یہ دو واقعات مولانا غلام رسول قلعوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں اب دو واقعات حضرت صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ملاحظہ فرمائیے جن کا تعلق استجابت دعا سے ہے۔

جو مانگتے مل جاتا (کرامت):۔ جن حضرات کو ماموں کانجن میں صوفی صاحب رحمہ اللہ کے قائم کردہ جامعہ تعلیم الاسلام کو دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ انہیں معلوم ہے یہ کتنی بڑی عمارت ہے۔ کتنی جگہ میں پھیلی ہوئی ہے اور اس کی تعمیر میں کتنی رقم خرچ ہوئی ہوگی۔ بارہا ایسا ہوا کہ اثنائے تعمیر میں شدید مالی مشکلات پیش آئیں۔ صوفی صاحب نے اللہ سے التجا کی کہ اتنے بڑے کام پر تو نے مجھ بوڑھے اور کمزور آدمی کو لگا دیا ہے۔ میں اکیلا اس کو کیسے مکمل کر سکتا ہوں تو پیسے دے گا تو کام چلتا رہے گا...... اللہ تعالیٰ صوفی صاحب کی التجائیں قبول فرماتا اور مشکل حل ہو جاتی۔ وہ اس طرح اللہ سے التجا کرتے اور دعا مانگتے تھے جیسے اللہ سے براہ راست مخاطب ہیں۔

دعا کرتے ہی خالی خزانہ بھر جانا (کرامت)......! قاری عطاء اللہ جو ماموں کانجن میں معلم تھے بیان کرتے ہیں کہ ایک دن جامعہ کے ارکان انتظامیہ صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھے اور انہیں بتا رہے تھے کہ خزانہ بالکل خالی ہے۔ صوفی صاحب یہ سن کر بڑے فکرمند ہوئے۔ اسی وقت بارگاہ خداوندی میں ہاتھ پھیلا دیئے۔ دعا کا آغاز ان الفاظ سے کیا:۔ ''اے میرے اللہ! اگر تو نے پیسے نہیں دینے تھے تو اتنی بڑی عمارت مجھ سے کیوں بنوائی اور کیوں اتنے استادوں اور طالب علموں کو یہاں اکٹھا کیا؟ اب میں کیا کروں؟ ابھی وہ دعا مانگ ہی رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے چھ ہزار روپے چندہ دیا۔ اس کے بعد دو تین دنوں میں چالیس ہزار روپے جمع ہو گئے۔ قاری عطاء اللہ بتاتے ہیں کہ میں اس وقت وہاں موجود تھا اور صوفی صاحب کی زبان سے یہ دعائیہ الفاظ میں نے خود سنے۔

(ان حوالہ جات کیلئے صوفی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھی گئی کتاب کا مطالعہ از حد مفید رہے گا)

سابقہ سطور میں یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ اہل حدیث اسلامی تصوف (جس کا ماخذ قرآن و سنت ہے) کے قائل و فاعل ہیں لیکن غیر شرعی تصوف کے شدید خلاف ہیں جس نے توحید کی جگہ شرک اور سنت کی جگہ بدعات کو متعارف کرایا۔

ہمیں اہل اللہ اسلاف پر فخر ہے:۔ آج جن اولیائے اہل حدیث کی سوانح عمریاں' کرامات' ذکر و اشغال' بیعت و عہد' ملفوظات و ارشادات' دانش وران قوم نے تاریخ قرطاس پر رقم کیے ہیں۔ واقعتاً ان کے حالات زندگی کو حیطہ زندگی میں لانا چاہیے تھا۔ وہ اس کا بجا طور پر استحقاق رکھتے تھے۔ ہم تحدیث نعمت کے طور پر عرض کرتے ہیں کہ ہمیں ان کی طرف نسبت پر فخر ہے:۔ ؎

اولئك آبائي فجئني بمثلهم　　　اذا جمعتنا ياجرير المجامع

مقام ولایت و معرفت کے چند درجات

ہمارے بزرگوں نے یہ مقام کیسے حاصل کیا؟: اصل میں انہوں نے ذات باری تعالیٰ کی معرفت کے حصول کیلئے اس کی بارگاہ میں خصوصی تقرب حاصل کیا یہ تقرب الٰہی کیسے حاصل ہوتا ہے؟ اس کے کتنے درجات ہیں؟ اہل حدیث کے ذوق تصوف کو بیان کرنے کیلئے اس موضوع کی وضاحت کرنا ضروری ہے تاکہ غیر شرعی تصوف کے حاملین اور اسلامی تصوف کے داعین کے مابین فرق واضح ہو جائے۔ اس کیلئے ہم جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے سابق استاذ فضیلۃ الشیخ ابوبکر الجزائری کی درج ذیل عنوان کے تحت ایک تحریر ان کی کتاب ''مومن کے عقائد'' سے مستعار لیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: اللہ کی معرفت اور اس کے حصول کے مختلف درجے ہیں' حق پرست چاہیں تو ذاتی مجاہدے اور محنت سے ان مراحل کو طے کر کے کمال کے مرتبے کو پہنچ سکتے ہیں۔ نیز یہ امر بھی واضح ہے کہ جس قدر معرفت الٰہی نصیب ہوگی اسی درجہ کا تقویٰ اور تقرب' خوف و خشیت' عقیدت و محبت اور جذبہ بندگی بندے کے دل میں پیدا ہوگا۔

معرفت الٰہی کا پہلا درجہ: جدید سائنس اور اس کے مختلف علم جیسے طبیعات' علم حیات اور کیمیا کے ماہرین جن کے سامنے کائنات

کھلی کتاب کی مانند ہوتی ہے اور جو مختلف اشیاء اور ان کے حقائق پر طویل ریسرچ میں عمریں کھپا دیتے ہیں مختلف تجربات اور کافی غور و خوض کے بعد ان میں سے بعض خوش نصیب ہستیوں کو یہ توفیق ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے وجود اور اس کی وحدانیت کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ اس کی صناعی، اس کی قدرت اور اس کی حکمت وتدبیر کا زبان و دل سے اقرار کر لیتے ہیں لیکن چونکہ اللہ کی کتاب یعنی قرآن مجید اور اس کے پیغمبر یعنی حضور نبی اکرم ﷺ اور ان کی تعلیمات کی کوئی خبر یا اس سے ادنیٰ واقفیت بھی انہیں میسر نہیں ہوتی، اس لیے انہیں کامل ایمان نصیب نہیں ہوتا جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ابتدائی معرفت کا ادنیٰ درجہ حاصل ہونے کے باوجود وہ ایک طرح سے اندھیرے میں رہتے ہیں اس لیے کہ کتاب وسنت کا علم نہ ہونے کی وجہ سے انہیں باری تعالیٰ کے اسماء اور اس کی صفات کی واقفیت نہیں ہوتی نہ ان کے دلوں میں اس کی محبت عقیدت اور اس سے خوف و خشیت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں جس سے دلوں میں نیکی کی رغبت اور بدی سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور بندہ اللہ کی بندگی اور اس کی عبادت کی طرف مائل ہوتا ہے تب جا کر کہیں صحیح معرفت الٰہی اور یقین میں پختگی پیدا ہوتی ہے چونکہ ان لوگوں کے دلوں میں اللہ پر کسی درجہ کا ایمان و یقین پایا جاتا ہے اور اس کی وجہ سے ان کے اندر اللہ کی کسی قدر عظمت اور محبت پیدا ہو جاتی ہے اس لیے اس ایمان کے صلے میں دنیا میں انہیں دلی راحت وسکون میسر ہوتا ہے اور اللہ نے چاہا تو آخرت میں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

معرفت الٰہی کا دوسرا درجہ:۔ اللہ کی معرفت کے دوسرے درجے میں وہ روایتی اور خاندانی مسلمان شامل ہیں جن کے کان بچپن ہی سے اللہ کے وجود اور اس کے اسماء وصفات سے آشنا ہوتے ہیں اور جن کے تحت الشعور میں اللہ اور اس کے نبیوں پر ایمان سرایت کیے ہوتا ہے لیکن چوں کہ یہ ایمان انہیں بلا کسی محنت اور تلاش وجستجو کے حاصل ہوتا ہے اس لیے اس طبقہ کا ایمان بھی متوسط اور اللہ کی معرفت بھی انہیں کم نصیب ہوتی ہے اور اس لحاظ سے ان کے اندر اللہ کا خوف، محبت، ذوق عبادت، تقویٰ اور اس سے نزدیکی پیدا ہوتی ہے۔

معرفت الٰہی کا تیسرا درجہ:۔ اس زمرہ میں وہ مومنین صادقین اور علماء امت شامل ہیں جنہیں شریعت مطہرہ اور دستور الٰہی کا علم اور اس کا فہم نصیب ہوتا ہے جس کا سرچشمہ براہ راست اللہ کی کتاب اور اس کے نبیوں کی تعلیمات ہوتی ہیں نیز ذات باری کے وجود اور اس کی معرفت کا یقین مختلف عقلی ونقلی دلائل سے انہیں حاصل ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ یہ طبقہ اللہ کی معرفت کے اونچے درجہ پر فائزہ ہوتا ہے اور عام مسلمانوں کے مقابلے میں علماء کا یہ گروہ محبت وبندگی اور خشیت الٰہی کے جذبے سے سرشار ہوتا ہے چنانچہ اسی گروہ کے متعلق باری تعالیٰ کا ارشاد ہے ”انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء“ (فاطر ۲۷) ”اور اللہ سے وہی بندے ڈرتے جو (اس کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں“

معرفت الٰہی کا چوتھا درجہ:۔ یہ نورانی اور مقدس ترین گروہ انبیاء ومرسلین علیہم السلام کا گروہ ہے جو اہم امتیازات اور زبردست معجزات کے حامل ہوتے ہیں۔ یہی وہ بابرکت گروہ ہے جو معرفت کے سب سے اونچے اور بلند مرتبے پر فائز ہوتا ہے جن کی ہمسری اور برابری کا کوئی شخص دعویٰ نہیں کر سکتا چنانچہ فضل وکمال کے جملہ اوصاف جیسے اللہ پر ایمان، اس کی محبت، اس کا خوف، اس کی بندگی، اس کی راہ میں استقامت اور مصائب پر صبر، غرض جملہ مکارم اخلاق علی وجہ الکمال ان کے اندر موجود ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے یہ مقام بلند انہیں اس لیے حاصل ہوتا ہے کہ رسالت ونبوت کے نازک اور بلند ترین منصب پر فائز ہونے سے پہلے اور بعد میں زندگی کی کسی اسٹیج پر ان سے کوئی چھوٹا بڑا گناہ یا قصور سرزد نہیں ہوتا۔ نیز یہ وہ مقدس ہستیاں ہوتی ہیں جن کے منہ میں حق تعالیٰ اپنا پاک کلام ڈالتا ہے۔ بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کیلئے انہیں منتخب کرتا ہے اپنی معرفت، اس پر کامل یقین اور اس پر مستزاد فہم وفراست اور بالغ نظری اپنے دست خاص سے انہیں عطا فرماتا ہے۔ اپنے اسماء و صفات اور تمام اشیاء کا علم انہیں عطا فرماتا ہے جس کی وجہ سے ان کا ایمان کامل اور یقین راسخ ہوتا ہے اور اس سب کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کی محبت، اس کی اطاعت وبندگی کا جذبہ سب سے زیادہ ان کے دلوں میں موجزن ہوتا ہے چنانچہ نبیوں کے پیشوا اور خاتم المرسلین حضرت محمد ﷺ نے انبیاء ورسل علیہم السلام کے بعد سب سے مقدس گروہ یعنی جماعت صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا: ”اللہ کی قسم! میں تم سے زیادہ اللہ کو پہچانتا ہوں، اور اس سے ڈرتا ہوں“ (بخاری ومسلم بحوالہ مومن کے عقائد از ابوبکر الجزائری، صفحہ نمبر 59 سے 63)

اسلامی تصوف کے بنیادی نکات:۔ اسلامی تصوف کے ماہر، علم حدیث سے بہرہ ور اہل حدیث علماء، صوفیا و اتقیاء نے تزکیۂ نفس کیلئے اسلام کے جن بنیادی عقائد و تعلیمات کی تلقین کی وہ یہ ہیں: ☆ توحید باری تعالیٰ ☆ اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ☆ تزکیۂ نفس (اپنے نفس کو رذیل کاموں سے پاک کر کے عمدہ اخلاق سے آراستہ کرنا تیز اپنے باطل عقائد و افکار کی تطہیر کرنا) ☆ برداشت اور رواداری ☆ خدمت خلق اللہ۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں تجزیہ......!!: اب ہم ان دعوتی نکات کا قرآن وحدیث کی روشنی میں تجزیہ پیش کرتے ہیں تا کہ یہ بات ثابت ہو سکے کہ جن اہل حدیث بزرگوں کو معروف معنوں میں صوفی کہا جاتا ہے ان کی دعوت اول و آخر قرآن وحدیث تھی۔ خاکسار نے اس موضوع پر معروف عالم دین، صاحب کرامت بزرگ مولانا غلام رسول قلعوی رحمہم اللہ کے ارشادات، افکار اور ملفوظات کا بطور خاص انتخاب کیا ہے۔ جن کے متعلق ذہبی دوراں، عالم اسلام کے مایہ ناز محقق، بقیۃ السلف علامہ محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں: ''بے شبہ مولانا غلام رسول قلعوی جلیل القدر عالم و خطیب اور ممتاز مدرس تھے۔ ان کی تبلیغی مساعی اور خدمت دین کا دائرہ بہت وسیع اور بہ درجہ غایت مؤثر تھا وہ ''آیة من آیات اللہ'' تھے۔ سراپا عمل اور تقویٰ و طہارت کا بلند ترین نمونہ تھے۔

مولانا غلام رسول کے مواعظ سے جتنے لوگ متاثر ہوئے اور جتنی تعداد میں غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ان کے معاصرین میں سے کسی کے مواعظ سے نہیں ہوئے۔ ان سے جتنی کرامات کا ظہور رہوا اتنا کسی سے نہیں ہوا۔ مصنف اور مؤلف بے شمار ہیں' واعظوں اور خطیبوں کی بھی کمی نہیں لیکن جو خصائص و خصائل، اللہ تعالیٰ نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی ذات گرامی میں ودیعت فرمائے تھے۔ ان کے ہم عہد علماء میں سے کسی کے حصے میں نہیں آئے'' (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ۔ ص 332، 333)

اولیاء اہل حدیث کے دعوتی نکات

اہل اللہ اور توحید کی اہمیت:۔ عقیدہ توحید جسے تمام عقیدوں میں سب سے زیادہ بلند و برتر مقام حاصل ہے یعنی اللہ کو اکیلا' یکتا ماننا اور اس کی ذات وصفات اور ربوبیت میں کسی غیر کو شریک نہ کرنا ہی توحید کہلاتا ہے۔

اگر انسان توحید کو چھوڑ کر شرک کر بیٹھے تو اس کی تمام عبادتیں اور نیک اعمال اکارت ہو جاتے ہیں اور وہ ذلت و گمراہی کی کھائیوں میں گرتا چلا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے شرک کے بارے میں واضح اعلان کر دیا ہے کہ: '' ان الشرك لظلم عظيم '' (لقمان 31) بے شک شرک ظلم عظیم ہے دوسری جگہ مشرک کے متعلق اپنا فیصلہ سناتے ہوئے فرمایا: '' انه من يشرك بالله فقد حرم الله عليه الجنة '' (المائدہ:۷۲) ''اللہ نے مشرک پر جنت حرام قرار دے رکھی ہے''۔ شرک ایسی بری بلا ہے کہ ہر ذی شعور اور صاحب عقل اس کی مذمت ہی کرتا ہے کیونکہ ہر شخص کی عقل اسے بزبان حال کہتی ہے کہ ہم جنس برابر کی پرستش اور اپنے محکوم و ماتحت کی پرستش نہایت غیر موزوں ہے اور عقل ہرگز یہ فتویٰ نہیں دے سکتی کہ اپنے ہم جنس کی پرستش کی جائے۔ بزرگان اہل حدیث نے جس عقیدے کو دعوت و تبلیغ کے میدان میں سب سے پہلے موضوع بنایا وہ عقیدہ توحید ہے۔ انہوں نے کفرستانِ ہند میں توحید کا علم بلند کیا اور ظلمت کدہ علاقوں میں تشریف لے گئے اور توحید باری تعالیٰ بیان کی۔ عقیدہ توحید کے متعلق مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کی تعلیم ملاحظہ فرمائیں:۔

۱۔ ہم خدا خواہی وہم دینائے دوں　　ایں خیال است و محال است و جنون
اگر اللہ کو چاہے اور (اس کے ساتھ) کمینی دنیا کو بھی، تو یہ (محض تیرا) خیال ہے جو محال اور دیوانگی ہے''

۲۔ مسلمانوں میں جہاد کی تبلیغ سے پہلے ''عقیدہ توحید'' پر خاص طور سے زور دیا جائے۔
''عقیدہ توحید'' خالص نہ ہو گا تو جہاد سمیت تمام عبادات ناکارہ ہو جائیں گے۔

۳۔ شرک اور غلط رسوم کو دلائل کی قوت سے رفع کریں۔

غلام اتنی نہ کر غفلت حیاتی پر نہ ہو غرہ　　خدا کی یاد کر ہر دم جو آخر کام آنا ہے

قرآن مجید میں عقیدہ توحید کو یوں بیان کیا گیا ہے ”قل ان صلوتي ونسكي ومحياى ومماتي لله رب العالمين۔ لاشريك له وبذالك امرت وانا اول المسلمين۔ “(اے پیغمبر ﷺ) یہ بھی کہہ دو کہ بے شک میری نماز اور میری تمام عبادت اور میرا جینا اور مرنا اللہ کیلئے ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اس بات کا حکم دیا گیا اور میں اللہ کے فرمانبرداروں میں پہلا فرمانبردار ہوں“

سورۂ اخلاص میں توحید کا درس ان الفاظ میں دیا گیا ہے: قل هوالله احد۔ الله الصمد۔ لم يلد۔ ولم يولد۔ ولم يكن له كفوا احد۔ “(اے پیغمبر ﷺ) لوگوں سے فرما دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس کے کوئی اولاد ہے، نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔“

اہل حدیث صوفیاء اور اطاعت رسول ﷺ کی اہمیت :۔ اہل حدیث صوفیاء اور اتقیاء کے نزدیک پیغمبر اسلام ﷺ کی اطاعت اور آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کیے بغیر اللہ تعالیٰ کی معرفت اور نجات کا حصول ناممکن ہے: چنانچہ حضرت مولانا غلام رسول قلعوی مرحوم لکھتے ہیں:

ثابتی نال توں پکڑ میاں   دامن پاک جناب رسول ﷺ والا
رات سخت اندھیری ہے بدعتاں دی   سنت احمدی ﷺ کیا خوب چالا
کوئی فکر کریئے ویلا گزر گیا   جیہڑی گزری تے اج سنبھال بھالا

مزید فرماتے ہیں:

حال اپنا کہنوں جا دساں اینھاں دماں دا کچھ وساناہیں   ربا بچ کے بہت کوچھڑی نوں باجھوں فضل تیرے کوئی واہ ناہیں
کئی راہ کوڑے پین بڑے، باجھوں شرع محمدی ﷺ راہ ناہیں

آگے لکھتے ہیں:۔

شادیاں نال تو مست پھریں تیرے ساہ گنے عزرائیل میاں   گھڑی گھڑی کریندیاں سال گزرے تیری کچھ نہ بنی سبیل میاں
بھلا دس کیا جواب دیسیں جدوں پچھے کا رب جلیل میاں   دامن پکڑ جناب رسول ﷺ والا سب چھوڑ کے جتاں حیل میاں

ان اشعار میں مولانا غلام رسول رحمہ اللہ اطاعت رسول ﷺ کو آخرت کی کامیابی کا زینہ قرار دے رہے ہیں اور اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ موت ہمارا تعاقب کر رہی ہے۔ اس لیے نیک اعمال کی فکر کرنی چاہیے۔ وہ فرماتے ہیں کہ پیغمبر محمد ﷺ کی پیروی کے بغیر اللہ تعالیٰ کی معرفت اور تصفیہ قلب نہیں ہو سکتا۔

اطاعت رسول ﷺ کے سلسلے میں مولانا قلعوی رحمہ اللہ کے مزید کچھ ارشادات ملاحظہ کریں۔ لکھتے ہیں: میرے عزیز! انسان کی سعادت اس میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے فرمان پر عمل کرے اور جس چیز سے روکا جائے (اس سے) خود کو بچائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”ما اٰتكم الرسول فخذوه ومانهاكم عنه فانتهوا“۔ (الحشر۔۷) ”تمہیں رسول ﷺ جو عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں منع کریں اس سے باز رہو۔“

حضرت مصطفیٰ ﷺ کا مخالف مردود ہوگا۔ (حضرت مصطفیٰ ﷺ کا طریقہ محمود ہوگا) اگر حضرت مصطفیٰ ﷺ کے سوا نجات ملتی اور سنت رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کامیابی ہوتی تو پھر جہنم کو کس لیے پیدا کیا گیا (اور) کافر وعید (عذاب) کے مقدر کیوں بنے؟

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی۔ از۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ۔ صفحات 351 سے 354، طبع مولانا غلام رسول رحمہم اللہ ویلفیئر سوسائٹی۔ قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ)

اہل اللہ کے جذبہ اطاعت رسول ﷺ کا قرآن سے ثبوت :۔ قرآن مجید میں اس عنوان کو اس انداز سے اجاگر کیا گیا ہے: ۔''قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله'' (آل عمران 31) (اے محمد ﷺ) فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کا دم بھرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ (اس کے نتیجے میں) اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریں گے''

یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت ومحبت کا معیار اتباع سنت واطاعت رسول ﷺ میں مضمر ہے۔ قرآن مجید میں اس مقام کو سورت النساء میں اس طرح بیان کیا گیا ہے: ''من يطع الرسول فقد اطاع الله'' (النساء 80) ''جس بندے نے اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کی، گویا اس نے اللہ کی اطاعت کی۔'' اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی پیروی کو اپنی محبت واطاعت اس لیے بھی قرار دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو کچھ بولتے ہیں، وہ وحی الٰہی ہی ہوتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ''وماينطق عن الهوى، ان هوالا وحي يوحي ''۔ (النجم۔ ۳،۴) ''رسول اللہ ﷺ اپنی مرضی سے لب کشائی نہیں کرتے بلکہ وہ (دین کی باتیں اور اسلام کے احکامات کے متعلق جو کچھ تمہیں دے رہے ہیں) اللہ کی وحی ہے۔ جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے''

احادیث مبارکہ میں اہمیت :۔ قرآن مجید کے ساتھ احادیث مبارکہ میں بھی نبی کریم ﷺ کے بے شمار ارشادات گرامی موجود ہیں جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایک فرد انسانی جب تک اپنی خواہشات کو رسول اللہ ﷺ کے حکم کے آگے ترک نہ کر دے اور آپ ﷺ کی ذات مبارک سے دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر محبت والفت نہ کرے اس وقت تک وہ کامل مومن نہیں بن سکتا۔

صحیح مسلم میں آپ ﷺ کا یہ فرمان ذیشان موجود ہے: ''لايؤ من احد كم حتىٰ اكون احب اليه من والده وولده والناس اجمعين ''۔ (صحیح بخاری، کتاب الایمان، ص ٦، حدیث ۱۵، القشیری، ابوالحسین، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، الریاض، دارالسلام نشر و التوزیع، طبع دوم، 2000ع، ص 41، حدیث 169) ''تم میں سے کوئی بھی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے والدین، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ میرے ساتھ محبت نہ رکھے''۔

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے: ''لايؤ من أحد كم حتىٰ يكون هواه تبعالما جئت به'' (مشکوۃ المصابیح ۔ص ۳۰)

علمائے اہل حدیث کا ذوق تزکیہ وتصوف :۔ درویش صفت، نیک سیرت وپاکیزہ کردار واخلاق کے مالک اہل حدیث علماء و صوفیاء کی دعوت وتبلیغ کے مقاصد میں لوگوں کا تزکیہ نفس کرنا اور باطل افکار کی تطہیر کرنا ہے۔ چنانچہ اس بارے جماعت اہل حدیث کے عظیم بزرگ ''آية من آيات الله'' مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''عزیز! اپنے عزیز اوقات کو برباد نہ کریں اور اپنے نفیس سانسوں کو نیکی میں بسر کریں، کوشش کریں کہ خود کو کسی ایسے مرد (صالح) کی خدمت میں پہنچائیں جو زنگ آلود دلوں کو آئینے کی مانند صاف کرنے والوں میں سے ہو'' ایک جگہ سرکش نفس کو جھنجھوڑتے ہوئے کہتے ہیں:

خیز غافل بال ہمت باز کن ۔۔۔ سوئے جائے اصلیت پرواز کن
طوطی شیریں مقالی چند چند ۔۔۔ باشی اندر حبس زاغاں پائے بند

''اٹھو اے غافل! ہمت کے پر کھول (اور) اپنے اصلی گھر کی جانب پرواز کر۔ تو شیریں زبان طوطی ہے، کب تک کوؤں کے قید خانے میں بند رہے گا۔''

جب محض اللہ سبحانہٗ کی عنایت سے، کسی کی کوشش کے بغیر ایک بشارت عظمیٰ کا شرف نصیب ہو گیا، اس کھانے کا مزہ چکھو ذائقہ کا ذوق لگا اور تلچھٹ کی لذت طاب حلق تک پہنچ گئی تو پھر افسوس ہے کہ (زندگی) بے مقصد مصروفیات میں برباد کریں اور نفسانی خواہشات کے سرور میں گزاریں۔

اولیائے کرام کا تزکیۂ نفس قرآن کی روشنی میں :۔ تزکیۂ نفس کے سلسلے میں مولانا قلعوی رحمہم اللہ کی تعلیمات کا مختصر حصہ بیان

کرنے کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں اس کے متعلق کیا کچھ فرمایا گیا ہے:۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک دعا ذکر کی ہے: ’’ربنا وابعث فیهم رسولاً منهم یتلوا علیهم ایتك ویعلمهم الكتاب والحكمة ویز کیهم “۔ (بقرہ129)

’’اے ہمارے رب! میری اولاد میں ان میں سے ہی ایک رسول بھیج، جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کے اندر کا تزکیہ کرے۔‘‘ ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے نبی ﷺ کی بعثت کے تین اہم مقاصد معلوم ہو رہے ہیں۔

☆ تلاوت آیات ☆ تعلیم کتاب وحکمت ☆ تزکیۂ نفس ۔ قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت میں انہی تین باتوں کو دہرایا گیا ہے: ’’هوالذی بعث فی الامیین رسولاً منهم یتلوا علیهم ایاتہٖ ویز کیهم ویعلمهم الكتاب والحكمة وان كانوا من قبل لفی ضلال مبین“۔ (الجمعۃ ۲) ’’وہ اللہ تعالیٰ ہے، جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان میں سے ہی ایک رسول (ﷺ) بھیجے جو انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔‘‘

قرآن کی اس آیت سے ظاہر ہو رہا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کا مقصد لوگوں کو اللہ کی آیات سنانا، انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دینا اور ان کا تزکیۂ نفس کرنا تھا۔ اگر بادی النظر میں دیکھا جائے تو آپ ﷺ کی بعثت ونبوت کا اصل مقصد تزکیۂ نفس ہی تھا کیوں کہ تزکیۂ نفس صرف تلاوت قرآن اور کتاب وسنت کی تعلیم سے ہی ممکن ہو سکتا ہے اگر تعلیم وتربیت انسان کا تزکیۂ قلب اور نفس کو پاکیزہ کاموں پر آمادہ نہ کر سکے تو تعلیم وتعلم وغیرہ سب بے معنی ہو کر رہ جائے گی۔ جیسا کہ مولانا قلعوی رحمہ اللہ کے اشعار سے واضح ہوا۔ قرآن مجید کا ایک اور مقام ملاحظہ ہو: قد افلح من زکاها، وقد خاب من دساها۔ (الشمس: ۹،۱۰) ’’بے شک وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کیا اور وہ ناکام ونامراد ہو گیا جس نے اپنے نفس کو مٹی سے آلودہ کر دیا‘‘۔ قرآن وحدیث سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ تمام اہم عبادات نماز، روزہ، زکوٰۃ وحج کا مقصد وحید لوگوں کا تزکیۂ نفس وتطہیر قلب ہے۔

نماز بطور تزکیۂ قلب:۔ نماز کے بارے میں فرمایا: ’’ ان الصلٰوۃ تنهٰی عن الفحشاء والمنكر‘‘ (العنکبوت 45) ’’بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے‘‘ ایک حدیث میں آتا ہے: ’’من لم تنهه صلوته عن الفحشاء والمنكر فلاصلوٰة له“ (ابن ابی حاتم) ’’جس کی نماز اسے بے حیائی اور برے عمل سے نہ روکے، اس کی نماز، نماز ہی نہیں‘‘

روزہ بطور تزکیۂ نفس:۔ اسی طرح رمضان المبارک کے روزوں کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے: ’’یاایها الذین امنوا كتب علیكم الصیام كما كتب علی الذین من قبلكم لعلكم تتقون“۔ (بقرہ183) ’’اے ایمان والو! تم پر ماہ رمضان مبارک کے روزے فرض قرار دیئے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض ہے تاکہ تمہارے اندر تقویٰ وپرہیز گاری پیدا ہو جائے‘‘ روزے کے متعلق حدیث میں آتا ہے: من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس لله حاجة ان یدع طعامه وشرابه (ابوعیسیٰ: جامع ترمذی، دارالسلام نشرو التوزیع، الریاض، طبع اول 1999ء حدیث ۷۰۷) ’’جس نے برے قول اور برے عمل کو نہ چھوڑا، اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی اللہ کو کوئی ضرورت نہیں‘‘

زکوٰۃ بطور تزکیۂ نفس:۔ زکوٰۃ اسلام کا اہم ستون ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزکیهم (توبہ۱۰۳) ’’ان کے اموال سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کیجئے جس کے ذریعے ان کے اندر کا تزکیہ اور تطہیر کیجئے۔‘‘ زکوٰۃ اور صدقات کے متعلق ایک حدیث میں ہے: واتقو الشح، فان الشح اهلك من كان قبلكم، حملهم علی ان سفكوا دماء هم، واستحلوا محارمهم۔ (صحیح مسلم بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح۔ ج 1، ص۱۶۴) ’’(زکوٰۃ وصدقات دیا کرو) اور نفس کی کنجوسی وبخل سے اپنے آپ کو بچاؤ، کیونکہ بخل وکنجوسی (نفس انسانی کا ایک رذیل خلق ہے جس) نے تم سے پہلوؤں کو ہلاک کر ڈالا کہ انہوں نے خون ریزیاں کیں اور حرام چیزوں کو

حلال گردانا'' قرآن وحدیث کی تعلیم سے زکوۃ وصدقات اور انفاق فی سبیل اللہ سے انسان کا تزکیۂ نفس ہوتا ہے۔

حج بطور تزکیۂ نفس:۔ حج بیت اللہ نہایت شاندار عبادت ہے، ارشاد ہوتا ہے: فمن فرض فیهن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال في الحج۔ (بقرہ 197) ''جو شخص حج کے مہینوں میں حج کی نیت کرے' اسے چاہیے کہ خواہش سے چھیڑ چھاڑ کرنے، کسی کی نافرمانی کرنے اور لڑائی جھگڑے کرنے سے اپنے آپ کو بچائے'' وتزودوا فان خير الزاد التقوى (بقرہ 197)۔ ان آیات کی تشریح میں بخاری کی ایک حدیث ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''من حج لله فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته امه'' (صحيح بخاري، كتاب الحج، حديث ۱۵۲۱، صحیح مسلم، کتاب الحج حدیث ۳۲۹۱) ''جس نے اللہ کی رضا کیلئے حج کیا اور اس میں اپنے آپ کو گناہ اور نافرمانی سے بچایا وہ گناہوں سے ایسے پاک صاف ہو کر لوٹا جیسے گویا اس کی ماں نے آج اسے جنم دیا ہے''

اسلام کے ان چار ارکان اربعہ سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی کہ تمام عبادات کا اصل مقصد عرفان حق وعلم ہے جو تزکیۂ وتطہیر قلب ہی کے ذریعے ممکن ہے اور اس چیز کا درس علمائے اہل حدیث دیتے رہے اور فی زمانہ بھی ان کی دعوت وارشاد کی غرض وغایت یہی ہے۔ فلله الحمد۔ (اب کچھ باتیں مؤلف کتاب کے متعلق)

دنیا بھر میں محبت اور امن کے علمبردار:۔ عالم اسلام آج جن پر آشوب زمانے سے گزر رہا ہے بدترین داخلی انتشار اور خارجی دباؤ کے باعث وطن عزیز زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ اس پورے ماحول میں کہیں سے بھی امن رواداری اور بقائے باہمی کی آواز بلند نہیں ہو رہی۔ بقول اقبال

بوئے گل لے گئی بیرون چمن راز چمن　　　کیا قیامت ہے کہ خود پھول ہیں غماز چمن
ایک بلبل ہے کہ محو ترنم اب تک　　　اس کے سینے میں ہے نغموں کا تلاطم اب تک

ان حالات میں ایک شخصیت ہے' جس کی فکری اور عملی کاوشیں ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اسلام کے حقیقی پیغام امن ومحبت کی خوشبو پھیلا رہی ہیں یہ آواز...... پاسبان ملت...... حضرت حکیم محمد طارق محمود مجذوبی چغتائی حفظہ اللہ کی ہے۔ جنھوں نے نفرتوں بھرے خونی منظر نامے کو اپنے مرکز امن وروحانیت کے ذریعے پرامن روحانی معاشرے میں بدلنے کی کوشش کی ہے۔ جس نے بین المسالک رواداری لے کر بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دیا۔ حضرت حکیم صاحب نے اسلام کے علم ودانش اور اعلیٰ تصوراتی محاذوں کے خلاف حملوں کا مقابلہ مخاصمت یا غیض وغضب کی فضا میں نہیں، تعلیم وتعلم اور علم وادب کو فروغ دے کر کیا ہے۔ ؎

ہوا گو تند وتیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے　　　وہ مرد درویش جس کو حق نے دیئے ہیں انداز خسروانہ

اہل اللہ کی خدمت میں حاضری کا جذبہ:۔ حضرت حکیم محمد طارق محمود مجذوبی چغتائی حفظہ اللہ سابقہ ریاست بہاولپور کے قدیم ترین شہر احمد پور شرقیہ میں پیدا ہوئے' یہیں پلے بڑھے' جوان ہوئے' تصوف اور روحانیت کا درس تو ان کو والد گرامی حضرت حکیم محمد رمضان چغتائی صاحب مرحوم ومغفور سے ورثہ میں ملا تھا۔ لیکن ان پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم نوازی یہ ہوئی کہ انہیں اپنے دور کے اعاظم رجال علمائے کرام حضرت علامہ مولانا محمد عبداللہ خان رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالرزاق فاروقی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا حکیم فیض اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ (خاکسار کے دادا)، حضرت مولانا شرف الحق رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبداللہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ و دیگر حضرات علماء کرام کی محبت سے مستفید ومستفیض ہونے کا موقع میسر آیا۔

مرکز روحانیت وامن کا قیام:۔ بہاول پور (احمد پور شرقیہ) کی دھرتی کا یہ سعادت مند سپوت علم وادب کے میدان میں جب پختہ کار ہو گیا تو قدرت نے انہیں امن عالم کیلئے راست فکر کا نمائندہ بنا کر لاہور بھیج دیا۔ مزنگ چونگی کے قریب مرکز امن وروحانیت کی بنیاد رکھی۔ مرکز کی اساس دعوت الی اللہ کے اس اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسوہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر تھی۔ ماہنامہ عبقری کا اجراء بھی اس سلسلے کی

ایک کڑی تھی۔ اور اس کی نتیجہ خیزی دنیا نے دیکھی کہ تھوڑے ہی عرصے میں یہ دعوت صرف پاکستان میں نہیں بلکہ دنیا کے کونے کونے میں پہنچی۔

اک نیا عہد زمانے کو دکھانا ہوگا شب کو دن دشت کو گلزار بنانا ہوگا
ہم خزاؤں کے تھپیڑوں سے بھی ٹکرائیں گے اب تو گلشن میں بہارو تمہیں آنا ہوگا

وطن عزیز میں آپ کی کاوش کا مطمع نظر ایک ایسے معاشرے کا قیام ہے جہاں ہر طرح کی فرقہ پرستی اور کشاکش کا خاتمہ کرکے باہمی ہم آہنگی اور امن و آشتی کی فضا کو فروغ دیا۔

نفرتوں کے الاؤ میں پیغام امن ورواداری:۔ آپ کی خدمات کا دائرہ کار انتہائی وسیع ہے۔ مرکز امن و روحانیت کے ذریعے درج ذیل حوالے سے جدوجہد بہت اہم ہے☆ اعتقادی سطح پر اعتدال کا فروغ ☆مذہبی سطح پر اعتدال کا فروغ ☆ سماجی سطح پر اعتدال و ہم آہنگی کا فروغ۔

کتاب ذوق تصوف ایک تاریخی کارنامہ:۔ اس پرفتن اور مادیت پرستی کے دور میں ہمارے ممدوح حکیم صاحب کا یہ تاریخی کارنامہ ہے۔ اس پر بجا طور پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ کیوں کہ نفرتوں، بغاوتوں اور بغض وعناد کے برپا طوفانوں میں علم و ادب کے ایسے گہوارے کی ضرورت تھی۔ جو دلوں کو دوبارہ جام محبت سے لبریز کرسکے جو'' الابذکر الله تطمئن القلوب۔ '' کی صدا لگا کر دل کی کھیتیوں میں توحید کی جوت لگا سکے......!!!

خاکسار راقم الحروف حضرت حکیم صاحب حفظہ اللہ کی علمی، تصنیفی، تالیفی اور تاریخی خدمات کا مداح ہے۔ اس وقت آپ 150 کے لگ بھگ کتب کے مؤلف و مصنف ہیں۔ ماشاءاللہ۔

مئی 2013ء کی بات ہے لاہور جا کر ان کے مرکز روحانیت و امن اور اس کے تمام شعبہ جات دیکھنے کا موقع ملا۔ حکیم صاحب کا درس سنا۔ ان کی محفل ذکر میں شمولیت اختیار کی۔ مرکز میں قائم ''تسبیح خانہ'' میں توحید کے انوار دیکھے۔ تجلیات سنت کا نظارہ کیا۔ عظیم الشان لائبریری میں علم و ادب کا فیضان تقسیم ہوتے دیکھا۔ جدید سہولیات سے آراستہ دواخانے کی چار منزلہ لیبارٹری کا دورہ کیا۔ درس سننے کیلئے آنے والی خواتین کی الگ عالی شان بلڈنگ دیکھی جہاں باپردہ خواتین کا ہجوم تھا جو تزکیہ کیلئے الگ راستے سے آئی تھیں۔

میرے ہم سفر، حکیم صاحب کے دیرینہ ساتھی جناب حاجی محمد اصغر کھوکھر صاحب ہمراہ تھے۔ ان کی اور میری حکیم صاحب موصوف سے الگ خصوصی نشست ہوئی، باہمی امور کا تبادلہ خیال ہوا، خاکسار نے چند سوالات پوچھے..........! مومنانہ فراست، حکمت و تدبر سے لبریز جوابات ان کی بارگاہ سے وصول ہوئے۔ عرض کیا......! حکیم صاحب! یہ فرمائیں' انتہاء پسندی اور دہشت گردی کا علاج آپ کس طرح کریں گے؟۔ فرمایا......! ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ رشتہ عبدیت، اس کے رسول ﷺ کے ساتھ رشتہ محبت و اطاعت، قرآن کی ابدی اور حتمی ہدایات کی طرف بنی نوع انسان کا تعلق اور فروغ تعلیم و شعور کا جذبہ لوگوں میں پیدا کر رہے ہیں یہ وہ قوت ہے جو کبھی انتہاء پسندی کی طرف جانے نہیں دیتی''۔

جناب حکیم محمد طارق محمود چغتائی صاحب حفظہ اللہ کی یہ باتیں سو فیصد درست ہیں کیونکہ محبت اور نفرت ایک جگہ اکٹھی نہیں ہوسکتیں۔ ان کے نزدیک روحانیت و تصوف وہ طرز عمل اور طریقہ تربیت ہے جو انسانیت سے محبت کے درس پر مبنی ہے۔ یہاں آکر پتا چلا کہ موصوف گرامی ''اہل حدیث کے ذوق تصوف'' پر پوری تندہی سے کام کر رہے ہیں۔

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے پڑپوتے سے ملاقات:۔ مرکز کے مہمان خانے میں مشہور عالم دین مولانا غلام رسول قلعوی رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی پڑپوتے (میرے ہم نام) حضرت مولانا حمید اللہ اعوان سدید حفظہ اللہ سے ملاقات ہوئی۔ آپ بھی حضرت حکیم محمد طارق محمود مجذوبی چغتائی صاحب کی خصوصی دعوت پر تشریف لائے تھے۔ جناب مولانا حمید اللہ اعوان صاحب سے ٹیلی فونک رابطہ تو تھا لیکن ملاقات کا شرف حاصل نہ تھا۔ لیکن آج انہیں سلام عرض کرنے اور کچھ گزارشات پیش کرنے کا موقع فراہم ہوگیا۔ آپ اعلیٰ ظرف کے مالک متین شخصیت ہیں۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ اعوان صاحب کے جد امجد مولانا غلام رسول قلعوی رحمۃ اللہ علیہ (وفات 1874ء الموافق 1291ھ) کے متعلق 528 صفحات پر ایک کتاب چھپی ہے۔ اس کے مصنف علامہ مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ ہیں۔ حضرت مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کے ریاست بہاول پور کے عالم نبیل علامہ ابومحمد عبدالحق الہاشمی العمری رحمہ اللہ مہاجر مکی کے اکابر سے تعلقات استوار رہے۔ چنانچہ خاکسار نے بھٹی صاحب کے حکم پر یہ حالات مرتب کر کے بھیجے۔ ان حالات کو بیان کرنے کیلئے پورا ایک باب مختص کیا گیا ہے باب نمبر 24: ’’مولانا غلام رسول رحمہ اللہ اور احمد پور شرقیہ کا ہاشمی خاندان‘‘

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے پڑپوتے مولانا حمید اللہ اعوان سدید صاحب سے مجھے ملنے کی بہت دید تھی۔۔۔ اور یہ تمنا حکیم صاحب کے مرکز روحانیت و امن میں جا کر بار آور ثابت ہوئی……!

اعوان صاحب سے میری ملاقات اور گفتگو جاری تھی کہ حکیم صاحب نے اپنی ایک زیر طبع کتاب کا مسودہ منگوایا جو لیگل سائز کے کم از کم 2000 سے زائد صفحات پر مشتمل تھا۔ یہ انتہائی غیر معمولی مسودہ علماء اہل حدیث کی خدمت تصوف کے موضوع پر تھا۔

میں نے اور میرے واجب الاحترام بزرگ اعوان صاحب نے اس ضخیم مسودے کے جستہ جستہ مقامات دیکھے۔ مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا غلام رسول قلعوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر ذی وقار اسلاف کے حالاتِ زندگی، ملفوظات، افکار، ارشادات کا گنجینۂ آباد ہوتا نظر آیا…… بے شبہ اس کہکشاں کا ہر ستارہ رشد و ہدایت اور جہد و عمل کا استعارہ تھا۔ چراغ سے چراغ جلتا رہا……اور یوں اکناف عالم میں دینی تعلیم واقدار کے احیاء اور اقامت دین کی تحریکیں مسلسل جاری و ساری ہیں اور رہیں گی۔ ان شاء اللہ۔

بآں گروہ کہ از ساغر وفا مستند
سلام ما بہ رسانید ہر کجا ہستند

اس نشست میں مجھے حضرت حکیم صاحب نے اور مولانا حمید اللہ اعوان سدید صاحب نے حکم دیا کہ آپ کتاب پر مقدمہ لکھیں میں نے عرض کیا: خاکسار ابھی طفل مکتب ہے۔ یہ مجوزہ کتاب تاریخ اہل حدیث کی نادر و نایاب شخصیات کی تبلیغی کاوشوں سے متعلق ہے۔ اس لیے یہ کام حضرت مولانا حمید اللہ اعوان صاحب کو ہی کرنا چاہیے۔

چنانچہ احمد پور شرقیہ لوٹنے کے بعد احمد پور شرقیہ سے برادر محمد ساجد صاحب، فیصل آباد سے پروفیسر رضوان الٰہی صاحب رابطے میں رہے…… ان سب حضرات کا یہی کہنا تھا کہ ’’اہل حدیث کے ذوق تصوف‘‘ پر کچھ نہ کچھ ضرور لکھا جائے۔

اسی طرح قلعہ اسلام (ضلع گوجرانوالہ) سے مکرم مولانا حمید اللہ اعوان صاحب حفظہ اللہ (جن کا میرے دل میں بہت احترام ہے) نے مجھے تین مرتبہ فون کر کے کتاب کے متعلق لکھنے پر اصرار فرمایا۔ سچی بات یہ ہے کہ جس طرح بعض معاملات میں حضرت حکیم محمد طارق محمود مجذوبی چغتائی صاحب کو انکار کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اسی طرح بقیۃ السلف مولانا حمید اللہ صاحب کی بزرگانہ شفقت کے آگے انکار پر اصرار کرنا میری مجال نہ تھی۔

چنانچہ یہ چند صفحات جو میں نے لکھے ہیں ان بزرگوں سے محبت و الفت کے ثبوت کیلئے کافی ہیں مجھے تاریخ دانی کا کوئی زعم ہے نہ میرا مطالعہ حرف آخر ہے۔ میں نے صرف اتنی کوشش کی ہے کہ تصوف کے سلسلے میں علمائے اہل حدیث کے دعوتی نکات کو قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش کروں۔ تا کہ ہماری نوجوان نسل اور دینی و تحریکی کارکنان علم تاریخ کے بحر بیکراں میں غوطہ زن ہو کر اپنے بزرگوں کی بے مثال جد و جہد سے واقف ہو کر حریت فکر کے اس ورثے کے امین بن سکیں بفرمودہ اقبال۔ ؎

یاد عہد رفتہ مری خاک کو اکسیر ہے
میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر ہے

کتاب ذوق تصوف ایک خزینہ ہے:۔ میں سمجھتا ہوں ’’اہل حدیث کا ذوق تصوف‘‘ کی مختلف جہات ہیں اور ہر جہت الگ سے کام کی متقاضی ہے۔ یہ ایک خزینہ ہے، جسے نسل نو کو منتقل کر کے حضرت حکیم صاحب نے پوری ملت اسلامیہ پر احسان کیا ہے۔ زیر نظر کتاب

کے مؤلف موصوف کا شماران معدودے چند حضرات میں ہوتا ہے جنہیں اولیاء الرحمٰن اور صوفیان کرام سے خصوصی لگاؤ ہے۔ آپ کے تلامذہ، منتسبین کی ایک طویل فہرست ہے جس میں ایک سے بڑھ کر ایک گوہر کامل شامل ہے۔ آپ زندہ دل اور زندگی سے بھرپور شخصیت ہیں۔ قدیم اسلاف اولیاء اللہ کی نسبتوں کو عام کرنے کیلئے بڑی خاموشی اور پراثر انداز سے کام کررہے ہیں۔ غیرضروری بحثوں میں الجھاؤ ان کے مزاج کے منافی ہے۔ آپ وفاداری بشرط استواری کی ایک عمدہ مثال ہیں۔ جس کسی اہل علم سے رابطہ ہوا، تعلق قائم ہوا اسے نبھانے اور مزید وسعت دینے میں کوشاں رہے۔

وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا　　شباب جس کا ہے بے داغ، ضرب ہے کاری
اگر ہو جنگ تو شیرانِ غالب سے بڑھ کر　　اگر ہو صلح تو رعنا غزالِ تاتاری

حضرت حکیم محمد طارق محمود مجذوبی چغتائی حفظہ اللہ کے متعلق بہت سی باتیں مزید کہنے کو جی چاہتا ہے اگر طوالت کا ڈر نہ ہوتا تو میں ان کی فلاحی خدمات پر روشنی ڈالتا۔ بشرط زندگی آئندہ کسی نشست میں مل بیٹھیں گے...... اور اس موضوع پر بات کریں گے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حکیم صاحب کی خدمات کو قبولیت سے نوازے اور آپ کی تگ ودو سے اقوام عالم میں دین اسلام کی حقیقی تعلیمات کا چہرہ نکھر کر سامنے آئے۔ آمین۔ یارب العالمین۔ (حمید اللہ خان عزیز، ایڈیٹر: ماہنامہ مجلہ تفہیم الاسلام، احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور: ۱۳-۰۷-۰۱)

☆☆☆☆☆

تصوف ہے لذتِ آشنائی کا نام

(از: حافظ یوسف سراج، ریسرچ ڈیپارٹمنٹ پیغام ٹی وی، کالم نگار، روزنامہ ''نئی بات)

انگریزی ادبیات میں ایک لفظ ہے Irony۔ حفظ میں ہمارے ایک قاری صاحب ہوتے تھے۔ انگریزی ادبیات کی یہ اصطلاح تو خیر وہ نہ جانتے تھے، البتہ اس اصطلاح کو برتنا خوب جانتے تھے۔ کلاس میں جب انہیں کسی بڑے طالب علم کو سزا دینا ہوتی سب سے چھوٹے بچے کو اسے سمجھانے بھیج دیتے۔ اب سب سے زیادہ عمر والے طالب علم کو ننھا سا بچہ سمجھا رہا تھا کہ وہ ٹھیک ہو جائے اور سبق ٹھیک یاد کیا کرے وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ اس ننھے ناصح کو خود وہ عقل نہیں ہوتی تھی جو وہ ایک سمجھدار اور عمر میں اپنے سے تین گنا طالب کو سکھا رہا ہوتا تھا۔ اب یہ تو کوئی اس بڑے ''خطا کار'' سے پوچھے کہ اس پر کیا بیتتی ہوگی۔ میرا خیال ہے اگر سامنے قاری صاحب موجود نہ ہوتے تو عین ممکن ہے وہ مغلوب الغضب اور مغلوب الغیرت ہو کر اس ننھے مصلح کو اٹھا کے دیوار سے دے مارتا۔ یہ دراصل قاری صاحب کی دونوں سے Irony ہوتی تھی۔ دراصل کسی شخص کو اس نام یا کام سے یاد کرنا جس کی اس میں صلاحیت ہی نہ ہو یہ Irony کہلاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ تصوف کی کتاب پہ لکھنے کا مجھے حکم دیا جانا بھی کسی Irony سے کم نہیں۔ بہرحال حکم صادر ہوا اور ظاہر ہے آپ اپنی زندگی میں کچھ مہربانوں کو کبھی انکار نہیں کرسکتے۔ انسان بھی کس آسانی سے وعدہ کرلیتا اور کس مشکل سے پھر یہ اسے بھگتتا ہے اصرار پھر اتنا بڑھتا ہے کہ آپ کو اپنا دامن Irony کے تیروں کے سامنے تارتار ہونے کو پیش کردینا ہی پڑتا ہے۔ اب صورتحال یہ ہے کہ لال شہباز قلندر کے نام سے معروف ہونے والے عثمان مروندی رحمہ اللہ کی زبانی مجھے اپنا تماشا لگا دینا پڑ رہا ہے۔

بیا جاناں تماشا کن کہ در انبوہ جانبازاں　　بصد سامان رسوائی سرِ بازار می رقصم

''میرے محبوب! دیکھ لے کہ تیرے عشاق کے ہجوم میں یہ خاکسار بھی رسوائی کا تسلی بخش ساماں کیے محو رقص ہو گیا ہے''۔

تصوف اپنی خواہشات کو موم کردینے کا نام: جہاں تک تصوف کی بات ہے تو تصوف میرے نزدیک لذت آشنائی کا نام ہے۔ وہ عشق بلاخیز جو انسان کو دو عالم سے بیگانہ کردے اور جو سینے میں پلتی سرکش خواہشوں کو اتنا موم کردے کہ وہ برضا ورغبت محبوب کی چاہ میں ڈھلتی چلی جائیں۔ تصوف یہ ہے کہ بندہ اپنی خواہشات اور آرزوؤں ہی کی نہیں بلکہ اپنی جان کی قیمت پر بھی محبوب کے اشارۂ ابرو کی لاج رکھنا سیکھ

لے اور پھر اسے بوجہ اپنی زندگی کا حاصل سمجھے۔ کبھی دو تصوفوں کی بات بھی ہوتی ہے۔ یعنی عربی تصوف اور عجمی تصوف، یہ بھی درست ہے کہ تمام اداروں کی طرح عصر حاضر میں تصوف پر بھی کٹھن وقت آیا ہے۔ اس حوالے سے ابوالحسن ندوی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ پہلے تصوف ہوتا تھا مگر اس کا نام نہ رکھا گیا تھا لیکن آج تصوف کا نام تو ہے مگر اس میں وہ حقیقی جان اور آن نہیں ملتی۔ بہر حال تصوف محبوب حقیقی کی لگن میں مگن ہو جانے کا نام ہے، محبوب سے یہاں ظاہر ہے حقیقی محبوب مراد ہے، اس سلسلے میں کچھ لوگ تو اتنے کھلے ڈلے نکلے کہ انہوں نے ایسے تصور جاناں ہی سے جان چھڑالی جو چھوٹی اگر چہ پھر بھی نہیں کہ اسے نہ ماننے میں بھی سو طرح کے ماننا آجاتا ہے۔ دراصل انسانی وجود کا ''ہارڈویئر'' ہی ایسا ہے کہ یہ محبوب کو ماننے کے ''سافٹ ویئر'' کے بغیر متوازن اور کارآمد رہ ہی نہیں سکتا۔ دراصل عہدِ الست میں محبوب سے جو گفتگو ہوئی اس کی لذت و کشش ہر آن محبّ کو محبوب کی تلاش و جستجو میں کھپائے رکھتی ہے۔ پھر اس راہ کے کچھ مسافران محبت وہ تھے جنہوں نے دو محبوب تخلیق کر لیے۔ ایک یزداں اور دوسرا اہرمن۔ یزداں بھلائیاں دینے والا اور اہرمن بھلائیاں سمیٹ لینے والا اور یہ دونوں ہی برابر طاقت کے پہلوان بتائے جاتے ہیں۔ اب مجھے یہ نہیں معلوم کہ جب دینے اور لینے کے مسئلہ پر جب اہرمن و یزداں دونوں ہی اکھاڑے میں اتر آتے ہوں گے تو جیتتا کون ہوگا۔ خیر یہ تو ناداں تھے جو دو پر قناعت کر گئے، کچھ نے تو خداؤں کو دھان کی پنیری میں بدل ڈالا، وہ خدا بوئے اور وہ الہ کاشت کئے کہ الامان والحفیظ! ایک ڈھونڈو، ہزار ملتے ہیں۔ مثلاً آپ اگر پڑوسی ملک کی سرحد پار کریں تو وہ آپ کو فخر سے یہ کہتے ہیں، اتنے کروڑ دیوی دیوتاؤں کی سرزمین پر خوش آمدید! خدا سازی کا فلسفہ یہاں بڑا سادہ ہے، جو ڈرائے وہ بھی خدا اور جو لبھائے وہ بھی خدا۔ ان سب خدا پرستوں اور خدا سازوں سے الگ کچھ لوگ وہ ہیں جو وحدت کے قائل ہیں۔ انہی لوگوں کو یہ کتاب قصہ کہتی ہے اور یہی چیز توحید کہلاتی ہے، اگر چہ خود توحید بھی بڑی پہلو دار کر لی گئی۔ اس توحید کا ایک رنگ یورپ کے فلسفیوں مثلاً والٹیر وغیرہ نے اپنایا۔ اس کے تحت وہ اس کائنات کا خدا تو مانتے ہیں مگر یہ نہیں مانتے کہ وہ رسول اور کتابیں بھی بھیجتا ہے۔ گویا یہاں آسانی مہیا کر لی گئی کہ خدا کو تو مانو مگر خدا کی نہ مانو۔ ایک توحید جو تثلیث و توحید کا یہ ایسا چکر ہے کہ آج تک خود ماننے والوں کی سمجھ میں نہ آسکا، اوروں کو تو خیر وہ کیا سمجھا سکتے۔ لگتا یہ ہے کہ انہی کے حق میں غالب کی دعا قبول ہوگئی ہے۔

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

ایک توحید وہ ہے جو الہامی کتابوں نے پیش کی اور آج جس کا جوہر، خلاصہ اور رفیع الشان و مظاہر آخری الہامی کتاب قرآن مجید پیش کرتا ہے۔ یہی وہ توحید ہے، آج مسلمان جسے مانتے ہیں، یہ بھی مگر طے ہے کہ عملی زندگی میں اسے ثابت کر دکھانا ہے بڑا مشکل۔ مادیت اور اعداد و شمار کے اس دور میں کتنا مشکل ہے کہ ایک طرف کروڑوں خدا اور دوسری طرف صرف ایک الہ۔ دھچکا سا لگتا ہے اور کئی دفعہ تو یہ دھچکا ایک خدا کے ماننے والوں کو بھی زیروزبر کر دیتا ہے۔ یہ محض لکھنے کی حد تک نہیں بلکہ ملک کے طول و عرض میں دیکھنے کی بھی بات ہے۔ چنانچہ اعتقاداً ایک ماننے کے باوجود بھی عملاً ہمارے بہت سے آستانے اور ٹھکانے وجود میں آگئے ہیں۔ جو دراصل کبھی توحید کی رہنمائی کیلئے وجود میں آئے تھے مگر ہماری کم ظرفی اور بے خبری ہے سنگ راہ کو منزل بنا چھوڑا۔ خیر یہ ایک الگ دردبھری کہانی ہے، بہر حال ایک کو جان جاناں اور محبوب ماننا ہی توحید ہے اور یہی دراصل انسانیت کی آزادی کی معراج ہے۔ اقبال کہتا ہے۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے

حقیقی تصوف کی کرشمہ سازیاں: بزرگوارم حکیم محمد طارق محمود چغتائی حفظ اللہ جو ''عبقری'' نامی ماہنامے کے مدیر بھی ہیں کی یہ کتاب دراصل اسی ایک کو ایک ماننے کے نتائج بتاتی ہے۔ جب کوئی اسے اپنی زندگی میں اکیلا کر دکھاتا ہے تو پھر وہ ذات لاشریک انسان کو اپنی قدرت کے کیا کرشمے دکھاتی ہے، یہ کتاب اسی کی سرگزشت ہے۔ کس طرح وہ اپنے ماننے والوں کے لب گداز سے، چشم حیرت سے، ہاتھ غنا سے اور دل آسودگی سے بھر دیتا ہے۔ دیکھنے اور پڑھنے کی چیز ہے۔ ماننے اور محبت کرنے والوں کو کس طرح اسباب مہیا ہوتے، طوفانوں سے ان کی کشتی کس طرح بچ نکلتی اور پھر اس کی قربت کی طلب میں جسم و جاں پر کیا کیا قیامت ہو گزرتی اور پھر اس قیامت میں کیا لذت ہمکتی ہے، یہ

سب تصوف حقیقی کی ادنیٰ کرشمہ سازیاں ہیں۔ بہت سے اللہ والوں کا، بہت سی کتابوں سے یہاں تذکرہ اکٹھا کیا گیا ہے، جس سے وصل کی آسودہ حکایت اور ہجر کی صبر آزما شکایت آشکار ہوتی ہے۔ یہاں یہ بھی عرض کردوں کہ وصل یار کے طریقے صد ہزار ہو سکتے ہیں اور اس راہ کے ہر راہی کو الگ راستہ پیش آسکتا ہے۔ محبوب کی عنایت طالب کی طلب اور ظرف کے لحاظ سے مختلف ہو سکتی ہے پھر جو منزل تک پہنچا دے ہر وہ راستہ معتبر اور محترم ہوتا ہے مگر اس معاملے میں آسان ترین، خوبصورت ترین اور محفوظ ترین راستہ وہی ہے جو فاران کی چوٹیوں سے دنیا کو مخاطب کرنے والے محمد عربی ﷺ نے محبوب حقیقی سے سیکھا اور پھر اپنے محبت وعنایت تمام انسانوں کو سکھا دیا۔

مؤلف اور کتاب کے حق میں دعا:۔ یہی اس کتاب کا طرۂ امتیاز بھی ہے۔ ہم محبوب سے محبت مانگتے ہیں اور محبوب کبریا کے نشانات قدم کے ذریعے سے مانگتے ہیں۔ گو جانتے ہیں قطعاً اس قابل نہیں، کسی غلاظت بھرے جوہڑ کی گندی مخلوق جتنی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔ اس کے باوجود مگر مانگتے ہیں اور پورے اعتماد سے مانگتے ہیں۔ اس اعتماد کی کچھ حیثیت ہے تو صرف یہی کہ اسی کے ہیں، کچھ فخر رکھتے ہیں تو یہ کہ اس کے محبوب سے نسبت رکھتے ہیں۔ باقی کچھ پلے نہیں۔ ویسے اگر یہی وہ مان لیا جائے تو پھر کچھ اور کی ضرورت بھی نہیں۔ اللہ اس کاوش کو انسانوں کی محبوب سے ملاقات اور مؤلف کی نجات کا ذریعہ بنا دے۔ آمین۔

(حافظ یوسف سراج، ریسرچ ڈیپارٹمنٹ پیغام ٹی وی، کالم نگار، روزنامہ ''نئی بات'')

☆☆☆☆☆

اسلاف کے قرض کی ادائیگی

(از: حافظ محمد فہیم علوی حفظہ اللہ، مدیر ماہنامہ علم وآگہی)

تبصرہ نگار فاضل درس نظامی نے پنجاب یونیورسٹی سے اسلامیات اور اردو میں ماسٹرز کیا اور پاکستان کے معروف کثیر الاشاعت دینی جریدے ماہنامہ ''علم وآگہی'' کے ایڈیٹر ہیں۔

ذوق تصوف منفرد موضوع کا احاطہ:۔ ''علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف'' کا موضوع ایک مدت سے توجہ کا طلب گار تھا، تصوف پر بہت سے لوگوں نے اب تک بہت کچھ لکھا ہے۔ جس میں تاریخ تصوف، تعارف تصوف، تصوف کے ارکان کی تفصیل کے علاوہ اس کے حق میں اور اس کے خلاف بہت کچھ اہل قلم نے اپنا حصہ ڈالا ہے۔ یہ کتاب ایک منفرد موضوع کا احاطہ کرنے والی ایک منفرد تصنیف ہے جس میں ماضی قریب وبعید کے علمائے اہل حدیث کے تصوف کے رجحانات کا بہت تفصیل سے جائزہ لیا گیا ہے۔ اسلاف کا تذکرہ اس انداز میں کرنا کہ ایک خاص پہلو مدنظر رہے بہت تحقیق طلب کام ہے۔ اس طرح ایک طرف تو تاریخ مرتب ہو جاتی ہے جبکہ دوسری طرف احسان شناسی کے جذبات بھی دل میں موج زن نظر آتے ہیں۔ بالآخر دین ہم تک انہی کی محنت اور کوشش سے پہنچا ہے۔

مکاتب فکر میں ایک دوسرے کے اسلاف کی تعریف وتوصیف بلکہ تذکرہ تک میں یک گونہ بخل کا پہلو پایا جاتا ہے لیکن فاضل مصنف نے اپنی اس کاوش سے اس تاثر کو کم از کم اپنی ذات کی حد تک زائل کر دیا ہے۔ کسی کی خوبی کا اعتراف کرنا بذات خود ایک بہت بڑی خوبی ہے۔ تصوف اپنے معروف معنوں میں جس طرح خلق میں جانا جاتا ہے اس طرح یقیناً معنوں میں نہیں ہے۔

بدلتے دنوں نے اس میں بہت سی خرافات کو داخل کر دیا۔ علمائے اہل حدیث حتی المقدور اپنے عقیدہ وعمل کی بنیاد خالص قرآن وسنت کی تعلیمات پر رکھتے ہیں اس لئے تصوف کی طرف رجحان سے گریز ایک فطری بات تھی۔ علمائے اہل حدیث میں ہر اچھی چیز کو قبول کرنے کا داعیہ بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔ لہٰذا جب تزکیۂ نفس کی بات چلے، تعلق مع اللہ کا ذکر ہو، اذکار مسنونہ پر پابندی اور استقامت کی فضیلت جب دل ودماغ میں جگہ پکڑے، دعا اور نماز یقین وایمان کو آسمان کی بلندیوں پر لے جائیں اور زندگی کے ہر شعبے میں تزکیۂ نفس کی دعوت کو عام کرنے کی بات

ہوتو علمائے اہل حدیث میں ایک طویل ناموں کی فہرست موجود ہے۔ جنہوں نے مروجہ تصوف کو قرآن وسنت کی کسوٹی پر رکھ کر خلق خدا کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ اس روئیے کو کچھ اپنوں نے بھی ناپسند کیا لیکن ان کی استقامت دیدنی تھی۔

علمی طور پر مقروض کردینے والی کتاب:۔ فاضل مصنف نے بہت تفصیل اور محبت کیساتھ ان رجحانات کا جائزہ لیا ہے اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ مصنف کی اس کاوش نے اہل حدیث کو علمی طور پر مقروض کردیا ہے۔ اب انتظار اس بات کا ہے کہ اہل علم میں سے کون اس قرض کو کب ادا کرتا ہے......؟ (حافظ محمد فہیم علوی، مدیر ماہنامہ ''علم وآگہی''، فیصل آباد)

☆☆☆☆☆

بہاولپور کے مفتی اعظم کا ذوق تصوف

(از: مولانا حافظ محمد عباس حفظہ اللہ تعالیٰ، خطیب جامع مسجد چبوترہ بازار، احمد پور شرقیہ)

مولانا حافظ محمد عباس حفظہ اللہ تعالیٰ خطیب جامع مسجد چبوترہ بازار احمد پور شرقیہ قدیم زمانے کی بھولی بسری تاریخ کو ٹٹولتے بھی ہیں ذوق بھی رکھتے ہیں۔ موصوف کا قلم اپنے اسلاف جو ریاست بہاولپور کے سب سے بڑے عالم اور مفتی شرعی تھے ان کے ذوق تصوف کو کچھ یوں نمایاں کررہا ہے۔

ریاست بہاولپور کے مفتی شرعی:۔ احمد پور شرقیہ بلکہ ریاست بہاولپور میں سب سے بڑے اہل حدیث علماء کرام میں سے مولانا محمد احمد صاحب رحمہ اللہ تھے وہ ریاست بہاولپور کے اس وقت مفتی شرعی تھے۔ (یہ وہ دور تھا جب نواب صادق محمد خاں رابع جو کہ حضرت خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ کے ہم عصر بلکہ خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ نواب بہاولپور کے مرشد طریقت بھی تھے) مولانا محمد احمد صاحب رحمہ اللہ نواب صاحب کے محل میں صادق گڑھ پیلس کے اندر نماز بھی پڑھایا کرتے اور بخاری خواں بھی تھے۔ بخاری خواں کا مطلب یہ ہے کہ نواب صاحب نے کچھ علماء مقرر کیے ہوئے تھے۔ جو وہاں بخاری شریف جاکر پڑھایا کرتے تھے۔ نواب صاحب کا یہ ذوق تھا کہ وہ بھی ان علماء کی مجالس میں بخاری شریف پڑھتے اور دعا کرنے کے بعد واپس آجاتے تھے۔ مولانا محمد احمد صاحب رحمہ اللہ ان تمام علماء کے ہیڈ آف بخاری خواں تھے۔

مولانا بشیر احمد کا ذوق ثناء خوانی:۔ مولانا محمد احمد رحمہ اللہ کے بعد یہ منصب عظیمہ ان کے بیٹے مولانا بشیر احمد صاحب رحمہ اللہ کے ذمے آیا مولانا بشیر احمد صاحب کی یہ خوبی تھی کہ احمد پور شرقیہ سے جب پیدل ڈیرہ نواب تک جاتے تھے تو روزانہ راستے میں جاتے ہوئے ایک نعت کہہ لیتے تھے۔ کاغذ اور قلم ان کی جیب میں ہوتا تھا جس کی وجہ سے وہ ایک نعت لکھ لیتے تھے۔ اور یہ شوق ان کو اس لیے پیدا ہوا کہ جب انہوں نے شرکیہ قسم کی نعتیں سنیں تو دل میں شوق پیدا ہوا کہ کیوں نہ میں نبی پاک ﷺ کی شان میں ایسی نعتیں لکھوں جو قرآن وسنت کی روشنی میں ہوں تو پھر اس شوق کے ساتھ یہ نعت لکھ لیتے تھے۔ جب واپس آتے اس نعت کا باذوق لوگوں سے تذکرہ کرتے۔ آپ کے محلے میں آپ کے عقیدت مندوں کی ایک جماعت بنی ہوئی تھی یہ لوگ دیگر ثناء خواں حضرات کو بلاکر آپ کی یہ نعتیں یاد کرواتے پھر جمعہ کی رات کو مسجد بڈھن خان والی میں محفل نعت منعقد کرتے تھے اور وہی نعتیں خوبصورت آواز میں سنائی جاتیں۔ مولانا رحمہ اللہ گھر سے کوئی نہ کوئی شیرینی پکوا کرلے جاتے تھے محفل ثناء خوانی کے بعد دعا ہوتی اور دعا کے بعد وہ شیرینی وغیرہ تقسیم کی جاتی۔

آپ نے ایک بکری پال رکھی تھی صرف اس لیے کہ یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کیونکہ آپ ﷺ نے بکریاں چرائی تھیں۔ مولانا نماز عصر پڑھنے کے بعد اس بکری کو باہر لے جاتے تھے اس کو چرا پھرا کر واپس لے آتے تھے۔

مولانا بشیر احمد کی بیعت نقشبندیہ اور خلافت:۔ مولانا محمد احمد صاحب رحمہ اللہ بڑے محقق اہل حدیث تھے۔ آپ کے بیٹے مولانا محمد

بشیر احمد صاحب رحمہ اللہ نے حضرت خواجہ مولانا شاہ فضل علی قریشی نقشبندی مسکین پوری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی سعادت حاصل کی کیونکہ وہ یہاں تبے والی مسجد میں اکثر تشریف لایا کرتے تھے مولانا بشیر احمد پر ان کی مجالس تصوف کا بہت اثر ہوا آپ ان کی قلبی کیفیات سے بہت ہی متاثر ہوئے بالآخر سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوگئے۔ بیعت کیا ہوئے پھر آپ کے مرشد نے تکمیل اسباق نقشبندیہ کے بعد سلسلہ نقشبندیہ کی خلافت بھی عطا فرمائی۔ حضرت مولانا عبدالمالک صاحب صدیقی کی ہمشیرہ مولانا بشیر احمد صاحب کی زوجہ تھیں۔ اس طرح مولانا عبدالمالک صاحب اور مولانا بشیر احمد صاحب رشتے میں سالہ بہنوئی تھے۔ بعد میں مولانا عبدالمالک صدیقی رحمہ اللہ خانیوال تشریف لے گئے تھے۔

مولانا عبدالمالک پر نقشبندی مرشد کی مجالست کا اثر:۔ حضرت مولانا عبدالمالک صاحب بھی اہل حدیث تھے، ٹالیاں والی مسجد جو حضرات اہلحدیث کی قدیم مسجد ہے اس میں جا کر اذانیں بھی دیا کرتے تھے۔ اپنے بہنوئی کے شب روز کے مراقبے اور قلبی کیفیات کا آپ پر بہت ہی اثر ہونے لگا بالآخر جب کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا شاہ فضل علی قریشی رحمہ اللہ تبے والی مسجد میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ تو مولانا عبدالمالک صاحب نے اپنے بہنوئی مولانا بشیر احمد صاحب سے اپنی فرمائش کا اظہار کیا کہ مجھے بھی اپنے مرشد کی مجلس میں لے چلیں سنا ہے کہ بڑے اونچے پائے کے بزرگ ہیں۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ مولانا عبدالمالک رحمہ اللہ بھی اپنے بہنوئی کے ساتھ ان محافل میں حاضر ہونا شروع ہوگئے آپ کا رابطہ ان سے جڑتا چلا گیا نقشبندی اشغال، اسباق اور مراقبے کے ذریعے تربیت کا انداز آپ کو بہت ہی پسند آیا۔ اس طرح جب بھی وقتاً فوقتاً حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ یہاں تشریف لاتے تو مولانا عبدالمالک ان محافل میں بے ساختہ کھنچے چلے آتے مولانا عبدالمالک صاحب آمین بالجہر کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے آمین بالجہر میں زیادہ مبالغہ کیا تو بقول خود مولانا عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ وہ فرماتے تھے کہ مجھے حضرت نے فرمایا کہ عبدالمالک! آمین کہا کرو اذان نہ دیا کرو۔ حضرت مولانا خواجہ فضل علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی توجہات اور صحبت کا ان پر بہت ہی اثر ہوا۔

موچی کی سازش اور خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی کرامت:۔ نواب صاحب نے مولانا محمد احمد صاحب رحمہ اللہ کو ایک مرتبہ ریاست بدر کردیا تھا۔ ریاست بدر کرنے کا واقعہ یہ ہے کہ احمد پور شرقیہ میں ایک موچی تھا اسکا نام مِھتر اللہ ڈیوایا تھا یہ اپنے فن میں بڑا ماہر تھا۔ نواب صاحب کے جوتے وغیرہ اسی کے پاس ہی بنا کرتے تھے لیکن یہ اپنے مذہب میں بڑا غالی تھا اور اصحاب ثلاثہ پر تبرا کو اپنے ایمان کا حصہ سمجھتا تھا ایک مرتبہ اس مِھتر اللہ ڈیوایا نے نواب صاحب کی جوتی سی کر اس کے چمڑے کے اندر اصحاب ثلاثہ کے نام لکھ کر لگا دیئے تھے۔ نواب صاحب جب اس کو پہنتے تھے تو سر چکراتا تھا طبیعت خراب ہوجاتی تھی۔ نواب دراصل موجی آدمی تھے ایک دن ان کو خیال آیا کہ اس جوتی کو اکھاڑ دو۔ جوتی کو اکھاڑا تو اصحاب ثلاثہ کے نام نکلے۔ چنانچہ نواب صاحب نے کہا کہ موچی کو پکڑو۔ موچی پکڑا گیا۔ موچی جب آیا تو اس نے ہاتھ جوڑے پاؤں پر گر پڑا اس نے کہا سائیں میں تو ان پڑھ آدمی ہوں، جاہل ہوں مجھے کیا پتہ؟ یہ آپ کے مولوی احمد صاحب جو ہیں انہوں نے مجھے ایک تعویذ دیا تھا اور کہا تھا کہ یہ خیر و برکت کا تعویذ ہے نواب صاحب کیلئے دے رہا ہوں۔ تو میں نے یہ تعویذ آپ کے شاہی چپل میں لگا دیا۔

موچی کی اس بات پر نواب صاحب نے بغیر تحقیق کئے غصے میں آکر یہ آرڈر کردیئے تھے کہ مولوی احمد کو میری ریاست سے نکال دو یعنی اس کو ریاست بدر کردو۔ نواب صاحب نے ان کو سزا اس لیے نہیں دی کہ وہ علم اور علماء کے قدردان تھے کہتے تھے کہ تم عالم ہو مولوی ہو میں اور تو کچھ نہیں کرتا لہٰذا ریاست سے چلے جاؤ۔ ان کو ریاست بدر کردیا گیا۔ مولوی صاحب یہاں سے لودھراں چلے گئے' لودھراں میں قیام کے دوران کبھی کبھی چھپ چھپا کر رات کو اپنے گھر آجاتے اور گھر والوں کو مل کر پھر چلے جاتے تھے۔ اسی دوران حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ جو کہ پیر تھے نواب صاحب کے وہ نواب صاحب کے پاس تشریف لے آئے انہوں نے آکر پوچھا کہ صادق! ۔ نواب صاحب نے کہا جی حضور! خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ مولوی احمد کہاں ہے؟ ان کو بلاؤ، ہم وعظ سننا چاہتے ہیں۔ نواب صاحب اپنے مرشد کا بہت ہی

زیادہ ادب کرتے تھے اب وہ پریشان ہوئے کہ ان کو کہاں اور کیسے تلاش کیا جائے بہر حال تکمیل حکم مرشد کی خاطر انہوں نے فوراً فوجی دستہ بھیجا کہ انکو تلاش کرواور ان کو لے آؤ۔ جب یہ دستہ ان کے گھر گیا تو وہ وہاں تو نہ ملے۔۔۔ گھر والے مزید پریشان ہو گئے کہ پتہ نہیں شاید کوئی اور آفت آ گئی ہے یہ تمام باتیں ہم کو ہماری نانی اماں صاحبہ (جو کہ مولانا بشیر احمد رحمہ اللہ کی اہلیہ تھیں) بتاتی تھیں۔ چنانچہ لودھراں سے مولانا احمد صاحب رحمہ اللہ کو محل واپس بلایا گیا جیسے ہی یہ محل میں داخل ہوئے تو سامنے ہی خواجہ صاحب تشریف فرما تھے مولوی صاحب کو دیکھتے ہی فرمایا: صادق! یہ تیری ریاست کا بہت بڑا عالم دین ہے اس کی قدر کیا کر! حالانکہ ان کو پتہ نہیں تھا کہ نواب صاحب تو ان کو ریاست بدر کر چکے ہیں۔ لہٰذا انتظامات شروع ہو گئے مسجد کی صفائی ہوئی مغرب کی نماز خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ، نواب صاحب اور تمام رعایا نے مولوی صاحب کے ہی پیچھے محل میں ادا کی۔ اس کے بعد انہوں نے قرآن پاک کا درس دیا جو وعظ فرمایا خواجہ صاحب رحمہ اللہ اس میں شریک تھے۔ اور اس وعظ سے بڑے متاثر ہوئے اس کے بعد نواب صاحب نے وہ ملک بدری کے آرڈر کینسل کر دیئے بعد میں جب تحقیق کی تو ثابت ہوا کہ مولانا محمد احمد صاحب کا کوئی قصور نہیں تھا اور یہ ساری سازش موچی کی ہے۔ اس ہی کی بدمعاشی ہے۔ اب یہ تفصیل مجھے اپنے بڑوں اور نانی صاحبہ سے معلوم نہ ہو سکی کہ نواب صاحب نے اس موچی کے ساتھ بعد میں کیا کیا۔ اسی طرح حسب سابق معمولات چلتے رہے مولانا محمد احمد صاحب رحمہ اللہ اپنی تمام زندگی یہ شاہی خدمات انجام دیتے رہے ان کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد انکے فرزند مولانا بشیر احمد صاحب رحمہ اللہ والد کی جگہ مقرر ہوئے ان کو بھی بخاری شریف کا ہیڈ (نگران) بنا دیا گیا۔

بہاولپور تاریخ کے مفتی اعظم:۔ شہزادہ سعید رشید عباسی جو کہ نواب صاحب کے آخری بیٹے ہیں ان کو قرآن پاک مولانا بشیر احمد صاحب نے ہی پڑھایا ہے۔ احمد پور شرقیہ بلکہ ریاست بہاولپور کی تاریخ میں سب سے بڑے جو اہل حدیث ہیں وہ مولانا محمد احمد صاحب رحمہ اللہ تھے۔ ان کے بیٹے مولانا بشیر احمد صاحب تھے۔ مولانا محمد بشیر احمد صاحب کے دو بیٹے تھے: ا۔ حافظ محمد امین صاحب اور ان کے بڑے بھائی علامہ عبدالقدیر صمدانی صاحب وہ پہلے فوت ہو گئے تھے۔ حافظ محمد امین صاحب فاضل ہائی سکول میں استاد رہے، وہاں سے ریٹائر ہوئے اور انہوں نے مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم پر حضرت مولانا ابوذر بخاری کے ساتھ مل کر ملتان میں اچھا خاصا کام کیا ہے۔

مولانا عبدالعزیز کا تعویذات سے شغف:۔ احمد پور شرقیہ میں علمائے اہل حدیث میں سے تعویذ دینے والے مولانا عبدالعزیز صاحب تھے کیونکہ ان کا زیادہ تر تعلق مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے ساتھ تھا۔ اور غزنوی خاندان تعویذات کے قائل ہیں۔

امام اعظم کی ہمارے بڑوں میں تعظیم:۔ مولانا حافظ محمد امین صاحب یہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس ایک کتاب تھی جو مولانا ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ وائس چانسلر اسلامیہ یونیورسٹی نے لکھی تھی۔ اسکا نام ''سیدی وابی'' تھا۔ اس کتاب میں جو ایک جملہ تھا کہ ''ہماری جماعت کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بددعا کھا گئی ہے''۔

مولانا عبدالرزاق کا تعارف:۔ مولانا عبدالرزاق صاحب واضح مسلک اہل حدیث رکھنے کے باوجود باہمی رواداری اور پیغام خیر سگالی کے بڑے قائل تھے۔ لوگوں کے ہاں آنا جانا تھا بعض اوقات ختم میں بھی چلے جاتے تھے۔ بعض اوقات شیعہ کی مجلس میں جا کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی شہادت پر بیان کر دیا۔ بریلویوں کی مسجد میں جا کر اہل اللہ اور بزرگوں کی شان بیان کر دیں۔ کیونکہ میرے ساتھ وہ ہائی سکول میں کولیگ بھی رہے ہیں۔

مولانا شرف الحق اعتدال پسند شخصیت:۔ مولانا شرف الحق صاحب مولانا عبدالعزیز صاحب کے نواسے تھے۔ مولانا شرف الحق کے والد کا نام حافظ کریم بخش تھا۔ مولانا شرف الحق معتدل مزاج تھے، اس لیے کہ وہ غزنوی حضرات کے پاس پڑھتے رہے تھے۔ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ ان کے استاد تھے اور یہ اعتدال اسی وجہ سے آپ کو بھی حاصل ہوا تھا۔ مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ ان کی بہت دوستی اور گہرا تعلق تھا۔ علمی گفتگو کے سلسلے میں اکثر یہ مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کے پاس آتے جاتے تھے لیکن اس گفتگو میں بالکل بھی شدت نہیں

ہوتی تھی۔ آپ فرماتے تھے کہ مولانا عبداللہ رحمہ اللہ کی تحریر میں بھی غضب کا سحر تھا، پڑھنے والا پڑھتا ہی رہ جاتا تھا بعض اوقات ایسے ایسے مسائل جس میں میں الجھ جاتا تھا میں جا کر مولانا سے بات کرتا تھا تو مجھے مولانا کے جواب سے فوراً تشفی ہو جاتی تھی۔

حافظ کریم بخش صاحب کا تعارف:۔ حافظ کریم بخش صاحب بازار کے اندر تسبیح سونے کی مالا وغیرہ پرویا کرتے تھے۔ جس کو ہمارے علاقے میں پٹولی کہا جاتا تھا۔ ان کے بھائی رازق بخش تھے جو عباسیہ محلے میں رہتے تھے اور وہ والد تھے حافظ عبدالحفیظ وغیرہ کے۔

مدرسہ حمیدیہ کا تاریخی پس منظر:۔ مولانا عبدالعزیز صاحب جن کا تذکرہ میں نے پہلے کیا ہے وہ میرے پردادا تھے۔ ان کے دو بیٹے تھے: مولانا عبدالحمید صاحب اور مولانا محمد نذیر صاحب۔ مولانا محمد نذیر صاحب میرے دادا تھے اور یہ مولانا عبدالحمید صاحب ان کے چھوٹے بھائی تھے، انہوں نے تعلیم حاصل کرنے کے بعد کچھ عرصہ یہ کھٹیکاں والی مسجد میں بھی پڑھایا۔

شروع میں مولانا عبدالحمید صاحب ٹیچر تھے جب انھوں ٹیچنگ کو چھوڑ دیا تو اس کے بعد مدارس کے ذریعے فروغ دین کے جذبے کو اپناتے ہوئے اس طرف متوجہ ہوئے۔ مدارس کیلئے چندہ وغیرہ بھی کیا کرتے تھے آج جو احمد پور شرقیہ میں مدارس حمیدیہ کے نام چھ سات مدرسے چل رہے ہیں۔ یہ سب ان ہی کی کاوشوں کا نتیجہ ہیں۔

مولانا عبدالحمید صاحب معتدل مزاج اہل حدیث تھے۔ اور ان کے اعتدالی مزاج کا کھلا ثبوت یہ ہے کہ ان کے جتنے بھی مدارس ہیں وہ سب حنفیوں کے پاس ہیں کوئی بھی اہل حدیث کے پاس نہیں۔ مولانا عبدالحمید کے بعد اب مدرسہ ان کے بھانجے، مولانا شرف الحق صاحب کے چھوٹے بھائی حافظ نورالحق جو کہ بہت مخلص اور متقی انسان ہیں مسلکاً اہل حدیث ہیں لیکن وہ بہت معتدل ہیں بلکہ انتہائی معتدل ہیں۔ اس وقت آپ ہی یہ مدارس چلا رہے ہیں۔

شرح جامی کا قلمی نسخہ:۔ میرے پردادا مولانا عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کی لائبریری مثالی لائبریری تھی اس میں بہت نایاب قسم کی کتابیں تھیں۔ مولانا عبدالعزیز صاحب کے والد مولانا محمد احمد صاحب تھے اور مولانا محمد احمد صاحب کے والد مولانا محمد موسیٰ صاحب رحمہم اللہ تھے۔ مولانا محمد موسیٰ صاحب رحمہ اللہ نے قلمی ایک کتاب لکھی تھی ''شرح جامی'' اور وہ اپنے بیٹے کے لیے لکھی تھی کہ میرا بیٹا اس میں سے پڑھے گا۔ یہ قلمی کتاب میں نے نہیں دیکھی بلکہ میرے استاد حضرت مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ان کے کتب خانے میں شرح جامی کا یہ قلمی نسخہ دیکھا تھا۔ اب پتہ نہیں وہ ہے یا نہیں۔

مولانا خلیل احمد رحمہ اللہ کی خیر خواہی:۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح نگار ''تذکرہ الخلیل'' کے مصنف مولانا عاشق الٰہی صاحب ہیں۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ بہاولپور میں جامع عباسیہ میں پڑھایا کرتے تھے غالباً وہ صدر مدرس تھے۔ اس دور میں ان کے مخالفین نے مولانا رحمہ اللہ کو قتل کرنے کی ایک سازش کی تھی۔ اس قتل کی سازش کا پتہ مولانا محمد احمد صاحب رحمہ اللہ کو چل گیا۔ مولانا محمد احمد صاحب نے سوچا کہ اب میں کسی طرح مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ کو اس سازش کی اطلاع کر دیتا ہوں تا کہ ان کی جان بچ جائے۔ تو وہ قینچی موڑ پر جا کر کھڑے ہو گئے عصر کے وقت وہاں ایک رتھ والا (مراد تانگے نما سواری) جا رہا تھا۔ اُس رتھ بان کو بلایا اُس کو کہا کہ بھئی ایک کام ہے اگر وہ تم کر دو تو انشاء اللہ قیامت والے دن میں بھی اس بات کی گواہی دوں گا اور اللہ پاک تمہیں ضرور بخش دیں گے اس کام سے ایک بہت بڑے عالم دین کی جان بچ جائے گی۔ اُس رتھ بان نے کہا ٹھیک ہے مجھے بتائیں وہ کام کیا ہے۔ تو مولانا نے ایک کاغذ پر رقعہ لکھا اور سورۃ القصص کی آیت ۲۰ '' ان الملاء یاتمرون بك لیقتلوك فاخرج انّی لك من النٰصحین'' لکھ کر رتھ بان کو دے دی۔ یہ آیت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہے جسکا مفہوم یہ ہے کہ ایک گروہ آپ کو قتل کرنے کے در پے ہے میں آپ کا بڑا خیر خواہ ہوں آپ کیلئے بہتر ہے کہ آپ یہاں سے چلے جائیں۔ چنانچہ وہ رتھ بان رات کو اڑھائی یا تین بجے کے قریب مکان کو تلاش کرتا ہوا پہنچ گیا۔ اس نے جا کر یہ رقعہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کو دیا کہ یہ احمد پور شرقیہ کے مولوی محمد احمد صاحب رحمہ اللہ نے آپ کیلئے دیا ہے۔

جب آپ نے یہ رقعہ پڑھا۔ تو پڑھتے ہی اپنا سامان جو کہ نہایت ہی مختصر تھا مثلاً چادر، لوٹا، تسبیح اور ضرورت کی چند ایک چیزیں لی اور ریلوے اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ چار بجے سمہ سٹہ سے ایک ٹرین جاتی تھی امرتسر وہ ٹرین بہاولپور کے اسٹیشن پر رکی۔ یہ وہاں سے بیٹھے اور امرتسر چلے گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی جان بچالی۔ مولانا عاشق الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے ”تذکرۃ الخلیل“ کے اندر یہ تذکرہ اس انداز سے کیا ہے کہ احمد پور شرقیہ کے ایک کتب فروش مولوی محمد احمد رحمہ اللہ نے مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کی جان بچالی۔

میرے استاد محترم مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے اس نوعیت کے ساتھ جب اس واقعے کو پڑھا تو بہت افسوس کا اظہار کیا اور مجھے فرمایا کہ صاحب کتاب پر مولانا محمد احمد صاحب رحمہ اللہ کی اصل نوعیت واضح نہ ہو سکی لہٰذا تم ایسا کرو کہ مولانا عاشق الٰہی صاحب کو ایک خط لکھو اور یہ وضاحت کرو کہ مولوی احمد صاحب رحمہ اللہ کتب فروش نہیں تھے بلکہ ریاست بہاولپور کے مفتی شرعی یعنی مفتی اعظم تھے۔ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح فرمالیں۔

اس وقت میں کہاں اتنے مسلکی اختلافات تھے یہ نواب صاحبان سارے جو ہیں یہ سب ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے۔ حتیٰ کہ قاضی عظیم الدین صاحب جو بہاولپور جامع مسجد صادق کے علماء دیوبند میں سے بڑے عالم تھے وہ یہاں ڈیرہ نواب میں عید کی نماز پڑھانے آیا کرتے تھے۔ قاضی عظیم الدین کے بعد یہ مسئلہ کھڑا ہو گیا کہ اب ڈیرہ نواب میں عید کی امامت کون کرائے گا۔ تلاش شروع ہوئی تلاش کرتے کرتے اس وقت صلاح الدین وغیرہ کا ایک خاص آدمی تھا شوکت عبداللہ وہ ہر ایک کو بڑے عزت واحترام سے ملتا تھا اس نے مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ سے کہا کہ عید کی نماز آپ پڑھایا کریں تو شروع میں تو مولانا نے انکار کیا کہ میں باہر کا آدمی ہوں میں عیدین کے موقع پر اپنے گھر چلا جاتا ہوں۔ لیکن اگر نواب صاحب کا حکم ہے تو پھر میں ضرور پڑھادوں گا کوئی حرج نہیں۔

تیر بہدف استخارہ: حافظ غلام سرور صاحب جو مسجد اقصیٰ اہلحدیث میں اذان دیا کرتے تھے۔ پیشے کے اعتبار سے نسوار بیچتے تھے۔ ان کے ایک بھائی نور محمد تھے جو سلسلہ نقشبندیہ سے تعلق رکھتے تھے اور وہ درزیوں کا کام کرتے تھے۔ مولانا حضرت عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی دکان میں حافظ نور محمد صاحب بیٹھتے تھے، حافظ صاحب کا استخارہ تیر بہدف تھا بڑے نیک آدمی تھی۔ ان کے پاس استخارہ کروانے کیلئے لوگ بہت آتے تھے اور واقعی انکا استخارہ تیر بہدف تھا۔

نعش کا جنت البقیع منتقل ہو جانا: مولانا بشیر احمد صاحب رحمہ اللہ نعت گوئی کے بہت بڑے شاعر تھے ان کو مدینہ شریف جانے کا شوق بھی تھا لیکن وہ جا نہیں سکے۔ جب ان کی وفات ہوئی ان کی وفات کے بعد ان کے ایک قریبی دوست تھے جو ان کی قبر پر گئے اور وہ مراقبہ کے بڑے ماہر تھے جب ان کی قبر پر انہوں نے مراقبہ کیا تو اس کے بعد انہیں پتہ چلا کہ ان کی قبر خالی ہے۔ دوسری دفعہ کیا تو انہیں پتہ چلا کہ انہیں یہاں سے جنت البقیع میں شفٹ کر دیا گیا ہے۔ (مولانا حافظ محمد عباس حفظہ اللہ تعالیٰ، خطیب جامع مسجد چبوترہ بازار، احمد پور شرقیہ)

☆☆☆☆☆

تصوف کی حقیقت، ظاہری و باطنی پاکیزگی

(از: مولانا فضیلۃ الشیخ ایوب حفظہ اللہ تعالیٰ، فاضل جامعہ محمدیہ، گوجرانوالہ)

تعارف: مولانا محمد ایوب صاحب دھرنگ ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ عصری تعلیم گاؤں کے سکول سے حاصل کی پھر قرآن و حدیث کے علم سے بہرہ مند ہونے کے لئے جامعہ رحمانیہ ضلع گوجرانوالہ میں داخل ہوئے اور وہاں شیخ الحدیث مولانا سید محمد اکرم گیلانی رحمہ اللہ سے چار سال تک علم حاصل کیا اور اس کے بعد جامعہ محمدیہ ضلع گوجرانوالہ میں زیر تعلیم رہے اور استاذ الاساتذہ حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ سے سند فراغت پائی۔ اور اب

عرصہ چھ سال سے جامع مسجد عثمان غنی رضی اللہ عنہ اہلحدیث بیرون کھیالی گوجرانوالہ میں قرآن وحدیث کا نور عوام الناس میں پھیلا رہے ہیں۔ (اللھم زد فزد)

تصوف سے نا آشناؤں پر نہایت افسوس......! نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد' برادر اکبر ماسٹر مختار احمد سلفی صاحب سے حکیم محمد طارق محمود صاحب حفظہ اللہ کے بارے میں غائبانہ تعارف ہوا۔ برادر اکبر اکثر حکیم صاحب حفظہ اللہ کے امت مسلمہ کے لئے تفکر اور امت کی بھلائی کیلئے کوششوں کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں اور اب حکیم صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کی حق اور علمائے حق کو اجاگر کرنے کے لئے محنت کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے تصور کرتا ہوں اور اہل علم اور اہل حق کو یہی بات اپیل کرتی ہے کہ بلا لومتہ لائم حقیقت کو قبول کر لیا جائے۔ حقیقت کیا ہے...... وہ یہ ہے ہمارے پیر ومرشد امام اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے تزکیے کیلئے تشریف لائے، قرآن بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہتا ہے کہ "کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم آیاتنا ویزکیکم" جب آپ ہمارے لیے ظاہری وباطنی طہارت کا سبق لیکر آئے، لفظ طہارت کہہ لیں یا تصوف کہہ لیں ایک ہی بات ہے۔ طہارت کا معنی بھی پاکیزگی اور صفائی ہے، اسی طرح تصوف کا معنی بھی اپنی ظاہری وباطنی صفائی ہے۔ مگر افسوس کہ اکثر جو اپنے آپ کو اہل علم سمجھتے ہیں وہ لفظ تصوف کے اصلی اور حقیقی معنی سے واقف نہ ہونے کی بناء پر بدکتے ہیں اس کی شاید ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس دور میں تصوف کی آڑ میں شرک وبدعت ریا کاری اور رہبانیت کو رواج دیا گیا اور اسی کو تصوف کا نام دے دیا گیا تو نہ سمجھنے والوں نے اسی کو تصوف کی شرائط سمجھ لیا اور گندگی سمجھ کر نفرت کرنے لگے۔ جب کہ حقیقت یہ نہ تھی......!

"تصوف" تعلق باللہ کا ذریعہ:۔ تصوف عقیدے اور اعمال کی طہارت اور صفائی کا نام تھا، اعمال وافعال کی طہارت کا نام تھا، کردار کی صفائی کا نام تھا اسی بات کو سمجھانے کیلئے حکیم صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ نے سلف صالحین کی کتب سے ثابت کیا ہے کہ اصل اسلامی تصوف یہ تھا جس پر ہمارے سلف صالحین نے عمل کیا یعنی تعلق باللہ پیدا کیا اور لوگوں کو بھی یہی سبق دیا شریعت کی پابندی توحید وسنت کا پیروکار بننے اور بنانے کی تلقین کی۔ برادران اسلام! اسی عقیدہ توحید وسنت کی پیروکاری اور اپنی ظاہری وباطنی طہارت کو تصوف کہتے ہیں کیونکہ قرآن کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ شرک کرنے والا پلید ہے۔ تو پتہ چلا قبروں پر چڑھاوے، قبروں والوں کو پکارنا، خلاف شریعت چلنا یہ پلیدگی ہے جب یہ کام نجس ہیں تو طہارت اور صفائی والے کام اس کے برعکس ہونگے اس لیے اب سمجھئے شرک غلاظت ہے توحید پاکیزگی ہے۔ شیطان کی پیروی غلاظت ہے تو رحمان کی پیروی پاکیزگی ہے۔ رسم ورواج پر چلنا غلاظت ہے ذلت ہے شریعت پر چلنا پاکیزگی ہے۔ آیئے! برادران اسلام حقیقت کو جاننے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ رب العالمین ہمیں حق پہچاننے کی اور حق پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (خادم العلم والعلما ایوب، فاضل جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ، جامع مسجد عثمان غنیؓ اہلحدیث بیرون کھیالی: گوجرانوالہ)۔

☆☆☆☆☆

"ذوق تصوف" ایک بہترین اور نایاب کتاب

(از: مولانا محمد یونس کلیم حفظہ اللہ تعالیٰ، خطیب جامع مسجد طٰہٰ اہل حدیث نوشہرہ سانسی روڈ گوجرانوالہ

حافظ محمد یونس کلیم صاحب موضع دھرنگ ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے، عصری تعلیم اپنے گاؤں کے سکول سے حاصل کی اور پھر دینی مدرسہ ریاض القرآن والحدیث مجاہد آباد رام گڑھ لاہور میں داخل ہوئے۔ پہلے حفظ قرآن سے مستفید ہوئے اور بعد میں درس نظامی کی تکمیل اسی مدرسہ سے کی پھر دین اسلام کی تبلیغ میں مصروف ہو گئے اس وقت جامع مسجد اہل حدیث نوشہرہ سانسی روڈ گوجرانوالہ میں خطیب ہیں۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد۔ بھائی مختار صاحب نے کتاب "علمائے اہلحدیث کا ذوق تصوف" پر تاثرات دینے کے لئے

کہا ہے تو عرض یہ ہے کہ علمائے اہلحدیث میں تصوف کی حقیقت کو واضح کرنے کیلئے یہ ایک بہترین کتاب ہے اور بہت ہی عمدہ موضوع پر لکھی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو معجزات عطاء فرمائے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیائے عظام رحمہم اللہ کو کرامات عطا فرمائیں۔

" ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم "اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والے متقی لوگ ہیں۔ تقویٰ، پرہیز گاری، تزکیہ نفس اور تصوف سب ایک ہی چیز کے مختلف نام ہیں، یہ بہت اچھا موضوع اور اس کی بہت ضرورت تھی، اللہ تعالیٰ سورۃ الشمس میں فرماتے ہیں" قد افلح من زکّھا وقدخاب من دسّھا" کامیاب ہوا وہ جس نے نفس پاک کیا اور نا کام ہوا وہ جس نے نفس کو خراب کرلیا۔ "کتاب علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف" اپنے موضوع کے اعتبار سے اس دور میں ایک نایاب کتاب ہے جس سے نئی نسل اپنے اسلاف کے عقائد واعمال سے آگاہ ہوگی۔

(مولانا محمد یونس کلیم حفظہ اللہ تعالیٰ: خطیب جامع مسجد طہٰ اہلحدیث نوشہرہ سانسی روڈ گوجرانوالہ)

☆☆☆☆☆

دل کی درستگی تصوف کا حاصل

از: قاری محمد بلال تبسم، فاضل جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ
(خطیب جامع مسجد حاجی عبدالغنی، ٹاؤن الیاس کالونی گوجرانوالہ)

حافظ قاری محمد بلال صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ موضع گوناعور ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے، عصری تعلیم گاؤں کے سکول سے ہی حاصل کی اس کے بعد حصول دینی تعلیم کے شوق میں جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ میں داخل ہوئے اور وہیں سے سند فراغت حاصل کی اور اشاعت دین پر کمر بستہ ہوگئے اور اس وقت الیاس کالونی گوجرانوالہ کی جامع مسجد اہلحدیث میں خطابت فرما رہے ہیں۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد، اعوذباللہ من الشیطین الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم

تصوف سے مراد یہ ہے کہ انسان کے اعمال ظاہر کی طرح باطنی طور پر بھی پاکیزہ ہوں۔ انسان کے افعال، کردار اور اعمال کا ظاہر اور باطن ایک ہو، اس طرح شرعی حدود وقیود کے اندر رہتے ہوئے اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کرنے کا نام ہی تصوف ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " لا رھبانیۃ فی الاسلام "اسلام میں رہبانیت نہیں ہے لیکن کچھ لوگوں نے اسی رہبانیت کو اختیار کر کے تصوف کا نام دے دیا ہے جو کہ غلط ہے حالانکہ تصوف شریعت پر اخلاص کے ساتھ عمل کرنے کا نام ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نجات کس چیز میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی زبان کو روک کر رکھ، اپنے گھر میں زیادہ وقت گزار اور اپنے گناہوں کو یاد کر کے رویا کر۔ یعنی جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تصوف کا تصور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیا ہے وہی تصور علمائے اہل حدیث اور ہمارے اسلاف کا ہے۔ اب جو کوئی بھی اس منہج پر چلے گا اس کی زندگی بہتر سے بہتر بن سکتی ہے۔ اسی منہج پر اہلحدیث گامزن ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک رہیں گے وآخر دعونا۔

(قاری محمد بلال تبسم، فاضل جامعہ اسلامیہ گجرانوالہ، خطیب جامع مسجد حاجی عبدالغنی، ٹاؤن الیاس کالونی گوجرانوالہ)

☆☆☆☆☆

www.urdugari.org

تصوف کی حقیقت ہماری تحقیقی نگاہ میں

(از: فضیلۃ الشیخ مولانا حکیم محمد اشرف آزاد، فاضل جامعہ سلفیہ، فیصل آباد)

تعارف: تبصرہ نگار جامعہ سلفیہ سے فارغ التحصیل ہیں، فیصل آباد کی معروف دینی و سماجی شخصیت ہیں، حکمت و جراحت اور درس و تدریس کے شعبے میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ موصوف حفظہ اللہ تعالیٰ جامعہ سلفیہ کے سابق ناظم بھی رہ چکے ہیں۔

لقب صوفیاء کی تحقیق: ”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم“ تصوف اور صوفی کا لفظ 200ھ سے کچھ ہی پہلے مشہور ہوا امام قشیری رحمہ اللہ ”الرسالۃ القشیریۃ فی علم التصوف“ میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد جس لقب سے اس زمانہ کے افاضل یاد کیے جاتے تھے وہ ”صحابہ“ تھا کسی دوسرے لقب کی انہیں ضرورت ہی نہیں تھی کیونکہ صحابیت سے بہتر کوئی فضیلت نہ تھی جن بزرگوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی صحبت اختیار کی وہ اپنے زمانہ میں ”تابعین“ کہلائے اور تابعین کے فیض یافتہ حضرات اپنے زمانہ میں ”اتباع تابعین“ کے ممتاز لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔ اس کے بعد زمانہ کا رنگ بدلا اور لوگوں کے احوال و مراتب میں نمایاں فرق آنے لگا جن خوش بختوں کی توجہ دینی امور کی طرف زیادہ تھی ان کو ”زہاد“ اور ”عباد“ کے ناموں سے یاد کیا گیا۔ کچھ ہی عرصہ بعد بدعات کا ظہور ہونے لگا اور لوگوں میں افتراق و انتشار پھیل گیا اور ہر فریق نے اپنے زہد کا دعویٰ شروع کر دیا۔ زمانہ کا یہ رنگ دیکھ کر خواص اہل سنت نے جو اپنے قلوب کو یاد حق تعالیٰ سے غافل نہیں ہونے دیتے تھے اور جو اپنے نفوس کو خشیت الٰہی سے مغلوب رکھتے تھے ابنائے زمانہ سے علیحدگی اختیار کر لی اور ذکر و فکر میں مشغول رہے اسی زمانہ میں خلافت عباسیہ کے دور میں یونانی فلسفہ اور افلاطون کی کتابوں کے تراجم عربی زبان میں کیے گئے۔ یونانی ادب میں ایک لفظ ”تھیوصوفیا“ استعمال ہوتا ہے اس کا معنی ”حق کا متلاشی“ ”حکمت الٰہی کا طالب“ ہے اس طرح یہ لفظ عربی ادب میں داخل ہوا اور کثرت استعمال کی بناء پر ان بزرگوں کو صوفیاء کے محترم لقب سے پکارا جانے لگا۔

صوفی قلب کو غیر اللہ سے پاک کرنے والا: بلاشبہ تحصیل علم کے ساتھ ساتھ وصول الی الحق کیلئے کچھ وقت مخلوق سے کٹ کر ذکر و فکر میں صرف کرنا ضروری ہے جیسا کہ امام غزالی رحمہ اللہ اپنی کتاب ”المنقذ من الضلال“ میں ”القول فی طریق الصوفیہ“ کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں: ”ثم انی فرغت من هذا العلوم اقبلت بهمتي على طريق الصوفية وعلمت ان طريقتهم انما تتم بعلم وعمل و كان حاصل علمهم قطع عقبات النفس والتنزه عن اخلاقها المذمومة و صفا تها الخبيثة حتى يتوسل بها الى تخلية القلب عن غير الله تعالي و تحشيه بذ كر الله“ یعنی جب میں ان علوم سے فارغ ہو کر صوفیہ کے طریقہ کی طرف متوجہ ہوا تو مجھے معلوم ہوا کہ ان کا طریقہ علم و عمل سے تکمیل کو پہنچتا ہے ان کے علم کا حاصل نفس کی گھاٹیوں کا قطع کرنا اخلاق ذمیمہ اور صفات خبیثہ سے پاک اور منزہ ہونا ہے تا کہ اس کے ذریعہ قلب کو غیر اللہ سے خالی کیا جائے اور اس کو ذکر اللہ سے آراستہ کیا جائے۔ صوفیہ کی تعلیمات صرف تزکیۂ نفوس اور تصفیۂ اخلاق ہی کی حد تک محدود نہیں بلکہ یہ ”علم قرب“ بھی عطا کرتی ہیں۔ جس کے نتیجہ کے طور پر صوفی اپنی قومیت سے فنا ہو کر حق تعالیٰ کی قبولیت سے باقی ہوتا ہے۔ صوفی کے دل میں اللہ من حیث الباطن اور نظر میں اللہ من حیث الظاہر بس جاتا ہے اور اس کا علم و عمل من اللہ ہو جاتا ہے۔

تصوف کا پہلا سبق...... اخلاق حسنہ کی تکمیل: تصوف کا پہلا سبق یا پہلا قدم یہ ہوتا ہے کہ وہ کس طرح ہویٰ کے پنجہ سے نجات پائے یعنی اپنے ذاتی نفسی علم سے نکل کر اللہ کے علم میں داخل ہو، صوفی کی یہ تعلیم مرتبہ دین کی تعلیم ہے اس کا خلاصہ صرف دو لفظوں میں ادا کیا جا سکتا ہے۔ اللہ ہی ہمارے الٰہ ہیں یعنی وہی ہمارے معبود ہیں، مسجود ہیں، مقصود ہیں، ہمارے رب ہیں، مستعان ہیں، ہم اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور ان ہی سے تمام مرادات و حاجات میں مدد چاہتے ہیں ” اياك نعبد واياك نستعين “عبادت و استعانت کے نقطہ نظر سے ہم

ماسوی اللہ سے کٹ جاتے ہیں اور فقر و ذلت یا بندگی کی نسبت اللہ ہی سے جوڑ لیتے ہیں۔ حق تعالیٰ کی معبودیت اور ربوبیت پر یہ یقین انسان کو تمام صفات رذیلہ سے پاک اور تمام اوصاف حمیدہ سے آراستہ و پیراستہ کر دیتا ہے۔ اس کا قلب کفر و شرک و نفاق و بدعت و فسق و فجور سے پاک ہو جاتا ہے اور ایمان و توحید، صدق و حسنہ سے مزین تصوف ابتداً اسی تطہیر قلب کا نام ہے۔ اسی تطہیر قلب کو صوفیائے کرام حسن خلق یا اخلاق کریمہ کے الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

صوفیاء...... قرب الٰہی کے حاملین:۔ جب مرتبہ دین میں ہم کو یہ علم عطا ہوتا ہے کہ اللہ ہی ہمارے الہ ہیں ان ہی کی عبادت کرنی چاہیے اور ان ہی سے اعانت طلب کرنی چاہیے تو اکثر دلوں میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے بلکہ ناگزیر طور پر پیدا ہوتا ہے کہ اللہ جن کی ہم عبادت کرتے ہیں اور جن سے یقین و افتقار کی نسبت جوڑتے ہیں کہاں ہیں؟ تصوف دراصل اسی سوال کا جواب قرآن و سنت کی روشنی میں دیتا ہے اور اسی کو علم قرب بھی کہتے ہیں۔ تصوف دراصل علم قرب ہی ہے۔ اور صوفی جو علم قرب سے واقف ہوتا ہے ذات خلق سے ذات حق کے قرب و اقربیت، احاطت اور معیت، اولیت اور آخریت، ظاہریت اور باطنیت کے راز کو جانتا ہے اور نہ صرف جانتا ہے بلکہ اس کو اللہ کا ادراک فی الانفس بھی حاصل ہوتا ہے اور اب اس کا نفس ہی فانی ہو جاتا ہے اور اسی لیے ہم اس کو مقرب کہہ سکتے ہیں۔ سورۃ الواقعہ میں تین جماعتوں کا ذکر کیا گیا ہے اصحاب الیمین، اصحاب الشمال اور مقربین۔ علم کے لحاظ سے دو جماعتیں قرار دی گئی ہیں اور ذات کے لحاظ سے ایک۔ علم یا تو ہدایتی علم ہوگا یا اضلالی۔ جو لوگ علم ہدایتی کے پیروکار ہیں وہ علم اللہ ہے جو دین میں ملتا ہے وہ اصحاب الیمین ہیں "فسلام لك" کے مختصر جملہ میں ان کے انجام و عاقبت کی خبر دی گئی ہے اور جو علم اضلالی کے متبع ہیں وہ علم نفسی ہے جس کو ہویٰ سے تعبیر کیا گیا ہے جس کی اتباع کا انجام ہلاکت و ضلالت بتایا گیا ہے جو اصحاب الشمال ہیں، "فنزل من حمیم وتصلية جحيم" کے مختصر الفاظ سے ان کے انجام کو ظاہر کیا گیا ہے۔

اب ذات کے اعتبار سے ایک ہی جماعت ہو سکتی ہے اور وہ مقربین کی جماعت ہے یہ لوگ نہ صرف اللہ کا علم رکھتے ہیں بلکہ اللہ کو بھی اپنے ساتھ رکھتے ہیں، ان پر سر معیت کھل گیا ہے۔ وہ اللہ کو اپنے سے قریب و اقرب پاتے ہیں، اپنا ظاہر و باطن پاتے ہیں، اول و آخر پاتے ہیں محیط پاتے ہیں اور ساتھ دیکھتے ہیں روح و ریحان و جنت نعیم سے ان کو بشارت دی گئی ہے۔ اسی بات کو دوسرے الفاظ میں یوں سمجھو کائنات من حیث کل کو پیش نظر رکھ کر تم حقیقت کا اظہار اس طرح کر سکتے ہو، خالق و مخلوق، معیت خالق بامخلوق جو لوگ خالق کو اللہ جانتے اور مانتے ہیں اسی کی عبادت کرتے ہیں اور اپنی مانگ کا تعلق اسی سے رکھتے اور "ایاك نعبد وایاك نستعين" پر قولاً عملاً ثابت ہیں اور اس صراط مستقیم کے رہرو ہیں وہ اصحاب الیمین ہیں اور ان کیلئے دنیا و آخرت میں سلامتی ہے۔ ان کے ساتھ موت کے بعد مغفرت اور جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ جو لوگ مخلوق کو الہ جانتے ہیں اور مانتے ہیں اپنی احتیاجات و مرادات کو مخلوق ہی سے وابستہ سمجھتے ہیں اور انہی کے آگے اپنا ہاتھ پھیلاتے ہیں اور ان ہی کے آگے اپنی ذلت اور فقر، عبادت و استقامت کا اظہار کرتے ہیں وہ "اصحاب الشمال ہیں ضالین اور مغضوبین" ہیں یہ ہالکین کا طبقہ ہے۔

جو لوگ نہ صرف خالق ہی کو الہ جانتے ہیں اور مانتے ہیں بلکہ خالق اور مخلوق کے ربط و معیت کا علم بھی رکھتے ہیں، راز معیت اور سر وحدت سے باخبر ہیں وہی مقربین ہیں انکے لئے روح و ریحان کا وعدہ ہے اور یہ مقربین کو صرف رویت حق ہی سے مل سکتی ہے اور یہ مقربین بعد موت ہی جنت قرب میں داخل ہو جاتے ہیں۔

صوفیاء توحید کے حاملین:۔ صوفی (مقرب) کتاب و سنت کے بتلانے سے اپنے فقر سے واقف ہو جاتا ہے وہ جاننے لگتا ہے کہ ملک و حکومت، افعال و صفات و وجود اصالۃً حق تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور یہ ان تمام اعتبارات کے لحاظ سے "فقیر" ہے۔ "یاایھاالناس انتم الفقراء الی اللہ" اس لیے وہ جان لیتا ہے کہ حق تعالیٰ ہی "حی" ہیں ظاہراً و باطناً، "ھوالحی القیوم" وہی علیم و قدیر ہیں ظاہراً و باطناً، وہی "سمیع و بصیر" ہیں ظاہراً و باطناً وہی السمیع البصیر ہیں۔

مقابلہ کریں حدیث قرب فرائض سے اپنے فقر کے امتیاز سے اسے خود بخود اپنی امانت کا امتیاز حاصل ہو جاتا ہے اور وہ جاننے لگتا ہے کہ

اس میں وجوداناً، صفات وافعال، مالکیت اور حاکمیت من حیث الامانۃ پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا صوفی حق تعالیٰ ہی کے وجود سے موجود ہوتا ہے ان ہی کی حیات سے زندہ ہوتا ہے ان ہی کے علم سے جانتا ہے ان ہی کی قدرت وارادے سے قدرت وارادہ رکھتا ہے۔ ان ہی کی سماعت سے سنتا، بصارت سے دیکھتا، اورکلام سے بولتا ہے۔ حدیث قرب نوافل گویا اس کے متعلق صحیح ہوجاتی ہے جس میں تصریح کی گئی ہے۔ ’’ کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده الذی یبطش بها ورجله الذی یمشی بها ‘‘ (رواہ البخاری)

اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ صوفی کا کان آنکھ، ناک، ہاتھ، پاؤں حق کے ہوجاتے ہیں، حق تعالیٰ کیلئے ہماری چیزیں نہیں اور حق کی چیزیں ہمارے لیے اصالۃً نہیں اگر ہم خلق کی چیزیں حق تعالیٰ کیلئے ثابت کریں تو کفر لازم آتا ہے اور اگر حق تعالیٰ کی چیزیں خلق کیلئے ثابت کریں تو شرک لازم آتا ہے اور اگر حق تعالیٰ کی چیزیں حق تعالیٰ ہی کے لئے ثابت کریں تو توحید حاصل ہوتی ہے۔

اس کے باوجود حق تعالیٰ کی چیزیں خارج میں ہمارے لیے ثابت ہیں اور اب سوال یہ ہے کہ اعتبارات ذوات خلق سے کس طرح متعلق ہوئے اور ان میں تحدید کس طرح پیدا ہوئی کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے یہ تمام اعتبارات ہم میں ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ حق تعالیٰ کے لئے کامل ومطلق وقدیم ہے اور ہمارے لیے ناقص ومقید وحادث ہے ذات حق بالذات موجود ہے، قائم بالذات ہے، اپنے وجود میں کسی کی محتاج نہیں، اور حیات وعلم، ارادہ وقدرت، سماعت وبصارت وکلام جملہ صفات وجودی سے موصوف ہے، اس کے برخلاف ذوات اشیاء فی نفسہ شان عدلیت رکھتی ہے کیونکہ ان میں وجود ذاتی نہیں اور یہ اپنی اصل وماہیت کے اعتبار سے صور علمی ہیں اس لیے بالغیر ثبوت علمی یا وجود ذہنی رکھتی ہیں۔ وجود ذاتی نہ ہونے کا نام عدم ہے۔ عدم اضافی عدم حقیقی نہیں اور پھر ان کی ذوات عدلیہ ہیں نہ صفت حیات ہے نہ علم، نہ ارادہ، نہ قدرت، نہ سماعت، نہ بصارت نہ کلام، بلکہ یہ ذوات عدلیہ جملہ صفات عدلی سے متصف ہیں۔ مثلاً آپ اپنی ہی ذات کو لے کر غور کریں یہ ایک صورت علم الٰہی ہے بالذات نہیں، بالغیر موجود ہے۔ یعنی خارجاً معدوم ہے اور علماً ثابت ہے یہ ذوات معدوم زندہ نہیں کیونکہ اس میں حیات نہیں تو اس کی صفت موت ہوئی جو ضد ہے حیات کی اس میں علم نہیں تو اس کی اصلی صفت جہل ہوئی اس طرح وہ مجبور ومضطر ہے یعنی جملہ صفات عدلی سے متصف ہے۔ اب جو ذات وجود وصفات وجودیہ سے عاری ہو وہ فعل کا مصدر کیسے بن سکتی ہے اور فعل اس کا ذاتی کب بن سکتا ہے۔ البتہ اس میں قابلیات امکانیہ وفعلیہ کا تصور کیا جاسکتا ہے۔ جن کو کسبیات بھی کہا جاتا ہے یہی اس کی ذاتیات ہیں، جو ذات وجود وصفات و افعال سے محروم ہو، جو محض ثابت فی العلم ہو اس کے آثار کا ترتب بھی ناممکن ہے۔ یہ ہے ذات حق اور ذات خلق کا فرق ذوات خلق خارجاً مخلوق ہیں اور داخلاً معلوم ہیں، غیر ذات حق ہیں اس ذات حق کی تنزیہ مستحق ہوگئی اور سبحان اللہ حاصل ہوا اس تنزیہ کی تحقیق کے بعد ہمارا حق تعالیٰ سے جو تعلق قائم ہوا اس کو بھی اچھی طرح ذہن نشین کرلینا چاہیے۔ حق تعالیٰ ہمارے مولیٰ ہیں اور ہم اس کے عبد، وہ حاکم ہیں ہم محکوم، وہ رب ہیں ہم مربوب، وہ مالک ہیں ہم مملوک، وہ الٰہ ہیں ہم مالوہ ہیں، وہ عالم ہیں اور ہم معلوم ہیں، وہ خالق ہیں ہم مخلوق ہیں۔ اس لیے یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ ذات حق کی خلق ہوجائے اور ذات خلق کی حق بن جائے۔

فتوحات مکیہ کا اقتباس:۔ فتوحات مکیہ میں شیخ ابن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’ انه لیس للعبد فی العبودیة نهایة حتیٰ یصل الیها ثم یرجع ربا کما انه لیس للرب حد ینتهی الیه ثم یعود عبدا فالرب رب بلانهایة والعبد عبد بلانهایة ‘‘ یعنی عبد کے واسطے عبودیت میں کوئی نہایت نہیں ہے کہ جس پر پہنچ کر وہ رب ہوجائے اور جیسے کہ رب کے لئے کوئی حد نہیں کہ وہ ختم ہوجائے اور وہ عبد بن جائے اس لیے رب رب ہے بغیر نہایت اور عبد عبد ہے بلانہایت۔ اب عرفان نفس کیلئے ہمیں قرآن پاک کی رہنمائی کافی ہے کائنات کی ساری چیزوں کی علاوہ ’’شے‘‘ کا اطلاق ہماری ذات پر بھی ہوتا ہے اب اشیاء کی تخلیق کے وقت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ’’ واذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون ‘‘ جن شے کا حق تعالیٰ ارادہ فرماتے ہیں اسے کہتے ہیں ہوجا پس وہ ہوجاتی ہے۔

ظاہر ہے خطاب ’’شے‘‘ سے ہو رہا ہے امر کن کی مخاطب ’’شے‘‘ ہے اب یہاں دو احتمال ہیں یا تو ’’شے‘‘ خارج میں موجود ہے یا معدوم

پہلی صورت میں امر کن کا خطاب تحصیل حاصل ہے۔ موجود شے کا موجود ہو جانا بے معنی ہے دوسری صورت میں اگر ’’ شے ‘‘ معدوم محض ہے تو ہر خطاب باطل ہوگا۔ معدوم مخاطب کیسے ہوسکتی ہے لہٰذا ناگزیر ہے کہ جس شے کو ارادہ الٰہی خارجاً وظاہراً موجود کرنا چاہتا ہے جو امر کن کی مخاطب ہے علماً تو ثابت ہو باوجود ذہنی یا علمی اور خارجاً معدوم ہو بوجود عینی اشیاء کی اسی عدمیت خارجی پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے۔

’’وقد خلقتك من قبل ولم تك شيئا‘‘ قبل از خلق تو کوئی شے نہ تھا یعنی معدوم تھا وجود خارجی نہ رکھتا تھا میں نے تجھے خلق کیا۔

گویا صور علمیہ کی ذات مقوم یا معروض کے اعراض ہیں اب سوال؟ یہ پیدا ہوتا ہے کہ اور دقیق اور اہم سوال ہے کہ ذوات اشیاء جو معلومات حق ہیں صور علمیہ حق ہیں۔ جواز قبیل اعراض ہیں بالغیر علماً ثابت ہیں وجود اور اعتبارات وجود کے کس طرح حامل ہو گئے؟۔

کن فیکون کا راز کیا ہے؟۔ کیا سر تخلیق کا انکشاف ممکن ہے۔

اسی راز کو پانے کے لئے انسان ہمیشہ سے سرگرداں رہا ہے اور یونانی کتب کے ترجمہ کے بعد 200 ھ سے ذرا پہلے اور دوسری صدی ہجری مکمل ہونے کے بعد عالم اسلام میں یہ بحث کہ صفات عین حق ہیں یا غیر حق، قرآن پاک صفت خدا ہے یا مخلوق اور معیت حق اور معیت خالق بہ مخلوق کیا ہے اور اللہ کا محیط ہونا اور استوی علی العرش ان تمام مسائل کا حل عقل سے تلاش کیا جانے لگا۔ ظاہر ہے عقل یہ کام نہیں کرسکتی لہٰذا بہت سے لوگ جس کی عقل میں ذات وصفات اور محیط ومعیت حق کا مسئلہ نہ سما سکا وہ ان تمام آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ کے انکاری ہو گئے اور حکومت وقت (عباسی خلفاء) کے ساتھ مل کر عالم اسلام میں ایک فتنۂ عظیم پیدا کرنے کا موجب بنے اور اس گروہ زندقہ کا علمی مقابلہ کرنے کیلئے علماء حق میدان میں اترے کسی نے جیلیں کاٹیں، کسی نے کوڑے کھائے کسی کی جائیدادیں ضبط ہوئیں اور آخر کار حق کی فتح ہوئی اس سارے فتنہ وفساد کا موجب معتزلہ ہے لیکن سیاسی طور پر مغلوب ہونے کے باوجود انکے عقائد ونظریات ختم نہ ہو سکے۔

زہاد صوفیاء:۔ دوسری طرف صوفیاء میں اس لیے زہاد پیدا ہوئے جنہوں نے ’’ شے ‘‘ کو غیر ذات حق نہیں بلکہ عین ذات حق قرار دیا۔ حق ہی حق ہے، غیر حق ذاتاً وجوداً معدوم ہے باعتبار شئے ہمہ اوست صحیح عقیدہ مان لیا گیا ذات شی اور غیرت شئی کی نفی کا لازمی نتیجہ اباحت وزندقہ تھا۔ اتباع شریعت کی اب کوئی ضرورت نہ رہی شریعت وطریقت کا تضاد اول مرتبہ پیش کیا گیا۔ اور اس طرح شریعت کا جوا نکال پھینکنے کی کوشش کا آغاز ہوا، شریعت کو ناقصین کا شعار قرار دیا گیا، کاملین کو اسکی اتباع کی ضرورت نہیں بتائی گئی۔ حق تعالیٰ کے سواء غیر کا تصور تک ناممکن اب حق تعالیٰ آمر ہیں نہ کہ مامور، غیریت کے ماننے تک تو ضرور شریعت کی ضرورت ہے، جب غیریت کا ارتفاع ہو گیا اور حق ہی حق رہا تو اب شریعت کی پابندی کیسی ہے؟ جمال کا اتباع عورتوں کا کام ہے جلال کا اتباع مردوں کا شریعت کا علم تو سفینہ ہے لیکن علم طریقت علم سینہ ہے جو سینہ بسینہ چلا آرہا ہے راز پوشیدہ ہے سر مکنون ہے اور اس نظریہ کو صوفیہ میں پذیرائی ہوئی اور اب حالت یہ ہے کہ برصغیر پاک وہند میں ہزاروں نہ لاکھوں ایسے طریقت خانے موجود ہیں جہاں شریعت نام کی کوئی چیز نہیں اور ولایت دن رات تقسیم کی جارہی ہے لیکن ان تمام حالات کے باوجود ان دونوں انتہاؤں کے ساتھ ساتھ اہلسنت کا ایک گروہ بھی موجود رہا جنہوں نے اپنے ہر قول وفعل وعمل کی روشنی قرآن وسنت سے حاصل کی اللہ کو اللہ اور مخلوق کو مخلوق مانا البتہ اس سر مکنون کو پالنے کیلئے سب سرگرداں رہے اس کے لئے مجاہدے، مراقبے اور اشغال اختیار کیے گئے اور حصول مقصود سے قبل بہت سے کمالات لوگوں سے مشاہدہ میں آئے اور ان مشاہدات کو کرامات اولیاء کے نام سے شہرت ملی۔

تصوف میں یہ مقصود نہیں......!:۔ خواص نے تو اپنے سفر کو جاری رکھا لیکن لاتعداد سالکین نے کمالات کو جو محض توابع ہیں اور حصول مقصود کے ساتھ ساتھ خود بخود پیدا ہوتے ہیں اصل مقصود قرار دے لیا۔ لذات واحوال، کشف، کونی، تصرفات وکرامات، وجد وحال، رویائے صادقہ، وغیرہ سالک کی غایت قرار پائے اور ان کو تقویٰ کی علامت خاص خیال کیا جانے لگا ان کمالات کے حصول کیلئے غیر مسنون مشقوں اور شغلوں کی ابتداء ہوئی۔ ہندو یوگیوں اور سنیاسیوں تک سے بھی اشغال وغیرہ سیکھنے میں دریغ نہیں کیا گیا اور اس طرح بندی مرسام اور یونانی تخیلات ونظریات کا ایک معجون مرکب پیدا ہوا جو اسلامی تصوف کے نام سے مشہور ہوا جس کا مقصود صاحب تصوف وکرامات ہونا تھا اور بس اور

اس فوق البشر قوت و طاقت کی خواہش کا حاصل اپنے نفس کو مخلوق کی نظر میں برتر بنانے اور ان کے قلوب کو مسخر کرنے کے سوا اور کیا ہوسکتا تھا اور حقیقی تصوف اسلامی تو انسان کا ہوی اور نفس کے پنجے سے نجات حاصل کرنا اور یافت و شہود حق قائم کرنا، خلق سے فانی ہو کر حق سے بقا پانا سکھاتا ہے۔ بھلا ان اوراد و اشغال اور کرامات و تصرفات کو اصل اسلامی تصوف سے کیا نسبت!

تصوف تسخیر نفس نہ کہ تسخیر کائنات:۔ ایک مرتبہ سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ نے دوران درس کا واقعہ سنایا کہ ہمارے مدرسہ غزنویہ لاہور میں سالانہ چھٹیاں ہونے کو تھیں کہ ایک استاد محترم کی الماری کے تالے کی چابی گم ہوگئی بہت پریشان ہوئے سامان اور کپڑے الماری میں تھے کہ اتنے میں مدرسہ کا ایک طالب علم آیا اور اس نے کہا استاد محترم میں تالا کھول دوں؟ فرمایا چابی گم ہوگئی ہے کیسے کھولو گے؟ طالب علم نے کچھ پڑھا اور تالے کی طرف اشارہ کیا تالا ٹوٹ کر زمین پر جا گرا عجب کرامت پورے مدرسہ میں شہرت ہوئی اور یہ خبر حضرت عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ تک بھی پہنچ گئی آپ نے اس لڑکے کو بلا کر پوچھا (فارسی میں) چہ مے خواندی؟۔ کیا پڑھا تھا۔ گفت (حزب البحر مے خواندم) کہا میں نے حزب البحر پڑھی تھی (حیرا) کیسے۔

گفت (اللھم سخرلی ھذا البحر کما سخرت البحر لموسیٰ[۴])

اے اللہ! اسے میرے لیے یوں مسخر کر دے جس طرح تو نے سمندر کو موسیٰ علیہ السلام کیلئے کیا تھا، یہ سن کر سید صاحب رحمہ اللہ جوش میں آ گئے اور طالب علم سے فرمایا: از خدا خدائی مے خواہی؟ خدا سے خدائی مانگتا ہے۔ توبہ کن و بندگی مے خواہ۔ توبہ کر اور عاجزی مانگ۔

کیا خوب فرمایا شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے" والفقرلی وصف ذات لازم ابداً کما الغنیٰ ابداً وصف لہٗ ذاتی "

فقر (عاجزی) میری ذاتی اور لازمی وصف ہے جیسا کہ بے نیازی اسکی ذاتی اور ابدی صفت ہے، عبدیت و عاجزی ہی تصوف کا مقصود ہے اور انسان کیلئے ایسا مقام ہے جس سے بلند کوئی مقام نہیں۔ حضرت علامہ اقبال رحمہ اللہ، شاعر مشرق، حکیم الوقت کے شعر پر یہ گزارشات ختم کی جاتی ہیں۔

متاع بے بہا ہے دردو سوز آرزو مندی مقام بندگی دے کر نہ لو شان خداوندی

(حکیم محمد اشرف آزاد فاضل جامعہ سلفیہ، فیصل آباد)

☆☆☆☆☆

تصوف صفتِ احسان کی کوشش کا نام

(از: حضرت حکیم حافظ مولانا محمد آصف صاحب،
مدرس مدرسہ بدر الھدیٰ واہنڈو، ضلع گوجرانوالہ)

تعارف:۔ حافظ مولانا محمد آصف صاحب واہنڈو ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے اور عصری تعلیم اپنے قصبے واہنڈو سے ہی حاصل کی اس کے بعد حفظ قرآن کی غرض سے موضع دھرنگ کی مسجد اہلحدیث میں داخلہ لیا اور قرآن کریم کے مقدس نور سے اپنے سینے کو منور کیا حفظ القرآن کے بعد جامع بدر الہدیٰ واہنڈو ضلع گوجرانوالہ میں درس نظامی میں داخلہ لیا اور جامعہ سے بہترین پوزیشن کے ساتھ درس نظامی کی سند حاصل کی۔ پھر 2009ء میں حکمت کا کورس کیا۔ اب آپ جامع الہدیٰ واہنڈو میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور اس کے ساتھ حکمت کی پریکٹس بھی کر رہے ہیں۔

تصوف حصول صفت احسان کا نام:۔ تصوف کو سمجھنے کیلئے ہمیں حدیث جبریل علیہ السلام میں لفظ ''احسان'' کو دیکھنا ہوگا۔ جبریل علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم احسان کیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبادت اس

یقین کے ساتھ کرنا کہ بندہ اپنے اللہ کو دیکھ رہا ہے اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم یہ تصور تو ہو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے دیکھ رہے ہیں، اور تصوف کی بھی یہی حقیقت ہے سلف صالحین نے اپنے اعمال اسی تصور کے ساتھ ادا کئے ہیں۔ اور ہمیں بھی اس کی مشق کرنی چاہئے، کیونکہ قرآن وحدیث کے مطابق اپنے اعمال کا تزکیہ کرنے کا نام ہی تصوف ہے۔ احسان کی تعریف یہی ہے کہ آپ کے اعمال ظاہری اور باطنی طور پر ایک جیسے ہونے چاہئیں۔ مثلاً نماز، روزہ کا جس طرح ظاہر خوبصورت ہو اسی طرح باطن بھی ان کا پاکیزہ بنایا جائے۔

تصوف حصول اخلاص کا ذریعہ:۔ کچھ لوگوں نے رہبانیت کو تصوف کہنا شروع کر دیا ہے جو کہ غلط ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو زندگی کو ترک نہیں کیا، بلکہ دین ودنیا کو ساتھ چلایا ہے۔ اس دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے تقویٰ، احسان یا تصوف اختیار کرنا درست ہے کیونکہ ان سے عبادات میں اخلاص آجاتا ہے۔ والسلام (حافظ محمد آصف مدرس مدرسہ بدرالھدیٰ واہنڈو، ضلع گوجرانوالہ)

☆☆☆☆☆

تصوف اور روحانی عملیات ہر عالم کی ضرورت

(از: فضیلۃ الشیخ مولانا حکیم سید عبداللہ گیلانی حفظہ اللہ، خطیب جامعہ مسجد قدس قذافی پارک مرید کے، ضلع شیخوپورہ)

تعارف: مولانا حکیم سید محمد عبداللہ گیلانی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ 1964ء کو موضع دھرنگ ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے، عصری تعلیم اپنے گاؤں سے ہی حاصل کی آپ کے والد مولانا حکیم سید بارک اللہ شاہ صاحب رحمہ اللہ علاقہ بھر میں سب سے بڑے عالم دین تھے۔ عصری تعلیم حاصل کرنے کے بعد پہلے جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ اور پھر مجاہد آباد رام گڑھ لاہور میں داخل ہو کر درس نظامی کی تکمیل حاصل کی۔ پھر موضع ننگل ساہداں میں سکول ٹیچر کے فرائض سرانجام دینے لگے اور اس کے ساتھ ہی طب یونانی میں حکمت کی سند بھی حاصل کر لی۔ اس وقت جامع مسجد قدس اہل حدیث قذافی پارک مرید کے میں خطابت بھی فرما رہے ہیں اور ساتھ ہی مطب بھی چلا رہے ہیں۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں پاکیزگی حاصل کرنے کیلئے جو اعمال کئے جائیں وہ تصوف ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وظائف بتائے ہیں اگر اس سے ہٹ کر ہم کوئی اور تصور تلاش کریں تو وہ تصور درست نہیں ہے تصوف صوفیانہ طرز عمل کو کہتے ہیں۔ قرآن وحدیث کے مطابق وظائف کئے جائیں اور دم کرنے میں بھی کوئی قباحت نہیں ہے۔ ہر آدمی کو اور خاص طور پر علماء کو یہ اعمال کرنے چاہئیں۔

اس دور میں جتنی بھی پریشانیاں ہیں مثلاً جنات اور جادو وغیرہ تو یہ اعمال نہ کرنے کی وجہ سے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ اذکار جو صبح وشام کے ہیں وہ نہ کرنے کیوجہ سے لوگ پریشان ہیں جب لوگ یہ اعمال کرتے تھے تو اس وقت لوگ ان پریشانیوں سے محفوظ تھے۔

میرے دو آزمودہ وظائف:۔ دراصل یہ مادہ پرستی کا دور ہے، جب مادہ پرستی عام ہو جائے تو روحانی قوتیں کمزور ہو جاتی ہیں، آج کے دور میں اعمال کی کمی صرف اسی وجہ سے ہے اعمال نہ کرنے کی وجہ سے روحانی قوتیں کمزور ہو گئی ہیں اور دنیا وآخرت کی کامیابی کیلئے اعمال ضروری ہیں۔ ہمارے ہاں ایک چوہدری عبدالرؤف ہیں میرا درس قرآن پورا سال ہی چلتا رہتا ہے ایک دفعہ میں نے بتایا کہ دنیا جہان کے مسائل " لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم " پڑھنے سے حل ہو جاتے ہیں۔ چوہدری عبدالرؤف نے اس پر عمل شروع کر دیا، تقریباً ایک سال بعد درس دیتے ہوئے میں نے یہی عمل پھر بتایا تو چوہدری عبدالرؤف نے کہا کہ ایک سال پہلے بھی آپ نے یہی وظیفہ بتایا تھا اس وقت سے میں اس پر عمل کر رہا ہوں مجھے اللہ تعالیٰ نے 9 لاکھ کا نفع دیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس عمل کی برکت ہے۔

میرے پاس تو جو بھی آئے جو بھی مسئلہ لے کر آئے میں اسے " حسبی اللہ لاالہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم " پڑھنے کیلئے کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے مسائل حل فرماتے ہیں۔

حضرت لاہوری رحمہ اللہ اور رزق حلال کی اہمیت:۔ حضرت مولانا محمد صدیق صاحب کوٹ پیناں (نارنگ منڈی) کے رہنے والے تھے اور یہ مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ سے بیعت تھے ان کے ساتھ وظائف پر بات ہوئی تو فرمانے لگے کہ میں ایک دفعہ مولانا لاہوری رحمہ اللہ کیلئے چاول بطور تحفہ لے کر خدمت میں حاضر ہوا تو فرمانے لگے صدیق یہ تو نے خود کاشت کیے تھے میں نے کہا نہیں میرے مقتدیوں نے میری خدمت کی اور میں نے آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ کہنے لگے یہ تکلف نہیں کرنا چاہئے تھا، میں بات سمجھ گیا۔

اگلے سال میں نے اپنے مقتدیوں سے ایک بیگھہ زمین لے کر خود کاشت کی اور دھان کی فصل کاٹ کر چاول بنائے اور دوبارہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے دوبارہ پوچھا محمد صدیق یہ چاول تو نے خود کاشت کئے تھے تو میں نے عرض کیا جی حضرت میں نے خود کاشت کئے اس پر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے یہ کام درست ہے۔ لہٰذا میرا خیال یہ ہے کہ ہر عالم دین کو اعمال بھی کرنے چاہئیں اور رزق حلال کا خاص خیال رکھنا چاہئے کیونکہ اسی سے برکتیں آتی ہیں۔

(سید محمد عبداللہ بن مولانا سید بارک اللہ شاہ صاحب رحمہ اللہ، خطیب جامعہ مسجد قدس قذافی پارک مرید کے، ضلع شیخوپورہ)

☆☆☆☆☆

کتاب ذوق تصوف ہر شخص کی ضرورت

(از: مولانا محمد اسد اللہ منیر حفظہ اللہ تعالیٰ، فاضل جامعہ سلفیہ)

تبصرہ نگار معروف دینی درس گاہ جامعہ سلفیہ سے فارغ التحصیل ہیں اور الفرمان گرائمر سکول فیصل آباد میں مدیر التعلیم کی ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں۔

تصوف میں میانہ روی کا سبق:۔ دین اسلام، دوسرے تحریف شدہ ادیان کے مقابلے میں فطرت انسانی کے قریب تر ہے۔ اسلام نے حضرت انسان کو خدا تعالیٰ کی بندگی کا فریضہ سونپنے کے ساتھ ساتھ معاشرتی زندگی میں ذمہ داریاں نبھانے کا پابند کیا ہے۔ اسلام نے جہاں مادہ پرستی سے روکا ہے وہاں رہبانیت کی بھی نفی کی ہے۔ غرض یہ کہ اسلام نے ہر معاملہ میں میانہ روی اپنانے کا حکم دیا ہے اور افراط و تفریط کا شکار ہونے سے منع کیا ہے۔ ہمارے معاشرے کی قابل افسوس بات یہ کہ ہم بڑی ہی آسانی سے تمام معاملات میں افراط و تفریط کا شکار ہو جاتے ہیں، تصوف کا معاملہ بھی کچھ اسی طرح کا ہے۔

تصوف میں تفریط کے شکار لوگ:۔ اسلام نے روحانیت کا سبق دیا ہے اور روحانی طور پر اعلیٰ مراتب حاصل کرنے کیلئے ذکر و دعا اور عبادت کا تحفہ انسانیت کو دیا ہے۔ فرائض کے علاوہ نوافل کی بھرپور حوصلہ افزائی کی گئی ہے، ہندوؤں اور عیسائیوں کے رہبانیت کے نظام سے متاثر ہو کر مسلمانوں کے ایک گروہ نے روحانیت اور تصوف کے اسلامی نظام میں من گھڑت چیزیں، بدعات اور خرافات کو شامل کر لیا، جس کے سبب تصوف کا نظام بدعات، خرافات اور من گھڑت واقعات کا مجموعہ بن گیا۔ جبکہ دوسری طرف ردعمل کے طور پر ایک دوسرے گروہ نے توحید و سنت کا علم بلند کرنے کے نام پر تصوف میں شامل خرافات کا رد کرنے کی بجائے پورے نظام کو ہی رد کر دیا۔ جس کی بناء پر یہ گروہ تفریط کا شکار ہوا اور ذکر و دعا اور عبادت کی تاثیر سے محروم ہو گیا۔

تصوف ایمان میں تازگی کا سبب:۔ مؤلف نے ”علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف“ کے نام سے جو کاوش کی ہے وہ قابل قدر ہے، علماء اہلحدیث کی روحانیت پر مبنی زندگی کے واقعات پڑھ کر ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

ماضی کی طرح بے شک آج بھی اہل ایمان اور علما اہل حدیث موجود ہیں، جو روحانیت اور تصوف کے جائز حد تک قائل ہیں۔ ایسے لوگ سرمایہ اہلحدیث ہیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ روحانیت کے سلسلہ میں پیش قدمی کی جائے اور مادہ پرستی کے دور میں مسائل میں الجھی ہوئی

قوم کے روحانی مسائل کا مداوی اسلامی روحانی نظام کے مطابق کیا جائے نہ کہ یہ میدان شرک و بدعات کے پھیلنے کیلئے خالی کر دیا جائے۔ ذکر اور دعا کی تاثیر پر ذاتی زندگی کا ایک تجربہ قارئین کی نذر کر رہا ہوں۔

قبولیت دعا کا آنکھوں دیکھا حال:۔ میں چھوٹا مانا نوالہ سے ملحق آبادی 80 مربع میں رہائش پذیر ہوں اور الفرمان گرائمر سکول کے نام سے سکول چلا رہا ہوں۔ مالی مشکلات درپیش ہونے کے سبب سکول کا آغاز ایک چھوٹی سی بلڈنگ میں کیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ سکول نے ترقی کی اور جگہ کم پڑ گئی، اور کشادہ ماحول والی بلڈنگ کی تلاش شروع ہوگئی۔ تلاش و بسیار اور جستجو کے باوجود پوری آبادی میں کرایہ پر مناسب بلڈنگ دستیاب نہ تھی۔ چند ایک مکان سکول کیلئے موزوں تھے مگر مالکان کا بلڈنگ کو کرایہ پر دینے کیلئے رضامند ہونا محال تھا کیونکہ وہ خود اس میں رہائش پذیر تھے۔ مانا نوالہ کے ہی رہائشی ابوانس شہید کے بھائی حافظ عبدالخالق صاحب جو کہ جماعۃ الدعوۃ کے مسئول ہیں ان کی زوجہ محترمہ نے ہماری ہی آبادی میں 80 مربع میں عورتوں کا مدرسہ بنایا ہوا ہے۔

2013ء کے سالانہ امتحان کے رزلٹ کی تقریب میں محترمہ باجی صاحبہ کو مدعو کیا گیا اور تقریب کے آخر میں سکول کے لئے مناسب جگہ کے انتظام کے لئے دعا کا کہا گیا۔ محترمہ باجی صاحبہ نے خلوص کے ساتھ دعا کی تو جو معاملہ مہینوں سے لٹکا ہوا تھا، چند دن بعد حل ہوگیا اور سکول کو ایک شاندار بلڈنگ مناسب کرایہ پر دستیاب ہوگئی۔ اس بلڈنگ کے متعلق کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ یہ بلڈنگ سکول کو مل جائے گی۔

محترمہ باجی صاحبہ مکہ مکرمہ گئی تھیں تو بیت اللہ پر پہلی نظر پڑتے ہی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ یا اللہ میری دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازنا۔ اس مقبول دعا کے نتیجے میں باجی صاحبہ کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے محترمہ باجی صاحبہ کو صحت و عافیت اور امن و ایمان والی لمبی زندگی عطاء فرمائے اور ان سے اپنے دین کا کام لیتا رہے، آمین۔

حصول روحانیت کیلئے کمر بستہ ہو جائیں:۔ قارئین سے التماس ہے کہ وہ اپنے اندر روحانیت کو بیدار کرنے کیلئے کمر بستہ ہو جائیں کیونکہ قرآن وہی ہے۔ اس کی تاثیر بھی وہی ہے علاوہ ازیں دعائیں، اذکار اور عبادات اپنی بھرپور تاثیر کے ساتھ موجود ہیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے روحانی درجے کو بلند سے بلند تر کرنے کی کوشش میں مصروف ہو جائیں۔

روحانیت کے اس سفر میں مؤلف کی کاوش بہترین محرک کا کام دے سکتی ہے قارئین اس کے مطالعہ سے بھرپور استفادہ کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو (آمین)

(محمد اسد اللہ منیر: فاضل جامعہ سلفیہ)

☆☆☆☆☆

روحانیت اور تصوف چھوڑ دینے کا نقصان

(از: محترم رضوان علی بن مقصود علی، ایم فل علوم اسلامیہ)

تبصرہ نگار فاضل درس نظامی ہیں، ایم فل معروف یونیورسٹی سے کیا اور آج کل درس و تدریس کے شعبے سے منسلک ہیں۔

انسان جسم اور روح کا مرکب:۔ " ان الحمدلله والصلوة والسلام علی من لانبی بعده اعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم، ان ناشئة الليل هی اشد وطأواقوم قيلا " (المزمل:۶)

بلاشبہ رات کو اٹھنا (نفس کو) خوب کنٹرول کرتا ہے اور بات کو خوب درست کرنے والا ہے (راست گوئی پیدا کرتا ہے)

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسانوں کی رہنمائی کیلئے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے انبیاء و رسل پر نازل کیا گیا۔

اس حقیقت سے ہر کوئی واقف ہے کہ انسان دو چیزوں، بدن اور روح سے مرکب ہے، تو لا محالہ اسلام بنی نوع انسان کے بدن اور روح ہر دو کی مناسب نشو و نما، درستگی اور حفاظت کا سامان کرتا ہے، اسلام نے جہاں چوری، قتل، زنا اور تہمت و بہتان بازی کی سزائیں مقرر کر کے انسانوں کے جان و مال کو محفوظ کرنے کے اقدامات کیئے، اس کے ساتھ ساتھ انسانیت کے روحانی دشمن ''شیاطین'' کے حملوں سے بچنے اور نفس امارہ پر قابو پانے کیلئے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذکار و وظائف کی کثرت اور ان پر ہمیشگی و دوام کی بار بار تلقین کی ہے اور درحقیقت یہی اصل تصوف اور روحانیت ہے کہ انسان بدن کی نشو و نما کیساتھ ساتھ اپنی روح کے نشو و نما کے لئے بھی محنت و کوشش کرے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام اللیل پر ہمیشگی کرنا اور امت کو اس کی ترغیب دلانا درحقیقت روحانیت ہی کا درس ہے۔

روحانیت اور تزکیہ ایک زندہ حقیقت:۔ معزز قارئین! روحانیت، تزکیۂ نفس اور تطہیر قلب ایسی حقیقت ہیں جن کو ایک لمحہ کیلئے بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ بقول

دل پاک نہیں تو پاک ہو سکتا نہیں انسان
ورنہ ابلیس کو بھی آتے تھے وضو کے فرائض بہت

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ جب تک روحانیت اور تصوف علماء کی توجہ اور التفات کا مرکز رہا اس وقت تک امت راہ راست پر رہی، لیکن! جب حقیقی علماء اور انبیاء کرام و محدثین عظام کے ورثاء نے اس پر توجہ کم کردی تو یہ جوگیوں، نام نہاد عاملوں، چلہ کشوں اور شعبدہ بازوں کے گھناؤنے اور دجل و فریب پر مبنی کاروبار کی نذر ہو گیا۔ انہوں نے اس عظیم میدان میں بلا شرکت غیرے ڈیرے ڈالے اور اس کو دھوکہ دہی کے ذریعے بھاری بھرکم نذرانے ہتھیانے کا ذریعہ بنا لیا۔

ذوق سلیم کی نشاۃ ثانیہ کا ذریعہ:۔ محترم مؤلف کی یہ کتاب علمائے حق میں اس ذوق سلیم کی نشاۃ ثانیہ کے لئے ایک خوبصورت سعی ہے۔ بلاشبہ یہ کتاب ''علمائے اہلحدیث کا ذوق تصوف'' قابل التفات اور اہل علم کی پوری پوری توجہ حاصل کرنے کی حقدار ہے۔

حقیقی تصوف کی علمبردار کتاب:۔ اس کتاب کی دیگر خصوصیات کے ساتھ ساتھ ایک انتہائی اہم اور قابل ذکر خصوصیت یہ ہے کہ مؤلف حفظہ اللہ نے اس کتاب میں سلفی منہج کے حامل اکابرین کی روحانیت اور حقیقی تصوف پر لکھی گئی کتب کی عکس بندی کر کے ان کو اس ضخیم کتاب کا حصہ بنایا اور ان میں سے اکثر وہ کتب ہیں جو عرصہ دراز سے مفقود یا غیر مطبوع چلی آ رہی ہیں۔ تقریباً دو ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل یہ عظیم و ضخیم کتاب، بلا مبالغہ ایک اہم کاوش، علمائے صالحین کی خدمت اور روحانیت و تصوف کے موضوع پر ایک اہم مصدر و مرجع کی حیثیت کی حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کی اس کاوش کو قبول فرمائیں اور ان کی حسن نیت پر ان کو سعادت دارین سے نوازیں۔ آمین۔

(رضوان علی بن مقصود علی: ایم فل علوم اسلامیہ، سبجیکٹ اسپیشلسٹ اسلامیات)

☆☆☆☆☆

ذوق تصوف کا اظہار......قابل ستائش کاوش

(از: مولانا محمد اویس قرنی حفظہ اللہ تعالیٰ، فاضل جامعہ سلفیہ، فیصل آباد)

تبصرہ نگار جامعہ سلفیہ سے فارغ التحصیل ہیں، ایم فل جی، سی یونیورسٹی فیصل آباد سے کیا اور آج کل درس و تدریس کی ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں۔

'' الحمدلله والصلوة والسلام علی رسول الله باسمه تعالیٰ امابعد'' یہ کتاب جس کا عنوان ''علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف'' ہے اس کے مؤلف حکیم محمد طارق محمود چغتائی حفظہ اللہ ہیں علمائے اہل حدیث کے بارے میں مؤلف کی کاوش قابل ستائش ہے اللہ تعالیٰ نیتوں اور مقاصد کو خوب جاننے والا ہے۔

اسلوب کتاب کی تحسین:۔ کتاب کے جس حصے کو میں نے ملاحظہ کیا ہے اس میں انہوں نے اہل حدیث کے اکابرین مثلاً شاہ ولی اللہ

دہلوی رحمہ اللہ اوران کے خاندان کے مزید بزرگوں کا تعارف ان کے اعمال اوراس طرح شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ صوفی عبداللہ رحمہ اللہ اورغزنوی خاندان کے علماء کا تذکرہ اوران کی سوانح حیات ان کے ذکرواعمال اوران کی کرامات کا تذکرہ بڑے اچھے انداز میں کیا ہے۔ الفاظ کا استعمال سادہ ہے اورمناسب جملوں اورپیراگرافوں سے مؤلف نے اس کتاب کومزین کیا ہے اللہ رب العزت حکیم صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اگر چہ کرامات جن کا مؤلف نے تذکرہ کیا ہے ہمارے لیے حجت یا دلیل نہیں بن سکتیں لیکن ان بزرگوں کی ولایت پر دلیل ضرور ہیں۔

آج لوگوں نے تصوف فقط ترک دنیا اورمختلف قسم کے چلے کاٹنے اور ایک مخصوص طرز فکر کو اپنا کر اسکی دعوت دینا ہی سمجھ لیا ہے جبکہ حقیقت میں تصوف تزکیہ نفس، زہدورع، تقویٰ اوردین کی مکمل پیروی کا نام ہے۔

زہد وتقویٰ ہم سب کی ضرورت :۔ ہمارے اسلاف زہدوورع اورتقویٰ کے اعتبار سے ہم سے بہت آگے تھے آج ان کا عمل اور کردار ہمارے لیے مشعل راہ ہے جس کو ہم اپنا کر اپنی زندگیوں میں نکھار پیدا کرسکتے ہیں اوراللہ کے ہاں پسندیدہ بن سکتے ہیں۔ ''ھذا من عندی واللہ اعلم بالصواب''۔ (العبدالفقیر محمد اویس قرنی فاضل، جامعہ سلفیہ فیصل آباد)

☆☆☆☆☆

تجاہل عارفانہ یا تغافل مجرمانہ

(از: مولانا حافظ محمد ذیشان حفظہ اللہ تعالیٰ، وائس چیئر مین فیتھ ایجوکیشن فاؤنڈیشن FEF)

تعارف: تبصرہ نگار ایک دینی اوررفاہی تنظیم کے نائب صدر ہیں اس تنظیم کے تحت ہفتہ وار قرآنی دروس، تجوید القرآن کلاسز، عربی زبان اورفہم قرآن سے متعلقہ کورسز کروائے جاتے ہیں جبکہ رفاہی میدان میں اس تنظیم کا دائرہ کار بلاسود قرضے، مفت عصری تعلیم، قدرتی آفات میں متاثرین تک امداد کی فراہمی، بیواؤں کی کفالت اور مستحق طلبہ کی مالی اعانت تک پھیلا ہوا ہے۔

ذوق تصوف پر آشوب دور میں ٹھنڈی ہوا:۔ ''نحمدہ و نصلی علی رسول اللہ الکریم'' کے بعد عرض ہے کہ محترم حکیم محمد طارق محمود چغتائی صاحب کی کتاب نایاب ''علمائے اہلحدیث کا ذوق تصوف'' کا جستہ جستہ مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ یقین جانیے جیسے جیسے کتاب پڑھتا گیا دل کیف وسرور کی ایک عجیب سی کیفیت سے لبریز حکیم صاحب کی درازعمر اورعلم وعمل کی بڑھوتری کی دعاء میں مگن رہا۔ ایسا موضوع کہ جس سے ہمارے برصغیر کے علمائے اہلحدیث نے تجاہل عارفانہ نہیں بلکہ تغافل مجرمانہ کی روش اختیار کی اور جس طرح ایک اعزاز کو اعتراض بنادیا گیا وہ ایک افسوس ناک امر ہے۔ ایسے نایاب موضوع پر حکیم صاحب کا قلم اٹھانا اس پر آشوب دور میں ایک ٹھنڈی ہوا کے جھونکے سے کم نہیں، مؤلف نے جس محنت، محبت، اخلاص اورعرق ریزی سے مواد جمع کیا ہے اس پر وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔

کتاب کی دیگر خصوصیات :۔ لکھا تو بہت جارہا ہے مگر ایسا بامقصد لکھنا جس سے اولاد آدم کی اصلاح باطن اورموجبِ فلاح دارین ہو تو ایسی تحریر کے کیا کہنے مؤلف نے کتاب کو مفید اورمدلل بنانے کیلئے نہ صرف حوالہ جات کتب کا استعمال کیا ہے بلکہ اکثر مقامات پر مذکورہ کتاب کے صفحے کا عکس ہی پرنٹ کردیا ہے تاکہ کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ آخر میں میری یہ دعاء ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ حکیم صاحب کی اس کاوش کو قبول فرما کر قبولیت عامہ سے نوازے۔ (آمین)

(احقر حافظ محمد ذیشان، وائس چیئر مین فیتھ ایجوکیشن فاؤنڈیشن FEF)

☆☆☆☆☆

تصوف مکارم اخلاق اور روحانی اقدار کے احیاء کا ذریعہ

(از : قاری محمد آصف مدثر حفظہ اللہ تعالیٰ، فیصل آباد)

تعارف: تبصرہ نگار ایک دینی اور رفاہی تنظیم فیتھ ایجوکیشن فاؤنڈیشن میں ناظم تبلیغ کی ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں اس تنظیم کے تحت ہفتہ وار دروس قرآن ، تجوید القرآن کلاسز عربی زبان اور فہم قرآن سے متعلقہ کورسز کروائے جاتے ہیں جبکہ رفاہی میدان میں اس تنظیم کا دائرہ کار بلاسود قرضے مفت عصری تعلیم قدرتی آفات میں متاثرین تک امداد کی فراہمی بیواؤں کی کفالت اور مستحق طلبہ کی مالی اعانت تک پھیلا ہوا ہے ۔

تصوف و تزکیہ باہم مترادفات:۔ انسان کے جملہ اخلاق اور خصلتوں کو بدل ڈالنے والی ایسی روحانی تبدیلی جس کے نتیجے میں انسان مکارم اخلاق اور روحانی اقدار کا پیکر بن جائے تصوف کہلاتی ہیں، اور اس کا دوسرا نام تزکیہ ہے جو نفوس انسانی کو اعلیٰ صفات سے آراستہ کر کے رذائل سے پاک کرتا ہے ۔ یہ وہی احسان ہے جس کو زبان نبوت ﷺ نے اسلام اور ایمان کے بعد ایک خاص درجہ دیا اور ہر صاحب ایمان کیلئے اس کیفیت و مقام کو مطلب گردانا، اس کے شاندار نمونے اور مثالیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی میں نظر آئے جس کے نتیجے میں وہ مثالی معاشرہ وجود میں آیا جس کی مثال پیش کرنے سے تاریخ عاجز ہے اور ایسی عدل پسند حکومت وجود میں آئی جس کی نظر کہیں نہیں ملتی ۔

روحانی طور پر ایسی طاقتور شخصیتیں جو سلوک و تصوف کے جامع کمالات ، تلاوت آیات ، تعلیم کتاب و حکمت اور تزکیہ نفوس کا کام کریں، ان کی ہر دور میں ضرورت رہی ہے اور رہے گی جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نفس و شیطان کی مخالفت اللہ کی راہ میں مجاہدہ اور تجدید عہد کو اپنا شعار بنائیں ۔

قابل قدر کاوش:۔ محترم مصنف کی یہ قابل قدر کاوش دراصل ایسی ہی دردِ دل سے کی گئی ایک سعی ہے جس کا مقصد بھی دین کے اس اسم پہلو کو اجاگر کرنا ہے اور اس کی اہمیت کو واضح کرتا ہے جو شریعت کا فقہ باطن ہے اور الا ماشاء اللہ معطل ہو چکا ہے ۔

(قاری محمد آصف مدثر حفظہ اللہ تعالیٰ، فیصل آباد)

☆☆☆☆☆

تصوف کا حاصل ” الاحسان ان تعبد الله كانك تراه “

(از : حافظ محمد اقبال بن ثناء اللہ حفظہ اللہ ایم اے عربی، اسلامیات)

” الاحسان ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك “ احسان یہ ہے کہ خدا کی عبادت ایسے کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ کیفیت ممکن نہ ہو تو یہ کیفیت بناؤ کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے ۔

اسلام دین فطرت ہے اس میں افراط ہے نہ تفریط اور یہی اس کا حسن ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ” ويضع عنهم اصرهم والاغلل التى كانت عليهم “ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے کندھوں سے بھاری بوجھ اتار کر انہیں شاد کام کر دیا انہیں زنجیروں سے آزاد کر دیا جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے ۔

تصوف اور کیفیت احسان میں کوئی فرق نہیں:۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اسی راستے پر چلایا جو اللہ نے ان کیلئے صراط مستقیم بنایا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن و حکمت کے ساتھ ساتھ ان کا تزکیہ کیا نفرت کی جگہ محنت اور افتراق کی جگہ اعتماد کا سبق دیا ۔ قرآن مجید میں اس طرح اس کا ذکر کیا گیا ” واذكروا نعمة الله عليكم اذ كنتم اعداء فالف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمته اخوانا “ اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی جب تم دشمن تھے اس ذات نے تمہارے دلوں کو ملا دیا اور تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے ۔

جب لوگوں کے دلوں پر دوبارہ زوال اور بگاڑ آنا شروع ہوا ان کے دلوں میں نفرت و کدورت نے جنم لیا تو انکے تزکیہ کیلئے دوبارہ کوشش شروع ہوئی اور اب کی مرتبہ اسے احسان کے نام کی بجائے تصوف کے نام سے جانا گیا۔

فقہ کی طرح تصوف کا نام:۔ تفسیر، حدیث اور فقہ کی طرح اس کا بھی ایک اصطلاحی نام تصوف تجویز کیا گیا اور صوفیاء نے یہ کام کیا انہوں نے لوگوں کے عمل کے ساتھ ساتھ ان کی روح یعنی نیت پر بھی توجہ دی کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا ''انما الاعمال بالنیات'' اعمال کا دارومدار نیت پر ہے بھرپور توجہ دی گئی جبکہ شریعت سے انحراف نہیں کیا بلکہ اس میں توحید، اتباع سنت، تزکیۂ نفس، اتباع دین اور لوگوں سے مل جل کر رہنا اور ساتھ ساتھ جہاد اور تجارت سب کچھ شامل تھا۔ ایک طرف یہ لوگ (صوفیاء کرام) تزکیۂ نفس میں مشغول رہتے اور دوسری طرف تاجر، رات کو تہجد گزار تھے اور دن کو مجاہد، حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے نام سے کون واقف نہیں انہوں نے سال کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہوا تھا، تین مہینے تجارت کرتے تھے، تین مہینے طلباء کو تعلیم دیتے، تین مہینے حج وعمرہ میں صرف کرتے اور باقی تین مہینے اللہ کے راستے میں جہاد کرتے۔

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایک طرف تفسیر، حدیث کی خدمت کی اور دوسری طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر چلتے ہوئے ''ویزکیھم'' پر عمل کیا اور لوگوں کے دلوں کو پاک صاف کیا اور " ویضع عنھم اصرھم '' پر عمل کرتے ہوئے شرک وبدعت اور نفرت و کدورت کے بوجھ اتار دیئے۔

ذوق تصوف ایک کامیاب کوشش:۔ ''علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف'' نامی تالیف دراصل اسی سلسلہ کو زندہ کرنے کی ایک قابل قدر کوشش ہے اللہ رب العزت اس کے مؤلف حکیم محمد طارق محمود چغتائی صاحب حفظہ اللہ کو علم وعمل میں برکت اور دارین کی سعادتوں سے مستفید فرمائے۔ والسلام حافظ محمد اقبال بن ثناءاللہ (ایم اے عربی، اسلامیات)

☆☆☆☆☆

بڑوں کا اخلاق ہم سب کی ضرورت

(از: قاری محمد حنیف عاجز، شرقپور)

نام قاری محمد حنیف عاجز ولد برکت علی قوم رحمانی محلّہ حکیم گڑھی شرقپور ابتدائی تعلیم ناظرہ قرآن مجید طالب حسین صاحب مدرس مدرسہ ام المدارس شرقپور سے حاصل کی اور میٹرک تک تعلیم گورنمنٹ ہائیسٹ سیکنڈری سکول سے پھر گورنمنٹ کالج شرقپور میں داخلہ لیا اور ساتھ ساتھ ترجمہ قرآن مجید بھی مولانا شفیق الرحمٰن خادم صاحب سے پڑھا اسی دوران پنجاب یونیورسٹی میں ملازمت اختیار کر لی۔

مولانا محمد یحییٰ شرقپوری رحمہ اللہ کا حسن اخلاق:۔ ۱۹۹۱ میں میں نے جامعہ مسجد محمدیہ اہلحدیث بڑا اڈا لاریاں شرقپور میں بطور مدرس امام اور خطیب کے فرائض سنبھالے۔ ایک دفعہ سردیوں کا موسم تھا میں صبح اذان سے پہلے مسجد کے قریب ایک حمام میں نہانے کیلئے گیا وہاں ایک اوباش لڑکا کالو شاہ بھی موجود تھا کسی مسئلے پر بات چیت ہوئی اس نے اس وقت شراب پی رکھی تھی نشے میں اس نے میرے ساتھ بڑی بدتمیزی کی اور گندی گالیاں دیں۔ میں نے مسجد میں آ کر اپنے نمازیوں سے اسکا ذکر کیا لیکن کسی نے بھی اس بات پر توجہ نہ دی میں اپنے شیخ مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمہ اللہ سے ملا اور یہ واقعہ بیان کیا اور ساتھ ہی کہا کہ میں کل جمعہ نہیں پڑھاؤں گا کیونکہ میرے ساتھ بدتمیزی ہوئی ہے کسی نے اس کا نوٹس نہیں لیا۔ مولانا نے مسجد سے سرکردہ نمازیوں کو بلایا اور ڈانٹ ڈپٹ کی کہ تمہارا فرض تھا تمہارے خطیب کی اس نے بے عزتی کی ہے تم اسے پوچھتے اور مجھے بلایا اور سمجھایا پھر شیخ صاحب نے اپنی روداد سنائی اور کہا بیٹا میں نے یہاں شرقپور میں اللہ کے دین کیلئے

بڑے دکھ برداشت کیے ہیں یہ تو بات ہی کوئی نہیں صبر کیجئے۔ جب میں شرقپور میں آیا ملک حسن علی BA جامی صاحب مجھے لے کر آئے اس وقت پورے شرقپور میں تقریباً 7,6 آدمی تھے جن کو توحید کی سمجھ تھی یہ مسجد جو آج کل مینار والی مسجد کے نام سے مشہور ہے فرمانے لگے یہ صرف 2 مرلے کی مسجد تھی میں آیا مسجد کی صفائی کی، صفیں نئی لا کر بچھائیں اور اذان و جماعت شروع کر دی۔ ظہر اور عصر کے وقت میں اکیلا ہی نماز پڑھتا اور مغرب کے وقت 7,6 آدمی مسجد میں آتے اور باجماعت نماز ہوتی۔ آہستہ آہستہ میں نے بازار جا کر دکانداروں کو قرآن کا درس دینا شروع کر دیا اور لوگ ساتھ ملتے گئے۔ کچھ حضرات نے اس دوران ایک اوباش قسم کا آدمی جس کا نام الہ بخش تھا اسے اکسایا کہ جو کوئی وہابی کو مارے گا سیدھا جنت میں جائے گا۔ اس نے چاقو لیا اور صبح کی نماز کے بعد مسجد میں آ گیا مولانا صاحب قرآن کا درس دے رہے تھے چند آدمی سننے والے تھے ان میں وہ بھی بیٹھ گیا درس کے بعد کہنے لگا مولوی صاحب ذرا لیٹ جایئے اور مجھے خدمت کا موقع دیں، میں نے بڑا انکار کیا لیکن وہ زبردستی مجھے قندھوں سے دبانے لگا بازو اور ٹانگیں دبائیں میری خوب خدمت کی میری طبیعت بالکل ہلکی اور ہشاش بشاش ہو گئی پھر وہ میرے سامنے بیٹھ گیا اور کہنے لگا مولانا مجھے معاف کر دیجئے۔ میں نے کہا بھائی تو نے کون سا جرم کیا ہے جس کی معافی مانگ رہا ہے؟ اس نے اپنے ازار بند سے چاقو نکالا اور کہنے لگا دیکھئے میں آپ کو قتل کرنے کیلئے آیا تھا آپ کے خلاف مجھے اس طرح بھڑکایا گیا، میری قسمت اچھی تھی میں نے آج پہلی دفعہ قرآن سنا ہے اللہ آپ کو جزائے خیر عطاء فرمائے اس دن سے وہ بڑا امؤدب بن گیا۔

دعا کرتے ہی اسباب بن جانا:۔ مولانا محمد یحییٰ شرقپوری رحمہ اللہ فرماتے تھے مسجد بن رہی تھی میرے ایک دوست نے مجھے کہا لاہور ایک مخیرّ آدمی ہے اس کے پاس جاتے ہیں وہ مسجد کے سلسلے میں تعاون ضرور کرے گا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ میرا دل نہیں چاہ رہا تھا لیکن اس کے اصرار پر میں اس کے ساتھ چلا گیا جب لاہور اس کے گھر گئے تو اس نے بڑا مایوس کن جواب دیا اور ہم واپس آ گئے۔ مسجد کا کام رک گیا تھا، گرمیوں کا موسم تھا دوپہر 12 بجے کے بعد میں نے وضو کیا اور اپنے مکان کی چھت پر دھوپ میں جا کر نماز کی نیت باندھی دو رکعت نماز پڑھی لمبا قیام رکوع اور سجدے کیے اللہ سے رو کر دعا کی کہ یا اللہ یہ تیرا گھر ہے تو نے ہی اسے پایہ تکمیل تک پہنچانا ہے آئندہ میں شہر شرقپور سے باہر جا کر کسی سے سوال نہیں کرونگا اللہ کے سامنے گڑگڑایا، رویا، نماز سے فارغ ہوا ہی تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے نیچے آ کر دروازہ کھولا ایک آدمی کھڑا تھا اسے اندر بلایا اس نے پوچھا کہ مولانا مسجد کا کام کیوں رکا ہوا ہے، میں نے کہا جو فنڈ جمع تھا وہ ختم ہو گیا ہے اللہ دے گا پھر شروع کر دینگے، مجھے یاد نہیں کہ مولانا نے شاید 10000 روپے کا بتایا جو اس آدمی نے دیے کہ مولانا کام شروع کریں میں پھر آؤں گا۔ مولانا فرماتے ہیں میں نے پوچھا آپ کا نام پتہ اس نے کہا کہ میرا نام کچھ نہیں اور نہ ہی آپ نے میرے بارے کسی سے ذکر کرنا ہے۔

مثالی تقویٰ ہم سب کیلئے:۔ اس طرح کا ایک اور واقعہ مولانا نے ہمیں سنایا، مولانا نے ایک دفعہ بتایا کہ کچھ حضرات میرے قتل کے درپے تھے ایک دفعہ میں تین دن تک اپنے گھر میں ہی نماز پڑھتا رہا وہ نیچے قتل کرنے کیلئے ہتھیار لے کر بیٹھے رہے اور آپ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ آپ نے تہجد کی نماز کبھی نہیں چھوڑی تھی بیمار ہو گئے تو پھر کبھی پڑھتے کبھی رہ جاتی میں تو کہوں گا کہ مولانا کے تقویٰ کا نتیجہ ہے کہ ان کی اولاد آج ملک پاکستان میں بھی اور بیرون ملک بھی دین کی خدمت میں مصروف ہے اور یہ تقویٰ صرف مولانا کا ہی نہیں ان کی اہلیہ بھی اس میں شریک ہیں۔ حافظ نعیم الرحمٰن صاحب نے اپنی والدہ کی وفات پر تحصیل والی گراؤنڈ میں روتے ہوئے بتایا تھا کہ ہماری والدہ ہمیں کہا کرتی تھیں کہ بیٹا میں نے آپ سارے بھائیوں کو وضو کے بغیر کبھی دودھ نہیں پلایا ان کے تقویٰ اور پرہیز گاری کا نتیجہ ہے کہ آج ان کی اولا دلوگوں کے سامنے ایک نمونہ ہے۔ حضرت مولانا محمد یحییٰ رحمہ اللہ کے 6 بیٹے ہیں بیٹی کوئی نہیں سب سے بڑے بیٹے حافظ مسعود عالم صاحب حفظہ اللہ، نمبر دو پروفیسر محمود الحسن بزمی، نمبر تین حافظ محمد داؤد، نمبر چار حافظ حمود الرحمٰن، نمبر پانچ حافظ زکریا سعود، نمبر چھ حافظ پروفیسر نعیم الرحمٰن صاحب جو کہ آج کل مدینہ یونیورسٹی میں بطور استاد تعینات ہیں۔ یہ تمام سعادتیں میرا خیال ہے کہ حضرت مولانا صاحب کا دینی لگاؤ اللہ سے اور اس کے دین سے محبت اور پیار کا ثبوت ہیں۔

دعا کرتے ہی اہلیہ کا شفاء پا جانا:۔ غالباً 1998ء میں میری بیوی بیمار ہوگئی اور اس حالت میں 7 دن تک سو نہ سکی مولانا میرے ساتھ بڑی شفقت فرمایا کرتے تھے ایک مسجد میں مجھے کہنے لگے بیٹا آپ کچھ پریشان دکھائی دے رہے ہیں میں نے وجہ بتائی تو اسی وقت میرے گھر تشریف لائے اور میری اہلیہ کو دم کیا اور شفاء کیلئے دعا فرمائی اور ساتھ ہی تسلی دی کہ بیٹا یہ بیماریاں اور پریشانی انسان کے گناہوں کا کفارہ بنتی ہیں اللہ بیماری دے کے انسان کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں اللہ شفاء دے گا دعا فرمائی اور چلے گئے۔ اگلی رات میری بیوی بڑے آرام سے ساری رات سوئی اور اللہ نے شفاء بھی عطا فرمائی۔

حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ صاحب کرامت بزرگ:۔ حضرت مولانا حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ تین بھائی تھے بڑے بھائی شادی کے بعد فوت ہوگئے دوسرے نمبر پر حافظ صاحب اور انکے تیسرے بھائی محمد بشیر ابھی زندہ ہیں۔ حافظ صاحب کا نام جو والدین نے رکھا وہ محمد شفیع تھا۔ وہ میری ساس کے ماموں کے بیٹے تھے میرے سسر نے بتایا کہ میں شادی کے چند روز بعد اپنی بیوی کے ہمراہ حافظ صاحب کے گھر گیا اور انکے والد نے کہا بیٹا رحمت اللہ یہ سکول پڑھنے کیلئے نہیں جاتا اسے کچھ سمجھاؤ میں نے بھی سمجھایا منت سماجت کی مگر محمد شفیع نہ مانا اور کہا ماسٹر صاحب نے مجھے مارا ہے میں پڑھنے نہیں جاؤں گا میں نے کہا ماموں جان اس کو دینی تعلیم کیلئے مدرسے میں داخل کروا دو تو میرے مشورے کے مطابق ماموں جان جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں لے گئے استاد جی نے پوچھا بیٹا نام کیا ہے تو عرض کی میرا نام محمد شفیع ہے انہوں نے کہا محمد شفیع نہیں آج کے بعد تیرا نام عبدالمنان ہوگا۔

بہر حال حافظ صاحب نے جامعہ محمدیہ سے قرآن حفظ کیا پھر اس کے بعد درس نظامی کی کتابیں پڑھیں اللہ پاک نے انہیں مثالی حافظہ دیا ہوا تھا۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ جامعہ میں جمعہ کا خطبہ دیا کرتے تھے ایک دفعہ مخالفین نے سلفی صاحب کے خلاف تھانے میں رپٹ درج کروائی کہ سلفی صاحب نے اپنی تقریر میں یہ کہا ہے وہ کہا ہے...... پولیس آ گئی۔ سلفی صاحب نے کہا عبدالمنان کو بلاؤ یہ میری ٹیپ ریکارڈر ہے سلفی صاحب نے کہا بیٹا ان کو میری جمعہ کی تقریر سناؤ یہ میرے اوپر الزام لگا رہے ہیں کہ سلفی نے یہ کچھ کہا ہے حافظ صاحب نے لفظ بالفظ ساری تقریر پولیس والوں کو سنا دی۔

دعا کرتے ہی گاڑی مل جانا (کرامت):۔ حافظ صاحب درس نظامی سے فارغ ہونے کے بعد جامعہ محمدیہ میں ہی بطور استاد حدیث پڑھانے لگے حافظ صاحب کا اللہ پر توکل اس طرح تھا کہ ایک دفعہ رمضان کے مہینے میں گجرانوالہ میں ہی کسی مسجد میں درس قرآن کے لیے گئے مدرسے کی طرف سے گاڑی ملی ہوئی تھی کہیں آنے جانے کیلئے درس قرآن سے فارغ ہوئے باہر نکلے تو گاڑی غائب تھی ساتھیوں نے کہا حافظ صاحب تھانے اطلاع کر دیں رپٹ درج کروا دیں حافظ صاحب نے فرمایا ٹھہرو رپٹ درج کرواتا ہوں واپس مسجد میں گئے دو رکعت نفل پڑھے اللہ سے دعا کی باہر آئے تو کچھ دیر بعد حافظ آباد سے فون آ گیا کہ حافظ صاحب آپ کی گاڑی تھانے میں کھڑی ہے خود آئیں گے یا ہم بھیج دیں یہ حضرت حافظ صاحب کی کرامت سمجھ لیں یا اللہ پر توکل اور بھروسہ۔

ہوائی جہاز کا رک جانا (کرامت):۔ ایک دفعہ حافظ مسعود عالم صاحب اور حافظ عبدالمنان صاحب نے درس قرآن کیلئے کراچی جانا تھا۔ ائیر پورٹ پر پہنچے مغرب کا وقت تھا، مسجد میں گئے قضاء حاجت سے فارغ ہو کر مسجد میں وضو کیا اور ادھر اذان ہوگئی، ڈرائیور آیا کہ حافظ صاحب جہاز بالکل تیار ہے جلدی آ جائیں حافظ صاحب نے فرمایا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ جب اذان ہو جائے اور تم مسجد میں ہو تو نماز پڑھنے کے بغیر نہ جاؤ لہٰذا میں تو نماز پڑھ کر آؤں گا جہاز جاتا ہے تو جائے۔ حافظ صاحب نماز پڑھ کر گئے تو جہاز کسی وجہ سے ایک گھنٹہ لیٹ تھا پھر اسی جہاز میں بیٹھے اور کراچی گئے۔

نامحرموں سے اجتناب:۔ تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ آپ نے کبھی اپنی تصویر نہیں اتروائی تھی ایک دفعہ میں نے شرقپور اپنے بیٹے (احتشام الٰہی ظہیر) کی شادی پر دعوت دی نہ آ سکے شادی کے بعد ایک دفعہ پھر رابطہ کیا فرمانے لگے چلو میں آپ کا شکوہ دور کر دوں گا اور ساتھ ہی وعدہ

دے دیا ہم نے کہا کہ درس قرآن بھی ہو جائے کہنے لگے ٹھیک، میں بھی آؤں گا آپ کی مامی بھی آئے گی، ہم نے اشتہار کی بات کی تو فرمایا اشتہار پر صرف حافظ عبدالمنان نور پوری لکھنا ہے تیسرا کوئی لفظ نہ ہو۔ جامع مسجد مینار والی میں عشاء کی نماز کے بعد فوراً خود ہی منبر پر تشریف فرما ہوئے گفتگو کے آغاز میں فرمانے لگے کہ کوئی دوست یا بزرگ موبائل پر میری تصویر نہ بنائے اگر کوئی ایسا کرے گا تو کل قیامت والے دن میں بری ذمہ ہوں، درس قرآن کے بعد گھر آئے کھانا کھانے کیلئے بیٹھ گئے ایک عورت آئی کہنے لگی بابا جی سے ملنا ہے۔ کہنے لگی حافظ صاحب شفقت کا ہاتھ پھیر دیں اور اس نے سر آگے کر دیا۔ حافظ صاحب فرمانے لگے شریعت نے غیر محرم سے چہرہ چھپانے کا حکم دیا تو ہاتھ لگوا رہی ہے۔ یعنی اتنا تقویٰ تھا اور یہ چیز ان میں خاندانی چلی آ رہی تھی۔

دوران سفر ایک حیرت انگیز کرامت:۔ حافظ صاحب کے دادا جان کا واقعہ ہے وہ گھوڑے پر گھاس لادے ہوئے گھر کو آ رہے تھے تین آدمی پولیس والے تھے کہنے لگے بابا جی کدھر جانا ہے کہنے لگے یہ سامنے بستی نور پور جانا ہے انہوں نے کہا بابا نیچے اتر ہم تھکے ہوئے ہیں گھوڑا ہمیں دے۔ کہا بیٹا لے لو تم ہمارے مہمان ہو تم بیٹھ جاؤ میں پیدل آ جاؤں گا پولیس والے گھوڑے پر بیٹھ گئے اور گھاس بابا جی کے سر پر رکھ دیا تھوڑی دور گئے پولیس والوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا کہ گھاس بابا جی کے سر سے دو فٹ اوپر اور بابا جی نیچے چل رہے ہیں وہ گھوڑے سے نیچے اترے اور بابا جی کے قدموں میں پڑ گئے کہ بابا جی ہمیں معاف کر دو اور اپنی سواری لو ہم آپ کو خود سواری پر بٹھاتے ہیں۔ میں نے پہلی دفعہ حضرت حافظ صاحب کی زیارت اس وقت کی جب میری اہلیہ کی تائی فوت ہوئی حافظ صاحب تشریف لائے اور نماز جنازہ حافظ صاحب نے پڑھائی چہرہ بڑا پر نور اور پر وقار تھا اور پھر آپ کی شخصیت کا اندازتب ہوا جب حافظ صاحب کے جنازہ کیلئے گوجرانوالہ گئے اس سے پہلے بھی جنازے دیکھے تھے حافظ محمد عبداللہ اور مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمہما اللہ اور مولانا محمد شریف الہ آبادی اور حافظ محمد یحییٰ میر محمدی رحمہما اللہ کے جنازے بھی دیکھے تھے لیکن جب حضرت حافظ رحمہ اللہ کا جنازہ دیکھا تو پتہ چلا کہ حافظ صاحب کتنی عظیم شخصیت تھے اتنا بڑا جنازہ آج تک نہیں دیکھا تھا۔

عارف باللہ مستجاب الدعا صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ (ماموں کانجن)

قید خانے سے غیبی خلاصی کے اسباب (کرامت):۔ مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمہ اللہ کے بیٹے مولانا عطاء الرحمٰن رحمہ اللہ نے کتاب ”والدی و مشفقی“ میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ والد محترم ختم نبوت کی تحریک کے ایام میں کراچی کانفرنس پر گئے ختم نبوت کے حوالہ سے خطاب فرمایا تو مولانا کے خلاف مقدمہ درج ہو گیا۔ جج احمدی تھا اور بڑا سخت تھا مولانا کو جیل میں بند کر دیا گیا، مولانا عطاء الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں ہمیں پتہ چلا میں گیا اور بڑی محنت اور کوشش کے بعد والد گرامی کو مہینے ڈیڑھ مہینے کے بعد رہائی ملی ضمانت پر جج نے تاریخ دے دی۔ مولانا کو کسی نے بتایا کہ آپ بابا جی صوفی عبداللہ صاحب کے پاس جائیں اور ان سے دعا کروائیں، مولانا گئے بابا جی کے پاس لوگ کافی تعداد میں بیٹھے ہوئے تھے کافی گھنٹے بیٹھنے کے بعد مولانا کی باری آئی تو مولانا نے اپنا مدعا پیش کیا، بابا جی فرمانے لگے بیٹا رات مسجد میں ٹھہریں اور غالباً تہجد کے وقت کا ٹائم دیا۔ شیخوپوری صاحب فرماتے ہیں میں ساری رات نہ سویا کہ اگر سو گیا تو یہ نہ ہو کہ جاگ نہ آئے اور وقت ہاتھ سے نکل جائے میں نے دیکھا تہجد کے وقت بھی کافی لوگ دعا کروانے کیلئے موجود ہیں دوسرے لوگوں کیلئے دعا فرماتے رہے میری باری آئی تو بابا جی نے ہاتھ اٹھائے اور اللہ کی بارگاہ میں عرض کرنے لگے یا اللہ اس نوجوان نے تیری رضا کیلئے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بیان کی ہے اللہ اسکی دستگیری فرما، مولانا فرماتے ہیں بابا جی نے اس طرح دعا فرمائی گویا کہ اپنے رب سے جھگڑ کر مانگ رہے ہیں دعا کے بعد فرمایا بیٹا جاؤ اللہ کرم فرمائے گا۔ غالباً تیسرے دن تاریخ تھی مولانا تاریخ پر گئے کیا دیکھا وہ جج عدالت سے باہر آ کر مولانا کا استقبال کر رہا ہے اور مولانا کو بری کر دیا اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ وہ جج بھی مسلمان ہو گیا۔

مصلیٰ کے نیچے ضرورت کے پیسے آجانا:۔ مولانا شیخ محمد سعید الفت رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں شعروں میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ مدرسہ اور مسجد کا کام ہو رہا تھا مستری اور مزدور لگے ہوئے تھے۔ غالباً جمعرات والے دن اساتذہ، مستری اور مزدور اپنی تنخواہیں اور مزدوری لینے کے لئے آ گئے بابا جی فرمانے لگے کہ آج پیسے نہیں ہیں کل آجانا، رات کو اٹھے اور ایک طالب علم بیان کرتا ہے کہ میں نے دیکھا بابا جی تہجد کیوقت دعا کر رہے ہیں کہ یا اللہ یہ میرا ذاتی کام نہیں یہ تیرا گھر ہے اور تیرے دین کا کام ہے میں کہاں سے ان کو پیسے دوں میرے پاس تو کوئی نہیں اگر تو اپنے دین کا کام چلانا چاہتا ہے تو مجھے پیسے دے میں کہاں سے دوں اس طرح اللہ سے مانگ رہے ہیں جیسے کوئی کسی سے جھگڑ رہا ہو، صبح ہوئی مصلے پر بیٹھے ہوئے آواز دی کہ بلاؤ اساتذہ، مستری اور مزدوروں کو مصلے اٹھایا اور سب کو ان کی مزدوری دی۔

شیخ القرآن مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمہ اللہ

مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمہ اللہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ ایک زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے والد کا نام چوہدری بلند خان تھا یہ ان کے اکلوتے بیٹے تھے۔ دادا جان نے اپنے ایک دوست کے کہنے پر اہلحدیث مدرسے میں دینی تعلیم حاصل کرنے کیلئے داخل کروادیا، ہندوستان میں بوہلیاں والا کے نام سے ایک بستی میں رہتے تھے 13 سال کی عمر میں شادی کر دی گئی ہاتھوں پر مہندی لگی ہوئی تھی مدرسے میں گئے تو دوسرے بچے مذاق کرتے کہ دیکھو پینڈو دین سیکھن آیا اے۔

آپ کے دادا جان بڑے خوش تھے کہ میرا پوتا پڑھ رہا ہے ابھی ایک یا ڈیڑھ سال مدرسے میں جاتے ہوئے گزرا تھا کہ گاؤں والی مسجد کے مولوی صاحب نہیں تھے جمعۃ المبارک کا دن تھا نمازی پریشان تھے کہ جمعہ کون پڑھائے۔ مولانا منبر پر بیٹھ گئے اور اپنی پرسوز آواز میں مختصر سی تقریر کی لوگ سن کر جھوم رہے تھے اور دادا جان کی خوشی کی انتہاء ہوگئی۔ جمعہ کے بعد لوگوں نے مبارکبادیں دیں۔ اب تو مولانا جب مدرسے سے چھٹی گزارنے کے لئے گھر آتے دادا جان قریب کسی نہ کسی بستی میں لے جاتے کہ بیٹا ان کو وعظ سناؤ اور مولانا دادا جان کے حکم پر تقریر کرتے بس تھوڑے ہی عرصہ میں پورے علاقہ میں جانے پہچانے گئے۔ بس پھر تعلیم کے ساتھ ساتھ خطابت بھی ایسی چمکی کہ خطیب پاکستان کے نام سے مشہور ہوئے ملک کے طول وعرض میں تقریریں کیں اور مولانا کا خطاب ایسا پر اثر ہوتا تھا کہ سامعین پر جادو کی طرح اثر انداز ہوتا تھا۔

ہمارے شرقپور کا غالباً 1975ء کا واقعہ ہے جامع مسجد مولوی محمد شفیع والی میں میرے استاد محترم مولانا شفیق الرحمٰن خادم رحمہ اللہ خطیب تھے مولانا محمد یحیٰ رحمہ اللہ کی صدارت میں جلسہ ہوا، سٹیج مسجد کے باہر لگایا گیا سٹیج کا رخ بازار کی طرف تھا جلسہ شروع ہوا تلاوت کلام پاک کے بعد حافظ نعیم الرحمٰن صاحب نے مولانا ابراہیم خادم مرحوم کی ایک نظم پڑھی اس وقت حافظ نعیم الرحمٰن صاحب 7,5 سال کے بچے تھے انکے بعد شیخ محمد سعید الفت فیصل آبادی رحمہ اللہ نے ایک نظم پڑھی۔ بہر حال دیگر خطابات کے بعد حضرت شیخ القرآن کا خطاب شروع ہوا میری آنکھوں کے سامنے آج بھی وہ منظر آتا ہے ملکانے دروازے کے باہر آٹے والی چکی جواب بھی ہے اس کے تھڑے پر ہمارے محلے کا دکاندار جس کی کریانے کی دکان ساتھ ہی تھی۔ محمد صدیق ٹوپی مرحوم، دوسرا میرا چچازاد بھائی محمد شریف اور تیسرا حاجی امیر علی بولا یہ تینوں تھڑے پر بیٹھے ہوئے تھے جب مولانا قرآن کی آیت پڑھتے تو یہ جھومتے اور شعر سن کر بھی ان کی کیفیت یہی ہوتی اور جب مولانا پنجابی میں کوئی مثال پیش کرتے تو ہنستے۔ رات کو خطاب سنا اور صبح میرا چچازاد بھائی محمد شریف رحمہ اللہ جو کہ عرس پر آٹا گوندھا کرتا اور 9 مارچ کو جو جماعت آتی ہے اس کے ساتھ ننگے پاؤں شیر گڑھ جاتا اور میرے بڑے بھائی سے اکثر بحث کیا کرتا کہنے لگا رات اللہ کا قرآن سنا دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوگیا۔ مولانا کی یہ تقریر سن کر اہل حدیث ہوگیا پھر جب کبھی کوئی مسلک کی بات ہوتی تو کھل کر حق کی بات کرتا اور مجھے کہا کرتا تھا کہ مولانا شیخوپوری رحمہ اللہ کی تقریر علاقے میں کہیں بھی ہو مجھے ضرور ساتھ لے کر جانا۔

مولانا نذیر احمد سبحانی صاحب نے ہمیں یہ واقعہ سنایا غالباً قصور کے علاقہ میں کسی بستی کے نوجوان نے مولانا شیخوپوری رحمہ اللہ کی ایک

تقریر سنی پھر چند کیسٹیں حاصل کیں سنتا رہا، ذہن کے دریچے کھل گئے، نمازی بن گیا اس کے دوستوں نے اس کے والد کو کہا کہ چودھری صاحب تمہارا بیٹا تو وہابی ہو گیا ہے اس نے بیٹے کو بلایا اور پوچھا، اس نے کہا ہاں ابا جان یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں وہ اپنی بستی کا چودھری تھا اور مالدار آدمی تھا، کہنے لگا: پتر واسے گولی مار دو قتل کر دو۔ بیٹا کہنے لگا ابو جی مجھے مروا دینا میرا کوئی انکار نہیں لیکن میری ایک آخری خواہش وہ پوری کر دو پوچھا وہ کیا اس نے کہا مجھے ایک جلسہ کروا لینے دو باپ نے اجازت دے دی۔ اس نے مولانا شیخو پوری سے وعدہ لیا اور اپنے حالات نہ بتائے موقع آیا مغرب کے بعد حضرت شیخ القرآن کا خطاب ہوا اس مسجد کا مولوی تقریر کے دوران اٹھا اور کہنے لگا لوگو یہ مولوی وہابی ہے بے ایمان ہے وغیرہ وغیرہ، چودھری نے مولوی کو بٹھایا مولانا شیخو پوری صاحب نے فرمایا چودھری صاحب عشاء کے بعد تقریر ہوگی، مولوی صاحب کو بھی بٹھاؤ یہ میرا پستول ہے آپ کو دیتا ہوں تقریر میں کروں گا اگر قرآن وحدیث کے خلاف کوئی بات کہوں مجھے گولی مار دینا۔ چودھری صاحب نے اعلان کر دیا کہ عشاء کی نماز کے بعد کوئی آدمی نہ جائے تقریر ہوگی بلکہ پوری بستی میں کوئی بندہ گھر نہ رہے سب جلسے میں آؤ اور خطاب سنو۔ مولانا نے عشاء کی نماز کے بعد عظمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان پر خطاب فرمایا ساتھ ساتھ مسلک اہلحدیث کی دعوت اور عقیدہ بیان کیا تقریر کے بعد چودھری اٹھا اور کہنے لگا لوگو اگر یہ مولوی وہابی ہے تو اس بستی میں سب سے پہلا وہابی میں ہوں اور اس مولوی کو کہا کہ مولوی صاحب نکل جاؤ ہماری مسجد اور بستی سے تو نے ساری عمر ہمارا مال بھی کھایا اور ایمان بھی برباد کیا اور حضرت شیخ القرآن کو کہا مولوی آپ ہمیں لا کر دیں پھر مولانا صاحب نے ان کے لیے امام اور خطیب کا انتظام کیا پھر ہر سال اس بستی میں تقریر کیلئے جاتے۔ مولانا شیخو پوری کے واقعات تو بڑے ہیں کیونکہ ہمارا ان سے بڑا تعلق رہا ہے میرے سسر مولانا کے منہ بولے بھائی بنے ہوئے تھے اور میرا نکاح بھی بلکہ میری 5 سالیوں کا نکاح بھی مولانا نے پڑھایا تھا بس اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ (قاری محمد حنیف عاجز شرقپوری: ملاقات ڈاکٹر محمد عثمان سلفی)

☆☆☆☆☆

بزرگوں کی روحانی قوت

(از: حافظ محمد اسامہ یاسر صاحب، قلعہ میہاں سنگھ)

ابتدائیہ:۔ حافظ محمد اسامہ یاسر صاحب مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ (قلعہ میہاں سنگھ والے) کے پڑپوتے کے بیٹے ہیں۔ اپنے بزرگوں کی مسجد میں ہی امامت کرواتے ہیں، سینے میں نہایت غمگین دل رکھتے ہیں کہ ہم اہل حدیثوں نے اپنا راستہ کیوں چھوڑ دیا، مورخہ 13-05-03 بروز جمعہ کو ان کے ساتھ انکی مسجد جامع مسجد رحمانیہ اہل حدیث قلعہ میہاں سنگھ میں ہی ملاقات ہوئی جس میں انہوں نے درج ذیل گفتگو بہت درد بھرے لہجے میں کی۔ اس ملاقات کے دوران انکے تایازاد بھائی ارشد صاحب بھی موجود تھے، تفصیل درج ذیل ہے۔

ہم میں اور اہل اللہ میں فرق:۔ ہمارے بزرگ مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ کے پاس جو کوئی بھی صرف 15/10 منٹ کے لئے بھی بیٹھ جاتا تو ساری عمر اس کی تہجد نہیں چھوٹتی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ پہلے علماء اپنے دلوں پر محنت کیا کرتے تھے، وہ ہر پل ہر سانس ذکر کرتے رہتے تھے، آج ہم کہاں یہ سب کرتے ہیں۔ ہماری مثال تو ایسے ہے جیسے بجھا ہوا چراغ ہوتا ہے جو نہ خود روشن ہوتا ہے نہ کسی اور کو روشن کر سکتا ہے۔

اللہ والوں کی زبان کی تاثیر:۔ اللہ والوں سے پوچھ پوچھ کر چلنا چاہیے، کسی اللہ والے کے پاس ایک بندہ آ کر کہنے لگا کہ حضرت میں قرآن کی تلاوت کرنا چاہتا ہوں، فرمایا پہلے تجھے ہم اللہ تعالیٰ کا ایک نام دیتے ہیں اس کا ذکر ہر وقت کیا کر پھر بتانا چند دن بعد جب وہ بندہ دوبارہ آیا تو ان اللہ والوں نے فرمایا کہ اب تو قرآن پڑھ لیا کر، اب جو اس نے قرآن پڑھنا شروع کیا تو واقعی قرآن کی تلاوت کا اس پر اثر ہوا، اور وہ کہتا تھا کہ حضرت اب تو مجھے قرآن کے سارے الفاظ کے اندر واقعی ایک نور نظر آتا ہے جو میرے اندر اترتا ہے۔

ہماری بے ادبی اور محرومی کی چند مثالیں:۔ آج ہم پر قرآن کا اثر کیوں نہیں ہوتا......!! ہمارا تو یہ حال ہے کہ ہم جتنی مرضی تلاوت

کرلیں ہم پر کوئی اثر نہیں ہوتا، اس کی وجہ یہی ہے کہ دلوں پہ زنگ جما ہوا ہے جسے پہلے دور ہی نہیں کیا جاتا۔ ایک اللہ والے فرمایا کرتے تھے کہ مجھ سے ساری عمر مکمل سورۃ زلزال نہیں پڑھی گئی، جونہی پڑھنا شروع کرتا ہوں قیامت کی ہولنا کیوں کے خوف سے غشی آجاتی ہے اور میں بے ہوش ہو جاتا ہوں۔ لیکن ہمارا تو یہ حال ہوا پڑا ہے کہ رمضان میں بھی اور غیر رمضان میں بھی ہمارے حافظ صاحب سورۃ فاتحہ سے لیکر سورۃ الناس تک سارا قرآن پڑھ جاتے ہیں، لیکن نہ پڑھنے والے کو قرآن کا نور حاصل ہوتا ہے نہ سننے والوں کو ہی کچھ فائدہ ہوتا ہے، قرآن تو ہمارے سامنے ہوتا ہے لیکن دلوں میں نہیں اترتا، اللہ معاف فرمائے میں نے اکثر ایسا بھی ہوتے دیکھا کہ قرآن اور حدیث کی کتابیں سامنے کھول کر لوگ لایعنی گفتگو میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

میرے والد صاحب کی نصیحت: میرے والد صاحب مولانا حمید اللہ سدید حفظہ اللہ نے جب مجھے گوجرانوالہ کے مدرسے میں داخل کروایا تو نصیحت فرمائی کہ دیکھ تو نے علم صرف اس نیت سے حاصل کرنا ہے کہ اللہ راضی ہو جائے بس۔ حضرت نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ نے 7 سالہ درس نظامی کا کورس متعارف کروایا تھا، ان کے مدرسے میں بہت سے طالبعلم علم حاصل کرنے آئے ہوئے تھے ایک دن انہوں نے سوچا کہ دیکھا تو جائے کہ طالب علموں پر پڑھے ہوئے علم کا کتنا اثر ہو رہا ہے، اس کے لئے وہ مختلف طالب علموں کے پاس گئے اور جا کر پوچھا بیٹا تم یہ علم کیوں حاصل کر رہے ہو۔ کسی نے جواب دیا کہ میرا باپ مولوی ہے میں بھی علم حاصل کر کے مولوی لگ جاؤں گا، کسی نے کسی نے کہا میرا باپ مفتی ہے میں بھی اس کی مسند پہ بیٹھنا چاہتا ہوں (غرض کہ کسی نے علامہ احسان الٰہی ظہیر احمد اور کسی نے علامہ یزدانی رحمہما اللہ بننے کی خواہش ظاہر کی) جب شیخ نظام الدین رحمہ اللہ نے یہ سنا تو بہت رنجیدہ خاطر ہوئے اور فرمایا کہ یہ مدرسہ بند کردو ہمیں علم پڑھانے کا کوئی فائدہ نہیں ہو رہا، لیکن اسی دوران ایک ایسا طالب علم بھی دیکھا جو پورے انہماک سے پڑھنے میں مصروف تھا شیخ رحمہ اللہ نے جا کر اس سے بھی یہی سوال پوچھا کہ علم کیوں پڑھ رہے ہو؟ تو وہ جواب میں کہنے لگا میں تو صرف اس لئے پڑھ رہا ہوں کہ میرا اللہ راضی ہو جائے مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔ شیخ نے فوراً اپنا حکم واپس لیتے ہوئے فرمایا کہ یہ مدرسہ تب تک جاری رکھو جب تک اس طالب علم کی تکمیل نہیں ہو جاتی۔

نماز میں کیفیت احسان کا دوسروں پر اثر:۔ مولانا سید محمد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ وہ کھڑے سری نماز پڑھا رہے تھے کہ پیچھے کھڑے سارے نمازیوں پر کیفیت احسان طاری ہوگئی اور سارے کا سارا مجمع رونے لگا، حالانکہ یہ جہری نماز نہیں تھی جس میں قرآن سن کر یہ کیفیت بنتی ہے۔ یہ تو ان کی سری نماز کی تاثیر تھی۔ شیخ الکل سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ عبداللہ حدیث مجھ سے پڑھ گیا اور نماز پڑھنا مجھے سکھا گیا۔

جب باطنی آنکھ کھلتی ہے......:۔ انسان جب کثرت سے اللہ کا ذکر کرے تو اس کے دل کا زنگ اتر ہی جاتا ہے جس طرح اگر ایک گاڑی ساری رات گیراج میں کھڑی رہے تو بھی اس کے شیشے پر صبح کے وقت ہلکی سی دھند چھائی ہوتی ہے یہی حالت ہمارے دل کی ہے جس پر دنیاوی میل چڑھ جاتی ہے اور پھر دل بیمار ہو جاتا ہے، مگر جب اسے ذکر کے ذریعے صاف کیا جائے تو یہ مجلّٰی و مصفّٰی بن جاتا ہے اور پھر جب باطنی آنکھ کھل جاتی ہے تو ذکر کرتے ہوئے مزہ آتا ہے، پھر دورد شریف پڑھنے کو دل کرتا ہے پھر دین پہ چلنا آسان دکھائی دیتا ہے اور جب باطنی آنکھ کھلتی ہے تو پھر مراقبے میں انسان کو ہر چیز، ہر ذرہ ذرہ ذکر کرتا ہوا اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہوا دکھائی اور سنائی دیتا ہے، یہ دیکھ کر انسان کو خود پر مزید ندامت ہوتی ہے کہ یہ بے جان ذرات جب ہر وقت اللہ کا ذکر کر رہے ہیں تو پھر میں تو اشرف المخلوقات ہوں اس مقام پر ہوتے ہوئے بھی میں ان چیزوں سے کتنا گرا ہوا ہوں۔

ذکر خفی اور مراقبے کا کمال:۔ پیارے آقا سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے تو 1400 سال پہلے ہی نشاندہی فرما دی تھی یہ فرماتے ہوئے "الاوھی القلب" کہ اگر دل بگڑ جائے تو سارا نظام بگڑ جاتا ہے لہٰذا دلوں پر محنت کرو، مراقبے کا ثبوت بھی اس قرآنی آیت سے ملتا ہے "واذکر ربك فی نفسك" کہ رب کا ذکر دل میں کرو۔ یوں فرمایا کہ ذکر خفی یعنی قلب کا ذکر زبان کے ذکر سے 70 درجے فائدہ بخش ہے۔

تکمیل تصوف کیلئے ماہرین کی خدمت میں حاضری:۔ قرآن میں جو آیت آئی ہے ”یتلوا علیھم ایٰتنا ویزکیھم ویعلمھم ......“ یعنی پیغمبر علیہ السلام آیات کی تلاوت بھی کرتے تھے، تزکیۂ نفس بھی کرتے تھے اور کتاب وحکمت کی تعلیم بھی دیتے تھے اب ہم نے تزکیۂ نفس کو چھوڑ دیا ہے اور اسے بدعت کہنا شروع کر دیا ہے اب تو ہماری مثال ایسے ہوگئی ہے جیسے کوئی مغرب کی نماز کے 3 فرضوں کی بجائے صرف 2 فرض پڑھ کر کہے کہ میں نے نماز ادا کر لی ہے، حالانکہ اس کی نماز قطعی نامکمل ہے، کتاب وحکمت کی تعلیم اور تلاوت قرآن کیلئے جس طرح مدارس قائم ہیں، تزکیہ وتصوف کیلئے بھی اس شعبے کے بندے کے پاس جانا پڑے گا تاکہ وہ روحانی معالج ہمارا علاج کر کے تزکیۂ کرے۔

تنقید بے جا صرف تصوف میں ہی کیوں......!!:۔ میں آج کے اہلحدیث لوگوں سے کہا کرتا ہوں کہ اگر ہم نے بیعت نہ کی اور ہر بندے کے اندر خامی تلاش کر کے اسے رد کر دیا تو پھر کیا ہم عیسیٰ علیہ السلام کے آنے پر انکے ہاتھ پر بیعت کریں گے؟ ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ جس بندے کو کسی کی بات پر بھی یقین نہ ہو وہ کم از کم درود شریف پڑھنا شروع کر دے، اگر کسی کی راہ پر نہیں چلنا تو یہ کام تو کرو۔

بزرگوں کی روحانی قوت:۔ ”تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ“ کتاب کے اندر مولانا اسحاق بھٹی صاحب حفظہ اللہ نے ہمارے بزرگوں کی ایک کرامت لکھی ہے کہ ایک دفعہ مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ بیٹھے سر منڈوا رہے تھے، کچھ دن بعد عید تھی، سر منڈواتے ہوئے انہیں اپنے سر پر کچھ گرتا محسوس ہوا، دیکھا تو حجام رو رہا تھا اور اس کے آنسو ان کے سر پر گر رہے تھے، فرمایا کیا ماجرا ہے کیوں روتے ہو، وہ کہنے لگا جی میرے جوان بیٹے کو گم ہوئے اتنا عرصہ ہو گیا ہے، اب کچھ دن بعد عید ہے تو میری اہلیہ بھی بیٹے کے غم میں پریشان ہے اور خود میں بھی اسی کی جدائی میں رو رہا ہوں ہمارے بزرگ نے یہ سنا تو فرمایا ذرا ٹھہرو، یہ فرما کر حضرت قریبی حجرے میں تشریف لے گئے اور وہیں بیٹھ کر مراقبہ فرمایا، کچھ دیر بعد باہر آ کر فرمایا جاؤ تمہارا بیٹا گھر میں بیٹھا ہے، وہ حجام بے یقینی کے عالم میں گھر گیا تو جا کر دیکھا تو واقعی بیٹا موجود تھا۔ اس نے پوچھا تم کہاں تھے بیٹا کہنے لگا کہ میں تو سندھ کے علاقے میں روٹیاں لینے کیلئے بازار جا رہا تھا کہ ایک بابا جی میرے سامنے آئے ان کا آدھا سر منڈا ہوا تھا اور آدھے پر بال تھے انہوں نے جانے کیسے مجھے یہاں لا کر بٹھا دیا ہے۔

یہ واقعہ لکھنے کے بعد بھٹی صاحب حفظہ اللہ ہمارے والد صاحب کے پاس آ کر کہنے لگے کہ چونکہ مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ کے جنات غلام تھے یہ کسی جن کی قوت لگتی ہے جو پل بھر میں بیٹا گھر پہنچ گیا۔ ابا جی نے فرمایا کہ یہ کسی جن کی نہیں مولوی صاحب رحمہ اللہ کی روحانی قوت تھی، حضرت سلیمان علیہ السلام کے امتی نے پل بھر میں تخت حاضر کر دیا تھا تو کیا امام الانبیاء علیہ السلام کا امتی اپنی روحانی قوت سے اتنا کام بھی نہیں کر سکتا۔ درحقیقت یہ باتیں سمجھ سے ماوراء ہوتی ہیں انہیں عقل سے نہ ہی پرکھا جائے تو بہتر ہے۔

مجذوب پر تجلیات اور حضوری کا انکشاف:۔ ایک اور واقعہ ہمارے بزرگوں کا مشہور ہے کہ ایک دفعہ ایک بندہ آ کر کہنے لگا کہ مولوی صاحب میرے بیٹے کو پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے ہر وقت چپ رہتا ہے اور خلاؤں میں گھورتا رہتا ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ اسے میرے پاس لاؤ۔ جب اسے بلایا گیا تو وہ نہ آیا پھر مولوی صاحب نے فرمایا کہ بیٹے کو میرا نام لیکر کہنا کہ تجھے مولوی غلام رسول بلاتے ہیں جب اسے یہ کہا گیا تو وہ آ گیا۔ آ کر چپ چاپ بیٹھ گیا لیکن جونہی اس نے مولوی صاحب کو دیکھا تو فوراً بولا۔ یہ بابا بھی وہاں پر تھا اتنا کہہ کر پھر جنگلوں کی طرف بھاگ گیا کچھ دنوں بعد وہ فوت ہو گیا۔ اس لڑکے کا باپ مولوی صاحب سے آ کر پوچھنے لگا کہ اس دن سے اپنے بیٹے کے یہ الفاظ مجھے یاد آ رہے ہیں کہ یہ بابا بھی وہاں موجود تھا تو یہ کیا ماجرا ہے۔ مولوی صاحب نے بہتیرا ٹال مٹول سے کام لیا لیکن اس نے کہا کہ آپ ضرور بتا دیں۔

آخر مولوی صاحب نے فرمایا کہ تیرے بیٹے کا باطن قدرتی طور پر اتنا شفاف ہو گیا تھا کہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت جاگتی آنکھوں سے ہوا کرتی تھی اور چونکہ اس فقیر (مولوی صاحب) کی بھی حضوری مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوتی ہے اس لیے اس نے مجھے بھی وہاں دیکھا تھا لیکن چونکہ اس کے پیچھے کسی درویش کا ہاتھ نہیں تھا اس لیے وہ اتنی تجلیات برداشت نہ کر سکا اور پہلے تو اپنے حواس کھو بیٹھا اور پھر اس نے دم توڑ دیا۔

(ملاقات: ڈاکٹر محمد عثمان سلفی)

تصوف چھوڑ دینا.....نہایت افسوس ناک پہلو

سوزانِ دل

ڈاکٹر محمد عثمان مبشر سلفی حفظہ اللہ: جامع مسجد مینار والی اہلحدیث، شرقپور شریف، ضلع شیخوپورہ)

اہل دل کی زبان کی تاثیر:۔ شرقپور شریف (ضلع شیخوپورہ) کی جامع مسجد مینار والی (اہلحدیث) میں ایک رات حضرت حافظ محمد یحیٰ عزیز محمدی رحمہ اللہ درس قرآن ارشاد فرمانے کیلئے تشریف لائے ہوئے تھے اور اپنے مخصوص دھیمے اور سادہ لہجے میں قرآن، تلاوت قرآن اور حافظ قرآن کے فضائل و مناقب بیان فرما رہے تھے، ان کی آواز مسجد کے لاؤڈ سپیکر کے ذریعے ارد گرد گھروں میں بھی پہنچ رہی تھی، ان میں ایک گھرانہ ایسا بھی تھا جو پچھلے کئی سالوں سے دین سے بالکل ناواقف تھا، اس گھرانے کے افراد کے نزدیک قرآن صرف رمضان میں اور نماز صرف عید کی پڑھنے کا رواج تھا، باقی ان کی تمام زندگی میں دنیاوی رواج کا راج تھا، مگر حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی آواز میں کوئی ایسی جادوئی تاثیر تھی کہ اس گھرانے کی زندگی میں اچانک ہلچل مچ گئی۔

کہتے ہیں کہ مرد دین کو صرف گھر کی چوکھٹ تک لاسکتا ہے مگر عورت دین کو گھر کے اندر جگہ دے سکتی ہے، کچھ ایسا حال اس گھرانے میں ہوا کہ وہاں کی خاتون نے سوچا کہ زندگی وہ نہیں ہے جو ہمارے گھر میں گزرتی آرہی ہے بلکہ زندگی تو اللہ والی راہوں پر چلنے کا نام ہے، اس کے ساتھ ہی درس ختم ہونے سے پہلے پہلے یہ فیصلہ کرلیا کہ میں اپنے بیٹے کو اللہ کا قرآن سکھاؤں گی اور کچھ دنوں بعد ان کا بیٹا اسی مسجد میں بیٹھا قرآن پاک حفظ کررہا تھا۔ ایک کے بعد دوسرے بیٹے کو بھی میٹرک کے امتحان سے فارغ ہونے پر حافظ قرآن بننے کے لئے مسجد بھیج دیا۔ ان کے ساتھ ساتھ دوسرے بیٹوں کی زندگی میں بھی پانچ وقت نماز اور مسنون اعمال کی جاگ لگ گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ گھرانہ اللہ پاک نے اپنی یاد کیلئے قبول فرمالیا۔

کچھ اپنوں کی باتیں:۔ یہ واقعہ بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایسی کونسی چیز حافظ محمد یحیٰ عزیز میر محمدی رحمہ اللہ کے پاس تھی جو آج کے علماء کے پاس نہیں ہے، اللہ پاک گستاخی معاف فرمائے میرے خیال میں آج کے علماء حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ سے زیادہ احادیث اپنے دروس میں بیان کرتے ہیں، اور شاید آج کے علماء و قراء حضرات کا تلفظ اور قرآن بھی حضرت صاحب رحمہ اللہ سے بہتر ہو مگر آج کا چلتا پھرتا اہلحدیث اندر سے کھوکھلا ہو چکا ہے، ہر مدرسے کے باورچی سے لیکر شیخ اہلحدیث تک تمام علماء لوگوں کی نظروں میں اپنی قدر کھو چکے ہیں، بڑے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ ہم اہلحدیثوں میں اپنے امام و خطیب صاحب کا وہ مقام نہیں ہے جتنی عزت بریلوی اور دیوبندی حضرات اپنے اپنے علماء کی کرتے ہیں۔

ہماری عزت تو جانور بھی کرتے تھے:۔ اہلحدیث علماء کی تو بے زبان جانور بھی عزت کرتے تھے اسی کتاب ''علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف'' میں حافظ محمد حنیف صاحب (الہ آبادی) واقعہ بیان کررہے ہیں کہ مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ کو ایک بارات کے وقت کسی سواری کی ضرورت تھی کسی نے عرض کیا کہ حضرت! میرے پاس ایک اونٹ ہے مگر وہ بڑا سرکش ہے کسی کو بھی اپنے اوپر نہیں بیٹھنے دیتا، فرمایا اسے لے آؤ، جب وہ سرکش اونٹ لایا گیا تو مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ نے اس کی گردن نیچے کرکے اس کے کان میں فرمایا دیکھ! تیرے اوپر محی الدین سوار ہونے لگا ہے، یہ فرما کر تسلی سے سوار ہوگئے مگر اونٹ کی کیا مجال جو سرکشی کرتا، بات دراصل یہ ہے کہ ہمارے اسلاف نے پہلے خود کو کسی کے سپرد کرکے اپنا تزکیۂ نفس کروایا تھا، پھر جب ان کے نفوس کا تزکیہ ہوگیا تب پھر انسان بھی ان کی مانتے تھے، جانور بھی ان کی مانتے تھے، جنات بھی ان کی مانتے تھے اور خود اللہ جل شانہ بھی ان کے اٹھے ہوئے ہاتھوں کو خالی نہیں لوٹاتا تھا۔

تصوف میں باکمال ہستیاں:۔ لکھوی خاندان میں تزکیہ و تصوف شروع سے چلا آرہا ہے، وہ سب بیعت کرتے بھی تھے اور بیعت

ہوتے بھی تھے، اسی طرح حافظ محمد یحیٰ عزیز محمدی رحمہ اللہ نے بھی سید محبوب علی شاہ رحمہ اللہ کے ہاتھ پہ بیعت کر کے تصوف وسلوک کی منازل طے کی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے ایک چھوٹے سے درس قرآن سے پورے گھرانے کی زندگی بدل گئی۔ حضرت صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ کا سلسلہ بیعت وارادت بہت وسیع تھا، غزنوی خاندان سارے کا سارا تصوف کا شہسوار ہے۔

تصوف چھوڑ دینا...... نہایت افسوس ناک پہلو! تصوف سے مراد دراصل خالص اتباع سنت ہے، نفس کی سرکشی کو دبا کر اپنی زندگی میں اعمال کے خوب صورت چراغ جلا لینے کا نام تصوف ہے، شرک و بدعت سے اپنی عبادات کو پاک کر لینے کا نام تصوف ہے، یوں فرمایا تصوف دو چیزوں کا نام ہے یہ کہ میری زندگی گناہوں سے پاک گزرے اور میری نمازوں میں خیالات دنیوی حائل نہ ہوں بلکہ سراسر کیفیت احسان کے ساتھ میری نمازیں ادا ہو جائیں۔ لیکن افسوس......! آج ہم نے اسی تصوف کو چھوڑ کر اپنے اسلاف کی زندگیوں میں سے تصوف کے پہلو کو بھی منظر عام پر لانا بند کر دیا۔

ہم اپنے بڑوں سے بے نیاز کیوں ہو گئے......!! آج ہمارے علماء بڑے اطمینان سے ایک بات کرتے ہیں کہ ہمارے اسلاف بزرگوں کی تحقیق اتنی لطیف نہیں تھی اسی لیے وہ ضعیف اور من گھڑت روایات بھی بیان کر جاتے تھے۔ راقم ان سب علماء سے عاجزی کے ساتھ سوال کرتا ہے کہ اگر چہ ہمارے اسلاف کی موجودہ علماء جتنی تحقیق نہیں تھی مگر کیا آج کے علماء تحقیق میں حافظ ابن قیم رحمہ اللہ سے بھی بڑھ گئے ہیں جنہوں نے سلوک پر پوری کتاب مدارج السالکین لکھ ڈالی۔ کیا صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ اہلحدیث نہیں تھے جو لوگوں کو بیعت کیا کرتے تھے، وہ جو خود بھی ہر وقت ہاتھ میں تسبیح رکھتے تھے اور اپنے پاس آنیوالوں کو بھی ذکر کے ذریعے اللہ سے مانگنے اور اپنی دنیاوی ضرورتیں پوری کروانے کیلئے وظائف دیتے تھے، آج ہمارے محقق علماء لوگوں کو صرف معلومات دے رہے ہیں جبکہ ہمارے باعمل اسلاف بزرگوں نے لوگوں کو معمولات دیئے تھے یعنی جن کی تبلیغ سے لوگوں کی زندگی میں عمل آیا کرتا تھا۔

بڑوں کی بے مثال انکساری:۔ تبلیغ سے ایک واقعہ یاد آ رہا ہے۔ غالباً پچھلے سال ولی کامل حضرت مولانا محمد یحیٰ شرقپوری رحمہ اللہ کی اہلیہ کے جنازے میں راقم بھی شریک تھا، جنازے کے بعد ایک صاحب (جو چہرے مہرے سے نہایت شریف النفس، دیندار اور مالدار نظر آتے تھے) نے اپنا واقعہ سنایا کہ میں شرقپور شریف کے نواحی گاؤں غازی پور سے آیا ہوں، ہمارے بڑوں کے پاس مولانا محمد یحیٰ شرقپوری رحمہ اللہ تبلیغ کے سلسلے میں تشریف لایا کرتے تھے اور آ کر ہمارے بڑوں کو نماز کی تلقین کرتے۔ ہمارے بڑے ان کی نصیحت کو ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیا کرتے۔ مگر مولانا رحمہ اللہ تشریف لاتے رہے اور سلسلہ تبلیغ جاری رکھا۔ ایک دن مولانا رحمہ اللہ نہ جانے کس کیفیت میں آئے اور...... آ کر اپنی پگڑی اتار کے ہمارے بڑوں کے قدموں میں رکھ دی اور فرمایا اس سے آگے میں کچھ نہیں کر سکتا، نماز پڑھا کریں، وہ دن اور آج کا دن ہمارے بڑوں میں بھی اور باقی سب میں بھی فرض نماز تو کیا کبھی تہجد بھی نہ چھوٹی۔

مرشد باکمال کی صحبت کا نتیجہ:۔ آہ...... مولانا محمد یحیٰ شرقپوری رحمہ اللہ! آج بھی ان کا نورانی چہرہ میرے سامنے آ رہا ہے، سفید لباس، سر پر سفید رومال، راقم ان دنوں جامع مسجد مینار والی میں ناظرہ قرآن پڑھنے جایا کرتا تھا۔ مولوی صاحب فجر کے بعد دیر تک بیٹھے ذکر میں مصروف رہتے اور جب گھر جانے لگتے تو...... استاد محترم حافظ عبدالمجید صاحب حفظہ اللہ ہم دونوں بھائیوں کو فرمایا کرتے کہ اٹھو جلدی سے مولوی صاحب (مولانا محمد یحیٰ) کی جوتی پکڑ کے دروازے میں رکھو اللہ پاک قبول فرمائے ہم مولوی صاحب کی جوتی پکڑ کے مولوی صاحب کے آگے دروازے میں رکھتے اور مولوی صاحب رحمہ اللہ ہمیں دعائیں دیتے ہوئے گھر تشریف لے جاتے۔ مولانا محمد یحیٰ شرقپوری رحمہ اللہ کے بارے سنا ہے کہ رمضان میں مسجد میں اجتماعی افطاری کے بعد خالی برتن جب دھلنے کیلئے مولوی صاحب رحمہ اللہ کے گھر جاتے تو مولوی صاحب رحمہ اللہ کمال ادب و عاجزی سے اپنے گھر والوں کو فرماتے کہ ان پلیٹوں میں لگا ہوا گھی انگلی سے صاف کر کر کے اکٹھا کر وا اور اسے گھر کے کھانے میں شامل کرو، یہ اللہ کے مہمانوں کا جوٹھا ہے اسے ضائع نہ ہونے دینا۔ میں اکثر سوچا کرتا کہ اتنی عاجزی

مولوی صاحب رحمہ اللہ کے اندر صرف کتابیں پڑھنے سے کیسے آسکتی ہے، وہی کتابیں آج ہمارے علماء پڑھتے ہیں مگر مولوی صاحب رحمہ اللہ کی زندگی میں تو اللہ کی محبت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی غلامی، ہر وقت اٹھتے بیٹھتے اللہ کا ذکر، سر پر پگڑی یا رومال اور ننگے سر رہنے سے بیزاری، ان کی تبلیغ میں اخلاص، انکی زبان میں تاثیر اور وہ کیفیت کہ انہیں دیکھنے سے اللہ یاد آجاتا تھا۔ یہ سب کچھ آخر ہمارے موجودہ علماء میں کیوں ختم ہوگیا ہے، جب شعور کی آنکھ کھلی تو وہی جواب سامنے آیا کہ مولوی صاحب رحمہ اللہ کے مربی، مزکی و مرشد حضرت میاں محمد باقر رحمہ اللہ (جھوک دادو والے) تھے جن سے مولوی صاحب رحمہ اللہ کا تزکیۂ نفس ہوا تھا تب جا کے انہیں یہ سب کمالات حاصل ہوئے۔

مولوی صاحب رحمہ اللہ کی زندگی تصوف کی نمایاں تصویر تھی، خود مولوی صاحب رحمہ اللہ کے بیٹے قاری نعیم الرحمٰن صاحب نے ایک دفعہ جمعہ پڑھاتے ہوئے فرمایا کہ ابا جی ہمیں گھر میں شیخ سعدی رحمہ اللہ کی کتابیں گلستان سعدی اور بوستان سعدی پڑھا کر ان کا ترجمہ سمجھاتے، شیخ سعدی رحمہ اللہ کے بارے ہر شخص جانتا ہے کہ وہ ایک سچے صوفی تھے۔

باہمی رواداری بھی چلی گئی......!:۔ جامعہ عزیزیہ ساہیوال کے قاری محمد بلال عزیزی صاحب ایک دن نہایت غم سے فرمانے لگے کہ عثمان بھائی آپ کو پتہ ہے؟ ہمارے اہلحدیثوں میں اب تلاوت قرآن بھی ختم ہوگئی ہے، ہمارے اسلاف علماء کا دیوبندی علماء سے بہت زیادہ محبت والا رشتہ ہوا کرتا تھا، جب تحریک ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم چلی تھی تب اہل حدیث اور دیوبندی علماء نے مل کر ہی تو اس کی بنیاد رکھی تھی، اہلحدیث مدارس میں دیوبندی حضرات تجوید وقرأت پڑھایا کرتے تھے، اب کہاں گئیں وہ رفاقتیں......؟ کہاں گئیں وہ الفتیں......؟ اب تو منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑے ہو کر بھی انتشار پھیلایا جاتا ہے، اب تو مسند تدریس پر بھی اختلافات کا درس دیا جاتا ہے اب تو دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف اختلافی مسائل کی حد تک مقید کر دیا گیا ہے۔ ؎

اے خاصائے خاصان رسل ﷺ وقت دعا ہے   امت پہ تیری آکے عجب وقت پڑا ہے
وہ دین جو بڑی شان سے نکلا تھا عرب سے   پردیس میں وہ آج غریب الغرباء ہے

اس میں بیچارے صوفیائے کرام کا کیا قصور......!!:۔ قربان جائیں صوفیاء رحمہم اللہ پر جن کی تعلیمات میں سچا درس ہدایت ہے حضرت سید علی بن عثمان الہجویری رحمہ اللہ کو آج ہمارے علمائے اہلحدیث تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے یہاں تک کہہ جاتے ہیں کہ جو شرک وبدعت انکی قبر پر جا کے لوگ کر رہے ہیں (نعوذ باللہ) وہ خود بھی اسی طرح کرتے ہوں گے اور اسی چیز کو وہ پھیلا کر کے گئے ہیں۔ ایسا کہنے والے خدارا اللہ سے ڈر جائیں، راقم نے خود ان کی کتاب کشف المحجوب کا مطالعہ اہلحدیثی نظر کیساتھ کیا ہے لیکن انکی پوری کتاب میں سراسر توحید وسنت کا خالص سبق دیا گیا ہے، بدعت کا جتنا رد حضرت شیخ رحمہ اللہ نے کشف المحجوب میں کیا ہے اس کے مطالعے کے بعد ایک سلیم العقل انسان کم از کم ان پر ایسی تنقید نہیں کر سکتا۔ رہی بات ان کی قبر پر ہونیوالی خرافات کی تو اس کے بارے میری یہی رائے ہے کہ جس طرح حضرت سیدنا عیسٰی علیہ السلام کے بعد لوگوں نے انکے بارے میں کیا کیا القاب وضع کیے شیخ علی ہجویری رحمہ اللہ کے ساتھ بھی اسی طرح ہوا، نہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ مجھے اللہ کا بیٹا کہو نہ شیخ علی ہجویری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے داتا گنج بخش کہا جائے۔

ویسے بھی کتاب ''علمائے اہلحدیث کا ذوق تصوف'' کے مطالعے سے یہ بات عیاں ہو رہی ہے کہ ہمارے اسلاف اہلحدیث علماء نے حضرت سید علی ہجویری رحمہ اللہ کی تعلیمات کو سراہا ہے اور ان کی بزرگی کو تسلیم کیا ہے، جب کہ ہمارے موجودہ علماء تو شیخ ہجویری رحمہ اللہ کا نام بھی بہت بے ادبی سے لیتے ہیں۔ (الا ماشاء اللہ)

اظہار تشکر:۔ اللہ پاک کی کروڑوں رحمتیں ہوں فضیلۃ الشیخ حضرت حکیم محمد طارق محمود چغتائی صاحب حفظہ اللہ پر، جنہوں نے آج کے اس ایمان ساز دور میں ہم اہلحدیثوں پر احسان فرمایا اور ہمیں عقائد سے بہرہ ور کرنے کی سعی کی۔ یقیناً اس کیلئے انہیں بہت کمر توڑ محنت کرنا پڑی ہوگی کیونکہ ہمارے اسلاف کی زندگیوں میں جہاں جہاں بھی تصوف کا پہلو واضح ہوتا تھا اس کتاب کو دفن کر دیا گیا، ابھی حال ہی میں معلوم

ہوا ہے کہ مولانا داؤد غزنوی صاحب رحمہ اللہ نے ''معارف اللطائف'' کے نام سے ایک پوری کتاب رقم کی تھی جس میں صوفیاء کی اصطلاح میں تمام لطائف کا ذکر اور تفصیل درج ہے مگر اس کتاب کا مدفن پتہ نہیں کونسی لائبریری بنی ہوئی ہے، منظر عام پر تو اس کتاب کو نہیں لایا گیا۔

ذوق تصوف حقیقت پر مبنی کتاب:۔ ''علمائے اہلحدیث کا ذوق تصوف'' یقیناً حقیقت پر مبنی کتاب ہے جس میں ہر واقعے کے ساتھ اس کی اصل کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے، دعا ہے کہ اللہ پاک اس کتاب کو قبول فرماتے ہوئے ہمارے موجودہ علمائے اہلحدیث اور عام اہلحدیثوں میں ذوق تصوف پیدا فرمائے اور حضرت مؤلف حفظہ اللہ کو دنیا و آخرت کی کامیابیاں، کامرانیاں، آسانیاں، عافیتیں، رحمتیں اور برکتیں عطا فرمائے۔ آمین۔ ''فجزاهم الله عناوعن جميع المؤمنين خير الجزاء''۔

(ڈاکٹر محمد عثمان مبشر سلفی: جامع مسجد مینار والی اہلحدیث شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ)

☆☆☆☆☆

مرشد جی کی بے مثال سادگی اور انکساری

(از: مولانا محمد بشیر قصوری حفظہ اللہ، خطیب جامع مسجد برکات اہل حدیث: شرقپور)

تعارف: مولانا محمد بشیر قصوری صاحب حفظہ اللہ پچھلے کئی سالوں سے شرقپور شریف کی جامع مسجد مبارک اہلحدیث میں خطیب تھے اور پھر وہیں کی جامع مسجد برکات اہل حدیث میں منتقل ہو گئے۔ ان دنوں اسی مسجد میں خطابت فرما رہے ہیں اور شرقپور شریف میں ہونے والے اہلحدیث اجتماع میں پیش پیش ہوتے ہیں۔ زیر نظر کتاب ''علمائے اہلحدیث کا ذوق تصوف'' کے بارے ان کے تاثرات درج ذیل ہیں۔

متصوف خاندان کی خدمات:۔ ضلع قصور علمی اعتبار سے خاص اہمیت کا حامل ہے، خاص طور پر لکھوی خاندان کی تبلیغی کاوشیں سرفہرست ہیں، لکھوی خاندان کے فیض یافتگان علمائے کرام آج قصور، لاہور، اوکاڑہ اور گوجرانوالہ کے علاوہ پورے ملک میں خدمت دین میں مصروف عمل ہیں۔ میں یہاں چند گھرانوں کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں جو دین حنیف کی تبلیغ اور دعوت توحید کے پرچار کیلئے اپنی جانیں نچھاور کر کے شجر اسلام کی آبیاری کرتے رہے، ان میں سب سے پہلے لکھوی خاندان ہے جس کی دینی و ملی خدمات سے لوگ اچھی طرح واقف ہیں۔ اس خاندان کے جد امجد حافظ محمد بارک اللہ لکھوی رحمہ اللہ، سید محمد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے ہم عصر اور ہم درس تھے، یہ دونوں شیخ الکل حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔

متصوف بزرگ کے کارنامے:۔ حضرت حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ نے تفسیر محمدی کے نام سے ایک تفسیر لکھی جس میں پنجابی نظم کی صورت میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس تفسیر کا اصل مآخذ علامہ بغوی رحمہ اللہ کی تفسیر ''معالم التنزیل'' ہے۔ اس تفسیر میں حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ نے بہت زیادہ وظائف اور عملیات بھی لکھے ہوئے ہیں جو کہ فی الواقع مجرب ہیں، اسی طرح حافظ محمد لکھوی صاحب رحمہ اللہ نے زینت الاسلام کے نام سے کتاب لکھی جو کہ قصور کے اکثر گھرانوں میں خواتین کو کثرت سے پڑھائی جانے والی کتاب ہے۔

ہمارے خاندان بھر کے مرشد کامل:۔ ہمارے پورے خاندان کا سلسلہ بیعت (جن میں میں اور میرے والد صاحب مولانا عبدالعزیز حفظہ اللہ شامل ہیں) حضرت مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ کے ساتھ ہے، ہمارے شیخ مولانا لکھوی رحمہ اللہ علم و عمل کے روشن مینار اور ولی کامل تھے۔ ان کی شخصیت میں سادگی اور نظریں جھکی ہوئی تھیں، زبان پر ہر وقت اللہ کا ذکر جاری رہتا تھا۔

مرشد جی کی بے مثال سادگی اور انکساری: ایک دفعہ جب مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ کے بیٹے نے گاڑی لی تو مولانا رحمہ اللہ کو فرنٹ سیٹ پر بٹھا کر ایک جگہ جمعہ پڑھانے لے گئے۔ مولانا رحمہ اللہ سارے راستے آگے کو سر جھکائے بیٹھے رہے اور منزل پر پہنچ کر گاڑی سے

اترتے ہی فرمایا کہ یا تو اسے فوراً بیچ دو، یا پھر میں کبھی بھی اس پہ سفر نہیں کروں گا۔ اس کی سیٹ پر بیٹھ کر دل میں عجب پیدا ہوتا ہے اور تکبر کا خطرہ ہے۔ لہٰذا میں تو اس پر سواری نہیں کروں گا۔

آدھی رات کے وقت مرشد کا فرمان: ۔ راقم الحروف نے جب چیچیاوالی مسجد سے سند فراغت حاصل کی تو اس خوشی میں اپنے گاؤں میں ایک جلسہ کرایا جس میں استاد محترم مولانا رحمت راشد صاحب، مولانا محمد ابراہیم خلیل صاحب اور حضرت مرشدی مولانا محی الدین لکھوی صاحب رحمہ اللہ نے خطاب کرنا تھا۔ لیکن جب تقریباً آدھی رات کے وقت مولانا لکھوی صاحب رحمہ اللہ کے خطاب کا وقت ہوا تو شیخ جلال میں آ گئے اور فرمایا رات اللہ پاک نے سونے کیلئے بنائی ہے تقریروں کیلئے نہیں بنائی۔ ہم صبح درس دیں گے، لہٰذا پھر واقعی صبح فجر کے بعد درس ارشاد فرمایا اور دعائے خیر و برکت فرمائی۔

مرشد کی دعا سے مجھے زندگی ملی: ۔ میرے والد صاحب مولانا عبدالعزیز حفظہ اللہ کی اولاد میں سے یکے بعد دیگر 7 بچے فوت ہوئے تھے، جونہی بچہ یا بچی 13/12 سال کی عمر کو پہنچتے فوت ہو جاتے۔ جب میں پیدا ہوا تو والد صاحب نے جا کر مرشد جی رحمہ اللہ سے دعا کیلئے درخواست کی اور ساتھ مجھے بھی لے گئے۔ حضرت مرشدی مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھا کر عرض کی یا اللہ پہلے پودے سب اکھڑ گئے ہیں اس پودے کو پھل دار درخت بنا دے، اس کی حفاظت فرما اور اسے عالم دین بنا۔ آج ان کی دعاؤں کی برکت ہے کہ اللہ پاک نے مجھے زندگی بھی دی آگے میری اولاد بھی ہے الحمدللہ، اور اللہ پاک دین کا کام بھی لے رہا ہے۔

بکثرت مریدین: ۔ مولانا محی الدین اور مولانا معین الدین لکھوی رحمہما اللہ دونوں بھائیوں کے ضلع قصور میں بہت زیادہ مرید ہیں۔

سکھوں کی بنائی ہوئی مسجد: ۔ کنگن پور میں راقم الحروف کے سگے پڑنانا جان مولانا عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ گزرے ہیں جو کہ بابا جی سوئے والے کے نام سے مشہور ہوئے۔ والد صاحب بتایا کرتے ہیں کہ بابا جی کی اکثر راتیں عبادت میں گزرتی تھیں، وہ ساری ساری رات بیٹھ کر ذکر کیا کرتے تھے اور ان کے پاس کثیر تعداد میں جنات قرآن پڑھنے آتے تھے، کنگن پور کا علاقہ کوٹ بسم اللہ کے بانی بابا جی خود ہیں۔ آج بھی اس جگہ بابا جی کی بنائی ہوئی مسجد جامع محمدی اہلحدیث موجود ہے یہ مسجد 1947ء سے پہلے کی بنی ہوئی ہے کہا جاتا ہے کہ جن دنوں مسجد کی تعمیر کا کام ہو رہا تھا وہاں سے کچھ سکھ مزدور گزرے انہوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کی مسجد بن رہی ہے تو انہوں نے فرمائش کی کہ ہمیں بھی خدمت کا موقع دیا جائے۔ بابا جی رحمہ اللہ نے اجازت دے دی تو دو دن سکھ مزدوروں نے بغیر کسی اجرت کے وہاں مزدوری کی اور مسجد کی تعمیر میں حصہ ملایا۔

بذریعہ تعویذات لوگوں کی دادرسی: ۔ راقم الحروف پچھلے پندرہ سالوں سے شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ میں امامت و خطابت کی ذمہ داری انجام دے رہا ہے۔ ہمارے والد صاحب بھی لوگوں کو دم وغیرہ کیا کرتے ہیں اور میں بھی دم کرتا ہوں اور ضرورت پڑھنے پر تعویذ بھی لکھ دیتا ہوں۔

پھوڑے پھنسی کیلئے آزمودہ عمل: ۔ میرے والد صاحب مولانا عبدالعزیز حفظہ اللہ کسی کو پھوڑے پھنسی کیلئے اس طرح دم کرتے ہیں کہ اس پھوڑے کے گرد شہادت والی انگلی گھماتے ہوئے سات بار یہ آیت پڑھتے ہیں تو اللہ پاک شفاء دے دیتا ہے، "ام ابرموا امرا فانا مبرمون"

کتاب ذوق تصوف کے حق میں دعا: ۔ یہ کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اللہ پاک اس کی تالیف کرنیوالے اس کو چھپوانے والے اور اس کیلئے محنت و کوشش کرنیوالوں کیلئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین ثم آمین۔

(طالب دعا و غفران، احقر خادم کتاب و سنت بشیر احمد قصوری، شرقپور شریف، ملاقات، ڈاکٹر محمد عثمان سلفی)

☆☆☆☆☆

تصوف ہماری ضرورت، اسلاف کی روایت

(از: حافظ غلام مصطفیٰ حفظہ اللہ، انچارج شفاء الرحمٰن فری ڈسپنسری)

تعارف: ۔ حافظ غلام مصطفیٰ صاحب حفظہ اللہ شرقپور میں بننے والی جماعت اہلحدیث یوتھ فورس کے سرگرم کارکن ہیں اور مولانا محمد یحییٰ شرقپوری رحمہ اللہ کی فری ڈسپنسری کے انچارج ہونے کے ناطے دن رات مریضوں کی خدمت میں مصروف ہیں۔ اس کے ساتھ انہیں قلم کی دنیا سے بھی لگاؤ ہے جس کیلئے وہ ''ماہنامہ الاعتصام'' کیلئے کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے ہیں۔ چونکہ انہیں مولانا محمد یحییٰ شرقپوری رحمہ اللہ کے خاندان سے قریبی نسبت ہے اس لیے انہوں نے مولانا رحمہ اللہ کی اہلیہ محترمہ مرحومہ کے واقعات بھی قلمبند کیے ہیں۔

تزکیۂ نفس کی اہمیت اور ضرورت: ۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی کہ ''اے ہمارے رب ان میں ایک ایسا رسول ﷺ بھیج جو انہی میں سے ہو، وہ تیری آیات پڑھ کر لوگوں کو سنائے، ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیۂ نفس کرے بے شک تو غالب حکمت والا ہے''۔ اس آیت میں خالق ارض وسماء نے نبی علیہ السلام کی ایک صفت ''مزکی'' بیان کی ہے کہ وہ لوگوں کا تزکیۂ نفس کرتے ہیں تزکیۂ نفس سے مراد لوگوں کی ظاہری و باطنی برائی کو صاف کر دینا اور ان کو خرافات، بدعات اور تمام رسوم ورواج سے نکالنا ہے۔ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایسا تزکیہ کیا کہ وہ آنیوالے لوگوں کیلئے مثال بن گئے۔

دور حاضر میں تزکیۂ نفس کا طریقہ: ۔ اللہ رب العزت نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان کو دوسروں کیلئے کسوٹی قرار دیا۔ آج چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی اگر تزکیۂ نفس کرنا ہو تو اس کیلئے بھی وحی الٰہی سے ہی مدد لی جائے گی اور اپنے اسلاف کی راہوں پر ان کی مانتے ہوئے چلنا پڑے گا۔

حقیقی تصوف حقیقی نور کا ذریعہ: ۔ برصغیر پاک وہند میں علمائے اہلحدیث نے جس قدر لوگوں کا رخ قرآن وسنت کی طرف موڑا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے انہوں نے ہندووانہ طور طریقوں اور جاہلانہ رسم ورواج سے پاک کر کے لوگوں کو قرآن وسنت کی خوشبو سے معطر کر دیا۔

اس سعی و کاوش میں کہیں غزنوی خاندان کو ملک بدر کیا گیا اور کہیں وزیر آبادی صاحب رحمہ اللہ کو ظلم وتشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ لیکن انہی بزرگوں کے فیض یافتہ مولانا محمد یحییٰ شرقپوری اور حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی رحمہما اللہ نے بھوک وافلاس کی پروا کیے بغیر لوگوں کو حقیقی تصوف سے روشناس کروایا اور ان کا تزکیۂ نفس کیا تاکہ لوگ اندھیروں سے نکل کر حقیقی نور کو پا جائیں۔

تصوف کے راہی علمائے سلف: ۔ اس میدان میں کہیں حضرت میاں محمد باقر رحمہ اللہ پیش پیش نظر آتے ہیں تو کہیں سندھ کا راشدی خاندان ہمارے یہ تمام اسلاف صاحب کرامات تھے۔

باکمال مرید کی صالحہ ولیہ اہلیہ: ۔ حضرت مولانا محمد یحییٰ شرقپوری رحمہ اللہ کی اہلیہ مرحومہ مغفورہ جن کا نام بی بی غلام فاطمہ تھا، اگر انہیں کوئی فاطمہ کہہ کر پکارتا تو وہ فرماتیں کہ میں تو غلام فاطمہ ہوں مجھے غلام فاطمہ ہی کہو۔ میں جب بھی ان کے گھر گیا میں نے حضرت بی بی رحمہا اللہ کو مصلے پر بیٹھے دیکھا، کہتے ہیں کہ نیک مائیں ہی نیک اولاد پیدا کرتی ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے تمام بیٹے دین کی خدمت میں مصروف ہیں اس کے پیچھے جہاں مولانا محمد یحییٰ شرقپوری رحمہ اللہ کی دعاؤں کا فیض نظر آتا ہے وہیں ان کی نیک باعصمت اہلیہ کا کردار بھی عیاں ہے۔ فرمایا کرتی تھیں کہ میں نے اپنی اولاد کو کبھی بغیر وضو کے دودھ نہیں پلایا اور جب میں چھوٹی سی بچی ہوا کرتی تھی الحمدللہ تب سے اللہ پاک نے مجھے تہجد کی توفیق عنایت فرمائی ہوئی ہے جو کہ سفر وحضر میں کبھی قضا نہیں ہوئی، وفات کے دن بھی حضرت بی بی رحمہا اللہ نے تہجد کی نماز ادا کی ہوئی تھی۔

سچا تصوف دینے والوں پر کروڑوں رحمتیں: ۔ اللہ پاک کی کروڑوں رحمتیں علمائے اسلاف پر ہوتی رہیں جنہوں نے ہمیں سچا

تصوف دیتے ہوئے زندگیاں قربان کر دیں۔ آمین۔

(حافظ غلام مصطفیٰ: انچارج شفاء الرحمٰن فری ڈسپنسری، گاؤں پرانی بھینی نزد شرقپور شریف، ضلع شیخوپورہ۔ ملاقات: ڈاکٹر محمد عثمان سلفی)

☆☆☆☆☆

کرامات، روحانیت اور نسبت ایک حقیقت

(از: مولانا حافظ حمید اللہ سدید حفظہ اللہ سے ملاقات ڈاکٹر محمد عثمان سلفی)

تعارف: ۔ صوفی باصفاء عاشق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، زبدہ العارفین مولوی محمد عبداللہ المعروف مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ (قلعہ میہاں سنگھ) کے پڑپوتے مولانا حافظ حمید اللہ سدید صاحب حفظہ اللہ اس وقت اپنے پڑدادا جی کے منبر پر جلوہ افروز ہیں۔ ان کا نسب نامہ کچھ یوں ہے ’’مولانا حمید اللہ بن مولانا عبدالرحمٰن بن مولانا عبدالعزیز بن مولانا غلام رسول بن مولانا عبدالرحیم رحمہم اللہ۔ مورخہ 13-05-05 بروز اتوار کو قلعہ میہاں سنگھ میں مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ کی مسجد میں حاضری کا شرف حاصل ہوا مسجد میں جگہ جگہ ایسی احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم لکھی ہوئی ہیں جن میں حقوق العباد اور حسن اخلاق کا درس دیا گیا ہے۔ ایک حدیث قدسی جو اپنے موضوع کے اعتبار سے بہت انوکھی محسوس ہوئی اس کا مفہوم یہ ہے: اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا میں نے پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں میں رکھ دیا ہے لوگ انہیں کہیں اور ڈھونڈتے ہیں۔ بھلا وہ کیسے پائیں گے۔ (۱) اپنی رضا کو مخالفت نفس میں رکھ دیا ہے لیکن لوگ اسے موافقت نفس میں تلاش کرتے ہیں، بھلا کیسے پائیں گے؟ (۲) میں نے آرام کو جنت میں رکھ دیا ہے لیکن لوگ اسے دنیا میں تلاش کرتے ہیں، بھلا کیسے پائیں گے؟ (۳) علم وحکمت کو بھوک میں رکھ دیا گیا ہے لوگ اسے سیری میں تلاش کرتے ہیں، بھلا کیسے پائیں گے؟ (۴) میں نے تونگری کو قناعت میں رکھ دیا ہے لوگ اسے مال میں تلاش کرتے ہیں، بھلا کیسے پائیں گے؟ (۵) عزت کو اطاعت میں رکھ دیا گیا ہے لوگ اسے بادشاہوں کے دروازے پہ تلاش کرتے ہیں بھلا کیسے پائیں گے؟

اسی طرح بہت خوبصورت اشعار کی صورت میں ایک دعا لکھی ہوئی تھی جو قارئین کی پیش خدمت ہے۔

جو ملے حیات خضرؑ مجھے اور اسے میں صرف ثناء کروں   تیرا شکر پھر بھی ادا نہ ہو تیرا شکر کیسے ادا کروں
تیرے لطف کی کوئی حد نہیں گنوں کسطرح کہ عدد نہیں   نہیں کوئی تیرے سوا میرا کسے یاد تیرے سوا کروں
تیرے در پہ خم رہے سر میرا تیری رحمتوں پر گزر میرا   میں کہا کروں تو سنا کرے تو دیا کرے میں لیا کروں
میں بہت ہی عاجز وبے نوا تیرے آگے میری بساط کیا   کوئی بھول ہو تو معاف کر مجھے بخش دے جو خطا کروں
میرے اک دامن عمر میں ہیں نہ جانے کتنی ندامتیں   میرا خاتمہ بھی بخیر ہو یہی رات دن میں دعا کروں
اپنے در کا مجھے گدا رکھنا   مجھ پہ باب کرم کھلا رکھنا

حافظ حمید اللہ سدید صاحب حفظہ اللہ پچھلے 33 سالوں سے اس مسجد کی خدمت پر مامور ہیں۔ اللہ پاک نے انہیں اپنی معرفت سے خوب نوازا ہے۔ تقریباً 5 گھنٹے ان کے ساتھ تفصیلی گفتگو ہوئی جس میں حافظ صاحب نے اپنے بزرگوں کی کرامات، ان کی توجہات کی برکات، ان کی دعاؤں کے فیوض وثمرات اور مسجد میں مشاہدہ کیے گئے انوارات وتجلیات پر بہت تفصیل سے بیان فرمایا، دوران گفتگو اللہ پاک کی کائنات کے راز اور تکوینی امور کے چند واقعات بھی

> سامنے آئے جو یقیناً عام عقل انسانی میں نہیں سما سکتے۔ ان امور کو عقل کی کسوٹی پہ پرکھنے والوں کو ہمیشہ مایوسی کا سامنا کرنا پڑا ہے لیکن بہر حال حقیقت، حقیقت ہی ہے وہ چاہے ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ عقل سے ماوراء یہ سب باتیں سنانے والے اور آپ کی خدمت میں پیش کرنے والے الحمدللہ اہلحدیث ہیں۔ اللہ پاک ہمیں شرح صدر عنایت فرمائے آمین۔ حافظ صاحب سے گفتگو کے دوران قاری طاہر محمود صاحب مدرس مسجد ہذا بھی موجود تھے، قاری صاحب پچھلے 8 سالوں سے شعبہ حفظ سے منسلک ہیں۔ اب حافظ صاحب کی گفتگو انہی کے الفاظ میں آپ کے پیش خدمت ہے۔

میرے مربی مولانا سید محمد ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ:۔ میں اس زمانے میں لاہور اپنے رشتہ داروں کے ہاں رہا کرتا تھا جس زمانے میں ابھی سید محمد ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ حیات تھے۔ میں ان کی خدمت میں باقاعدگی سے حاضر ہوا کرتا تھا اور ان کی محفل ذکر میں بھی شرکت کرتا تھا۔ وہاں بڑے بڑے انجینئر، ڈاکٹر اور یونیورسٹی کے طلباء آیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک رحمہ اللہ اور ڈاکٹر راشد رندھاوا صاحب بھی شرکت کیا کرتے تھے، مولانا سید ابوبکر صاحب رحمہ اللہ کے پاس بیٹھنے اور ان کی باتیں سننے سے ایمان تازہ ہو جاتا تھا میں انکے سامنے دوزانو ہو کر بڑے ادب سے بیٹھا رہتا کیونکہ میرا ان کے ساتھ لگاؤ عشق کی حد تک تھا، مجھے ان کی محافل ذکر میں شرکت کرنے سے بہت زیادہ فائدہ ہوا۔

دلوں کا زنگ اتارنے والا صیقل:۔ جو اصل صوفی ہوتا ہے وہ ہمیشہ اپنے معتقدین کو ذکر کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ ذکر کرنے سے دلوں پہ لگا ہوا زنگ اتر جائے اور دلوں میں نرمی پیدا ہو جائے۔ جب دل میں نرمی پیدا ہو جائے گی پھر انسان خود بخود اعمال کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ قرآنی آیت "فاذکرونی اذکر کم" کا وہ مفہوم نہیں ہے جو عام طور پر کیا جاتا ہے کہ تم مجھے یاد کرو گے تو میں تمہیں یاد کروں گا بلکہ اللہ پاک کے یاد کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ پھر عمل کی طاقت عطا فرمائے گا۔ یعنی جب بندہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرے گا تو پھر اللہ پاک اسے توفیق عمل سے نوازے گا اور اصل مطلوب عمل ہے۔

ذکر اللہ زندگی میں تبدیلی کا ذریعہ:۔ مولانا سید ابوبکر غزنوی صاحب رحمہ اللہ اپنا واقعہ بیان کرتے تھے کہ جب میں ابھی کالج میں پڑھا کرتا تھا تو بری صحبت میں رہنے کی وجہ سے مجھ پر بھی اس کا رنگ چڑھ گیا اور میں نے سگریٹ پینا شروع کر دی حتیٰ کہ نماز پڑھنا بھی چھوڑ دی۔ میرے والد مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ میری وجہ سے بہت پریشان رہا کرتے ان کے پاس ایک نیک بزرگ (غالباً حضرت میاں محمد باقر صاحب رحمہ اللہ) تشریف لایا کرتے تھے۔ ایک دن والد صاحب رحمہ اللہ نے ان بزرگوں سے فرمایا کہ میں اپنے اس بیٹے کی وجہ سے بہت پریشان ہوں اور میرا سارا واقعہ عرض کر دیا۔

ان بزرگوں نے مجھے قریب بلا کر پیار سے فرمایا کہ بیٹا کیا تم میری ایک چھوٹی سی بات مانو گے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا! آپ ہر وقت ہر حالت میں اللہ، اللہ کہتے رہا کرو، میں نے سوچا یہ تو معمولی سی بات ہے یہ تو میں ضرور کروں گا۔ اور پھر میں نے ہر وقت چلتے پھرتے اللہ، اللہ، کہنا شروع کر دیا۔ اللہ کا نام جب میں لیتا رہا تو ایک دن دل میں خیال پیدا ہوا کہ اسی منہ میں سگریٹ پیتے ہو اور اسی منہ سے اللہ پاک کا نام لیتے ہو یہ تو بہت بری بات ہے۔ آہستہ آہستہ میرے سگریٹ چھوٹ گئے۔ پھر کچھ دن بعد دل میں خیال پیدا ہوا کہ اللہ کا نام بغیر وضو کے لیتے ہو کم از کم وضو تو کر لیا کرو۔ لہٰذا میں نے ہر وقت باوضو رہنا شروع کر دیا اور کچھ ہی عرصے کے بعد خیال آیا کہ وضو تو تمہارا ہوتا ہے نماز کے وقت نماز ہی پڑھ لیا کرو۔ پھر الحمدللہ میں خود بخود نماز پڑھنے لگا یعنی اللہ کے ذکر کی برکت سے اللہ پاک نے مجھے عمل کی توفیق عنایت فرما دی۔

میرے پاس کئی علماء تشریف لاتے ہیں میں انہیں ذکر کی تلقین کرتا ہوں۔ ان میں سے کوئی بات مان لیتے ہیں اور بعض نہیں مانتے، سارے دن میں جہاں ہماری دیگر مصروفیات ہوتی ہیں وہاں صرف اللہ پاک کی رضا کیلئے کوئی آدھا گھنٹہ یا ایک گھنٹہ ہمیں ایسا نکالنا چاہیے جس میں ہم بیٹھ کر ذکر الٰہی کریں اور رہا یہ ذکر کرنا کوئی معمولی بات نہیں۔

علم اور معلومات میں فرق: آج ہمارے پاس دین کی صرف معلومات رہ گئی ہیں دین کا علم تو کسی اور راہ سے ملتا ہے۔ اللہ پاک قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے " انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء "کہ اللہ جل شانہ کی خشیت ان بندوں پر طاری ہوتی ہے جو علم والے ہیں اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ علم خشیت سے آتا ہے اور خشیت معرفت سے آتی ہے اور یاد رکھنا چاہیے کہ معرفت ذکر سے ملتی ہے۔

معرفت کی ابتدائی سیڑھی:۔ اللہ پاک کی معرفت اور اس کا قرب حاصل کرنے کیلئے ذکر کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ بندہ جسے حاصل کرنا چاہتا ہے اس ذات اقدس کا ذکر ہی نہ کرے تو کیا حاصل ہوگا۔ لہٰذا میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ علم خشیت سے ہے، خشیت معرفت سے ہے اور معرفت ذکر سے ملتی ہے یعنی بات پھر بھی ذکر سے ہی شروع ہوتی ہے۔

اہلحدیث ولی اللہ کی طرف ابراہیم علیہ السلام کی رہنمائی:۔ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ کا مقام بہت اونچا ہے ان کی ایک کتاب ہمارے بزرگ مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ کے بارے بھی ہے۔ میر صاحب رحمہ اللہ ایک بار جہلم گئے تو وہاں کی ایک عورت نے اصرار کیا کہ میں نے میر صاحب رحمہ اللہ سے ضرور ملاقات کرنی ہے۔ جب اس کی ملاقات کرائی گئی تو وہ کہنے لگی کہ مجھے خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت ہوئی تھی۔ میں نے ان سے اپنے لیے کوئی وظیفہ مانگا تو انہوں نے فرمایا کہ جب مولانا محمد ابراہیم میر رحمہ اللہ آئیں گے تو ان سے پوچھ لینا۔ تب سے میں آپ رحمہ اللہ کا انتظار کر رہی ہوں کہ کب آپ تشریف لائیں اور میں آپ رحمہ اللہ سے وظیفہ پوچھوں۔

میر صاحب رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ میں سوچ میں پڑ گیا کہ اسے کونسا وظیفہ دوں؟ پھر میرے دل میں خیال آیا کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تھے تو وہاں حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے ملاقات ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنی امت کو میرا سلام کہیے گا۔ یہ ہمارے لیے بہت بڑا اعزاز ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اس امت کو سلام آیا ہے۔ پھر فرمایا کہ جنت ایک چٹیل میدان ہے لیکن اس کی زمین بہت عمدہ ہے، پانی بھی میٹھا ہے اپنی امت سے فرمائیں کہ اس میں کاشتکاری کر لیں۔ فرمایا کاشتکاری سے مراد؟ تو جواب ملا " سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ......" لہٰذا میر صاحب رحمہ اللہ نے اس عورت کو تیسرا کلمہ وظیفے کے طور پر پڑھنے کیلئے بتا دیا۔ فرمایا روزانہ اس کی ایک تسبیح پڑھ لیا کرو۔ ہمیں بھی یہ کلمہ روزانہ پڑھنا چاہیے۔

فرش سے عرش تک محبوب ﷺ پر درود وسلام: اسی طرح ہمیں درود شریف بھی پڑھنا چاہیے کیونکہ درود شریف کا بھی حکم ہے اور استغفار کا بھی حکم ہے اور ہر ذکر و اذکار میں سب سے زیادہ مزہ درود شریف پڑھنے میں آتا ہے کیونکہ ہمیں خبر ہے کہ اللہ پاک خود بھی درود بھیج رہا ہے اور فرشتے بھی درود شریف بھیجنے میں لگے ہوئے ہیں اور آگے ہم سب کو حکم ہے کہ " یاایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما "کہ اے ایمان والو! آپ سب بھی درود پاک پڑھو یعنی اللہ پاک نے ایمان والوں کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا کہ میں خود بھی اور میرے فرشتے بھی درود بھیجنے میں لگے ہوئے ہیں تم سب بھی شامل ہو جاؤ تا کہ فرش سے لیکر عرش تک میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا جاتا رہے۔

درود خضری کا بکثرت ورد:۔ ہمارے بزرگ مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ درود خضری بہت زیادہ پڑھا کرتے تھے یہ درود ان کی سوانح میں بھی لکھا ہوا ہے " صلّی اللہ علی حبیبہ محمّد وّالہ وسلّم "اس درود پاک میں ایک لفظ بہت پیارا ہے " علی حبیبہ " جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں نماز پڑھائی تو سب نے اللہ پاک کا شکر ادا کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ اس رب کریم کا شکر ہے کہ جس ذات نے مجھے "صفی اللہ" بنایا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ شکر ہے اس ذات کا جس نے مجھے "نجی اللہ" بنایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے "خلیل اللہ" بنایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس رب کا احسان ہے جس نے مجھے "کلیم اللہ" بنایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس رب کا احسان ہے جس نے مجھے "روح اللہ" بنایا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پاک کا احسان ہے جس نے مجھے "حبیب اللہ" بنایا۔ یہ جو لفظ حبیب ہے یہ اس درود شریف میں آ رہا ہے۔ " صلّی اللہ علی حبیبہ محمّد وّالہ وسلّم "یہ درود شریف بڑی آسانی سے پڑھا جا سکتا ہے۔ مولوی صاحب رحمہ اللہ (مولانا غلام

رسول رحمہ اللہ) فرمایا کرتے تھے کہ بندے کو ہر وقت کوئی نہ کوئی ذکر، کوئی نہ کوئی درود شریف چلتے پھرتے پڑھتے رہنا چاہیے۔

اہل سادات کا ادب واحترام: درود شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل بھی شامل ہے۔ جس کا ثبوت قرآن وحدیث سے ملتا ہے۔ " اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد" تو آل سے مراد وہ سیدزادے ہیں جو صحیح معنوں میں قرآن وسنت پہ چلتے ہیں اور اتباع کرتے ہیں۔ میرے وجدان کی بات ہے کہ یہ جو سیدزادے ہوئے ہیں نا! ان کی بہت زیادہ عزت واحترام کرنا چاہیے۔ کیونکہ خود اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور اہل ایمان جتنا زیادہ درود شریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجتے ہیں چونکہ اس میں آل بھی شامل ہے اس لیے جو جو برکتیں اور رحمتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو رہی ہیں ان میں سے کچھ حصہ ان کی آل پر بھی ہر وقت نازل ہو رہا ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے جو سید زادہ متبع سنت ہوتا ہے اس کا تو جتنا بھی ادب واحترام کیا جائے کم ہے۔

اہل بیت کی محبت ہمارے ایمان کا حصہ:۔ اس لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کے بارے میں جو بحث ہوتی رہی ہے ہم اس میں نہیں پڑتے، ہم کہتے ہیں کہ سیدھی سی بات ہے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں اور ہمیں ان کے ساتھ محبت غیر مشروط ہے۔ ظاہر ہے کہ اپنی اولاد سب کو پیاری ہوتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نواسوں رضی اللہ عنہم کے ساتھ تو اتنی زیادہ محبت تھی کہ ایک دفعہ خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے دیکھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ گرنے لگے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے برداشت نہیں ہوا اور فوراً لپک کر انہیں پکڑ لیا اور قریب لا کر بٹھالیا، اور اگر نماز کے دوران سجدے کی حالت میں کوئی نواسہ آ کر بیٹھ گیا تو سجدہ طویل فرمادیا۔ تو یہ ظاہری سی بات ہے کہ جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبت ہے ان سے ہمیں بھی محبت ہے ان کے بارے میں کوئی بحث نہیں۔

رہی بات یزید کی تو قرآن کی آیت کے مطابق " تلك امة قد خلت لها ما كسبت ولكم ما كسبتم " کہ یہ امت گزر چکی ہے ہم سے تو ہمارے اعمال کے متعلق پوچھ ہوگی اور ہم دوسروں کی بحث میں پڑے رہتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی میراث: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث میں علم، کیفیات اور برکات تینوں چیزیں شامل ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ تینوں چیزیں لی تھیں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن سے بھی برکت حاصل کرتے تھے، بال مبارک اور وضو کے پانی سے بھی برکت لیا کرتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال سورج جیسی ہے ان کے پاس جو بھی آ کر اسلام قبول کرتا اس کا باطن بھی فوراً منور ہو جایا کرتا تھا کیونکہ انوار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم براہ راست ان لوگوں کے سینوں پر پڑتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیات کی برکات بھی انکو حاصل ہو جایا کرتی تھیں۔

ذکر کریں...... کیفیات کیساتھ: " استغفار پڑھتے ہوئے کیفیت کیسی ہو؟ تو اسکا بہت خوبصورت جواب یہ ہے کہ اس میں اللہ جل شانہ کی عظمت کا بیان ہے۔ دنیا میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آپس میں دو بھائی ایک دوسرے سے ناراض ہو جائیں اور ایک بھائی دوسرے کو چھوڑ کے چلا جائے، پھر جب واپس اسی بھائی کے پاس آئے تو بھائی اسے قبول کر لے۔ کوئی طعنہ دیئے بغیر کہے کہ کوئی بات نہیں واپس آ گیا ہے تو بس ٹھیک ہے، سب لوگ کہیں گے کہ یہ بھائی بڑا عظیم آدمی ہے جس نے اسے کوئی بات کیے بغیر قبول کر لیا۔

لیکن بعض بندے ایسے ہوتے ہیں کہ گھر آئے کو واپس موڑ دیتے ہیں انہیں کوئی بھی عظیم انسان نہیں کہتا۔ عظیم وہی ہوتا ہے جو آئے ہوئے کو بغیر اس کا قصور گنوائے معاف کر دے۔ اس لحاظ سے اللہ جل شانہ کی ذات عالی تو ہے ہی عظیم جو بندہ بھی یہ استغفار کرے وہ اس یقین کے ساتھ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے گناہ بھی معاف فرما دیے ہیں اور مجھے اپنی بارگاہ میں قبول بھی فرما لیا ہے شک وشبے والی بات نہ ہو کیونکہ ہمارے دین میں شک کی کوئی گنجائش موجود نہیں اگر شک پڑ جائے تو پھر روزہ بھی جائز نہیں کہ پتہ نہیں چاند نظر آیا ہے یا نہیں آیا۔ ہمارا دین شک والا نہیں، لہٰذا بندہ پورے یقین سے استغفار کرے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے معاف فرما کے اپنی بارگاہ میں قبول فرما لیا ہے استغفار سے گناہ مٹتے ہیں۔ نیکی میں اضافہ ہوتا ہے استغفار سے ہی اللہ پاک کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور انسان کے درجات بلند ہوتے ہیں۔

فیض حاصل کرنے کی تین تاریں:۔ کسی بھی اللہ والے کی محفل میں انسان جس قدر ادب محبت اور اطاعت کے جذبے سے بیٹھے گا اسی قدر اس پر فیض کے دروازے کھلیں گے، نیت یہ ہو کہ یہ جو کچھ بھی اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق نصیحت فرمائیں گے ہم اس پر عمل کی پوری کوشش کریں گے کیونکہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں اطاعت نہیں ہے دھیان سے سننا اور پھر اس پر عمل کرنا یہ اللہ پاک کی عطا ہے جسے چاہے یہ محبت، ادب اور اطاعت والی نعمتوں سے نواز دے۔

محبت، ادب اور اطاعت یہ وہ تین تاریں ہیں جن میں سے اگر ایک بھی کٹ جائے تو سارا فیض ختم ہو جاتا ہے جس طرح بجلی کی دو تاروں (ٹھنڈی اور گرم) میں سے اگر ایک کٹ جائے تو کرنٹ ختم ہو جاتا ہے۔ چلتا ہوا پنکھا رک جاتا ہے اور روشن ٹیوب لائٹ بجھ جاتی ہے مگر جب تار دوبارہ جڑ جائے گی تو سارا سلسلہ دوبارہ سے شروع ہو جائے گا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عشق وادب کے مجسمے :۔ چونکہ قرآن پاک کے پہلے مخاطب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے اس لیے اللہ پاک نے خصوصی طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا" لاتقد موا بین یدی اللہ ورسولہ " کہ اللہ کے پیغمبر علیہ السلام سے آگے قدم نہ بڑھاؤ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اونچی آواز بھی نہیں ہونی چاہیے اور اگر ایسا ہوا تو فرمایا" ان تحبط اعمالکم " کہ تمہارے سب اعمال ضائع ہو جائیں گے۔

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ محبت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجامات کے بال مبارک نیچے نہیں گرنے دیئے جاتے تھے اور وضو کے پانی کے قطرے بھی نیچے نہیں گرنے دیتے تھے اور ادب کا یہ مقام تھا کہ رویا کرتے تھے کہ ہماری آواز پیغمبر علیہ السلام کی آواز سے بلند ہے۔ ان کے تو ادب کی بھی کوئی حد نہیں اور محبت واطاعت کی بھی کوئی حد نہیں۔

ہر وقت سراپا اطاعت بنے رہنا:۔ اسی لیے ہمیں اتباع واطاعت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مثال دی گئی کیونکہ انہیں یہ سب کچھ حاصل تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام بہت ہی بلند ہے اس وقت کے تمام اولیاء اللہ بھی آجائیں تو کسی صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام نہیں پاسکتے۔ اللہ پاک نے ان کے بارے میں فرمایا:" والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا......" کہ جب بھی آپ انہیں دیکھتے ہیں وہ رکوع اور سجدے کی حالت میں ہوتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں بلکہ جس طرح نماز کے اندر اللہ پاک اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری ہوتی ہے۔ فرمایا ان کی چوبیس گھنٹے کی زندگی ہی ایسی ہے۔ یہ سب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات کا اثر تھا کہ انکا ایک لمحہ بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بغیر نہیں گزرتا تھا۔

کیفیت احسان کا ثبوت قرآن مقدس سے :۔ سبحان اللہ: کیا شان ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کہ ان کے اخلاص نیت کی گواہی خود اللہ تبارک وتعالیٰ دے رہا ہے" یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا " کہ وہ ہر وقت میری رضا اور رضوان کے متلاشی تھے۔ پھر فرمایا" والذین اتبعوھم باحسان "تو صوفیاء کرام رحمہم اللہ کی اصطلاح میں جو کیفیت احسان بیان کی جاتی ہے تو اس سے مراد یہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم والی کیفیت ہے یعنی ان کی توجہ ہر وقت اللہ کی طرف رہتی تھی۔ لہٰذا ہمیں بھی حکم آیا کہ عبادت اس طرح کرنی چاہئے کہ جیسے اللہ کو دیکھ رہے ہوں اگر یہ کیفیت نہ بنے تو کم از کم یہ تصور تو ہو کہ وہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ تو اصل میں جتنا نور حاصل ہوتا ہے وہ سارا کیفیات سے ہی حاصل ہوتا ہے اور اسے حاصل کرنا ہی احسان ہے۔ اسی طرح جب ابراہیم علیہ السلام کو رب کی معرفت حاصل ہوئی تو فرمایا" انی وجھت وجھی للذی ......" ایسے متوجہ ہوئے اللہ کی طرف کہ پھر پوری زندگی ان کی توجہ ایک لمحے کیلئے بھی اللہ کی ذات عالی سے نہ ہٹی۔ لیکن ہم یہ کیفیت صرف 15/10 منٹ کی نماز میں بھی برقرار نہیں رکھ سکتے۔

نماز میں سلام پھیرنے کا عجب فلسفہ:۔ جب ہم نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو ہمارے دل کے سوا پورا جسم حاضر ہوتا ہے لیکن دل غائب ہوتا ہے۔ حالانکہ اللہ پاک فرماتا ہے کہ میں تمہارے مٹی کے جسم کو کیا کروں مجھے تو تمہارے قلب کی حضوری اور روح کی حاضری مطلوب

ہے جس روح نے میرے ساتھ وعدہ بندگی کیا تھا وہ روح میرے پاس لاؤ۔ پھر جب کوئی خوش بخت کیفیت احسان کے ساتھ نماز ادا کرے تو حقیقت میں اس کی روح عرش الٰہی کا طواف کر رہی ہوتی ہے اور مشاہدہ حق میں مگن ہوتی ہے اور جب نماز کے اختتام پر واپس زمین پر آتی ہے تو ہم ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں۔ حالانکہ سلام تو اسی صورت میں کیا جاتا ہے جب بندے ایک دوسرے سے بچھڑنے کے بعد دوبارہ ملیں تو اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ روح جسم سے بچھڑ کے اوپر چلی گئی تھی پھر جب واپس آئی تو اس نے سلام کیا۔

دکھاوے کی امامت نماز:۔ مولانا سید ابوبکر غزنوی صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ جو امام نفلی نماز تو مختصر پڑھتا ہو لیکن جب جماعت کرائے تو خوب لمبی کراتا ہے تو اس سے دکھلاوا ظاہر ہوتا ہے جماعت کرواتے وقت تو حدیث کے مطابق بوڑھوں اور کمزوروں کا خیال رکھتے ہوئے قدرے مختصر نماز پڑھانی چاہیے۔ اگر امام صاحب کا لمبی نماز پڑھنے کو جی چاہتا ہے تو وہ اپنی نفلی اور مسنون نمازوں کو خوب لمبا کیا کریں۔ یہ کیا بات ہوئی کہ اپنی نفلی نمازیں تو بالکل مختصر اور امامت کرواتے وقت نماز کو طول دے دیا جائے۔

مسجد نبوی ﷺ جیسی کیفیات:۔ 1992ء میں جب میں حج پر گیا تو میرے ساتھ گوجرانوالہ کے دو بندے بھی گئے۔ حج سے واپسی کے بعد جب وہ بندے مجھے ملنے آئے تو ان میں سے ایک بندہ (یونس صاحب) جو کہ بہت نیک انسان ہیں انہیں ہمارے بزرگوں کے بارے میں علم نہیں تھا وہ کہنے لگے کہ نماز پڑھنے کی جو کیفیات مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ملتی ہیں وہی کیفیات اس مسجد میں آ کر نماز پڑھنے سے حاصل ہوئی ہیں اس کی وجہ سمجھ نہیں آ رہی کہ وہی خوشبو، وہی کیفیات، یہاں اس مسجد میں کیسے مل رہی ہیں؟ میں نے انہیں جواب دیا کہ یہ مسجد ہمارے بزرگ مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ کی ہے جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت زیادہ عشق تھا پھر میں نے انہیں واقعہ سنایا کہ جب مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ حج کیلئے گئے تو نہایت عشق ومحبت میں سرشار ہو کے مدینہ منورہ کی طرف جا رہے تھے۔ جب مدینہ منورہ کی مسافت سات منزلیں باقی رہ گئی تو ایک شترسوار بدو آ کر پوچھنے لگا کہ تمہارے قافلے میں مولوی غلام رسول صاحب رحمہ اللہ کون ہے۔ قافلے والوں کو تو پتہ نہیں تھا لیکن مولانا رحمہ اللہ نے خود فرمایا کہ لوگ مجھے ہی غلام رسول (رحمہ اللہ) کہتے ہیں: اس بدو نے کہا کہ آپ رحمہ اللہ کیلئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام ہے کہ آپ نے تین دن اسی جگہ قیام کرنا ہے کیونکہ جس تیزی کے ساتھ آپ آ رہے ہیں یہ کہیں ہمیں ظاہر نہ کر دے لہٰذا تین دن یہیں قیام کریں۔

پھر ان کا قافلہ وہیں مقیم ہو گیا اور تین دن مولانا رحمہ اللہ روتے رہے بہت روئے حتیٰ کہ دل کا سب غبار آنسوؤں کے ذریعے کم ہو گیا۔ قافلے والے پریشان کہ یہ ماجرا کیا ہے بہر حال پھر تین دن بعد قافلہ آگے چل پڑا اور مولانا رحمہ اللہ نے روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ جا کے یہ اشعار پڑھے۔ رسول اللہ ﷺ توں صدقے جان میری ایہہ فانی زندگی قربان میری

ان اشعار میں بہت درد اور عشق بھرا ہوا ہے پھر اس بدو سے جب دوبارہ ملاقات ہوئی تو اس کا شکریہ ادا کیا کہ تم نے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا اس بدو نے کہا کہ شکریہ تو مجھے آپ رحمہ اللہ کا ادا کرنا چاہیے کیونکہ آپ رحمہ اللہ کیوجہ سے مجھے مسلسل تین بار نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، مجھے پہلے دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں آپ رحمہ اللہ کے بارے میں فرمایا کہ اسے روک دو۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ نہیں سمجھ سکا، پھر دوسری رات بھی پھر تیسری رات بھی یونہی ارشاد ہوا، یوں میں آپ رحمہ اللہ کی تلاش میں چل پڑا۔

بہر حال بات یونس صاحب کی ہو رہی تھی کہ وجہ کیا ہے جو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کیفیات حاصل ہوئی تھیں وہی کیفیات اس مسجد میں مل رہی ہیں میں نے بتایا کہ ہمارے بزرگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے عاشق تھے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات ہمارے مولوی صاحب رحمہ اللہ کی مسجد میں واقعتاً ہیں۔

مولوی صاحب کی مسجد کے کمالات:۔ میں نے تہیہ کیا تھا کہ جب بھی مسجد کی توسیع کراؤں گا تب نہ کسی سرمایہ دار کے پاس جاؤں گا نہ ہی کوئی کمیٹی بناؤں گا جس طرح عام مساجد میں کمیٹی بنا کر پھر ایک صدر بنا دیا جاتا ہے پھر یہ نہیں دیکھا جاتا کہ جمع ہونے والا فنڈ کیسا مال ہے حلال ہے یا حرام بس فنڈ ضرور جمع ہونا چاہیے تو میرا دل کہتا ہے کہ یہ کمیٹی بنا کر فنڈ جمع کرنا بھی توحید کے منافی ہے۔ لوگ مجھے کہنے لگے کہ آپ بھی کمیٹی بنالیں آخر کس طرح یہ سلسلہ چلے گا۔ میں نے کہا میں کمیٹی نہیں بناؤں گا اللہ پاک خود ہی سارا سلسلہ چلائے گا۔ جس طرح ہمارا گھر کوئی اور نہیں چلاتا ہم خود ہی چلاتے ہیں اسی طرح اللہ پاک خود ہی اپنا گھر چلائے گا۔ لہٰذا میں نے آج تک کوئی کمیٹی نہیں بنائی۔ بس جمعے میں اعلان کر دیتا ہوں کہ فلاں چیز چاہیے جسے اللہ پاک توفیق دے دے وہ خود ہی آ کر سعادت حاصل کر لیتا ہے۔ بات تو خلوص کی ہے جسے بھی خلوص نیت مل جائے۔ اللہ پاک اسے بھیج دیتا ہے، یہ مسجد کی برکات و کمالات ہیں ایک بار ایسا بھی ہوا کہ مسجد کا سوئی گیس کا بل بیس ہزار روپے آ گیا چونکہ جنریٹر بھی چلتا رہتا ہے سردیوں میں گیزر بھی چلتا ہے اس لیے اتنا زیادہ بل آ گیا لیکن بیس ہزار روپے ادا کرنا بالکل ناممکن تھا۔ میں نے سوچا کہ بل اللہ کے گھر سے ہی لینا ہے وہ خود ہی دے گا۔ میں ظہر کی نماز پڑھ کے بیٹھا ہی تھا کہ اتنے میں ایک شخص آیا مجھے کہنے لگا کہ میں پنڈی سے آیا ہوں اس مسجد میں نماز پڑھنے آیا تھا تو میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں مسجد کی کوئی خدمت کروں لیکن چونکہ میں اس ارادے سے نہیں آیا تھا لہٰذا اتنے پیسے میری جیب میں نہیں ہیں۔ فی الحال میرے پاس صرف بیس ہزار روپے کی گنجائش ہے براہ مہربانی میری طرف سے یہ ہدیہ قبول فرمائیں۔ یہ مسجد ہی کی برکت ہے جو اس طرح اللہ پاک نے غیبی طور پر بل جمع کروانے کا انتظام فرما دیا۔ میں نے خادم کو بلا کر کہا کہ یہ لو جا کر بل جمع کروا آؤ وہ پوچھنے لگا کہ اتنی بڑی رقم اچانک کیسے؟ میں نے کہا جس کا گھر ہے اس نے انتظام کر دیا ہے۔

اس طرح کئی بار ہوا ہے یعنی مسجد کی برکتیں چل رہی ہیں میرے بس میں کہاں ہے کہ مسجد کو چلا سکوں، مسجد میں اتنے زیادہ پنکھے اور لائٹیں استعمال ہوتی ہیں پھر سوئی گیس کا بھی بل آتا ہے دو اساتذہ کی تنخواہیں دینا ہوتی ہیں، تقریباً تیس ہزار ماہانہ کی لاگت ہے لیکن الحمد للہ اللہ پاک غیب سے یہ سارا نظام چلا رہا ہے۔

منبر کی برکات و کرامات:۔ یہ منبر جو اس وقت مسجد میں موجود ہے یہ ہمارے بزرگ مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ کا ہی ہے۔ غالباً بیری کی لکڑی سے بنا ہوا۔ یہ منبر تقریباً 150 سال پرانا ہے، چونکہ 1874ء میں مولوی صاحب رحمہ اللہ کی وفات ہوئی تھی اور انہوں نے خود ہی 30/25 سال یہ منبر استعمال فرمایا تھا لہٰذا یہ منبر بھی بہت بابرکت ہے۔ ابھی تک اس کی لکڑی کی گھن وغیرہ نہیں لگی یہ اس منبر کی عجیب داستان ہے حالانکہ اتنی پرانی لکڑی تو ختم ہو جاتی ہے اس کا دوسرا کمال یہ ہے کہ میں جمعہ پڑھانے کیلئے گھر سے کوئی موضوع سوچ کر اس کی تیاری کر کے آتا ہوں لیکن اس منبر پر کھڑے ہوتے ہی وہ سارا مضمون بھول جاتا ہے اور اللہ پاک کی طرف سے مضامین کی آمد شروع ہو جاتی ہے۔ یہاں کھڑے ہو کر خود بخود بیان شروع ہو جاتا ہے اور بیان ختم ہونے کے بعد یاد نہیں رہتا کہ اللہ پاک نے منہ سے کیا خیر نکلوائی اگر میں کہیں اور جا کر درس دوں تو لوگ کہتے ہیں کہ اپنی مسجد میں تو آپ بلا جھجک مسلسل بیان کرتے ہیں لیکن یہاں درس دیتے ہوئے سوچ سوچ کر بولتے ہیں۔ میں دل ہی دل میں کہتا ہوں کہ مسجد میں تو بزرگوں کے منبر کی برکت سے مجھ پر مضامین کی آمد ہوتی ہے جو کہ عام جگہوں پر نہیں ہوتی۔

منبر پہ دعاؤں کی مقبولیت:۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ خطبہ جمعہ کے آخر میں جو جو دعائیں اس منبر پر کھڑے ہو کے جو جو دعائیں مانگتا ہوں وہ پوری ہوتی ہیں یہ بھی اس منبر کی ہی برکت ہے۔

قلعہ میہاں سنگھ کا تاریخی پس منظر: ہمارے بزرگوں کا مسکن کوٹ بھوانی داس ہے جو کہ یہاں سے 13/12 کلومیٹر دور ایک گاؤں ہے اس زمانے میں ایک سکھ تھا جس کا نام میہاں سنگھ تھا وہ ہمارے بزرگوں کے والد مولانا عبدالرحیم رحمہ اللہ کا شاگرد تھا۔ اس نے مولانا عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ سے عرض کی کہ میں ایک نیا گاؤں آباد کرنے لگا ہوں آپ میرے ساتھ وہاں تشریف لے آئیں اور ایک نئی مسجد تعمیر فرمائیں۔

فرمایا میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتا اس نے عرض کی کہ پھر اپنے بیٹے کو میرے ساتھ بھیج دیں۔ پھر ہمارے بزرگوں نے آ کر یہ گاؤں آباد کیا اور اس مسجد کی بنیاد بھی خود مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ نے رکھی۔ اس کے ساتھ ہی سکھ نے (اعلان کروا دیا کہ جو جو اس نئے گاؤں میں آ کر بسنا چاہتا ہے آ جائے۔ یوں آہستہ آہستہ یہ گاؤں آباد ہو گیا۔ گاؤں کی پہلی مسجد یہی ہے۔

والد صاحب رحمہ اللہ کا مبارک خواب:۔ ہمارا گھر یہیں مسجد کے قریب ہی ہے ایک دن والد صاحب رحمہ اللہ نے خواب میں دیکھا کہ جمعے کا دن ہے اور والد صاحب رحمہ اللہ نے گھر سے جمعے کے لئے مسجد میں آنے کا ارادہ کیا لیکن جونہی دروازہ کھولا تو ہمارے گھر کے سامنے والی گلی بھری ہوئی تھی اور ابھی مزید لوگ جمع ہو رہے تھے ارد گرد کی گلیاں بھی بھری ہوئی تھیں۔ والد صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے سوچا کہ اتنی مخلوق کہاں سے آ گئی۔ پھر میں نے گلی میں کھڑے ایک بندے سے پوچھا کہ یار کہاں جا رہے ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ وہ کہنے لگے کہ آپ کو نہیں پتہ کہ مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ والی مسجد میں آج نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ پڑھانے کیلئے تشریف لا رہے ہیں۔ والد صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں بھی آگے بڑھا۔ مخلوق میرے آگے سے ہٹ رہی تھی اور معلوم ہو رہا تھا کہ سرور کونین ﷺ میری طرف ہی تشریف لا رہے ہیں۔ میں ایک طرف کھڑا ہو گیا جونہی سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں میں ان کی زیارت کروں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کروں۔ ابھی میں جونہی کھڑا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ابھی نظر آنے والے ہی تھے کہ تمہاری ماں نے مجھے جگا دیا۔ تمہاری والدہ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ آج آپ تہجد کیلئے ابھی تک کیوں نہیں جاگے وقت گزر رہا ہے۔ کہنے لگے کہ میں نے اس اللہ کی بندی سے کہا کہ صرف ایک منٹ تم ٹھہر جاتی مجھے نہ جگاتی تو مجھے سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہو جاتا، اے کاش! تم کچھ دیر صبر کر لیتی۔

آقا سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی براہ راست توجہ:۔ اس واقعے سے مجھے یقین ہو گیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی براہ راست توجہ ہماری مسجد پہ ہے اور اس کی وجہ صرف یہی سمجھ آتی ہے کہ ہمارے بزرگ مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ کو ان کے ساتھ بہت عشق تھا۔

نسبتوں کی معیت:۔ یہ جو روحانی تعلق ہوتا ہے یہ بہت کچھ دیتا ہے یہ نہیں ٹوٹتا امارت اور جاگیریں ختم ہو جایا کرتی ہیں لیکن روحانی تعلق اور نسبتیں سدا کام آتی ہیں۔

نسبتوں کی قرآنی مثال:۔ اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کو بھیج کر اپنے ایک نیک بندے کی اولاد کے خزانے کی حفاظت فرمائی تھی۔ ہوا یوں کہ دیوار گرنے والی تھی، بستی والے جو کہ خود غرض لوگ تھے انہوں نے دونوں کو روٹی بھی نہیں پوچھی تھی ان کی خود غرضی کی وجہ سے کہ اگر یہ دیوار گر گئی تو کہیں یہ بستی والے بچوں کا خزانہ لے جائیں۔ اللہ پاک نے دونوں کو بھیج کر فرمایا دیوار سیدھی کر دو۔ موسیٰ علیہ السلام کو نہیں پتہ چلا کہ یہ دیوار کیوں سیدھی کی اس لیے فرمایا کہ انہوں نے تو ہمیں کھانا بھی نہیں پوچھا ہم نے ان کی دیوار سیدھی کر دی ہے۔ لیکن پھر خضر علیہ السلام نے اس حکمت سے پردہ اٹھایا کہ " و کان ابوھما صالحا " کہ ان کا باپ بہت نیک تھا اس لیے اسکی نیکی کی وجہ سے ہم نے اس کی اولاد کے خزانے کی حفاظت فرمائی۔

ہمارے بڑوں کی نسبتیں:۔ ہم بھی اپنے بڑوں کی برکات ابھی تک حاصل کر رہے ہیں ان کی وجہ سے اللہ پاک ہماری حفاظت فرما رہا ہے ہمارا ذاتی کمال تو کوئی نہیں بس ساری عزت بڑوں کی نسبت کی وجہ سے اللہ نے دی ہوئی ہے۔ ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے صرف اسی ذات کی شان ستاری ہے جس نے ہم جیسوں پر پردہ ڈالا ہوا ہے اور ہمارے بارے میں جو لوگوں کے دلوں میں حسن ظن ہے سب اسی ذات عالی کا فضل و کرم ہے۔ آج جو بھی ہمیں ملنے کیلئے آتا ہے۔ انہی بزرگوں کی محبت و برکت اسے یہاں کھینچ لاتی ہے۔ انہی کی برکتوں کی بدولت اللہ پاک ہم سے کام لے رہا ہے۔

مقامات قرب الٰہی میں سے مقام صدیقیت:۔ عام طور پر صدیق سچا کے مفہوم میں لیا جاتا ہے جبکہ ولایت کی منزلوں میں سے ایک مقام "مقام صدیقیت" ہے۔ صدیق کے پاس کھڑے ہو کر بھی اگر کوئی دعا مانگ لی جائے تو وہ قبول ہوتی ہے۔

مقام صدیقیت انبیاء علیہم السلام میں بھی تھا جیسا کہ قرآن میں فرمایا: " یوسف ایھا الصدیق "لہٰذا باپ بھی پیغمبر ہیں لیکن بیٹا جو کہ صدیق نبی (علیہ السلام) ہیں ان کے کہتے ہی بینائی مل گئی۔ اسی طرح فرمایا" واذکر فی الکتاب ادریس انه کان صدیقاً نبیا" اسی طرح حضرت مریم علیہا السلام کے بارے فرمایا گیا کہ وہ صدیقہ تھیں۔" وامه صدیقه "لہٰذا جب زکریا علیہ السلام نے ان کے پاس بے موسم پھل دیکھے تو ان کے پاس کھڑے ہو کر ہی دعا مانگی جو کہ قبول ہوئی اور انہیں بڑھاپے میں بھی بیٹا مل گیا۔

پھر ہر نبی علیہ السلام کی امت میں ایک صدیق ہوا کرتا ہے ہمارے آقا سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے امت میں سے یہ شان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے۔ حالانکہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم خود امام الانبیاء بھی ہیں، رسول بھی ہیں، نبی بھی ہیں، خاتم الانبیاء بھی ہیں، رحمۃ اللعالمین بھی ہیں اور صدیق بھی ہیں، جب غزوہ بدر کے موقع پر فتح کیلئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرما رہے تھے اور بے خودی کا عالم یہ تھا کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک سرک کر گرنے والی تھی تو پیچھے سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور چادر مبارک کندھوں پر ڈالتے ہوئے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو وعدے فرمائے ہیں ضرور پورے کرے گا۔ لہٰذا جونہی دو صدیق اکٹھے ہوئے جنگ میں فتح ہوگئی۔

تزکیۂ نفس کی اشد ضرورت: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبروں میں بھی صدیقیت کا منصب ہوتا ہے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امامت کا منصب ملا۔ فرمایا:" انی جاعلك للناس اماما "حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کی ملت میں سے ہیں۔" ملة ابیکم ابراهیم هو سمّٰکم المسلمین " ہمارا نام اللہ پاک نے مسلمان رکھا ہوا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہی نبی ہوئے ہیں۔

انہوں نے اللہ پاک کا گھر بنانے کے بعد دعا کی تھی کہ ان میں سے ایک ایسا پیغمبر مبعوث فرمایا جو آ کر ان کا تزکیہ کرے۔ آیات کی ترتیب کو تو ذرا دیکھیں تزکیۂ نفس کا اہتمام کتنی صدیاں پہلے سے ہو رہا ہے۔ تزکیہ کیلئے تو قرآنی آیت بھی موجود ہے۔" قد افلح من تزکی" تزکیہ تو کامیابی کیلئے بہت ضروری ہے اور اللہ کے ہاں سرخرو ہونے کیلئے تزکیۂ نفس شرط ہے۔

تزکیۂ نفس کی حدیث سے مثال: ۔ قرآن و حدیث میں تزکیۂ نفس پر بہت زور دیا گیا ہے ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے تقویٰ کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ جس طرح کانٹے دار جھاڑیوں والے رستے سے اپنا دامن بچاتے ہوئے گزر جاتا ہے اسی طرح گناہوں سے بچتے ہوئے زندگی گزارنے کا نام تقویٰ ہے۔ اگر صرف کتاب پڑھنے سے تزکیہ ہو جاتا تو اللہ پاک صرف کتاب بھیج دیتے لیکن اللہ پاک نے کتاب اللہ کے ساتھ رجال اللہ کا سلسلہ بھی جوڑ رکھا ہے اگر کتاب ہے تو ساتھ صاحب کتاب بھی ہیں، اصل جو زندگی ہے وہ نمونہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت قرار دیا ہے۔

انسان، انسان سے سیکھتا ہے: ۔ قرآن پاک اللہ تعالیٰ نے اتارا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا کہ یہ تمہارے لیے بہترین نمونہ ہیں تم نے انہیں دیکھ کر چلنا ہے اصل میں عمل کی جاگ بندے کو بندے سے لگتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی قرآن پڑھتے تھے تو اس کی برکت سے لوگ عمل پہ آتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال سورج جیسی ہے جو شخص بھی ایمان لاتا تھا اس کے قلب پر براہ راست انوار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پڑتے تھے تو اس کا فوراً تزکیہ ہو جاتا تھا اور اس کا باطن صاف ہو جاتا تھا۔ تبھی تو حدیث میں آتا ہے کہ بعض اوقات کلمہ پڑھتے ہی کوئی صحابی رضی اللہ عنہ جہاد کی طرف نکل جاتے حالانکہ جان کی قربانی دینا اتنی آسان بات نہیں۔

یہاں ایک بات قابل غور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت میں تو ابوجہل اور ابولہب بھی بیٹھا کرتے تھے لیکن ایمان نہ لانے کی وجہ سے محروم رہ گئے۔ بارش تو ہر جگہ ہوا کرتی ہے تو جو مٹی زرخیز ہوتی ہے اس میں بہار آتی ہے پھل پھول پیدا ہوتے ہیں مگر وہی بارش اگر گندگی پر برسے تو اس گندگی کی بدبو مزید بڑھ جایا کرتی ہے قلب مصفّٰی و مجلّٰی کی مثال زرخیز زمین جیسی ہے۔

طبیب روحانی یعنی مرشد کا طریقہ علاج:۔ جو روحانی طبیب ہوتا ہے وہ لوگوں کے امراض کے مطابق ان کی استعداد دیکھتے ہوئے علاج کرتا ہے ایک اللہ والے کی خدمت میں کوئی چودھری تزکیۂ نفس کیلئے گیا لیکن بہت عرصہ رہنے کے باوجود بھی کچھ نہ پا سکا۔ ان اللہ والوں نے اس کے مزاج میں تکبر دیکھتے ہوئے حکم فرمایا کہ تو صرف فرض نماز پڑھا کر مسنون اور نفلی نمازیں چھوڑ دے اور یہاں آنے والے لوگوں کی جوتیاں سیدھی کیا کر۔ وہ کہنے لگا حضرت یہ کام تو مجھ سے نہیں ہوگا۔ فرمایا! تیرا یہی مرض مار کے ہم تجھے کچھ دینا چاہتے ہیں جب تک تیرے اندر کا چودھری نہ مرے گا تجھے کچھ نہیں ملے گا۔

تزکیہ و احسان اجتماع کا انعقاد:۔ ہم اپنے گاؤں میں پچھلے سال سے ایک اجتماع کروا رہے ہیں جس کا مقصد یہ ہے لوگوں کا تزکیۂ کر کے انہیں کیفیتِ احسان سے روشناس کیا جائے۔ اس اجتماع میں ہم صرف ان علماء کو مدعو کرتے ہیں جو لوگوں کو درس کے ذریعے اپنی کیفیات دے کر جاتے ہیں۔

”ادب“ طلباء کی ترقی کا راز:۔ شیخ الحدیث علماء پر رحمتوں کی بارش ہو رہی ہوتی ہے۔ لہٰذا ان کے سامنے ادب اور طلب کے ساتھ بیٹھنے سے کچھ چھینٹے ہم پر بھی پڑ جاتے ہیں شخصیت کا ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ شخصیت کے بغیر آگے نہیں چلا جا سکتا۔ شخصیت کو نکال دینا بہت بڑی غلطی ہے۔

کامل مرشد کی بیعت شخصیت پرستی نہیں:۔ ہم سب مکلّف ہیں، ہم سے سوال و جواب ہونے ہیں قرآن نے ہمیں دعا سکھائی ہے کہ ” صراط الذین انعمت علیھم “ کہ ان لوگوں کا راستہ مانگو جن پر انعام ہوا ہے اور نماز کے اندر بھی ان انعام یافتہ لوگوں کا راستہ مانگو اور ان انعام یافتہ لوگوں میں صالحین امت بھی شامل ہیں۔ ان کی راہ پہ چلنا عین صراط مستقیم ہے شخصیت پرستی نہیں ہے۔ شخصیت پرستی تب ہوتی ہے جب ان کی غیر مشروط اطاعت کی جائے۔

شخصیت پرستی کا مفہوم:۔ ایک مرتبہ حضرت عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم نے پوچھا کہ قرآنی آیت جو ہے ” اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا “ تو ہم تو اپنے علماء اور راہبوں کو تو رب نہیں مانتے تھے۔ اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آ رہا۔ فرمایا کہ تمہارے راہب تمہیں جو حلال کہتے تھے کیا تم اس کو حلال اور ان کے کہے ہوئے حرام کو حرام مانتے تھے؟ کہنے لگے جی ہاں! فرمایا یہی تو غیر اللہ کی پوجا ہے۔ اگر ہم بھی کسی کی غیر مشروط اطاعت شروع کر دیں گے تب اسے شخصیات پرستی کہا جائے گا۔ لیکن اگر وہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں پھر یہ شخصیت پرستی نہیں پھر یہ صراط مستقیم پہ چلنا کہلاتا ہے۔ چونکہ انسان نمونے کو دیکھ کر ہی چلتا ہے یہ لوگ ایسے مینارہ نور ہوتے ہیں جن سے ہمیں راہ نظر آتی ہے اور ان کے پیچھے چلنے سے انسان کامیاب ہوتا ہے۔

ہمارے بڑوں کی بیعت اصلاح:۔ ہمارے اسلاف سارے بیعت ہوتے رہے ہیں میں نے مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کو دیکھا ہے، ان کی محافل میں شریک ہوا ہوں مگر جب مجھے ان کے مقام کا احساس ہوا تو ان کا حادثہ ہو گیا اور وہ شہید ہو گئے۔ ان کی یکدم وفات سے مجھ پر غم کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ تین دن مجھ سے کھانا نہیں کھایا گیا۔ لیکن آج کے اہلحدیث تو اس طرف آتے ہی نہیں بس فتوٰی بازی شروع کر دیتے ہیں۔

میری بیعت اصلاح:۔ میرا اصل روحانی تعلق تو مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کے ساتھ تھا لیکن ان کی وفات کے بعد میں خود کو بہت نامکمل محسوس کرنے لگا۔

موجودہ اہلحدیث بجھے ہوئے چراغ:۔ ایک بزرگ عالم نے مجھے خط کا جواب بھیجا جس میں لکھا تھا کہ مجھے بہت خوشی ہوتی ہے جب کوئی اہلحدیث میرے ساتھ گفتگو کرتا ہے۔ اہل حدیثوں کے متعلق میرا ذاتی نظریہ تو یہ ہے کہ جس طرح ایک صاف ستھرا چراغ ہو، اس کی چمنی بھی ٹھیک ہو، اس کا تیل بھی اعلیٰ قسم کا ہو لیکن اسے صرف آگ کی ضرورت ہو، اہلحدیثوں کے پاس بھی کھرا دین، کھرا عقیدہ ہے مگر صرف

آگ کی ضرورت ہے جونہی یہ کسی اللہ والے کسی اہل دل کے ساتھ نسبت جوڑ کر تزکیۂ نفس کر لیں تو ان کا چراغ روشن ہو جائے گا اور پھر یہ روشن چراغ دوسرے لوگوں کے چراغ بھی روشن کر دے گا۔

اہلحدیثو! تم خطرے میں ہو......:۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ اہلحدیثوں کو قیامت کے دن بھی خطرہ ہوگا کہ اگر ان سے پوچھ لیا گیا کہ تمہارے پاس تو سب کچھ کھرا تھا پھر تم نے آگے کیوں نہ پہنچایا؟ تو کیا جواب دیں گے......!

روشنی پانے کیلئے ذکر سے ابتداء:۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ اس مسئلے کا حل کیا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ قرآن میں یہ حکم نہیں ہے؟ " یاایھا الذین امنوا اذکروالله " تو اگر آپ خود کو ایماندار سمجھتے ہیں تو اللہ کا ذکر کریں اور ہاں ذکر بھی " ذکراً کثیراً " ہونا چاہیے۔ پھر انہوں نے کہا کہ ضروری نہیں کہ آپ بیعت کریں، بیعت میں یہ تصور رہتا ہے کہ میں جن سے بیعت ہو رہا ہوں ان کی مان کر چلوں گا اور بیعت کی برکت سے عمل پہ آنا آسان ہو جاتا ہے۔

مراقبے میں عمرے کا انکشاف:۔ ان ہی بزرگ کے پاس میں بہت عرصہ جاتا رہا لیکن ابھی تک میں نے بیعت نہیں لی تھی۔ 99ء میں ان بزرگ کا عمرے پہ جانے کا پروگرام بنا تو انہوں نے اعلان کروایا کہ جو جو میرے ساتھ عمرے پہ جانا چاہتا ہے وہ تیاری کر لے اور اپنا نام لکھوا دے تا کہ اجتماعی عمرہ ادا ہو جائے۔ ہمارا ایک ساتھی جو جانے کا ارادہ رکھتا تھا اس نے اپنا ٹریکٹر بیچا اور اپنا نام لکھوا دیا۔ اس وقت 25 ہزار روپے فیس ہوا کرتی تھی۔ وہ نام لکھواتے ہوئے مجھے بھی ساتھ لے گیا۔ واپسی پہ یہاں گوجرانوالہ کے ایک ڈاکٹر محمود صاحب مجھے گھر چھوڑنے آئے وہ بھی مولانا صاحب سے بیعت ہیں۔ ہم نے راستے میں ہی ایک مقامی اہلحدیث مسجد میں عشاء کی نماز پڑھی لیکن وہاں ایک عجیب واقعہ ہوا۔ وہ یہ کہ جب میں وضو کر کے مسجد میں گیا تو ڈاکٹر محمود صاحب جو کہ اس وقت مراقبے میں بیٹھے ہوئے تھے کیونکہ ابھی جماعت ہونے میں کچھ دیر باقی تھی وہ مجھے کہنے لگے کہ میں نے مراقبے کی حالت میں مولانا صاحب کے ساتھ ساٹھ بندوں کو طواف کرتے دیکھا ہے اور ان میں سے ایک آپ بھی ہیں۔

اللہ جس سے چاہے پردہ ہٹادے:۔ ڈاکٹر محمود صاحب جو کہ اہلحدیث ہیں ان کی بات سن کر میں بہت حیران ہوا کہ یہیں بیٹھے بیٹھے مراقبہ کر کے انہیں کیسے پتہ چل گیا کہ میں بھی عمرہ ادا کروں گا۔ خیر چند دنوں کے اندر اندر ہی اللہ پاک نے غیبی نظام کے ذریعے میرے لیے 25 ہزار کا بندوبست کر دیا جن میں سے دس ہزار میرے بیرون ملک مقیم بھائی نے تحفۃً مجھے بھیج دیے، دس ہزار میرے برادر نسبتی نے ہدیہ دے دیا اور پانچ ہزار ڈاکٹر صاحب نے خود دیئے۔ اس سارے معاملے میں میں بہت حیران تھا کہ ڈاکٹر صاحب کے کشف میں واقعی کچھ نہ کچھ ہے۔

مدینہ منورہ میں بیعت اصلاح:۔ پھر وہ دن بھی آ گیا جب مجھ سمیت ساٹھ بندوں کا قافلہ سعودی عرب پہنچا وہاں جا کر ہم سب مدینہ پہنچے اکٹھے تیار ہو کر احرام باندھا اور عصر پڑھنے کیلئے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں چلے گئے۔ عصر پڑھ کے مولانا صاحب مواجہ شریف کے دوسری طرف جالی کے پاس بیٹھ کر مراقب ہو گئے اور ہم پیچھے بیٹھے رہے، کافی دیر بیٹھے رہنے کے بعد ہم واپس آ گئے۔ صبح کے درس میں مولانا صاحب نے فرمایا کہ آپ سب کے لئے خوشخبری ہے آپ کا حاضر ہونا قبول کر لیا گیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے ہیں۔ پھر ہم نے ان کے ساتھ عمرہ ادا کیا اور جب وہاں اعلان کیا گیا کہ جس جس نے بیعت ہونا ہے وہ آگے آ جائے تو میں نے بھی آگے بڑھ کر مولانا صاحب کے ہاتھ پہ بیعت کر لی۔

توجہات میں کچھ ہوتا ضرور ہے:۔ ایک بات بہت واضح محسوس ہوئی وہ یہ کہ جو کیفیات اور برکات مجھے اس عمرے میں حاصل ہوئیں وہ 93ء کے حج کے موقع پر نہیں ملی تھیں۔ میں سوچا کرتا تھا کہ جن کے مرید (ڈاکٹر محمود صاحب) اتنے باکمال ہیں کہ مسجد میں بیٹھے بیٹھے ہی کشف کے ذریعے انہیں عمرے کا پتہ چل گیا تو ان کے مرشد مولانا صاحب کتنے باکمال ہوں گے اور ایک بات یہ بھی ہے کہ جب سے میں بیعت ہوا ہوں ہمارے شیخ کی کیفیات میں سے کچھ نہ کچھ حصہ ہمیں بھی مل جایا کرتا ہے جس سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔

مراقبہ موت کا واقعہ: حدیث کا مفہوم ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو دونوں کندھوں سے تھام کر فرمایا کہ موت سے پہلے ہی خود کو مرا ہوا خیال کر، تو اس سے مراد تصور موت ہے۔ جس کیلئے کبھی کبھار مراقبہ موت کیا جاتا ہے پہلے میں چند خاص خاص لوگوں کو ذکر اور مراقبہ کرواتا تھا اب اپنے بیٹے اسامہ کو مامور کردیا ہے کہ بیٹا جو دین کا کام بزرگوں سے چلا آرہا ہے یہ اسی طرح آگے بڑھانا ہوگا اور یہ اسی صورت میں ہوگا جب پیچھے سے کوئی برکات حاصل ہوں گی۔

ایک دفعہ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں ختم قرآن کے موقع پر میں نے سوچا کہ لمبی لمبی دعائیں تو پہلے بھی کرتے رہتے ہیں لیکن اس سے کچھ واضح فرق محسوس نہیں ہوتا، نہ ہی دعاؤں میں دھیان بنتا ہے لہٰذا میں نے لائٹیں بند کروا کے سب کو تھوڑی دیر کیلئے مراقبہ موت کروایا۔ ابھی دس منٹ ہی گزرے تھے کہ چیخ و پکار اور آہ و بکا شروع ہوگئی اور جب مراقبہ ختم ہوا تو سب کہنے لگے کہ ہم تو واقعی خود کو قبر کی تنہائیوں میں محسوس کررہے تھے اصل میں انسان کو مراقبہ موت میں اپنی حقیقت سمجھ آجاتی ہے پھر وہ یہ سوچتا ہے کہ میں زندگی کن کاموں میں ضائع کررہا ہوں۔

شفاء مٹی میں نہیں، اللہ کی امر میں ہے:۔ اپنے اپنے یقین کی بات ہے شفاء دینے والا تو خود اللہ ہی ہے اولیاء کی قبور سے کیسے ملتا ہے؟ اولیاء اللہ کی قبروں سے بھی نہیں ملتا اصل اللہ دینے والا ہے پر روح کا تعلق اپنی قبر کے ساتھ رہتا ہے اگر کوئی بندہ کسی اللہ والے کی قبر پہ جاکے ان کے لئے دعائے خیر کرکے یا کچھ پڑھ کے ان کو ہدیہ دے تو یقینی طور پر فوراً ان کے درجات میں بلندی کا باعث بنتا ہے۔ پھر اس کی روح اللہ تعالیٰ سے سوال کرتی ہے کہ یا اللہ ہمیں یہ مقام کیسے ملا تو جواب ملتا ہے کہ فلاں نے تمہیں دعائے خیر یا کوئی سورت یا درود شریف پڑھ کے دیا ہے۔ پھر وہ روح کہتی ہے کہ یا اللہ اس بندے نے بے لوث ہوکر ہمارے لیے دعا کی جو ہمارے درجات میں بلندی کا سبب بنی۔ الٰہی دنیا میں کوئی اس کی بھی حاجت ہوگی یا اللہ تو وہ حاجت پوری کردے اور یوں اس بندے کا مسئلہ اللہ پاک حل کردیتا ہے، وہ قادر ہے جسے چاہے عطا کرے۔

قبر پرستی تصوف نہیں ہے:۔ اب تو جاہلوں کو یہ غلط فہمی لگی ہوئی ہے کہ اولیاء اللہ دیتے ہیں حالانکہ اصل معاملہ یہ ہوا کرتا ہے، جب لوگ جاکر ان کو ایصال ثواب کرتے ہیں تو قرآن میں ارشاد " هل جزاء الاحسان الا الاحسان "اللہ پاک احسان کا بدلہ احسان سے ہی دیا کرتا ہے، اب اگر کوئی بندہ ان کے ساتھ احسان کرے گا تو اس کے فوائد وثمرات لوٹ کر اس پر آتے ہیں۔ لیکن اگر یہ عقیدہ بنالیا جائے کہ ان سے ملتا ہے تو یہ غلط ہے یہ عقیدہ بالکل نہیں ہونا چاہیے۔

ڈرتے ہوئے چلنا چاہیے:۔ عقیدے کو درست رکھنا بڑا ہی احتیاط والا کام ہے ورنہ شرک میں مبتلاء ہوتے پتہ نہیں چلتا اور شرک تو تباہ کردیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا مفہوم ہے کہ شرک کی مثال کالی رات میں کالے پتھر پر سیاہ چیونٹی کے چلنے کی آواز سے بھی زیادہ لطیف ہے۔ اس آواز کا تو پتہ چل سکتا ہے لیکن بعض اوقات انجانے میں انسان شرک میں مبتلاء ہوجاتا ہے اور پتہ بھی نہیں چلتا۔

مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ کے کلام کی تاثیر: مولانا صاحب رحمہ اللہ کی وفات کو تقریباً 132 سال ہوچکے ہیں لیکن ان کی کتاب ''تذکرہ مولانا غلام رسول صاحب قلعوی'' میں ان کا کلام بھی شامل کیا گیا ہے انکے کلام کے ذریعے بھی تاثیر اور کیفیات حاصل ہوتی ہیں کیونکہ کلام کرنے والے اور لکھنے والے کی کیفیات اس کی تحریر میں بھی آجایا کرتی ہیں۔

''ایسی کرامات جو منظر عام پر نہ آسکیں

سیدزادے کی توبہ کا واقعہ:۔ جب مولانا اسحاق بھٹی صاحب حفظہ اللہ نے مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ کی سوانح عمری لکھ لی تو اس کے شائع ہونے کے بعد انہیں بے شمار خطوط ملے جن میں ہمارے بزرگوں کی ایسی کرامات کا ذکر تھا جو پہلے بیان نہیں ہوئیں۔ مثلاً مولانا بھٹی صاحب کو حجرہ شاہ مقیم سے ایک خط آیا جس میں لکھا تھا کہ ایک دفعہ مولوی صاحب رحمہ اللہ ہمارے علاقے میں تشریف لائے ہوئے

تھے یہاں ایک شاہ صاحب کی بہت شہرت تھی ان کی بڑی بڑی مونچھیں تھیں اور حلیہ غیر شرعی بنا رکھا تھا اس کے ساتھ ساتھ وہ شطرنج کے بڑے دلداہ تھے لوگوں نے انہیں پیر بنا رکھا تھا۔

ایک دن شاہ صاحب کھانا کھانے میں مصروف تھے اور ان کا ایک مرید شطرنج بچھا رہا تھا کہ ابھی پیر صاحب کھانے سے فارغ ہو کر بازی لگانے آئیں گے اسی دوران مولوی صاحب رحمہ اللہ بھی وہاں سے گزرے جب یہ ماجرا دیکھا تو انہوں نے شطرنج پکڑ کے پھاڑ کر قریبی نالے میں پھینک دی۔ شطرنج کے پاس کھڑے شاہ صاحب رحمہ اللہ کے خادم نے یہ دیکھ کر کہا او بابا جی یہ آپ نے کیا کر دیا یہ تو ہمارے پیر صاحب کی شطرنج تھی اب میں انہیں کیا جواب دوں گا۔ مولوی صاحب رحمہ اللہ بڑے اطمینان سے تھوڑا دور جا کر بیٹھ گئے۔ جب پیر صاحب باہر آئے تو انہوں نے خادم سے شطرنج کے متعلق پوچھا خادم نے سامنے بیٹھے بابا جی کی طرف اشارہ کیا کہ انہوں نے شطرنج پھاڑ ڈالی ہے۔

پیر صاحب نے مولوی صاحب رحمہ اللہ کو بلا کر پوچھا کہ بابا جی آپ نے ہماری شطرنج کیوں پھینک دی۔ تو ہمارے بزرگ نے بڑی سادگی سے فرمایا کہ شاہ صاحب! چونکہ آپ سیدزادے ہیں لہٰذا ہم آپ کے غلام ہیں آپ کے صحن میں گندگی پڑی ہوئی تھی تو اس غلام نے اسے صاف کر دیا۔ جب انہوں نے یہ بات فرمائی تو شاہ صاحب تڑپنے لگے۔ پھر روتے ہوئے انہوں نے اپنی ساری زندگی سے توبہ کی اور فرمایا آپ رحمہ اللہ نے تو ہمیں سیدھی راہ پہ ڈال دیا ہے۔ پھر انہوں نے سنت والی زندگی پہ چلنا شروع کر دیا ہمارے بزرگوں نے انہیں فرمایا کہ اب آپ اصل شاہ صاحب بنے ہیں۔

پوری کی پوری بستی مسلمان ہوگئی (کرامت):۔ اسی طرح مولانا بھٹی صاحب حفظہ اللہ کو کراچی سے ایک خط آیا جس میں ایک بہت پرانے ''امت'' اخبار کا تراشہ بھی ساتھ تھا جس میں ہمارے بزرگوں کی ایک بہت عجیب و غریب کرامت لکھی ہوئی تھی۔ پتہ نہیں کس علاقے میں لوگ بت بنا کر ان کی پوجا کیا کرتے تھے۔ ایک دن ہمارے بزرگ مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ کا گزر اس علاقے سے ہوا تو دیکھا وہ اپنے بتوں کے سامنے مٹھائی پیش کر رہے ہیں مولوی صاحب رحمہ اللہ نے لوگوں سے پوچھا کہ جن بتوں کو تم مٹھائی پیش کر رہے ہو یہ کھاتے کیوں نہیں لوگ تمسخرانہ انداز میں کہنے لگے کہ آپ کھلا دیں۔

مولوی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر میں ان کو مٹھائی کھلا دوں تو کیا یہ کام چھوڑ کر مسلمان ہو جائے گے۔ وہ کہنے لگے ٹھیک ہے، تو مولوی صاحب رحمہ اللہ نے بتوں کو مخاطب کر کے فرمایا: یہ مٹھائی کھاتے کیوں نہیں اللہ کے امر سے وہ بت ساری مٹھائی کھا گئے۔ یہ ماجرا دیکھ کر سب لوگوں نے مولوی صاحب رحمہ اللہ سے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے، یہ واقعہ امت اخبار میں آیا۔

مولوی صاحب رحمہ اللہ کا مرشد خانہ:۔ ہمارے بزرگوں کا سلسلہ بیعت مردان سے آگے کوٹھا شریف کے ایک بزرگ سید امیر علی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ تھا جو نقشبندی مجددی تھے۔ ایک دفعہ ان کی اولاد میں سے صاحبزادہ اشرف صاحب یہاں ہماری مسجد میں تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ ہمارے بزرگوں کے اصل فیض یافتگان میں سے آپ کے بزرگ مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ سب سے آگے تھے۔ میری بڑی خواہش تھی کہ ان کی مسجد میں آؤں۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ آپ چونکہ اپنے بزرگوں کے خلفاء میں سے ہیں لہٰذا میری خواہش ہے کہ میری طرف سے یہ مٹھائی کا ہدیہ قبول فرمائیں۔ پھر ہم نے وہ مٹھائی تمام نمازیوں میں بھی تقسیم کی۔

میں نے سوچا کہ یہ بھی شکر ہے کہ ہمارے اہلحدیث حضرات نے وہاں سے آئی ہوئی مٹھائی کھالی، ختم قرآن کے موقع پر تقسیم ہونے والی مٹھائی کھالی جاتی ہے۔

تسبیح پکڑنا بدعت نہیں......:۔ حدیث میں آیا ہے'' افضل الذکر لاالٰہ الا اللّٰہ'' الحمدللہ ہماری مسجد میں زیادہ تر لوگ ذکر واذکار میں وقت لگاتے ہیں، لیکن بعض متشدد قسم کے لوگ ہاتھ میں تسبیح پکڑنا بدعت سمجھتے ہیں ایک شخص مجھے آکر کہنے لگا آپ تسبیح کیوں پکڑتے ہیں حالانکہ حدیث میں تو آیا ہے کہ قیامت والے دن ہاتھوں کی انگلیاں بھی گواہی دیں گی کہ یہ ہم پر ذکر گنا کرتا تھا، تو میں نے جواب دیا تم ذرا دیکھو میں

نے بھی ہاتھوں کی انگلیوں سے ہی تسبیح پکڑی ہوتی ہے اور اس سے گن رہا ہوں، میں نے پاؤں سے تو نہیں پکڑی ہوئی۔ ہاتھ میں ہی پکڑی ہوئی ہے نا! یہ سن کر وہ صاحب خاموش ہو گئے۔ ایسے ذکر کریں یا تسبیح پکڑ کر کریں اصل مقصود تو ذکر کرنا ہے۔ تسبیح کی نسبت اولیاء اللہ کے ساتھ ہے۔

اصل میں ہم لوگ وہم میں پڑ جاتے ہیں کہ خدانخواستہ تسبیح پکڑنا بدعت ہے حالانکہ اگر یہ بدعت ہوتی تو سعودی عرب میں جتنی تسبیحات ہوتی ہیں وہ عرب لوگ اتنے محتاط ہیں کہ ساری تسبیحات کوڑکوں میں بھروا کے پہاڑوں میں جا کر پھینک آتے۔ جب کہ وہاں تسبیح ہاتھ میں پکڑنے کی گنجائش ہے۔ اگر وہاں گنجائش ہے تو ہم کیوں لوگوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ میں نے اپنے اہلحدیث حضرات سے سے کہا ہوا ہے کہ آپ نماز کے بعد جو تسبیحات پڑھنا مسنون ہے کم از کم وہ تو تسلی سے بیٹھ کر پڑھ لیا کریں۔ لیکن افسوس اکثر آج کل کے اہلحدیث سلام پھیرتے ہی اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔

”اجتماعی دعا مانگنا بھی بدعت نہیں“ میں سلام پھیر کے اجتماعی دعا منگواتا ہوں، ہمارے دو چار نمازی اٹھ کر چلے جاتے ہیں باقی سب مل کر دعا مانگتے ہیں، سید جنید غزنوی صاحب بھی اجتماعی دعا کروایا کرتے ہیں، کئی لوگ جو متشدد قسم کے علماء ہیں میں ان سے پوچھتا ہوں کہ آپ اجتماعی دعا کیوں نہیں کرواتے وہ کہتے ہیں ثابت نہیں ہے۔

اجتماعی دعا کے قرآن سے دلائل: میں نے ان سے کہا کہ دیکھیں جی ہمارے پاس رہنمائی کے لئے قرآن موجود ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں اکیلے دعا مانگی تھی” لاالہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین “جب حضرت ایوب علیہ السلام بیمار ہوئے تو انہوں نے بھی اکیلے دعا مانگی۔” رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین “پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اللہ پاک کا گھر بنایا تو دونوں نے مل کر دعا مانگی کہ یا اللہ! ہم دونوں کو عطا فرما۔ عربی میں چونکہ ”جمع“ کم از کم تین ہوتا ہے۔ واحد، تثنیہ اور جمع اس لیے آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس میں بھی اجتماعی دعا کا ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا اگر اصحاب کہف کے واقعہ میں دیکھا جائے تو وہ تو جمع تھے۔ انہوں نے اجتماعی دعا کی کہ” ربنا هب لنا من لدنك رحمة “میں نے کہا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر اکیلا ہے تو اکیلے دعا مانگے اگر دو ہیں تو دونوں مل کر مانگیں اور اگر دو سے زیادہ ہیں تو وہ بھی اجتماعی دعا مانگیں اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب دو یا دو سے زیادہ تھے تو یقیناً ایک نے دعا مانگی ہوگی اور دوسروں نے آمین کہا ہوگا۔ میں نے کہا کہ قرآن سے جب ثبوت مل رہا ہے تو آپ اور کیا چاہتے ہیں۔ اب تو آپ کو خاموش ہو کر تسلیم کر لینا چاہیے۔

اجتماعی دعا پر سب کی بخشش ہو جانا: پھر میں نے کہا کہ جب قوم یونس علیہ السلام پر عذاب آ پہنچا تھا تو سب نے مل کر توبہ کرتے ہوئے دعا مانگی تھی کہ یا اللہ! اس عذاب کو ٹال دے۔ میں نے کہا کہ اگر اجتماعی دعا مانگنا منع ہوتا تو اللہ پاک عذاب ٹالنے کی بجائے مزید انہیں پکڑ لیتے کہ تم سے تو پہلے ہی گناہ ہوا اب مزید اجتماعی دعا والا گناہ کر رہے ہو۔ حالانکہ اللہ پاک نے تو سب کی دعا قبول فرماتے ہوئے انہیں معاف فرما کر عذاب ٹال دیا تھا۔ پھر میں نے کہا کہ اگر کسی نے اجتماعی دعا نہیں مانگنی تو اس کی مرضی الحمدللہ ہمیں تو شرح صدر حاصل ہے ہم تو ضرور مانگتے ہیں مانگنا تو اللہ پاک سے ہی ہے نا!

اذکار میں تعداد کی اہمیت: ذکر کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعداد مقرر کی ہے کیونکہ عدد کی بہت اہمیت ہے۔ فرمایا نماز کے بعد 33 بار سبحان اللہ، 33 بار الحمدللہ اور 34 بار اللہ اکبر پڑھو۔ کسی روایت میں آیا ہے کہ یہ تینوں 33/33 بار پڑھ کے ایک بار” لاالہ الا الله وحده لاشريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شي قدير “پڑھ لو تا کہ 100 کا عدد پورا ہو جائے۔ کہیں یہ دعا 25 بار اور سبحان اللہ، الحمدللہ اور اللہ اکبر بھی 25/25 بار پڑھنے کا ذکر آیا ہے ایک روایت میں 10/10 بار پڑھنے کا ذکر بھی موجود ہے۔

تعداد تو ثابت ہے پھر کیوں کہا جاتا ہے کہ تعداد مقرر نہیں کی جا سکتی۔ وظائف پڑھتے ہوئے، تعداد تو برکت کیلئے ہوتی ہے، 40 کا عدد ایک مکمل عدد ہے، 40 کے بعد تبدیلی شروع ہوتی ہے، جب بچہ ماں کے شکم میں پیدا ہوتا ہے تو 40 دن کے بعد تبدیلی شروع ہوتی ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام 30 دن کیلئے کوہ طور پر گئے تو فرمایا 10 دن اور ٹھہر جائیں تا کہ 40 دن پورے ہو جائیں۔

"باشرع آدمی ننگے سر نہیں رہتا" میں نے تو کسی اہلحدیث بزرگ کو ننگے سر نہیں دیکھا۔ ابھی جو ہمارا سالانہ تزکیۂ واحسان اجتماع ہوا ہے اس میں مولانا اسحاق بھٹی صاحب حفظہ اللہ مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے بارے فرما رہے تھے کہ سید صاحب رحمہ اللہ اپنی مسجد میں کسی کو بھی ننگے سر نہیں رہنے دیتے تھے۔ میرے خیال میں تو کوئی باشرع آدمی ننگے سر رہتے ہوئے حیاءداری محسوس نہیں کرتا۔ ننگے سر بندہ بڑا عجیب وغریب لگتا ہے۔

ننگے سر رہنے کا پہلا واقعہ:۔ ایک دن میں نے سر پر کپڑے کی بنی ہوئی ہلکی سی ٹوپی پہن رکھی تھی مجھے یاد نہیں رہا کہ کب اتار کے گھر میں کہیں رکھ دی، اسی وقت کوئی صاحب گاڑی لیکر آئے جن کے ساتھ میں نکاح پڑھانے چلا گیا۔ مجھے تو یہی تھا کہ سر پہ ٹوپی موجود ہے۔ خیر میں نے نکاح پڑھایا، وہ سب حضرات بھی اہلحدیث تھے اسی لیے انھوں نے بھی مجھے ننگے سر ہونے کا نہیں پوچھا۔ میں نکاح پڑھا کے واپس مسجد میں آیا۔ نماز کے وقت وضو کرنے کیلئے جب میں نے سر پہ ہاتھ پھیرا تو یہ محسوس کر کے بہت پریشان ہوا کہ مجھے ننگے سر ہونے کا پتہ ہی نہیں چلا۔ یہ میری زندگی کا پہلا واقعہ تھا جو میں ننگے سر گھر سے باہر نکلا۔ میں گھر میں ٹوپی اتار کے رکھ دیتا ہوں مگر آج تک ننگے سر باہر نہیں نکلا۔

ہمارے بزرگ بتایا کرتے ہیں پہلے وقتوں میں گھروں کی کچی دیواریں چھوٹی چھوٹی ہوا کرتی تھیں اور گاؤں میں آنے والا ہر شخص جو گھوڑی پہ سوار ہوتا تھا وہ اپنی سواری سے نیچے اتر جایا کرتا تھا۔ یہ اس وقت کا اصول تھا اور دوسرا اصول یہ تھا کہ کوئی شخص ننگے سر نہیں رہ سکتا تھا جو بھی ننگے سر نظر آجاتا اسے کہا جاتا تجھے شرم نہیں آتی؟ جا، جا کے سر پہ کپڑا رکھ کے آ۔ اب تو ننگے سر رہنے کا سسٹم بن گیا ہے وگرنہ تو سر کو ڈھکا ہونا چاہیے۔

اہلحدیث بزرگ ننگے سر سے منع کرتے تھے: مولانا اسماعیل سلفی صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن ان کی مسجد میں ایک شخص نماز پڑھنے آیا جس نے سر پہ کلے والی پگڑی پہنی ہوئی تھی، اس نے آ کر نماز پڑھنا شروع کی تو پگڑی اتار کے سامنے رکھ کر ننگے سر ہی نماز پڑھنے لگ گیا۔ سلفی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تو نے جان بوجھ کے ننگے سر نماز پڑھی ہے وہ ہٹ دھرمی کے انداز میں کہنے لگا کہ مجھے پتہ ہے کہ آپ کتنے بزرگ بنے بیٹھے ہیں۔ سلفی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا بھئی مجھے کیا ہے؟ چاہے کپڑے اتار کے نماز پڑھ لو میں تو تمہیں صرف نصیحت کر رہا ہوں۔ اس طرح جو پہلے ہمارے بزرگ ہوا کرتے تھے وہ ننگے سر رہنے سے منع کیا کرتے تھے۔ نہ وہ خود ننگے سر ہوتے نہ ہی کسی کو ننگے سر برداشت کرتے تھے۔ اب تو ننگے سر رہنا عام ہو گیا ہے۔ حالانکہ بندہ بڑا عجیب لگتا ہے کہ گھٹنوں سے اوپر شلوار ہو لیکن سر ننگا ہو۔ سر پر کم از کم ٹوپی تو ہونی چاہیے یا پگڑی باندھ لینی چاہیے، سعودیہ میں تو ہر وقت سر پہ رومال رکھتے ہیں۔ ہمارے تزکیۂ واحسان سالانہ اجتماع میں انہی باتوں پر زور دیا جاتا ہے اور لوگ آ کر ہمیں کہتے ہیں کہ ہمیں تو پتہ ہی نہیں تھا ہم تو بہت دور جا گرے ہیں اب آ کے سمجھ آ رہی ہے۔

الحمد للہ ہم اہل حدیث ہیں......!:۔ ہم الحمد للہ ہیں تو اہلحدیث لیکن اپنے اہلحدیث بزرگوں سے جو جاگ ہمیں لگی ہوئی ہے وہ ابھی تک ہمارے اندر موجود ہے۔ میرا اپنا ایک خیال تھا کہ لوگ اپنے بزرگوں کے مزاروں پر اتنا مال خرچ کر دیتے ہیں ہمارے بزرگوں کی مسجد بھی تو کم از کم ان کی شایان شان ہونی چاہیے۔ اس لیے مجھے جو جو ملتا رہا میں مسجد پہ لگاتا گیا لگاتا گیا۔ اللہ پاک کا احسان ہے کہ اس نے میری زندگی میں ہی سب کچھ بنوا دیا اور مسجد ماشاءاللہ بہت خوبصورت بن گئی ہے۔

برکات منتقل ہوتی ہیں:۔ ہمارے بڑوں کی ایک مربع زمین تھی جس میں سے میرے حصے میں تقریباً اڑھائی کنال آئی ہے میں جب بھی زمین پہ جاتا ہوں تو یہ دعا کرتا رہتا ہوں کہ یا اللہ جس طرح مجھے بزرگوں کا مادی ورثہ ملا منتقل ہوا ہے اسی طرح روحانی فیض بھی ملنا چاہیے۔ میں ان کا وارث ہوں میرا تو یقین ہے کہ روحانی برکات بھی منتقل ہوتی ہیں جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتا آنکھوں سے ملتے ہی

بینائی ٹھیک ہوگئی تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے تابوت سکینہ کو بھی ہم مانتے ہیں اس کا قرآن میں ذکر ہے۔ پھر جب اصحاب کہف کا کتا ساتھ چل پڑا تو اس کے بارے بھی کیا کیا مبشرات ہیں اسی طرح ہم تو پھر بزرگوں کی اولاد میں سے ہیں ہمیں کیونکر فائدہ نہ ہوگا، ضرور ہوگا ان شاء اللہ۔

مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ تکوینی امور:۔ یہ جو منبر شریف مسجد میں رکھا ہوا ہے بڑا بابرکت ہے، جب انگریز مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ کو گرفتار کرنے کیلئے پیچھے پڑا ہوا تھا تو رشتہ داروں سے کسی نے مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ سے کہا کہ ہم تو گاؤں چھوڑنے لگے ہیں آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں۔ فرمایا: میں نہیں جاسکتا، وہ پوچھنے لگے کیوں؟ فرمایا میری ڈیوٹی یہاں لگی ہوئی ہے میں یہاں سے ہل بھی نہیں سکتا۔ وہ پوچھنے لگے یہ کیا ماجرا ہے تو فرمایا: ایک رات میں لیٹا ہوا تھا تو کسی بندے نے آکر مجھے کہا آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر بلا رہے ہیں میں اٹھ کر مسجد سے باہر گیا تو دیکھا کہ ایک پالکی کھڑی تھی جسے چار بندے لائے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنے ساتھ مسجد میں لے آئے اور آکر اسی منبر پر بٹھادیا۔ پھر میرے دائیں ہاتھ میں قرآن مجید اور بائیں ہاتھ میں بخاری شریف پکڑا کر فرمایا تم نے بس یہ بیان کرنا ہے اور یہیں تبلیغ کرنی ہے، لہٰذا بھائی صاحب میں تو مامور ہوں میں یہیں رہوں گا میں کہیں نہیں جاسکتا۔

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آمد:۔ مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ کا ایک خاص خادم ''بڈھا کشمیری'' تھا ایک بار اسے بہت شدید کھانسی لگ گئی اور مسلسل دو چار دن اسے کھانسی کا دورہ پڑتا رہا۔ اسی وجہ سے وہ حضرت کی خدمت میں بھی نہیں آرہا تھا، ایک دن مولوی صاحب رحمہ اللہ نے کسی سے کہا کہ اسے بلا کر لاؤ کیوں نہیں آرہا؟ بتایا گیا کہ اسے کھانسی لگی ہوئی ہے سارا دن کھانستا رہتا ہے اسی وجہ سے نہیں آرہا۔ اب اگلا واقعہ بڈھا کشمیری کے الفاظ میں سنئے۔ بڈھا کشمیری کہنے لگا کہ مجھے مولوی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آدھی رات کے وقت میرے پاس آنا اور ہاں کسی کو بھی نہیں بتانا۔ میں آدھی رات کو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، چاندنی رات تھی، مولوی صاحب رحمہ اللہ مجھے پکڑ کر کھلے میدان میں لے گئے جو کہ مسجد سے تقریباً آدھے کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ اس میدان میں پہنچ کر مولوی صاحب رحمہ اللہ نے اپنی چادر بچھا کر فرمایا یہاں بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا اسی وقت آسمان کے ایک طرف ایک نور ظاہر ہوا، مولوی صاحب رحمہ اللہ اس طرف گئے اور جب واپس آئے تو ان کے ساتھ ایک بہت بارعب شخصیت تھی، پھر دوسری طرف سے ایک نور ظاہر ہوا وہاں بھی ایک شخصیت ظاہر ہوئی اور مولوی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ تشریف لے آئے۔ اسی طرح مشرق، مغرب، جنوب، شمال چاروں طرف سے چار شخصیات آئیں اور سب مل کر آکر بیٹھ گئے۔ چھ لوگ وہ تھے جو اس طرح ظاہر ہوئے اور دو لوگ میں اور مولوی صاحب رحمہ اللہ تھے یعنی کل ہم آٹھ بندے اکٹھے ہوگئے۔ مولوی صاحب رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ یہ میرا خاص مرید ہے اس بے چارے کو کھانسی لگی ہوئی ہے اس کیلئے دعا فرمائیں کہ اللہ پاک اس کی کھانسی دور کردے۔

پھر ان سب نے دعا فرمائی اور دعا سے فارغ ہو کر مولوی صاحب رحمہ اللہ ان سب کو ایک ایک کرکے اسی طرح رخصت کر آئے جس طرح وہ سب تشریف لائے تھے۔ پھر مولوی صاحب رحمہ اللہ نے مجھے فرمایا اٹھو واپس چلیں۔ میں نے مولوی صاحب رحمہ اللہ کی ٹانگ پکڑ لی اور کہا کہ میں نے تو تب تک واپس نہیں جانا جب تک آپ رحمہ اللہ یہ نہیں بتائیں گے کہ یہ لوگ کون تھے جنہوں نے میرے لیے دعا کی ہے۔ مولوی صاحب رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ چھوڑو یہ بات نہ پوچھو تمہیں اس سے کیا مطلب تمہارا کام بن گیا ہے، تمہیں اور کیا چاہیے۔ میں نے کہا کہ میں بھی کشمیری سپوت ہوں تب تک نہیں اٹھوں گا جب تک آپ رحمہ اللہ نہیں بتا دیتے۔ مولوی صاحب رحمہ اللہ نے میری ضد کو دیکھتے ہوئے فرمایا پھر وعدہ کرو کہ میری زندگی میں کسی کو نہیں بتاؤ گے۔ میں نے وعدہ کیا کہ کسی سے بات تک نہ کروں گا مگر آپ ضرور بتائیں۔ مولوی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا ان میں سے ایک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، اور چھٹے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تھے۔ ان سب برگزیدہ ہستیوں نے مل کر تمہارے لیے دعا فرمائی ہے، اب اٹھو چلیں۔

باتیں ہضم نہیں ہونگی:۔ اب یہ باتیں ایسی ہیں کہ ہماری عقل انہیں ہضم کر ہی نہیں سکتی یہ باتیں ہم اپنے دلوں میں چھپائے بیٹھے ہیں عام بیان کر ہی نہیں سکتے، مجبوری ہے۔ کیونکہ لوگ پوچھیں گے کہ یہ کس طرح ہوسکتا ہے پھر حیات اور ممات والا سلسلہ چل پڑے گا لوگ عقل کی کسوٹی پہ پرکھیں گے مگر یہ باتیں ماوراء العقل ہیں۔

قرآن محل میں کیا گیا مشاہدہ:۔ ایک دفعہ مولانا منظور صاحب ہماری مسجد میں آئے، میں عصر کی نماز پڑھ کے فارغ ہوا تو دیکھا کہ وہ تشریف فرما ہیں۔ میرے ساتھ بڑی عقیدت و محبت سے ملے اور مجھے اپنے ساتھ ہی گاڑی میں بٹھا کر قرآن محل میں لے گئے اور اندر سے سارے قرآن محل کا وزٹ کروایا۔ ایک جگہ مصلے پر پھول بچھے ہوئے تھے میں نے پوچھا یہ کیا؟ تو کہنے لگے کہ یہاں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نفل پڑھے تھے۔ اب یہ بات بھی ہم اہلحدیث نہیں مانتے لیکن میں نے بھی وہاں کھڑے ہوکر دعا مانگی۔ ایک بات جو خاص طور پر یہ مشاہدہ کی گئی وہ یہ کہ جب میں قرآن محل میں داخل ہوا تو یقین جانیں کہ میرا دل لرزتا تھا، ایک عجیب طرح کی ہیبت تھی اور عجیب سی کپکپی مجھے اپنے بدن میں محسوس ہوئی خصوصی طور پر وہ جگہ جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نوافل ادا کیے تھے اس جگہ عجیب ہی کیفیت تھی۔ یہ چیزیں بہر حال ہمارے ماننے میں تو آجاتی ہیں کیونکہ ہمارے مشاہدات میں یہ باتیں آتی رہتی ہیں لیکن جو نہیں مانتے وہ کبھی یقین نہیں کرسکتے۔

حضرت مولوی صاحب رحمہ اللہ کی نشانی:۔ ہمارے پاس اب مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ کی استعمال شدہ چیزیں تو نہیں ہیں مگر ایک نشانی ہے، جب مولوی صاحب رحمہ اللہ نے مکان بنایا تھا تو لکڑی کے ایک پلر پر چاقو کیساتھ اپنا نام تراشا تھا وہ لکڑی کے پلر کا اتنا حصہ اب بھی ہم نے محفوظ رکھا ہوا ہے اور سامنے دیوار پر چسپاں کیا ہوا ہے جس پہ خود مولوی صاحب رحمہ اللہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا نام ”مولانا غلام رسول رحمہ اللہ“ لکھا ہوا ہے۔

گھر میں جنات کا اظہار:۔ ہمارے گھر میں کسی وقت جنات کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے، کیونکہ مولوی صاحب رحمہ اللہ کے جنات خادم تھے۔ ایک دفعہ ہمارے ابا جی مولانا عبدالرحمٰن صاحب رحمہ اللہ چارپائی پر لیٹے تھے جنات نے ان کی چارپائی اٹھائی اور چھت کے ساتھ لگادی۔ ابا جی نے فرمایا او خبیثو! مجھے نیچے اتارو۔ پھر نیچے اتار دیا گیا۔ اب بھی کبھی کبھار اپنی موجودگی کا احساس دلاتے رہتے ہیں۔

استاد زادے اور پیر زادے کا ادب:۔ ایک بار ہمارے آبائی قبرستان (جہاں مولوی صاحب رحمہ اللہ کی تربت ہے) کے قریب کسی بچے نے پیشاب کردیا اس پر جنات نے قبضہ کرلیا۔ بچے کو کسی بابا جی سے دم وغیرہ کروایا گیا لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ وہ بابا جی اہل حدیث تھے، شام تک بچے کی طبیعت اور خراب ہوگئی۔ شام کو اس بچے کا بڑا بھائی میرے پاس آکر کہنے لگا کہ آپ چل کر ذرا میرے بھائی کو دم وغیرہ کردیں اس کے ساتھ جنات کا مسئلہ ہوگیا ہے۔ میں نے کہا میں تو نہیں جاؤں گا میں نے کبھی جن والا عمل کیا ہی نہیں لہٰذا میں نہیں جاسکتا۔ وہ منت سماجت کرنے لگا آخر جب اس نے بڑا مجبور کیا اور کہنے لگا کہ وہ جن بچے کی زبانی آپ کا نام لیتا ہے۔ میں نے کہا: کہیں یہ نہ ہو کے وہ جن مجھے قابو کرلے میں تو نہیں جاسکتا۔ پھر میرے ایک خالہ زاد نے کہا کہ چلیں میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ ہم جب ان کے گھر میں داخل ہوئے تو بچہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گیا اور ہم سے مصافحہ کیا میں نے پوچھا کون ہو؟ کہنے لگا جی ہم اس قبرستان میں رہتے ہیں اور روزانہ صبح آکر آپ کا درس بھی سنتے ہیں۔ اس بچے نے آکر ہم پر پیشاب کردیا تو میں نے اسے پکڑلیا۔ میں نے اس جن سے کہا کہ اسے چھوڑ دو میں سمجھا تا ہوں اب یہ ایسا کبھی نہیں کرے گا، لہٰذا اس نے ہمارے ساتھ سلام لیا اور چلا گیا۔ حالانکہ میں عامل نہیں ہوں بس ہمارے بڑوں کی نسبت کی وجہ سے جنات حیاء کرتے ہیں، اکثر ایسا بھی ہوا کہ اگر کسی شخص نے مجھے تنگ کرنے کی کوشش کی تو اسے فوری سزا ملی، یہ میں نے کئی بار دیکھا ہے۔

جنات نے عاملوں کو الٹا لٹکا دیا:۔ سیالکوٹ کے ایک قریبی گاؤں کے ذیلدار کی جواں سالہ بیٹی کو جن نے قابو کرلیا اس بچی کے حواس اتنے خراب ہوگئے کہ اس نے اپنے کپڑے اتار دیئے، ذیلدار سمیت سب گھر والوں کو نہایت شرمندگی ہوئی۔ انہوں نے بڑے بڑے عامل بلائے لیکن جو عامل بھی آتا وہ جن جس نے بچی پر قبضہ کیا ہوا تھا وہ اس عامل کو پکڑ کے چھت کے شہتیر کیساتھ الٹا لٹکا دیتا۔ ذیلدار کو ہمارے دادا

مولانا عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں پتہ چلا کہ یہ مولوی صاحب رحمہ اللہ کے بیٹے ہیں تو وہ انہیں لینے کے لئے آ گیا۔ دادا جی مرحوم بھی میری طرح کمزور دل کے مالک تھے کہنے لگے اتنی خطرناک صورتحال میں آپ مجھے لینے آ گئے ہیں میں تو نہیں جاؤں گا۔ پہلے ہی سارے عامل الٹے لٹکے ہوئے ہیں میرا کیا بنے گا۔ وہ منتیں کرنے لگے کہ آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہی ہو گا، بہر حال مجبور کر کے لے گئے۔ دادا جی فرماتے تھے کہ جب میں گاؤں میں داخل ہی ہوا تو اس لڑکی نے جلدی سے کپڑے پہن لیے اور بڑے ادب سے بیٹھ گئی، جب ان کے گھر جا کر دیکھا تو چھ، سات عامل چھت کے ساتھ لٹکے ہوئے تھے۔ دادا جی کو دیکھتے ہی وہ لڑکی قریب آ گئی اور اس میں سے جن نے کہا کہ آپ تو ہمارے استاد ہیں اگر آپ حکم دیں گے تو ہم چلے جائیں گے لیکن اپنی کوئی نشانی چھوڑ کے جائیں گے۔ دادا جی نے کہا ٹھیک ہے وہ سامنے گھڑا پڑا ہوا ہے اسے یہاں لے آؤ، یہ کہتے ہی گھڑا کھسکتا ہوا دادا جی کے قریب آ گیا اور اس جن کے نکل جانے سے بے چاری لڑکی ٹھیک ہو گئی۔

جنات میں اولیاء کا ادب:۔ اس واقعے کی تصدیق اس طرح بھی ہوئی کہ تقریباً دس، گیارہ سال پہلے میں ایک دن گھر میں بیٹھا جمعے کی تیاری کر رہا تھا، ایک بندہ آ کر کہنے لگا کہ ہماری بیگم صاحبہ آپ کے خاندان کے بزرگوں کی بڑی قدردان ہیں وہ کہتی ہیں کہ ان بزرگوں کی اولاد میں سے جو صاحب بھی زندہ ہیں انہیں بلا کر لاؤ میں نے ان سے ملاقات کرنی ہے میں کسی اور شخص کو جمعہ پڑھانے کیلئے مامور کر کے اس بندے کے ساتھ چل پڑا۔ جب پہنچا تو ایک 75/70 سالہ خاتون تھیں، مجھے دیکھ کر کہنے لگیں کہ وہ لڑکی میری پھوپھی تھیں جن کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا تھا اور آپ کے دادا جی نے آ کر ہمارا مسئلہ حل کیا تھا۔ حالانکہ میری پھوپھو کپڑے نہیں پہن رہی تھی اور دادا جی ذیلدار بھی اتنے پریشان تھے کہ بیٹی پر نظر تک نہیں ڈال سکتے تھے۔ لیکن آپ کے دادا مرحوم کے آتے ہی اس جن نے ادب کرتے ہوئے بات مان لی، واقعی جنات میں ادب بھی ہوتا ہے اور انتقام بھی بہت زیادہ ہوتا ہے۔

بطور کشف گمشدہ گدھے کی اطلاع (کرامت):۔ ہمارے بڑوں کے واقعات میں سے ہے کہ ایک بندہ ان کی خدمت میں آ کر کہنے لگا کہ میرا گدھا گم ہو گیا ہے میں نے اسے ہر جگہ ڈھونڈا لیکن نہیں مل رہا مولوی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا وہ گدھا تو تمہارے گھر میں کھڑا ہے، وہ کہنے لگا کہ میں تو ابھی ابھی ڈھونڈ کر آیا ہوں۔ لیکن جب واپس گھر جا کے دیکھا تو واقعی گدھا گھر میں موجود تھا، یہ کشف کی باتیں ہیں۔

ابا جی کی نگاہ انتخاب:۔ میں نے باقاعدہ طور پر کوئی درس نظامی کا کورس نہیں کیا ہوا ہے، جبکہ میرے دوسرے بھائیوں نے کیا ہوا ہے، لیکن جب مسجد کی خطابت کی ذمہ داری سونپنے کا وقت آیا تو ابا جی نے میرا انتخاب فرمایا۔ واقعہ یوں ہے کہ ابا جی مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے ایک دن جمعہ پڑھانے کے بعد تمام نمازیوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اپنی مسند و منبر پر اپنے اس بیٹے کو بٹھا رہا ہوں۔ مسجد میں بیٹھا تو میں یہ آرام سے سنتا رہا لیکن گھر میں آ کر میں نے کہا کہ ابا جی یہ آپ نے کیا فرما دیا۔ میں نے تو صرف ناظرہ قرآن پاک پڑھا ہوا ہے نہ ہی حفظ کیا ہوا ہے نہ ہی کوئی دینی کورس۔ تو پھر میں کیوں کر یہ ذمہ داری نبھا پاؤں گا؟ ابا جی رحمہ اللہ نے فرمایا تو بس خاموش رہ اللہ پاک تجھ سے کام لے گا، بہر حال پھر بھی میری سمجھ میں کچھ نہ آیا، اس کے کچھ عرصہ بعد ابا جی رحمہ اللہ کی وفات ہو گئی۔

خواب میں ابا جی مرحوم سے ملاقات:۔ وفات کے بعد خواب میں میری کئی بار ابا جی رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی، اکثر اوقات مسجد کے معاملات کے بارے گفتگو ہوتی رہتی ہے، ان کی توجہات ہر وقت میرے ساتھ ہوتی ہیں۔

مشروب کے ساتھ توجہات منتقل ہو جانا: ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ عصر کے وقت مسجد میں ابا جی رحمہ اللہ تشریف لائے ان کے ہاتھ میں ایک بڑا سا گلاس تھا جس میں کوئی مشروب بھرا ہوا تھا اس پر جھاگ سی بنی ہوئی تھی جیسے سردائی ہوتی ہے ویسا نظر آ رہا تھا۔ ابا جی رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ یہ پی جاؤ، میں نے کہا ابا جی رحمہ اللہ یہ کیا چیز ہے اس پہ تو جھاگ ہے میرا دل نہیں کر رہا اسے پینے کو فرمایا یہ تمہارے لیے لایا ہوں اسے پیو تو سہی۔ میں نے گلاس پکڑ کر منہ کے ساتھ لگایا اور اسے پینے کیلئے اوپر نہیں اٹھایا اس کے اندر کا سارا مشروب خود بخود میرے منہ میں چڑھنے لگا اور میں سارا مشروب پی گیا۔ بعد میں میں نے پوچھا کہ ابا جی یہ کیا چیز تھی یہ تو بڑا مزے دار ہے۔ ابا جی نے میری

کمر پہ تھپکی دے کر فرمایا جا اب تجھے کوئی مسئلہ نہیں۔ اب تو سارے کام کرے گا انشاء اللہ، ہم نے تجھے یہ پلا دیا ہے۔ ابا جی کے اس مشروب پلانے کے بعد سے مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میرے اندر سے جلالی مزاج ختم ہوگیا ہے اور میری طبیعت میں نرمی پیدا ہوگئی ہے، اب لوگ جو مرضی تنقید مجھ پر کریں مجھے غصہ نہیں آتا، میری طبیعت میں حلم آ گیا ہے اور اس مشروب کو پینے کے بعد سے جو بھی بیان کروں اس کا لوگوں پر اثر ہوتا ہے، الحمدللہ۔ اللہ پاک کا بہت احسان ہے مجھ پر۔

''وھبی علم'' اللہ پاک کی خاص عطا:۔ میرے بڑے بھائی مولانا سلیم اللہ صاحب جو کہ جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ سے فارغ التحصیل ہیں وہاں مولانا ابوالبرکات صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد تھے جب کبھی انہیں کسی دینی مسئلے کی سمجھ نہ آ رہی ہوتو وہ میرے پاس آ کر مجھ سے پوچھتے ہیں، میں انہیں کہتا ہوں کہ آپ تو مجھ سے زیادہ دینی سمجھ بوجھ رکھتے ہیں تو ان کا جواب ہوتا ہے ہاں وہ سب تو ٹھیک ہے مگر اللہ پاک کا وھبی علم تمہارے پاس ہے جو کہ ہمارے پاس نہیں ہے۔

طواف کرتے ہوئے مرحومین کی زیارت:۔ ایک دن میرے بھائی مولانا سلیم اللہ صاحب تشریف لائے اور بڑی کشمکش کے عالم میں کہنے لگے کہ میں نے آپ سے ایک بات پوچھنی ہے میں نے کہا جی فرمائیں کہنے لگے کہ ابھی کچھ دن پہلے جب میں حج کے دوران خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا تو میں نے اپنے ساتھ ساتھ مرحوم ابا جی کو بھی طواف کرتے دیکھا۔ ابا جی کے ساتھ دو لوگ اور بھی تھے پہلے تو میں نے غور نہیں کیا لیکن پھر مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے کہا ابا جی، آپ تو ابا جی ہیں یہ آپ کے ساتھ والے دو لوگ کون ہیں۔ وہ کہنے لگے ان میں سے ایک میرے ابا جی یعنی مولانا عبدالعزیز رحمہ اللہ اور دوسرے ان کے ابا جی یعنی مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ صاحب ہیں اور یہ واقعہ پورے ہوش وحواس میں پیش آیا نہ یہ کوئی خواب ہے نہ ہی مجھے کوئی وہم یا شک ہے لیکن مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ یہ کیا ماجرا ہے۔

میدان عرفات میں ارواح کی آمد:۔ اس کے بعد جب میں میدان عرفات میں گیا وہاں دعا کرتے وقت بھی پھر وہی تینوں بزرگ میرے ساتھ دعا میں شامل ہوگئے۔ وہاں بھی میں نے یہی سوال کیا کہ ابا جی آپ کے ساتھ یہ دونوں بندے کون ہیں، فرمایا یہ میرے ابا جی اور یہ میرے دادا جی مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ۔ پھر میں نے حج سے واپس آکر یہ واقعہ اپنے شیخ مولانا ابوالبرکات رحمہ اللہ سے بھی بیان کیا۔ انہوں نے بھی سن کر کوئی جواب نہیں دیا بس اتنا فرمایا کہ کیا واقعی؟ سلیم اللہ واقعی ایسا ہوا؟ ماشاءاللہ، ماشاءاللہ بس آگے نہیں بتایا۔

اللہ پاک نے اس حقیقت کو کھولا:۔ بھائی صاحب مجھے کہنے لگے کہ اب تم بتاؤ کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ میں نے کہا کہ مجھے بھی سمجھ تو نہیں آ رہی لیکن اتنا ضرور پتہ ہے کہ عرفات کے میدان میں حج کے موقع پر ساری ارواح موجود ہوتی ہیں تبھی تو دعا کرتے ہوئے اتنی کیفیت بنتی ہے کہ ہمارے جیسا گنہگار بندہ بھی وہاں جا کر رونے لگتا ہے۔ عام 360 دنوں میں میدان عرفات میں کچھ نہیں ہوگا لیکن یوم عرفہ کو ہر بندہ روتا ہے۔ ہر سال تمام ارواح وہاں حاضر ہوتی ہیں، بہرحال بھائی صاحب مان گئے اور کہنے لگے کہ میں تو اسے تسلیم کر لیتا ہوں کیونکہ میرے ساتھ تو یہ واقعہ حقیقت میں پیش آیا ہے۔

ابا جی کی توجہات کا واقعہ:۔ ایک دفعہ جب کہ ابھی مسجد کی توسیع اور مرمت کا کام جاری تھا، مسجد کے مینار بن رہے تھے ایک مینار مکمل ہو چکا تھا جب کہ دوسرا ابھی آدھا ہی تعمیر ہوا تھا کہ میرے پاس رقم ختم ہوگئی میں پریشان تھا کہ اب کہاں سے رقم آئے اور یہ کام مکمل ہو۔ اسی پریشانی کے عالم میں ایک رات مجھے خواب میں ابا جی کی زیارت ہوئی۔ ابا جی فرمانے لگے کہ کیوں پریشان ہو میں نے بتایا کہ پیسے ختم ہوگئے ہیں اور کام ابھی باقی ہے۔ ابا جی رحمہ اللہ فرمانے لگے تم نے جو دو مستری لگائے ہوئے ہیں ان میں سے گاؤں والا مستری (معمار) ٹھیک ہے لیکن شہر والے مستری کے ساتھ تم زیادہ اجرت طے کر بیٹھے ہو، بہرحال اب جو معاوضہ طے کیا ہے وہی دینا اور جاؤ اپنے کزن مولانا عبدالقادر صاحب کو بلا لاؤ وہ آ کر جمعہ پڑھائیں، چونکہ خواب میں جمعے کا دن واضح ہو رہا تھا، لہٰذا میں عبدالقادر صاحب کو بلا لایا انہوں نے آ کر جمعہ پڑھایا جس کے خطبے میں اس آیت کی تشریح کی ''الذین یومنون بالغیب ...... ینفقون'' (اب یہ سارا جمعہ میں خواب میں ہی پڑھ رہا ہوں)

جمعے کی نماز ابا جی رحمہ اللہ نے خود پڑھائی جس کی دونوں رکعات میں مکمل سورہ رحمٰن کی تلاوت کی، ابا جی قرآن کی تلاوت بہت خوش الحانی کے ساتھ کیا کرتے تھے، وہی انداز تلاوت خواب میں تھا۔

آؤ مجھ سے سودا کرو......:۔ جمعے کی نماز پڑھا کے ابا جی نے منبر پر بیٹھ کر لوگوں سے مسجد کی تعمیر کے تعاون کی اپیل کی لیکن کسی شخص نے آ کر 50 روپے دیے کسی نے 100 اس طرح تھوڑے سے روپے اکٹھے ہوئے۔ ابا جی جلالی بادشاہ تھے غصے میں آ گئے اور فرمانے لگے: میں نے تم سے مسجد کے تعاون کے لئے کہا ہے لیکن تم پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

میں نے تو اب دیکھ لیا ہے کہ ایک کے بدلے اللہ 70 گنا عطا فرماتا ہے۔ لیکن تمہیں شاید اس میں شک ہے، آؤ میرے ساتھ سودا کرو، میں تمہیں ایک کے بدلے 70 گنا لے کر دوں یہ سننا ہی تھا کہ سب لوگ اٹھے اور آ کر اپنی پوری پوری جیبیں ابا جی کے سامنے خالی کر دیں اور ابا جی کے سامنے روپوں کی ڈھیری لگ گئی۔ میں دیکھ کر خوش ہو گیا کہ چلو اب تعمیر کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو جائے گا اور مسجد کا کام با آسانی مکمل ہو جائے گا۔ لیکن اسی لمحے میری آنکھ کھل گئی اور میں سوچنے لگا یہ تو صرف ایک خواب تھا حقیقت میں تو میری پریشانی جوں کی توں ہے۔

یہ خواب نہیں حقیقت تھی:۔ اس خواب کے اگلے دن جمعے کا دن تھا، میں نے جمعہ پڑھایا اور مسجد کے ساتھ تعاون کی اپیل کی، یقین جانیں پچھلے 33 سال کے عرصے کے دوران اتنا روپیہ اکٹھا نہیں ہوا جتنا اس جمعے والے دن ہوا تھا۔ واقعی روپوں کی ایک ڈھیری لگی ہوئی تھی جو خواب میں ابا جی کے سامنے لگی تھی میرے خیال میں یہ سب ابا جی رحمہ اللہ کی توجہات کی برکت سے ہوا۔

مسجد کے بیت الخلاء کی صفائی کا اہتمام:۔ ابا جی کو مسجد کے ساتھ بڑی محبت تھی ان کی ایک حکمت کی دکان تھی وہ صبح کھانا کھانے کے بعد مسجد میں چلے جاتے اور دروازہ بند کر کے مسجد کی صفائی کرنا شروع کر دیتے تا کہ کسی کو پتہ نہ چلے۔ پھر سب بیت الخلاء صاف کرتے اور وہاں سے فارغ ہو کر دکان پر چلے جاتے۔ اپنی تمام عمر انہوں نے یہ عمل جاری رکھا کسی کو بھی پتہ نہیں ہوتا تھا کہ مسجد ہر وقت صاف ستھری کیسے رہتی ہے۔

بارش کے کیچڑ کی صفائی:۔ ایک دفعہ بارش ہونے کی وجہ سے مسجد کے دروازے میں کیچڑ ہو گیا جو بندہ بھی نماز پڑھنے آتا وہ سائیڈ سے گزر کر مسجد میں داخل ہو جاتا، جب جماعت کا وقت ہوا تو ابا جی (مولانا عبدالرحمٰن رحمہ اللہ) تشریف لائے لیکن کیچڑ دیکھتے ہی اس کی صفائی کرنے لگ پڑے، عصر کا وقت تھا، ابا جی صفائی کر رہے تھے اتنے میں ایک شخص نے آواز دے کر کہا مولوی جی! نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ ابا جی جلالی بادشاہ جلال میں آ گئے، فرمایا: تمہیں نماز کی پڑی ہوئی ہے؟ تم کس طرح کی نماز پڑھنے آئے ہو۔ جہاں نماز پڑھنی ہے وہاں گند پڑا ہوا ہے کیسی نمازیں پڑھتے ہو، خبردار کسی نے کوئی بات کی تو، یہ دیکھ کر کچھ بندے اٹھ کر کہنے لگے مولوی صاحب ہمیں صفائی کرنے دیں آپ بیٹھ جائیں۔ فرمایا وہاں جا کر بیٹھ جاؤ میں خود کر لیتا ہوں۔ پھر انہوں نے صفائی کرنے کے بعد جماعت کروائی۔

میرے گھر سے پہلے اللہ کا گھر روشن ہوگا:۔ ابا جی رحمہ اللہ مسجد کا بڑا خیال رکھتے تھے ان کی شخصیت بڑی بارعب تھی ان کے سامنے کوئی بندہ نہیں بولتا تھا۔ 71ء میں جب بجلی آئی تو ایک دن میں آدھے گاؤں کو سپلائی مل گئی جس حصے میں ہمارا گھر بھی شامل تھا۔ باقی آدھے گاؤں میں اگلے دن سپلائی ہونا تھی جس حصے میں مسجد ہے، ہمارے گھر میں بھی بجلی کی تار مل گئی۔ بلب کی روشنی سے پورا گھر روشن ہو گیا، سب کو بہت خوشی ہو رہی تھی پہلے اندھیرا ہوتا تھا اب ہر چیز نظر آ رہی تھی، لیکن جونہی شام کو ابا جی رحمہ اللہ گھر تشریف لائے اور دیکھتے ہی جلال میں آ گئے اور فرمایا تمہیں شرم نہیں آتی اللہ کا گھر ابھی اندھیرے میں ہے اس کے ساتھ ہی بلب بند کر دیئے فرمایا جب اللہ کا گھر روشن ہوگا تب ہی میرے گھر میں روشنی ہوگی، یہ سن کر ہمیں بہت افسوس ہوا، بہر حال ہم چپ کر کے بیٹھے رہے۔ لوگوں کے گھر روشن تھے لیکن ہم اندھیرے میں بیٹھے ہوئے تھے، دوسرے دن مسجد میں بھی بجلی کی تار لگ گئی اور مسجد میں ٹیوب لائٹ روشن ہوئی تو مجھے یاد ہے ابا جی رحمہ اللہ کا چہرہ بہت کھلا ہوا تھا جب وہ گھر تشریف لائے۔ فرمایا اب اللہ کا گھر روشن ہو گیا ہے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے اب مجھے سکون ہو گیا ہے، اب جلا لو گھر کی لائیٹیں۔

مسجد کی صفائی کے ذریعے تزکیۂ نفس کا حصول:۔ مولانا محمد حسین شیخوپوری صاحب رحمہ اللہ ابا جی رحمہ اللہ کے پاس تشریف لایا

کرتے تھے اور کہتے کہ بزرگوں کے کوئی واقعات سنائیں، ابا جی رحمہ اللہ فرماتے کہ آپ مانتے تو ہیں نہیں آپ کو کیوں بتاؤں...... شیخ القرآن مولانا شیخو پوری رحمہ اللہ فرماتے کہ میں تو مانتا ہوں۔ ابا جی رحمہ اللہ فرماتے پھر بیان کیوں نہیں کرتے۔ شیخ القرآن مولانا شیخو پوری رحمہ اللہ فرماتے کہ ایسی باتیں بیان کرنیوالی نہیں ہوتیں۔

پھر وہ ابا جی سے کہتے مولوی جی تزکیۂ نفس کس طرح ہوسکتا ہے؟ ابا جی رحمہ اللہ نے فرمایا تزکیۂ کرنے کا عمل کریں گے نہیں۔ شیخ القرآن رحمہ اللہ نے فرمایا کیوں نہیں میں ضرور عمل کروں گا۔ آپ رحمہ اللہ بتائیں تو سہی، ابا جی رحمہ اللہ نے فرمایا پھر اپنی مسجد کے بیت الخلاء خود صاف کیا کریں تزکیۂ ہوجائے گا۔ وہ کہنے لگے کہ یہ تو بڑا مشکل کام ہے یہ مجھ سے نہیں ہوگا، میں جس مسجد کا خطیب ہوں اسی مسجد کے لیٹرین بیت الخلاء کیسے صاف کرسکتا ہوں، ابا جی رحمہ اللہ نے فرمایا بس یہی حجاب ہے اسے مٹائیں گے تو کچھ ملے گا نہیں تو کچھ نہیں ملنا جاؤ جا کر مسجد صاف کرو اگر بیت الخلاء صاف نہیں کرنے تو کم از کم مسجد کا صحن ہی صاف کرو۔ تم اللہ جل شانہ کا گھر صاف کرو وہ تمہارا گھر صاف کرے گا۔ یعنی تمہارے دل کو صاف کرے گا اور تمہارا تزکیۂ نفس ہوجائے گا۔ شیخ القرآن رحمہ اللہ نے فرمایا مولوی جی! بات تو ٹھیک ہے مگر کام بڑا مشکل ہے۔

تبلیغی جماعت کے وسیلے سے قبولیت دعا:۔ ایک دفعہ میں اپنے کسی مسئلے میں الجھا ہوا تھا اور پریشانی کے عالم میں اس کے حل کے لئے بہت دعائیں کرتا تھا۔ ایک دن عصر کی نماز پڑھی تو میں نے دیکھا کہ ہماری مسجد میں بیرون ملکیوں کی تبلیغی جماعت آئی ہے وہ اپنے چہرے مہرے سے غیر ملکی نظر آتے تھے میں نے انہیں دیکھتے ہی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ یا اللہ یہ تیرے بندے تیری راہ میں نکلے ہوئے ہیں ان لوگوں کو تیری رضا کے سوا کچھ نہیں چاہیے الٰہی میں انکے وسیلے کے ساتھ تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میرا مسئلہ حل کردے۔ یقین جانیے مغرب کے وقت میرا مسئلہ حل ہوگیا۔ اس دن کے بعد میری محبت تبلیغی جماعت کے ساتھ اور بڑھ گئی۔

اللہ کے مہمانوں کی قدر کیا کرو: اس دن کے بعد سے میں ان کی قدر بھی بہت کرتا ہوں اور اپنے نمازیوں سے کہا کرتا تھا کہ بیٹھ کر انکا بیان سنا کرو، یہ اتنی دور سے آتے ہیں یہ خیال کرو کہ یہ اللہ کے مہمان ہیں اللہ کا دین پھیلا رہے ہیں انکے پاس بیٹھنے سے حقیقتاً نفع ہوتا ہے، الحمدللہ جماعت کے آنے سے بھی مسجد میں کافی برکات ہیں۔

بزرگوں کے وسیلے سے دعا کی قبولیت:۔ اگر کسی وقت ضرورت پڑے تو میں وسیلہ دے لیا کرتا ہوں، ایک دفعہ میں نے الیکشن کے زمانے میں کسی دیندار آدمی کو کھڑا کیا تا کہ برائی کا خاتمہ علاقے سے ہوجائے۔ لیکن اس بندے کے مقابلے میں جو بندہ کھڑا تھا وہ پاورفل تھا اور اس کے ووٹ زیادہ تھے۔ مقابلہ بہت زبردست تھا میں نے سوچا کہ کہیں ہمارا بندہ ہار نہ جائے اس لیے الیکشن سے ایک دن پہلے میں قبرستان چلا گیا اور اپنے بزرگوں کی تربت پر کھڑا ہو کر دل ہی میں دل میں اللہ پاک سے کہا کہ میری باتیں تو ہی پہنچا دے۔ پھر میں نے مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کیا کہ میں آپ کا پڑپوتا ہوں یہ جو الیکشن میں بندہ کھڑا کیا ہے یہ جیتنا چاہیے بس جو مرضی ہو اسے جیتنا ہی ہوگا۔ الحمدللہ اگلے دن واقعی بندہ جیت گیا۔

اللہ کی بارگاہ میں اپنی قبولیت کروانے کا عمل:۔ مولانا سید ابوبکر غزنوی صاحب رحمہ اللہ اللہ کی بارگاہ میں کچھ مقام حاصل کرنے کے لئے ایک ترکیب بتایا کرتے تھے کہ تہجد کے وقت اٹھ جاؤ اگر وقت ہے تو نوافل پڑھ لو اگر وقت ختم ہونیوالا ہے تو جلدی جلدی وضو کر کے مصلّٰی بچھا کر سیدھا سجدے میں گر جاؤ اور سجدے کی حالت میں اللہ سے عرض کرو کہ یا اللہ اس وقت پہلے آسمان پہ آکر خود منادی کررہا ہے کہ ہے کوئی جسے میں عطا کروں، میرا کریم اللہ اس وقت تیرے اولیاء صالحین بندے تجھ سے مناجات کررہے ہوتے ہیں، الٰہی مجھے بھی اپنی یاد کیلئے قبول کرلے، میں بھی تیرے ساتھ کچھ راز و نیاز کرنا چاہتا ہوں مجھے بھی اپنے قریب کرلے۔

جیسے بھی ممکن ہو لوگوں کو نفع پہنچاؤ:۔ ہمارے ابا جی کی طبیعت میں بڑا جلال تھا دادا جی کی طبیعت میں بھی جلال تھا اور سنا ہے کہ مولوی صاحب رحمہ اللہ مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ کی بھی جلالی طبیعت تھی۔ یہ چیز نسل در نسل چلتی آرہی ہے، لیکن ہمارے تایا جی بڑے بردبار

تھے، انکو قتل کرنیکی بھی کوشش کی گئی لیکن انہوں نے معاف فرما دیا۔ ابا جی رحمہ اللہ لوگوں کو تعویذ بھی لکھ کر دیا کرتے تھے اور مجھے بھی فرمایا کرتے تھے کہ جو تعویذ طلب کرے اسے لکھ دیا کرو جس طرح بھی مخلوق کو نفع پہنچتا ہے پہنچا دیا کرو۔ لیکن اس کے پیچھے کوئی غرض نہ رکھنا اپنا کماؤ اور مسجد کی بےلوث خدمت کرو۔

مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ کے پاس اسم اعظم تھا: بزرگوں کی جلالی طبیعت کی وجہ یہ تھی کہ ان کے پاس اسم اعظم تھا، ان سے ملنے کیلئے بہت دور سے ایک بندہ آیا اور راستے میں کہنے لگا کہ اگر تو انکی جلالی طبیعت ہوئی تو وہ صاحب کمال ہیں اور کہنے لگا یہ معیار نہیں حقیقت ہے، کیونکہ جو اسم اعظم ہے۔ تاہم اسم ذات ''اللہ'' اس میں جلال ہے، لفظ اللہ جس بندے کے اندر بھی اترا ہے اس میں جلال ہی جلال ہے۔ ''اللہ'' اسم ذات میں تو آگ ہی آگ ہے۔ کہنے لگا میں نے بڑے بزرگ دیکھے ہیں لیکن ان میں (بس ایک چیز دیکھی) اگر جلال ہے تو اللہ کا م نام اترا ہے۔ ''اللہ کا نام'' اس میں آگ ہی آگ ہے، اس میں تو جلال ہی جلال ہے، اسی وجہ سے بزرگ جلالی تھے۔ ''سبحان اللہ وبحمدہ، سبحانك اللھم وبحمدك اشھد ان لا الہ الا انت نستغفرك ونتوب الیك''۔ (ملاقات ڈاکٹر محمد عثمان سلفی)

☆☆☆☆☆

تزکیہ وتصوف ضروری ہی نہیں بلکہ بہت ضروری

(از: حکیم عبد الوحید سلیمانی حفظہ اللہ تعالیٰ ابن مولانا عبد اللہ رحمہ اللہ روڑی والے)

حکیم عبد الوحید سلیمانی حفظہ اللہ تعالیٰ استاذ الحکماء مولانا عبد اللہ رحمہ اللہ روڑی والے کے فرزند ارجمند ہیں بہت مخلص دکھی انسانیت کا درد رکھنے والے ملک کے مستند ترین حکیم ہیں۔ انہوں نے کتاب ''علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف'' کو پسند فرمایا اور اپنے قیمتی تاثرات کو یوں عنایت فرمایا۔

احناف اور علمائے اہلحدیث میں باہم مثالی رواداری:۔ ایک دفعہ مؤلف کتاب نے اپنی کتاب ''علمائے اہلحدیث کا ذوق تصوف'' سے متعلق تذکرہ کیا تھا اب وہ اللہ کے فضل سے تکمیل کو پہنچ گئی ہے۔ جس کے تقریباً 2500 سے زائد صفحات ہیں۔ میرے والد اور دادا رحمہما اللہ کا تذکرہ بھی جا بجا اس میں ہے، مولانا اسحٰق بھٹی صاحب حفظہ اللہ کی کتابوں کے علاوہ اور کتابیں جو مؤلف کو مل سکیں انکے حوالہ جات بھی ذکر کیے، ہر بات باحوالہ ہے۔ اسی کتاب کے ضمن میں چند واقعات میں آپ کو بتاتا ہوں مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کو ملنے کیلئے گئے اس وقت لاہور میں تانگے چلتے تھے۔ مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو پیغام بھیجا کہ حضرت میں آرہا ہوں اور مغرب کی نماز آپ کے ہاں پڑھوں گا۔ کافی دیر مولانا لاہوری رحمہ اللہ سے گفتگو ہوئی۔ اتنے میں مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا تو مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ نے مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کو نماز پڑھانے کیلئے مصلے پر کھڑا کر دیا کہ نماز آپ پڑھائیں۔ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے ہمراہ تین آدمی اور بھی تھے۔ جب مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے ''غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین'' کہا تو پیچھے سے بلند آواز میں آمین کہا گیا، بعد میں مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے اپنے ساتھیوں کو ڈانٹا کہ میں نے آپ کو منع کیا تھا کہ احناف کی مسجد ہے اونچی آواز میں آمین نہیں کہنا۔ ساتھ آنے والوں نے کہا حضرت ہم نے اونچی آواز میں آمین نہیں کہی۔ پتہ یہ چلا کہ حضرت مولانا لاہوری رحمہ اللہ نے اپنے مریدوں سے کہا تھا مہمان اہل حدیث ہیں اس لیے آمین بلند آواز سے کہنا۔ تو اس واقعہ سے دونوں اصحاب کی رواداری اور مروت کا پتہ چلتا ہے۔

قلعہ میہاں سنگھ میں روابط:۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ قلعہ میہاں سنگھ والے کے پڑپوتے حمید اللہ اعوان نے بھی اس کتاب کیلئے تقریظ لکھی ہے۔ حمید اللہ اعوان صاحب کے والد محترم میرے پاس آتے تھے وہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے پوتے تھے۔ میں بھی دو تین بار ان کے پاس قلعہ میہاں سنگھ گیا ہوں۔

ہمارے بڑوں کا مثالی توکل:۔ مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ اور مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ کے والد کا ایک واقعہ ہے۔ وہ تبلیغی دورے پر جایا کرتے تھے تو گھر میں کچھ دے کر نہیں جاتے تھے ایک دفعہ تبلیغی دورے سے واپس آئے تو آپ کے گھر والوں نے کہا کہ آپ تو جاتے وقت گھر میں کچھ دے کر نہیں گئے‘ ایک گائے ہے صرف ہمارے پاس۔ اس کا دودھ بیچ کر ہم گزارہ کر لیتے تھے۔ اور گھر کا خرچ چل جاتا تھا۔ آئندہ آپ ہمیں کچھ خرچ دے کر جایا کریں تو انہوں نے گائے ذبح کر دی اور گھر والوں سے کہا لو میں نے تمہارا خدا ذبح کر دیا اب دیکھتے ہیں کہ میرا خدا روزی دیتا ہے یا نہیں۔ اللہ اکبر۔ توکل کی انتہا تھی ہمارے بڑوں میں۔

سب سے پہلے میری نظر میں جو تصوف کی کتاب گزری اس کا واقعہ کچھ اس طرح ہے: اس کتاب میں خواجہ سلمان صاحب رحمہ اللہ کا ذکر ہے میں ان سے ملنے گیا تو نظام الدین صاحب اس وقت یونیورسٹی میں پڑھتے تھے میں انہیں بھی ملنے گیا تھا۔ پتوکی کے ایک حکیم رائے نعمت علی صاحب تھے۔ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف پر ایک کتاب لکھی تھی۔ ’’مولانا مودودی اور تصوف‘‘ وہ کتاب انہوں نے والد صاحب کو دی کہ آپ اسے دیکھیں انہوں نے کہا کہ میں تو تصوف کا آدمی نہیں ہوں آپ فلاں صاحب سے ملیں تو رائے صاحب نے ان صاحب کو یہ کتاب دے دی۔ انہوں نے اس پر نظر ثانی کی پھر حفیظ الرحمٰن صاحب نائب امیر تحریک اسلامی والے ان کو یہ کتاب دی گئی۔ انہوں نے پڑھی۔ پھر حکیم نعمت علی صاحب میرے پاس آئے اور کہا کہ میں نے حفیظ صاحب کو کتاب دی تھی کیا بنا؟ میں نے کہا مجھے تو پتہ نہیں ان سے پوچھ کر بتاتا ہوں۔ پھر میں نے ان سے پوچھا انہوں نے کہا کہ بہت اچھی کتاب ہے یہ چھپنی چاہیے لیکن میں چاہتا ہوں کہ مولانا مودودی بھی نظر ثانی کر لیں۔ اس وقت حفیظ الرحمٰن صاحب جماعت میں ہوتے تھے پھر بعد میں مجھے نہیں پتہ کیا بنا۔ اب تو حکیم نعمت علی صاحب بھی وفات پا چکے ہیں۔ ان کے بھائی بھی تھے جو کہ یہاں اقبال میڈیکل کالج میں پرنسپل تھے ایک بات مجھے اور یاد آئی کہ مولانا مودودی رحمہ اللہ کی گلی میں ڈاکٹر مسعود حفیظ رفاعی نے ہومیو پیتھک کالج کھولا تھا۔ کسی نے مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ یہ ہومیو پیتھک کیا ہے تو مولانا نے فرمایا کہ یہ ’’تصوفِ طب‘‘ ہے ڈاکٹر مسعود نے مجھ سے پوچھا کہ کیا مولانا نے ہومیو پیتھک سے متعلق ایسا فرمایا ہے کہ یہ تصوفِ طب ہے تو میں نے کہا کہ ہاں! مولانا نے میرے سامنے فرمایا تھا۔ تو ڈاکٹر صاحب نے کالج پر لکھ دیا تصوفِ طب ہومیو پیتھک کالج۔

دست غیب اور طے الارض کے حامل بزرگ:۔ ’خپلو‘ (بلتستان) کے ایک صاحب تھے۔ میں جب خپلو گیا تو وہاں میرے ساتھ ایک شخص بیٹھے تھے میں نے ان سے پوچھا کہ یہاں ایک حکیم صاحب رہتے تھے وہ میرے والد صاحب کے پاس آتے تھے ان کا یہ واقعہ تھا۔ وہ تبتی صاحب کے نام سے مشہور تھے کیونکہ اس علاقے خپلو کو تبت صغیر کہتے ہیں۔ تو اس شخص نے بتایا کہ ان کی دو خوبیاں تھیں ایک یہ کہ ان حکیم تبتی صاحب کی جیب سے پیسے ختم نہیں ہوتے تھے جب بھی ہاتھ ڈالتے جتنی ان کو ضرورت ہوتی اتنے ہی پیسے نکل آتے اور دوسرے یہ کہ وہ بیٹھے بیٹھے غائب ہو جاتے تھے تو انہوں نے والد صاحب کو یہ دونوں باتیں بتائیں تو والد صاحب نے نوٹ کر لیں اور وہ بھول گئے لیکن سعید صاحب نے وہ نوٹ کر لیں وہ ان کے پاس لکھی ہوئی ہیں۔

چیزیں گم نہ ہونے کیلئے صوفی صاحب کا مجرب علاج:۔ میری جیب سے تین دفعہ پیسے نکلے اس طرح نکلے کہ پتہ ہی نہ چلا کہ کہاں گئے؟ میں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ میرے ساتھ یہ معاملہ ہوتا ہے‘ انہوں نے مجھے فرمایا کہ 200 مرتبہ سورۂ فلق اور 200 مرتبہ سورۂ ناس پڑھیں اور ہر مرتبہ بسم اللہ ساتھ پڑھیں‘ گھر میں چلتے پھرتے پڑھیں اور عمل صرف ایک دن کر‘ میں نے ایسا ہی کیا اس کے بعد کبھی میری جیب سے پیسے گم نہیں ہوئے۔ صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ تعویذ دیتے تھے۔ میں ان سے تین دفعہ مجاہد آباد میں ملا ہوں۔ وہ بڑے اللہ والے آدمی تھے۔

بطور اصلاح اہل اللہ کی خدمت میں حاضری دینا:۔ میرے والد صاحب بیعت کرتے تھے اور میری بیعت اصلاح بھی اپنے والد صاحب ہی کے ساتھ تھی۔ والد صاحب مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے جو مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے والد تھے۔

مولانا داؤدغزنوی رحمۃ اللہ علیہ ابا جان کے پاس روڑی (حصار) میں ملنے جایا کرتے تھے۔ اس وقت ہمارے دادا جان مولانا سلمان صاحب حیات تھے۔ نماز پڑھ کر مولانا داؤدغزنوی رحمۃ اللہ علیہ مسجد سے نکلنے لگے تو غلطی سے دایاں پاؤں پہلے باہر رکھ دیا تو دادا جان کہنے لگے کہ آپ مسنون طریقے سے باہر نہیں نکلے۔ اور پھر خیال آیا کہ کہیں ناراض ہی نہ ہو جائیں اتنے بڑے عالم ہیں تو کہنے لگے آپ نے برا تو محسوس نہیں کیا۔ مولانا داؤدغزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر آپ توجہ نہ دیتے تو میں برا محسوس کرتا۔ مجھ سے سہو ہوا اور آپ نے توجہ دی۔ میں تو آتا ہی اصلاح کیلئے ہوں۔

تصوف میں ہماری بے اعتدالی...... قابل غور: ۔ آج ہمارے اکثر اہلحدیث حضرات سے شفاف تصوف چلا گیا ہے بلکہ اب تو عالم یہ ہے کہ بعض لوگوں کو دعا مانگنے کی بھی فرصت نہیں۔ قرآنی اور مسنون دعاؤں کے تعویذات کی مخالفت کی جاتی ہے حالانکہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہمارے ابا جی بھی تعویذات لکھتے تھے۔ کنز المجربات میں بھی تعویذات لکھے ہیں۔

بعض اوقات کچھ لوگ ایسی غلطیاں کر جاتے ہیں کوئی انہیں روکے تو کہتے ہیں کہ تم بھی ان جیسے ہی ہو۔ میرے ایک استاد ہیں، میں نے ان سے جہانیاں میں 1954ء میں قرآن پاک پڑھا تھا۔ وہ خوشاب کے رہنے والے ہیں وہ میرے پاس آئے اور مجھے کہنے لگے آج جمعہ میں پڑھاؤں گا میں نے کہا جی ضرور پڑھائیں۔ تو جمعہ انہوں نے پڑھایا اور اس میں انہوں نے تعویذات کی خوب مخالفت کی اور کہا کہ یہ شرک ہے اور گناہ ہے۔ میں نے بعد میں ان سے کہا کہ یہ بات صحیح نہیں ہے آپ کس طرح ایسی باتیں کرتے ہیں تو کہنے لگے تم نہ بولو تم میرے شاگرد ہو۔ میں نے کہا یہ اگر میں نہ بتاتا کہ میں آپ کا شاگرد ہوں تو آپ کو پتہ ہی نہیں تھا۔ کہنے لگے نہیں میرا تو زندگی کا مقصد ہی تعویذات کی مخالفت کرنا ہے۔

میرے والد صاحب فرماتے تھے جو بندہ خود قرآن پاک نہ پڑھ سکتا ہو اسے تعویذات دینے چاہئیں کیونکہ وہ تو پڑھ نہیں سکتا۔ اور جو خود پڑھ سکتا ہو لکھ سکتا ہو اسے کہیں کہ قرآن پاک سے تعلق رکھیں لیکن تعویذات میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہمارے دادا جان، پر دادا جان اور پر دادا کے والد رحمہم اللہ یہ تمام حضرات تعویذ دیا کرتے تھے۔ ہمارے دادا جان کا تعلق غزنوی خاندان، لکھوی خاندان اور نواب صدیق الحسن بھوپالی رحمہ اللہ کے خاندان کے ساتھ تھا۔ نواب صدیق الحسن رحمہ اللہ جس دن روڑی میں آئے اسی دن والد صاحب کی 27 جولائی 1904ء میں پیدائش ہوئی ہے۔

اپنے بڑوں کی کرامات سے چشم پوشی کیوں ......!! ہمارے ساتھ مسجد توحید والے ہیں انہوں نے ایک مرتبہ کتاب کرامات اہلحدیث چھاپی تھی بس اس کے بعد انہوں نے نہیں چھاپی اس کی وجہ یہ ہے اب جو جدید طبقہ آ گیا ہے یہ بات سنتے نہیں ہیں' مانتے نہیں ہیں' کہتے ہیں ہم عقل کل ہیں ہمارے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ حالانکہ سارے انہی کے بزرگ تھے۔

آٹھ سال کی عمر میں بیعت اصلاح: ۔ ہمارے والد صاحب نے مولانا عبدالجبار رحمہ اللہ سے روحانیت یعنی بیعت لی 1912ء میں جب والد صاحب کی عمر صرف 8 سال ہوئی تو وہ مولانا عبدالجبار سے چنیاں والی مسجد میں ملے۔ ان کے جو دادا تھے وہ فارسی بولتے تھے وہ افغانستان سے آئے تھے ان کا نام مولانا عبدالاول غزنوی رحمہ اللہ تھا۔

قائلین اور مخالفین تصوف: ۔ دراصل بات یہ ہے کہ اہل حدیث حضرات میں دونوں گروپ موجود ہیں۔ ایک وہ ہیں جو اس کے قائل ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو اس کے مخالف ہیں۔ لیکن آج کل جو چھائے ہوئے ہیں وہ اس موضوع کے مخالف ہیں میں نماز چاہے امام دیوبندی ہو بریلوی ہو ان سب کے پیچھے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ اصل بات تو دین کو پھیلانا ہے۔ جس کے پاس جتنا علم ہے وہ اس کے مطابق کوشش کرے۔

(حکیم عبدالوحید سلیمانی ابن مولانا عبداللہ رحمہ اللہ روڑی والے)

☆☆☆☆☆

تصوف پر علمی و تحقیقی مزاج

(از: ڈاکٹر سعید اختر صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ فرزند ارجمند حکیم محمد عبداللہ رحمۃ علیہ جہانیاں والے)

ڈاکٹر سعید اختر صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ 26 اپریل 1943 کو پیدا ہوئے۔ 1968ء میں نشتر میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کیا۔ 2003ء میں دربار ہسپتال لاہور سے ریٹائر ہوئے۔ آپ کی والدہ کبریٰ صدیقہ کا شمار جناب حکیم محمد عبداللہ رحمہ اللہ جہانیاں والے کی اہلیاؤں میں تیسرے نمبر پر ہے۔ اور یہ نکاح آپ نے غیبی اشارات کی وجہ سے کیا تھا، اس نکاح کے بارے میں آپ کو بہت سے باتیں پہلے ہی بتا دی گئیں تھی۔ حکیم احمد سعید مرحوم اور عبدالمجید سگے بھائی اور فریدہ خاتون بہن ہیں۔ دینی اور علمی ذوق میں تحقیقی معیار رکھتے ہیں کتب بینی محبوب مشغلہ ہے۔ اپنے باکمال بڑوں کی زندگی کو قرطاس تاریخ میں محفوظ کرنے کے بچپن سے ہی مشتاق رہے بڑوں کی کھوئی روحانی و علمی میراث کو پانے کے بہت متمنی نظر آتے ہیں۔ عملیات اور خاص طور پر قرآنی وظائف اسمائے حسنہ کا بہت شغف رکھتے اور جمع کرتے رہتے ہیں۔ خود بھی وظائف اور تسبیحات کو بہت توجہ اور دھیان سے کرتے ہیں تزکیۂ نفس اور قرآن و حدیث کے تصوف کا بہت سچا جذبہ ان کے دل میں ہمہ تن رہتا ہے۔

تصوف پر علمی و تحقیقی مزاج:۔ میرے پاس کتابوں کا ایک سیٹ ہے جس میں اہل حدیث علماء اور پرانے اولیائے کرام کا جو تصوف پر قائم تھے ان کے تصوف کا کچھ ذکر ہے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمہ اللہ جو کہ فیصل مسجد کے خطیب بھی رہے ہیں اور تراویح کے بعد خلاصہ بھی بیان کرتے رہے ہیں انہوں نے چھ کتابوں کا ایک سیٹ محاضرات کے نام سے تحریر کیا ہے ان کے نام یہ ہیں۔ ۱۔ محاضرات قرآنی' ۲۔ محاضرات حدیث ۔۳۔ محاضرات فقہ ۔۴۔ محاضرات شریعت ۔۵۔ محاضرات سیرت ۔۶۔ محاضرات معیشت و تجارت۔ مجھے ایک جگہ جاب مل رہی تھی اور تقریباً سوا لاکھ روپے تنخواہ تھی اور صرف تین گھنٹے کام کرنا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فضل کیا میں وہاں نہیں گیا کیونکہ نہ ضرورت ہے۔ نہ خواہش ہے...... میرے آئیڈیل حضرت ابوذر غفاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہٗ ہیں۔

تصوف کا موضوع جو مؤلف نے چھیڑا ہے یہ بڑا پیچیدہ سا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے خلاف بھی بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمہ اللہ نے اپنی کتب محاضرات میں تصوف کی تاریخ اور تفصیل دی ہے اور یہ بتایا ہے کہ متقدمین کا نظریہ اور کیا کردار تھا اور کچھ تفصیل حاملین تصوف کی بھی دی ہے۔

والد صاحب کا ذوق تصوف ودم:۔ میرے والد صاحب تعویذ اور دم کرتے تھے ایک دفعہ انہوں نے مجھے بھی فرمایا کہ یہ پڑھ کر فلاں مریض پر دم کر دو تو میں نے وہ عمل پڑھ کر دم کر دیا۔ میرے والد صاحب گمشدہ کیلئے مثلاً اگر کوئی شخص گھر سے غائب ہو جائے یا کسی کو کوئی اٹھا کر لے جائے تو اس کی واپسی کیلئے ایک تعویذ لکھ کر دیتے تھے وہ تعویذ میرے پاس بھی والد صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اسکا طریقہ یہ ہے کہ اس کو کاغذ پر لکھ کر چمڑے میں سلائی کر کے کسی ایسے درخت کی ٹہنی سے لٹکایا جاتا ہے جہاں تیز ہوا چل رہی ہو تو وہ گمشدہ شخص یا اغواہ شدہ شخص کو کھینچ پڑے گی یعنی اس کا دل مجبور ہو جائے گا اور وہ واپس چلا آئے گا والد صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا یہ تعویذ ابھی تک میرے پاس موجود ہے۔ اسکے علاوہ میرے والد صاحب کے پاس بہت لوگ علاج وغیرہ کے سلسلے میں آتے تھے تو آپ کسی کو تعویذ دیتے، کسی کو دم کرتے، کسی کو گائے کے گھی وغیرہ پر دم کر کے مالش کیلئے دیتے اور یہ گھی سوکڑے کیلئے یعنی جو بچے بڑے کمزور ہوتے ہیں ان کیلئے دیتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی گلے میں تعویذ ڈالنے کا واقعہ ثابت ہے۔

دادا جی کا بیعت اصلاح لینا:۔ بیعت کرنا یہ بھی درست ہے۔ دادا جی رحمہ اللہ بھی لوگوں کو بیعت کیا کرتے تھے۔ ہمارے والد

صاحب مولانا داؤدغزنوی رحمہ اللہ کے دادا سے بیعت تھے اور مولانا داؤدغزنوی رحمہ اللہ ہمارے دادا سے بیعت تھے۔ والدصاحب اکا دکا لوگوں کو بیعت کرتے تھے۔ داداجان بھی لوگوں کو بیعت کرتے تھے۔ داداجی رحمہ اللہ کا پورا نام محمد سلمان سلیمان رحمہ اللہ تھا اور اپنے نام کے ساتھ کمتر بھی لکھتے تھے۔

جنات میں شاگرد بننے کی دلی خواہش:۔ ایسے بہت سے لوگوں کے بارے میں آپ نے سنا ہوگا کہ جنات انکے تابع ہیں، انکے پاس پڑھ رہے ہیں اور انکی خدمت کر رہے ہیں اور داداجی رحمہ اللہ کو تو انسانی شکل میں بھی نظر آتے تھے اور ان کی خدمت کرتے رہتے تھے۔ ایک جن کا تو مجھے نام بھی معلوم تھا اب یاد نہیں رہا وہ ساری عمر داداجی رحمہ اللہ کی خدمت کرتا رہا اور اباجی کے پاس کئی دفعہ جنات آئے کہ قرآن پاک پڑھا دیں۔ تو اباجان فرماتے کہ میں بہت مصروف آدمی ہوں میرے پاس وقت نہیں کہ آپ کو پڑھا سکوں۔ والدصاحب جہانیاں میں اپنی تعمیر شدہ مسجد میں پچاس سال درس قرآن دیتے رہے پھر کہتے کہ میرے اسفار رہتے ہیں، لاہور جانا آنا اور تبلیغ کیلئے وقت دینا اور مریض بھی دیکھنا ہوتے ہیں لہٰذا میرے پاس وقت نہیں ہے۔

جنات کے ساتھ بیتا ذاتی واقعہ:۔ باقاعدہ جنات انکے پاس آتے تھے۔ اس پر میں اپنا ایک واقعہ بتاتا ہوں: جس جگہ ہم رہتے ہیں، یہاں آئے ہوئے کچھ دن گزرے تو ہمیں بھی کچھ کھٹکا سا محسوس ہونے لگا، کوئی چل رہا ہے یا کوئی بیٹھا ہے اور پھر چیزیں بھی غائب ہونا شروع ہوگئیں، اوپر جاتے ہوئے ہیولے بھی نظر آنے لگے۔ بچے بہت پریشان تھے اور ہر چیز سے ڈرتے تھے یہاں تک کہ چھپکلی ہو یا بھڑ ہو اس سے بھی خوفزدہ ہو جاتے تھے۔ میں نے کمرے میں جاکر جو کچھ مجھے مسنون اعمال میں سے آتا تھا وہ پڑھا اور پانی پر دم کر کے چھینٹے مارے تاکہ یہ مکان چھوڑ جائیں اور ساتھ میں چھپکلی وغیرہ سے یہ کہا کہ اگر تم کوئی ماورائی مخلوق ہو اور مسلمان ہو تو میں تمہیں اللہ اور رسول ﷺ کا واسطہ دیتا ہوں کہ یہاں سے چلے جاؤ تمہارا مسکن پہاڑ، بیابان اور جنگلات ہیں وہاں چلے جاؤ اور جو کوئی چیز جہاں سے اٹھائی ہے وہیں رکھ دو۔ یہ چھ مہینے پرانی بات ہے جب سے میں نے یہ عمل کیا اس وقت سے آج تک بالکل سکون ہے کبھی کوئی پریشانی نہیں ہوئی نہ کسی کے قدموں کی آہٹ ہے۔ اب اللہ جانے یہ کیسے ہوا......!

روحانیت کی نسبت اور اہمیت:۔ میرے چھوٹے بیٹے میں ماشاءاللہ بہت ہی زیادہ روحانیت ہے۔ سلیمان سعید اس کا نام ہے۔ وہ بہت پیور ہارٹ یعنی صاف دل کا مالک ہے۔ میں نے پڑھا ہے کہ روح کی کثافت جو ہے پہلے اسے لطیف کریں۔ لطافت پر لائیں، سوچ کو پاکیزہ کریں۔ عمل تو بعد میں آتا ہے اور یہ درجہ بندی تب ہی شروع ہوتی جب آپ کی سوچ میں بھی بری بات کا شائبہ تک نہ ہو۔

پراسرار رات میں جن بابا کی آمد:۔ ایک ماہ پہلے کی بات ہے کہ ہمارے پڑوس میں محمد اسلم صاحب رہتے ہیں ان کا بیٹا مکان کے اوپر والے حصہ میں رہتا ہے اور یہ خود نیچے والے حصے میں رہتے ہیں رات کو دو بجے اٹھے تو دروازہ کھلا ہوا تھا اندر کوئی باباجی آئے۔ لمبی اور سفید ڈاڑھی جیسے اہل حدیث حضرات کی ہوتی ہے اور ان کے ہاتھ میں ڈانگ (لاٹھی) تھی قد درمیانہ تھا اور مکان میں گھوم پھر کر کہنے لگے رہنے کیلئے مکان تو ٹھیک ہے۔ دراصل یہ باباجی بیٹے کے دروازہ کھولنے سے پہلے ہی اندر آ گئے تھے۔ جب باباجی نے یہ کہا کہ رہنے کیلئے جگہ ٹھیک ہے تو ان کے بیٹے نے کہا باباجی آپ نیک آدمی ہیں خوش آمدید ہمیں خوشی ہوگی۔ صرف ایک ہی دن ایسا ہوا اس کے بعد وہ باباجی غائب ہو گئے۔

زلزلہ لانے والے جنات:۔ ہمارے پڑوس میں ایک مکان ہے میری ان کی اچھی انڈرسٹینڈنگ ہے وہ دو باپ بیٹا ہیں اور دونوں ہی بہت نیک ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ جب ہم نئے نئے اس مکان میں آئے تو روزانہ ہی یہ مکان دن میں ایک دو بار ہلتا تھا۔ جب مکان ہلتا ہم سب باہر نکل آتے کہ زلزلہ آ گیا ہے اور کبھی ہیولے نظر آتے تھے۔ ہمسایوں سے پوچھتے کہ کیا زلزلہ آیا ہے؟ وہ کہتے کیا آپ کا دماغ تو ٹھیک ہے ہم معاملہ سمجھ گئے۔ میں نے ان سے سوال کیا کہ پھر آپ نے اس کا کیا حل کیا تو وہ کہنے لگے ہم نے سورۂ رحمٰن روزانہ اونچی آواز میں پڑھنی شروع کر دی چند دن ہی گزرے تھے کہ وہ سب چیزیں چلی گئیں۔

جن دیکھنے کی خواہش کا پورا ہو جانا:۔ 1944ء کی بات ہے کہ لاہور سے ہمارے کچھ عزیز شیخ قمر الدین مرحوم کا سارا خاندان دادا جان کو ملنے روڑی گیا۔ شیخ حمید اللہ صاحب اور انکی اہلیہ بھی ساتھ تھیں جن کا نام سعیدہ تھا ان لوگوں نے والد صاحب سے متعلق کچھ باتیں سن رکھی تھیں تو وہ والد صاحب سے کہنے لگے کہ سنا ہے آپ کے پاس جنات آتے ہیں تو والد صاحب ہنس دیئے۔ والد صاحب کہنے لگے تم نے جنات سے کیا کہنا ہے۔ انھوں نے دیکھنے کی فرمائش کی تو کہنے لگے تم ڈر جاؤ گی۔ کہنے لگیں نہیں ڈروں گی۔ رات کا وقت تھا عشاء کے بعد یہ باتیں ہو رہی تھیں، ختم ہو گئیں اور سب سو گئے۔ رات کو حمید اللہ صاحب کی اہلیہ نے دیکھا کہ ایک انگارا ادھر سے اُدھر کو اور اُدھر سے ادھر کو آتا ہے تو وہ ڈر گئیں۔ صبح ہوئی تو والد صاحب نے پوچھا بھئی جن دیکھا ہے تو وہ ہنسنے لگیں۔

یہ واقعہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے:۔ روڑی سے قریب ''بڑا ابُوا'' اسٹیشن تھا جہاں سے ہفتے میں دو تین بار ٹرین چلتی تھی۔ اس لیے اس جگہ رش بہت ہوتا تھا تو دادا جی مرحوم سے یہ تمام لوگ کہنے لگے کہ دعا کریں کہ جگہ مل جائے اور سفر آسانی سے کٹ جائے کیونکہ سفر لمبا ہے۔ اس شیخ فیملی نے دہلی جانا تھا۔ وہ کہتے ہیں جب ہم اسٹیشن پہنچے تو بہت زیادہ رش تھا گاڑی آئی تو لوگ اس کی چھت پر بھی بیٹھے ہوئے تھے، جب گاڑی رکی تو جو ڈبہ ہمارے سامنے آ کر ٹھہرا وہ بالکل خالی تھا' دروازے میں ایک فوجی کھڑا تھا اس نے ہماری طرف اشارہ کیا' ہم آگے بڑھے تو اس نے ہمارا سامان اٹھا کر ڈبہ کے اندر رکھا اور دوسری طرف منہ کر کے بیٹھ گیا' سفر لمبا تھا ہم راستے میں کچھ کھاتے پیتے تو اسے بھی دعوت دیتے لیکن وہ یہی کہتا جی بسم اللہ کریں اور دوسری طرف منہ کر کے بیٹھا رہا' منزل پر پہنچے تو اس نے ہمارا سارا سامان اتارا یہ تمام مسافران بتاتے ہیں کہ راستے میں کوئی بندہ ہمارے ڈبے میں کسی بھی اسٹیشن سے نہیں چڑھا۔ جب نیچے اترے تو کچھ لوگوں سے کہا کہ بھئی آپ ہمارے ڈبے میں آ جاتے۔ تو وہ لوگ کہتے تمہارے ڈبے میں تو اور ہی زیادہ رش تھا.......... حالانکہ اس ڈبے میں ہمارے علاوہ اور کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ فوجی ٹائپ آدمی دادا جی رحمہ اللہ کے ان مہمانوں کا سامان اتار کر سلام کر کے چلا گیا بعد میں دادا جان نے انہیں خط لکھا کہ بتائیں سفر میں کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی میں نے ایک بندہ آپ کی خدمت کیلئے بھیج دیا تھا۔

چالیس سال حجرے میں گزار دینا:۔ دادا جان نے چالیس سال اپنی بنائی ہوئی مسجد کے حجرے میں گزار دیئے گھر میں تو کبھی کبھار چکر لگاتے تھے اکثر اوقات ذکر' عبادت' نوافل میں مشغول رہتے۔'' دادا جی رحمہ اللہ کے بس یہی دو کام تھے درس دیتے اور عبادت کرتے۔ دراصل وہ بہت روحانیت والے تھے، وہ بہت بڑے صوفی تھے۔ سکھوں اور ہندوؤں کی عورتیں دادا جان کے وضو کا بچا ہوا پانی لے جاتیں اور اپنے برتن صاف کر کے اس میں بطور برکت رکھ لیتیں اور مختلف بیماریوں میں اسے استعمال کرتیں۔ رشتوں کیلئے غیر مسلم اپنے بچوں کو لے کر آتے اور کہتے کہ جی یہ یہ رشتے ہیں جیسے آپ مناسب سمجھیں کر دیں۔ یہ مقام تھا دادا جی حضرت مولانا حکیم محمد سلیمان رحمہ اللہ کا۔ روڑی کا سارا علاقہ ہندوؤں کا تھا ہمارے اجداد میں سے مولانا غوث الدین رحمۃ اللہ علیہ تبلیغ کی غرض سے ہی اس علاقے میں آئے اور بہت سے غیر مسلموں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا ہمارے آباؤ اجداد سارے صوفیائے کرام اور تمام ہی حکماء تھے۔

باکمال صوفی کی فکر اور چڑیوں کا احترام:۔ جہانیاں میں میں تھوڑا بہت دادا جان کے پاس جا کر بیٹھتا بھی رہا ہوں۔ دادا جان کے پاس ایک صندوقچی ہوتی تھی اور اس میں برفی کے ٹکڑے ہوتے تھے اور اس میں سے نکال کر مجھے دیتے رہتے تھے۔ میری عمر اس وقت تقریباً پانچ سال ہو گی مسجد کے اندر ایک درخت لگا ہوا تھا۔ درخت کے ساتھ دو کمرے تھے ایک میں دادا جان ہوتے اور دوسرے میں مہمان وغیرہ وہاں جو صحن تھا اس میں نماز پڑھتے تھے۔ مسجد کے اندر درخت پر چڑیاں بیٹھتی تھیں، چہچہاتی تھیں، ایک دن دادا جی کہنے لگے ایک تو ان چڑیوں نے مت ماردی ہے۔ سکون سے کام نہیں کرنے دیتیں توجہ نہیں رہتی۔ اتنا کہنا تھا کہ ساری چڑیاں چلی گئیں دو دن گزر گئے کوئی بھی چڑیا نہ آئی۔ تیسرے دن دادا جان کہنے لگے چڑیوں سے تو رونق رہتی تھی میں نے اس دن ایسے ہی کہہ دیا ان کا یہ کہنا تھا کہ چڑیاں آ کر بیٹھ گئیں۔ دادا جی رحمہ اللہ میں صوفی ازم اور روحانیت بہت ہی زیادہ تھی۔

شاگرد جنات کا قرآن پڑھنا:۔ قیام پاکستان سے پہلے کی بات ہے میری پھوپھی جان جو کہ ہدایت اللہ کی والدہ ہیں' دادا جان کیلئے ناشتہ لے کر مسجد میں گئیں تو دادا جان کے کمرے کے دروازے کے روزن سے دیکھا کہ دادا جان کے سامنے تین آدمی بیٹھے قرآن پاک پڑھ رہے تھے۔ پھوپھی جان نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ تین رحلوں پر قرآن پاک رکھے ہوئے ہیں اور پڑھنے والے غائب ہو گئے' پھوپھی جان نے دادا جان سے پوچھا کہ ابھی یہاں تین بندے بیٹھے ہوئے تھے وہ کہاں گئے تو دادا جان نے فرمایا ٹھیک ہے انہیں رہنے دو اور جب تم آتی ہو تو دروازہ کھٹکھٹا کر آیا کرو۔

نسلوں کے خادم جنات:۔ یہ 1974ء کی بات ہے شیخ قمر الدین جو کہ میرے خالو بھی ہیں اور سسر بھی۔ ان کا موچی دروازے میں جو گھر ہے میں کچھ وقت وہاں رہا ہوں سردیوں کے موسم میں اور چھت پر چارپائی گھسیٹنے کی آواز آتی تھی اور یہ آواز بہت زیادہ آتی تھی۔ میرے ماموں مرحوم بھی بتایا کرتے تھے کہ ہم نے بھی ایک دو دفعہ ہیولے چھت پر کھڑے دیکھے ہیں۔ بہر حال ماموں کی وفات کے بعد والد صاحب اکثر یہاں ملنے آیا کرتے تھے ایک مرتبہ شہر جہانیاں سے یہاں ملنے کیلئے آئے اور فرمانے لگے کہ شاید یہ میرا آخری چکر ہے۔ ایک بات میں تمہیں بتانا چاہتا تھا اب اس کا وقت آ گیا ہے کہ میں تمہیں بتا دوں وہ یہ کہ تمہاری حفاظت کیلئے اللہ تعالیٰ نے جنات رکھے ہیں یہ مسلمان ہیں اور نیک ہیں میرے ساتھ سحری اور افطاری کرتے ہیں اور میرے ساتھ ہی تہجد کی نماز بھی پڑھتے ہیں اور یہ آپ کی حفاظت کیلئے ہیں۔ ہم نے واقعی اس کا بہت ہی زیادہ مشاہدہ کیا ہم جہاں بھی گئے کوئی نہ کوئی بات ہمارے ساتھ ہوتی رہی۔

غیبی مخلوق...... غیبی رہنمائی:۔ میرے سسرال والے جس وقت موچی دروازے پر رہتے تھے اس وقت میری ایک سالی جسکا نام آمنہ ہے جو سب سے چھوٹی ہے رات کو وہ اور اسکی بہن سونے کیلئے لیٹے ہی تھے کہ دروازے کے قریب ایک ہیبت ناک آدمی نظر آیا۔ وہ ڈر کر بیڈ سے دوسری طرف ہو گئیں۔ ان کا ادھر ہونا تھا کہ سیلنگ فین بیڈ پر گر پڑا اور وہ ڈراؤنی چیز غائب ہو گئی یہ دونوں بہنیں بچ گئیں۔ دوسرے دن اخبار میں پڑھا کہ شادباغ میں آمنہ نامی لڑکی پر سیلنگ فین گرا جس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ بس اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس بلا کا مقصد ان بہنوں کو یہاں سے پرے ہٹانا تھا یا کیا تھا...... ۔ اسی طرح ہمارے گھر کے اور چھوٹے بچے بھی بہت سی باتیں بتاتے ہیں میرا بیٹا کہتا ہے کہ میں جب گھر سے باہر جاتا ہوں تو مجھے سفید ہیولے سے نظر آتے ہیں' سڑک پر اور پارک میں بھی۔ تو میں کہتا ہوں کہ تم یا تو بہت ہی زیادہ حساس ہو یا پھر تمہارے اندر روحانیت آ گئی ہے۔ اسے ایک دن خواب نظر آیا اور اسی رات اس کی بیوی کو بھی خواب نظر آیا جو کہ ماشاءاللہ بڑی نیک، تہجد گزار ہے۔ انہیں خواب میں یہ بتایا گیا کہ تمہاری ساس اور سسر یعنی میں اور میری بیوی کی جو زکوٰۃ رہتی ہے اسے فوراً ادا کرو۔ بینک سے پیسے نکلوا کر کسی ایسی جگہ میں رکھو جہاں سود بالکل نہ ہو۔ ان دونوں میاں بیوی نے مجھے نہیں بتایا اور ان کا سونے کا سیٹ تقریباً ستر ہزار روپے کا تھا وہ انھوں نے صدقہ کر دیا۔ اور یہ خواب ان دونوں کو مسلسل تین دن آتا رہا اور صدقہ کرنے کے بعد خواب آنا ختم ہو گیا۔ جب مجھے پتہ چلا تو میں نے بھی جتنی زکوٰۃ کی رقم رہتی تھی وہ ادا کر دی اور بینک سے رقم بھی نکلوالی۔ ان دونوں کو خوابوں میں کسی بھی واقعہ کے رونما ہونے سے پہلے پتہ چلتا رہتا ہے۔

ہجرت کے وقت آنکھوں دیکھی کرامت:۔ جب ہم نے انڈیا سے 1947ء میں ہجرت کی تو مجھے تھوڑا تھوڑا یاد ہے کہ سکھ اس قافلے کو مارنے کیلئے آئے تو دادا جی نے کچھ آیات پڑھ کر ان پر پھونک ماری تو وہ فوراً واپس چلے گئے۔ بعد میں پتہ چلا وہ حملہ آور بتاتے تھے کہ جب بھی ہم حملہ کرنے کیلئے آگے بڑھتے تو ہمیں کٹی ہوئی گائیں نظر آتی تھیں جنہیں دیکھ کر ہم پیچھے ہٹ جاتے۔ جس راستے سے ہم آ رہے تھے یہ راستہ نہر کے ساتھ ساتھ تھا تو نہر میں ایک سیاہ رنگ کا سانپ مسلسل ہمارے ساتھ ساتھ تیرتا رہا۔

قبروں سے نور نکلنا:۔ جہانیاں کے قبرستان میں جو گورکن ہیں انہوں نے لوگوں کو بتایا کہ رات کو ہم ان دونوں (ابا جان اور دادا جان) کی قبروں سے بہت روشنی نکلتی دیکھتے رہتے ہیں تو چوہدری طالب رندھاوا وغیرہ ان قبروں پر مزار بنانے لگے تو انہیں بتایا گیا یہ تو اہل حدیث حضرات ہیں آپ ان کی قبروں پر مزار نہیں بنا سکتے اور ان کو سختی سے منع کر دیا گیا۔ بہر حال یہ باتیں کرنا بہت آسان...... اور کام کرنا بہت مشکل

ہے۔ اپنی ذات کی نفی بہت مشکل کام ہے۔ آج ہمیں بہت افسوس ہے کہ دادا جان جو کہ پورے صوفی اور درویش انسان تھے۔ والد صاحب میں سیاست بھی تھی روحانیت بھی اور حکمت بھی تھی۔ یہ روحانیت ہم بھائیوں میں پانچ فیصد بھی منتقل نہ ہو سکی۔

خاندانی تعارف:۔ جہاں سے ہمارے آباء مسلمان ہوئے وہ میرے پاس لکھے ہوئے ہیں۔ عاقی پھر بلاقی پھر ویرو پھر حکیم روشن دین رحمہم اللہ یہ حضرات کرنال میں مقیم تھے۔ انکے بعد حافظ غلام حسن رحمہ اللہ روڑی میں جا بسے اور وہاں لوگوں کا مفت علاج کرتے تھے۔ چھٹے حافظ غلام قادر رحمہ اللہ نابینا تھے قرآن پاک پر عبور حاصل تھا اور مشہور ولی تھے۔ بکرمی 1914ء میں فوت ہوئے انداز اً سرسٹھ 67 سال کی عمر تھی۔ اس کے بعد مولانا حکیم غوث الدین رحمہ اللہ تھے جنہوں نے تھوڑی عمر پائی۔ پھر حکیم مولانا علاؤ الدین رحمہ اللہ جو بکرمی 1929 بمطابق 1872ء میں فوت ہوئے۔

میرے والد حکیم محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ 1904ء میں پیدا ہوئے‘ 25 سال کی عمر میں کنز المجربات لکھی اور دو دسمبر 1974ء کو وفات پائی۔ انھیں اللہ لوک بھی کہا جاتا تھا 1923ء میں 19 سال کی عمر میں درس نظامی اور حکمت کے امتحان پاس کیے 34 سال کی عمر میں آل انڈیا ایورویدک طبی کانفرنس میں کتاب لکھنے پر میڈل ملا۔ آپ کی چار بیویاں تھیں۔ پہلی حاجرہ‘ دوسری امتل عزیز‘ تیسری کبریٰ صدیقہ‘ چوتھی فاطمہ صغریٰ۔ میری والدہ سے خواب میں بتائے جانے کی وجہ سے شادی ہوئی۔ ان کا نام کبریٰ صدیقہ تھا والد محترم کو خواب میں کہا گیا کہ یہ حضرت ابوبکر صدیق کی نسل سے ہیں ان سے شادی کریں۔

اعمال میں اخلاص کا سچا جذبہ:۔ ابا جی مرحوم نے پہلا حج 1936ء میں کیا اس زمانے میں انڈیا سے حج کے قافلے لے جانے والے چند گنے چنے معروف لوگ تھے۔ ابن سعود کی 1930 میں گورنمنٹ بنی اور 1936 میں والد صاحب حج پر گئے تو تقریباً دو سو افراد ابن سعود کی دعوت میں موجود تھے تو مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا ابن سعود نے چاروں طرف غور سے دیکھا اور پھر والد صاحب سے کہا کہ آپ نماز پڑھائیں۔ ابا جی مرحوم نے اس محل میں تقریباً دو سو افراد کو نماز پڑھائی اگلے دن تقریباً تیس افراد دعوت میں تھے۔ ان میں سے بھی چار منتخب کیے ان میں بھی والد صاحب شامل تھے۔ مولانا اسماعیل غزنوی رحمہ اللہ کی ابن سعود سے رشتے داری بھی تھی مولانا داؤد غزنوی کے چھوٹے بھائی تھے ان کا بیٹا تھا ڈاکٹر خالد غزنوی 1936 میں حج میں والد صاحب کے ساتھ تھا۔ وہ کہتا ہے کہ میں اس وقت سات آٹھ سال کا تھا تو تیسرے دن مولانا اسماعیل غزنوی رحمہ اللہ نے والد صاحب سے کہا کہ حکیم صاحب کل صرف آپ کی دعوت ہے اور میں آپ کے ساتھ جاؤں گا۔ والد صاحب کہنے لگے کہ میرا تو کوئی خاص تعلق ابن سعود سے نہیں ہے آپ کی وساطت سے ہی ہوا ہے تو مولانا فرمانے لگے کہ ابن سعود نے آپ کو خلعت بھی دینی ہے اور شاہی حکیم مقرر کرنا ہے اور آپ کو جہاں جتنی چاہیں زمین بھی دینی ہے تو والد صاحب نے کہا کہ میں حج کرنے آیا ہوں میں دنیاوی ملاوٹ نہیں کرنا چاہتا اور ابن سعود کی دعوت میں نہیں گئے۔ مولانا اسماعیل بہت ناراض ہوئے کہ لوگ تو ابن سعود کی ملاقات کو ترستے ہیں اور آپ کو وہ خود بلا رہے ہیں کہنے لگے نہیں میں نہیں جاؤں گا اور واقعی آپ نہیں گئے۔

مکاشفہ میں روزانہ زیارت النبی ﷺ ہونا:۔ والد صاحب ایک دن جہانیاں میں گلی میں بیٹھے تھے‘ عصر کے بعد اکثر وہاں بیٹھ جاتے تھے میں نے والد صاحب سے پوچھا کہ آپ نے دوسرا حج 1972ء میں کیا ہے اس کا کوئی خاص واقعہ سنائیں کہنے لگے کہ میں مسجد نبوی ﷺ میں بیٹھا اپنا وظیفہ پڑھ رہا تھا اچانک مجھے اونگھ آ گئی کیا دیکھتا ہوں میری طرف ایک ہاتھ بڑھ رہا تھا شکل نظر نہیں آئی اور مجھے کہا گیا کہ عبداللہ مصافحہ کرو۔ والد صاحب کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ بتایا گیا کہ میں ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہوں تو میں نے پوچھا کہ یہ ہاتھ کن کا ہے؟ تو بتایا گیا کہ یہ ہاتھ حضور اکرم ﷺ کا ہے۔ پھر فرمانے لگے کہ میں نے سوچا کہ اس کو عملی طور بھی دیکھ لوں تا کہ اس کی پرکھ ہو جائے تو میں اٹھا اور روضہ رسول ﷺ کی طرف گیا تو جونہی میں جالی کے قریب پہنچا تو کچھ لوگ ادھر ہو گئے اور کچھ ادھر ہو گئے اور مجھے راستہ دے دیا اور میں بالکل اکیلا ہی وہاں اللہ پاک سے دعائیں مانگتا رہا اور صلوٰۃ پڑھتا رہا۔ اس کے علاوہ کچھ اور علماء اور عاملوں نے بتایا کہ حکیم صاحب نے سختی سے

منع کیا تھا کہ کسی کو بتانا نہیں خاص طور پر میری زندگی میں کہ مجھے اللہ کے فضل سے روزانہ حضور اکرم ﷺ کی زیارت ہوتی ہے۔

بھائی کا زہد وتقویٰ: میرا بھائی عبدالمجید بھی فقیری لائن کا آدمی ہے وہ بڑا زاہد ہے، تقریباً بیس سال کی عمر سے یعنی جب اس نے بی اے کیا ہے اس وقت سے اس نے اوابین' اشراق' چاشت اور تہجد نہیں چھوڑی اور پانچ وقت نماز باجماعت ادا کرتا ہے' کھانا بالکل کم کھانا اور مسواک کرنا اس کا معمول ہے۔ حتیٰ کہ شادی والی رات بھی اس نے اپنے اعمال نہیں چھوڑے۔ کسی عمل پر مداومت بڑا مشکل کام ہے لیکن میں نے عبدالمجید میں یہ صفت کمال کی دیکھی ہے۔

کیمیا گری کا شوق اور والد صاحب کا استخارہ: تمام بھائیوں میں سے صرف میں ہی والد صاحب سے سوال پوچھتا رہتا تھا۔ ایک دن میں نے کہا کہ ابا جی آپ نے مجھے اعمال، وظائف، ادویات، تشخیص سب کچھ بتا دیا ہے۔ آپ نے خالص سونا بھی بنایا ہے جو کہ زرگروں نے خالص قرار دیا ہے مجھے اس کی ترکیب بھی بتائیں تھوڑی دیر میری طرف دیکھتے رہے اور پھر فرمایا نہیں یہ ٹھیک نہیں اور اسکا پیچھا چھوڑ دو۔

☆☆☆☆☆

جماعۃ الدعوہ کے مرکزی رہنما کی شفقت اور قدر دانی

ہفت روزہ ''جرار'' کے ایڈیٹر اور جماعۃ الدعوۃ کے مرکزی رہنما، خطابت میں شیر اہلحدیث کے لقب سے معروف بے مثال خطیب، تحقیقی اور علمی معیار کے تحت تصنیفی اور تالیفی دنیا میں معروف قلمکار۔ ''روپے میرے حضور ﷺ کے''، ''مومن عورتوں کی کرامات''، ''جمال محمد ﷺ اور سائنس''، ''میں نے بائبل سے پوچھا قرآن کیوں جلے''، ''سیرت کے سچے موتی''، ''ہندو دھرم انسانیت کا قاتل'' اور دیگر علمی کتب کے تحت دنیا میں مانے ہوئے عظیم مصنف ہیں، قلمی دنیا میں آپ کا نام خود ایک ثبوت مانا جاتا ہے۔

۲۹ جولائی بروز سوموار رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ کو محترم المقام الشیخ امیر حمزہ حفظہ اللہ کی خدمت میں ہم تین حضرات بغرض متقدمین متصوف علماء اہلحدیث کے خلاف عصر حاضر کے علماء کی بڑھتی ہوئی ناقدری اور سلف اولیائے اہل حدیث کی خدمات سے لاعلمی کی پھیلتی ہوئی وباء کے تحفظ میں لکھی جانے والی کتاب ''علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف'' کا مسودہ لیکر حاضر ہوئے اور اپنا مدعا پیش کیا کہ شیخ ہمارا اس کتاب سے بنیادی مقصد اپنے اسلاف پر لگائے جانے والے بے جا اور جھوٹے الزام کا مکمل دفاع ہے کہ اسلاف اہلحدیث میں کوئی ولی اللہ، صاحب تقوی اور صاحب کرامت بزرگ نہیں گزرے......

شیخ حفظہ اللہ نے اس کاوش پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا لیکن ساتھ ہی اپنے تحقیقی اور علمی معیار کو اور آج کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے احادیث کی سندی حیثیت، اور حدیث کو حوالے کے ساتھ نقل کرنے کی تلقین فرمائی۔ کتاب ''علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف'' کا مسودہ تبرکات کے باب پر نظر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ واقعی آج کے اہل حدیث ضرورت سے زیادہ خشک ہو گئے ہیں۔ اور منصوص تبرکات کا بھی انکار کر دیتے ہیں پھر آپ نے اپنی معروف کتاب ''روپے میرے حضور ﷺ کے'' کے صفحہ نمبر 64 سے تبرکات نبوی ﷺ کی مثال پیش کی جو من وعن پیش خدمت ہے۔ دعا ہے اللہ تعالی آپ کا سایہ تا دیر ہم پر قائم رکھے کہ آپ بلا خوف لومۃ لائم خلوص وللٰہیت کے ساتھ اظہار کی بہترین مثال ہیں۔

شکم اطہر کے بوسے: اپنے حضور ﷺ کا...... شاہ مدینہ ﷺ کا جو نقشہ ہم نے کھینچا، ایسی صفات کے حامل حکمران سے لوگ ٹوٹ کر

محبتیں کرتے ہیں۔ جانیں نچھاور کرتے ہیں، یہ محبت بے لوث ہوتی ہے، فطری اور قلبی ہوتی ہے، چنانچہ ابوداؤد کتاب الادب میں ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے حضور ﷺ اکرم ﷺ نے آواز دی: اے ابوذر (رضی اللہ عنہ) میں نے کہا: لبیك، حاضر ہوگیا۔ وسعدیك: میری جان جناب کیلئے قربان ارشاد فرمائیے!

حضور ﷺ کے بلاوے پر عام صحابہ محبت کا اظہار یوں بھی کیا کرتے تھے۔ فداك ابی: حضور ﷺ پر میرا باپ قربان۔ وامی یارسول اللہ ﷺ: اے اللہ کے رسول ﷺ میری امی جان بھی جناب پر قربان، ارے خاک کے بنانے والو! میرے حضور ﷺ کے ساتھ محبتوں کے کبھی یوں بھی سین بنا کرتے تھے۔ امام ابوداؤد کتاب الادب میں مدینے کے ایک پر بہار خوش منظر مقام کا نقشہ کھینچتے ہیں ملاحظہ کرنا! بے ادبو! شاید ادب کا کوئی جھونکا امیر حمزہ کے قلم سے تمہارے بے ادب دل کی بنجر زمین پر سے گزر جائے اور اسے پر بہار بنا جائے دیکھنا اور غور کرنا!

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ جن کا تعلق انصار کے ساتھ تھا (سردار آدمی تھے) اپنے لوگوں سے (اپنے ڈیرے پر) باتیں کر رہے تھے۔ بڑے مزاحیہ اور ہنس مکھ آدمی تھے، اپنے لوگوں کو ہنسا رہے تھے، اس دوران اللہ کے رسول ﷺ جو وہاں موجود تھے، اسید کے پہلو میں چھڑی چبھو دی۔

(اسید کی ہنسی غائب ہوگئی مڑ کر دیکھا تو اللہ کے رسول ﷺ تھے)۔ اب وہ فوراً بولے: حضور ﷺ مجھے بدلہ چاہیے۔ شاہ مدینہ! لے لو۔ اسید بن حضیر! جناب پر قمیص ہے مجھ پر قمیص نہ تھی۔

شاہ مدینہ ﷺ (کھڑے ہوگئے) اور اپنی قمیص اوپر اٹھا کر بدن ننگا کر دیا (حضرت اسید یہی چاہتے تھے۔ من کی مراد آئی) انہوں نے حضور ﷺ کو چھا ڈال لیا اور آپ ﷺ کے پہلو مبارک کو چومتے چومتے اور چومتے ہی چلے جا رہے تھے اور کہتے جا رہے تھے: اے اللہ کے رسول ﷺ میرا پروگرام یہی تھا، پورا ہوگیا۔

قارئین کرام! سب ہی اپنے اپنے انداز سے میرے حضور ﷺ سے محبتیں کرتے تھے ان محبتوں کے مناظر میں سے ایک منظر کا نقشہ امام مسلم بن حجاج قشیری نے کتاب الاشربہ میں یوں کھینچا ہے۔

حضور ﷺ جب مدینہ میں آئے تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں ٹھہرے، حضور ﷺ نے چوبارے پہ قیام فرمایا، حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نیچے رہنے لگ گئے۔ وہ کھانا تیار کرتے اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا جاتا، جب بچا ہوا کھانا واپس آتا تو برتن لانے والے سے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ پوچھتے، یہ بتلا حضور ﷺ کی انگلیاں کھانے کے کس حصے کو لگیں۔ برتن والا بتلاتا تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ وہیں سے کھانے کا آغاز کرتے۔

امام مسلم کتاب الفضائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زبان سے صحابہ کی محبتوں کا ایک نقشہ یوں بھی کھینچتے ہیں۔ میں دیکھ رہا تھا حجام اللہ کے رسول ﷺ کی حجامت بنا رہا تھا آپ ﷺ کے اردگرد آپ ﷺ کے صحابہ کھڑے تھے وہ یہ چاہتے تھے کہ جو بال بھی گرے کسی آدمی کے ہاتھ پر گرے۔ یعنی میرے حضور ﷺ کا کوئی بال مبارک زمین پہ نہ گرے صحابی کے ہاتھ پہ گرے۔ امام مسلم ایک دوسرے منظر یوں دکھلاتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں جب اللہ کے رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھا لیتے تو مدینہ میں (گھروں کے) خادم اپنے اپنے برتن لے کر آجاتے۔ ان برتنوں میں پانی ہوتا تھا جو برتن بھی آپ ﷺ کے آگے کیا جاتا، آپ ﷺ اس برتن میں اپنا ہاتھ مبارک ڈال دیتے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ صبح کو بڑی سخت سردی ہوتی، اللہ کے رسول ﷺ پھر بھی اپنا ہاتھ ان برتنوں میں ڈبوتے جاتے۔

قارئین کرام یہ ہاتھ کیسا مبارک ہاتھ تھا، کیسا خوبصورت ہاتھ تھا، صحیح بخاری کتاب الفضائل میں حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی بطحا میں ظہر اور عصر کو جمع کر کے دو دو رکعتیں نماز پڑھی...... اب کے لوگ آپ ﷺ کے پاس آ گئے، آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک پکڑتے اور اپنے چہرے پر پھیرتے۔ حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے بھی آپ کا ہاتھ مبارک

پکڑلیا اور اسے اپنے چہرے پر رکھا تو کیا محسوس کیا وہ تو برف سے بڑھ کر ٹھنڈا ہے اور کستوری سے بڑھ کر خوشبو دار ہے۔ اے محبان رسول ﷺ! ایسا ہاتھ...... میرے حضور ﷺ کا بھلا جس انسان کو لگ جائے اس کی سعادت کے کیا کہنے اور جس پانی کو چھو جائے اس کی برکتوں کے کیا کہنے؟ جی ہاں! یہ ہیں محبتوں کے نقشے۔ الفتوں اور پیار کے مناظر، ادب کے سین، عقیدتوں کے پھول اور احترام کی کلیاں۔

آپ علمائے اہلحدیث کی کرامات میں ولی باکمال صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کو نمایاں صف میں شمار کرتے ہیں ہفت روزہ جرار کا مکمل حوالہ پیش خدمت ہے۔ (بشکریہ ہفت روزہ جرار، مولانا امیر حمزہ حفظہ اللہ تعالیٰ، شمارہ نمبر ۲۵ جمعۃ المبارک ۴ شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ بمطابق ۱۴ جون ۲۰۱۳ء)

ہفت روزہ جرار میں صوفی صاحب کی کرامات کا تذکرہ: کلیجہ پھٹ گیا، دل خون کے آنسو رونے لگ گیا جب میں نے سنا کہ امریکہ اور ناٹو کی افواج اپنے مخالف افغان مجاہدین کو گرفتار کرتی ہیں تو انہیں مخصوص اعضاء سے محروم کر دیتی ہیں اور چھوڑ دیتی ہیں...... آہ! جب انسان پستیوں کی اتھاہ گہرائیوں میں گرتا ہے تو کس قدر گہرائی میں گرتا ہے کہ گہرائی کو ماپنا ناممکن ہو جاتا ہے اسی طرح جب فوجیں افغانستان میں داخل ہوئی تھیں تو ان لوگوں نے مجاہدین کی خواتین کی چھاتیاں کاٹیں اور ہاروں میں پرو دیا تھا۔ یہ واقعہ مجھے اس شخص نے بتلایا جو شمالی افغانستان میں اس منظر کا خود شاہد تھا۔

قارئین کرام! مجھے صوفی عبداللہ رحمہ اللہ یاد آ گئے، پاکستان ہندوستان کی تقسیم سے قبل وہ شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی تحریک جہاد کے روح رواں تھے۔ انگریز کو مخبری ہوئی اور صوفی صاحب پکڑے گئے، انگریزوں نے انہیں مردانہ صفت سے محروم کیا اور چھوڑ دیا...... یہ کہہ کہ چھوڑا کہ ہم تجھے مردانہ صفت سے اس لئے محروم کر رہے ہیں تاکہ تیری نسل نہ چلے۔ اولاد نہ ہو کیونکہ تیری اولاد بھی باغی ہی بنے گی صوفی صاحب یہ سن کر مسکرا دیئے اور کہنے لگے کہ میرا اللہ مجھے اس قدر روحانی اولاد دے گا کہ دنیا دیکھے گی (انشاء اللہ) پھر انہوں نے ماموں کانجن میں تعلیم الاسلام کے نام کا مدرسہ بنایا جو آج بھی علمی پیاس بجھاتا ہے یوں ان کے روحانی بچے بے شمار بن گئے، صوفی صاحب بڑے مستجاب الدعوات تھے یعنی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ قبولیت کا نظارہ کرا دیتے۔

دعا کرتے ہی ضرورت پوری ہو جانا (کرامت):۔ میرے ابا جی مولانا نذیر احمد رحمہ اللہ نے مجھے ایک بار ان کا واقعہ سنایا کہ مدرسے کا تعمیراتی کام ہو رہا تھا، پیسے ختم ہو گئے مستری اور مزدور کام چھوڑ بیٹھے، تہجد کے وقت حضرت صوفی صاحب اللہ کے دربار میں کھڑے ہو گئے، لگے یاد کرنے۔ مولا! یہ تیرا کام ہے، میں پیسے کہاں سے لاؤں، عزت رکھ لے، مزدوروں کا حق دلا دے، میں کہاں جاؤں؟ کہیں نہیں جاؤں گا، مجھے پیسے چاہئیں اور ابھی چاہئیں پھر کیا ہوا؟ اسٹیشن پر آ کر ٹرین رکی، ایک تاجر نکلا، پچاس ہزار روپے لا کر صوفی صاحب کی جھولی میں ڈال دیئے، اس وقت جب وہ فجر کی نماز پڑھ کر بیٹھے اذکار کر رہے تھے۔

ضرورت سے زائد آم مل جانا (کرامت):۔ صلاح الدین اولکھ جو جرار میں میرے معاون ہیں۔ بتلا رہے تھے کہ ان کے والد صاحب دعا کروانے صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کے پاس ماموں کانجن میں گئے۔ ان کے ساتھ جو شخص گیا تھا وہ آموں کی دو پیٹیاں لے کر گیا تھا۔ طلباء کو ایک ایک آم تقسیم کیا گیا مگر آم کم ہو گئے۔ صوفی صاحب کے حکم پر آم واپس لے لیے گئے۔ صوفی صاحب اللہ سے شکوہ کرنے لگ گئے۔ مولا! آم بھیجنے تھے تو اس قدر کم کیوں بھیجے تو تو بڑا وسعت والا ہے۔ اتنی دیر میں ریلوے اسٹیشن سے ملازم آ گیا کہنے لگا سندھ سے پوری پوری بوگی آموں کی آئی ہے، لے جائیں، سبحان اللہ۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ دشمنوں کے ہتھکنڈے جو پرانے تھے آج بھی جاری ہیں اور مجاہدین کا طریقہ جو پہلے تھا آج بھی جاری ہے، حضرت صوفی صاحب نے جب پاکستان بن گیا تو یہاں مدرسہ بنا لیا اس لئے جہاد تو انگریز کے خلاف تھا وہ رخصت ہوا پاکستان میں جہاد کرنے والوں کو غور کرنا چاہئے کہ اپنے کلمہ پڑھنے والوں کے خلاف بھلا جہاد ہوتا ہے؟

تاریخ کی ورق گردانی:۔ آیئے! صوفی صاحب سے اور پیچھے جاتے ہیں، 15 صدیاں پیچھے جاتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے کوئی آٹھ سال پہلے کا واقعہ ہے، یعنی اس وقت ہمارے پیارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کوئی 32 سال تھی، قسطنطنیہ میں روم کے بادشاہ مارلیس کی بادشاہت ختم ہوگئی۔ ختم کرنے والا ایک جرنیل تھا جس کا نام فوکاس تھا، بادشاہ نے ملکہ، پانچ بیٹوں اور تین بیٹیوں کے ہمراہ گرجے میں پناہ لے لی۔ مگر پہلے تو بادشاہ کے سامنے اس کے چار بیٹوں کو ذبح کیا گیا، پھر شیر خوار بچے کو بھی اٹھا کر ذبح کردیا، بادشاہ کو ذبح کیا گیا، اور جو ملکہ اور شہزادیاں تھیں ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں، زبانیں کھینچ کر زمین پر پھینک دی گئیں، قاتلوں نے انہیں پاؤں تلے مسلا، پھر ہاتھ پاؤں کاٹے گئے پھر ننگے جسموں پر کوڑے برسائے گئے اور پھر ان پر نیزے مارے گئے اور آخر میں جلتی آگ میں پھینک دیا گیا۔ یہ ہے امریکہ اور ناٹو کے بزرگوں کی داستان کہ وہ اپنوں کے ساتھ کیا کچھ کیا کرتے تھے، آج مہذب کہلا کر بھی یہی کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے ہیں۔

یہی وہ ظالم تھے جن پر غلبے پانے کی خوشخبری اللہ نے اپنے آخری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تھی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دور آیا آپ نے ایک لشکر ان کی طرف بھیجا، امام ابن عساکر لکھتے ہیں کہ اس لشکر میں حضرت عبداللہ بن خذافہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، رومیوں نے انہیں قیدی بنالیا، شاہ روم کے سامنے پیش کیا گیا، کہنے لگا، عیسائیت اختیار کرلو، رہا کردیں گے ورنہ تانبے کے کڑاہے میں بھون دوں گا۔ حضرت عبداللہ بن خذافہ رضی اللہ عنہ نے انکار کردیا...... بادشاہ نے ایک اور مسلمان قیدی کو منگوایا اور تیل سے کڑکڑاتے کڑاہے میں ڈال کر زندہ مسلمانوں کو کوئلہ بنا دیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بادشاہ کہنے لگا، یہ حشر ہوگا اگر عیسائی نہ بنو گے تم؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے صاف انکار کردیا، کڑاہے میں پھینکنے کا حکم ہوا؟ وہ اس طرف جانے لگے تو رو دیئے، بادشاہ نے اپنے پاس بلوایا کہا، روتے کیوں ہو؟ کہنے لگے! یہ ایک جان ہے جو اللہ کی خاطر قربان ہو رہی ہے کاش میرے جسم کے ہر بال کے برابر جانیں ہوتیں میں سب قربان کرتا اور پھر بھی! بقول شاعر

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

بادشاہ حیران وششدر رہ گیا، کہنے لگا، میرے سر کو چوم لو میں تمہیں آزاد کردیتا ہوں، کہا نہیں چوموں گا، بادشاہ کہنے لگا عیسائیت قبول کرلو، اپنی بیٹی تمہاری بیوی بناتا ہوں، بادشاہت میں شامل کرتا ہوں، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسے بھی ٹھکرا دیا، اب بادشاہ کہنے لگا کہ میرے سر کو بوسہ دو میں تیرے 80 قیدی ساتھیوں کو آزاد کرتا ہوں، حضرت عبداللہ نے کہا، ہاں! یہ ٹھیک ہے اور قیصر روم کے سر کو بوسہ دے دیا اور 80 مسلمان ساتھیوں کو رہا کروالیا..... حضرت عمر رضی اللہ تک یہ خبر پہنچی اور پھر جب حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ امیر المومنین کے پاس پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا سر چوم لیا۔

آج حالات اسلاف کی ضرورت:۔ قارئین کرام! یہ تھے قربانیاں دینے والے ہمارے اسلاف جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک دیکھ لیا، بادشاہت میں حصہ، شہزادی سے نکاح کا سندیسہ ان کے جوتے کا تسمہ بھی نہ بن سکا۔ انہوں نے اپنے موقف میں تھوڑی سی نرمی کی تو وہ بھی اپنی جان کی خاطر نہیں بلکہ 80 مسلمان جانوں کی خاطر...... اللہ کی قسم! یہ تھے میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار۔

الغرض! ظلم آج بھی جاری ہے، اے حکمرانو! دنیا ہی سامنے نہ رکھو، شاہ روم کے وارثوں کی خوشنودیاں ہی سامنے نہ رکھو، جنت کو سامنے رکھو کہ اک دن سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر قبر میں جانا ہے، اس جوبداہی کو سامنے رکھ کر آج کے دور میں کردار ادا کرو...... اللہ تمہاری رہنمائی فرمائے، بہادر بنائے، حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ سے لے کر صوفی عبداللہ رحمہ اللہ تک اپنے اسلاف کو دیکھو۔ یارو! کچھ تو ڈٹ کر دکھلاؤ اللہ کو اپنے پاس پاؤ گے۔ (انشاء اللہ)

(بشکریہ ہفت روزہ جرار، مولانا امیر حمزہ حفظہ اللہ تعالیٰ، شمارہ نمبر ۲۵ جمعۃ المبارک ۴ شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ بمطابق ۱۴ جون ۲۰۱۳ء)

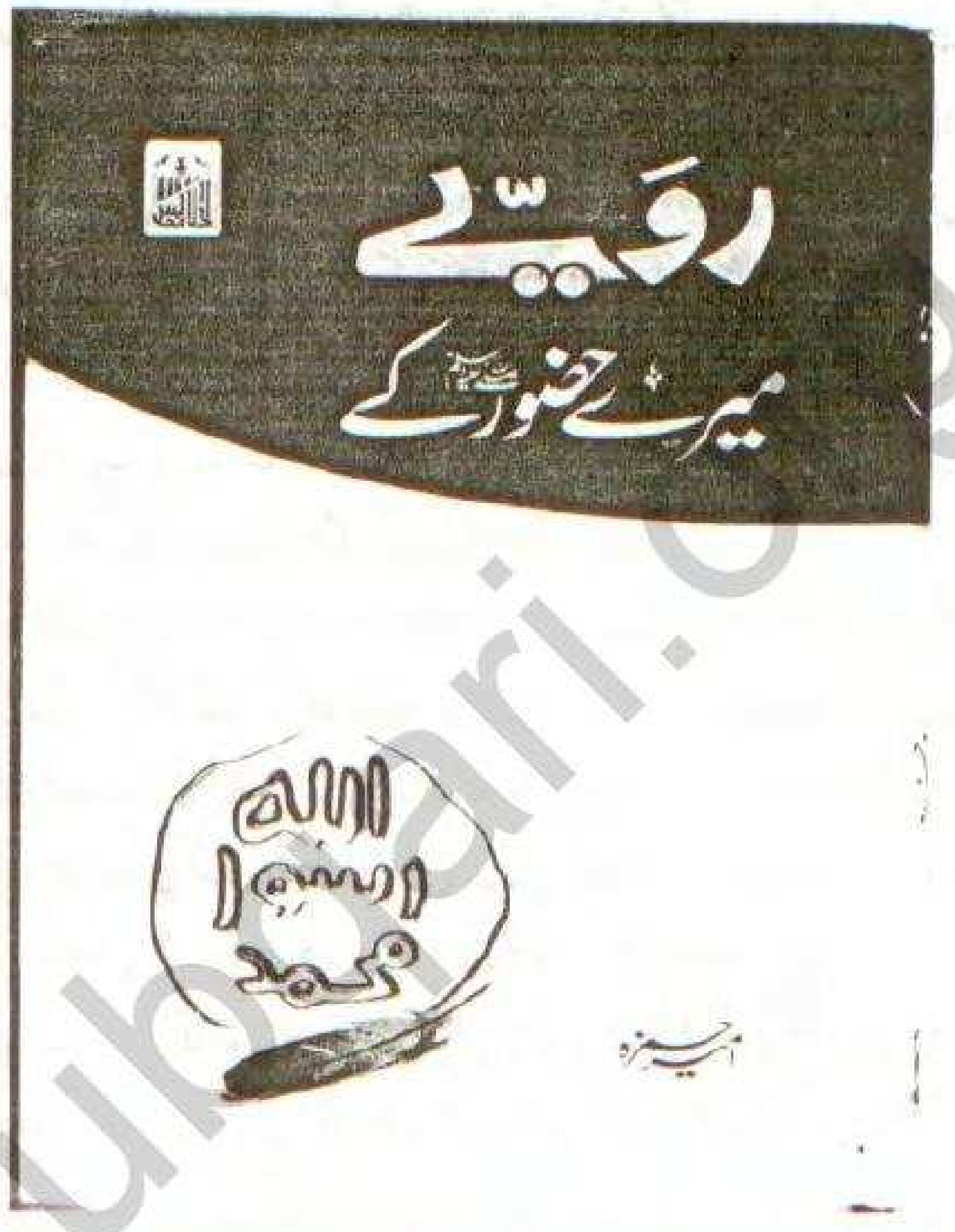
رویّے
میرے حضور ﷺ کے
امیر حمزہ

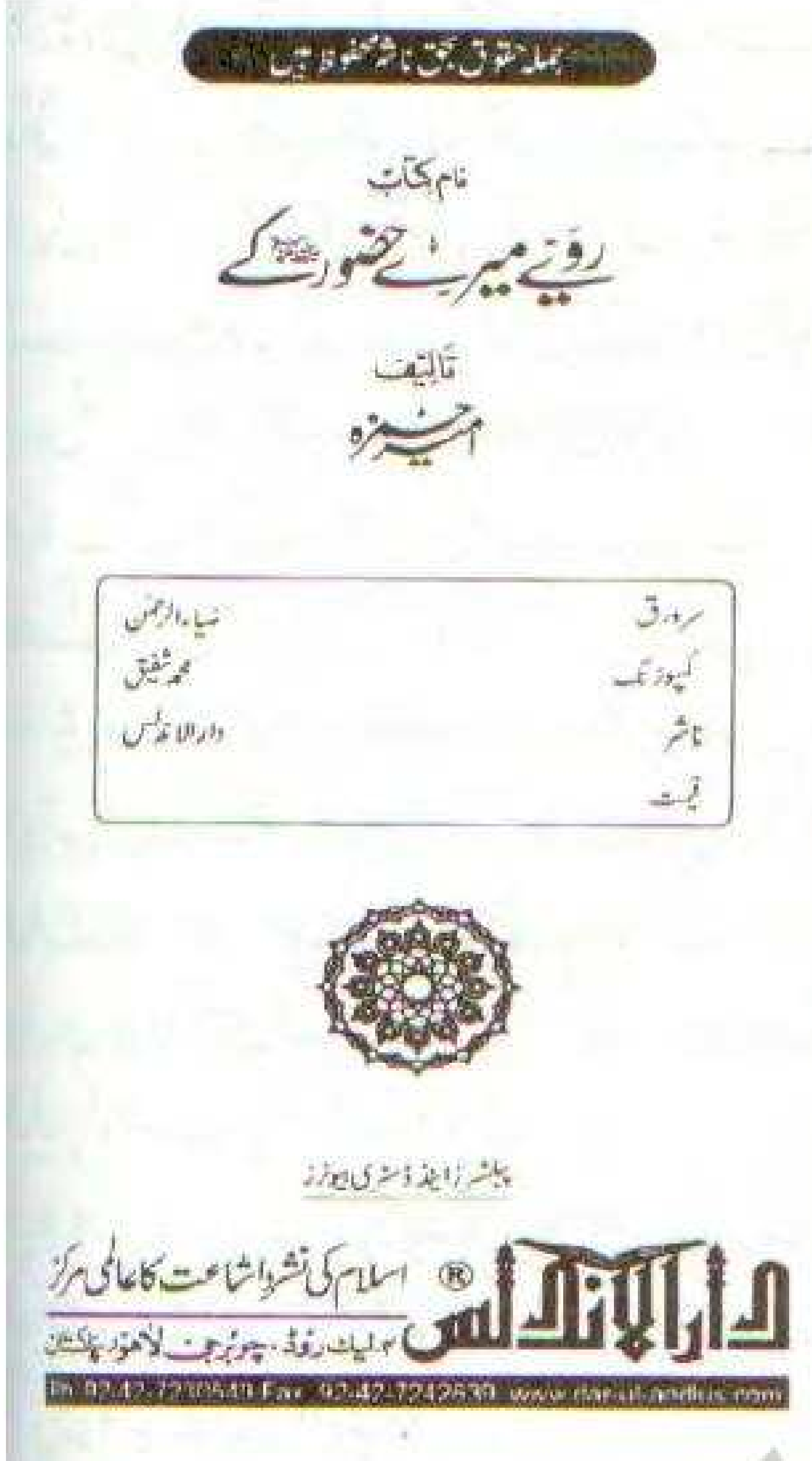
جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب

رویّے میرے حضور ﷺ کے

تالیف

امیر حمزہ

سرورق	ضیاء الرحمن
کمپوزنگ	محمد شفیق
ناشر	دار الاندلس
قیمت	

پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

دار الاندلس ® اسلام کی نشرواشاعت کا عالمی مرکز
۴- لیک روڈ، چوبرجی لاہور پاکستان
Ph: 92-42-7230549 Fax: 92-42-7242639 www.dar-ul-andlus.com

سیرت النبی ﷺ پر منفرد انداز میں لکھی گئی ایک جامع کتاب
سیرت کے سچے موتی
امیر حمزہ

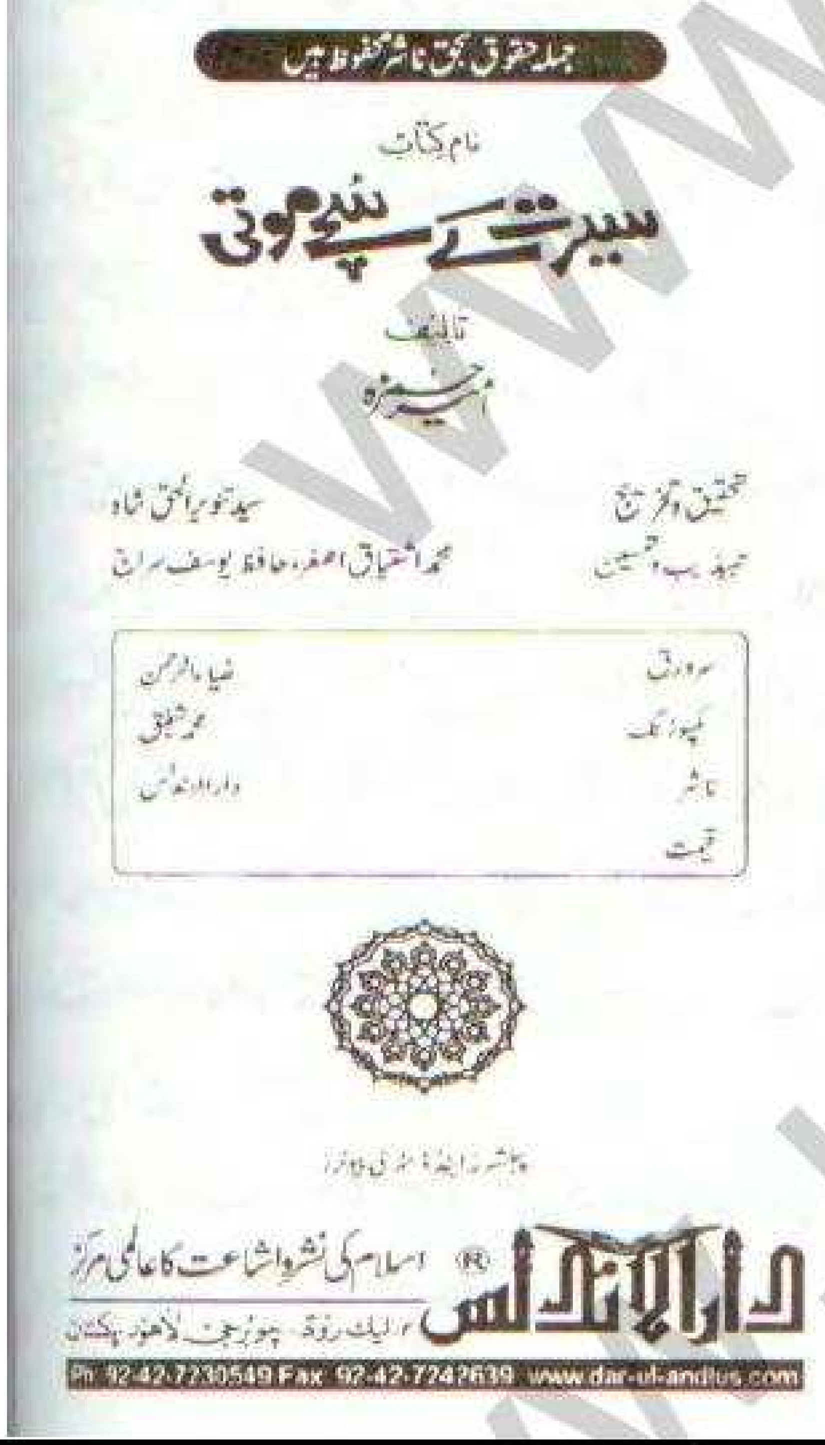
جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب

سیرت کے سچے موتی

تالیف

امیر حمزہ

تحقیق و تخریج	سید تنویر الحق شاہ
تہذیب و تحسین	محمد اشتیاق اصغر، حافظ یوسف سراج

سرورق	ضیاء الرحمن
کمپوزنگ	محمد شفیق
ناشر	دار الاندلس
قیمت	

پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

دار الاندلس ® اسلام کی نشرواشاعت کا عالمی مرکز
۴- لیک روڈ، چوبرجی لاہور پاکستان
Ph: 92-42-7230549 Fax: 92-42-7242639 www.dar-ul-andlus.com

نام کتاب:۔ سیرت کے سچے موتی...... مصنف:۔ امیر حمزہ حفظہ اللہ تعالیٰ

خواتین اسلام کی بیعت اصلاح: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں بھی (مدینہ سے مکہ آنے والے) ان لوگوں میں شامل تھا جو ''عقبہ اولیٰ'' میں موجود تھے۔ ہم بارہ آدمی تھے، ہم نے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر عورتوں والی بیعت (بیعۃ النساء) کی۔ یہ بیعت جنگ کے فرض ہونے سے پہلے کی تھی، یہ بیعت مندرجہ ذیل امور پر تھی۔

(1) ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ (2) ہم چوری نہیں کریں گے۔ (3) ہم بدکاری کا ارتکاب نہیں کریں گے۔ (4) ہم اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے۔ (5) اپنی طرف سے گھڑ کر کسی پر بہتان طرازی نہ کریں گے۔ (6) نیکی کے کاموں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا:

اگر تم نے بیعت کرنے کے عہد کو پورا کیا تو تمہارے لیے جنت ہے اور اگر تم لوگوں نے ان گناہوں میں سے کسی کا ارتکاب کیا تو تمہارا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ وہ چاہے تو سزا دے اور چاہے تو تمہیں معاف کر دے۔

(بخاری کتاب مناقب الانصار، باب وفود الانصار الی النبی ﷺ ...... الخ :۳۸۹۲۔ مسلم :۱۷۰۹، مسند احمد: ۵/ ۳۲۳، ح: ۲۳۱۳۴ و اسنادہ حسن لذاته، النسائی: ۴۱۶۷، ۴۱۶۶ و اسنادہ حسن لذاته، سیرۃ ابن هشام: ۸۱/۲۔ دلائل النبوۃ للبیهقی: ۴۳۶/۲ و اسنادہ حسن لذاته، بحوالہ سیرت کے سچے موتی ص، ۱۳۲)

اہل اللہ کی روحانی بصیرت کا صحابہ سے ثبوت: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ ان کے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ بدر کی جنگ میں شامل نہ ہو سکے تھے، چنانچہ انہوں نے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا: میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ہو کر پہلی جنگ لڑنے سے غیر حاضر رہا، اب اگر اللہ نے مجھے موقع دیا کہ میں اللہ کے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہو کر جنگ کروں تو اللہ دیکھے گا کہ میں کس بے جگری سے جنگ کرتا ہوں۔''

اور جب غزوہ احد کے دن مسلمانوں کو عارضی شکست سے دوچار ہونا پڑا تو وہ فرمانے لگے: ''اے اللہ! ان مسلمانوں سے آج (اجتہادی غلطی کی وجہ سے اپنے نبی ﷺ کی حکم عدولی کر کے) جو کچھ کیا اس سے میں تیرے حضور معذرت پیش کرتا ہوں، مشرکوں نے (تیرے نبی ﷺ مسلمانوں اور شہداء کی لاشوں کے ساتھ) جو کچھ کیا، میں تیری جناب میں اس سے شدید کرب کا اظہار کرتا ہوں۔ پھر آگے بڑھے تو ان کی ملاقات حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ہوگئی۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: سعد! کہا جا رہے ہو؟ مجھے تو دامن احد سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔ یہ کہتے ہوئے وہ آگے بڑھے اور لڑنے لگے، حتیٰ کہ شہید کر دیئے گئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی لاش پہچانی نہ جا رہی تھی حتیٰ کہ ان کی بہن ربیع بن نضر رضی اللہ عنہ نے ان کی انگلیوں کے پورے سے ان کی لاش پہچانی۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کو اسی (۸۰) سے زائد زخم لگے تھے۔ یہ زخم اور چرکے، نیزے، تلوار اور تیروں کے تھے۔

(بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب قول الله" من المؤمنین رجال...... ''۲۸۰۵) صحیح مسلم کے الفاظ ہیں کہ صحابہ خیال کیا کرتے تھے کہ یہ آیت انس بن نضر رضی اللہ عنہ اور ان جیسے دیگر صحابہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی: '' من المؤمنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه فمنهم من قضی نحبه ومنهم من ینتظر وما بدّلوا تبدیلا '' (الاحزاب: ۳۳/ ۲۳۔ بحوالہ سیرت کے سچے موتی ص ۲۴۲، ۲۴۳)

اولیاء کی غیبی مدد کی مستند روایت: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حنظلہ بن ابی عامر لڑتے ہوئے ابوسفیان کے پاس جا پہنچے، وہ اسے قتل کرنے ہی والے تھے کہ شداد بن اسود نے حنظلہ رضی اللہ عنہ پر تلوار کا وار کر کے انہیں شہید کر دیا۔ ان کی شہادت کے بعد اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا: '' ان صاحبکم حنظلة تغسّله الملائکة فسلوا صاحبتهٗ '' تمہارے ساتھی حنظلہ کو

فرشتے غسل دے رہے ہیں، ان کی بیوی سے پوچھو (کہ اس کا سبب کیا ہے؟۔ بیوی سے پوچھا گیا تو انھوں نے بتلایا کہ جب حنظلہ نے معرکہ آرائی کا سنا تو ان پر غسل واجب تھا لیکن وہ اللہ کے راستے میں اسی حالت میں نکل کھڑے ہوئے۔ یہ سن کر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: " فذاك قد غسّلته الملائكة " اسی وجہ سے فرشتوں نے حنظلہ کو غسل دیا۔ (ابن حبان: ۷۰۲۵ واسنادہ حسن لذاتہ مستدرك حاكم: ۳/ ۲۰۴، ۲۰۵، ح: ۴۹۱۷ واسنادہ حسن لذاتہ السنن الكبریٰ للبیهقی: ۴/ ۱۵، ح: ۶۸۱۴ و اسنادہ حسن لذاتہ بحوالہ سیرت کے سچے موتی ص ۲۴۹)

صوفیائے کرام کی بنیاد یعنی اہل صفہ کے احوال: صفہ کسے کہتے ہیں؟ اس بارے میں جناب سمہودی نے اپنی کتاب ''وفاء الوفاء'' میں، جناب یاقوت حموی نے اپنی مشہور کتاب ''معجم البلدان'' میں اور ابن منظور نے اپنی کتاب ''لسان العرب'' میں واضح کیا کہ ''صفہ'' اس جگہ کو کہا جاتا ہے جس پر چھت پڑی ہوئی ہو۔'' (سنن نسائی ۴۹۱۳ واسنادہ صحیح اور سنن ابی داؤد ۴۳۸۶ و اسنادہ صحیح) میں " صفة النساء " یعنی عورتوں کا چھپر (جو مسجد نبوی ﷺ میں تھا) کا جملہ موجود ہے۔ اسی طرح صحیح بخاری (قبل: ۱۰۵۲) اور نسائی (۱۴۷۸) میں ''صفة زم زم'' کا جملہ لکھا ہے جس کا مطلب ہے: ''زم زم کے کنویں پر چھپر۔''

اصحاب صفہ کی تعداد: امام ابو نعیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اصحاب صفہ کی تعداد مختلف اوقات میں مختلف ہوا کرتی تھی۔ جب مدینہ میں وفود زیادہ آتے تو تعداد بڑھ جاتی اور جب پردیسی کم آتے تو تعداد بھی کم ہو جاتی۔ (حلیة الأولیاء: ۱/ ۴۱۷، تحت الحدیث: ۱۳۰۳)

تاہم عام دنوں میں یہاں حسب معمول ستر (۷۰) کے قریب لوگ ہر وقت موجود رہا کرتے تھے۔

(بخاری، کتاب الصلاة، باب لزوم الرجال فی المسجد: ۴۴۲، حلیة الأولیاء: ۱/ ۴۱۷، ۴۱۸، ح: ۱۲۰۴ واسنادہ حسن لذاتہ کتاب الزهد للامام احمد ابن حنبل رحمه الله، ص ۸۱ واسنادہ صحیح) کبھی تعداد اس قدر بھی بڑھ جاتی کہ صحابہ میں ان لوگوں کو تقسیم کر دیا جاتا اور پھر انصار صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے حصے کے لوگوں کو گھر لے جاتے اور وہاں ان کو کھانا کھلاتے۔ اصحابہ صفہ میں جو لوگ بڑے معروف تھے، ان کی ایک فہرست امام ابو نعیم رحمہ اللہ نے ''حلیہ'' میں رقم کی ہے، جو اس طرح ہے:

1۔ اوس بن اوس الثقفی رضی اللہ عنہ، 2۔ اسماء بن حارثہ رضی اللہ عنہ، 3۔ الاغر المزنی، موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ، 4۔ البراء بن مالک رضی اللہ عنہ، 5۔ ثابت بن الضحاک رضی اللہ عنہ، 6۔ ثابت بن ودیعہ رضی اللہ عنہ، 7۔ ثقیف بن عمرو رضی اللہ عنہ، 8۔ جرہد بن خویلد رضی اللہ عنہ، 9۔ جعیل بن سراقہ رضی اللہ عنہ، 10۔ جاریہ بن حمیل رضی اللہ عنہ، 11۔ خذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ، 12۔ حبیب بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ، 13۔ حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ، 14۔ حازم بن حرملہ رضی اللہ عنہ، 15۔ غسیل الملائکہ حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ، 16۔ حجاج بن عمرو رضی اللہ عنہ، 17۔ الحکیم بن عمیر رضی اللہ عنہ، 18۔ حرملہ بن ایاس رضی اللہ عنہ، 19۔ خباب بن الارت رضی اللہ عنہ، 20۔ حنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ، 21۔ خالد بن زید (ابو ایوب انصاری) رضی اللہ عنہ، 22۔ خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ، 23۔ خریم بن اوس رضی اللہ عنہ، 24۔ خبیب بن یساف رضی اللہ عنہ، 25۔ دکین بن سعید رضی اللہ عنہ، 26۔ عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ، 27۔ ابولبابہ انصاری رضی اللہ عنہ، 28۔ ابورزین رضی اللہ عنہ، 29۔ زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ، 30۔ سفینہ مولیٰ رسول اللہ رضی اللہ عنہ، 31۔ ابوسعید الخدری (سعد بن مالک) رضی اللہ عنہ، 32۔ سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ، 33۔ سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ، 34۔ سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ، 35۔ السائب بن خلاد رضی اللہ عنہ، 36۔ شقران مولیٰ رسول اللہ رضی اللہ عنہ، 37۔ شداد بن اسید رضی اللہ عنہ، 38۔ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ، 39۔ صفوان بن بیضاء رضی اللہ عنہ، 40۔ طخفہ بن قیس رضی اللہ عنہ، 41۔ طلحہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، 42۔ الطفاوی الدوسی رضی اللہ عنہ، 43۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، 44۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، 45۔ عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ۔

(حلیۃ الأولیاء:۱/۳۴۵تا۳۷۱۔مسند احمد:۴/۱۲۸، ح:۱۷۱۶۱اواسنادہ صحیح ۔بحوالہ سیرت کے سچے موتی ص۲۷۶،۲۷۹)

اصحاب صفہ کا زہد اور دنیا سے بے ثباتی: امام ابوداؤد رحمہ اللہ اور امام ابن ماجہ رحمہ اللہ اپنی اپنی سنن میں اہل صفہ کی ان صفات کو لائے ہیں کہ ان لوگوں نے فقر اور زہد کو اپنے سینے سے لگالیا، دنیا سے منہ موڑلیا اور مسجد ہی میں جم کر بیٹھ گئے ۔وہ علم حاصل کرتے تھے اور اللہ کی عبادت میں مگن رہتے تھے۔ وہ الگ تھلگ ہو کر نفل نماز پڑھتے، قرآن کی تلاوت کرتے، اللہ کی آیات پر غور وفکر کرتے اور اللہ کا ذکر کرتے ۔ ان میں سے بعض لوگ لکھنے کی تعلیم حاصل کرتے، اپنے استاد کو تحائف بھی دیتے، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جو قرآن کی تعلیم دینے اور لکھنا بھی سکھاتے تھے انہیں ان کے ایک شاگرد نے کمان تحفے میں دی۔

(ابوداؤد، کتاب الاجارۃ باب فی کسب المعلم :۳۴۱۶ واسنادہ حسن لذاتہ، ابن ماجہ:۲۱۵۷،اسنادہ حسن لذاتہ، والاسود بن ثعلبۃ، صدوق حسن الحدیث، وثقہ ابن حبان (الثقات:۴/۳۳)والحاکم بتصحیح حدیثہ، مستدرک حاکم : ۴۱/۲) ان لوگوں میں بعض علم اور حدیث کو حفظ کرنے میں بہت معروف ہوئے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ جن سے کثرت کے ساتھ احادیث مروی ہیں اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کہ جنہوں نے فتنوں سے متعلق احادیث یاد کرنے کا اہتمام کیا۔ (بخاری: ۱۱۸، ۹۹، ۵۲۵۔بحوالہ سیرت کے سچے موتی ص۲۷۹)

دنیا جیب میں تو ہو......لیکن دل میں نہ ہو: اہل صفہ جو علم اور عبادت کیلئے دنیا سے کٹ گئے تھے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انہوں نے دنیا کو بالکل ہی خیر باد کہہ دیا تھا۔ وہ اپنی ضرورت کے مطابق لکڑیاں لاکر بھی بیچا کرتے تھے، جیسا کہ امام مسلم نیشاپوری رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔ (مسلم :۶۷۷،بعد :۱۹۰۲)

اسی طرح اسلامی معاشرے کو جن مشکل حالات سے سابقہ پڑتا تھا وہ اس میں بھی حصہ لیتے تھے۔ جہاد وقتال میں مجاہد بن کر جایا کرتے، ان لوگوں میں سے بہت سے بدر کی لڑائی میں بھی شامل ہوئے جیسا کہ 1۔حضرت صفوان بن بیضاء رضی اللہ عنہ (حلیۃ الأولیاء:۱/۴۵۹)، 2۔خریم بن فاتک اسدی رضی اللہ عنہ (حلیۃ الأولیاء:۱/۴۴۵)، 3۔حضرت خبیب بن یساف رضی اللہ عنہ (حلیۃ الأولیاء:۱/۴۴۶)

4۔حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ (حلیۃ الأولیاء:۱/۴۵۵)، 5۔حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ (حلیۃ الأولیاء:۱/۴۳۶)

اسی طرح ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو احد کی لڑائی میں شہید ہوئے، جیسا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ ہیں جن کو فرشتوں نے غسل دیا۔ یہ لوگ حدیبیہ میں بھی شامل تھے جیسا کہ حضرت جرہد بن خویلد رضی اللہ عنہ (حلیۃ الأولیاء۱/ ۴۳۲) اور حضرت ابوسریحہ غفاری رضی اللہ عنہ جبکہ حضرت ثقیف بن عمرو رضی اللہ عنہ خیبر میں شہید ہوئے۔ امام ابونعیم اصبہانی فرماتے ہیں: ”حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک میں شہید ہوئے۔ (حلیۃ الأولیاء:۱/۴۴۷،۴۴۸) حضرت سالم اور زید بن خطاب رضی اللہ عنہ یمامہ کی جنگ میں شہید ہوئے (حلیۃ الأولیاء: ۱/ ۴۵۴) الغرض، وہ علم، عبادت اور ذکر وفکر میں بھی باکمال تھے اور جہاد وقتال کے میدانوں میں بھی لاجواب تھے۔ جی ہاں! وہ......”ع رھبانا فی اللیل و فرسانا فی النھار ”یہ لوگ رات کو عبادت گزار تھے اور دن کو شہسوار تھے۔ (بحوالہ سیرت کے سچے موتی ص۲۸۰)

اہل صفہ کا لباس فقیرانہ: کتب احادیث وسیر میں جو تفصیلات آئی ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ فقر وغربت کے باعث کسی کے پاس بھی مکمل لباس نہیں تھا۔ بعض کے پاس ایک ہی چادر تھی، جسے وہ اپنی گردن کے ساتھ باندھ لیتے تھے اور جسم اور ستر کو وہی چادر ڈھانپتی، یہ چادر بھی بعض کے تو نصف پنڈلیوں تک آجاتی اور بعض کے لئے وہ چادر اس قدر چھوٹی ہوتیں کہ وہ وہ گھٹنوں تک بھی نہ پہنچ پاتیں۔ بعض لوگ صرف ازار بند ہی باندھ پاتے اور باقی جسم ننگا ہوتا۔ (بخاری:۴۴۲، حلیۃ الاولیاء:۱/۴۱۷، ۴۱۸ح:۱۲۰۴ واسنادہ حسن لذاتہ، کتاب الزھد: للامام احمد ابن حنبل، ص:۱۷اواسنادہ صحیح)

صفہ چونکہ اردگرد سے کھلا تھا، اس لیے ہوا اور گرد بھی اہل صفہ پر پڑتی، پسینے پر جب گرد پڑتی تو جسم خاک آلود ہو جاتے۔
(بحوالہ سیرت کے سچے موتی ص ۲۸۱)

رسول کریم ﷺ کی محبت اہل صفہ کے ساتھ: مطالعہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اہل صفہ کے پاس جا کر بیٹھتے، ان سے ملاقات کرتے، خیریت دریافت کرتے اور احوال معلوم کرتے، انہیں آخرت یاد دلاتے، قرآن کی قرات اور قرآن پر غور و فکر کی جانب توجہ دلاتے، انہیں ذکر الٰہی اور آخرت پر نگاہ جمائے رکھنے کی تلقین کرتے، دنیا سے بے رغبتی کی تلقین کرتے اور دنیاوی آرائش کی جانب سرپٹ بھاگنے کی تمنا کا علاج کرتے۔ (مسند احمد: ۸/۴، ۹، ۱۵۴ ح: ۱۶۲۶۳ و اسنادہ صحیح و ۷۵۴۳ او اسنادہ صحیح، مسلم: ۸۰۳)

بیماروں کی عیادت فرماتے، ان کی رہنمائی کرتے، غم گساری کرتے، جب اللہ کے رسول ﷺ کے پاس صدقے کی کوئی شے آتی تو اسے اہل صفہ کی طرف بھیج دیتے اور اس سے خود کچھ بھی نہ لیتے اور جب کوئی ہدیہ آتا تو اسے بھی اہل صفہ کی طرف روانہ کر دیتے لیکن اہل صفہ کے ساتھ بیٹھ کر تحفے کے اس کھانے میں شامل ہو جاتے۔

(بخاری: ۶۴۵۲، ترمذی: ۲۴۷۷ و اسنادہ حسن لذاتہ، ابن حبان: ۶۵۳۵ و اسنادہ صحیح، مستدرک حاکم: ۱۵/۳، ۱۶، ح: ۴۲۹۱ و اسنادہ حسن لذاتہ) آپ ﷺ اپنی بیویوں کے گھروں میں اکثر ان لوگوں کو دعوت طعام پہ مدعو کرتے رہتے۔ ان لوگوں کے ساتھ آپ ﷺ کی محبت کا یہ حال تھا کہ گھر والوں کے مقابلے میں اہل صفہ کو ترجیح دیتے۔ (بحوالہ سیرت کے سچے موتی ص ۲۸۲)

صوفیائے کرام ہر دو محاذوں کے علمبردار: قارئین کرام! آج کے دانشور کہتے ہیں کہ جرائم بے روزگاری اور غربت کی وجہ سے پھیلتے ہیں، ان لوگوں کی یہ بات سوائے جہالت کے کچھ نہیں، اہل صفہ کا کردار دیکھ لو، اس دور کے جاہلی معاشرے سے نکلے ہوئے ان لوگوں کی تربیت کی ہے جناب محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اس تربیت کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ جرائم سے کوسوں دور ہیں، لیکن وہ لوگ جن کی تربیت قرآن و سنت سے ہٹ کر ہوتی ہے زیادہ تر وہی قتل کرتے اور ڈاکے ڈالتے ہیں۔ زمینوں، پلاٹوں، فیکٹریوں اور کوٹھیوں کے مالک ہونے کے باوجود غریبوں کو بے گھر کرتے پھرتے ہیں اور ان کے پلاٹ ہتھیا لیتے ہیں۔ اس حقیقت کو آج بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے، لہٰذا یہی فرق ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور جاہلی تربیت کے درمیان، اللہ کے نظام اور انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کے درمیان۔

اس حقیقت کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ ہمارے معاشرے میں ایک صوفی کے کردار کا جو تصور ہے وہ اس کردار سے بالکل مختلف ہے جو صفہ کے رہنے والے صحابہ کا تھا، اگر آج کا صوفی جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے صفہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ اہل صفہ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتا ہے تو پھر آج کے صوفیائے کرام کو تبھی صوفیائے عظام مانا جائے گا جب وہ علم، عبادت، زہد اور جہاد کے میدانوں میں برابر برسر پیکار ہوں گے۔ جہاد کے میدان مجاہدین کو پکار رہے ہوں اور کوئی سمجھے کہ اس جہاد سے کنی کترا کر وہ تصوف کی عبا اوڑھ کر صوفی بنا رہے گا تو یہ خام خیالی ہے، اہل صفہ کا منہج اس کا واضح انکار کر رہا ہے (سیرت کے سچے موتی ص ۲۸۴)

صحابہ کرام کے ساتھ غیبی امداد کے واقعات: حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھایا گیا تو منافق کہنے لگے: اے اللہ کے رسول ﷺ ہم نے آج تک اس جنازے سے ہلکا جنازہ کوئی نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سعد کا جنازہ اس لیے ہلکا ہے کہ اس وقت فرشتوں کی وہ جماعت زمین پہ آئی ہے جو آج سے پہلے کبھی زمین پر نہیں آئی۔ انہوں نے سعد کو تمہارے ہمراہ اٹھا رکھا ہے۔ (طبقات ابن سعد: ۴۲۶/۳، ۴۲۷ و اسنادہ حسن لذاتہ، الترمذی: ۳۸۴۹ حسن، مستدرک حاکم: ۲۰۷/۳، ح: ۴۹۲۶ حسن، طبرانی کبیر: ۱۲/۶، ۱۳، مسند ابی یعلی: ۱۱۴/۳، ح: ۳۰۲۴ حسن)

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''اهتز عرش الرحمان لموت سعد بن معاذ'' سعد بن معاذ کی موت پر رب رحمان کا عرش بھی ہل گیا۔

(بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب سعد بن معاذ رضي الله عنه: ۳۸۰۳۔ بحوالہ سیرت کے سچے موتی ص ۳۲۵)

خواتین کی بیعت اصلاح کی دوسری دلیل:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: مومن عورتیں اس بات یعنی ایمان پر جب ہجرت کر کے مدینہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا کرتی تھیں تو اللہ کے رسول اللہ ﷺ اللہ کے فرمان کے مطابق ان کی جانچ پڑتال کر لیتے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان یہ تھا: ''یایها النبی اذا جاء ك المومنت یبایعنك علی ان لا یشرکن بالله شیئا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادهن ولا یاتین ببهتان یّفترینهٗ بین ایدیهن وارجلهن ولا یعصینك فی معروف فبا یعهن واستغفر لهن الله، ان الله غفور رحیم '' (الممتحنة: ۱۲/۶۰) اے نبی! جب تمہارے پاس مومن عورتیں بیعت کرنے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گی، نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ اپنے ہاتھ اور پاؤں میں کوئی (بدکاری یا بدچلنی کا) بہتان گھڑ کر لائیں گی اور کسی نیک معاملے میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی، تو آپ ان سے بیعت بھی لے لیں اور ان کیلئے اللہ تعالیٰ سے معافی بھی مانگ لگیں، اللہ تعالیٰ یقیناً بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مزید بتلاتی ہیں: ان مہاجر مومن عوتوں میں جو عورت ان شرائط کا اقرار کر لیتی اس کے بارے میں سمجھا جاتا کہ یہ خاتون امتحان میں کامیاب ہوگئی، چنانچہ، جب یہ خواتین اپنی زبان سے اقرار کر لیتیں تو اللہ کے رسول ﷺ ان سے فرماتے: ''انطلقن فقد بایعتکنّ '' میں نے تم سے بیعت لے لی، اب جاؤ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بتلاتی ہیں: اللہ کی قسم! بیعت لیتے وقت اللہ کے رسول ﷺ کا ہاتھ مبارک کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں لگا، بس آپ ﷺ گفتگو کے ذریعے ہی بیعت لیتے تھے، اللہ کی قسم! اللہ کے رسول ﷺ نے عورتوں سے صرف انہی باتوں پر عہد لیا جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔ (بخاری، کتاب الطلاق، باب اذا سلمت المشرکة...... الخ: ۵۲۸۸۔ بحوالہ سیرت کے سچے موتی ص ۳۶۸)

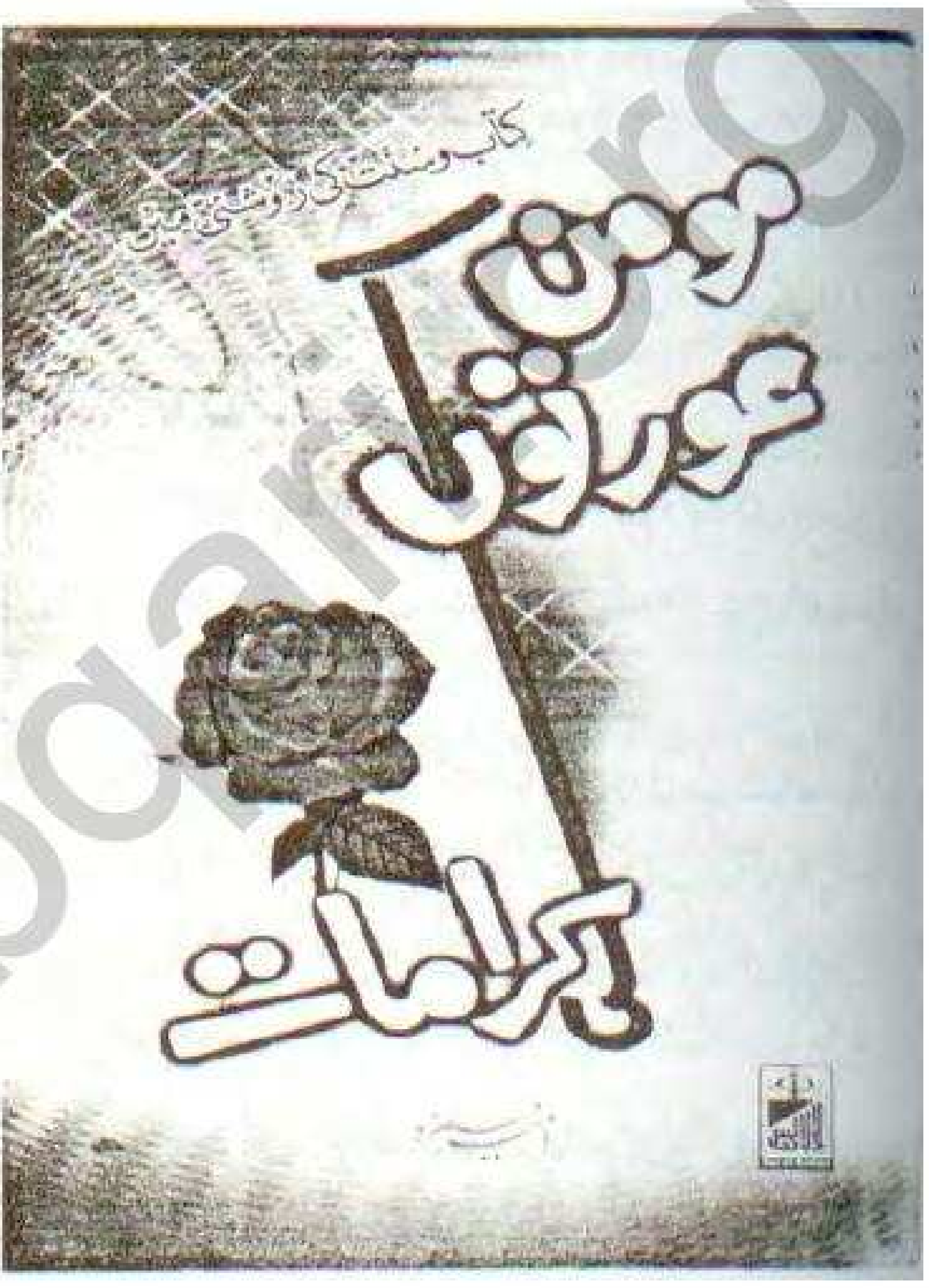

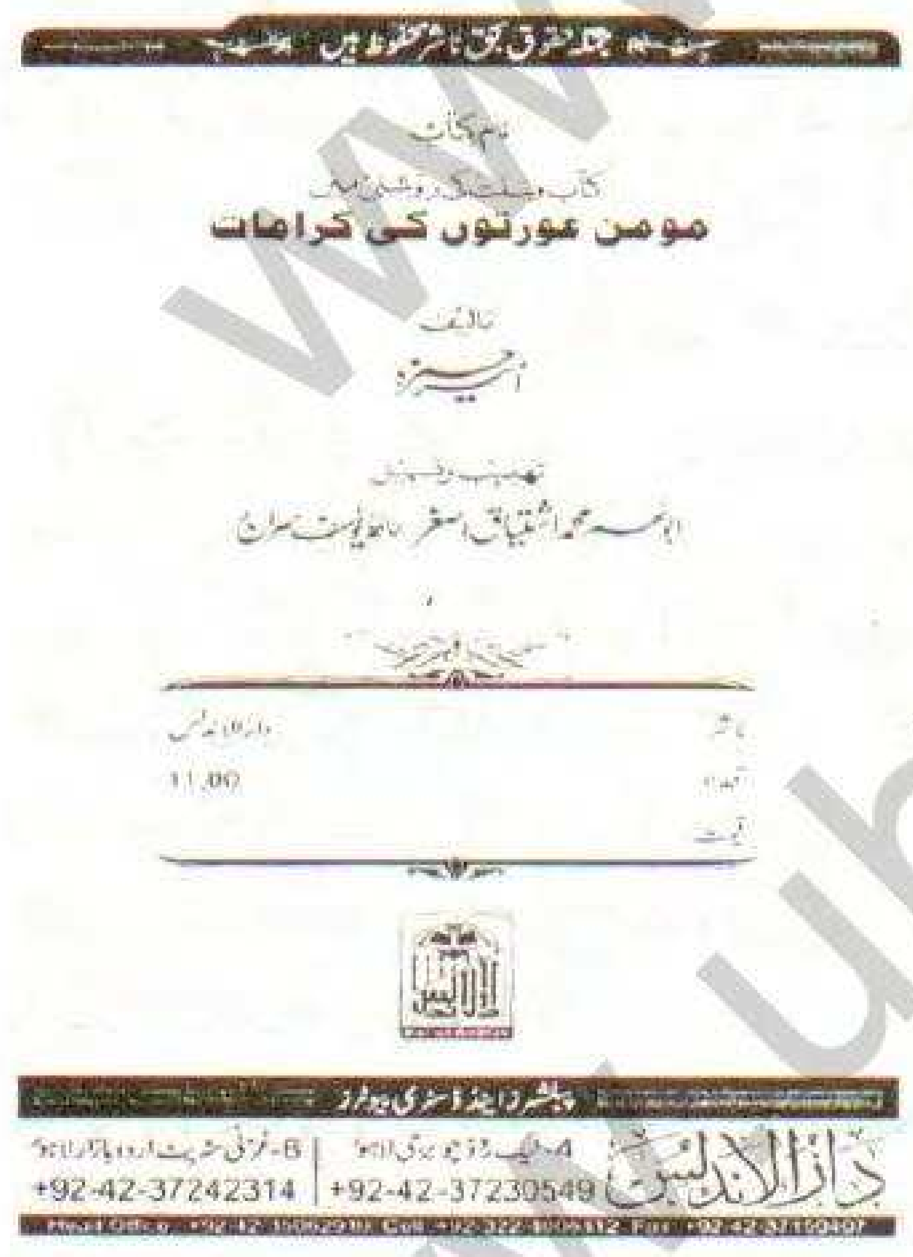
جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

مومن عورتوں کی کرامات

11,00

دار الاندلس
+92-42-37230549 | +92-42-37242314

نام کتاب:۔مومن عورتوں کی کرامات......مصنف:۔امیر حمزہ حفظہ اللہ

کتاب ’’مومن عورتوں کی کرامات‘‘ ایک عظیم شاہکار: ’’مومن عورتوں کی کرامات‘‘ مولانا امیر حمزہ حفظہ اللہ کی تالیف لطیف ہے، کتاب وسنت کی روشنی میں انہوں نے اسلام کی چند ایسی خواتین کے واقعات کو جمع کیا ہے کہ ایمان وتقویٰ کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے جن کو صاحب کرامات بنایا۔ یہ واقعات آج کی مسلم خواتین کے لئے روشنی کا مینار ہیں۔ بازار میں اب تک من گھڑت قصے کہانیوں پر مشتمل کرامات کے نام سے بے شمار کتب موجود ہیں مگر قرآن مجید اور صحیح احادیث سے ثابت مومن عورتوں کی کرامات پہلی بار منظر عام پر آ رہی ہے...... اور پھر مولانا امیر حمزہ حفظہ اللہ کے قلم نے جدید دور کے مطابق دلکش اسلوب میں ایسا انداز اپنایا ہے کہ یہ کتاب ہر عورت کی اصلاح کیلئے ایسا گلدستہ بن گیا ہے جو جہیز میں دینے کیلئے ایک گراں قدر تحفہ ہے...... اس کے ساتھ ساتھ اگر مرد بھی پڑھیں تو وہ ایک با اخلاق اور نرم خو خاوند بن جائیں نیز عقیدے کی اصلاح اور معاشرتی زندگی میں مرد اور عورت میں یہ ایک انقلاب آفریں تحریر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مسلم خواتین کیلئے صراط مستقیم پر گامزن ہونے کا ذریعہ بنائے اور مؤلف محترم کو اس کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔ (مومن عورتوں کی کرامات، ص ۱۳)

محمد سیف اللہ خالد (مدیر ’’دارالاندلس‘‘ ۲۰ شعبان ۱۴۲۵ھ ا کتوبر 2004ء)

خواتین کی کرامات پر مستند کتاب: ہم نے اپنی کتاب ’’مومن عورتوں کی کرامات‘‘ میں ان کرامات کا ذکر کیا ہے جو کتاب وسنت سے ثابت ہیں۔ کتاب وسنت سے ثابت ہونے والی کرامات کا تعلق لامحالہ بعثت محمد ﷺ سے پہلے کی مومن خواتین اور جناب محمد کریم ﷺ کی صحابیات سے ہے۔ مزید برآں بعد کی خواتین کے جو مستند واقعات ہیں ہم نے ان کا بھی ایک باب باندھا ہے۔ اس کتاب کو لانے کا مقصد یہ ہے کہ کتاب وسنت کے خلاف الٹے سیدھے غیر مستند واقعات پر مشتمل جو کتابیں بازار میں دستیاب ہیں اور خواتین کے عقیدے کی بربادی کا باعث ہیں، ان کی بجائے مستند واقعات پر مشتمل ایک ایسی کتاب فراہم کی جائے جس کے واقعات پڑھ کر عقیدہ ٹھیک ہو، معاشرے کی اصلاح ہو اور دین پر کاربند رہنے اور تکالیف برداشت کرنے کا حوصلہ بھی پیدا ہو۔

مجھے اس موضوع پر کتاب لکھنے کی ترغیب برادرم سیف اللہ خالد مدیر ’’دارالاندلس‘‘ نے دلائی، چنانچہ میں نے تفاسیر اور کتب احادیث کے بعد دیگر کتابوں میں سے سب سے زیادہ جس کتاب سے استفادہ کیا وہ ’’شیخ عبدالرقیب بن علی‘‘ کی کتاب ’’کرامات اولیاء‘‘ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو خواتین کی اصلاح کا ذریعہ بنا دے۔ آمین۔ (امیر حمزہ ا کتوبر 2004ء) (مومن عورتوں کی کرامات، ص ۱۶)

اللہ! اللہ! حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی کرامت

وہ عورت اللہ کی ولیہ ہے: عورت...... جس نے اپنی عزت کو محفوظ رکھا، عصمت کو داغدار نہیں ہونے دیا، عفت کو گدلا نہیں ہونے دیا، اپنی آبرو کو اس طرح سنبھال کر رکھا جس طرح کوئی مالدار اپنے مرجان اور یاقوت ڈاکوؤں اور چوروں سے محفوظ کر کے رکھتا ہے، وہ عورت اللہ کی ولیہ ہے، اللہ کریم کے ہاں ایک بزرگ عورت کا مقام رکھتی ہے۔

اللہ سے تعلق کی عظیم داستان: میری بہنو! میں جس عورت کا ذکر کرنے لگا ہوں یہ عورت اس عظیم انسان کی بیوی ہے جسے اللہ نے اپنا ’’خلیل‘‘ کہا ہے۔ خلیل گہرے اور جگری دوست کو کہا جاتا ہے۔ اللہ کے اس دوست کا نام ’’ابراہیم علیہ السلام‘‘ ہے۔ جناب ابراہیم علیہ السلام جب عراق کی سرزمین سے نمرود کے ہاتھوں ستائے ہوئے نکلے اور دیس سے پردیس ہو کر فلسطین کی طرف چلے تو ان کے ساتھ ان کی بیوی بھی تھیں۔ آپ کی اس بیوی کا نام سارہ رضی اللہ عنہا تھا۔ (مومن عورتوں کی کرامات، ص ۲۰)

دونوں میاں بیوی اپنا ایمان بچا کر مہاجر بنے، سفر کرتے چلے جا رہے تھے۔ راستے میں مصر کا ملک تھا، جب مصر میں داخل ہوئے تو وہاں کے بادشاہ کو خبر ہوئی کہ ایک شخص ہمارے ملک میں داخل ہوا ہے اور اس کے ساتھ اس کی نوجوان بیوی بھی ہے اور وہ بے حد خوبصورت ہے۔

بادشاہ کی عادت سوتھی کہ اسکے ملک میں نئے آنے والے کے ساتھ اگر کوئی عورت ہوتی اور وہ خوبصورت ہوتی تو بادشاہ اس عورت کو پسند کر لیتا اور اپنے پاس رکھ لیتا۔ چنانچہ بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بھی یہی سلوک کرنے کا ارادہ کیا۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے مطابق بادشاہ کے کارندے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور انہیں بادشاہ کا پیغام دیا کہ وہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بادشاہ کے پاس بھیجیں۔ حضرت ابراہیم علیہ اسلام پردیسی تھے، اجنبی تھے، غریب الدیار اور مسافر تھے، وہ کیا کر سکتے تھے۔ بے بس تھے لیکن اللہ کے موحد بندے تھے، انہیں یہ یقین تھا کہ جس اللہ کی توحید کیلئے وہ آگ میں کود گئے اور اللہ نے انہیں محفوظ رکھا وہ اللہ اپنے بندے کی عزت کا بھی ضرور پاس کرے گا۔ چانچہ بے بس مسافر نے پانی بیوی کو بادشاہ کی طرف روانہ کر دیا۔

بادشاہ کی بدنیتی اور آپ کی کرامت: حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو محل میں پہنچا دیا گیا، بادشاہ ان کے حسن کے بارے میں اپنے کارندوں سے آگاہ ہو چکا تھا اس کی نیت جو پہلے ہی خراب تھی کہ وہ اب اس کا ارادہ اور زیادہ برا ہو گیا۔ چنانچہ وہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی طرف متوجہ ہونے لگا تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اٹھ کھڑی ہوئیں، وضو کرنے لگیں اور انہوں نے نماز شروع کر دی، وہ اپنے اللہ کے حضور کھڑی ہو گئیں۔ محسوس ہوتا ہے کہ بادشاہ یہ منظر دیکھتا رہا اور یہ سوچ کر انتظار کرتا رہا کہ یہ خاتون اپنی عبادت سے فارغ ہو گی تو پھر اس کی طرف بڑھوں گا، ادھر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اپنے رب کریم سے باتیں کر رہی تھیں۔ جو کوئی بھی جب اپنے رب کے حضور نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے اللہ سے باتیں کرتا ہے۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے اپنے رب سے اپنی مشکل کے بارے میں جو بات کی، اللہ کی قسم! باکمال کی، انہوں نے کہا: ''اللھم ان کنت امنت بك وبرسولك واحصنت فرجي الا علی زوجي فلا تسلط علی الکافر ''(بخاری) اے اللہ! اگر میں تجھ پر ایمان لائی ہوں، تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں، اپنے خاوند کو چھوڑ کر میں نے اپنی عزت وعصمت کو کبھی داغدار نہیں ہونے دیا...... تو (پھر اے میرے مولا!) اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ ہونے دے۔

اللہ! اللہ! حضرت سارہ مشکل میں ہیں، عزت کو بچانے کی مشکل...... اس مشکل میں فریاد کناں ہیں اپنے مولا کریم سے...... اور مشکل سے نکلنے کیلئے اپنے اللہ کے ہاں کسی کا واسطہ نہیں ڈالتی، کوئی وسیلہ نہیں ڈھونڈتی بلکہ وسیلہ ڈھونڈا تو اللہ کی عبادت کا...... نماز پڑھتی ہیں اور نماز میں اپنے عمل کا وسیلہ ڈالتی ہیں۔ اللہ کی یہ ولیہ عورت ایمان کے بعد اپنے جس عمل کا وسیلہ اپنے رب کے حضور ڈالتی ہیں وہ اپنی پاکدامنی کا وسیلہ ہے۔ اللہ اکبر! پاکدامنی کتنی بڑی چیز ہے، کتنا اعلیٰ عمل ہے۔ یہ کس قدر خوبصورت نگینہ ہے جسے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے سنبھال سنبھال کے رکھا ہے۔ یہ کیسا خوبصورت یاقوت ہے جس پر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے خراش تک نہیں آنے دی۔ یہ کیسا چمکدار ہیرا ہے جس پر اللہ کے خلیل کی بیوی نے گرد بھی نہیں پڑنے دی۔ اللہ اکبر! یہ کتنا بڑا اور عالیشان عمل ہے۔ عزت کی حفاظت واقعی بہت بڑا عمل ہے، اس کے بڑا اور عالیشان ہونے پر یہی دلیل کافی ہے کہ اللہ کی بندی نے اس عمل کو اللہ کے دربار میں بطور واسطہ پیش کیا ہے اور مدعا یہ ہے کہ عزت بچ جائے۔ عفت مشکل میں ہے اور دعا ہے کہ اے اللہ! اس مشکل سے نکال دے کہ تو ہی مشکل کشا ہے۔ (مومن عورتوں کی کرامات، ص ۲۱،۲۲)

آپ کا مقام بہت اونچا ہے: واہ! واہ! اے مسلمانوں کی روحانی اماں! تیرے سچے عمل کی لاج...... عرش والے ''لج پال'' نے ایسی رکھی کہ کمال کر دیا۔ بے شک آپ نے اللہ کے حضور واسطہ اپنے خاوند کا نہیں ڈالا، باوجود اس کے کہ وہ اللہ کے گہرے دوست ہیں...... آپ نے واسطہ ڈالا تو اپنے عمل کا ڈالا۔ آپ کو ولایت ملی تو اپنے عمل سے ملی، کسی دوسرے کے مقام و مرتبہ اور کسی دوسرے کے نیک عمل سے ولایت نہیں ملی بلکہ اپنے ہی عمل سے ملی اور آپ کا یہ کردار قیامت تک آنے والی تمام عورتوں کیلئے نمونہ بن گیا ہے کہ مقام ملے گا تو اپنے عمل سے ملے گا اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کے بعد عورت کیلئے جو سب سے بڑا عمل ہے، جو ولایت کی بلندیوں تک پہنچانے والا ہے وہ عزت و آبرو کی حفاظت کا عمل ہے۔ (مومن عورتوں کی کرامات، ص ۲۲)

ولیہ کی فریاد اور غیبی مدد الٰہی: میری بہنو! ہم سب کی روحانی ماں اللہ کی ایسی ولیہ اور دوست تھیں کہ اللہ نے ان کی فریاد کو فوراً سنا اور پھر اگلا منظر کیسا سامنے آیا۔ آیئے ملاحظہ کیجیے: حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے نماز ختم کرلی، اپنے رب سے فریاد کرلی تو بادشاہ اپنے تخت سے اٹھا، حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی طرف بڑھنے لگا اور جب قدرے قریب آیا تو بے ہوش کر دھڑام سے محل کے فرش پر گر پڑا۔ اس کے منہ سے اس طرح کی آوازیں آرہی تھیں جیسے موٹے کٹے کو ذبح کیا جائے تو گھڑ گھڑ کی آوازیں نکلنا شروع ہوجاتی ہیں، بادشاہ کا بھی یہی حال تھا۔ منہ سے جھاگ بہنا شروع ہوگئی تھی، اب اس کے پاؤں بھی زمین سے رگڑیں کھانے لگے تھے، ٹانگیں چل رہی تھیں۔ وہ تڑپ رہا تھا، صاف نظر آرہا تھا کہ یہ اللہ کی گرفت میں ہے۔ یہ حضرت سارہ کو اپنی گرفت میں لینا چاہتا تھا لیکن اللہ نے ایسا گرفت میں لیا کہ ''بے بے'' یاد آگئی۔

جو تو میرا تو سب تیرا: لوگو! جب کوئی اللہ کا بن جاتا ہے تو اللہ اس کا بن جاتا ہے۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے لیے مولا کریم ایسے بن گئے کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا جو کہتیں جاتی تھیں، عرش والا رب اسی طرح کرتا جاتا تھا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو خیال آیا کہ اگر یہ بادشاہ اسی طرح مرگیا تو پھر کیا ہوگا؟ کہیں اس کے قتل کا الزام مجھ پر ہی نہ لگ جائے؟ چنانچہ یہ خیال آتے ہی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اپنے رب کے حضور فریاد کرتی ہیں: ''اللهم ان یمت یقال هی قتلته'' (بخاری) مولا کریم! اگر یہ مرگیا تو یہی کہا جائے گا کہ اس عورت نے بادشاہ کو ماردیا ہے۔

جو چاہا......رب نے کردیا! اللہ نے اپنی بندی کے خدشہ کے مطابق ان کی خواہش کو پورا کردیا اور بادشاہ کو ٹھیک کردیا۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ درمیان میں کتنا وقفہ پڑا۔ یہ معاملہ چند منٹ کا تھا یا چند گھنٹوں کا تھا یا ایک آدھ دن کا تھا۔ بہرحال بادشاہ کے ساتھ جو ہوا وہ اسے بھلا کر دوبارہ پہلے والی حرکت کا سوچنے لگا...... حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے جب دوبارہ دیکھا کہ بادشاہ کو عقل نہیں آئی بلکہ اب پھر سرکشی پر آمادہ ہے...... تو دوبارہ پہلے والا عمل دہرایا، وضو کیا نماز پڑھی اور اللہ کے ہاں پہلے والی دعا کی...... نماز سے فارغ ہوئیں تو بادشاہ آگے بڑھا۔ وہ دوسری بار پھر نیچے گرا اور پہلے والی حالت سے دوچار ہوگیا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے دوبارہ اپنے رب سے وہی التجا کی کہ اے اللہ! اگر یہ مرگیا تو الزام اس کے مرنے کا تیری بندی پر ہی آئے گا۔

اللہ! اللہ! اللہ کریم نے بادشاہ کو دوبارہ ٹھیک کردیا، گویا اللہ کریم کہہ رہے تھے کہ میری بندی! تو جس طرح کہتی جائے گی ہم اسی طرح کرتے جائیں گے۔

قارئین کرام! بادشاہ نے اب دربار لگایا اور اپنے کارندوں کو کہنے لگا: یہ عورت جو تم میرے پاس لائے ہو یہ جنات میں سے کوئی جن عورت تھی جسے تم میرے پاس لے آئے، اسے اس کے خاوند ابراہیم علیہ اسلام کے پاس لے جاؤ۔ محسوس ہوتا ہے کہ وہ کارندے جانے لگے تو بادشاہ نے انہیں کہا کہ ٹھہرو! یہ لڑکی ہے، اس کا نام ''حاجرہ'' ہے اسے اس خاتون کے سپرد کردو کہ وہ اسے ساتھ لے جائے۔

اللہ! اللہ! حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی کرامت دیکھئے کہ وہ بادشاہ جو حضرت سارہ کے حسن میں دل گرفتہ ہو کر انہیں اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا وہ اب اپنی لڑکی خادمہ بنا کر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کر رہا تھا۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حاجرہ کو لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچیں تو آپ یقیناً خوش ہوئے ہوں گے کہ اللہ نے کرم کیا، سارہ آگئی مگر حیران بھی ہوں گے کہ یہ ایک اور لڑکی بھی اس کے ساتھ ہے۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے خلیل علیہ السلام کی حیرانی کو فوراً دہری خوشی و مسرت میں یہ کہہ کر تبدیل کردیا: '' اشعرك ان الله كب الكافر واخرم وليدة '' (بخاری)

جناب نے محسوس نہیں کیا کہ اللہ نے کافر کو اوندھے منہ پٹخ کے رکھ دیا اور خدمت کے لئے یہ لڑکی بھی عطا کردی ہے۔

(مومن عورتوں کی کرامات، ص ۲۳، ۲۴)

بئر زم زم حضرت حاجرہ رضی اللہ عنہا کی کرامت

اللہ کی صابرہ وشاکرہ بندی حاجرہ رضی اللہ عنہ کی یہ کرامت ہزاروں سال سے آج بھی جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے کئی بار یہاں آنے کی سعادت سے نوازا...... میں جب بھی اس کنویں کے قریب گیا، حضرت حاجرہ رضی اللہ عنہا کی اس کرامت اور اس کے پورے پس منظر کو ذہن میں ایک فلم کی طرح چلا کر لطف اندوز ہوتا رہا اور زم زم پیتے ہوئے یہ سوچتا رہا کہ مکہ شہر اور اس کے اردگرد میلوں تک آج بھی نہ کوئی نہر ہے اور نہ کوئی چشمہ۔ پہاڑ خشک اور سخت ہیں، گرمی اس قدر ہے کہ ہمارے ہاں پاکستان میں جب دسمبر اور جنوری کی سردی میں لوگ ٹھٹھرتے ہیں تو مکہ میں ایئر کنڈیشنرز چلتے ہیں...... اس گرم اور ویران وادی میں اللہ کی قدرت کا نظارہ دیکھو، حضرت حاجرہ رضی اللہ عنہا کی کرامت کا منظر دیکھو کہ یہ چشمہ جو کنویں کی شکل میں ہے، ہزاروں سال سے جاری ہے۔ آج وہاں ٹیوب ویل نصب ہے اور 24 گھنٹے چلتا ہے مگر پانی کی کوئی کمی نہیں۔ یہ پانی مکہ کے شہری بھی پیتے ہیں، جدہ کے شہری بھی یہی پانی پیتے ہیں اور مدینہ کے حرم نبوی میں بھی یہی پانی پیا جاتا ہے۔ ویسے تو سارا سال ہی لاکھوں لوگ عمرے کیلئے آتے ہیں اور پانی پینے کے علاوہ نہانے کے ساتھ ساتھ...... جاتے ہوئے ہمراہ بھی لے جاتے ہیں مگر رمضان میں عمرہ کرنے والوں کی تعداد اب پچیس سے تیس لاکھ کو چھونے والی ہے، یہ سب لوگ اپنے گھروں میں بھی پانی لے کر جاتے ہیں۔ یوں پوری دنیا میں یہ پانی پہنچتا ہے مگر زم زم کے کنویں میں پانی کی کوئی کمی نہیں۔ لاریب مولا کریم نے اپنی بندی کیلئے زم زم کی صورت میں کرامت کا جو فیض جاری کیا وہ آج بھی جاری ہے۔ (مومن عورتوں کی کرامات، ص ۳۱، ۳۲)

زم زم شفاؤں کا خزانہ: زم زم کے پانی میں اللہ تعالیٰ نے بڑی شفا رکھی ہے اور یہ محض عقیدہ وایمان ہی کی بات نہیں بلکہ اس پانی کو دنیا کی اعلیٰ ترین لیبارٹریوں میں چیک کیا گیا تو رزلٹ یہ آیا کہ صحت کے اعتبار سے یہ پانی مکمل طور پر صحت مند ہے اور اس کی کوالٹی اس قدر اعلیٰ ہے کہ اس کوالٹی کا پانی روئے زمین پر اور کہیں موجود نہیں۔

حضرت حاجرہ کی کرامت تا قیامت جاری رہے گی: سعودی عرب کا جو موجودہ دور ہے اس کے بانی شاہ عبدالعزیز آل سعود رحمہ اللہ کے زمانے میں ایک برطانوی کمپنی نے زم زم کو اپنی لیبارٹری میں چیک کرنے کا پروگرام بنایا۔ زم زم کا سیمپل لیا گیا۔ آگے کمپنی تک جس شخص نے یہ سیمپل پہنچایا وہ اس کمپنی کا ایک کارندہ اور یہودی تھا۔ اس یہودی نے زم زم کے پانی میں عام اور آلودہ پانی ملا دیا، جب رپورٹ سامنے آئی تو شور مچ گیا کہ زم زم کا پانی صحت کیلئے نقصان دہ ہے۔ حکومت سعودی عرب نے کمپنی سے کہا کہ وہ اپنی لیبارٹری کو چیک کروائے اور اپنے بندوں میں بھی تحقیق کروائے کہ درمیان میں کسی گڑبڑ کا امکان نظر آتا ہے۔ چنانچہ کمپنی کو زم زم کا دوبارہ سیمپل دیا گیا اور جب اسے چیک کیا گیا تو زم زم کا پانی دنیا کا بہترین پانی قرار پایا۔ اب جب سیمپل لانے والے بندوں کی تحقیق شروع ہوئی تو ایک اہلکار جو یہودی تھا اس نے اعتراف کیا کہ اس نے عام استعمال شدہ آلودہ پانی زم زم کے پانی میں ملا دیا تھا۔ یہودی کی خباثت ظاہر ہوگئی اور ثابت ہوگیا کہ حضرت حاجرہ رضی اللہ عنہا کے فرزند ارجمند جناب رسول آخریں ﷺ نے جب زم زم کے پانی کو آب شفاء قرار دے دیا تو حکومت سعودیہ کا یہ مومنامہ جواب خوب ایمان افروز تھا کہ تمہاری لیبارٹری اور بندے جراثیم زدہ ہوسکتے ہیں، حضرت حاجرہ رضی اللہ عنہا کی کرامت سے پھوٹنے والے چشمہ کا پانی جراثیم زدہ نہیں ہوسکتا۔ جی ہاں! اس معجزانہ پانی سے شفایابی کا فیض آج بھی جاری ہے اور حضرت حاجرہ رضی علیہ السلام کی یہ کرامت تا قیامت جاری رہے گی۔ (انشاءاللہ) (مومن عورتوں کی کرامات، ص ۳۲، ۳۳)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی کرامت اور یہودی کا دل پھر جانا

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اس شخص کی بیٹی ہیں جو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں افضل ہیں یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی، ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں، حواری رسول حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ہیں اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ

عنہما کی والدہ ہیں...... اور جی ہاں! خاتم الانبیاء جناب رسول کریم ﷺ کی سالی ہیں۔ یہ رشتے بتلا رہے ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا مقام کس قدر بلند ہے...... مکہ میں ان کے والد گرامی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مالدار ترین افراد میں سے تھے...... مگر اللہ کیلئے ان کی پاکباز لوگوں نے اپنا وطن اور مال و دولت سب کچھ چھوڑا اور ہجرت کر کے مدینہ میں آ گئے۔ یہاں انتہائی کٹھن زندگی اور غربت و افلاس کا سامنا کرنا پڑا۔ اللہ نے ''فقراء مہاجرین'' کے الفاظ اپنی کتاب میں درج فرما کر واضح کر دیا کہ ان مہاجروں کی زندگی کس قدر کٹھن تھی۔

صحابہ اور صحابیات کے واقعات کے ضمن میں حافظ ابن عسا کر نے ''الاصابہ'' کتاب لکھی۔ اس میں اور طبرانی میں بھی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا یہ واقعہ ان کی اپنی زندگی مذکور ہے کہ مدینہ میں بنو نضیر قبیلے کے محلّہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو جگہ لے کر دی تھی، میں اسی جگہ میں رہتی تھی۔ اب میرے خاوند حضرت زبیر جناب رسول کریم ﷺ کے ساتھ (کسی غزوہ وغیرہ میں) چلے گئے۔ ہمارے پڑوسی یہودی تھے، ایک دن انہوں نے بکری ذبح کی اور ہنڈیا چولہے پر چڑھا دی، میں نے اس کی خوشبو کو پایا، خوشبو پا کر میرے دماغ میں ایسے ایسے خیالات آئے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں آئے۔ میری گود میں اس وقت میری بچی خدیجہ بھی تھی...... آخر کار مجھ سے صبر نہ ہوا لہٰذا میں نکلی اور یہودن عورت کے گھر میں آگ لینے کے بہانے داخل ہوئی۔ دل میں خواہش یہی تھی کہ شاید وہ مجھے کھانا پوچھ لے اور کھلا دے جبکہ آگ کی تو مجھے بالکل ضرورت نہ تھی مگر یہودن نے آگ دے دی اور کھانا نہیں پوچھا۔ میں واپس آ گئی...... لیکن گھر میں کھانے کی خوشبو تو متواتر آ رہی تھی لہٰذا اس خوشبو کا شر مزید بڑھ گیا، اب میں نے اس آگ کو بجھا دیا اور دوسری بار پھر آگ لینے کے بہانے گئی کہ شاید اس بار ہی وہ کھانے کا پوچھ لے لیکن اس نے نہ پوچھا اور میں واپس آ گئی...... پھر صبر نہ ہوا اور حتیٰ کہ میں تیسری بار گئی مگر تیسری بار بھی آگ ہی لے کر واپس آ گئی۔ اب میں بیٹھی رونے لگی اور اللہ سے دعائیں کرنے لگی...... اب کیا ہوا...... اس یہودن کا خاوند گھر میں آ گیا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنی بیوی سے پوچھا کیا تیری پاس کوئی آیا ہے؟ یہودن نے کہا وہ عرب عورت آئی تھی آگ لینے کیلئے۔ یہ سنتے ہی یہودی کہنے لگا: ''فلا اکل منها ابدا او ترسلی الیها منها'' ''میں اس کھانے کو بالکل نہیں کھاؤں گا اس کھانے میں اس عرب عورت کی طرف بھی بھیج۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں چنانچہ اس یہودن نے میری طرف ایک بڑا برتن بھر کر بھیجا، اس وقت پوری زمین پر مجھے اس کھانے سے بڑھ کر کوئی کھانا محبوب نہ لگا۔

میری بہنو! حضرت اسماء کے رشتوں ناتوں پر غور کرو، کتنا اعلیٰ مقام ہے مگر غربت کے باوجود ان کا خاوند اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ سفر جہاد میں ہے۔ آفرین ہے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے کردار پر کہ خاوند کی ناشکری نہیں ہے۔ سالا ر صحابہ جناب محمد کریم ﷺ کا شکوہ نہیں ہے اور اسلام کی بلندی کیلئے وہ گھر بیٹھی قربانی دے رہی ہیں...... بھوک ستاتی ہے مگر تینوں بار کھانا مانگنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ یہ ہے سفید پوشی، سوال سے بچنے کا کردار، کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے سے مکمل احتیاط...... اور جی ہاں! خودداری اور وقار کے ساتھ تدبیر ضرور لڑائی، منصوبہ بندی پوری کی مگر جب تدبیر اور منصوبہ ناکام ہو گیا تو اپنے رب کے سامنے ہاتھ پھیلایا، رو رو کر اسی کے سامنے گریہ وزاری کی...... کہ مولا! خاوند گھر نہیں ہے، پیٹ بھوکا ہے، معصوم بچی بھی ہمراہ ہے۔ اب تیرے سوا کون کھلا سکتا ہے؟۔

اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے: ''ان القلوب بید الله یصرفها کیف یشاء'' ''دل اللہ کے ہاتھ میں ہیں جدھر چاہے پھیر دے۔

یہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی کرامت تھی کہ اللہ نے یہودی کا دل پھیر دیا، اسے محسوس کروا دیا، اس کی زبان سے جملہ نکلوا دیا...... اور کھانا حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے گھر میں پہنچ گیا۔ جب خود لینے جاتی ہیں تو نہیں...... جب رب دینے پہ آیا تو یہودن خود چل کر دے گئی۔

(مومن عورتوں کی کرامات، ص ۱۰۳ تا ۱۰۵)

ام ربیع رضی اللہ عنہا کا یقین کامل اور غیبی مدد

صحیح مسلم، مسند احمد اور نسائی کی روایت کے مطابق حضرت ام حارثہ رضی اللہ عنہا نے کسی کو زخمی کر دیا...... ایک روایت میں ہے کہ اس کا

دانت توڑ دیا۔ لہٰذا جس کا دانت ٹوٹا وہ جناب رسول کریم ﷺ کی عدالت میں آئے اور کہا ”قصاص، قصاص“ ہمیں تو بدلہ چاہیے یعنی دانت کے بدلے دانت توڑنے کا بدلہ...... اس پر ام ربیع رضی اللہ عنہا جو ام حارثہ رضی اللہ عنہا کی ماں تھیں، کہنے لگیں: ”اے اللہ کے رسول ﷺ کیا فلاں سے بدلہ لیا جائے گا؟...... یعنی ام حارثہ رضی اللہ عنہا سے جو ایک شہید کی والدہ ہیں یاد رہے صحیح بخاری کی روایت ہے کہ جب ام حارثہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا شہید ہوا تو ام حارثہ رضی اللہ عنہا جناب رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! بتلایئے! میرا بیٹا کہاں ہے؟ اگر تو وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی اور اگر ایسا نہیں ہے تو دنیا دیکھے گی کہ میں کیا کرتی ہوں؟...... یعنی شہادت کے بعد ام حارثہ رضی اللہ عنہا کو فکر اس بات کی ہے کہ بیٹا جنت میں گیا ہے یا نہیں؟ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ام حارثہ کو بتلایا: اے حارثہ کی ماں! وہاں کوئی ایک جنت ہے وہاں تو بے شمار جنتیں ہیں اور تیرا بیٹا تو جنت الفردوس میں ہے۔ اس پر ام حارثہ رضی اللہ عنہا کو قرار آ گیا۔ چنانچہ ان کا یہی مقام تھا اور اللہ کے ہاں منزلت تھی جس کی بناء پر ام حارثہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ام ربیع رضی اللہ عنہا جو خود بھی نیک اور پاکباز صحابیہ تھیں، نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا اب ایسی عورت سے یعنی حارثہ شہید کی ماں سے بدلہ لیا جائے گا اور اس کا بدلہ میں دانت توڑا جائے گا؟ اور ساتھ کہہ دیا: ”والله لايقتص منها“ اللہ کی قسم! ام حارثہ سے بدلہ نہیں لیا جائے گا۔ اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے ام ربیع رضی اللہ عنہا سے کہا!

”سبحان الله! يا ام الربيع القصاص كتاب الله“ اللہ پاک ہے اے ام ربیع! بدلہ تو اللہ کا فیصلہ ہے۔

جیسا کہ اللہ کی کتاب میں ہے: ”السن بالسن“ دانت کے بدلے میں دانت توڑ کر بدلہ لیا جائے گا۔ یہ سن کر ام ربیع رضی اللہ عنہا متواتر کہنے لگیں: ”لا والله لايقتص منها ابدا“ نہیں اللہ کی قسم! اس (ام حارثہ) سے کبھی بدلہ نہیں لیا جائے گا۔

قارئین کرام! آخر کار زخمی عورت کے ورثا جو ”بدلہ بدلہ“ کرتے آئے تھے وہ دیت یعنی دانت کے بدلے میں معاوضہ لینے کیلئے تیار ہو گئے۔ اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”ان من عباد الله من لو اقسم على الله لابرّه“ بلاشبہ اللہ کے بندوں (ولیوں) میں سے ایسے بھی ہیں کہ ان میں سے کوئی اللہ پر قسم اٹھا لے تو اللہ ان کی لاج رکھ لیتا ہے۔

یعنی ام ربیع رضی اللہ عنہا جو قسمیں کھا کھا کر کہہ رہی تھیں کہ بدلہ نہیں لیا جائے گا تو ایسا نہیں کہ وہ شرعی حکم کو ماننے سے انکار کر رہی تھیں ان پاکباز لوگوں کے بارے میں تو ایسا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ان یعنی ام ربیع رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ تھا کہ اللہ ہمارے لیے کوئی راستہ نکالے گا اور انہیں اپنے رب پر اس قدر بھروسا اور ”مان“ تھا کہ انہوں نے اللہ کی قسم کھا لی اور متواتر کھائے جا رہی تھیں۔ چنانچہ اللہ نے ان کا مان رکھ لیا اور وارثوں کے دلوں کو بدل دیا اور وہ دیت پر یعنی معاوضہ لینے پر راضی ہو گئے...... یہ شہداء کے مخلص ورثاء کا اکرام تھا جو اللہ نے کیا اور ایک شہید کی نانی اور ماں کی کرامت و عزت کی لاج رکھ لی۔ یقیناً اللہ ہی لج پال ہے، کوئی بندہ نہیں ہے۔ (مومن عورتوں کی کرامات، ص۱۲۲ تا ۱۲۴)

صحیح مسلم میں ام مالک کی کرامت

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انصاری عورت حضرت ام مالک رضی اللہ عنہا کے پاس گھی کا ایک ڈبا تھا۔ اس میں سے وہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گھی کا تحفہ بھیجا کرتی تھیں...... اسی طرح ام مالک کے بیٹے کہ جن کے پاس کوئی شے نہ ہوا کرتی تھی، وہ ان کے (یعنی ماں کے) پاس آتے تھے اور سالن مانگا کرتے تھے۔ اس پر ام مالک رضی اللہ عنہا اسی ڈبے کی جانب جاتیں جس میں سے وہ اللہ کے نبی کو گھی بھیجا کرتی تھیں...... تو اس ڈبے میں گھی کو موجود پاتیں...... یہ گھی ان کے گھر کا مستقل سالن بن چکا تھا...... حتیٰ کہ ایک بار ام مالک نے سارا گھی نچوڑ لیا...... پھر وہ جناب رسول کریم ﷺ کے پاس وہ (سارا نچڑا ہوا گھی لے کر) آ گئیں۔ آپ ﷺ نے کہا: گھی کو نچوڑ لیا ہے؟ ام مالک رضی اللہ عنہا نے کہا: جی ہاں! اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو اس ڈبے کو اس کے حال پر چھوڑ دیتی تو اس میں ہمیشہ کیلئے گھی رہتا۔

برکت کا آنکھوں دیکھا حال: میری بہنو! وہ غربت کا دور تھا، ام مالک انصاریہ رضی اللہ عنہا بھی ایک غریب خاتون تھی لیکن انصار مدینہ کا کیسا باکمال ایثار تھا کہ وہ اپنے گھی کے ڈبے سے اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں گھی بھیجتی رہتی تھیں...... ان کا یہ عمل گھی

میں برکت کا سبب بن گیا اور پھر اس برکت سے تمام گھر والے بھی مستفید ہوتے رہے...... وہ ایسا سادہ دور تھا کہ گھی بطور سالن کے استعمال ہوتا رہا...... کچھ عرصہ پہلے اور آج بھی ہمارے دور کی دیہاتی مائیں روٹی کا چورا کر کے اس میں گھی اور چینی ڈال کر بچوں کو کھلا دیتی ہیں اور اسے ''چوری'' کہا جاتا ہے۔ یہ چوری مدینے کے معاشرے میں بھی چلا کرتی تھی۔

صحیح مسلم کی '' کتـــاب الاشـــربة ''میں اس چوری سے متعلق ایک واقعہ بھی مذکور ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا کہ بھوک کی وجہ سے آپ نے اپنے پیٹ پر پٹی باندھ رکھی ہے اور زمین پر پیٹ رکھ کر لیٹے ہوئے ہیں۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ کی بھوک کو محسوس کر لیا چنانچہ انہوں نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا...... حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ کا بھوک سے یہ حال ہے، کھانے کو کچھ ہے؟ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا جی ہاں! اور پھر جو کے آٹے کی روٹیاں تیار کر دیں، انہیں اپنی اوڑھنی کے ایک کنارے میں باندھ کر رکھ دیا اور چادر کا باقی حصہ خاوند پر دے دیا جو لیٹے ہوئے تھے اور اللہ کے رسول ﷺ کی آمد کا انتظار ہونے لگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول کریم کو بلانے کیلئے چلے گئے۔ جب وہ مسجد میں پہنچے تو وہاں جناب رسول کریم ﷺ کے پاس کوئی ستر کے قریب آدمی تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ جناب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی دعوت کی ہے اور وہ بلا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے سارے لوگوں سے کہہ دیا: آؤ چلیں! ابوطلحہ کے گھر دعوت کھا آئیں۔ حضرت انس جلدی جلدی جناب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو صورتحال بتلائی تو وہ گھبرا گئے انہوں نے اپنی بیوی ام سلیم رضی اللہ عنہا کو صورتحال سے آگاہ کیا تو آپ کہنے لگیں: اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ خوب جانتے ہیں...... چنانچہ رسول کریم ﷺ تشریف لائے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے گھر سے باہر نکل کر استقبال کیا، آپ ﷺ نے انہیں ساتھ لیا اور گھر میں آ گئے۔ عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! کھانا تھوڑا سا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ برکت ڈالے گا اور کہا جو ہے لے آؤ۔ چنانچہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے جو گھر میں تھا آگے رکھ دیا، جو کی روٹیاں، گھی اور کھجوریں...... اب روٹیوں کا چورا کیا گیا۔ ان پر گھی ڈالا گیا اور کھجوریں ڈال دی گئیں۔ آپ ﷺ نے اس کھانے پر ہاتھ رکھ کر اللہ کا نام لیا فرمایا: دس دس آدمیوں کی جماعت کھانا شروع کرے۔ سب نے کھانا کھایا، ستر یا اسی آدمی تھے جنہوں نے کھانا کھایا، کھانا پھر اسی طرح باقی تھا۔

(مومن عورتوں کی کرامات، ص ۱۲۶ تا ۱۲۸)

صحابیہ رضی اللہ عنہا کی کرامت: جی ہاں! یہ اللہ کے رسول ﷺ کا معجزہ تھا، ام مالک رضی اللہ عنہا کے گھی کے ڈبے میں جو گھی تھا اور ختم ہونے کا نام نہ لیتا تھا وہ اللہ کے رسول ﷺ کی صحابیہ کی کرامت تھی اور آپ ﷺ کی نبوت کی دلیل بھی تھی...... ہمارے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ گھی بطور سالن کے استعمال ہوتا تھا اور روٹی، گھی اور کھجور کو ملا کر ''چوری'' بھی کھائی جاتی تھی۔ یہ سادہ کھانے تھے جو بعض اوقات اور کئی گھروں میں اکثر اوقات کھائے جاتے تھے۔

کرامات اور برکت پر اعتراض کرنے والے...... میری بہنو! آج کے کئی نام نہاد بدبخت دانشوران واقعات کو جھٹلاتے ہیں حالانکہ یہ صحیح احادیث سے ثابت ہیں، ایسے بے وقوف دانشور ہر دور میں رہے ہیں۔ جب قرآن نازل ہو رہا تھا تو اس وقت بھی ایسے بے عقل لوگ موجود تھے، جو ان واقعات کو خلاف عقل قرار دیتے تھے اللہ نے ایسے لوگوں کو جواب دیتے ہوئے کہا ہے: " اولم یروا الی الارض کم انبتنا فیھا من کل زوج کریم، ان فی ذلك لاية وما كان اكثرهم مؤمنين " (الشعراء: ۷۔۸)

ان لوگوں نے زمین کی جانب کبھی نہیں دیکھا ہم نے اس میں ہر قسم کی کتنی ہی عمدہ چیزیں اگائی ہیں؟ حقیقت تو یہ ہے کہ اس میں بھی ایک زبردست (بظاہر خلاف عقل) نشانی ہے۔ بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

سبحان اللہ! میری بہنو! مولا کریم نے کیا خوب دلیل دی کہ یہ زمین میں جو کچھ پیدا ہو رہا ہے، اس پر بھی غور کرو، ایک معمولی سا دانہ زمین

میں پھینکا جاتا ہے، وہ نشو ونما پاتا ہے اور کتنا بڑا درخت بن جاتا ہے۔ انسان جس ذرے سے بنا وہ خوردبین میں بمشکل دکھائی دیتا ہے...... مگر جب اس کی نشو ونما شروع ہوتی ہے تو ایک حقیر سا خلیہ...... کتنا بڑا انسان بن جاتا ہے۔ ایک دکھائی نہ دینے والا خلیہ...... ہاتھی بن جاتا ہے...... ان سب کی نشو ونما کون کرتا ہے؟ یقیناً اللہ کریم کرتا ہے۔ تو پھر!

اے اعتراض کرنیوالے! بے عقل کہیں کے!...... اپنا گدھا پن ترک کر اور سوچ کہ جو مولا کریم مذکورہ اور دیگر بے شمار چیزوں کی نشو ونما کرتا ہے، وہ گھی کے ایٹموں کی نشو ونما حضرت ام مالک انصاریہ رضی اللہ عنہا کے ڈبے میں نہیں کرسکتا؟ یقیناً کرسکتا ہے اور اس مالک الملک نے کی ہے اور اپنی بندی امام مالک انصاریہ رضی اللہ عنہا کو عزت و کرامت بخشی ہے۔ اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے اس کی تصدیق کی ہے۔ آپ ﷺ نے بذریعہ وحی اسے بتلا دیا کہ آج تو نے گھی نچوڑ لیا ہے...... یہ نبوت کے دلائل میں سے ہے۔ میری بہنو! اللہ تعالیٰ آپ کو بھی توفیق دے کہ نیک لوگوں کو، علمائے کرام کو اور مجاہدین کو اچھی اچھی چیزیں کھلاتی رہو...... اللہ تعالیٰ آپکو اپنی نیک بندیوں کے زمرے میں داخل فرمائے۔ (آمین)۔ (مومن عورتوں کی کرامات، ص ۱۲۸، ۱۲۹)

مومنہ صحابیہ کو جنت کی غیبی بشارت

مومنہ ولیہ کو ملی جنتی بشارت: مسند امام احمد ابن حنبل، عبد بن حمید اور بیہقی کی ''الدلائل'' میں رسول اللہ ﷺ کی صحابیہ رضی اللہ عنہا کے خواب کا ایمان افروز واقعہ ہم آپ کو سنانے جارہے ہیں...... یہ حدیث صحیح ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں:

اللہ کے رسول ﷺ کو اچھا خواب خوش کردیا تھا بعض اوقات آپ ﷺ صحابہ سے فرماتے: کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ اس پر کوئی شخص ہاں میں جواب دیتا تو آپ ﷺ اس کا خواب سنتے، اگر اس خواب میں کوئی ضرر کی بات نہ ہوتی تو وہ خواب آپ کو بہت ہی زیادہ خوش کردیتا۔ چنانچہ ایک عورت آئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں داخل ہوگئی ہوں:

'' فسمعت بها وجبة ارتجت لها الجنة ''میں نے دھمک کی آواز سنی کہ اس آواز پر جنت بھی لرز اٹھی۔

پھر میں کیا دیکھتی ہوں کہ فلاں بیٹا فلاں کا اور فلاں بیٹا فلاں کا...... انہیں لایا گیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس عورت نے بارہ بندوں کو گنا اور ان دنوں اللہ کے رسول ﷺ نے مجاہدین کا ایک دستہ بھی روانہ فرمایا ہوا تھا۔ وہ عورت کہتی ہے!

''فجیء بهم علیهم ثیاب طلس تشخب اوداجهم '' انہیں لایا گیا...... اور وہ ریشمی لباس میں ملبوس تھے ان کی رگوں سے خون بہہ رہا تھا۔

حکم ہوا کہ ان لوگوں کو نہر سرخ یا نہر بیدج پر لے جاؤ۔ وہاں انہوں نے خوب غوطے لگائے اور جب وہ اس سے نکلے تو! '' وجوههم كالقمر ليلة البدر ''ان کے چہرے چاند کی طرح تھے جس طرح چودھویں کی رات کا چاند چمک رہا ہوتا ہے۔

پھر سونے کی کرسیاں لائی گئیں، ان کرسیوں پر وہ لوگ تشریف فرما ہوئے اور پھر ان کے سامنے کھانے کا تھال لایا گیا اس میں کھجوریں تھیں، وہ اس سے کھانے لگے۔ وہ اس تھال کے کسی کونے کو جونسے پھلوں کے ارادے سے گھماتے انہی پھلوں کا کھانا شروع کردیتے۔ میں نے بھی ان کے ساتھ کھانا کھایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہا کہتے ہیں...... وہ دستہ جو اللہ کے رسول ﷺ نے روانہ فرمایا ہوا تھا اس میں سے ایک خوشخبری لانے والا آیا اور وہ کہنے لگا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارے ساتھ ایسے اور ایسے ہوا اور فلاں اور فلاں شہید ہوگئے، حتیٰ کہ اس نے انہی بارہ جوانوں کے نام لیے جن کے نام اس عورت نے لیے تھے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اس عورت کو بلاؤ۔ وہ آئی تو آپ ﷺ نے اسے کہا: مجھے اپنا وہی خواب سناؤ، اس نے سنایا تو وہ ایسے ہی تھا جیسے وہ پہلے سنا چکی تھی۔ (مومن عورتوں کی کرامات، ص ۱۴۱، ۱۴۲)

غیبی پیشگی اطلاع کی تصدیق: قارئین کرام! اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے کہ سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے...... یعنی

نبوت تو ختم ہوگئی لیکن نبوت کا یہ ایک چھوٹا سا حصہ باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی صحابیہ کو خواب کے ذریعہ وہ پورا منظر دکھلا دیا کہ جہاں ان شہداء کا استقبال ہو رہا تھا۔ چونکہ اللہ کے رسول ﷺ کی مسجد میں عورتیں بھی نماز پڑھا کرتی تھیں، اس سے محسوس ہوتا ہے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ نے اچھا خواب سننے کی خواہش کا اظہار فرمایا تو مذکورہ صحابیہ، جس نے رات کو خواب دیکھا تھا اللہ کے رسول ﷺ کو سنا دیا...... وہ عورت تو خواب سنا کر چلی گئی مگر ساتھ ہی جہادی دستے میں بارہ مجاہدین کی شہادت کی خبر لانے والا بھی آ گیا...... چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس عورت کو دوبارہ طلب فرمایا اور اس کا خواب سنا، اس سے مذکورہ صحابیہ کی عزت وعظمت اور کرامت وتوقیر کا پتا چلتا ہے۔ (مومن عورتوں کی کرامات، ص۱۴۲، ۱۴۳)

صحیح بخاری میں باندی کی غیبی مدد کا قصہ

غیبی مدد نے مجھے اللہ سے قریب کردیا:۔ مذکورہ خاتون کا قصہ صحیح بخاری میں موجود ہے۔ یہ عورت عرب کے کسی قبیلہ کی لونڈی تھی، اس کا رنگ کالا تھا، قبیلہ والوں نے اسے آزاد کردیا مگر یہ آزاد ہو کر کہیں جانے کے بجائے اسی گھر میں اہل خانہ کے ساتھ ہی رہنے لگی...... اس کے بعد ایک الزام اور بہتان کا سامنا کرنے کی وجہ سے اس لونڈی نے عرب قبیلہ اور اس علاقہ کو چھوڑا اور مدینہ منورہ میں جناب رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اسلام قبول کرلیا۔ اس خاتون کیلئے اب مسجد نبوی ﷺ میں یک خیمہ لگا دیا گیا...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ لونڈی میرے پاس آتی اور مجھ سے باتیں کیا کرتی تھی۔ وہ جب بھی میرے پاس آتی تو یہ ضرور کہتی:

ہمارے رب کے عجائب میں سے ہے کمر بند کا دن
کہ وہ بن گیا میرے لیے کفر کے ملک سے نجات کا دن

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے (آخر ایک دن) اس سے کہا کیا بات ہے جب بھی تم میرے پاس آ کر بیٹھتی ہو تو یہ جملہ ضرور کہتی ہو (اس کا پس منظر کیا ہے)؟ اس پر اس لونڈی نے مجھے واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ اس کے مالکوں کی لڑکی (جو دلہن تھی) نہانے کو نکلی۔ اس کا کمر بند سرخ تسموں کا تھا۔ اس لڑکی نے وہ کمر بند اتار کر رکھ دیا، جہاں کمر بند پڑا تھا اس جانب سے ایک چیل کا گزر ہوا۔ چیل نے اس کمر بند کو (سرخ رنگ ہونے کی وجہ سے) گوشت خیال کیا لہٰذا اس پر جھپٹا مار کر لے گئی۔ بعد میں قبیلہ والوں نے اس کمر بند کو بہت تلاش کیا لیکن کہیں نہ پایا۔ آخر کار اس کمر بند کا الزام مجھ پر لگا دیا اور میری تلاشی شروع کردی حتیٰ کہ خفیہ اعضاء کی بھی تلاشی لی...... اللہ کی قسم! میں ان لوگوں میں اسی حالت میں کھڑی تھی کہ وہی چیل آئی اور اس نے وہی کمر بند اوپر سے گرایا اور ان لوگوں کے درمیان آ کر گرا۔ میں نے ان لوگوں سے کہا یہی ہے نہ وہ کمر بند جس کی تہمت تم لوگ مجھ پر لگا رہے تھے، میں اس الزام سے پاک ہوں اور دیکھ لو یہ وہی ہے تمہارے سامنے ہے۔

قارئین کرام! یہ واقعہ صحیح بخاری ''کتاب الصلوٰۃ'' میں ہے ہم نے آسان ترتیب کے ساتھ آپ کے سامنے رکھا ہے۔ مولانا محمد داؤد رحمہ اللہ جنہوں نے اردو زبان میں صحیح بخاری کی شرح لکھی ہے وہ اپنی تشریح میں بتلاتے ہیں کہ اس واقعہ کے ضمن میں حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ وہ لونڈی کہتی ہے کہ ''میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جو فوراً قبول ہوئی۔'' (مومن عورتوں کی کرامات، ص۱۴۶، ۱۴۷)

کالی باندی......اور ولایت کا اعلیٰ مقام: اللہ! اللہ!...... اللہ کی مدد کا یہ نظارہ دیکھ کر اب اس کالی خاتون نے علاقہ چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا...... اور محمد عربی ﷺ کے دیس کی جانب سفر کا ارادہ کرلیا کہ اب اسی دیس کی طرف جاؤں جو دنیا میں سہاروں کا سہارا بنتا ہے، بے آسروں کا آسرا بنتا ہے۔

وہ چل پڑی کون سے پہاڑ اور کیسے کیسے ریگستانی علاقے ...... کیا کیا مشکلیں...... اس نے بھوک پیاس کس قدر برداشت کی ہوں گی...... مگر آخر کار وہ مدینہ منورہ میں پہنچ گئی۔ رحمت للعالمین، حکمران مدینہ، سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اسلام قبول کیا اور اسلامی معاشرے کی رکن بن گئی۔

عارضی بندوبست کے تحت مسجد نبوی ﷺ میں خیمہ لگادیا گیا، واہ! کالی لونڈی کے مقدروں کا کیا کہنا: اس کا گھر مسجد نبوی ﷺ کا صحن بن گیا۔ امام کائنات ﷺ کی زوجہ محترمہ صدیقہ کائنات کا اسے پڑوس مل گیا، اب وہ مومنہ بن گئی، صحابیہ بن گئی، اللہ کے ساتھ دوستی یعنی ولایت کا مقام پاگئی۔ (مومن عورتوں کی کرامات، ص ۱۴۹)

مظلوم عورت کی پکار اور غیبی مدد الٰہی

امام ابن جوزی اپنی کتاب ''المنتظم'' میں لکھتے ہیں ابوعون فرائضی بیان کرتے ہیں کہ میں احمد بن منصور زیادی کے پاس تھا، وہاں سے نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک علاقائی حاکم نے ایک عورت کو پکڑنے کے حکم دیا اور پھر اسے گھسیٹنے کا حکم دیا۔ وہ اللہ کی حمد وثناء کرتی رہی اور وہ اسے گھسیٹتے رہے حتیٰ کہ وہ شہر کے دروازے کے پاس آئے جسے ''القطرہ'' کہا جاتا ہے۔ وہاں وہ اپنی جان سے مایوس ہونے لگی...... اب اس نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور کہنے لگی...... ''قل اللهم فاطر السموت والارض علم الغيب والشهادة انت تحكم بين عبادك في ما كانوا فيه يختلفون '' (الزمر: ۴۶) ''کہو! اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! غیب اور حاضر کے جاننے والے! اپنے بندوں کے درمیان ان باتوں میں تو ہی فیصلہ کرتا ہے جن میں وہ باہم اختلاف کرتے ہیں۔ پھر کہنے لگی! اے اللہ! اگر یہ شخص مجھ پر ظلم کر رہا ہے تو تو اسے پکڑ لے۔ ابوعون کہتے ہیں میں کیا دیکھتا ہوں اس عورت کے یہ کہتے ہی وہ حاکم اپنی کمر کے بل گرا اور فوراً مر گیا۔ اب ظلم کرنے والے اس کی میت کو اٹھا کر لے جارہے تھے اور وہ عورت واپس اپنے گھر کو چلی جارہی تھی۔

قارئین کرام! آپ نے یہ جو واقعہ ملاحظہ کیا یہ ۲۶۲ھ کا ہے۔ اللہ نے ظالم کو فوراً پکڑ لیا اور اپنی مظلوم بندی کی فریاد کو سن لیا۔ علماء نے کتاب وسنت کی روشنی میں یہ بات کہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کفر کو تو برداشت کر لیتے ہیں لیکن ظلم کو برداشت نہیں کرتے...... اللہ کے نبی ﷺ کی ایک حدیث بھی ہے: ۔مظلوم کی فریاد (ٹھنڈی آہ) سے بچو کیونکہ مظلوم کی آہ اور اللہ کے عرش کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا......

مزید برآں اللہ کے رسول گرامی ﷺ نے یہ بھی فرمایا: اے اللہ! میں کسی پر ظلم کرنے والا نہ بنوں، کوئی مجھ پر ظلم کر جائے تو کر جائے۔

اللہ اکبر! اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ظلم کتنا بڑا گناہ ہے۔ ظالم جو اپنے اقتدار، اونچے تعلقات اور مال ومنال کی وجہ سے چھوٹے اور غریب ومسکین لوگوں پر ظلم کرتا ہے تو آخر اللہ اسے جب پکڑتا ہے تو ذلیل اور عبرت کا نمونہ بنا دیتا ہے وہ بعض کو مہلت دیتا ہے اور بعض کو تو فوراً موقع پر ہی پکڑ لیا تا ہے۔ اللہ تعالیٰ ظلم کرنے سے اور ظالموں کے ظلم سے محفوظ رکھے۔ (آمین)۔ (مومن عورتوں کی کرامات، ص ۱۵۳ تا ۱۵۴)

اندھی عورت کی بینائی لوٹ آئی

اندھی عورت کی بینائی لوٹ آئی اور آنکھیں چشم غزال بن گئیں: معروف محدث حضرت امام ابن ابی الدنیا اپنی کتاب ''مجابی الدعوۃ'' میں شعیب بن محرز کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ عراق کے شہر میں ایک عورت تھی، جو نابینا تھی، پھر اس کی بنیائی درست ہوگئی اور وہ دیکھنے لگی۔ مشہور تھا کہ اس کی بینائی رمضان المبارک کی چودھویں رات کو ٹھیک ہوئی۔ چنانچہ میں اس عورت کو دیکھنے موسیٰ کے گھر گیا۔ جناب موسیٰ بصرہ شہر کے محتسب تھے۔ اس عورت نے مجھے کہا کہ آپ تشریف رکھیے! میں آپ کے پاس آتی ہوں چنانچہ وہ دروازے سے نکلی اور اپنی آنکھوں کو میرے سامنے نمایاں کیا۔ اس کی آنکھیں ایسی تھیں جیسے ہرن کی آنکھیں ہوتی ہیں، ان میں کوئی نقص نہیں تھا۔ اس پر میں نے فوراً عورت کو مخاطب کیا اے اللہ کی بندی! تو نے اپنے رب سے کیا دعا کی...... کیسے فریاد کی، وہ تو بتلا؟ وہ کہنے لگی میں نے رات کا پہلا حصہ تو اپنی مسجد میں گزارا، وہاں نماز پڑھتی رہی پھر جب سحری کا وقت قریب آیا تو میں اپنے گھر میں اس جگہ نماز پڑھنے لگی جو میں نے نماز کے لیے مخصوص کی تھی۔ وہاں میں نے اپنے رب سے دعا کی۔

اے ایوب علیہ السلام کی مشکل دور کرنیوالے! اے یعقوب علیہ السلام کے بڑھاپے پر رحم کرنیوالے! اے یعقوب علیہ السلام کو اس کا یوسف لوٹانے والے! میری آنکھوں کی بینائی بھی لوٹا دے۔

اچانک مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے کوئی انسان میری آنکھوں میں سرمہ لگا رہا ہے اور پھر میں دیکھنے لگ گئی۔

میری بہنو! مذکورہ واقعہ کی نوعیت سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ نیک بی بی کوئی ادھیڑ عمر خاتون تھی۔ جسم تو اس کا ڈھلنے لگ گیا تھا لیکن آنکھیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ٹھیک کیں تو وہ ایسی خوبصورت ہوگئیں جیسے ہرن کی موٹی خوبصورت آنکھ ہوتی ہے اور یہ اس بی بی کی کرامت تھی۔ جس شخص نے دیکھا ان کے بارے میں ابوحاتم کہتے ہیں کہ وہ عالم تھے۔ امام ذہبی کہتے ہیں کہ وہ سچائی میں مشہور تھے یعنی شعیب بن محرز عالم، نیک اور معزز آدمی تھے کہ شہر بصرہ کے محتسب کے گھر میں دیکھنے کا واقعہ پیش آیا۔ یوں شہر میں جو بات معروف ہوئی اس کی معزز لوگوں کے ذریعہ تصدیق ہوئی۔ (مومن عورتوں کی کرامات، ص ۱۵۶ تا ۱۵۷)

☆☆☆☆☆

اہل سلف سے انصاف

(از: ملک محمد حسن ریٹائرڈ بجٹ اینڈ اکاؤنٹس آفیسر، شرقپور شریف)

عمر بھر قرآن وفرمان سے وفاداری کر
فطرت تیری نگہبان وطرف دار رہے گی

ذوق تصوف کا اظہار اسلاف سے انصاف:۔ عزیزی جناب مؤلف کی وساطت سے اس دور میں اکابرین اہل سلف سے ناانصافی کو انصاف کا لبادہ پہنانے ان کے فرمودات سے فیض یاب ہونے اور زندگیوں میں نورانی تبدیلی لانے کی کوشش کا سنگ بنیاد رکھنے کے عالی عزم کے بارے میں سنا۔ جس پر ناچیز بطور فخر اور اعزاز اپنی رائے پیش کرنا عین انصاف کا تقاضا سمجھتا ہے۔

دنیا کے انسانو! حضرت محمد ﷺ کے دیوانو! محمد عربی ﷺ جو احکام اور فرامین ہمیں بطور امانت دیکر گئے انکی اہمیت کو نہ سمجھنے کے نتیجے میں ہم دنیا کی کمانڈ کرنیوالی امت ذلت ورسوائی کی چکی میں پس رہے ہیں۔ فقہی، مسلکی اور ذاتی تشخص کے جھگڑوں میں ہم نے اپنے آپ کو جکڑ کر صراط مستقیم کو اپنانے سے واسطہ توڑ دیا۔ جو کہ امت مسلمہ کیلئے زوال کا باعث بنا۔

حضرت محمد ﷺ کے بعد ان کے خلفائے راشدین، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اکابرین عظام رحمہم اللہ کی قربانیوں سے ہم نظریں ہٹا کر جسم وجاں پر شیطانی قوتوں کا غلبہ جما کر دین کی ترقی نہ کرنے پر منجمد ہوگئے ہیں۔

اللہ رب العزت نے ہر دور میں انسانیت کی رہنمائی باطل قوتوں کی صفائی اور رحمان کی رحمت واسعہ کو لٹانے کی خاطر ایسی ایسی عظیم ہستیوں کو پیدا فرمایا جو رات کو اپنے بستروں پر قطعی نہ سوتے تھے بلکہ اصلاح احوال امت کی خاطر پاکیزہ ہوکر چٹائیوں پر روتے رہتے تھے اور پھر اپنے اپنے وقت میں امت کو فرائضِ اولیٰ سے روشناس کرا کے اعلیٰ انسان بنانے کی خاطر آخری سانس تک لڑتے رہے۔ تبلیغ کرتے رہے اور مرتے رہے۔

متصوف اہل اللہ اہل حدیث کا تذکرہ:۔ میں اپنے فزیکل جائزہ کے مطابق اہل اسلاف کے ان بزرگوں کے کام اور ان پر خدا کے انعام کو واضح کرنا اپنی سعادت جانتا ہوں ان کی کوششوں کو ثمر آور مانتا ہوں اور انہیں دین محمد ﷺ کا صحیح امین گردانتا ہوں۔ غزنوی خاندان اور روپڑی خاندان کے ساتھ ہمارے خاندانی مراسم رہے ہیں مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ شرقپور کی جامع مسجد مینار والی میں درس دینے بھی تشریف لاتے تھے، ان کا چہرہ ایسا تھا کہ بخدا کسی کافر کو بھی مجبور ہوکر کہنا پڑتا تھا کہ یہ اللہ کے ولی ہیں۔ میں نے صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کو دیکھا ہوا تو نہیں البتہ ان کی سوانح عمری پڑھی ہوئی ہے اور وہ ایسی کتاب ہے کہ مجھ میں تو ہمت نہیں کہ کبھی پوری کتاب پڑھوں۔ ایسا

عظیم مرد مجاہد، اللہ اکبر......! اور جب کبھی بھی انہیں کسی چیز کی ضرورت محسوس ہوئی فوراً اللہ پاک کی طرف ان کا رجوع اور پھر اللہ پاک کی طرف سے فوری مدد۔ میری اہلیہ کو کینسر ہوگیا اور میرے بچے یونیورسٹی میں پڑھ رہے تھے۔ سب رشتے دار ساتھ چھوڑ گئے۔ تقریباً آٹھ سال میں مجھے جب بھی اہلیہ کے علاج یا بچوں کے تعلیمی اخراجات کیلئے رقم کی ضرورت ہوتی تو میں صوفی صاحب رحمہ اللہ کے طریقے کے مطابق رات کو اکیلا چھت پر چلا جاتا اور مسلسل گھنٹہ، ڈیڑھ گھنٹہ اللہ پاک سے مانگتا اور الحمد للہ۔ اللہ پاک اس تمام عرصے میں میری غیب سے مدد فرماتا رہا۔ میرے علم و یقین کے مطابق ایسے سچے صوفی اور حضرت محمد ﷺ کے غلام کی پوری زندگی پر ریسرچ کر کے مستقبل کے انسانوں کو ان کی عادات حسنہ کو مشعل راہ بنانے کی خاطر ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے اور اس سلسلہ میں میری عاجزانہ اپیل ہے کہ اہل اسلاف کا ایک بورڈ بنایا جائے جس میں سعودی حکومت کے شاہسواروں کو بھی شامل کیا جائے اور صوفی صاحب رحمہ اللہ کی خدمات کو اجاگر کیا جائے۔ کیونکہ غیر مسلم بھی حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کے مجاہدہ اور ان کی عزت و عظمت کے اس قدر قائل تھے کہ ان سے دعائیں لینا اپنے لیے فخر سمجھتے تھے۔

جرم وفا میں زندگی جن کی زنداں میں بسر ہوئی
حق کی نظر میں وہ ہیں ستارے توحید کے

قبر سے جنتی خوشبو والے اولیائے کرام:۔ مولانا عبدالقادر صاحب روپڑی رحمہ اللہ اپنی پوری زندگی میں زیادہ تر غرباء سے تعلق جوڑ کر انہیں دین محمد ﷺ کا امیر بنانے کا فریضہ سرانجام دیا اور وقت کے فرعون ان کو موسیٰ کہنے پر مجبور ہوئے۔ اللہ رب العزت نے ان کے آخری سفر کو بھی پوری دنیا کیلئے یادگار بنا دیا میری پون صدی پر محیط زندگی میں دو ایسے انسان ہوئے ہیں جن کی قبر کی مٹی سے خوشبو آئی تھی۔ ایک حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ اور دوسرے مولانا عبدالقادر روپڑی رحمہ اللہ۔ اللہ پاک نے ان دونوں کی آرامگاہ کیلئے کھودی گئی لحد کو عنبر کی خوشبو سے معطر کر دیا تاکہ دنیا جان جائے کہ یہ حضرت محمد ﷺ کے سچے غلام اور دین کے سچے خادم ہیں۔ انہیں یاد کر کے آج بھی دنیا روتی ہے۔

میں اہل اسلاف اور تمام انسانوں سے التجاء کرتا ہوں کہ وہ دیگر علوم میں کمال حاصل کرنے کی کوشش کے ساتھ قرآن کے علم کی روشنی کو سمجھنے سمجھانے کی خاطر اسلاف کے بتائے ہوئے طریقوں، سلیقوں اور ان کے مجاہدوں کو اپنانے کی فکر کریں کیونکہ یہ اس وقت کا اہم تقاضا ہے اور میری عاجزانہ التجاء ہے کہ اسلاف کا کردار اور معیار ہی انسانوں کی زندگیوں میں تبدیلی لانے کا مینارہ نور ہے اور اسی میں بندگی کا سرور ہے۔ اہل اسلاف کے موتیوں اور قندیلوں کے کارنامے انشاء اللہ دربار خداوندی میں شرف قبولیت پائیں گے۔ توحید کے ان ستاروں سے اپنی زندگیوں کو جگمگانے اور فلاح پانے کیلئے حضرت محمد ﷺ کے بعد اسلاف کو اپنا قائد اور انہیں عزت و عظمت کا درّ نایاب ماننا ہوگا۔ بس اسی پر اکتفاء کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ رب قدوس ہمیں ان نفوس قدسیہ کے تقویٰ اور علم و فضل کا راہی بنا دے۔ آمین۔

اسلاف سے انصاف کا بس یہی تقاضا ہے
شمع علم بن کر تو اندھیروں میں اجالا کر

خادم اہل حدیث ملک محمد حسن، ریٹائرڈ بجٹ اینڈ اکاؤنٹس آفیسر شرقپور شریف، مورخہ 10 اپریل 2013ء (ملاقات: ڈاکٹر محمد عثمان سلفی)

☆☆☆☆☆

صفت احسان ہر مسلمان کی ضرورت

(از: ماسٹر مختار احمد سلفی، دھرنگ تحصیل کامونکی ضلع گوجرانوالہ)

تمام تعریفیں اللہ رحیم کریم کیلئے ہیں جس نے ہمیں نسل انسانی میں پیدا فرمایا اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ہمیں نبی رحمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے کا شرف عطا فرمایا۔ دین اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے یہ اللہ تعالیٰ کو اتنا محبوب ہے کہ اس کیلئے انبیائے کرام کی قربانیاں دے دیں مگر اپنے دین کو قربان نہیں ہونے دیا۔ آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک دین ایک ہی چلا آ رہا ہے مختلف

ادوار میں مختلف حالات کے پیش نظر شرعی احکام میں تبدیلی ہوئی لیکن مذہب یعنی دین میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

دین اسلام کی بنیاد لا الہ الا اللہ ہے یہ ایسا پاکیزہ کلمہ ہے جو ہر نبی کو عطا کیا گیا۔ ایک حدیث کا مفہوم ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس'' نے اخلاص سے لا الہ الا اللہ پڑھا وہ ضرور جنت میں جائے گا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا اخلاص کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تجھے حرام کام سے روک دے اور حلال پر آمادہ کرے۔

اس صفت اخلاص کو پیدا کرنے کیلئے تزکیۂ نفس نہایت ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر اعمال میں اخلاص پیدا نہیں ہو سکتا اس سلسلہ میں ہمیں ایک لمبی حدیث جسے حدیث جبریل علیہ السلام بھی کہتے ہیں اس سے بہترین راہنمائی ملتی ہے۔ اس میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اپنی عبادات میں صفت احسان پیدا کر پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ احسان کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اپنی عبادات ایسے کر جیسے تو اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ (یہ عبادات میں اخلاص پیدا کرنے کا اعلیٰ درجہ ہے) پھر فرمایا کہ اگر تو ایسا نہ کر سکے تو کم از کم یہ تصور کر لے کہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے (یہ صفت احسان کا ادنیٰ درجہ ہے)

اعمال کی معراج صفتِ احسان:۔ کسی بھی عبادت کو اعلیٰ ترین درجے تک پہنچانے کیلئے ضروری ہے کہ صفت احسان سے مزین کیا جائے تو پھر عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں نہایت مقبول ہوگا۔ اب جو عمل بھی مثلاً نماز، روزہ، زکوۃ، حج، صدقہ خیرات کو صفت احسان سے متصف کر کے ادا کیا جائے وہ نورانی بن جاتا ہے اس عمل سے عامل کے دل کے اندر نور پیدا ہوتا ہے دل میں پاکیزگی اور طہارت آتی ہے، دل کے اندر ایک لذت کا احساس ہوتا ہے جسے حلاوت ایمانی کہتے ہیں اور یہی اعمال کی معراج ہے۔

تصوف آج کے دور کی اشد ترین ضرورت:۔ اپنے اعمال کو صفتِ احسان کے ساتھ ادا کرنے کا دوسرا نام تصوف ہے بعض لوگوں کے نزدیک تصوف کوئی انوکھی یا اسلام سے متصادم چیز ہے حالانکہ جیسا کہ میں نے عرض کیا تصوف صفت احسان کا ہی دوسرا نام ہے اسے آپ زہد و تقویٰ بھی کہہ سکتے ہیں۔ تصوف کی ابتداء اخلاص سے ہوتی ہے اور اس کی انتہا احسان پر ہوتی ہے، اس کی ضرورت ہر دور میں رہی ہے لیکن آج کے پرفتن دور میں اس کی ضرورت شدید ترین ہے ایک اللہ والے کا قول ہے توحید اندر کی بھوک اور تصوف پیاس ہے یوں کہہ لیں یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار تباہی، بربادی، اور فتنوں کا باعث ہوگا، کسی مرشد کامل کی صحبت میں تصوف کی منازل طے کی جائیں تو گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے اور مشکل سے مشکل شرعی کام کو بجا لانے میں پریشانی نہیں ہوتی ہے۔

تصوف باطن کی صفائی کا ذریعہ:۔ جس طرح ہر چیز کا ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن، اسی طرح اعمال کا بھی ظاہر اور باطن ہے مثلاً نماز ہی کو لیں اس کے ظاہر اور باطن دونوں کو خوب احسن طریقے سے ادا کرنا چاہیے نماز کا ظاہری حسن یہ ہے کہ نماز کیلئے وضو کیا جائے، لباس پاک ہو، جگہ پاک ہو، نماز کو سنت کے مطابق ادا کیا جائے۔ اس کا باطنی حسن یہ ہے کہ نماز میں خشوع و خضوع ہو توجہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہو، دنیوی خیالات دل کے اندر نہ ہوں بلکہ دل کے اندر صرف اللہ کا دھیان ہو یہ استطاعت تصوف پر گامزن ہو کر حاصل کی جا سکتی ہے۔ تصوف، دل، نظر، کان، ہاتھ، پاؤں الغرض تمام اعضائے انسانی کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق استعمال کرنے کا نام ہے۔

روحانی عملیات کی ضرورت:۔ روحانی عملیات سے دور ہٹنے کی وجہ سے آج ہم لاتعداد پریشانیوں کی شکار ہیں جادو، ٹونہ، آسیب، جنات یہ وہ چیزیں ہیں جن کی اکثریت شکار ہے اور جب ہم ان چیزوں کا شکار ہوتے ہیں تو ہم شرک، بدعتی اور بعض اوقات عیسائیوں کے پاس بھی علاج کی غرض سے چلے جاتے ہیں جہاں ہم دولت کے ساتھ بعض اوقات عزت اور ایمان بھی گنوا بیٹھتے ہیں۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ دنیوی اور اخروی پریشانیوں سے بچنے کیلئے تصوف سے ناطہ جوڑا جائے اور محض مسلکی اور گروہی تعصب کو چھوڑ کر تصوف کا ٹھنڈے دل سے مطالعہ کیا جائے دیانتداری کے ساتھ جب ہم تصوف کی دنیا میں داخل ہونگے تو یہ اسلام سے متصادم نہیں بلکہ عین اسلام نظر آئے گا۔

(ماسٹر مختار احمد سلفی دھرنگ تحصیل کامونکی ضلع گوجرانوالہ)

مرکزی جمعیت اہل حدیث کا ذوق تصوف

علمائے اہل حدیث کا ہر شعبہ اور ہر شاخ کسی نہ کسی درجے میں ذوق تصوف رکھتی تھی اس کی ایک مثال مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کی میں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جو وہ اپنے ہر کارندے کو رکنیت کے اقرار نامے کا فارم بھرتے وقت بتایا کرتے تھے۔

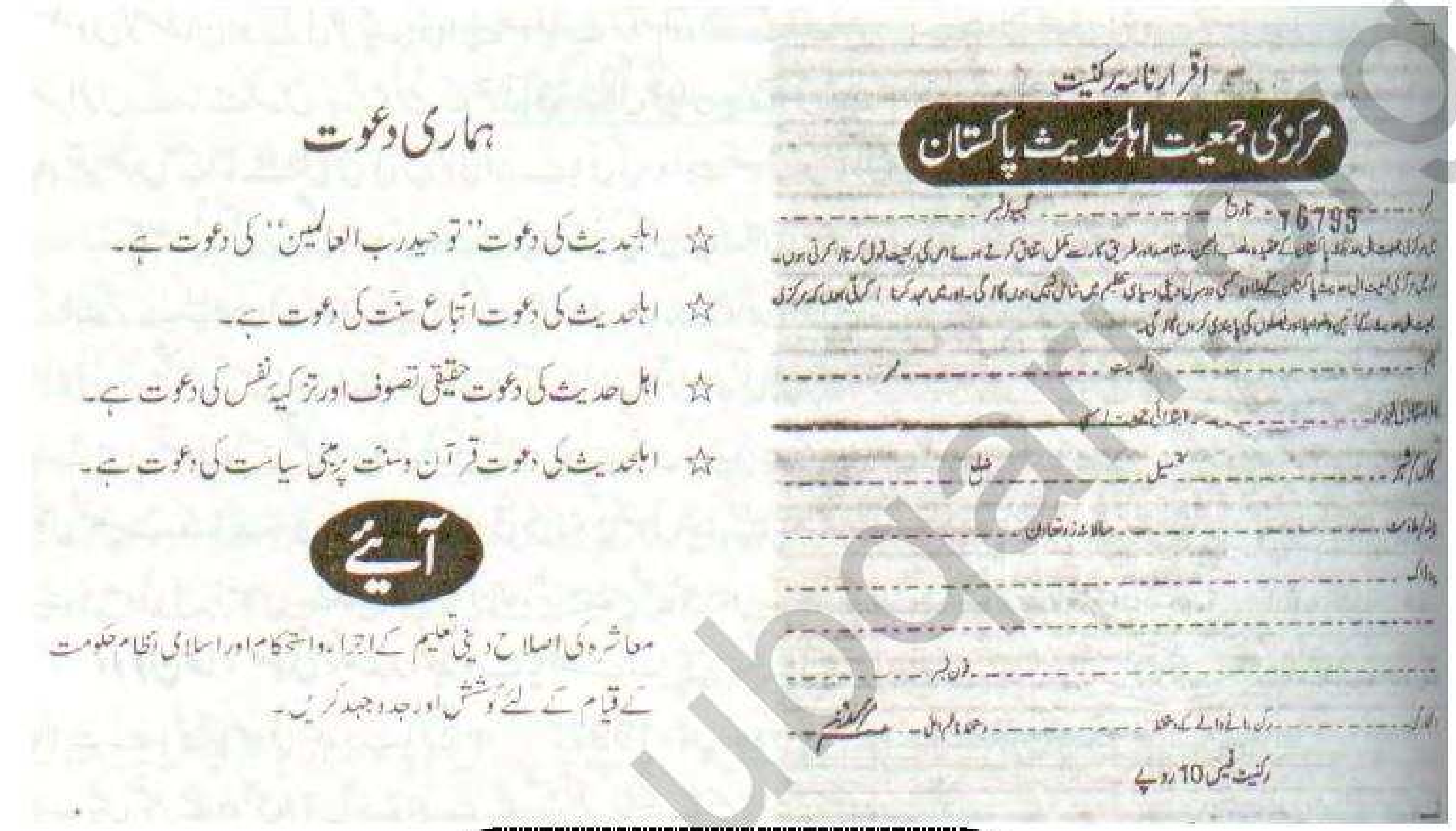

اقرار نامہ رکنیت

مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان

76795

رکنیت فیس 10 روپے

ہماری دعوت

☆ اہلحدیث کی دعوت ''توحید رب العالمین'' کی دعوت ہے۔

☆ اہلحدیث کی دعوت اتباع سنت کی دعوت ہے۔

☆ اہل حدیث کی دعوت حقیقی تصوف اور تزکیہ نفس کی دعوت ہے۔

☆ اہلحدیث کی دعوت قرآن وسنت پر مبنی سیاست کی دعوت ہے۔

آیئے

معاشرہ کی اصلاح دینی تعلیم کے اجراء واستحکام اور اسلامی نظام حکومت کے قیام کے لئے کوشش اور جد وجہد کریں۔

تصوف شریعت کی مکمل تابعداری کا نام

(از: خادم اہل حدیث زاہد اقبال صاحب فوڈ سپیشلسٹ)

تصوف کی اصل بنیاد:۔ تصوف شریعت پر خلوص دل سے عمل کرنے کا نام ہے شریعت پر خلوص دل سے عمل کرنا یعنی صوفیانہ طریقت اختیار کرنے سے ذہن اور روح کی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں اور انسان کو سکون قلب حاصل ہوتا ہے تصوف ہر انسان کی ضرورت ہے۔

اسلام میں تصوف کے نام سے کسی علیحدہ مذہبی رکن کا وجود نہیں ہے اس لئے اسلام کے ابتدائی دور میں تصوف کا لفظ بھی موجود نہیں تھا البتہ تصوف کے یہ پہلو کہ توحید پر پختہ ایمان رکھنا، شریعت پر خلوص دل سے عمل پیرا ہونا، خلق خدا سے شفقت سے پیش آنا درحقیقت اسلام کی روح کو پیش کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں اس روح اسلام کا کامل ترین مظہر تھیں۔ ایک اچھے اور سچے مسلمان کی بھی یہی خوبی ہے کہ اس کی زندگی روح اسلام کی مکمل عکاسی کرتی ہو اسی حوالے سے عہد نبوی ﷺ میں ایک مسلمان اور صوفی میں فرق نہیں تھا۔

تصوف کا غلط تصور:۔ موجودہ دور میں شریعت کی مکمل پیروی کرنے والے لوگ بہت کم ہو گئے جو شریعت پر مکمل عمل کرتے ہیں انہیں صوفی کے لقب سے پہچانا جانے لگا اور تصوف کو صرف انہی کے سپرد کر دیا گیا حالانکہ ہر مسلمان جو اسلام کے بنیادی ارکان پر عمل کرتا ہے اور شریعت کا پابند ہے وہ موجودہ حالات میں تصوف کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہے لیکن ہم نے تصوف کے اور ہی مطالب نکال لئے۔ اللہ کو چھوڑ کر اللہ کے بندوں کو پوجنے لگ گئے۔ تصوف کا یہ تصور بڑا گھناؤنا ہے، لاکھوں لوگوں کو جعلی صوفی کے کمالات دکھا کر گمراہ کیا گیا۔ جبکہ حقیقی تصوف بغیر شریعت پر عمل کرنے کے مکمل ہی نہیں ہوتا۔

علمائے اہل حدیث کا نقطہ نظر:۔ علمائے اہل حدیث کا نقطہ نظر حقیقی تصوف اور شریعت پر عمل پیرا صوفیانہ خوبیوں سے بھرا پڑا ہے جس کو

محترم مؤلف نے بڑی تفصیل سے تسبیح کے دانوں میں پرو کرامت مسلمہ کو تصویر کا صحیح رخ دکھایا ہے امید ہے کہ اس کتاب سے بہت سے میرے جیسے اہل حدیث بھائیوں کی کنفیوژن دور ہو جائے گی جو تصوف کو اہل حدیثوں سے باہر نکال چکے ہیں جبکہ تصوف ہر انسان کی ضرورت ہے۔

صوفیائے کرام تاریخ کا سنہری باب:۔ صوفیائے کرام کی وجہ سے جنہوں نے شریعت پر عمل پیرا ہو کر اپنے کردار سے بے شمار غیر مسلموں کو مسلمان ہونے کی تحریک دی ایسے صوفیائے کرام اور اللہ کے نیک بندوں سے تاریخ بھری پڑی ہے جنہوں نے بڑے بڑے جابر حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق کہہ کر عوام کے حقوق کی ترجمانی کی ان کے حقوق کیلئے آواز بلند کی اور آمرانہ دور میں حزب اختلاف کا کردار ادا کیا۔ جابر حکمرانوں کے سامنے اہل حق کی حق گوئی اور بے باکی کی روایت تصوف کی تاریخ کا ایک سنہری باب ہے۔

سچے صوفی کی زندگی:۔ دور حاضر کی ایک برائی یہ بھی ہے کہ اس دور کے انسان میں تحمل و برداشت ناپید ہے۔ ہم دوسروں کی کوتاہی پر گرفت کرنے کیلئے ہر وقت تیار رہتے ہیں لیکن اپنی بڑی سے بڑی خرابی کو بھی نظر میں نہیں لاتے دوسروں کو برا بھلا کہنا ہم اپنا حق سمجھتے ہیں لیکن اگر کوئی دوسرا شخص ہمیں ایسی بات کہہ دے جو ہمیں ناپسند ہو خواہ وہ کتنی ہی سچی اور حقیقت پر مبنی ہو، ہم تلخ ہو جاتے ہیں اور مرنے مارنے پر تل جاتے ہیں۔ تصوف ہمیں تحمل و برداشت کی تعلیم دیتا ہے، جس کی بدولت ہم دوسروں کی دی ہوئی اذیت کو برداشت کر سکتے ہیں اور یوں ایک اچھی شخصیت کے مالک بن سکتے ہیں سچے صوفی کی زندگی مخلوق خدا کیلئے باعث رحمت ہوتی ہے حضرت حکیم محمد طارق صاحب حفظہ اللہ بھی ایک ایسے ہی صوفی ہیں جنہوں نے حدیث و قرآن اور شریعت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے خدمت خلق کو شعار بنایا ہوا ہے۔

وہ کون تھا؟ صوفی، قلندر، مجذوب یا قطب:۔ اپنی زندگی کا ایک سچا واقعہ تحریر کر رہا ہوں معلوم نہیں کہ وہ کون تھا جس نے مجھے حالات سے باخبر کیا صوفی، مجذوب یا کوئی اور......؟ 1992ء میں بندہ کو اپنی ہمشیرہ سے ملنے ملتان جانا ہوا میرے ایک بہنوئی اور ہمشیرہ سعودی عرب میں مقیم تھے وہ بھی وہیں آئے ہوئے تھے، صبح تقریباً 9 بجے ہم ناشتہ کر کے فارغ ہوئے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی میرا بھانجا باہر گیا اور واپس آ کر بتایا کہ کوئی ملنگ (مجذوب) باہر آپ کو بلا رہا ہے میرے بہنوئی باہر گئے ان کے پیچھے میں بھی گیا۔ ملنگ نے سبز چوغہ پہنا ہوا تھا اور دیکھنے میں کافی صحت مند اور بارعب تھا۔ اس نے کہا کہ روٹی کھانی ہے میرے بہنوئی نے اپنے بیٹے سے کہا کہ لا کر دو۔ ملنگ نے کہا کہ تم سے نہیں میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ تم سے روٹی کھانی ہے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ ملنگ نے کہا کہ شکر کے ساتھ روٹی کھانی ہے اور خود لے کر آؤ میں نے روٹی کے اوپر شکر رکھی اور باہر لے گیا اتنے میں ایک آدمی بھاگتا ہوا آیا اور ملنگ کو پکڑ کر چلنے کیلئے کہا۔ ملنگ نے غصے سے جھڑک دیا۔ ہم باہر گھاس پر لان میں بیٹھے ہوئے تھے میں نے اس سے پوچھا کہ کیا مسئلہ ہے اس نے بتایا کہ یہ ملنگ حضرت شاہ رکن عالم رحمہ اللہ کی تربت کے قریب سے بھاگ کر آیا ہے، ہم اسے تلاش کرتے پھر رہے ہیں، ملنگ نے کھانا ختم کیا اور مجھے کہا کہ سبز الائچی لاؤ میں نے چند الائچیاں گھر سے لا کر دیں انہوں نے دو الائچیاں مجھے پھونک مار کر دیں کہ منہ میں رکھ کر چباؤ۔ میں نے منہ میں رکھ کر الائچی چبائی تو وہ مصری کی طرح میٹھی تھی اور منہ میں گھل گئی اس نے مجھے تنقیدی نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا کہ کیا ہے میں نے بتایا کہ یہ تو مصری کی طرح لگتی ہے اس نے مجھے کہا کہ ایک دیگ کے پیسے دو میں نے پچاس روپے نکال کر دیئے انہوں نے کہا کہ ساڑھے تین سو کی دیگ ہے اور پیسے تمہارے پاس ہیں۔ میں نے نکال کر دے دیئے۔ اب انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم میرے پاس لاہور حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ کی تربت کے قریب آنا، میں وہاں پر تمہارا انتظار کروں گا۔ میں نے برجستہ جواب دیا کہ میں تو رینالہ خورد میں نوکری کرتا ہوں لاہور میں تو میرا کوئی کام نہیں ہے اس نے کہا کہ تم لاہور مجھے ملنے آؤ گے......!

میں نے اس مجذوب کی یہ بات بھلا دی۔ تین سال بعد 96-1995ء میں مجھے لاہور میں ایک کمپنی ڈینش فوڈ سے نوکری کی آفر ملی جو میں نے قبول کر لی تقریباً چھ ماہ بعد بلال گنج میں کسی کام کے سلسلے میں جانا ہوا، حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ کی تربت کے باہر بلال گنج کی طرف سے گزر رہا تھا کہ وہی ملنگ میرے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور بولا ہاں آ گئے ہو میرے منہ سے بے ساختہ نکلا ہاں آ گیا ہوں اور مجھے وہ پرانا واقعہ

یاد آ گیا۔ ملنگ نے مجھے کہا کہ اللہ تمہیں بہت دے گا اور تھوک ہاتھ پر مل کر میرے ماتھے پر لگائی حالانکہ میں کٹر اہل حدیث ہوں لیکن مجھے معلوم نہیں کیوں سکون سا محسوس ہوا۔ میں سوچتا ہوں وہ کون تھا ملنگ، صوفی، قلندر، مجذوب یا قطب............؟۔

(زاہد اقبال صاحب، گورمے فوڈ سپیشلسٹ، خادم اہل حدیث)

☆☆☆☆☆

تصوف کے معاملے میں یہ بے توجہی کیوں......!

(از: محمد یٰسین سلفی، فیصل آباد)

تصوف درستگی اخلاق اور روحانی پرواز کا ذریعہ:۔ جب انسان کی دل کی آنکھیں بند ہوں تو وہ دوسرے لوگوں کے وہ کمالات و برکات جن سے وہ آشنا نہیں ہوتا تو اس پر اعتراض کرتا ہے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے یہ سب جھوٹ ہے۔ آج کل تصوف اور روحانیت کے بارے میں ہمارا بالکل یہی حال ہے کہ بیعت کے بغیر ہماری زندگی کی گاڑی چل جائے گی یہ بیعت کرنا کوئی ضروری نہیں بیعت کے بغیر زندگی کی گاڑی تو چلے گی مگر روح کی پرواز ہمیشہ کیلئے رک جائے گی۔ آج کل یہی وجہ ہے کہ ہمارے پاس اعمال ہیں مگر اعلیٰ اخلاق نہیں ہیں۔ ہم اپنے بڑوں کے ورثہ (تصوف) کو بھول چکے ہیں اور مزید یہ ظلم کرتے ہیں کہ اس کو لوگوں کو بتانے سے بھی گریز کرتے ہیں کہ کل تک تو ہم لوگوں کو روکتے تھے آج خود اس کی طرف آئیں کہ یہ کرامت کیسے ظہور پذیر ہوسکتی ہے......! مگر یہ حقیقت ہے کہ جب تک ہم اپنے چھوڑے ہوئے ورثے شفاف تصوف کی طرف نہیں آئیں گے تو ظلمت و بدامنی اور گمراہی کیسے ختم ہوگی......؟

لوگوں کی گمراہی اور ہماری بے اعتنائی:۔ لوگوں کو تو اپنے مسائل کا حل چاہیے چاہے وہ حل تعویذ، دم، درود یا منتر کی شکل میں ہندو سے ملے، عیسائی سے ملے کہیں سے بھی مل جائے...... انہیں بس کوئی حل ملنا چاہیے۔ جب ہم اصل چیز کی طرف نہیں آئیں گے تو وہ غلط راہوں کی طرف ضرور جائیں گے تو پھر ہم انہیں مشرک بھی کہیں گے اور شرک والے اعمال بھی کہیں گے۔ بیعت ہونا، تعویذ دینا یہ کوئی نئی یا انہونی چیز نہیں ...... کسی کامل اور خدا پرست بندے کی بیعت ہونا آج کل کے ماحول میں اشد ضروری ہے۔ کسی کامل مرشد کا ہاتھ اگر پیچھے ہو تو انسان راہ سلوک یعنی اللہ کی محبت کے راستے کی منازل بہت جلدی طے کر لیتا ہے اور یہ بھی یاد رکھیں! ہر کامیاب شخص کے پیچھے کسی کامل ولی کا ہاتھ ضرور ہوتا ہے۔

آئیں! ہم اپنی کھوئی ہوئی وراثت کو کسی کامل ولی کی صحبت سے حاصل کریں تاکہ پریشان اور دکھی لوگوں کے درد کا مداوا ہو سکے وگرنہ ان کی گمراہی کے ذمہ دار بھی ہم ہوں گے کیونکہ اصل اور حق چیز تو ہمارے پاس تھیں جو نہ ہم نے خود استعمال کی اور نہ دکھی لوگوں کو اس پر لگایا تو مجرم تو ہم ہوئے......!

اہل اللہ کی صحبت......زندگی سنوارنے کا ذریعہ:۔ اگر ہم اعلیٰ اخلاق پانا چاہتے ہیں اور اللہ پاک کی نظر میں بلند مقام حاصل کرنے کی خواہش ہے، زندگی میں سکون کے متلاشی ہیں تو آئیں کسی کامل اللہ کے ولی صحبت میں بیٹھنا شروع کردیں اور انکی مان کر چلیں دیکھیں تو سہی زندگی مہینوں، سالوں میں نہیں بلکہ دنوں میں سنورے گی۔

کامل ولی کی پہچان یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلاتا ہے ان کی آخرت کیلئے فکرمند ہوتا ہے ان کو اللہ کے خزانوں سے لینے کے انداز سکھاتا ہے، نماز کے ذریعے سے، ذکر و تسبیح کے ذریعے سے، مراقبے کے ذریعے سے۔ جن کا دن رات مخلوق کی بہتری کیلئے گزرتا ہے وہی تو اللہ والے ہیں۔

تصوف کے معاملے میں یہ بے توجہی کیوں......! اہل حدیثوں کے بڑے بڑے علمائے کرام تو تصوف و روحانیت مراقبے اور بیعت کو مانتے بھی تھے اور کرتے بھی تھے۔ مگر ہم کیوں ایسا نہیں کرسکتے......! یہ کوئی مشرکانہ چیزیں نہیں ہیں...... بلکہ ہمارے دل کی تنگی اور علم کی کمی ہے۔ تصوف کے مختلف سلاسل دراصل مختلف راستے ہیں جنکا اصل مقصود ایسی کیفیت کا حاصل ہوجانا ہے جس کی وجہ سے مامورات اور منہیات

انسان کی طبیعت کا حصہ بن جائیں اب وہ اشغال صوفیاء مختلف ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ذکر کی شکل میں، مراقبے کی شکل میں، یہ سب اللہ سے ملانے کے انداز ہیں۔ اور سچ پوچھیں تو یہ پاکیزہ زندگی کتابوں سے کم اور کسی کامل اللہ والے کی صحبت سے زیادہ سمجھ میں آتی ہے۔ آج کے تصوف کو دیکھ کر تصوف سے منہ موڑ لینا کوئی عقل مندی کی بات نہیں اور یہ کہنا کہ تصوف تو بڑی پاکیزہ چیز تھی مگر اس پر مکھیاں بہت بیٹھ گئی ہیں اس وجہ سے ہم اس سے دور ہیں۔ تو ایسے تمام حضرات کی خدمت میں نہایت ہی مؤدبانہ عرض کرنا چاہوں گا کہ کیا احادیث کے سلسلے میں بے اعتنائی نہیں برتی گئی تھی اور کئی کئی ہزار احادیث ایک ایک بندے نے نہیں گھڑی تھیں لیکن جزائے خیر عطا کرے اللہ پاک ہمارے علماء و محدثین کو جنہوں نے احادیث کا بہترین شفاف گلدستہ ہمیں پیش کیا۔ تو بیچارے تصوف کا کیا قصور تھا کہ اسے لاوارث چھوڑ دیا گیا اور اپنے اسلاف کی میراث کو بھلا دیا گیا……!

بذریعہ روحانی عملیات لوگوں کی دادرسی:۔ اسی طرح روحانی عملیات کا بھی حال ہے۔ عملیات کا تصوف سے کوئی تعلق نہیں یہ ایک بالکل الگ راستہ ہے لیکن اس کی ضرورت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ آئیں……! ان انداز کو اپنائیں اور لوگوں کے غموں کو دور کرنے کا ذریعہ بنیں تاکہ وہ غلط عاملوں، پیروں، فقیروں کے پھندوں سے بچ سکیں جو لوگوں کی عزتوں کے بھی دشمن ہیں اور ایمان کے بھی دشمن ہیں اگر ہمارے ایک عمل سے کوئی مصیبت کا مارا غلط عاملوں کے چکروں سے بچ گیا تو ہمارے لیے اس سے بڑی خوشی کیا ہوگی۔ ہم لوگوں کی مصیبتوں کو اعمال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کرنے کا ذریعہ بن جائیں اور اپنے اسلاف کے ورثہ کو اپنائیں اور لوگوں تک پھیلائیں۔

(محمد یٰسین سلفی، فیصل آباد)

☆☆☆☆☆

کتاب علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف اشد ضرورت

(از: ظفر علی محمدی، فیصل آباد)

کتاب ”علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف“ اس وقت کی اشد ضرورت ہے اس پر خطر دور میں لوگوں کے ایمان خراب ہو رہے ہیں اور جعلی عامل تصوف اور روحانیت کے نام پر لوگوں کا ایمان اور عزت و آبرو و مال برباد کر رہے ہیں۔ ان سے بچا جا سکے اور لوگوں کو اپنے آباؤ اجداد کے اختیار کیے ہوئے سیدھے راستے کی طرف لایا جا سکے۔ تاکہ سب کو اپنی آخرت کی فکر ہو خاص کر توحید پرست کو آگے بڑھنا چاہیے اور تصوف میں توحید کا تصور جس قدر راہم ہے ہم جیسے لفاظی لوگ اندازہ ہی نہیں کر سکتے۔ متصوفین کی زندگی میں بکھرے ہزاروں واقعات اس پر شاہد ہیں ان کو جو اللہ پر یقین اور توکل تھا اس کا ایک عشر عشیر بھی ہماری زندگیوں میں نہیں اور یہ یقین اللہ پاک کی ذات پر یقین اور اعتماد ہی کی بدولت تھا۔

اللہ پاک اس کتاب کے مؤلف حضرت حکیم محمد طارق محمود چغتائی مجذوبی حفظہ اللہ کو جزائے خیر عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ ان کوششوں کو قبول فرمائے اور ان کے علم، عمل، عزت اور آبرو میں خیر و برکت عطا فرمائے۔ امین۔ ثم آمین۔ (ظفر علی محمدی، فیصل آباد)

☆☆☆☆☆

کتاب ذوق تصوف اک مایہ ناز کارنامہ

(از: مولانا محمد مصطفیٰ ربانی حفظہ اللہ تعالیٰ، خطیب مسجد کوثر اہل حدیث عظیم گراؤنڈ درس بڑے میاں مغلپورہ، لاہور
فاضل التحصیل: دار العلوم المحمدیہ لوکوشاپ مغلپورہ، لاہور)

اس کتاب میں دراصل عصر حاضر میں علماء اہل حدیث کے ذوق تصوف کو واضح کرنے کیلئے مختلف کتابوں، رسالوں اور مختلف جگہوں سے واقعات کو لیا گیا ہے۔ جس چیز سے آج ہم بالکل لاعلم ہو چکے ہیں تاکہ ہمارے اکابر کی زندگی ہمارے سامنے آئے! اور جیسے وہ لوگ عابد، زاہد

اور دین والے تھے ہمیں بھی ویسی کوشش کرنی چاہیے۔ میری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو پایہ تکمیل تک پہنچائے اور سب کیلئے ذریعہ نجات بنائے۔ (آمین ثم آمین) (از: مولانا **محمد** مصطفیٰ ربانی حفظہ اللہ تعالیٰ، خطیب مسجد کوثر اہل حدیث عظیم گراؤنڈ درس بڑے میاں **مغلپورہ**، لاہور: فاضل التحصیل، دارالعلوم المحمدیہ لوکوشاپ **مغلپورہ**، لاہور)

☆☆☆☆☆

تزکیۂ نفس نہایت اہم موضوع......جسے بھلا دیا گیا!

(از: مولانا قاضی ریاض قدیر صاحب، نائب ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہلحدیث، پاکستان)

تزکیۂ نفس ایک نہایت ہی اہم موضوع:۔ جد انبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت **محمد** ﷺ کیلئے جو دعائیں کی تھیں وہ اللہ احکم الحاکمین نے بعینہٖ قبول فرمائیں ان میں سے اہم ترین دعا یہ تھی کہ ''ویزکیھم'' (البقرہ) وہ ان کا تزکیہ کرے اور حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معیار کے پاکیزہ نفوس ایسی مقدس ہستیاں ویسے مطہر قلوب انبیاء علیہم السلام کے علاوہ اس بوڑھے آسمان نے اور کوئی نہیں دیکھے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار سے زائد انبیاء علیہم السلام کی عظیم جماعت میں سے کسی بھی نبی علیہ السلام کے ساتھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سے زیادہ پاکیزہ، زیادہ قربانیاں دینے والے، زیادہ عمل کرنے والے، زیادہ محبت کرنے والے، زیادہ تکالیف برداشت کرنے والے نہیں تھے، اور پھر ''ویزکیھم'' کا سلسلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ساتھ ہی نہیں رک جاتا بلکہ دین اسلام کے دوسرے تمام احکامات پر عمل کی طرح ایک جماعت شروع سے چلی آرہی ہے جو آیت مبارکہ کے اس حصے پر عمل کرتی ہے اور اپنے تزکیۂ نفس کے بعد دوسروں کے نفس کی پاکیزگی کیلئے اپنے قول وفعل سے، تقریر وتحریر سے اور عمل بالحدیث سے اپنا کردار ادا کرتی ہے اور میری بات کو اگر دیوانے کی بڑ نہ سمجھا جائے تو میں دعویٰ کروں گا کہ تزکیۂ نفس کیلئے جو ضروری بات ہے وہ خود دین پر حدیث پر مکمل عمل ہے اور سیدھی بات ہے کہ جو عامل بالحدیث ہوگا وہ اہل حدیث ہوگا دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ جو عامل حدیث ہیں وہ تو متقی ہیں اور جو عامل حدیث نہیں ہیں وہ اور کچھ بھی ہو سکتے ہیں...... متقی یا بزرگان دین نہیں ہو سکتے۔ ایک اور بات نیک آدمی کبھی اپنی نیکی کا ڈھنڈورا نہیں پیٹتا بلکہ ریاکاری سے بچتا ہے اور خود کو چھپا کر رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ الحمدللہ ہمارے اکابر بھی اس پر عمل پیرا تھے اور آج بھی جو بزرگ موجود ہیں عرس یا کسی بھی طرح نمود ونمائش کے قائل نہیں ہیں۔ الحمدللہ۔

اہل حدیث میں بزرگوں کی تعداد......ان گنت:۔ حاملین مسلک اہل حدیث میں ہر دور میں ایک دو نہیں بلکہ بلاشک وشبہ ہزاروں ایسے علماء وصلحاء اور بزرگ موجود رہے ہیں جو دوسروں کیلئے بھی تزکیۂ نفس کا باعث بنتے تھے اور بنتے ہیں زیر بحث کتاب میں جن بزرگوں کا تذکرہ موجود ہے یہ شاید کل تعداد کا چند فیصد بھی نہیں ہے یہ وہ خوش قسمت لوگ ہیں جو اپنی تحریروں یا عوامی تقریروں کی وجہ سے عام لوگوں کی نظر میں آگئے ورنہ اپنے اپنے مقامات اپنے اپنے گاؤں گوٹھوں اور بستیوں میں بیٹھ کر تزکیۂ نفس کرنے والوں کی تعداد اس سے بیسیوں سینکڑوں گنا زیادہ ہے اللہ ان تمام پر اپنا رحم نازل فرمائیں۔ آمین۔

ہماری بے توجہی......اور عوام کی غلطیاں:۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے اتنے بزرگوں کی موجودگی کے باوجود ہم اہل حدیث لفظ تصوف سے کیوں دور بھاگتے ہیں...... اس کی ایک بنیادی وجہ فی زمانہ تصوف کے بارے میں رواج پا جانے والے غلط نظریات ہیں۔ وحدت الوجود کا نظریہ، حال وقال اور ڈھول دھمال کا نظریہ، قوالی ومزار کا نظریہ، میلے وعرس اور کھیل تماشوں کا نظریہ، نماز، روزے اور دیگر فرائض سے غفلت یا صرف دل کی نماز کا نظریہ، یہ ایسی چیزیں ہیں جنہیں آج عامۃ الناس بلکہ پڑھے لکھے لوگ بھی تصوف سمجھتے ہیں، آج دینی لحاظ سے جو جتنا بڑا شعبدہ باز ہے وہ اتنا ہی بڑا بزرگ ہے ہر دوسرے نام نہاد بزرگ کے متعلق یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ صاحب کشف وکرامت بزرگ ہیں یا تھے حالانکہ حقیقت یہ کہ کشف یا کرامات اللہ کی طرف سے عطاء ہوتے ہیں اور اس کیلئے متدین اور دین پر مکمل عمل کرنے والوں سے ظاہر ہونے والے واقعات کشف اور کرامت ہیں۔ دین سے دور افراد سے جب کوئی ایسا عمل ظاہر ہوتا ہے تو اس کی وجہ شیاطین بنتے ہیں اور اکثر

حالتوں میں یہ اعمال شیاطین کی مدد سے انجام پاتے ہیں۔ اللہ ایسے افراد سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین۔

آمدم برسر مطلب مندرجہ بالا **نظریات** وجوہات کی بناء پر حاملین مسلک اہل حدیث تصوف کا انکار کرتے ہیں حالانکہ **''فیروز اللغات''** کے مطابق لفظ ''تصوف'' کے مندرجہ ذیل مطالب ہیں۔ نمبر 1 صوفیوں کا عقیدہ، 2۔ علم معرفت، 3۔ دل کی خواہشوں کو دور کر کے خدا کی طرف دھیان لگانا، 4۔ تزکیۂ نفس کا طریقہ، 5۔ پشینہ پہننا اب ان معنی پر غور کریں تو ان میں سے دل کی خواہشوں کو دور کر کے اللہ کی طرف دھیان لگانا اور تزکیۂ نفس کا طریقہ یہ ہمارے تمام بزرگوں کا بنیادی وصف رہا اور ہے۔

''ذوق تصوف'' نہایت ہی اہم کاوش:۔ اس حوالہ کے پیش نظر کتاب ''علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف'' جو ہمارے فاضل دوست حکیم محمد طارق محمود چغتائی صاحب حفظہ اللہ نے مرتب کی ہے اور اس میں اپنی طرف سے بعض جگہ تبصرہ وتشریح کا اضافہ کیا ہے ایک انتہائی اہم کاوش ہے ایک تو اس حوالے سے بھی کہ ہمارے سلفی بھائی تصوف کا نام سن کر ہی جو مطلقاً انکاری ہو جاتے ہیں اس میں کمی آئے گی...... اور دوسرا اس حوالے سے کہ ایسا بہت سا کام جو بیسیوں بلکہ سینکڑوں کتابوں میں بکھرا ہوا تھا ایک جگہ پر جمع ہو گیا ہے اور اس کتاب کی مدد سے ہم اپنے اکابر کی مساعی سے ان کے کردار سے زیادہ بہتر طریقے سے آگاہ ہو سکیں گے۔ ذاتی حوالے سے میرے لئے اس کتاب میں خوشی کی ایک بڑی **بات** میرے والد محترم مورخ اہل حدیث قاضی محمد اسلم سیف رحمہ اللہ کی یادگار اور بہترین تحقیقی کاوش ''تحریک اہل حدیث تاریخ کے آئینے میں'' سے بیسیوں شخصیات کا اس کتاب میں تذکرہ کی موجودگی ہے اور اب ہم بھی اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن بھی شائع کریں گے۔ ''ان شاءاللہ''

مؤلف کے حق میں دعا:۔ اس دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گا کہ اللہ جل شانہٗ مصنف کو اپنی بہترین جزاؤں سے نوازیں۔ حقیقتاً انہوں نے ایک ادارے جتنا کام کیا ہے اور مصنف کے ساتھ ساتھ ہم سب کو ان نیک بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔ یارب العلمین۔

(فقیر بارگاہ الٰہی، قاضی ریاض قدیر، نائب صدر جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن، نائب ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث، پاکستان)

☆☆☆☆☆

''ذوق تصوف'' کا اظہار قابل داد وذخیرہ آخرت

(ستائیس سال ولی کامل مولانا صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کی خدمت میں رہنے والے شیخ الحدیث کی یادیں)

(از: حضرت مولانا شیخ الحدیث عبدالرشید ہزاروی صاحب حفظہ اللہ)

تعارف:۔ ''علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف'' نامی کتاب پر تبصرہ کیلئے حضرت مولانا شیخ الحدیث عبدالرشید ہزاروی صاحب حفظہ اللہ کے پاس مورخہ 5-9-2013 کو بروز جمعرات حاضر ہوا۔ حضرت مولانا عبدالرشید ہزاروی حفظہ اللہ کو حضرت صوفی عبداللہ صاحب سے طویل رفاقت کا اعزاز حاصل ہے۔ 1948 سے لے کر 1975ء تک صوفی عبداللہ صاحب کی وفات تک ان کے ساتھ رہے، 1980ء سے ساہیوال میں دارالحدیث میں تدریسی ذمہ داریاں احسن انداز میں ادا فرما رہے ہیں میرے پاس مسودے کے کچھ حصے تھے اس لیے انہوں نے فرمایا اگر مکمل مسودہ ہوتا تو میرے لیے تبصرہ آسان ہوتا بحرحال اس سلسلے میں کی گئی گفتگو کو انہوں نے کمال مہربانی سے شائع کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اللہ کریم آپکا سایہ تا دیر ہم پر قائم رکھے کہ آپ اسی طرح دین حق کی خدمت فرماتے رہیں۔ (ملاقات: پروفیسر رضوان الٰہی)

''ذوق تصوف'' کا اظہار قابل داد وذخیرہ آخرت:۔ کتاب کے بارے میں فرمایا: بکھرے ہوئے پارے اکٹھا کرنا قابل داد ہے حکیم صاحب کو میرا پیغام دیں کہ جو محنت آپ نے کی اور جو کوشش آپ مستقبل میں کریں گے وہ آپ کیلئے مستقبل میں ذخیرہ آخرت کا سبب بنے گی اور جو لوگ پٹڑی سے اتر رہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ذوق سلیم عطا فرمائے اور حکیم صاحب کو میرا خصوصی سلام کہیں......۔

بزرگ اسلاف سے دور ہونے کی ایک اہم وجہ:۔ دوران گفتگو جب آپ سے عرض کیا گیا کہ حضرت ہمارے اسلاف اور بزرگوں کی جو بابرکت زندگیاں تھیں ہم آج ان سے کیسے دور ہو گئے...... آخر کیا سبب ہے......؟ تو آپ حفظہ اللہ فرمانے لگے: معیشت کی فکر نے بہت سی چیزیں چھڑوا دی ہیں اور اس المیے کا شکار ہمارے علماء بھی ہیں، معیشت کا بحران بہت پریشان کن معاملہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرض سے پناہ مانگا کرتے تھے کہ اس کی وجہ سے انسان گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جیسے: جھوٹ وعدہ خلافی ہے۔ معیشت کے مسئلہ کی وجہ سے انسان اپنے بچوں کو قتل کرتا ہے، انہیں فروخت تک کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے جیسا کہ ہم روز اخبارات میں پڑھتے ہیں جس ملک میں کا یہ حال ہو جائے وہاں معیشت آدمی کو تنگ کرتی ہیں بیروزگاری نے سب کو متاثر کیا ہے یہی وجہ ہے کہ انسان بس انہی چکروں میں پھنس کر رہ جاتا ہے۔

مدرسے کے درودیوار سے ذکر اللہ کی آوازیں:۔ ذکر کے بارے میں شیخ حفظہ اللہ نے فرمایا قرآن مجید میں کثرت ذکر کی تلقین کی گئی ہے ہمیں اس کو اوڑھنا بچھونا بنانا چاہیے۔ ماموں کانجن میں جو سالانہ کانفرنس ہوتی تھی اس میں ہم نے حضرت مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے صاحبزادے حضرت ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کو مدعو کیا وہ آئے تقاریر کیں وہ اُس وقت مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ناظم تھے۔ سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ صاحب ذاکر آدمی تھے اور ان کی زندگی میں بھی یہ چیز نمایاں ہوگئی تھی وہ تشریف لائے تو فرمانے لگے: مجھے اس ادارے کی ہر چیز ذکر کرتی محسوس ہو رہی ہے آج اہل ذکر کی کمی بلکہ فقدان ہے مگر ذکر میں جدت پیدا نہیں کرنی چاہیے اور قرآن وحدیث کی تعلیمات کو مقدم رکھا جانا چاہیے۔

ہماری بدعملی اور اکابر کا تقویٰ:۔ ہمارے ہاں تو کچھ شکوہ ہے اور جائز شکوہ ہے اصل میں اہل علم کے تین طبقات ہیں مدرسین، مبلغین اور قراء کرام، سب کے زیادہ محنت اور کاوش جو طبقہ کرتا ہے وہ مدرسین کا ہے جو کتابیں پڑھاتے ہیں۔ اور جو سب سے زیادہ سودمند اور لوگوں میں مقبول طبقہ ہے وہ مبلغین کا ہے قراء کرام بھی قابل قدر ہیں انکے پاس اتنا علم تو نہیں ہوتا مگر قرآن سے محبت اور شوق رکھتے ہیں۔ علماء اور مدرسین چٹائیوں سے وابستہ رہتے ہیں ان سے سب سے زیادہ متاثر انکے شاگرد ہوتے ہیں، مبلغین کو لوگوں سے خطاب کرنے کا موقع ملتا ہے ان کا رابطہ عوام الناس سے ہوتا ہے ان کا حلقہ اثر وسیع ہوتا ہے مگر ان کی زندگیوں میں انقلاب نہ ہونے کی وجہ سے ان کی عملی اور قولی زندگی میں موافقت کم نظر آتی، سفر در سفر اور بیسیوں جگہ خطاب، معیشت کے چکر نے انہیں بھی مجبور کر رکھا ہے۔ بدعملی حائل ہے لوگ اثر کیسے لیں اصلاح نیت اور تربیت کیلئے حضرت صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کا کیا طریقہ کار تھا......؟ میرے صوفی صاحب کے یہاں آنے کی ایک وجہ ہے ان کا تعلق جماعت مجاہدین سے تھا جو حکومت کی معتوب جماعت تھی وہ اس جگہ جا کے بیٹھے جہاں ان کا کوئی ایک آدھی آدمی بیٹھا تھا۔ یہ جگہ چار گاؤں کے قریب ہے اصل گاؤں اوڈانوالہ 507 کے قریب 411 جھنڈانوالہ کے قریب ہے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ صبح کی نماز جھنڈانوالہ پڑھتے ظہر کی نماز کسی اور جگہ پڑھتے عصر کی نماز کسی اور جگہ پڑھتے اور بچوں کو ناظرہ قرآن پاک پڑھاتے ان کی آمد ورفت کا ذریعہ سائیکل تھا یا پیدل۔ پیدل چل کر قرآن پڑھاتے مگر آج اکیڈمیاں، ٹیوشن سنٹر ہیں۔ مگر انہوں نے چار گاؤں مسلسل کئی سال بچوں کو قرآن پڑھایا، اس کے بعد وہاں ایک جلسہ ہوا بہاولپور کے ایک عالم تھے عبدالحق ریاستی صاحب انہوں نے ذکر کر دیا کہ یہاں کسی جگہ بچوں کی تربیت کیلئے مدرسہ ہونا چاہیے اور میرے دوبارہ یہاں آنے سے پہلے پہلے اگلے سال مدرسہ بن جانا چاہیے۔ صوفی صاحب ساتھ گاؤں میں رہتے تھے انہوں نے کہا میں مدرسہ بناؤں گا۔ صوفی صاحب نے سب نمازیوں اور گاؤں کے نمبرداران کو مسجد میں بلایا کہ میں وعدہ کر چکا ہوں آپ مجھے اجازت دیں لوگوں نے معیشت کا عذر کیا۔

صوفی صاحب نے کہا میں خرچ نہیں میں فقط بچوں کیلئے مسجد استعمال کرنا چاہتا ہوں مجھے معاشی تعاون نہیں اخلاقی تعاون درکار ہے سب لوگ مان گئے۔ اس مدرسہ بننے کی یہ بنیاد پڑی 1932ء میں، اس کے بعد کام منظم ہوا، ساری محنت ان کی تھی۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ شان اخلاص:۔ محنت سے متعلق عجب باتیں ہیں: صوفی صاحب اپنی ذات پر خرچ نہ کرتے، گوجرانوالہ کے قریب ایمن آباد ایک گاؤں ہے اس وقت آمد ورفت کا ذریعہ صرف تانگہ تھا اور وہ بھی شام کے وقت چلتا تھا۔ اس وقت کرایہ بھی آنہ چار آنے ہوا کرتا تھا، صوفی صاحب اسماعیل نامی آدمی سے ملنے گئے ایمن آباد گوجرانوالہ سے دس میل دور ہے۔ اس وقت کوئی تانگہ نہیں آ رہا تھا صوفی

صاحب پیدل چلنے لگے۔ آگے سے وہ آدمی جس سے ملنے جارہے تھے وہ ٹانگے پہ آرہا تھا اس نے پوچھا آپ کہاں جارہے ہیں؟ صوفی صاحب نے کہا آپ سے ملنے جارہا ہوں۔ کہا آپ پیدل کیوں جارہے ہیں، تو صوفی نے کہا کہ ٹانگے تو شام کے وقت چلتے ہیں۔ تو اس آدمی نے پیسے دیئے کہ آپ ٹانگے پہ جائیں میں ذرا شہر سے ہوکر آتا ہوں۔ واپسی پر دیکھا ابھی بھی صوفی صاحب پیدل جارہے ہیں۔ پوچھا آپ پیدل کیوں جارہے ہیں؟ کہا میں نے سوچا کہ طالب علموں کی ہانڈی کا نمک آجائے گا۔ اس کیفیت میں انہوں نے مدرسہ بنایا۔

☆☆☆☆☆

اپنے موضوع پر دنیا کی سب سے بڑی کتاب

(از: ۔ ڈاکٹر فیصل سلفی حفظہ اللہ: لاہور)

تصوف سراسر ادب ہی ادب:۔ تصوف تمام تر ادب ہے۔ ہر وقت کا ایک ادب ہے...... ہر موقع کا ایک ادب...... اور جو بے ادب ہوتا ہے وہ مقبول بارگاہ خداوندی ہونے کی بجائے مردود درگاہ حق ہوجاتا ہے۔

''کشف المحجوب'' میں ہے کہ آداب کی تین قسمیں ہیں: ان میں سے ایک توحید میں حق تعالیٰ کے ساتھ آداب ہیں اور وہ یوں کہ انسان خواہ تنہائی میں ہو یا محفل میں بے ادبی سے بچے۔ تنہائی میں بھی اس طرح رہے جس طرح بادشاہوں کے دربار میں ان کے سامنے رہا کرتا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں تشریف لے گئے۔ حفظ ادب سے دونوں جہاں کی طرف نظر نہ کی جیسا کہ فرمان حق ہے'' **ماذاغ البصر و ماطغی**''۔

تصوف سراپا خیر خواہی اور خیر خواہی کا نام:۔ کچھ مشہور صوفیائے کرام کی زندگی ہم سے انصاف کا تقاضا کررہی ہے...... ''عوارف المعارف'' میں شیخ الاسلام ابوحفص عمر سہروردی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ادبِ صوفی یہ ہے کہ وہ اپنے ظاہر وباطن کو پاک وصاف رکھے اور اپنی ذات کو اعلیٰ اخلاق کے زیور سے آراستہ رکھے...... ☆ تمام اعلیٰ اخلاق کی بنیاد خوش خلقی ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جو تمہارے ساتھ برائی کرے اس کا بدلہ بھلائی سے دو، اسی کا نام احسان ہے...... ☆ ایک عورت نے مالک بن دینار رحمہ اللہ کو اے ریا کار کہہ کر پکارا۔ مالک بن دینار رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بہت خوب دنیا والے میرا نام بھول گئے تھے، تو نے دوبارہ بتادیا...... ☆ ایک شخص نے حضرت شعبی رحمہ اللہ کو گالی دی، آپ نے فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور اگر تم جھوٹے ہو تو خدا تمہیں معاف فرمائے۔

صوفیہ کرام کا ہر عمل اللہ کیلئے ہوتا ہے ان کی نظر میں تمام بنی نوع انسان بلکہ ہر جاندار، چرند، پرند، درند تک خدا کے دامن ربوبیت میں پل رہے ہیں، اسی وجہ سے صوفی سب کیلئے باعث رحمت بننے کی کوشش کرتا ہے۔ سچے صوفی کی زندگی مخلوق خدا کیلئے باعث رحمت ہوتی ہے۔ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اگر ترکستان سے شام تک کسی کے پاؤں میں کانٹا چبھتا ہے تو وہ ہمارے پاؤں ہی میں چبھتا ہے اور اگر کسی کے پاؤں میں چوٹ لگتی ہے یا دل کو دکھ پہنچتا ہے تو وہ غم اور صدمہ ہمیں بھی ہوتا ہے۔

ابوسعید ابوالخیر رحمہ اللہ کا قول ہے کہ'' ہرچہ خلق رانشاید خدارانشاید'' یعنی خلق خدا کی جس میں بھلائی نہیں وہ کام خدا کو بھی پسند نہیں۔

اپنے موضوع پر دنیا کی سب سے بڑی کتاب:۔ میں مرتب کتاب حضرت حکیم صاحب حفظہ اللہ کا نہایت مشکور ہوں جنہوں نے ہمارے بھولے ہوئے سبق کو ہمیں یاد دلایا اور ہزاروں صفحات سے انتخاب کا خوبصورت گلدستہ ہمیں ''علمائے اہل حدیث کے ذوق تصوف'' کے نام سے مہیا کیا۔ بلاشک وشبہ یہ کتاب اپنے موضوع پر دنیا کی سب سے بڑی کتاب ہے۔ ہمارے اسلاف کی زندگیوں میں پاکیزہ تصوف بہت نمایاں تھا لیکن آج اوجھل ہوگیا ہے...... اور ایسا دور ہوا کہ ہم اسے بھول گئے اور یہ بھی بھول گئے کہ ہم بھولے ہوئے ہیں۔ مؤلف کا شکریہ ادا کرنے کیلئے الفاظ کا دامن بار بار میرا ساتھ چھوڑے جارہا ہے اللہ کریم اپنی شایان شان آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد میں اپنے تمام سلفی بھائیوں سے گزارش کروں گا کہ آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ کیا ہمارے یہ تمام اسلاف کامل اولیاء اللہ نہیں تھے......! اور کیا پاکیزہ تصوف ہم سب کی ضرورت نہیں ہے......! (ڈاکٹر فیصل سلفی حفظہ اللہ: لاہور) ☆**ختم شد**☆

حال دل

گورنمنٹ ایس اے آئی سکول میں، میں نویں جماعت میں گیا تو وہاں اساتذہ میں ایک شخصیت پر میری نظر پڑی' ان کو سکول میں کوئی ماسٹر عبدالرزاق صاحب کہتا' کوئی مولوی عبدالرزاق صاحب (رحمہ اللہ) کہتا وہ اسلامیات پڑھاتے تھے' پھر غالباً اسی سال یا اس سے دوسرے سال وہ ریٹائرڈ ہو گئے' مجھے یاد ہے کہ ان کے مزاج میں خلوص تھا، ان کا سر ہمیشہ کلہ اور پگڑی کے ساتھ سجا رہتا تھا ان کی ڈاڑھی دراز تھی اور ان کے چہرے سے خلوص اور توحید ٹپکتی تھی۔ مجھے یاد ہے ہمارے ایک سکول میں ڈرائنگ ٹیچر ہوتے تھے وہ چھوٹی کلاسوں کو پڑھاتے تھے' ایک دفعہ انہوں نے اپنی جیب سے ایک تعویذ نکالا اور ڈرائنگ ٹیچر سے کہا یہ تعویذ میں نے توجہ سے آپ کیلئے لکھا ہے بچے کے گلے میں ڈال دیں انشاء اللہ نہ روئے گا نہ ڈرے گا اور جو اکثر بیمار رہتا ہے وہ بھی ٹھیک ہو جائے گا۔ اس طرح زندگی میں پہلی دفعہ میں نے سکول میں حضرت مولانا عبدالرزاق فاروقی رحمہ اللہ علیہ کو دیکھا۔ پھر وہ سر درد کا دم بھی کرتے تھے' ایک دفعہ میں نے خود ان سے سر درد کا دم کرایا' سکول میں ان کا ادب اور احترام تھا آپ پر وقار شخصیت تھے' شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی بہت مشہور تھی' محرم کے ابتدائی ایام میں جمعہ کے دن اقصیٰ مسجد میں وہ شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس درد اور رقعت سے بیان کرتے شیعہ' سنی' حنفی' دیوبندی' بریلوی' اہل حدیث سب ان کی شہادت حسین سننے کیلئے مسجد میں جوق در جوق حاضر ہوتے۔ ان کی مسجد کے ایک موذن حافظ سرور صاحب تعویذ بھی دیتے اور دم بھی کرتے تھے۔

تاریخ بہاولپور میں متصوف اہلحدیث علماء کا کردار:۔ میرا اٹھنا بیٹھنا حضرت مولانا محمد عبداللہ رحمہ اللہ کے ساتھ تھا جو میرے اور میرے والد مرحوم کے استاد محترم تھے۔ مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کے پاس حضرت مولانا شرف الحق صاحب تشریف لاتے' علمی موضوع پر باتیں ہوتیں موصوف ان دنوں ''عورت کی سربراہی کے رد'' میں ایک کتاب مرتب کر رہے تھے۔ موت نے فرصت نہ دی وہ کتاب ادھوری رہ گئی' علامہ صاحب جب بھی مولانا کی خدمت میں حاضر ہوتے تو کبھی کبھی تصوف کے موضوع پر باتیں بھی ہوتیں۔ علامہ شرف الحق صاحب ہمیشہ ڈھکے سر کے ساتھ رہتے بہت مہذب اور پر ادب گفتگو فرماتے' مجھے یاد ہے ایک دفعہ علامہ شرف الحق صاحب رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نواب صادق محمد صاحب عباسی کو تصوف اور توحید پر لانے والے وہ علماء اہل حدیث تھے (جو ریاست بہاولپور میں نواب کے ساتھ تھے) ایک دفعہ جوش میں آ کر علامہ مرحوم فرمانے لگے اگر نواب بہاولپور کے ساتھ چند علماء اہل حدیث نہ ہوتے اور ان کا تعلق نہ ہوتا تو چونکہ نواب کا رجحان سو فیصد تصوف کی طرف تھا لیکن ان ''صوفی'' علماء اہل حدیث کی وجہ سے نواب بہاولپور صوفی کے ساتھ ساتھ موحد بھی بن گئے۔ میں نے لفظ صوفی کو اہمیت کے ساتھ اس لیے لکھا ہے کہ علامہ مرحوم جب بھی ان علمائے اہل حدیث کا تذکرہ فرماتے تھے تو انہیں خاص طور پر صوفی کہتے میں نے دیکھا کہ مولانا شرف الحق صاحب رحمہ اللہ کی زبان پر لفظ صوفی کے نام سے چڑ نہیں تھی' تزکیۂ نفس اور اصلاح باطن کی طرف ان کا بہت زیادہ رجحان تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

معروف لوگوں کی بیعت اصلاح:۔ ایک تیسری شخصیت وہ جناب عبدالقدوس انصاری صاحب تھے جو میرے والد مرحوم کے ساتھ بہت گہرا تعلق رکھتے تھے کیونکہ والد محترم علم دوست اور علم مزاج تھے' محترم انصاری صاحب مرحوم جب بھی تشریف لاتے تو گھنٹوں محفل رہتی اور میرے والد صاحب خاص طور پر مجھے بٹھاتے فرماتے علمی مجالس ایسی ہیں جیسے ویران کھیتی کیلئے موسلا دھار بارش' کبھی کبھی گفتگو کا موضوع تصوف کی طرف بھی مائل ہو جاتا کیونکہ عبدالقدوس انصاری صاحب مرحوم امام الہند ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کے ساتھ بھی مراسم رکھتے تھے۔ فرمانے لگے ایک دفعہ امام الہند کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ بیعت فرما رہے تھے تو میں نے بھی بیعت کیلئے ہاتھ آگے بڑھایا تو مجھے بھی بیعت کر لیا تو میں نے پوچھا امام صاحب یہ بیعت جہاد ہے یا بیعت اصلاح......؟ فرمایا بیعت میں

سب بیعتیں ہوتی ہیں بیعت جہاد' بیعت تصوف' بیعت سلوک اس میں سب بیعتیں شامل ہوتی ہیں۔ بعض اوقات انصاری صاحب فخر سے فرماتے تھے بعض لوگ کہتے ہیں ہم اہل حدیث تصوف کو نہیں مانتے میں خود ایک مرشد کا بیعت ہو جس مرشد کو امام الہند ابوالکلام رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ انصاری صاحب کی اس بات کا حوالہ مجھے کسی کتاب میں نہ ملا یا میری نظر نہ گئی حالانکہ میں نے مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کو بہت پڑھا۔ پچھلے دنوں مولانا اسحاق بھٹی حفظہ اللہ سے ملاقات میں میرا یہ معمہ حل ہو گیا جس میں آپ حفظہ اللہ نے فرمایا کہ ایک مجلس میں مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ نے ۱۹۲۱ میں امام الہند مولانا ابوالکلام رحمہ اللہ کی بیعت کی اور یہ بات انہوں نے خود بھی لکھی ہے یہ بیعت میاں عبدالعزیز مالواڑہ رحمہ اللہ کے گھر ہوئی اور وہاں مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ بھی موجود تھے۔ اسکے علاوہ مولانا اسحاق بھٹی حفظہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مولانا غلام رسول مہر رحمہ اللہ جو مایہ ناز اہلحدیث محقق، مورخ اور قلم دان تھے ان کی بیعت مولانا محی الدین قصوری رحمہ اللہ سے تھی جو کہ مولانا عبدالقادر قصوری رحمہ اللہ کے بیٹے تھے اور ان کی بیعت اصلاح ولی باکمال صوفی ولی محمد رحمہ اللہ فتوحی والے سے تھی۔

کتاب لکھنے کے اسباب:۔ یہ کچھ نقوش تھے جو میرے ذہن میں تھے پھر ایک اور سبب اس کتاب لکھنے کا جو بنا وہ یہ کہ بہت بڑی تعداد میں اہل حدیث علماء اور عامی لوگ مجھ سے بیعت ہیں اور اصلاحی تعلق قائم کیے ہوئے ہیں' کبھی کبھی ان کے خطوط اور ملاقات میں ان حضرات کی طرف سے جو بات مجھے ملتی وہ یہ کہ ہم کسی کو کہہ دیں کہ ہم بیعت ہیں تو وہ اہل حدیث کہتا ہے کہ تم نے یہ کیا نئے ڈھونگ اختیار کیے ہوئے ہیں کیا ہندوانہ اور جوگیانہ انداز اختیار کیے ہوئے ہو؟ کہاں سے یہ قبر پرستی' اور شرک پرستی کا سلسلہ شروع کیا؟' اس طرح کے سخت جملے سننے پڑتے ہیں' وہ حضرات مجھے خط لکھتے اور ملاقات میں کہتے' ہم نے بیعت تو کر لی مگر پریشان ہو گئے۔ ایک دفعہ میں نے چند اہل حدیث احباب کو جمع کیا اور صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ قلعہ میہاں سنگھ کی سوانح جو مولانا اسحاق بھٹی حفظہ اللہ نے مرتب کی ہیں اور ان کے علاوہ بھی بہت سی کتابوں سے متصوف علماء کی زندگیوں کے اقتباسات اور ان کے حوالہ جات پڑھ کر سنائے ان کی عقل حیران رہ گئی کیونکہ میں شروع سے اہل حدیث علماء' صلحاء' اسلاف' اکابر اور بزرگان دین کا قدردان ہوں تو ان کی کتابیں بہت سی تو مجھے ورثے میں ملیں یعنی میرے والد محترم کی لائبریری میں ملیں اور بہت سی بعد میں میں نے چن چن کر اکٹھی کیں اور جب میں ان کتابوں کو پڑھتا تو ان میں مجھے مسلسل تصوف سلوک' تزکیۂ واحسان ملتا۔ یہ کیفیت سالہا سے میرے دل میں تھی اور سالہا سال سے میں موجودہ کتاب ''علمائے اہلحدیث کا ذوق تصوف'' پر کام کر رہا تھا اور اس سے متعلق کتب اور رسائل اکٹھے کر رہا تھا پھر ایک دفعہ کا واقعہ کچھ اس طرح ہوا کہ میرے پاس علاج کیلئے کچھ اہل حدیث علماء تشریف لائے چھ سات علماء تھے ان میں دو تین قاری تھے اور علماء بھی تھے۔ فرمانے لگے آپ کا درس ہم سنتے ہیں ہمارے دل کی دنیا بدل گئی' زندگی کے دن رات بدل گئے لیکن سنتے چھپ چھپ کر ہیں۔ میں حیران ہوا کہ وجہ کیا ہے......؟ کہنے لگے کہ چونکہ ہمارے موجودہ اہل حدیث طبقہ میں تصوف کا رجحان نہیں ہے تو اس لیے ہم کسی سے اظہار نہیں کر سکتے میں نے ان علماء وقاری حضرات کی یہ بات سنی تو مجھے افسوس ہوا میں نے ان سے عرض کیا کہ تصوف اور سچا تصوف تو خود ورثہ بھی اہل حدیثوں ہی کا تھا' کیا آپ نے اپنے اسلاف اہل حدیثوں کی زندگیوں میں تصوف نہیں پڑھا؟ کہنے لگے: نہیں۔ میں نے انہیں ایک وقت دے دیا وہ جمع ہو کر میرے پاس تشریف لائے۔ میرے پاس اہل حدیث علماء کی کتابوں کا ڈھیر تھا جب اس میں سے ان کو حوالے دکھائے تو ان کی عقل دنگ رہ گئی ایک عالم تو کتاب کو بار بار الٹ پلٹ کر دیکھتے رہے کہ کیا واقعی یہ اہل حدیث کے کسی مطبع نے چھاپی ہے یا کسی اور نے۔ کہنے لگے کہ حیرت کی بات ہے' کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ ان تمام حوالہ جات کو اکٹھا کر کے کوئی کتاب مرتب کر لیں۔ یہ پہلا لفظ تھا اس کتاب کی طرف مجھے مائل کرنے والا۔ اللہ کے فضل سے اس پر کام شروع کیا اور کام بڑھتا گیا' صفحات بڑھتے گئے' حوالے ملتے گئے' اور اتنی ضخیم کتاب بن گئی۔ دل چاہتا ہے کہ ان نیک پاکیزہ علماء، مثالی متصوفین صلحاء رحمہم اللہ کی کتابوں میں سے کچھ

اقتباسات قارئین کی نظر کروں اس سلسلے میں مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی معروف سوانح ''سیدی وابی'' بڑوں کے ذوق تصوف، باہمی آشتی اور رواداری کی کچھ یوں نشاندہی کر رہی ہے:

تصوف کی اہمیت مولانا داؤد غزنوی کی نظر میں

مسائل تصوف پر ایک اجمالی نظر:۔ (کتاب میں ان عنوانات کے تحت بحث کی گئی ہے) تصوف کیا ہے؟ حضرت مجدد رحمہ اللہ سے طبعی مناسبت، طریقت شریعت کا جز ہے، مسائل متفرقہ تصوف، اشغال صوفیہ کی شرعی حیثیت، لطائف کی حقیقت اور تعداد، لطائف ستہ ''الا وھی القلب'' کی تشریح، ذکر لسانی افضل ہے یا ذکر قلبی، بیعت طریقت، کشف و کرامات، توجہ اور تصرف۔

آخر عمر میں ذوق تصوف بڑھ جانا:۔ یوں تو شب خیزی، تہجد گزاری اور کثرت ذکر زندگی بھر آپ رحمہ اللہ کا معمول رہا مگر آخری عمر میں وہ ہمہ تن اور ہمہ دل اللہ کی طرف متوجہ تھے اور تصوف کی طرف اُن کا میلان بہت بڑھ گیا تھا۔ آخری علالت سے قبل تصوف کے بعض عنوانوں پر چند مقالے تحریر فرمائے۔ ان میں سے بعض مقالے عربی میں ہیں اور بعض اردو میں۔

ان مکالمات کی روشنی میں جو اس موضوع پر ان کے ساتھ وقتاً فوقتاً ہوئے اور ان مقالوں کی روشنی میں مختلف مسائل تصوف پر اُن کے رجحانات کی وضاحت کی جاتی ہے۔

تصوف کیا ہے؟ .... اور صوفی کون ہے؟:۔ ''مسائل متفرقہ تصوف'' میں لکھتے ہیں: تصوف لوٹنے پوٹنے کا نام نہیں ہے بلکہ مقامات کا نام تصوف ہے اور مقامات یہی ملکات ہیں۔ اخلاص، رضاء، تواضع وغیرہ۔ ان کو حاصل کرو اور ان کے اضداد، ریا و کبر، حسد و بغض، حرص، طول امل سے باز رہو، بس صوفی ہو گئے۔

(مسائل متفرقہ تصوف ص ا، بحوالہ سوانح داؤد غزنوی ص 357)

تصوف شریعت کو طبیعت بنانے کا نام ہے:۔ ''مسائل متفرقہ تصوف'' میں لکھتے ہیں: ''یاد رکھو اصل مقصد تصوف سے یہ ہے۔ اعمال شرعیہ یعنی طاعت واجبہ و مستحبہ کا بجالانا اور معاصی سے اجتناب کرنا۔ یہ بندہ کی طبیعت ثانیہ بن جائے۔ بس یہ وہ چیز ہے جس سے قُرب و رضائے حق حاصل ہوتی ہے۔ کیفیات و کشفیات کا اس سے کُچھ تعلق نہیں۔ اگر ایک شخص ادائے طاعت و اجتناب عن معاصی میں پختہ ہو، وہ کامل صوفی ہے۔ گو کیفیات کُچھ بھی اس پر وارد نہ ہوتی ہوں اور جس پر کیفیات بکثرت وارد ہوتی ہوں، کشف و تصوف میں ملکہ رکھتا ہو، مگر اوامر و نواہی میں پختگی حاصل نہ ہو، وہ صوفی نہیں۔

حضرت مجدد نقشبندی سے طبعی مُناسبت:۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے ساتھ انہیں طبعی مُناسبت بہت تھی۔ اور اُن کے ''مکتوبات'' کا مطالعہ بڑے التزام سے کرتے تھے۔ ''مکتوبات'' کا وہ نسخہ جو اُن کے زیر مطالعہ رہا راقم الحروف کے پیش نظر ہے۔ سُرخ پنسل سے جگہ جگہ عبارتیں نشان زدہ ہیں بالخصوص وہ عبارتیں جن میں اتباع سنت پر حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ نے زور دیا ہے حضرت والد علیہ الرحمہ نے اُن عبارتوں کو ''مکتوبات'' کی دونوں جلدوں کے شروع میں خالی صفحات پر قلمبند بھی کیا ہے۔ ان میں سے اکثر عبارتیں اُنہیں زبانی یاد تھیں اور خطبوں کے دوران بڑی محبت اور عقیدت کے ساتھ ان عبارتوں کو حرفاً حرفاً نقل کیا کرتے تھے۔

اُن میں سے بعض عبارتیں یہاں نقل کی جاتی ہیں۔ ان عبارتوں سے تصوف کے بارے میں اُن کے رجحانات کے تعین میں مدد ملے گی۔

”طریقت و حقیقت که صوفیه بآں مُمتاز گشته اند، ہر دو خادم شریعت اند۔ کوتاه اندیشاں احوال ومواجید را ازمقاصد مے شمر ندومشاہدات و تجلیات را از مطالب مے انگارند۔ **لاجرم گرفتاراں زندان وہم و خیال می مانند........ازکمالات شریعت محروم میگر وند.**

(مکتوبات ج اص ۹۸)

(طریقت وحقیقت کہ صوفیاء اس سے ممتاز ہیں دونوں خادم شریعت ہیں۔ کوتاہ نظر کیفیات اور وجد کو منزل مقصود سمجھتے ہیں اور مشاہدات وتجلیات کو مطالب شمار کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ اپنے ہی توہمات میں گرفتار اور شریعت کے کمالات سے محروم رہ جاتے ہیں۔

بعد از طی منازل سلوك و قطع مقامات جذب معلوم شدکه مقصود ازیں سیرو سلوك تحصیل مقام اخلاص ست ...... وایں اخلاص جزویست از اجزائے شریعت چه شریعت راسه جزو است علم و عمل و اخلاص .... امافہم ہر کس ایں جا نه رسد۔ اکثر عالم بخواب وخیال آرمیده اندو بجوزو مویز اکتفانموده انداز کمالات شریعت چه دانند وبه حقیقت طریقت و حقیقت چه وارسند۔ شریعت راپوست خیال می کنندو حقیقت رامغزمی دانند. نمی دانند که حقیقت معامله چیست به ترّہات صوفیه مغرورانند وبه احوال ومقامات مفتون۔ ”**ھدا ھم الله سبحانه سواء الطریق**“۔

(مکتوب ج اص ۱۰۴)

(سلوک کی منازل اور جذب کے مقامات طے کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ سیر وسلوک سے مقصد مقام اخلاص کا حصول ہے اور یہ اخلاص شریعت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ شریعت کے تین جزو ہیں۔ علم، عمل اور اخلاص، ہاں البتہ ہر شخص کے فہم کی رسائی اس بات تک نہیں، اکثر خواب وخیال کی دنیا میں مگن ہیں اور ذرا سے روحانی فائدے پر انہوں نے قناعت کر لی ہے۔ شریعت کے کمالات ہی کو نہیں جانتے طریقت وحقیقت کی حقیقت کیا سمجھیں گے شریعت کو چھلکا سمجھتے ہیں اور حقیقت کو مغز جانتے ہیں۔ حقیقت حال سے ناآشنا ہیں۔ صوفیاء کی شطحیات نے انہیں خود فریبی میں مبتلاء کر رکھا ہے اور احوال ومقامات کے فریفتہ ہیں اللہ تعالیٰ انہیں سیدھی راہ کی ہدایت دے)

حضرت غزنوی کا سلسلہ نقشبندیہ سے خصوصی لگاؤ:۔ سلسلہ نقشبندیہ کی طرف ان کا طبعی رجحان بہت تھا۔ طریقہ نقشبندیہ کی تعریف میں مکتوبات کی اس عبارت کو سُرخ پنسل سے نشان لگایا ہے:

”اکابر طریقۂ علیه نقشبندیه قدس الله تعالی اسرار ہم التزام متابعة سنت سنیه نموده اندواختیار عمل بعزیمت فرموده اگر بایں التزام و اختیارایشاں را باحوال و مواجید مشرف سازند نعمت عظیم می دانند و اگرا حوال رانمے پسند ند و آں مواجید رانمی خواہندودراں فتور جز خرابئی خود ہیچ نمی دانندزیرا که برہمناں و جوگیان ہندوو فلاسفه یُونان از قسم تجلیات صوری ومکاشفات مثالی و علوم توحیدی بسیاردار ندا ما غیراز خرابی ورسوائی نتیجه آں ندارندو جُزبعد وحرمان نقدوقت شاں نیست“۔

(اکابر طریقہ نقشبندیہ اتباع سنت کا التزام کرتے ہیں اور رخصت کے بجائے عزیمت پر عمل کرتے ہیں۔

اگر اتباع سنت کا التزام کرتے ہوئے انہیں کیفیات واحوال سے مشرف فرمائیں تو اسے نعمت عظمیٰ جانتے ہیں اور اگر کیفیات واحوال کے وارد ہونے سے اتباع سنت میں کوتاہی ہونے لگے، تو اُن کیفیات واحوال کو پسند نہیں کرتے اور اُن احوال کے خواہاں نہیں ہوتے اور اتباع سنت میں سستی کو اپنے لیے خرابی کا باعث جانتے ہیں۔ اس لیے کہ ہندوستان کے برہمن اور جوگی اور یُونان کے حکماء کو بھی تجلیات صوری، مکاشفات مثالی اور علوم توحیدی سے حصہ وافر حاصل ہے، لیکن خرابی ورسوائی اور بُعد حرماں کے سوا انہیں کُچھ حاصل نہیں ہوا)۔

(سوانح داؤد غزنوی ص 360)

مدارس میں تصوف کی ضرورت واہمیت:۔ ایک دن مجھ سے فرمایا: شریعت کا وہ حصہ جو تزکیۂ باطن سے متعلق ہے۔ اصطلاحاً تصوف کہلاتا ہے۔ فرماتے تھے:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعثت کے بعد جو کام سرانجام دیا، قرآن مجید اسے متعدد جگہوں پر یوں بیان کرتا ہے: ''یتلو علیهم آیاته و یزکیهم و یعلمهم الکتاب والحکمة'' یہ جو بار بار خدا کہتا ہے: ''یزکیهم'' یعنی وہ اُن کا تزکیہ کرتے ہیں۔ اسی تزکیہ کے اصول وآداب کو ہم طریقت یا تصوف سے تعبیر کرتے ہیں۔ افسوس ہے کہ ہماری درسگاہوں میں تعلیم کتاب وحکمت کا تو اہتمام کیا جاتا ہے لیکن تزکیۂ نفس جس کا ذکر قرآن مجید تعلیم کتاب وحکمت کے علاوہ الگ مستقل بالذات بار بار کرتا ہے، اس کا قطعی طور پر کوئی اہتمام نہیں۔

اصطلاحات تصوف کا حکم:۔ میں نے اُن سے پوچھا: کیا تصوف کی مروجہ اصطلاحات کا استعمال آپ کے نزدیک درست ہے؟ تو حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جیسے محدثین کی اصطلاحات ہیں، فقہاء کی اصطلاحات ہیں، صرفیوں اور نحویوں کی اصطلاحات ہیں، اسی طرح تزکیہ نفس کا علم جب باضابطہ طور پر مرتب اور مدون ہُوا تو اصطلاحات ناگزیر تھیں۔

تصوف وفقہ کا فرق اور مآخذ:۔ ایک دن فقہ اور تصوف میں فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا:

بات بڑی سیدھی ہے۔ وضو کن باتوں سے ٹوٹتا ہے؟ نماز کن باتوں سے باطل ہوتی ہے؟ یہ فقہ ہے اور نماز میں حضوری کیسے حاصل ہو؟ رقت اور خشیت کیسے حاصل ہو؟ اور سینے سے چکی کے چلنے کی آواز کیسے آئے؟ یہ تصوف ہے اور دونوں کا مآخذ کتاب وسنت ہے۔

اشغال صوفیاء کی شرعی حیثیت:۔ میں نے ایک روز ان کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ جو صوفیاء کرام کے ہاں لطائف کی مشق ہے۔

''نفی اثبات'' کا مخصوص طریقہ ہے یا ''حبس دم'' کا شغل ہے کیا یہ بدعات ہیں؟ تو حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ بزرگان کرام رحمہم اللہ کا اجتہاد ہے۔

میں نے عرض کیا: اس اجتہاد کی علت کیا ہے؟

فرمانے لگے: نزول انوار دافع وساوس ہوتا ہے پھر انوار رسالت بالخصوص انوار رسالت محمدیہ ﷺ بدرجہ اتم دافع وساوس تھے۔ جب انوار رسالت منقطع ہو گئے، تو وساوس اُبھرنے لگے اور عبادت میں جمعیت خاطر اور یکسوئی باقی نہ رہی۔ قرآن کے اس حکم پر عمل مشکل ہوا کہ اُٹھتے بیٹھتے، پہلو بدلتے ہوئے اللہ کا ذکر کرو۔ حدیث میں ہے کہ حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ انوار رسالت کے منقطع ہو جانے کی وجہ سے دوام ذکر ممکن العمل نہ رہا۔ پس دوام ذکر حاصل کرنے کے لیے اور عبادت میں جمعیت خاطر اور یکسوئی پیدا کرنے کے لیے بزرگان کرام رحمہم اللہ نے اجتہاد کیا۔ فرمایا: اگر معاملات میں اجتہاد ہو سکتا ہے تو عبادت میں جمعیت خاطر پیدا کرنے کے لیے اجتہاد کیوں نہیں ہو سکتا۔

اشغال صوفیاء پر اعتراض کا شافی جواب:۔ پھر ایک شام بندہ عاجز ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں بتایا کہ بعض علماء سے اشغال صوفیاء پر مجھے گفتگو کا اتفاق ہوا ہے اور وہ انہیں بدعات اور محدثات قرار دیتے ہیں۔

حضرت والد علیہ الرحمۃ کی پیشانی پر شکن پڑ گئی اور فرمانے لگے:

ان علماء کا ذہن صاف ہونا چاہیے۔ جب وہ ان اشغال کو بدعات قرار دیتے ہیں تو دُوسرے لفظوں میں وہ معاذ اللہ خاکم بدہن یہ کہتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ بدعتی تھے، حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ بدعتی تھے، حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ، حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ اور حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ سب بدعتی تھے۔ ایک طرف تو یہی علماء ہندوستان میں اپنی تاریخ کا آغاز ان ہی بزرگوں سے کرتے ہیں اور ان کے ساتھ نسبت ملاتے ہیں، دوسری طرف ان بزرگوں کے اجتہادات کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ اس منطقی تضاد سے انہیں نجات پانی چاہئے۔

اصلاح احوال کیلئے اشغال صوفیاء کی اشدترین ضرورت:۔ ”معارف اللطائف“ میں یوں رقمطراز ہیں:

صوفیائے کرام رحمہم اللہ کے اشغال کو بعض حضرات اس لیے پسند نہیں کرتے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منقول نہیں لیکن اگر ذرا دقت نظر سے یہ حضرات دیکھتے تو ان پر واضح ہو جاتا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان اشغال و مراقبات کی ضرورت ہی نہ تھی کیونکہ ان کو سید الانبیاء والمرسلین ﷺ کی صحبت کے فیوض سے بہرہ ور اور آپ ﷺ کے انفاس طیبہ کی برکات سے مستفیض ہونے کی سعادت حاصل تھی اور اس فیضان کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قلوب و اذہان ایسے قوی اور کامل استعداد کے مالک تھے کہ اُن کو ان اشغال و مراقبات کو واسطہ مقصود بنانے کی ضرورت نہ تھی، فرائض و سنن کی بجا آوری محرمات بلکہ مشتبہات سے اجتناب ہی ان اشعار وغیرہ کے ثمرات کے حصول کے لیے کافی تھے اس کی مثال یوں سمجھئے کہ علوم مروّجہ (صرف ونحو اور مرتب فقہ و اصول فقہ) صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے عہد مبارک میں مدون نہیں ہوئے تھے کیونکہ عرب ہونے کی وجہ سے وہ قواعد صرف ونحو کے محتاج نہ تھے اور عام مسائل دریافت کرنے میں آپ ﷺ کی ذات بابرکت ہی کافی تھی۔ لیکن بعد میں جب اسلام جزیرۃ العرب سے نکل کر عجم میں پہنچا اور خاص آپ ﷺ کی ذات اقدس سے بُعد ہوتا چلا گیا ہر قسم کی ظاہری اور باطنی ضروریات اور حل مشکلات کے لیے تدوین علوم کی ضرورتوں کا احساس ہوتا گیا۔ علماء کرام اور ائمہ ہدیٰ رحمہم اللہ نے بہت جلد باحسن وجوہ ان ضرورتوں کو پورا کیا محدثین جمع و تدوین حدیث اور فقہ الحدیث کے مرتب کرنے، فقہاء قانون اسلام کے مدون کرنے اور اصول احکام کے مرتب کرنے کی طرف متوجہ ہو گئے اور بعض اہل علم نے امانت باطنی کی حفاظت اور اس کی اصلاح کی طرف اپنی توجہات کو منعطف کیا جن کی برکت سے اصلاح نفس تزکیۂ نفس اور مجاہدہ نفس کے قواعد مرتب ہوئے اور دنیا ان کے فیوض و برکات روحانی سے مستفیض ہوئے۔

”جزاهم الله عنا وعن سائر المسلمين احسن الجزاء“۔

اس مقالے کے آخری لفظ کو سنئے اگر گوش نصیحت نیوش ہے۔

بہر حال ہم لوگ بعد زمانہ نبوت کی وجہ سے ضعیف الاستعداد اور دنیا کے ظاہری حسن و جمال سے بہت متاثر اور ضعیف الایمان ہیں۔ اس لیے ہم جیسے لوگوں کو تزکیہ نفس اور وصول الی اللہ (جو ثقلین کی پیدائش کی حکمت اصلیہ ہے) کے لیے ان وسائل وتدابیر کی شدید ترین حاجت ہے اور تجربہ اس کا شاہد ہے۔

لطائف کی حقیقت اور تعداد:۔ ''معارف اللطائف ''میں لکھتے ہیں:

حکماء اور صوفیاء دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ انسان مرکب تو ضرور ہے لیکن اس کے تمام اجزاء مادی نہیں بلکہ بعض اجزا مادی ہیں اور بعض غیر مادی۔ اس کے بعد ان میں یہ اختلاف نظر آتا ہے کہ حکماء صرف نفس ناطقہ کے غیر مادی ہونے کے قائل ہیں۔ صوفیاء کے نزدیک اجزاء غیر مادی متعدد ہیں اور صرف نفس ناطقہ ہی نہیں بلکہ پانچ جزو غیر مادی ہیں۔ صوفیاء کے نزدیک انسان دس اجزاء سے مرکب ہے۔ پانچ مادی اور پانچ غیر مادی ہیں۔

مادی اجزاء انسانی یہ ہیں: عناصر اربع آب، خاک، ہوا اور آگ اور نفس کے غیر مادی اجزاء یہ ہیں: قلب، روح، سر، خفی اور اخفی۔ انہی اجزاء خمسہ مجردہ یعنی غیر مادیہ کا نام لطائف خمسہ ہے۔

لطائف ستہ:۔ بعض صوفیاء اپنی اصطلاح میں ان میں نفس کو بھی شامل کر لیتے ہیں اور مجموعہ کو لطائف ستہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ آج کل یہی نام مشہور ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں اکثر لطائف خمسہ کا عنوان نظر آتا ہے صحیح یہی ہے کہ لطائف خمسہ ہی ہیں۔ جن بزرگوں نے نفس کو بھی ان لطائف کے ساتھ شمار کیا ہے اُنہوں نے تغلیباً ذکر کیا ہے جیسا کہ قمرین اور عمرین وغیرہ (شمس وقمر اور ابوبکرؓ وعمرؓ کے لیے) میں تغلیباً کہا جاتا ہے۔ چونکہ صوفیاء لطائف خمسہ کے ساتھ نفس کے آثار واحوال سے بھی بحث کرتے ہیں، اس لیے بعض بزرگوں نے مقاصد تصوف کے لحاظ سے نفس کو تغلیباً لطائف میں شمار کر کے لطائف ستہ قرار دیئے ہیں۔

(''معارف اللطائف'' بحوالہ سوانح داؤد غزنوی ص 365)

لطائف کی علمی بحث:۔ مشائخ نقشبند کے ہاں لطائف خمسہ میں سے ہر لطیفہ کو علیحدہ علیحدہ ذاکر بنانے کی مشق کرائی جاتی ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ صرف قلب سے ذکر کی مشق کی جائے اور محض لطیفہ قلب کے مسلسل اور پیہم ذکر سے وہ تمام ثمرات اور نتائج حاصل ہو جاتے ہیں جو لطائف کی مشق سے حاصل کیے جاتے ہیں یہ حضرات لطائف کی طرف تفصیلی توجہ کو حجاب سمجھتے ہیں۔ مشائخ کا اختلاف تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے بعد حضرت والد علیہ الرحمہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے طریقے کو ترجیح دیتے ہیں۔ حضرت لکھتے ہیں:

احادیث میں ایسے امور کے سلسلہ میں صرف قلب ہی کا ذکر آتا ہے اور چونکہ لطائف کا شغل رکھنے والے حضرات کے نزدیک لطائف خمسہ میں باہم اتصال ہے اس لیے صرف ذکر قلب سے ہی بقیہ لطائف میں آثار وافعال مذکورہ سرایت کر جاتے ہیں کیونکہ یہ مرایا متعاکسہ کی طرح ہیں۔ (معارف اللطائف ص 5)

اس کے بعد ''معارف اللطائف ''میں یہ بحث کی گئی ہے کہ لطیفہ قلب اور قلب صنوبری (مضغہ لحم) کا آپس میں کیا تعلق ہے اور اس مشہور حدیث شریف کی تشریح کی گئی ہے کہ ''جسم میں ایک لوتھڑا ہے جب سنور جاتا ہے تو سارا جسم

سنور جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو پُورا جسم بگڑ جاتا ہے اور دیکھو وہ دل ہے''۔ فرماتے ہیں:

اس سلسلے میں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرات صوفیائے کرام رحمہم اللہ کے نزدیک قلب صنوبر (مضغہ، لحم) اور شے ہے اور وہ قلب جو لطیفہ ہے، دوسری چیز ہے۔ قلب صنوبری جسد ظاہری کا جزو ہے اور وہ قلب جو لطیفہ ہے اس کا تعلق قلب صنوبری سے افاضۂ آثار و انوار کا ہے۔ جیسے حکماء بیان کرتے ہیں کہ نفس ناطقہ مجرد ہے اور جزو بدن نہیں مگر اس کا تعلق بدن سے تصرف و تدبیر کا ہے۔ ایسے میں بقیہ لطائف اربع کا بھی خاص خاص مقامات جسم سے ایسا ہی تعلق ہے۔ اسی تعلق کی وجہ سے جب ذاکر لطائف سے ذکر کرنا چاہتا ہے تو ان لطائف کے خاص خاص مقامات کی جانب جن کو ان لطائف سے تعلق ہے توجہ کرتا ہے۔ اسی لیے جب لطیفہ قلب کو ذاکر بنایا جاتا ہے تو قلب صنوبری کی جانب توجہ کی جاتی ہے۔ علی ہذ القیاس دُوسرے لطائف بھی۔

(معارف اللطائف ص 5 بحوالہ سوانح داؤد غزنوی ص 365)

الاوهی القلب کی تشریح:۔ حدیث شریف میں ہے:'' ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله الا وهی القلب'' اس کی بناء پر یہ شبہ وارد ہو سکتا ہے کہ جس قلب کی اصلاح سے سارے جسم کی اصلاح ہو جاتی ہے اسے ''مضغة'' فرمایا تو یہ قلب صنوبری ہوا نہ کہ لطیفہ قلب اس کے متعلق حضرات مشائخ نے یہ فرمایا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ حدیث میں قلب سے مراد گو لطیفہ قلب نہیں بلکہ ''مضغة'' ہی مذکور ہے مگر یہ حکم ''اذا صلحت صلح الجسد کله'' دراصل اسی لطیفہ قلب کا ہے جس کو ''مضغة'' یا قلب صنوبری سے غایت اتصال اور تعلق کی وجہ سے ذکر فرمایا جیسے حالت ادراکیہ کو صورت علمیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ (معارف اللطائف ص ٦)

حضرت نے ''معارف اللطائف'' میں اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ لطائف کی مشق کسی کی ولایت کی دلیل نہیں اور اصل مقصود دوام ذکر کا حصول اور ملکہ یادداشت کا رسوخ ہے۔ اسی مقالے میں یوں رقمطراز ہیں:

یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ لطائف کے آثار کا ظہور و تحقیق ولایت کی دلیل نہیں اور نہ ان آثار و کوائف کے وجود سے مقبولیت پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔ الغرض ذکر لطائف وسلطان الاذکار وغیرہ سے مقصود اصلی یہ ہے کہ ذاکر کے دل و دماغ میں ایک مستحکم و راسخ ملکہ یادداشت پیدا ہو جائے جس کی وجہ سے اکثر اوقات مقصود سے ذہول اور غفلت نہ ہو بلکہ ذکر میں مشغول رہے، اسی کثرت کو صوفیاء کے کلام میں دوام ذکر سے تعبیر کیا جاتا ہے، جسے ہم عدم ذہول سے بھی تعبیر کر لیتے ہیں۔ کیونکہ ہر شے کا دوام اس کی مناسبت سے ہوا کرتا ہے۔ مثلاً زید کہتا ہے کہ میں ہمیشہ پانچوں نمازیں پڑھتا ہوں، تو اس فقرہ میں ہمیشہ سے مراد روزانہ ہوگی اور عمر کہتا ہے کہ میں ہمیشہ جمعہ کی نماز ادا کرتا ہوں تو یہاں ہمیشہ سے مراد ہر ہفتے ہوگا اور بکر کہتا ہے کہ میں ہمیشہ عید الفطر کی نماز پڑھتا ہوں تو یہاں ہمیشہ سے مراد سالانہ ہوگی۔ اسی قاعدے کے مطابق ذکر کے دوام سے مراد ذکر کے مناسب ہوگا اور وہ ہے کہ اکثر اوقات میں عدم ذہول کیونکہ اوقات کے ایک ایک لمحہ کا مصروف ذکر ہونا عادتاً محال اور ناممکن ہے۔ نیند وغیرہ امور جو انسانی زندگی کے لیے عادتاً لازمی اور لابدی ہیں ان میں ذہول لازمی ہے اسی لیے بعض حضرات صوفیاء نے لفظ دوام کا استعمال ترک کر دیا ہے اور فرمایا ہے کہ طریقت میں مقصود کثرت ذکر اور دوام طاعت ہے جیسا کہ حافظ شیرازی رحمہ اللہ نے کہا ہے:

دربزم عیش یک دو قدح نوش کن برو　　یعنی طمع مدار وصال دوام را

(معارف اللطائف ص 15 بحوالہ سوانح داؤد غزنوی ص 366)

ذکر لسانی افضل یا ذکر قلبی :۔ اس بارے میں اُن کی رائے وہی تھی جس کا اظہار حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ''الوابل الصّیب'' میں کیا ہے۔ اپنے مقالے ذکر اللہ عز وجل میں حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: الذکر تارۃ یکون بالقلب واللسان، وذٰلك افضل الذکر، وبالقلب وحدہ تارۃ وھی الدرجۃ الثانیۃ، وباللسان وحدہ تارۃ وھی الدرجۃ الثالثۃ افضل الذکر ما تواطأعلیہ القلب واللسان، وانما کان ذکر القلب وحدہ افضل من ذکر اللسان وحدہ لان ذکر القلب یثمر المعرفۃ و یھیج المحبۃ و یثیر الحیاء و یبعث علی المخافۃ و یدعو الی المراقبۃو یردع عن التقصیر فی الطاعات والتھاون فی المعاصی والسئیات، وذکر اللسان وحدہ لایوجب شئیاً من ھذہ الآثار، ان اثمر شیئا منھا فثمرۃ ضعیفۃ۔

(ذکر کبھی بیک وقت دل اور زبان سے ہوتا ہے اور یہ ذکر کی سب سے افضل صورت ہے اور کبھی صرف دل سے ہوتا ہے اور فضیلت کے لحاظ سے یہ دوسرے درجے کا ذکر ہے اور کبھی صرف زبان سے ہوتا ہے اور یہ ذکر کا تیسرا درجہ ہے، سب سے افضل ذکر وہ ہے جس میں دل اور زبان میں ہم آہنگی ہو اور صرف قلبی ذکر، صرف ذکر لسانی سے افضل ہے اس لیے ذکر قلبی سے معرفت پیدا ہوتی ہے محبت اور حیا اُبھرتی ہے ذکر قلبی خشیت کا باعث ہے اور مراقبے کی استعداد پیدا کرتا ہے اور طاعات میں کوتاہی سے روکتا ہے اور نافرمانیوں اور بداعمالیوں کو حقیر سمجھنے سے باز رکھتا ہے اور ذکر لسانی تنہا ایسے کوئی نتائج پیدا نہیں کرتا اور اگر کوئی اثر پیدا کرے بھی تو بہت ہلکا ہوتا ہے۔

بیعت طریقت مسنون اور موجب برکات :۔ بیعت طریقت کے بارے میں حضرت والد علیہ الرحمۃ کی رائے وہی تھی جس کا اظہار حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے ''القول الجمیل'' میں کیا۔ بیعت طریقت کو مسنون اور موجب برکات سمجھتے تھے۔ فرماتے تھے کہ یہ کہنا درست نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں صرف بیعت اسلام اور بیعت جہاد ہی تھی۔ مُسلم شریف، ابوداؤد اور نسائی کی اس حدیث سے استدلال فرماتے تھے:

''عن عوف بن مالك الاشجعی رضی اللہ عنہ قال: کنا عند النبی ﷺ تسعۃ اوثمانیۃاوسبعۃ فقال: ''الاتبایعون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فبسطناایدینا وقلنا: علی مانبایعك یا رسول اللہ؟ قال: علی ان تعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہٖ شیئا وتصلوالصلوات الخمس وتسمعوا وتطیعواو اسر کلمۃ خفیفۃ قال ولا تسئلوا الناس شیئا فلقد رأیت بعض اولئك النفر یسقط سوط احدھم فما یسئال احداً یناولہ ایاہ''

(حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر تھے۔ ہم سات آدمی تھے یا آٹھ یا نو ہوں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم اللہ کے رسول ﷺ سے بیعت نہیں کرتے؟ ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کس امر پر آپ ﷺ کی بیعت کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان باتوں پر بیعت کرو کہ تم اللہ کی عبادت کرو گے اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ گے اور پانچ وقت نماز پڑھو گے اور احکام توجہ سے سنو گے اور اطاعت کرو گے اور ایک بات آہستہ کی اور وہ یہ تھی کہ لوگوں سے کوئی چیز مت مانگو۔

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ان میں سے بعض افراد کو دیکھا کہ اُن میں سے کسی کا کوڑا اگر جاتا تو وہ بھی کسی سے نہ مانگتا کہ اُسے اُٹھا کر دے دے۔

فرماتے تھے: یہ بات بالکل واضح ہے کہ اس حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخاطب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، اس لیے یہ بیعت اسلام نہ تھی اور بیعت کے مضمون سے ظاہر ہے کہ بیعت جہاد بھی نہ تھی بلکہ اعمال صالحہ کے التزام واہتمام پر بیعت لی گئی اور صُوفیائے کرام کے ہاں جو بیعت معمول ہے، اس کی حقیقت بھی اعمال صالحہ کے التزام واہتمام کا معاہدہ ہے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 368)

کشف وکرامات:۔ وہ اس بات کے قائل تھے کہ اولیاء اللہ کو کشف ہوتا ہے اور خرق عادت بات کا ظہور بھی اُن سے ہوسکتا ہے۔ لیکن کشف وکرامت کو ولایت کی کسوٹی نہیں مانتے تھے۔ فرماتے تھے کہ کشف، کافر، ملحد اور دہریے کو بھی ہوسکتا ہے۔ مجاہدے اور ریاضت سے انسان میں بعض باطنی قوتیں پیدا ہوجاتی ہیں، جن کی وجہ سے ریاضت کرنے والے کو کشف ہونے لگتا ہے اور شریعت میں کشفی علوم کو حجت نہ مانتے تھے۔ اسی طرح خرق عادت کا ظہور، فرماتے تھے کہ جوگیوں سے بھی ہوتا ہے اور یہ ریاضت کا ثمرہ ہے۔ کسی کی ولایت کی دلیل نہیں۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے عمر بھر کسی بھی خرق عادت بات کا ظہور نہیں ہوا، اس کے باوجود وہ تمام اُمت سے افضل ہیں۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 370)

توجہ اور تصرف فی الذات مضموم نہیں:۔ توجہ اور تصرف کے بارے میں بھی اُن کی رائے یہ تھی کہ اسے کمال اور قُرب الٰہی میں کوئی دخل نہیں اور نہ ولایت ومقبولیت کی علامت ہے کیونکہ توجہ میں یکسوئی کی مشق سے ایک فاسق وفاجر آدمی بھی اپنی ہمت باطنی کو مضبوط اور قوی بنا سکتا ہے۔ مسمریزم اور عمل تنویم کا دارومدار بھی ہمت باطنی کی مشق پر ہے۔ مشائخ میں بھی یہ قوت کثرت مجاہدہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس قوت کا استعمال اگر کسی نیک مقصد کے لیے ہو، تو اس تصرف کو بھی محمود سمجھا جائے گا اور اگر مقصود مذموم ہے تو یہ تصرف بھی مذموم ہوگا۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 370)

ائمہ سے سوئے ظن کا وبال:۔ ان کے فقہی مؤقف پر ان سے بارہا گفتگو ہوئی۔ وہ فقہائے کرام بالخصوص ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کی مساعی جمیلہ کو بنظر استحسان دیکھتے تھے۔ ایک مضمون میں اپنے فقہی مؤقف کی وضاحت کرتے ہُوئے لکھتے ہیں:

ائمہ دین رحمہم اللہ نے جو دین کی خدمت کی ہے۔ اُمت قیامت تک ان کے احسان سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتی۔ ہمارے نزدیک ائمہ دین کے لیے جو شخص دل میں سُوءِ ظن رکھتا ہے یا زبان سے ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کے الفاظ استعمال کرتا ہے، یہ اس کی شقاوت قلبی کی علامت ہے اور میرے نزدیک اس کے سوءِ خاتمہ کا خوف ہے، ہمارے نزدیک ائمہ دین رحمہم اللہ کی ہدایت ودرایت پر اُمت کا اجماع ہے۔

تقلید کے بارے میں آپکا نکتہ نظر:۔ اس عاجز نے اپنے والد بزرگوار مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ کے درس میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی یہ عبارت اس کثرت سے سنی ہے کہ طالب علمی کے زمانہ سے مجھے یاد ہے۔ فرمایا کرتے تھے:

قولنا فیہا (فی مسئلۃ الصفات) ماقال اللہ وقال رسولہ و السابقون الاوّلون من المحاجرین والانصار الذین اتبعو ھم باحسان رضی اللہ عنھم و رضواعنہ وائمۃ الھدٰی الذین اجمع المسلمون

علی ھدایتھم و درایتھم ۔ھذا قولنا فی ھذاالبا ب وفی غیرہٖ

یعنی صفات کے مسئلہ میں ہمارا فتویٰ وہی ہے جو اللہ عز و جل نے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور جو عقیدہ صحابہ کرام، مہاجرین وانصار کا اور ان کے تابعین کا تھا رضی اللہ عنھم ورضواعنه جو فتویٰ ائمہ دین کا ہے، جن کی ہدایت ودرایت پر اُمت کا اجماع ہے اور یہی ہمارے فتویٰ کا انداز ہے مسئلہ صفات کے بارے میں اور دُوسرے مسائل کے بارے میں۔

حضرت والد بزرگوار جس وقت ''اجمع المسلمون علی ھدایتھم ودرایتھم'' پر پہنچتے تو اس فقرہ کو کئی بار ارشاد فرماتے اس وقت آپ کی آواز بلند ہو جاتی اور آپ رحمہ اللہ کا چہرہ مبارک جلال ایمان سے سُرخ ہو جاتا اور ہمیشہ اپنے درس میں امام احمد رحمہ اللہ کی یہ نصیحت ہمیں ارشاد فرماتے:

''ایاك ان تتکلم فی مسئلة لیس لك فیھا امام'' دیکھو کسی ایسے مسئلے میں گفتگو نہ کرنا جس میں کسی امام کا فتویٰ تمہیں حاصل نہ ہو۔ (دیکھئے ان کا مضمون استدراک ''الاعتصام'' شمارہ ۱۵ اگست ۱۹۵۸)

یہ ہے مؤقف اور مسلک حضرت والد علیہ الرحمۃ کا جو انہیں ان کے اساتذہ اور اسلاف کرام رحمہم اللہ سے ملا تھا۔ وہ تقلید کو بعض حالتوں میں واجب قرار دیتے تھے اور بعض حالتوں میں اسے جائز سمجھتے تھے۔

ائمہ اہل سنت میں سے کسی ایک امام کی تقلید کو جو بغیر کسی تعین کے ہو واجب قرار دیتے تھے۔ اور ایک امام معین کی تقلید بشرطیکہ اس تعین کو امر شرعی نہ سمجھا جائے مباح قرار دیتے تھے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 375)

اختلافات دور کرنے کی فکر:۔ میرا فقہی مؤقف وہی ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا مؤقف تھا اور اُنہوں نے ''عقدالجید، الانصاف، حجة الله البالغه اور تفهيمات'' میں شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور یہی مذہب تھا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ کا اور یہی مذہب تھا میاں نذیر حسین رحمہ اللہ کا اور یہی مذہب تھا مولانا حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ کا۔

اہلحدیث اور احناف کے درمیان فاصلوں کو کم کرنے کی کوشش کرتے رہے اور فرقہ وارانہ عصبیت کی آگ بجھانے کی مسلسل تگ و دو کرتے رہے۔ اہلحدیثوں کو حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے ادب واحترام کی تلقین کرتے رہے اور احناف کو حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت امام ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ کی تکریم وتعظیم ملحوظ رکھنے کی نصیحت کرتے رہے۔ اس سلسلے میں ان کے ارشادات ملاحظہ فرمایئے۔

علمائے اہلحدیث اور مقام امام ابو حنیفہ:۔ بعض دیوبندی احباب کہا کرتے ہیں کہ غزنوی خاندان کے علماء کا مسلک اس بارے میں قابل ستائش ہے لیکن دُوسرے علماء اہل حدیث کا یہ مسلک نہیں، اس لیے بعض مقتدر علماء اہل حدیث کے اقتباسات ذکر کرتا ہوں شاید کہ دلوں سے کدورت دور ہو اور سوءظن کی جو عام بیماری ہے وہ دور ہو سکے۔

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ ہماری جماعت کے مشہور مقتدر علماء میں سے تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب ''تاریخ اہلحدیث'' میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی مدح وتوصیف اور ان کے خلاف ارجاء وغیرہ الزامات کے دفعیہ میں 29x23\8 سائز کے صفحات وقف کیے اور مقتدر مشاہیر علماء سلف مثلاً امام ابن تیمیہ, امام ذہبی, حافظ امام ابن حجر اور علامہ شہرستانی رحمہم اللہ کے اقوال نقل کر کے یہ بتلایا ہے۔ ''الناس فی ابی حنیفة حاسد اوجاھل''

یعنی حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حق میں بری رائے رکھنے والے کُچھ لوگ تو حاسد ہیں اور کُچھ ان کے مقام سے بے خبر ہیں۔

پھر کسی جگہ ان کا ذکر امام اعظم رحمہ اللہ کے نام سے کرتے ہیں۔ کسی جگہ سیدنا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہہ کر ادب واحترام سے ذکر کرتے ہیں اس ساری بحث کو آخر میں مولانا محمد ابراہیم رحمہ اللہ کے اس فقرہ کے ساتھ ختم کر دیتے ہیں۔

(خلاصۃ الکلام یہ کہ نعیم کی شخصیت ایسی نہیں ہے اس کی روایت کی بناء پر حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسے بزرگ امام کے حق میں بدگوئی کریں۔ جن کو حافظ ذہبی رحمہ اللہ جیسے ناقد الرجال امام اعظم رحمہ اللہ کے معزز لقب سے یاد کرتے ہیں اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ''البدایہ و النہایہ'' میں آپ رحمہ اللہ کی نہایت تعریف کرتے ہیں اور آپ رحمہ اللہ کے حق میں فرماتے ہیں" احد ائمۃ الاسلام وسادۃ الاسلام واحد ارکان العلماء واحد الائمۃ الاربعۃ اصحاب المذاھب المتبوعۃ" نیز حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ عبداللہ بن داؤد حریبی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا لوگوں کو مناسب ہے کہ اپنی نماز میں امام ابوحنیفہ کے لیے دُعا کیا کریں کیونکہ اُنہوں نے ان پر فقہ اور سنن (نبویہ) کو محفوظ رکھا۔ (البدایہ والنہایہ جلد دہم ص ۱۰۷ بحوالہ سوانح داؤد غزنوی ص 377)

صوفیاء پر تنقید دکھی صدا........!!:۔ (مولانا اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ لکھتے ہیں): گزارش یہ ہے کہ بیس پچیس برس سے ہمارے بعض اصحاب قلم نے صوفیاء پر تنقید کو اپنے لیے ضروری قرار دے رکھا ہے۔ مولانا صلاح الدین کی بعض تصانیف کے ناموں سے اشارے ملتے ہیں کہ انہوں نے بھی اپنی تحقیق کے مطابق یہ فریضہ ادا فرمایا ہے۔ میں نے ان کی کتابیں نہیں پڑھیں، اس لیے مجھے نہیں معلوم کہ ان کے نزدیک ''صوفی'' کی کیا تعریف (ڈیفی نیشن) ہے۔ برصغیر میں صوفی کا اطلاق نیک، پرہیز گار، ہمدرد خلائق اور احکام شریعت کی پابندی کرنے والے شخص پر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں قبول فرماتا ہے، اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل پیرا ہوتے اور اس کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔

ہمارے برگزیدہ اہلحدیث صوفیاء: دور نہ جایئے صرف پنجاب کی جماعت اہلحدیث کو دیکھئے کہ ان میں حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ، سید الامام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ، مولانا غلام رسول رحمہ اللہ (قلعہ میہاں سنگھ والے) مولانا صوفی محمد سلیمان رحمہ اللہ (روڑی والے) صوفی ولی محمد رحمہ اللہ (فتوحی والا) قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ اور صوفی عبداللہ رحمہ اللہ (ساکن ماموں کانجن) کا شمار انہی برگزیدہ ہستیوں میں ہوتا تھا۔ ان کی تبلیغ اور صالحیت سے متاثر ہو کر جہاں بے شمار بے عمل مسلمان باعمل ہوئے وہاں بہت سے غیر مسلمانوں نے کفر کی راہ ترک کر کے اسلام کی راہ اختیار کی۔ (دبستان حدیث ص ۶۳۴)

برصغیر کے مخلص صوفیاء: اسی طرح آج سے سینکڑوں برس قبل کے برصغیر میں بہت سے بزرگان دین اور صوفیائے عظام کی مساعئ تبلیغ سے لاتعداد غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ ان صوفیاء میں شیخ علی ہجویری رحمہ اللہ، شیخ مسعود بابا فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ، شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی رحمہ اللہ، شیخ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ، شیخ معین الدین اجمیری رحمہ اللہ اور دیگر بہت سے حضرات شامل ہیں۔ ان میں سے کبھی کسی نے اپنے آپ کو نہ بزرگ قرار دیا، نہ کسی نے صوفی کہلایا، اور نہ کسی نے متقی ہونے کا اعلان کیا۔ لیکن چوں کہ وہ پرہیز گار، عبادت گزار اور زاہد پیشہ لوگ تھے، اس لیے برصغیر کی مذہبی اور دینی تاریخ کی کتابوں میں انہیں ''صوفیاء'' لکھا گیا۔ ان کے قول وعمل کے

بعض پہلوؤں سے اختلاف بھی ہوسکتا ہے اور شرعی حدود میں رہ کر اختلاف کرنا کوئی بری بات نہیں، لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ ان کی تعلیم کو بعض لوگوں نے بگاڑ کر پیش کیا اور بگاڑ کا یہ سلسلہ بہت پرانا ہے۔ جس طرح لوگوں نے بعض مصالح کی بناء پر حدیثیں گھڑلیں اور ایسی باتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائیں، اسی طرح بزرگانِ دین کی تعلیم میں بھی اپنے دنیوی مفاد کی خاطر غلط باتیں داخل کر دی گئیں۔ ماہرین فن حدیث پر اللہ تعالیٰ کی لاکھ لاکھ رحمتیں ہوں کہ انہوں نے موضوع احادیث کی نشان دہی فرما دی۔ یہ فقیر اللہ تعالیٰ سے معافی اور قارئین کرام سے معذرت خواہ ہے کہ من گھڑت باتوں کو ’’احادیث‘‘ قرار دے رہا ہے، لیکن مجبوری یہ ہے کہ موضوعات کو ’’احادیث‘‘ ہی لکھا جاتا ہے۔ یعنی موضوع بھی ہیں اور احادیث بھی ہیں ’’انا للہ وانا الیہ راجعون‘‘ ہمیں خود ہی سوچنا چاہیے کہ بزرگان دین کی تعلیمات کے کن کن حصوں کو غلط رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ ان کی کتابوں کی عبارتیں بھی بدلی گئی ہوں گی۔

بعض حضرات چمٹے بجانے اور دھوتی رمانے والوں کو ’’صوفی‘‘ قرار دیتے ہیں۔ ان کو صوفی کہنا اس لفظ کی توہین ہے۔ بہر حال اس فقیر کا مطالعاتی اور ذاتی رابطہ ان صوفیاء سے پڑا ہے جو عالم بھی تھے اور متقی بھی۔ بحمد اللہ غلط کردار ’’صوفیوں‘‘ سے نہیں پڑا۔

سینکڑوں برس قبل کے برصغیر میں اسلام کی اشاعت کے سلسلے میں صوفیاء کی کوششوں سے انکار کرنا بہت مشکل ہے۔ ذرا غور فرمائیے صدیوں پیشتر اجمیر اور اسکے اردگرد کے علاقے میں معروف معنی کے کس عالم دین نے اسلام کی تبلیغ کی تھی؟ فیروز پور، فرید کوٹ اور پاکپتن کے جنگلوں میں کون سے عالم دین اسلام کی اشاعت کے لیے گئے تھے؟۔ ’’فرید کوٹ‘‘ کا تو نام ہی بابا فرید الدین رحمہ اللہ کے نام پر رکھا گیا ہے۔

بہر کیف میرے خیال میں یہ مسئلہ بہت نازک ہے۔ ہمارے علمائے کرام کو اس موضوع کی اصل کتابیں پڑھ کر ہی اظہار رائے کرنا چاہیے اور یہ زیادہ تر کتابیں فارسی زبان میں ہیں اور فارسی زبان کی کتابوں کا مطالعہ علمائے کرام کے لیے نہایت آسان ہے۔ جو چیزیں الحاقی یا غلط ہیں، انہیں چھوڑ دیجئے۔ لیکن بزرگوں کا ذکر احترام سے کیجیے۔

(دبستان حدیث ص ۶۳۴)

کرامات پر اعتراض کرنے والے: یاد رہے دنیا اللہ کے صالح بندوں سے کبھی خالی نہیں رہی۔ بعض لوگوں کو بزرگان دین کی کرامات اور قبولیتِ دعا کے واقعات پر اعتراض کرنے کی عادت ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ سب لوگ ہماری طرح کے بے عمل ہیں، جس طرح ہماری دعا قبول نہیں ہوتی، اسی طرح کسی کی بھی نہیں ہوتی۔ انتہی

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۹)

میں نہایت مشکور ہوں:۔ اس کتاب کے مرتب کرنے میں میرے ساتھ اہل حدیث علماء نے بہت تعاون کیا اپنی ذاتی لائبریریاں پیش کیں اور بہت شفقت اور محبت فرمائی۔ ان میں سب سے پہلے فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا سید ثناء اللہ گیلانی حفظہ اللہ اور ان کے بھائی فضیلۃ الشیخ جناب مولانا محمد سید عبداللہ حفظہ اللہ امیر جمعیت اہل حدیث مرید کے نے اپنا سارا کتب خانہ استفادے کیلئے نہایت شفقت اور محبت سے عنایت فرمایا۔ جناب مولانا پروفیسر ضیا الرحمٰن گیلانی صاحب حفظہ اللہ سیالکوٹی نے اپنا تمام کتب خانہ نہایت شفقت سے عنایت فرمایا۔ ان کے کتب خانوں سے مجھے بہت پرانی پرانی اور نادر ونایاب کتابیں، اقتباسات وحوالہ جات ملے۔

تعاون کرنے میں میں جناب مولانا حمید اللہ اعوان حفظہ اللہ قلعہ میہاں سنگھ گوجرانوالہ نبیرہ عارف باللہ حضرت مولانا غلام رسول رحمہ اللہ

کا نہایت مشکور رہوں کہ انہوں نے میرے ساتھ قدم قدم پر نہایت تعاون اور شفقت فرمائی اور ڈاکٹر محمد عثمان سلفی صاحب جناب پروفیسر رضوان الٰہی سلفی فیصل آبادی اور جناب ماسٹر مختار احمد صاحب دھرنگ کا۔

میں مشکور رہوں مایہ ناز محقق ومؤرخ مولانا اسحاق بھٹی صاحب حفظہ اللہ کا جو اپنی قلمی محنت کے ذریعے وہ کارنامہ انجام دے چکے ہیں رہتی دنیا کیلئے ایک مثال ہے آپ بلاشبہ فقہاء، محدثین، مفسرین، اور صوفیائے کرام کی تاریخ کا انسائیکلوپیڈیا ہیں۔ میرے لیے بڑی سعادت اور خوشی کا لمحہ ہے یہ بات کہ آپ شفقت فرماتے ہوئے میری تجویز کردہ دوائی استعمال کرتے ہیں۔ اس سے میرا بہت دل بنتا ہے کہ اس دین کے کام میں میری دوائی کی چٹکی کا بھی ایک حصہ مل جاتا ہے آپ حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو مرتب کرنے میں میرا بہت دل بندھوایا اور شفقت فرمائی اور نہایت کرم نوازی فرما کر اپنی کتابوں کے حوالہ جات کی اجازتیں عنایت فرمائیں۔

کتاب کی تدوین میں تعاون اور احسان: میں جناب فضیلۃ الشیخ مولانا سید محمد عادل شیراز حفظہ اللہ کا نہایت مشکور رہوں، عرصہ دراز کی عرق ریزی کمپیوٹر پر بیٹھ کر کمپوزر سے کام لینا، میں انہیں کام دیتا گیا اور کام کی ترتیب سمجھاتا گیا۔ انہوں نے نہایت عرق ریزی محنت شاقہ خلوص اور دن رات ایک کر کے اس کتاب کو مرتب کرایا۔ کتاب کی نوک پلک سنواری روز کا کام مجھے دیا اور روز کا نیا کام مجھ سے لیا۔ میں بھاگ دوڑ کر کے کتابیں، حوالہ جات، رسائل وجرائد جمع کرتا رہا اور محترم مولانا صاحب یہ حوالہ جات مستقل لگاتے رہے، میں ان کا ایک بار پھر مشکور رہوں کہ انہوں نے اس کتاب کو اپنا پسینہ نہیں خون دیا ہے اور ایک ایک لفظ کو سنوارا اور بنایا ہے۔

اور میں مشکور رہوں جناب صاحبزادہ مولانا حمید الرحمٰن قریشی صاحب کا انہوں نے گرمی، حبس اور مجاہدے کے ساتھ کتاب کی پروف ریڈنگ کی اور ہمارے اہم کام میں ہمارا ساتھ دیا۔ کتاب کی طباعت کو خوبصورت بنانے پر میں نور احمد صاحب (CA) چارٹرا کاؤنٹنٹ کا بھی نہایت مشکور رہوں جنہوں نے خوب خلوص کے ساتھ یہ ذمہ داری انجام دی۔

میری اس بات کو غور سے پڑھیں......! آخر میں ایک اہم بات آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کتاب محض رضائے الٰہی جذبہ خیر خواہی اور اہل حدیث علماء کی علمی اور روحانی کاوش کو پیش نظر رکھتے ہوئے مرتب کی ہے میرے پیش نظر نہ تو اعتراض ہے نہ کسی پر احسان...... بلکہ یہ بھولی بسری کہانی جو آج حرف غلط کی طرح مٹا دی گئی تھی اس کو میں نے زندہ کرنے کی ادنیٰ کوشش کی ہے۔ امید ہے میری یہ کوشش علمائے اہل حدیث اور طبقائے اہل حدیث میں محبت اور پیار اور سچے جذبے کے طور پر لی جائے گی۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ میں اس کی جلد دوئم لکھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ آپ کے پاس کوئی مواد، کتاب، رسالہ یا اہل حدیث تصوف سے متعلق کوئی تحریر ہو تو میرے ساتھ ضرور تعاون فرمائیں میں آپ کا مشکور رہوں گا۔ (طالب دعاء ذکر نیم شبی بندہ: محمد طارق محمود عفا اللہ عنہ، لاہور)

☆☆☆☆☆

یہ کتاب سراسر خیر خواہی اور بھلائی کے جذبے کے تحت لکھی گئی ہے انسان کی نیتوں کا معاملہ اس کریم اللہ کے ساتھ ہے۔ میری تمام حضرات سے بہت ہی اہم گزارش ہے کہ اس کتاب کو بالکل بھی اختلاف کا ذریعہ نہ بنائیں۔

☆............☆............☆

قد افلح من زکّٰھا (سورۃ الشمس آیت 9)

قد افلح من تزکّٰی (سورۃ الاعلیٰ آیت 14)

" الاحسان " ان تعبد اللہ کانک تراہ (رواہ البخاری ومسلم)

فہرست مضامین کتاب

علمائے اہل حدیث کا ذوق تصوف

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	**تذکرہ علمائے بھوجیاں**	1
	علمائے اہلحدیث کا فیض	1
	صلحاء واصفیاء کا فیض	1
	صاحبزادہ مولانا ظہور علی صاحب کا ذوق تصوف	1
	فرشتہ خصلت ارواح ذکیہ کی مجالست	1
	صاحب کرامت ولی چند مشاہدات	1
	قلبی واردات پر غیبی اطلاع (کرامت)	2
	نکلی بات کا پورا ہو جانا (کرامت)	2
	خالی جیب میں دست غیب (کرامت)	2
	لوگوں میں ادب واحترام	2
	صلحائے بھوجیاں پر منظوم کلام	3
	حالات اسلاف کی اہمیت وضرورت	3
	مولانا فیض محمد کی بیعت اصلاح	3
	تصوف وطریقت کے ماہرِ رموز	3
	مولانا خدا بخش رحمہ اللہ کی بیعت اصلاح	3
	غزنوی خاندان میں بیعت تصوف کا رسوخ	3
	سلوک کی رغبت دلانا اور بیعت تصوف لینا	4
	تصوف سے لگاؤ کا نتیجہ	4
	آج تصوف سے دوری کیوں	4
	تصوف سے مراد	5
	علمائے بھوجیاں کا ذوقِ تصوف	5
	غزنوی علماء کا ذوق تصوف	5
	تصوف کیا ہے؟	6
	بیعت اصلاح علمائے اہلحدیث کی نظر میں	7
	’’تصوف‘‘ علمائے اہلحدیث کا روشن پہلو	8
	حضرت مولانا عبدالرحمٰن بھوجیانی رحمہ اللہ	9
	حافظ محمد عظیم میر محمدی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف	10
	کثرت سے کرامات کا ظہور	11
	ایذائے ولی پر چور کو سزا	12
	اہلحدیث متصوف صلحائے شہر بھوجیاں	13
	13 صوفیائے کرام کا تذکرہ	14
	مولانا محمد علی لکھوی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف	17
	ابغاءُ المِننِ بِالْقاءِ الْمِحَن	18
	دور نبوت میں اقسام بیعت	24
	تمام سلاسل حق اور موصل الی اللہ	25
	تمام صوفیاء سچے متبع سنت تھے	27
	فتاویٰ اہلحدیث (جلد اول)	31
	محدث روپڑی اور صوفیاء کا استقامت علی الشریعت	33
	محدث روپڑی اور مسئلہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود	34
	غیر مسلم کے لیے تعویذ کا جواز	37
	فتاویٰ اہلحدیث (جلد دوئم)	38
	شہید کی لاش کو مٹی کا نہ کھانا	39
	فتاویٰ اہلحدیث (جلد سوئم)	39
	قرآن مجید سے تعویذ لکھنا	39

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	حیات الشیخ السید میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ	39
	امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ کا احترام	40
	سوانح مخدوم العلماء مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ	41
	مسلکی اختلاف میں اعتدال	41
	اتحاد بین المسلمین کی کوشش	42
	تحریک پاکستان اور اہل حدیث....	43
	لکھوی خاندان کی ابتدائی بیعت نقشبندیہ	44
	العلم والعلماء	45
	سفیان ثوری کا امام اعظم کا ادب کرنا	46
	آدابِ مرشد آداب استاد سے سیکھیں	47
	نصرۃ الباری فی بیان صحۃ البخاری	48
	ختم بخاری پر علمائے اہلحدیث کی شہادتیں	49
	دبستان حدیث	50
	خاندان شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نقشبندیہ کے جانشین	51
	الفقر فخری کی عملی مثال	53
	شیخ الحدیث کی صوفیانہ زندگی	54
	شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی نقشبندی سے مراسم	56
	کلاہ اور عمامہ استعمال فرمانا	58
	اشاعت حدیث میں متصوفین علماء کا کردار	59
	اخلاقیات اور تصوف پر پچپن کتابیں	61
	مولانا عبد الجبار عمر پوری رحمہ اللہ کا ذوق تصوف	64
	بچوں کو ننگے سر نہ گھومنے کی تلقین	66
	مولانا عبد الرشید مجاہد آبادی حفظہ اللہ کا ذوق تصوف	68
	مولانا داؤد غزنوی اور ننگے سر نماز	70
	کاروان سلف.....	71
	مرشد کامل سید محمد شریف گھڑیالوی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف	71
	مولانا اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ کی بیعت اصلاح	71
	باسٹھ علمائے اہلحدیث کی مرشد کامل کے حق میں رائے	72
	شاہ صاحب کی کرامات	73
	اسلاف فراموشی دکھی صدا	75
	مولانا عطاء اللہ شہید کے دور میں سلسلہ بیعت	75
	مولانا نیک محمد رحمہ اللہ کا ذوق تصوف	76
	گلستان حدیث	80
	’’العبقات‘‘ تصوف پر علمی کتاب	81
	حالت جذب کا مکان پر اثر	82
	برکت علمی کا حلول کر جانا	83
	سنتا سب کی ہے مگر خاص بندوں کی جلدی	86
	خواب میں بشارت، مصافحہ سے برکت	87
	مولانا عبد السلام مبارک پوری رحمہ اللہ کا ذوق تصوف	87
	حافظ بارک اللہ لکھوی نقشبندی کی بیعت اصلاح	88
	میاں جان محمد کا جانوروں کے لیے مجرب تعویذ	92
	لکھوی خاندان کے پیران عظام	92
	صوفیاء کی مشہور کتاب حلیۃ الاولیاء کے مطالعے کا شوق	93
	’’حلیۃ الاولیاء‘‘ انمول معلومات کا خزانہ	94

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	اتحاد بین المسلمین کی کوشش	95
	بابا فرید گنج شکر رحمہ اللہ عظیم شخصیت	96
	مولانا محی الدین سے بکثرت لوگوں کا بیعت اصلاح کرنا	97
	وسیلہ کتاب وسنت کی روشنی میں	98
	شاہ صاحب کا سلسلہ نقشبندیہ	98
	علمائے اہلحدیث کا وسیلوں کے ساتھ دعا کرنا	99
	مہر نبوت ﷺ	101
	عالم جنات میں قاضی صاحب کا احترام	101
	سمندری مخلوق میں قاضی صاحب کا احترام	101
	ہفت روزہ الاعتصام	101
	مولانا علاؤالدین کی بیعت اصلاح	103
	سرگذشت غزالی...... فقہ وتصوف کا باہمی تعلق	106
	افکار غزالی..... کتب تصوف کی تلخیص	107
	تعلیمات غزالی... رموزِ تصوف کا شاہکار	107
	مکتوب مدنی... وحدۃ الوجود اور وحدت الشہود کا سنگم	108
	سوانح ثناءاللہ امرتسری	109
	مخالفین سے خندہ پیشانی سے پیش آنا	110
	مشائخ صوفیاء کی تفسیری خدمات	111
	میاں فضل حق رحمہ اللہ اور ان کی خدمات	112
	مستجاب الدعوات صوفی عبداللہ رحمہ اللہ	112
	گزر گئی گزران	113

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	میاں امام الدین کے شاگرد جنات	113
	امیر جماعت اہلحدیث کا بیعت اصلاح لینا	114
	ہم مرید وہ ہمارے مرشد	117
	لکھوی خاندان کا غیبی بابرکت تعویذ	119
	رجال الغیب یا غیبی امداد	119
	وفادار کتے کا احترام مالک	120
	توجہ ولی کے منکر جنت پر اثرات	121
	مرنے کے بعد تلاوت کی آواز	121
	برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن	123
	قاضی ثناءاللہ کی سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت	123
	مولانا عبدالحق مالیر کوٹلوی رحمہ اللہ کی سندِ تصوف	124
	عبدالعلی صادق پوری کی سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت	125
	مولانا محمد سلیمان روڑوی کی بیعتِ اصلاح	127
	مولانا ہدایت اللہ نوشہروی رحمہ اللہ کی بیعتِ اصلاح	128
	تراجم علمائے اہلحدیث....	128
	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف	128
	بیعتِ اصلاح وخلافت	128
	سیدنا محمد اسمٰعیل شہید ابن شاہ عبدالغنی کا ذوق تصوف	129
	علم تصوف پر مایہ ناز کتاب ''عبقات''	130
	شاہ محمد مخصوص اللہ کی بیعت اور ذوق گوشہ نشینی	130
	شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف	131

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	علامہ سید نواب اولاد حسن کی بیعت اور ذوق تصوف	133
	مولانا سخاوت علی کی بیعتِ نقشبندیہ	134
	ابوالفیاض عبدالقادر رحمہ اللہ کی بیعت وخلافت	135
	سید محمد شاہ کی بیعت اور وظائف کی اجازت	136
	خرم علی باہوری رحمہ اللہ کی خلافت طریقت	137
	مظہر علی کاکوروی رحمہ اللہ کی بیعت وخلافت	137
	ضرب حدیث	138
	مقام فنافی الرسول ﷺ کی تعلیم	138
	سنتیں جو چھوڑ دی گئیں	138
	صوفیاء کی دنیا سے بے ثباتی کی دلیل	139
	اجتماعی ذکر کی فضیلت ودلیل	139
	صوفیاء کے ذکر خفی واجتماعی کی دلیل	140
	کثرت درود اور حیاۃ الانبیاء کی دلیل	141
	عرفان المقربین المعروف معارف اشرفیہ	141
	آپ کے مسائل اور ان کا حل	143
	علمائے اہلحدیث کا ذوق کثرتِ درود شریف	143
	دولتمند صحابہ	143
	سخاوت وفیاضیِ صوفیاء کی دلیل	143
	حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سخاوت ودیانت	144
	مالدار صوفیاء کرام	145
	شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ	145

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	مولانا محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ	146
	امام اعظم رحمہ اللہ اور علمائے اہلحدیث	146
	گستاخی اور بے ادبی اہلحدیث کا مسلک نہیں	147
	امام صاحب کی گستاخی پر سوئے خاتمہ	147
	اہلحدیث منزل بہ منزل......	148
	علماء وصوفیاء کی حدیثی خدمات	148
	شیخ علی متقی جونپوری کی بیعت اصلاح	148
	ساقی کوثر.....	149
	حضور ﷺ کی افضلیت کے دلائل	149
	حضرت انور ﷺ پر پانچ خصوصی انعام	151
	محمد ﷺ رہبر راہِ طریقت	152
	قرآنی شمعیں.....	152
	رحمت عالم ﷺ کا مقدس مقام	152
	اولیاء کی زندگی سنتوں کا عکس	153
	قلب سلیم اور اس کی علامات	153
	قلب سلیم کی علامات	153
	آپ کے مسائل اور ان کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں	155
	قرآنی تعویذات شرک نہیں	155
	مواعظ طارق، حصہ سوم......	156
	صوفیاء کی دنیا سے بے رغبتی کی دلیل	156

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	کتاب التوسل...	156
	دعا کی غرض سے بزرگوں کے پاس حاضری	156
	پیارے نام	157
	اچھے برے نام کا اثر مسمّٰی کی شخصیت پر	157
	نتائج التقلید	158
	بزرگان دین کا ادب	158
	خوابوں میں بشارات غیبیہ	160
	تاریخی واقعات سننے حضور ﷺ کا تشریف لانا	161
	سردلبراں	161
	قدوۃ السالکین ولی کامل حضرت دہلوی رحمہ اللہ	161
	بخشش کی راہیں......	163
	مجتہدانہ بصیرت کا حیرت انگیز واقعہ	163
	امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ	164
	امام صاحب رحمہ اللہ کا تقویٰ	164
	امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ	165
	الارشاد الی سبیل الرشاد........	165
	تنقیص ائمہ کرام رحمہم اللہ اہلحدیث کا کام نہیں	166
	حسن بن مسلم صاحب کرامت ابدال وقت	167
	پاک وہند میں علمائے اہل حدیث کی خدمات حدیث	167
	شیخ الکل مشائخ بریلویہ کی نظر میں	167

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	تحفۃ السالکین	168
	مرشد کا دعا کی تلقین کرنا	169
	مرشد کا دعا کی تلقین کرنا	169
	مواعظ یزدانی......	169
	حضور ﷺ کی شان میں علمائے اہلحدیث کا عقیدہ	169
	تصوف کی حقیقت، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ	170
	سلاسل طریقت کا مختصر تعارف	170
	تہذیب نسواں.....	170
	عبادت بدنیہ کا ایصال ثواب	171
	سورۂ اخلاص کے ایصال ثواب پر دلائل	171
	بدنی عبادت پر صریح دلالت	172
	مردے کا ادب زندوں کی طرح کیا جائے	172
	صراط مستقیم.......	173
	علمائے اہلحدیث اور آداب رسالت ﷺ کی اہمیت	173
	صوفیائے کرام کی زندگی میں کتاب وسنت کی پابندی	174
	خطبات الہ آبادی (جلد اول)	174
	صوفیائے کرام کے کثرت ذکر کی دلیل	174
	صوفیاء کے فقیرانہ لباس کی دلیل	175
	علمائے اہلحدیث اور درود شریف کی فضیلت	175
	24 گھنٹے درود پڑھنے کی دلیل	176

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	سبیل رسول ﷺ	180
	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قادری رحمہ اللہ کی تعلیم	180
	پیران پیر اور سنت کی اہمیت	181
	سیرت امام شافعی رحمہ اللہ	181
	خواب میں زیارت النبی ﷺ	181
	امام شافعی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد بشارتیں	182
	بشر حافی رحمہ اللہ کو خواب میں زیارت	182
	230 برس بعد بھی لاش کا سالم رہنا	182
	حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی کرامات اور آپ کا شیخ الطریقت ہونا	183
	امام شافعی رحمہ اللہ کی کرامتیں بسند صحیح	184
	امام شافعی رحمہ اللہ بحیثیت مجدد	185
	خطبات یزدانی جلد سوم....	186
	مقام مصطفیٰ ﷺ خادمین حدیث کی نظر میں	187
	روضہ رسول ﷺ کا مقام	188
	خطبات سورۂ فاتحہ	188
	علمائے اہلحدیث اور ادب کی اہمیت	188
	صفحات کا ادب واحترام	188
	بشر حافی رحمہ اللہ کا ادب پر مقام پا جانا	189
	سورۂ فاتحہ پر اولیاء کے مجربات	193
	علماء وصوفیاء کی مریدین کو تعلیمات	194

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	الفیوض المحمدیہ ﷺ	194
	بیعت اصلاح	194
	بیعتِ اصلاح وخلافت طریقت	195
	الشیخ الصالح الحافظ بارک اللہ رحمہ اللہ کا ذوق تصوف	197
	سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت اصلاح	197
	قطب وقت کا کشف وخوارق عادات	198
	مرشد کی خدمت میں بکثرت آنا	199
	مولانا عبدالغنی کی بیعت طریقت	199
	مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کی سند تصوف	200
	کشف کی بدولت نقصان سے حفاظت	200
	حافظ محمد کے خاندان میں ذوق تصوف	201
	مولانا امام الدین عبدالصمد کی بیعت اصلاح	202
	مولانا احمد الدین رحمہ اللہ کی بیعت اصلاح	202
	فتاویٰ علمائے اہلحدیث ج ۵	203
	روضہ اطہر کے آداب	204
	اہل مدینہ کا طرز عمل	204
	ایصال ثواب میں مرشد کے ہم مشرب	204
	شرح ''المنہاج'' سے ایصال ثواب کی وضاحت	205
	ایصال ثواب میں قول راجح	206
	فتاویٰ ثنائیہ میں جواز کا فتویٰ	209
	فتاویٰ برکاتیہ.....	209
	جادوئی اثرات میں سات چشموں کا پانی	210

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	تعویذ کی شرعی حیثیت	211
	جواز تعویذ پر	211
	جواز تعویذ اسلاف اہلحدیث کی نظر میں	213
	تعویذ اور دم قرآن وسنت کی روشنی میں	214
	استاد محترم کا تعویذ دینا	215
	سیرت ثنائی شیخ الاسلام رئیس المناظرین	215
	اساتذہ اور بزرگوں کا ادب	215
	اختلاف سے نفرت	216
	تذکرۂ ابوالوفا یعنی شیخ الاسلام	216
	نذرانۂ اشک	216
	مولانا قیصر اللہ صاحب کی بیعت اصلاح	217
	رواداری اور باہمی تعلقات	217
	سرڈھانپنے والے علمائے اہلحدیث	217
	اہلحدیث اور سیاست	218
	منشی فضل الرحمٰن کی بیعت	218
	نواب صاحب رحمہ اللہ کی عقیدت اولیاء	219
	مولانا ولایت علی کی بیعت	220
	چند، رجال اہل حدیث......	220
	سید آدم شاہ بنوری رحمہ اللہ کی بیعت نقشبندیہ	220
	مولانا عبداللہ بڈھانوی کے مرشد	221
	شیخ غلام علی الہ آبادی کی بیعت وخلافت	221
	سورۂ یٰس کا غیبی اشارہ اور بیعت اصلاح	222
	بسوانح عمری	225
	پاس انفاس اور مرتبہ احسان	225
	مرشد کی خدمت میں حاضری	226
	مرشد کی خاص نصیحتیں	226
	نسبت اویسی اور طریق نقشبندیہ	226
	الہام اور القار بانی	227
	قیدخانے میں غیبی امداد	228
	الہامات اور مبشرات ہزاروں میں	229
	آپ کا حلقہ بیعتِ اصلاح	229
	کرامات عبدالرحمٰن صاحب لکھوی رحمہ اللہ	231
	کرامات مولانا غلام رسول صاحب قلعوی رحمہ اللہ	233
	کرامات قاضی محمد سلیمان منصورپوری رحمہ اللہ	235
	حضرت مولانا غزنوی رحمہ اللہ کے دیگر الہامات وکرامات	239
	خواب میں شیخ عبدالقادر جیلانی کی زیارت	239
	الہامات کثیرہ	240
	تنویرالھدیٰ	244
	اہلحدیث اکابر فراموش نہیں.....!!	244
	قلبی تعلق مرکز تجلیات الٰہی	245
	صیانتہ الحدیث..	245
	صوفیاء کا عدل وانصاف	245
	صوفیاء کرام کی حدیثی وفقہی خدمات	246

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	سراجاً منیراً	247
	سراجاً منیراً فیض و برکت رسول ﷺ	247
	مرشد پر اعتماد و عقیدت	248
	خواب میں زیارت النبی ﷺ کے آداب	248
	اوصاف شیخ و مرشد	250
	آپ ﷺ سے روحانی مناسبت پیدا کرنے کا ذریعہ	250
	فیض سینہ بسینہ کا ثبوت	251
	ناآشنا....! تصوف حقیقت کیا جانیں	252
	مرشد سے باطنی علم کا حصول	253
	نسبت اتحادی کا حدیث سے ثبوت	255
	توجہات مرشد کی چار اقسام	256
	تبرک بآثار صالحین کی چند مثالیں	257
	"القول الجمیل" میں روحانی ترقی کا راز	260
	اشغال اولیاء کی سندی حیثیت	261
	مریدین اور تمام متعلقین کیلئے دعا	263
	بابرکت وظیفوں سے مبارک بشارتیں	264
	تصوف و شریعت........	265
	اولیاء کا احترام واجب ہے	265
	بیعت جہاد اور بیعت اصلاح	265
	ہفت روزہ الاسلام......	266
	عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے مرشد کی پیشگوئی	266
	حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کا مراقبہ اور بیعت	267
	بیعتِ اصلاح اور پر اسرار مجذوب سے ملاقات	268
	توصیف مرشد میں منظوم کلام	269
	اہمیتِ تصوف پر نہایت اہم خطاب	270
	اوصافِ مرشد بمع امثال	271
	توحید کے تقاضے یا خود فریبی	272
	توحید اور ادب یکجا کرو	273
	شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کا ادب مرشد	274
	سلوک سے ناواقفیت یا کتمان حق	274
	بزرگ فراموشی یا علمی بھول	276
	اللہ اللہ کی ضرورت	278
	فقہ و مسائلِ تصوف میں حکیمانہ بصیرت	279
	لفظ پیر اور کامل مرشد سے پہلی دفعہ شناسائی	280
	مستغرق فی ذکر اللہ	281
	پابندی ذکر آٹھ پہر	282
	توحید کے ساتھ ادب کے تقاضے	284
	اہل اللہ کی شان میں گستاخی توحید نہیں	285
	میلان تصوف اور ذکر کی رغبت	286
	بیعت اصلاح کی روحانی تاثیر	287
	خاندان غزنویہ اور اہمیت تزکیہ نفس	287
	نظم جماعت کے آداب......	288
	مرض باطنی غیبت کی مذمت	288

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	نقوش عظمت رفتہ......	289
	ننگے سر نماز اور ہاتھ اٹھا کر دعا نہ مانگنا	290
	تصوف سے دوری نہایت افسوسناک پہلو	290
	کھرک فی الصلوٰۃ	291
	وظائف حقیقت کے آئینے میں	291
	مولانا عبدالجبار رحمہ اللہ کی دعائیں وکرامات	292
	مولانا عبدالجبار غزنوی کا روحانی فیض	294
	تصوف پر اعتراض ناآشنائی کا سبب	295
	کہاں گیا بزرگوں کا ادب واحترام....!	297
	سید محمد متین ہاشمی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف	301
	رہبر کامل.....	302
	کرامات اہلحدیث کے مصنف	302
	آنحضور ﷺ بحیثیت پیر کامل	303
	حضور ﷺ کی بیعت اصلاح	303
	حضور ﷺ کا عورتوں سے بیعت لینا	303
	بیعت اصلاح پر علامہ ابن کثیر کی تحقیق	304
	مریدین کا مرشد سے دعا کرانا	305
	سبیل الجنۃ......	305
	ائمہ اربعہ کی عزت اور احترام	305
	تذکرہ موت........	305
	کتاب ''تذکرہ موت'' کا ایصال ثواب	305
	ذکر صالحین پر رحمت کا نزول	306
	والدی ومشفقی سوانحی حالات والد گرامی	307
	دعائے ولی پر خلاصی کی کشفی اطلاع	307
	تذکرہ علماء اہلحدیث جلد۳........	308
	متصوف عالم سے کسب علم	308
	ہمارے اسلاف کا اللہ سے کیسا تعلق تھا.........!	309
	تذکرہ علماء اہلحدیث جلد۲	311
	مولانا محمد حنیف کی کتبِ صوفیاء سے رہنمائی	312
	محافل تصوف، دینی ذوق کا ذریعہ	313
	مسلکی رواداری اور پیغام خیرسگالی	314
	فتاویٰ سلفیہ	315
	صحبت مرشد وسوسے کا علاج	315
	تحریک مجاہدین جلد پنجم.......	315
	مولوی ولی محمد فتوحی والے کے مریدین	315
	کتاب الجنائز.........	316
	کشف القبور اور غیبی اطلاع	316
	ایصال ثواب پر امام نووی کا حوالہ	317
	عبادات بدنیہ میں جمہور کی رائے	318
	تحریک مجاہدین جلد ششم.....	319
	مکتوبات سید احمد شہید نقشبندی رحمہ اللہ	319
	مکان کا رونا اور آپ کا تسلی دینا (کرامت)	319

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	غرق ہوئی کشتی کا بچ جانا (کرامت)	320
	دریا کے پانی کی روح سے مکالمہ (کرامت)	320
	مرشد کی بدولت مریدین کی مغفرت	321
	آپ سے پہلے کسی کا تلبیہ قبول نہ ہونا	321
	غیبی اشارہ اور سچی بشارت	323
	سوانح سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ......	325
	علمائے دیوبند اور اہلحدیث کے باہم تعلقات	325
	حکومت اور علماء ربانی...	325
	فقیہہ عراق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ	326
	امام السنہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ	327
	صحرا کے ولی کی خلیفۂ وقت سے ملاقات	328
	امام العلم امام شافعی رحمہ اللہ حبر الامتہ	330
	عرس اور گیارہویں	333
	اولیاء کی عظمت اور عقیدت	333
	تحریک پاکستان اور علماء اہلحدیث	333
	دیوبند اور علمائے اہلحدیث میں صلح پسندی	334
	تاریخ اہلحدیث	334
	احترام ائمہ کا وجوب	334
	کتاب التوسل	334
	بزرگوں سے دعا کرانا	334
	علمائے اہلحدیث بستی و گونڈہ	334
	مولانا شریف حسن نقوی (بستی) کاذوق تصوف	336
	مولانا عبدالرزاق سمرا رحمہ اللہ (بستی) کاذوق تصوف	336
	مولانا سید محمد اظہر بہاری ادئی پور (گونڈہ) کاذوق تصوف	337
	مولانا ممتاز علی کرتھی ڈیہہ (بستی) کاذوق تصوف	338
	سوانح حیات	339
	مولانا فضل الٰہی رحمہ اللہ سے بیعت ہونا	339
	کرامات مولانا فضل الٰہی وزیرآبادی رحمہ اللہ	340
	جنات عامل کے نہیں ولی کے تابع	340
	شاگرد جنات کا صندوقچی بھرنا	341
	الشیخ عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ	342
	بزرگ کی خدمت میں حاضری کا الہام	342
	جذبہ الٰہی اور استغراقی کیفیات	344
	سلسلہ اُویسہ نقشبندیہ سے محبت	345
	چولہے اور صحن کا گریہ نالہ	346
	مریدین کو نصیحت	348
	وصایا مبارکہ بمع شجرہ طریقت	349
	سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ آدمیہ	350
	قاضی غلام قندھاری رحمہ اللہ کاذوق سلوک وتصوف	352
	علامہ حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ پیشوائے طریقت	352
	مولانا عبدالرحمٰن لکھوی کی بیعت طریقت	352
	حافظ محمد صاحب کی تکمیل سلوک وبیعت	353
	سوانح حیات حضرت العلام مولانا غلام رسول رحمہ اللہ	355

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	شریعت اور طریقت کا تلازم	355
	کرامات اولیاء اللہ اور استدراج میں فرق	356
	ولادت سے قبل بشارات کا ظہور	358
	صوفی اور شیخ کامل کی علامت	360
	تکوینی راز پر اخفائے حال	361
	اصلاح نفس اور حصول طریقت کے لیے اسفار	362
	مرید باکمال پر مرشد کا استقبال	363
	مریدین کے لطائف سلوک فوری جاری ہو جانا	363
	مجذوب سے ملاقات کی رہنمائی	363
	حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی بیعت برکت	365
	وعظ دلپذیر یا کرامت عارفانہ	366
	بازیابی مرشد کیلئے مریدین کا احتجاج	368
	صوفی بے مثال کے فیض یافتہ علمائے اہلحدیث	369
	مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی ۶۵ کرامات	370
	ہندو پنڈت اور آپ کا روحانی تصرف (کرامت)	374
	لاجواب ہوکر مولوی صاحب کا بیعت ہوجانا (کرامت)	375
	کثرت سے کرامات کی وجہ	376
	صوفیاء مشائخ کا توجہ دینا بدعت نہیں (کرامت)	378
	نگاہ ولی سے شقاوت دور ہوجانا (کرامت)	379
	ولی کی اہانت کا وبال (کرامت)	380
	ناراضگی ولی کا وبال (کرامت)	381
	بابرکت کپڑا منوں گندم کا ذریعہ (کرامت)	383
	نومسلم شخص کی بیوی کا فوراً مسلمان ہو جانا (کرامت)	386
	مصلّی کے نیچے روزانہ دو روپیہ حاصل ہونا (کرامت)	388
	عالم برزخ.......	390
	ہمارے شیخ طریقت کا انکشاف	391
	نیک صحبت کی برکات کے کتنے پر اثرات	391
	سکرات موت میں پیشگی اطلاع کے چند واقعات	392
	مرنے کے بعد زندہ ہونے کے واقعات	392
	تذکرہ بزرگانِ علوی سوہدرہ	393
	مولانا غلام نبی الربانی کی بیعت اصلاح	393
	حضرت ''جی ہوری'' کے خادم جنات	394
	فتاویٰ ثنائیہ.....	395
	ایصال ثواب مالی وبدنی	395
	تعامل اسلاف سے استدلال	395
	احناف حنابلہ اور بعض شوافع کا مسلک	396
	گستاخ اولیاء فاسق ہے	399
	طریقت وحقیقت شریعت کے مخالف نہیں	399
	جواز تعویذ کی دلیل	400
	بیعت تصوف مستحب ہے	402
	ہفت اقلیم.....	402
	تصوف وطریقت کی رمز شناسی	403

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	لکھوی خاندان کے مریدین	403
	علامہ احسان الٰہی ظہیر کا خاص عمل	403
	اہلحدیث نوجوانوں سے دکھی صدا	404
	نوجوانوں سے بزرگوں کے ادب کی گزارش	405
	ہندوستان کے سب سے بڑے پیرومرشد	405
	مولانا محمد یحییٰ شرق پوری کے مرشد	406
	یاعلیم یابصیر کے ذریعہ کشف	408
	علمائے اہلحدیث میں بیعت لینے والے مشائخ تصوف	410
	مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کا بیعت صوفیاء لینا	410
	مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کا بیعت اصلاح لینا	410
	مولانا محمد علی لکھوی کا بیعت تصوف لینا	410
	مولانا کمال الدین رحمہ اللہ کا بیعت طریقت لینا	410
	شاہ محمد شریف گھڑیالوی کا بیعت توبہ لینا	410
	صوفی عبداللہ صاحب کا بیعت اخلاص لینا	410
	اسلام میں اصلی اہلسنّت کی پہچان	415
	نقوش اسلاف رہنمائے منزل	415
	مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ حیات وخدمات	415
	باہمی عصبیت اور دوری کا ناسور	416
	علامہ عبدالعزیز میمن سوانح اور علمی خدمات	417
	مولانا عبدالخالق اور ان کی صحبت کا اثر	417
	فتاویٰ علمائے حدیث (جلد نمبر 4)	418

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	مفتی اعظم کی بیعت اصلاح	419
	فتاویٰ ثنائیہ (جلد اول)	420
	مرشد کے گھوڑوں کی خدمت	421
	اشاعت اسلام میں صوفیاء کی خدمات	422
	حقیقی تصوّف پر ایک نامۂ مبارکہ	423
	سلسلہ نقشبندیہ میں توحید وسنت کی اہمیت	424
	شیخ ابن عربی قابل عزت، الزامات متروک یاماؤل ہیں	426
	بیعت اصلاح کیلئے مرشد بنانے کا ثبوت	427
	کنکریوں اور گٹھلیوں پر تسبیح کا ثبوت	428
	تذکار حافظ عبدالغفور رحمہ اللہ جہلمی	429
	جامعہ سلفیہ کی تاسیس میں متصوف علماء کی شرکت	430
	دم کی برکت سے پیٹ کی رسولی ختم	431
	دعا کی برکت سے دریا کی طغیانی ختم ہوجانا	432
	برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش........	432
	اسم اعظم کی بدولت جو مانگتے مل جاتا	433
	حٰم لا یُنْصَرُوْن کی فضیلت	433
	آفتاب بخارا	434
	روزانہ ایک قرآن ختم کرنا	434
	ایمانی کمزوریاں اور انکا علاج......	435
	آپس کا اختلاف دور کرنے کی ضرورت	435
	صوفیائے کرام کے سادگی لباس کی دلیل	440

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	الدعاء المقبول اسلامی وظائف	440
	مولانا عبدالسلام بستوی کے مجرب عملیات	443
	تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ	446
	خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت	446
	امام تصوف مجدد الف ثانی نقشبندی رحمہ اللہ کا تعارف	447
	قاضی محمد سلیمان رحمہ اللہ کا ذوق تصوف	448
	150 سال پرانا خاندانی مجرب وظیفہ	448
	کوموی خاندان میں بیعت اصلاح	449
	عمامہ باندھنے کی نصیحت	450
	فقہاء محدثین اور زعماء کا بے حد ادب	451
	فقہی مسالک میں اعتدال	452
	قاضی صاحب کی مجذوبوں سے ملاقاتیں	453
	شہر سنبھل کے مجذوب سے پر اسرار گفتگو	454
	باطنی پاکیزگی کا گھوڑی پر اثر	455
	اختلاف امتی رحمۃ کی تشریح	456
	چار خواب اور ان کی تعبیر	457
	بارگاہ رسالت ﷺ سے سلام آنا	458
	اولیاء کی شان میں منظوم کلمات	460
	آئمہ اربعہ کی شان	461
	قبولیت دعا اور کرامات کے چند واقعات	462
	جنتی قبر سے خوشبو سونگھنا (کرامت)	463
	صاحب قبر کے حالات بیان فرمانا (کرامت)	464
	اسلاف اہلحدیث پر دو جھوٹے الزام	466
	دعا مانگنا علمائے اہلحدیث سے سیکھیں....!	468
	اوراد و ظائف و مراقبے	470
	اصحاب علم وفضل	470
	مولانا ارشاد حسین مجددی کی بیعت وخلافت	470
	پیر روضہ دھنی کے لاکھوں مریدین	471
	مولانا رفیع الدین شکرانوی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف	472
	مولانا شاہ محمد سعید حسرت عظیم آبادی کا ذوق تصوف	472
	مولوی حسیب اللہ مختار کی بیعت اصلاح	473
	تصوف پر مشتمل مکاتب	475
	مولانا عبدالغفار کا اخذ طریقت	476
	سلسلہ نقشبندیہ کے خلیفہ کا فیضان	481
	شہر خدا کا جاروب کش مرشد کامل	482
	تصوف کی تکمیل کیلئے تلاش مرشد	482
	مولانا ثناء اللہ امرتسری کی بیعت تصوف	483
	ہم علمائے اہلحدیث بیعت اصلاح کے قائل ہیں	484
	مدعی نبوت کو ایک صوفی کا چیلنج	485
	مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ کے الہامات	486
	مولانا سید ابوالمنصور دہلوی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف	486
	مولانا حکیم سید ابوحبیب دیسنوی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف	487
	تصوف پر علمی خدمت	487

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	اصحاب صُفّہ اور تصوف کی حقیقت	488
	اولیاء متصوفین دلائل کی روشنی میں	488
	فتاویٰ علمائے اہلحدیث (جلد دوم)	488
	باب الدعاء بعد الصلوٰۃ	488
	فتاویٰ علمائے اہلحدیث (جلد۱۲)	493
	اولیاء ہماری آنکھوں کے تارے	493
	ذوق تصوف......اور موجودہ اہلحدیث پر افسوس......	493
	فتاویٰ علمائے اہلحدیث (جلد۶)......	494
	صوفیاء کے بھوکے رہنے کے فوائد و دلائل	494
	فقہی مسائل میں راہ اعتدال	495
	فتاویٰ علمائے اہلحدیث (جلد۔۹)	495
	استقامت علی الشریعت پر مجدد نقشبندی رحمہ اللہ کا فتویٰ	496
	گستاخ اولیاء سے اللہ کا اعلان جنگ	497
	احوال الآخرت	498
	احترام ولی میں دریا کا رخ پھر جانا (کرامت)	498
	حافظ محمد بارک اللہ کی بیعت اصلاح	499
	الہام کی بدولت شیخ طریقت کی خدمت میں حاضری	499
	تصوف میں جذبی کیفیات	500
	حیات یزدانی	500
	مجھے اولیاء اللہ سے محبت ہے	500
	کیا ہم اکابر فراموش تو نہیں ہو گئے......!	501
	اسلاف بھلا دینے پر افسوس........!!	501
	سوانح علامہ محمد یوسف خان کلکتوی	502
	عالم جنات میں ایک ہفتہ قیام	502
	مآثر صدیقی	503
	ذکر متصوفین آبائے کرام کا	504
	مشائخ طریقت سے خرقہ وخلافت حاصل ہونا	504
	چودہ مشائخ طریقت سے خلافتیں	505
	مولانا اولاد حسن مرحوم رحمہ اللہ کا ذوق تصوف	506
	دس ہزار مریدین	507
	حاملین علم وتصوف کی صحبتیں	508
	ہم آئمہ کی ثقاہت اور دیانت پر اعتماد کرتے ہیں	510
	امام اعظم پر الزام کا علمی دفاع	513
	توحید وجودی وتوحید شہودی	516
	تصوف وسلوک	518
	طرق مشائخ موصل الی اللہ کا ذریعہ	519
	فن تصوف پر عالی جاہ کی علمی تالیفات	521
	اسلامی شکل صورت	521
	پیر کامل سید محمد شریف گھڑیالوی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف	521

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	تذکرہ امام محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ	524
	خاندان ولی اللّٰہی کے مشہور متصوف علماء کرام	525
	شیخ قطب الدین رحمہ اللہ کا ذوق تصوف	526
	شاہ عبدالرحیم نقشبندی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف	528
	دوسری بیعت اصلاح اور مجاذیب سے ملاقاتیں	528
	سلسلہ نقشبندیہ میں خلافت	529
	حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی ذوق تصوف پر مایہ ناز کتب	530
	اہلیہ کی بیعت اصلاح	533
	سیّد صاحب کی بیعت طریقت کا آغاز	534
	مولانا عبدالحیٔ کی بیعت طریقت	535
	مرشد کامل کی اقتدا کی دو رکعتیں	536
	مولانا یوسف رحمہ اللہ کی بیعت اور شہادت	537
	حضرت شاہ عبدالعزیز نقشبندی سے بیعت اصلاح	538
	مولانا عبدالہادی جھوکوی رحمہ اللہ کی بیعت اصلاح	539
	مولانا جعفر علی بستوی رحمہ اللہ کی بیعت اصلاح	540
	کلکتہ میں کثرت سے لوگوں کی بیعت توبہ	541
	امام صاحب کی والدہ کی بیعت کا انوکھا قصہ	542
	سفر پر روانگی سے قبل تبرکاً تجدید بیعت	543
	بیعت طریقت کے لوگوں پر اثرات	544
	عبقات تصوف کی مشہور کتاب	546
	حقیقت تصوف	547
	قطب وقت کا انتقال	548
	مولانا خرم علی رحمہ اللہ کی بیعت اصلاح	549
	مفتی الٰہی بخش کا سلسلہ نقشبندیہ	550
	مولانا حیدر علی ٹونکی کا فیض تصوف	551
	سوانح صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ..	552
	صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کے یومیہ وظائف	554
	قاضی محمد اسلم سیف کی عقیدت مرشد	555
	شیر سے حفاظت کا آزمودہ وظیفہ	556
	مولانا عائش اور مولانا ابوبکر غزنوی کا ذوق تصوف	557
	قبولیت دعا، کرامات اور واقعات	559
	لاولد کو لڑکی کی بشارت (کرامت)	560
	مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی حیرت انگیز کرامات کے واقعات	561
	صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کے قبولیت دعا اور کرامات کے واقعات	563
	ولی کامل کا انداز مجذوبانہ (کرامت)	565
	بھینس کا تین کٹیاں جننا (کرامت)	566
	سزائے موت کا حکم ٹل جانا (کرامت)	567
	۱۵ سالہ بے اولاد کے ہاں ولادت ہونا	568
	ضرورت کا ایک لاکھ فوری مل جانا (کرامت)	571
	دعا پر تین بیٹوں کا مل جانا (کرامت)	572

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	سرکش جن کا حاضر ہو کر معافی مانگنا (کرامت)	575
	طوفانی بارش کا رک جانا (کرامت)	576
	دعا، وظیفہ اور تعویذ سے علاج کرنا	579
	خدا سے لڑ کر بات منوا لینا	580
	حج کے بعد انتقال کی تقدیر پڑھ لینا (کرامت)	582
	شیر کا احترام میں راستہ چھوڑ جانا (کرامت)	583
	کشف سے گمشدہ بیل کی نشاندہی (کرامت)	585
	تلی کے درد میں مجرب تعویذ	586
	آخری دن کے وظائف اور وفات	587
	تاریخ اہلحدیث........	589
	تالیفات پیران پیر میں اہمیت سنت	597
	ہندوستان میں علم وعمل بالحدیث کیلئے متصوفین علماء کی خدمات	600
	سلسلہ قادری وشاذلی میں خلافت	601
	شیخ محمد طاہر گجراتی رحمہ اللہ متصوف متبحر عالم دین	602
	شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ باکمال متصوف عالم دین	603
	امام ربانی مجدد الف ثانی نقشبندی رحمہ اللہ	604
	قطب المحدثین کی بیعت سلسلہ قادریہ	605
	ماہر علوم ظاہری وباطنی	607
	حاجی محمد افضل صاحب رحمہ اللہ کا ذوق تصوف	608
	حضرت مرزا مظہر جانجاناں نقشبندی کا ذوق تصوف	609
	امام الہند حکیم الامۃ بقیۃ السلف حجۃ الخلف شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا ذوق تصوف	610
	شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کا ذوق تصوف	612
	ائمہ کا ادب اور بے تعصبی	613
	قافلہ حدیث	614
	صحبت صالح ترا صالح کند	616
	بطور کرامت کپڑوں کا گیلا نہ ہونا	618
	تعویذات کیلئے لوگوں کی آمد	620
	بزرگوں کی ڈانٹ باعث رحمت	623
	متصوف علماء کے علمی مراکز	624
	اشغال تصوف سے لوگوں کا فیض پانا	626
	تصفیہ قلب کیلئے نقشبندی بزرگ کے پاس حاضری	629
	اختلاف کرنے والے کی عزت وتکریم	631
	تصوف پر علمی وعملی خدمات	632
	لکھوی خاندان کو جنات سے ملا خاص تعویذ	636
	مولانا عبدالعظیم انصاری کے والد کی بیعت	637
	مولانا محمد صادق خلیل کے والد کی بیعت	638
	جادو کا علاج قرآن وسنت کی روشنی میں	639
	علمائے اہلحدیث کے جادو کے وجود پر دلائل	641
	علمائے اہلحدیث کا طریقہ تشخیص جادو	644
	سحر تفریق کا علاج	645

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	علمائے اہلحدیث کا جادو کے علاج پر مجرب آزمودہ عمل	646
	علمائے اہلحدیث کی جنات سے سچی ملاقاتیں	649
	جھوٹے جن کی سچی توبہ	650
	آپس میں تفریق ڈالنے والا جن	651
	عورت کے عاشق جن سے مکالمہ	652
	اسلام اور خانقاہی نظام........ایک تحقیقی وتاریخی جائزہ	653
	تصوف کا ارتقائی جائزہ	653
	سلوک اور منازل سلوک	654
	اصطلاحات تصوف	655
	سلسلہ نقشبندیہ کی آٹھ اصطلاحات	657
	صوفیائے کرام کی نظر میں سنت کی اہمیت	659
	صوفیائے کرام اور اہمیت روزہ	661
	صوفیائے کرام اور حج کی اہمیت	662
	صوفیائے کرام کی علمی اور ادبی خدمات	663
	اشاعت اسلام میں صوفیاء کا کردار	665
	معاشرتی اصلاح کے سلسلے میں صوفیاء کے اثرات	666
	سماجی اصلاح ویکجہتی کیلئے صوفیائے کرام کی خدمات	668
	معاشی اقدار کے فروغ کے سلسلے میں صوفیائے کرام کے مثبت اثرات	669
	سیاسی خدمات کے ضمن میں صوفیاء کے مثبت اثرات	670

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	تعلیماتِ غزالی.........	673
	تصوف وفقہ کا باہم امتزاج	673
	تصوف کی ابتداء صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور سے	674
	گلشن تصوف کا ابتدائی پودا	675
	تاریخ کے مشہور متصوفین	676
	حصول معرفت میں چار ضروری نکات	678
	صوفیاء کے پانچ مستند مشائخ	679
	تعلق مع اللہ کی نوعیت	680
	صوفیائے کرام کی مشہور اصطلاحات	682
	صوفیاءکرام کی کتابوں میں شرعی اوامر کی اہمیت	686
	صوفیاءکرام کے نماز میں حضوری واستغراق کے دلائل	688
	زکوۃ کے اسرار ودقائق صوفیاء کی نظر میں	691
	صوفیاءکرام اور روزہ کی اہمیت	694
	امام غزالی رحمہ اللہ کے نزدیک فضائل مدینہ	698
	صوفیاء کے اجتماعی ذکر کے فضائل ودلائل	700
	صوفیائے کرام کی تعلیمات میں نکاح کی اہمیت	701
	نکاح کے پانچ فائدے	703
	صوفیائے کرام کی تعلیمات میں عورتوں سے حسن سلوک کی اہمیت	704
	صوفیائے کرام کی تعلیمات میں کسب معاش کی اہمیت	706
	ہفت روزہ خدام الدین لاہور،	707
	شربت بطور تبرک نوش فرمانا	709

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	"وقایۃ الانسان من الجن والشیطان	713
	گھر سے جنات کو کیسے نکالا جائے	713
	جناتی مرگی کے اثبات کیلئے منصوص وعقلی دلائل	714
	انسانی جسم میں جن کے داخلے کی علامات	715
	شیخ عبدالسلام بالی کا مرگی میں مجرب علاج	716
	جنات کے ساتھ بیتی سچی کہانیاں	720
	زینت جننی سے ملاقات	721
	عیسائی شفیقہ جننی سے ملاقات	722
	''غوطزن جن'' سے ملاقات	725
	رکاوٹ والے جادو کی علامات	730
	مرکز روحانیت ونور یعنی دل کی اہمیت	731
	غذاءالارواح	733
	جائے وظائف کی تقاضے	733
	مولانا داؤدخان کے مجرب وظائف	734
	سورۂ واقعہ کا ۱۴مرتبہ کا عمل	735
	اسماءِ حسنٰی کے مجرب عملیات	736
	مشک وزعفران سے لکھنے کا خاص عمل	744
	حضرت خضر علیہ السلام سے ملا خاص عمل	745
	جھلی پر لکھ کر گلے میں ڈالنے کی دعا	746
	حفاظت حمل کیلئے ہرن کی جھلی پر لکھنے کا عمل	748
	پیپل کے پتوں پر لکھنے کا خاص عمل	749

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کیلئے	751
	جانوروں کو نظر لگنا	752
	کھیت کی حفاظت کیلئے آبخورے کا عمل	753
	دشمن سے حفاظت کیلئے انگوٹھی کا عمل	754
	ہر پریشانی میں آزمائے مجرب وظائف	755
	ظاہری وباطنی حفاظت کیلئے (تعویذ)	756
	سورہ مزمل کا مجرب عمل	757
	بدھ، جمعرات اور جمعہ کا خاص عمل	759
	ختم بخاری کا مجرب عمل	760
	ظالم شخص سے حفاظت کا تعویذ	761
	41بار معوذتین کا عمل	763
	تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ......	765
	تصوف یعنی تزکیہ واحسان کا مقام	766
	آج تک برکات موجود رہنا	767
	ابدال اور مجذوبوں سے ملاقاتیں	768
	علم تصوف سے ناآشنا حقیقت کیا جانیں!!!	769
	شیخ الکل کا مثالی ادب	770
	چوہوں کا احترامِ ولی میں کھیت خالی کر جانا	771
	ولادت سے قبل بزرگوں کی بشارات	772
	گمشدہ گدھے کی صحیح اطلاع دینا	773
	روزانہ تہجد میں 36مرتبہ یٰسین پڑھنے کا حکم	775
	ایک غیبی بزرگ کی پیشگوئی	776

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	تکمیل علم کے بعد تلاش مرشد کا سفر	777
	حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے بیعت برکت	781
	مریدین کا حق پرست مرشد کی حمایت کرنا	785
	رخصتی کے وقت مرشد کی نصیحت	786
	برکت اولیاء کے اثرات اک حقیقت	787
	انگریز عورت کے ساتھ ہمدردی	788
	شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ کا اخذ طریقت اور بیعت	789
	مرشد بھی ہم سبق بھی	790
	مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کی (۶۷) کرامات	791
	قرض سے غیبی خلاصی مل جانا	792
	بانجھ عورت کے گھر بیٹے کی پیدائش	793
	خواجہ اجمیر رحمہ اللہ کی یاد تازہ کردینا	794
	برہمنوں کا دیکھتے ہی مسلمان ہوجانا	795
	جواں سالہ لڑکی کا گنجاپن ختم ہوجانا	796
	نمبردار کے مرنے کی اطلاع دینا	797
	عاشق جن کا تعمیل حکم بجالانا	798
	تمام اعتراضات کا منکشف ہوجانا	799
	دریا کا آپ کا پیغام سن کر جگہ چھوڑ دینا	800
	نسبت بیعت شیطان سے حفاظت کا ذریعہ	801
	بدتمیز شخص پر اللہ کا خوف طاری ہونا	803
	مجذوب کی بڑ اور آپ کی کرامت	804
	بے ادب اللہ کی پکڑ میں	804

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	سمجھ سے بالاتر قصہ	805
	مرید کی خواہش اور عیاش کی توبہ	806
	صرف اک ملاقات پر حلقہ بیعت میں شامل ہوجانا	807
	چور کا کتا بن کر بھونکنا	809
	کھنڈر کنوئیں کا صحیح سالم ہوجانا	810
	با اعتماد مرید کو دست غیب عطا کرنا	811
	شطرنج کھیلتے پیر صاحب کی توبہ	812
	کیا اولیائے کامل اور ہم برابر ہیں......	813
	حضرت سہارن پوری کے شاگرد جنات	815
	حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کے مبارک خواب	816
	باکمال مرشد کے تلامذۂ کرام	817
	سلوک ومعرفت سے بھرپور مکتوبات	818
	دوبارہ مرشد کی خدمت میں حاضری کا حکم	819
	تصوف اور طریق صوفیاء کی اہمیت	820
	باہمی اتفاق اور اتحاد کی اہمیت	822
	نیک صحبت کی ضرورت	823
	مرشد کی خدمت میں خط	825
	مرشد سے عقیدت کا گیارہواں خط	826
	شیخ محی السنہ رحمہ اللہ کی تعریف میں	828
	مقام فنافی الرسول کی اشعار میں ترجمانی	829
	بیٹوں کو مثل بایزید مرشد سے بیعت ہونے کی وصیت	831

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	چودھری حاکم صاحب کی بیعت اصلاح	833
	اجتماعی ذکر نفی اثبات کے وقت انتقال	835
	سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی	836
	متصوف لکھوی علماء کی علمی خدمات	836
	مولانا غلام رسول (قلعہ میہاں سنگھ) کی بیعت اصلاح	837
	اختلاف کے باوجود میل ملاقات کے عادی	840
	سوانح داؤد غزنوی	841
	کسی فرقہ پر نکتہ چینی نہ کرنا	841
	تصوف اور قلب و روح پر علمی گفتگو	842
	شریعت و طریقت کا حسین امتزاج	843
	حضرت لاہوری اور غزنوی رحمہما اللہ کے تعلقات	845
	امام اعظم کی گستاخی کا وبال	846
	اُنسیت ذکر اور حضرت تھانوی کا جواب	848
	آپ ﷺ کی عظمت ساری کائنات سے زیادہ	850
	باطنی آنکھ سے پیشانی پڑھ لینا	851
	غار میں دشمن کی ہلاکت کا الہام	852
	تصوف میں منجھا ہوا موقف	853
	تعویذات اور عملیات کا ذوق	854
	حضرت مرزا جان جاناں نقشبندی سے مناسبت	855
	توحید خالص ..... اور اپنوں سے شکوہ	856
	اہل بیت سے بے پناہ محبت و عقیدت	857
	اولیاء کا ادب اولیاء رحمہم اللہ سے سیکھیں!!	858
	مُطالعاتی سفر......	859
	صوفی بزرگ کا اشاعت اسلام میں کردار	859
	حضرت خضر علیہ السلام کی بستی کی زیارت	861
	افکار ابن خلدون.....	862
	آئیں! تصوف کو علمائے اہلحدیث سے سمجھتے ہیں	862
	مسائل تصوف کا صحیح تجزیہ	863
	تحریک اہل حدیث، تاریخ کے آئینے میں	864
	تاریخ کے چند نامور علماء و صوفیاء کا تذکرہ	864
	شیخ محمد طاہر محدث پٹنی رحمہ اللہ	865
	حضرت مجدد نقشبندی کا حکیمانہ فیصلہ	867
	تعلیمات مجدد نقشبندی	868
	قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا ذوق تصوف	869
	سنت کی قندیلیں جلانے والے متصوفین علمائے کرام	870
	شاہ صاحب کے متصوفین تلامذہ	871
	روحانی طمانیت کا لوگوں پر اثر	873
	کیا اہلحدیثوں میں کوئی ولی اللہ نہیں.....!	874
	علمائے غزنویہ کے مشہور وظائف	875
	آٹھ دن تک کچھ نہ کھانے کا مجاہدہ	876
	میاں محمد باقر رحمہ اللہ کی ہم نشینی کا کمال	877
	قطب ربانی کی روحانی مجالس میں شرکت	878

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	فقہائے مدینہ.......	880
	قناعت وتوکل	880
	تلقین غزالی رحمہ اللہ	880
	امام صاحب کا ذوق تصوف	880
	مریدین کی تربیت کے لیے خانقاہ کا قیام	881
	علم سر یعنی تصوف ومعرفت جاننے کی ضرورت	882
	علم شریعت اور علم طریقت کی تعریف	883
	تصوف کا مقصد اخلاق حسنہ کی تکمیل	884
	حاصل تصوف حصول تقویٰ	885
	تصوف بحیثیت اصلاح نفس	886
	اصلاح نفس کے آٹھ ذرائع	886
	صوفیائے کرام اور دعاؤں کی اہمیت	891
	تعلیمات صوفیاء میں تلاوت قرآن کی اہمیت	892
	تعلیمات صوفیاء میں زکوٰۃ کی اہمیت	893
	تعلیمات صوفیاء اور روزہ کی اہمیت	894
	تعلیمات صوفیاء میں حج کی اہمیت	895
	تعلیمات صوفیاء میں زیارت مدینہ کی اہمیت	896
	تعلیمات صوفیاء میں رزق حلال کی اہمیت	897
	قربت کی راہیں.......	900
	خدا کی قسم روضۂ اقدس تمام کائنات سے افضل ہے	901
	مرشد کامل کی علامت	902

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	کشف پر چودہ سوسالہ گواہی	902
	تصرف وتسخیر ولایت کی دلیل نہیں	903
	بے ادب اصطبل میں باندھنے کے لائق	904
	مرشد کامل اور انکے تبرکات کا عشق	905
	اہل بیت کی محبت ایمان کا حصہ	906
	درود نہ پڑھنے والا بخیل ہے	908
	شیخ عبدالحق کی مدینہ حاضری پر مرشد کی نصیحت	909
	درود شریف کے مطالب اور معارف	910
	درود نہ پڑھنے والے کو خواب میں تنبیہ	912
	آئیں .....!!ادب علمائے اہلحدیث سے سیکھیں	914
	مولانا ابوبکر کے دو ادب سے بھرے واقعات	915
	بارگاہ الٰہی کے آداب	916
	آدابِ بارگاہِ رسالت ﷺ	917
	حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ادب	918
	آج بھی مشائخ کا اسی طرح ادب کیا جائے	919
	قرآن مقدس کا ادب واحترام	920
	حقیقت ذکر الٰہی	921
	روحانی ایٹم بم سے نفس اور شیطان پر بمباری	922
	اہل اللہ پر رحمت وسکینت کی مختلف اقسام	924
	روحانی لذت سے ناآشنا......محروم وکم نصیب	925
	ہم پر ورودِ رحمت کیوں نہیں ہوتا؟	926
	سلوک ومعرفت میں کامیابی کے تین راز	927

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	غزنوی خاندان	928
	اہلحدیث متصوفین کا جذبہ احیائے سنت	928
	مستجاب الدعوات ولی کامل کی کرامت	929
	آخر عمر میں تصوف کی طرف رجحان بڑھ جانا	931
	مرشد کی خدمت میں وقت گزارنا	932
	چشمہ معرفت پر سالکین کی حاضری	934
	مولانا داؤد غزنوی کا ذوق تصوف	936
	ذوق ثناء خوانی	939
	نعت چراغاں	939
	اسم اعظم کو فقط نام محمد ﷺ جانو	939
	نعت کہکشاں	940
	اے رحمت عالم ﷺ! ہو نظر ایک، ادھر بھی	941
	نعت سویرا	942
	سامنے روضے کے جب کوئی گنہگار گیا	942
	عقبیٰ میں ہے نبی ﷺ کی شفاعت پہ آسرا	943
	شبنم نعت سے اسے میں نے نگیں بنا دیا	947
	انبیا کے خواب.....	948
	سچے خواب اولیاء کی رہنمائی کا ایک ذریعہ	948
	خوابوں کی تعبیر علمائے اہلحدیث سے سیکھیں	949
	خواب میں آٹا دیکھنے کی تعبیر	950
	ہڈی دیکھنے کی تعبیر	951

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	ببر شیر دیکھنے کی تعبیر	952
	بہشت دیکھنے کی تعبیر	953
	جھاڑو دیکھنے کی تعبیر	954
	کوڑا کرکٹ دیکھنے کی تعبیر	955
	سور دیکھنے کی تعبیر	956
	کوا دیکھنے کی تعبیر	957
	بلی دیکھنے کی تعبیر	958
	تذکرۃ الابرار	959
	مولانا حکیم محمد حسین رحمہ اللہ کا ذوق تصوف	959
	مولانا محمد امین رحمہ اللہ گہلن کا ذوق تصوف	960
	حافظ محمد عظیم میر محمدی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف	961
	علمائے اہلحدیث اور بریلوی میں باہمی رواداری	962
	ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث (لاہور)	963
	تصوف بطور تزکیۂ نفس و رذائل اخلاق	963
	بغیر تزکیہ کے حصول دنیا وبال ہے	964
	تکبر محرومی کا سبب	965
	تحفۃ الاحوذی.......	966
	تحفۃ الاحوذی سے جھاڑ پھونک کا جواز	966
	فتاویٰ نذیریہ	966
	تعویذ لکھ کر گلے میں لٹکانے کا جواز	966
	انوار التوحید.....	966

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	اسم ذات سے ہر پریشانی سے چھٹکارا	966
	1100 مرتبہ پڑھنا کامیابی کی کنجی	967
	"العلیم" پوشیدہ بھید جاننے کا ذریعہ	968
	"الکریم" کا مجرب وظیفہ	969
	الوکیل" کا مجرب وظیفہ	970
	فضائل اہلحدیث	971
	صوفیائے کرام کی غیبی رہنمائی کا محدثین سے ثبوت	972
	اہلحدیث ابدال اور اولیاء اللہ ہیں	973
	ہفت روزہ الاعتصام	975
	آزمائشوں میں اولیاء کرام کی ثابت قدمی	975
	حضرت العلام مولانا محمد جوناگڑھی رحمہ اللہ حیات وخدمات	976
	اتباع سلف صالحین کی دعا	976
	کرامات اہلحدیث.......	975
	اشاعت کرامات کی فکر	980
	کرامت اولیاء کی تعریف	981
	صاحب کرامات اہلحدیث کا تعارف	983
	کرامت کی حقیقت	987
	تصوف اور مرتبہ احسان	988
	کرامت ایمان میں تقویت کا سبب	990
﴿۱﴾	کرامات حضرت مولانا عبدالرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ	991
﴿۲﴾	کرامات حضرت مولانا غلام رسول رحمہ اللہ	993
﴿۳﴾	کرامات حضرت مولانا مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ	995
﴿۴﴾	کرامات حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ	999
﴿۵﴾	کرامات مولانا محمد سلیمان روڑوی رحمہ اللہ	999
﴿۶﴾	(حصہ دوم) کرامات مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ	1000
﴿۷﴾	کرامات حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ	1000
﴿۸﴾	کرامات امام سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ	1001
﴿۹﴾	کرامات مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ	1002
﴿۱۰﴾	کرامات شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ	1003
﴿۱۱﴾	کرامات حضرت مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ	1004
﴿۱۲﴾	کرامات مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی رحمہ اللہ	1005
﴿۱۳﴾	کرامات حضرت مولانا عبدالحمید سوہدروی رحمہ اللہ	1008
﴿۱۴﴾	کرامات حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ	1008
﴿۱۵﴾	کرامات مولانا حافظ محمد یوسف سوہدروی رحمہ اللہ	1013
﴿۱۶﴾	کرامات حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی رحمہ اللہ	1020
﴿۱۷﴾	کرامات صوفی عبداللہ رحمہ اللہ ماموں کانجن	1022
﴿۱۸﴾	کرامات میاں باقر رحمہ اللہ جھوک دادو	1024
﴿۱۹﴾	کرامات مولانا عتیق اللہ رحمہ اللہ ستیانہ بنگلہ	1025
﴿۲۰﴾	کرامت شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ	1026
﴿۲۱﴾	کرامات مولانا عبدالغنی چک رجادی رحمہ اللہ	1027

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
﴿۲۲﴾	کرامات کیلانی بزرگان رحمہم اللہ	1027
﴿۲۳﴾	کرامات حضرت حافظ عبدالحیٔ رحمہ اللہ کوٹ شاہ محمد	1028
﴿۲۴﴾	کرامات مولانا حکیم عبدالواحد رحمہ اللہ واربرٹن	1030
﴿۲۵﴾	کرامات مولانا محمد ادریس کیلانی رحمہ اللہ	1030
﴿۲۶﴾	کرامات مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ لاہور	1031
﴿۲۷﴾	کرامات مولوی کمال دین صاحب رحمہ اللہ	1032
﴿۲۸﴾	کرامات مولانا عبدالحق آف ماڑی مصطفٰی رحمہ اللہ (بھارت)	1033
﴿۲۹﴾	کرامات حضرت حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ	1034
﴿۳۰﴾	کرامات مولانا ابوالبرکات احمد مدارسی رحمہ اللہ	1035
﴿۳۱﴾	کرامات حضرت مولانا محمد عثمان دلاوری رحمہ اللہ	1036
﴿۳۲﴾	کرامات مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمہ اللہ	1037
	دوست کیسے بنائیں......	1040
	اہل اللہ کی صحبت کی برکات وثمرات	1040
	اہل اللہ یاد الٰہی کا ذریعہ	1044
	خطبہ رحمۃ للعالمین ﷺ ..	1048
	آپ ﷺ سا کوئی ہے نہ ہوگا	1048
	اولیائے کرام کا توکل قرآن مقدس کی روشنی میں	1050
	توکل اولیاء احادیث کی روشنی میں	1051
	تصوف بطور تزکیہ نفس	1053
	اولیاء کا منتہائے نظر.... نفس مطمئنہ	1056
	فقہائے ہند جلد پنجم حصہ دوئم........	1057
	شیخ مجیب اللہ جعفری پھلواروی کا ذوق تصوف	1058
	چند مشہور متصوف علمی خاندان	1059
	دہلوی خاندان میں تصوف کا ذوق	1060
	تصوف کی فضا میں شاہ صاحب کی تربیت	1061
	تصوف سے متعلقہ کتب کا تعارف	1062
	شاہ صاحب کا مرکز التفات ’’علم تصوف‘‘	1064
	نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں	1065
	نبی کریم ﷺ کی محبت کے ثمرات وفوائد	1067
	نبی کریم ﷺ سے محبت کی علامتیں	1068
	ماہنامہ رحیق لاہور اکتوبر ۱۹۵۸ء	1069
	مدارج سلوک وطریقت کی اہمیت	1069
	سالکین کیلئے ضروری ہدایات	1071
	احادیث مبارکہ سے دنیا کی مذمت	1074
	ماہنامہ رحیق لاہور نومبر ۱۹۵۸ء	1076
	مدارج سلوک وطریقت دوسری قسط	1076
	صوفیائے کرام رہبانیت نہیں سکھاتے	1078
	اعتدال پسندی صوفیاء کا شیوہ	1079
	سلسلہ شاذلیہ میں مرشد کو ہدایت	1080
	مرشد کے بغیر کامیابی مشکل ہے	1081
	مرشد کی نگرانی میں نفی اثبات کا کمال	1082
	امام غزالی رحمہ اللہ اور زہد عارفاں	1082

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	وقائع سید احمد شہید رحمہ اللہ	1083
	سید احمد شہید کی بیعت نقشبندیہ، چشتیہ، قادریہ	1083
	سالکین کیلئے ضروری نصیحت	1090
	مرشد یا شیخ کس کو بنایا جائے	1090
	تزکیہ نفس کیلئے ذکر اللہ کی اہمیت	1091
	سالکین کی ترقی شکر میں پوشیدہ ہے	1092
	مرشدین طریقت کیلئے ضروری ہدایات	1093
	مدارس میں نظام تصوف کی ضرورت	1094
	مرشد صالح اور نسبت متعدی کے حامل مرشد	1095
	میں تصوف ومجذوب کا قائل ہوں	1096
	تقاریر وخطابات.....	1097
	انبیاء علیہم السلام کا مقام عبدیت	1098
	فقہائے پاک وہند 13ویں صدی ہجری (ج ۳)	1100
	شیخ غلام علی مجددی دہلوی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف	1100
	۴۵ سال سلسلہ نقشبندیہ کی اشاعت	1101
	مرشد نقشبند کا نظام الاوقات	1102
	فضائل درود وسلام فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ	1104
	اولیائے کرام اور اہمیت درود وسلام	1105
	اسلامی خطبات حضرت مولانا عبد السلام بستوی رحمہ اللہ	1107
	کوشش کے باوجود چہرہ قبلہ سے نہ پھرنا (کرامت)	1107
	القول البدیع میں جنت کی بشارت	1108
	اولیائے کرام کے مجرب آزمودہ درود	1109
	سچے خواب بخشش وہدایت کا ذریعہ	1110
	صوفیائے کرام کے زہد عن الدنیا کا انسائیکلوپیڈیا	1111
	زہد اولیاء عملی احادیث کی روشنی میں	1113
	بزرگ کا کشف اور اک عبرت آموز واقعہ	1116
	اولیائے کرام اور بدعات کی مذمت	1119
	فتاویٰ اصحاب الحدیث (جلد اول)	1119
	تبرکات اولیاء کا صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثبوت	1122
	موئے مبارک سے محبت وعقیدت	1123
	ننگے سر نماز شیخ البانی کی نگاہ میں	1126
	فتاویٰ اصحاب الحدیث (جلد دوم)	1126
	مبتدی سالکین کے وساوس میں آسان علاج	1127
	مقالات راشدیہ	1128
	مرشد کریم پر لگائے گئے الزامات کا دفاع	1129
	ابدال کون ہیں	1131
	مقالات راشدیہ جلد (دوم)	1133
	عورتوں سے بیعت لینے کا بیان	1134
	فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ جلد (اوّل)	1135
	ائمہ پر لعن طعن اہل علم کی شان نہیں	1135
	فوت شدہ پر طعن علمائے حق کی شان نہیں	1138
	استخفاف اولیاء اہل علم کا شیوہ نہیں	1138

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	تذکرہ حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ	1140
	باکمال مرشد کی صحبت اور توجہات کا اثر	1140
	دو روشن ستارے	1141
	مدرسہ اور خانقاہ کی باہمی آویزش	1142
	خواجہ باقی باللہ کے مرید کا تجدیدی کارنامہ	1143
	مرشد کی طرف سے پیشگوئی	1145
	ذوق تصوف پر علمی تالیفات	1149
	دوسرے روشن ستارے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ	1150
	ذوق تصوف پر مایہ ناز کتب	1155
	چالیس علمائے اہل حدیث	1156
	بطور برکت قمیض و پگڑی لے جانا	1157
	والد محترم کی بیعت نقشبندیہ	1158
	برصغیر میں اہل حدیث کی آمد	1161
	اہل اللہ کی زندگیاں مشعل راہ ہیں	1162
	ائمہ اور اولیاء کرام کی گستاخی کا الزام	1164
	ائمہ اور اولیاء کا گستاخ بدنصیب	1165
	برصغیر میں علم فقہ......	1168
	شیخ محی الدین بہاری کا ذوق تصوف	1168
	مولانا محمد جمیل رحمہ اللہ کا ذوق تصوف	1170
	اشاعت خاص ہفت روزہ الاعتصام	1171
	مولانا فیض اللہ کی بیعت توبہ	1171

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے مرید	1173
	بطور کشف گنہگاروں کی بد بو سونگنا	1175
	مولانا عبدالکریم رحمہ اللہ گرنتھی کی بیعت اصلاح	1176
	غزنوی خاندان میں تصوف کا رسوخ	1178
	حضرت گوندلوی رحمہ اللہ پر مرشد کامل کا اثر	1180
	تصوف میں اعتدال پر پسندیدگی	1182
	فقہی رواداری اور وسعتِ ظرفی	1185
	فیوض الحرمین کا حوالہ	1187
	فیوض الحرمین کا ایک فیض	1189
	اخلاق زہد و تصوف پر 78 کتابیں	1190
	اہل اللہ کے نقش قدم پر چلنے کی دعا	1192
	العلامۃ ابوطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ حیات و خدمات	1194
	صحیح تصوف کے علمبردار علمائے کرام	1194
	اہل حدیث کے چار مراکز	1194
	اہل حدیث کے مرشدین اور انکے روحانی مراکز	1195
	مولانا سلطان محمود محدث جلالپوری رحمہ اللہ......حیات، خدمات، آثار	1203
	لفظ صوفی کا بکثرت استعمال	1204
	سیرت البخاری امام المحدثین	1205
	تصوف میں تبدیلی......اور ضروری احتیاط	1205

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	ارمغان حنیف	1205
	مولانا حنیف ندوی کے مربی ومرشد	1205
	مولانا حنیف اور رموز تصوف سے آشنائی	1206
	تلخیص احیاء علوم الدین	1207
	تصوف ارکان اسلام کی باطنی روح	1208
	تصوف زندگی کا جامع تصور	1209
	کاروان حدیث......	1210
	امام ترمذی رحمہ اللہ کا زہد وتقویٰ	1211
	امام ابونعیم اصفہانی رحمہ اللہ صاحب کمال صوفی	1212
	ولی کے پڑوس میں تدفین کی دعا	1214
	استاد پنجاب	1218
	بطور یادو برکت عمامہ عطا فرمانا	1219
	کتاب کرامات اہلحدیث نہایت اہم کتاب	1220
	اہل اللہ کی سوانح کی ضرورت واہمیت	1221
	جنی سے ملاقات اور اس کی نشانی	1224
	شیخ الکل کی دنیا سے بے رغبتی	1226
	علم تصوف کی بے نظیر شخصیت:	1227
	20 کا نوٹ پتا نہیں کس نے دیا......؟:	1229
	مراقبے میں حیرت انگیز باتوں کا انکشاف	1230
	مرشد باکمال کی پیشگوئی	1232
	حضرت محدث وزیر آبادی کے صوفی صاحبزادے	1233

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	متفرق کتب ورسائل	
	ذکر اللہ کے فوائد وفضائل	1238
	آداب کے لفظی معنی	1239
	قرآن وسنت میں آداب کی چند مثالیں	1240
	آداب کی اہمیت اہل اللہ کی روشنی میں	1241
	ولی اللہ بنانے کا اہم راز نظروں کی حفاظت	1244
	300 سالہ عابد کی ایمان سے محرومی	1248
	غض بصر اہل اللہ کی نظر میں	1249
	تمیں اللہ والوں کی نصیحت	1255
	صوفیائے کرام کا عقیدہ توحید	1259
	اہل اللہ کی گستاخی کا وبال	1263
	عبقات.....	1265
	اولیاء کے کشف پر قرآنی دلائل	1266
	پگڑی وٹوپی استعمال فرمانے والے علمائے کرام	1268
	عصر حاضر کے علمائے اہلحدیث کا ذوق تصوف	1270
	مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی حفظہ اللہ کا ذوق تصوف	1272
	روحانی عملیات اور وظائف	1275
	مولانا عطاء اللہ خلیل حفظہ اللہ کا ذوق تصوف	1276
	مولانا عطاء اللہ خلیل حفظہ اللہ کے تعویذات	1279
	حافظ محمد اسماعیل حفظہ اللہ کا ذوق تصوف	1282
	مرشد اور مشائخ سے ملے وظائف	1283

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	ماسٹر سیف اللہ انجم صاحب کا ذوق عملیات	1288
	ایک خدا رسیدہ اہلحدیث عامل سے ملاقات	1293
	قاری محمد بلال عزیزی حفظہ اللہ کاذوق تصوف	1295
	اسکین شدہ کتابیں	
	کتاب التعویذات (ایک صدی قدیم نسخہ)	1318
	کتاب التعوایذات (جدید ایڈیشن)	1457
	القول الجمیل مع شرح شفاء العلیل	1586
	انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ (تصوف کا علمی شاہکار)	1706

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	فیوض الحرمین (مکاشفات غیبیہ کا مجموعہ)	1853
	فیصلہ وحدۃ الوجود والشہود	1957
	خوارق	1989
	حزب الرسول ﷺ (حضرت سیالکوٹی رحمہ اللہ کا آزمودہ وظیفہ)	2055
	میرے روحانی تجربات ومشاہدات	2226
	تحفۃ العالمین مع زاد العالمین	2256
	اعمال ایسے کے فرشتے اتریں	2282
	حرز اعظم	2342

تصوف کیا نہیں ہے......!؟

﴿۱﴾ مے ومستی، رقص وسرور، مزاج کی بے خودی اور غیر مہذبانہ حرکات کا نام تصوف نہیں بلکہ اوامر الٰہی اور اتباع نبوی ﷺ کو کیفیت عشق کے ساتھ طبیعت کا حصہ بنا دینے کا نام ہے۔ اور نہ ہی تصوف قبروں پر غیر اسلامی حرکات کا نام ہے۔

﴿۲﴾ تصوف کے لیے نہ کشف وکرامات ضروری ہیں نہ ہی پراسرار روحانی ملاقات اور نہ عالم لاہوت کی سیر ہونا شرط ہے اور نہ ہی سچے خواب یا خوابوں میں بزرگوں سے ملاقات ہونے کا وعدہ ہے۔

﴿۳﴾ کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف نہیں۔ نہ مقدمات جیتنے کا نام ہے اور نہ ہی یہ بات لازمی ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے بغیر مجاہدہ اور بدون اتباع سنت کے تمام مقامات طے ہو جائیں گے۔

﴿۴﴾ دم درود، غیر شرعی تعویذ گنڈوں اور جھاڑ پھونک کا نام تصوف نہیں۔ آج ہمارے معاشرے میں یہ ساری چیزیں تصوف کا حصہ سمجھی جانے لگی ہیں اور ہم ان ہی باتوں کی تکمیل کیلئے اولیاء وبزرگوں کے پاس جانے لگے ہیں۔ بزرگوں کے پاس حصول اخلاص اور درستگی باطنی رذائل کی غرض سے آنا چاہیے، بیعت اصلاح کا بھی یہی مقصد اور مطلوب ہے۔

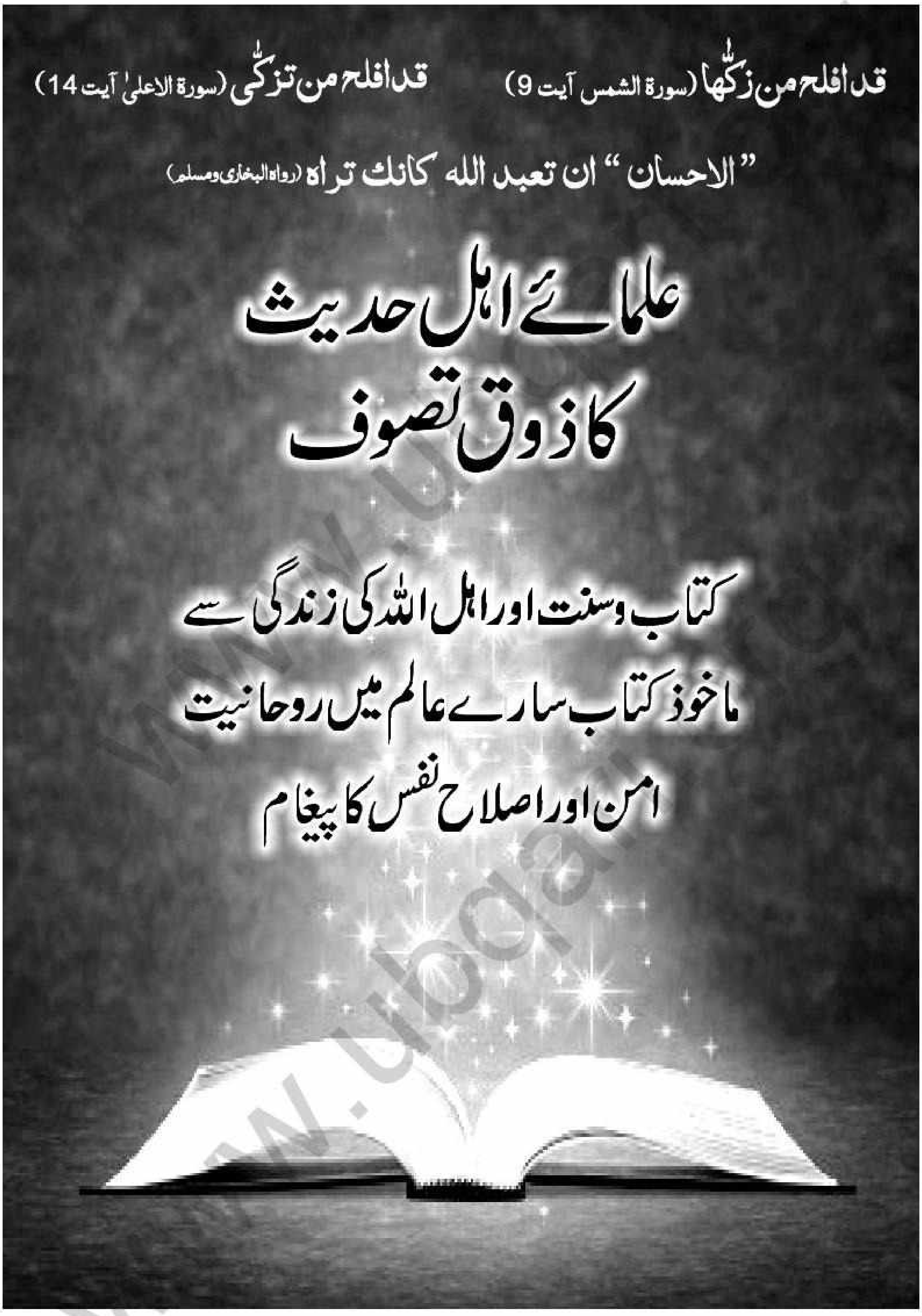

قد افلح من زکّٰها (سورۃ الشمس آیت 9) قد افلح من تزکّٰی (سورۃ الاعلیٰ آیت 14)

”الاحسان“ ان تعبد الله کانك تراہ (رواہ البخاری ومسلم)

علمائے اہل حدیث
کا ذوق تصوف

کتاب وسنت اور اہل اللہ کی زندگی سے
ماخوذ کتاب سارے عالم میں روحانیت
امن اور اصلاح نفس کا پیغام

تذکرہ علمائے
بھوجیاں

مرتب: عبدالعظیم انصاری

ناشر:۔ محمدیہ دارالاشاعت

کوٹ عظم خان
(تصور پکستان)

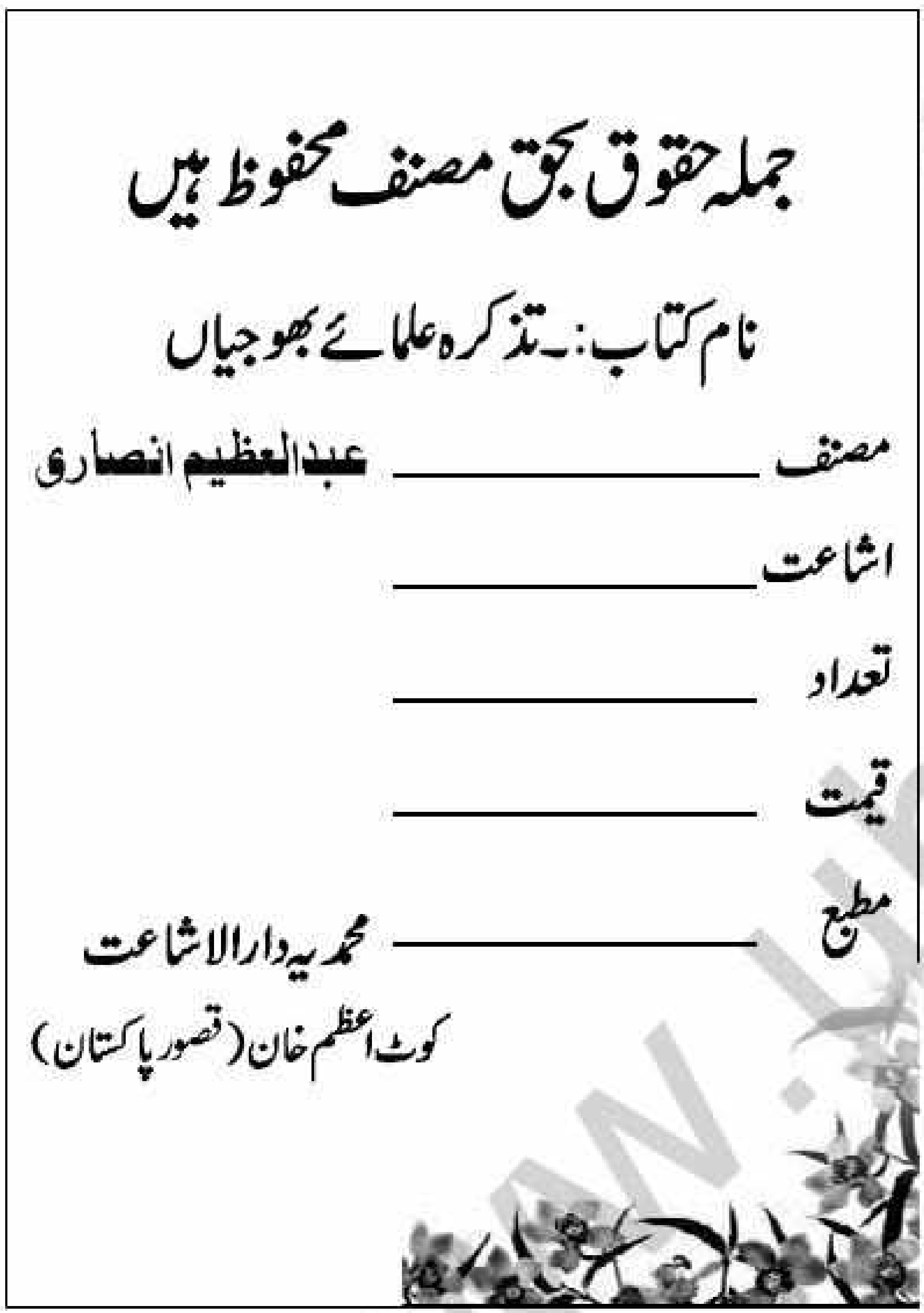

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب:۔ تذکرہ علمائے بھوجیاں

مصنف ——— عبدالعظیم انصاری
اشاعت ———
تعداد ———
قیمت ———
مطبع ——— محمدیہ دارالاشاعت
کوٹ اعظم خان (قصور پاکستان)

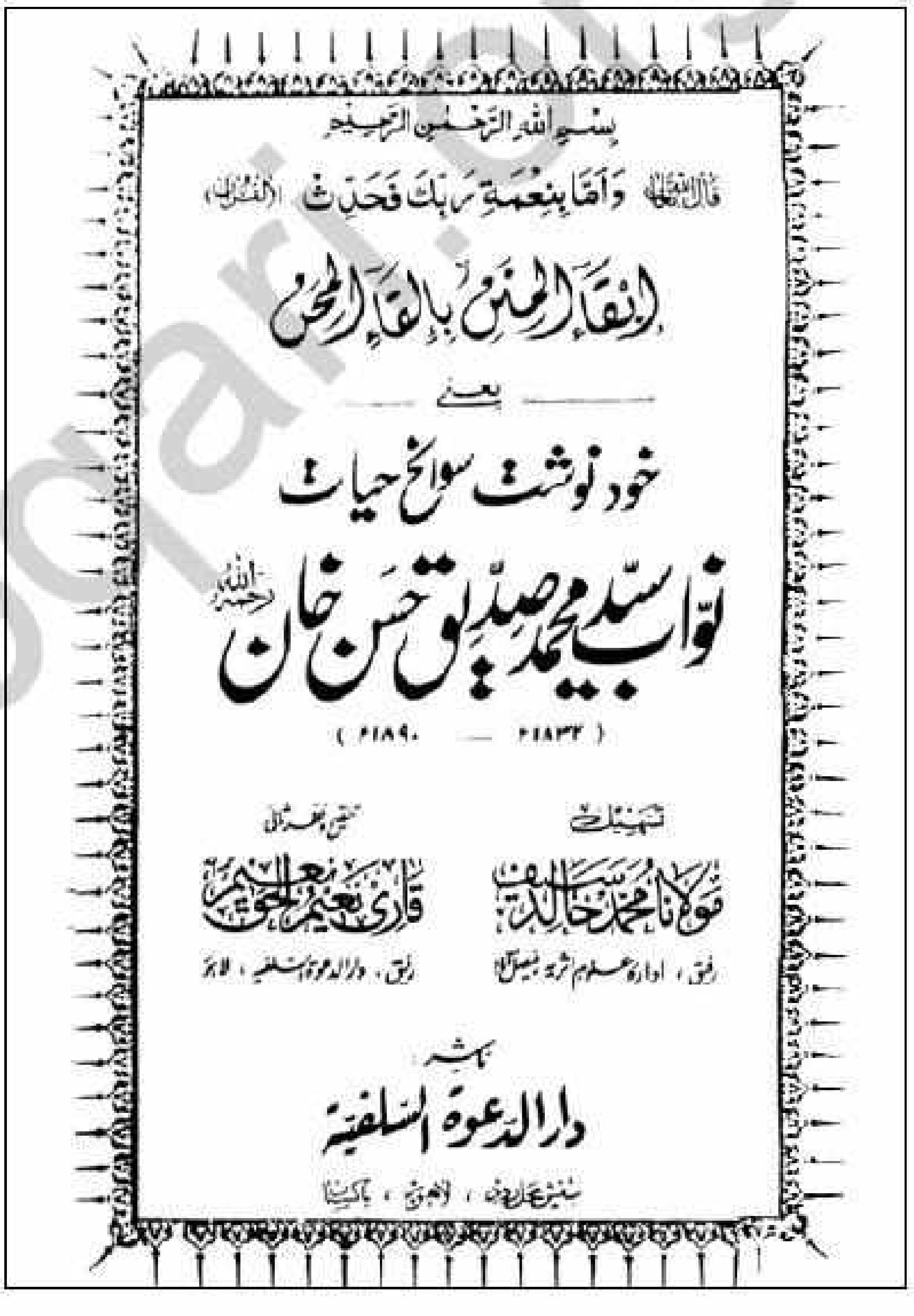

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
قال اللہ تعالیٰ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (القرآن)

ابقاء المنن بالقاء المحن

یعنی

خود نوشت سوانح حیات

نواب سید محمد صدیق حسن خان رحمہ اللہ

(۱۸۳۲ء — ۱۸۹۰ء)

تسہیل
مولانا محمد خالد سیف
رفیق، ادارہ علوم اثریہ، فیصل آباد

تحقیق وتعلیق
قاری نعیم الحق نعیم
رفیق، دارالدعوۃ السلفیہ، لاہور

ناشر
دارالدعوۃ السلفیہ
شیش محل روڈ، لاہور، پاکستان

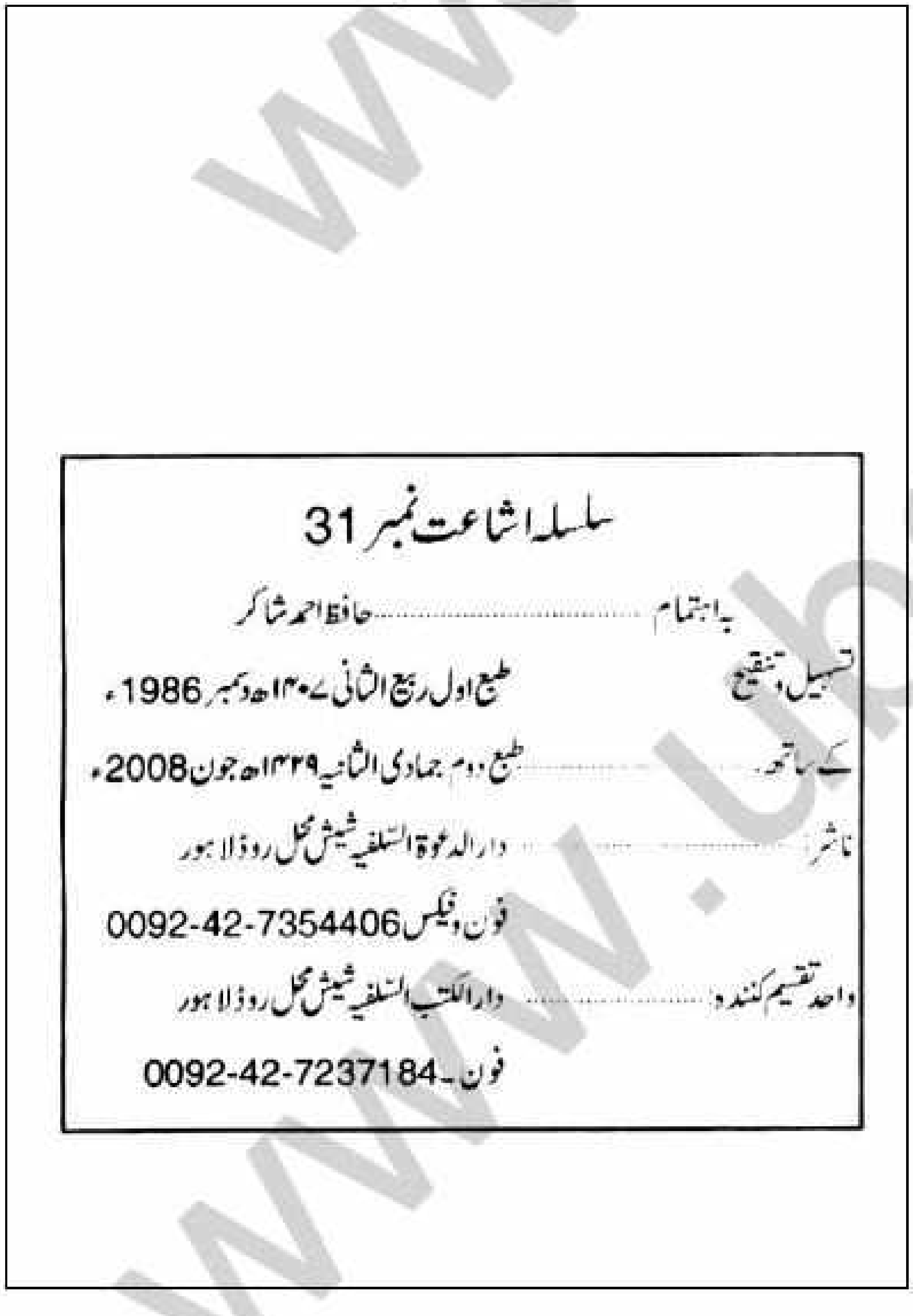

سلسلہ اشاعت نمبر 31

باہتمام .... حافظ احمد شاکر
تسہیل وتنقیح طبع اول ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ دسمبر 1986ء
کے ساتھ .... طبع دوم جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ جون 2008ء
ناشر .... دارالدعوۃ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور
فون وفیکس 0092-42-7354406
واحد تقسیم کنندہ .... دارالکتب السلفیہ شیش محل روڈ لاہور
فون۔ 0092-42-7237184

نام کتاب: ۔تذکرہ علمائے بھوجیاں

مرتب: ۔عبدالعظیم انصاری ۔ناشر: ۔محمدیہ دارالاشاعت، کوٹ اعظم خان (قصور پاکستان)

علمائے اہلحدیث کا فیض: ۔ مولانا سید نذیر حسین اور حضرت عبداللہ غزنوی رحمہم اللہ کی کرامت کہ دیکھتے ہی دیکھتے یہ بنجر زمین جو کتاب وسنت کی آواز کو ترس گئی تھی۔ اب اس کے قریہ قریہ کے درودیوار قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے روح پرور ترانوں سے گونج رہے تھے کوہستان بدعات وخرافات کے گوشہ گوشہ میں کتاب وسنت کی جوئے شیر بہہ رہی تھی۔ احیاء علوم سنت کی یہ تحریک اسلامی ہند کی تاریخ کا سنہری باب ہے۔ اسی تاریخ کا ایک ورق زیرنظر کتاب ''تذکرہ علمائے بھوجیاں'' ہے۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص۱۶)

صلحاء واصفیاء کا فیض: ۔ تحصیل ترنتارن ضلع امرتسر کے علاقہ میں موضع بھوجیاں کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ وہ ایک روحانی اور دینی مرکز تھا۔ دور دور سے آ کر متلاشیان حق اور جویان رشد وہدایت مولانا فیض محمد خاں علیہ الرحمہ اور ان کے خاندان کے دیگر علماء واتقیا اور صلحاء و اصفیاء سے فیض حاصل کرتے تھے۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص۴۲)

صاحبزادہ مولانا ظہور علی صاحب کا ذوق تصوف

خطیب جامع مسجد شیش محل روڈ لاہور

مولانا ظہور علی صاحب حضرت مولانا عبدالرحمٰن شہید بھوجیانی کے شاگرد ہیں۔ چار پانچ سال تک ان کی خدمت اقدس میں رہ کر علمی اور روحانی فیض حاصل کیا۔ بھوجیانی علمائے کرام سے والہانہ عقیدت ہے۔ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کے زبردست مداح ہیں اور ان سے قلبی لگاؤ اور نیازمندانہ تعلقات ہیں یہ مسلکاً حنفی المذاہب ہیں اور تیس سال سے جامع مسجد حنفیہ نقشبندیہ شیش محل روڈ کے خطیب چلے آ رہے ہیں۔ ذیل میں ان کے تاثرات درج ہیں۔ (انصاری) (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص۴۹)

فرشتہ خصلت ارواح ذکیہ کی مجالست: ۔ چار پانچ سال موضع بھوجیاں میں ان خدارسیدہ ہستیوں کی صحبت کیمیائے اثر میں گزارے ہوئے آج بھی لوح قلب پر نقش ہیں اور ان بزرگوں کی صحبت اور مجالس کی حاضری کا ایک ایک لمحہ یاد ہے۔ وہ دور لد گیا! وہ زمانہ گزر گیا اور وقت بیت گیا اب تو ''چراغ رخ زیبا'' لے کر بھی ڈھونڈنے سے وہ پاکباز لوگ نظر نہیں آتے۔ اب شاید کوئی یقین ہی نہ کرے کہ اس قسم کے فرشتہ خصلت انسان بھی ہو گزرے ہیں۔

وہ نفوس قدسیہ اور ارواح ذکیہ جو عنداللہ راضیۃ مرضیۃ کے مقام رفیع پر متمکن ہیں، میرا قلم عاجز اور زبان قاصر ہے کہ ان کے اوصاف حمیدہ اطوار محمودہ اور اخلاق کریمانہ کا حصر کر سکے۔

زباں پہ بار خدایا کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لئے

(تذکرہ علمائے بھوجیاں ص۵۰)

صاحب کرامت ولی چند مشاہدات

مولانا عبدالرحمٰن رحمہ اللہ نہایت متقی، پرہیزگار اور خشیت الٰہی کے پیکر تھے۔ ذکر خدا سے ہر وقت زبان تر رہتی، بڑے ہی باحیا، تہجد گزار اور شب زندہ دار تھے قرآن مجید کی تلاوت کا بے حد شوق تھا آپ صاحب کرامت ولی اللہ تھے اس سلسلے میں چند واقعات عرض کرتا ہوں جن کا میں خود شاہد ہوں۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص۵۲)

لوگوں پر ہیبت: ۔ آپ کی شخصیت بڑی وجیہہ تھی جس مجلس میں جاتے لوگوں پر ایک نادیدہ ہیبت چھا جاتی آپ جو فرماتے

لوگ بطوع قلب قبول فرماتے ۔

دیہات میں اکثر زمینداروں کی آپس میں لڑائیاں اور جھگڑے چلتے رہتے ہیں اگر گاؤں میں کبھی لڑائی ہو جاتی اور آپ کو اطلاع پہنچتی تو آپ فوراً جائے واردات پر پہنچتے ۔ فریقین جب دور سے آپ کو تشریف لاتے دیکھتے فوراً لڑائی چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں میں گھس جاتے ۔ اس طرح جدال وقتال سے محفوظ رہتے ۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۵۲)

قلبی واردات پر غیبی اطلاع (کرامت):۔ آپ کی گاؤں میں کچھ زرعی زمین تھی فصل کو پانی لگانے کے لئے رات کے وقت ایک دفعہ مجھے آپ ساتھ لے گئے میں نے کسّی اپنے کاندھے پر رکھی ہوئی تھی اور ان کے آگے آگے چل رہا تھا ۔ اندھیرے کی وجہ سے خوف زدہ تھا لیکن خاموشی سے چل رہا تھا حضرت صاحب اچانک فرمانے لگے ۔ ظہور ڈرتے کیوں ہو میں تمہارے ساتھ ہوں اور ہمارے ساتھ خدا ہے میں حیران ہوا کہ خدا نے میری دلی کیفیت کا اظہار ان سے کر دیا کہ میری حالت سے واقف ہو گئے ۔ ان کے اس فقرہ کہنے کے بعد میرا تمام خوف اور ڈر جاتا رہا ۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۵۲)

نکلی بات کا پورا ہو جانا (کرامت):۔ ایک بار موضع باٹھ کا نمبردار جس کا نام شاید چودھری اللہ بخش تھا اپنی گھوڑی لے کر حضرت کو اپنے گاؤں لے جانے کیلئے آیا اس سفر میں یہ ناچیز بھی ان کے ساتھ تھا ۔ راستہ میں ایک گاؤں سے گزر رہے تھے کہ گاؤں کے چوک میں ناچ گانے کی ایک محفل قائم تھی اور طوائفیں ناچ رہی تھیں بہت سے سکھ چاروں طرف بیٹھے محظوظ ہو رہے تھے ۔ ہم جب قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ یہ ان کی ہلاکت کا سامان ہو رہا ہے ۔ شام کو جب ہم واپس ہوئے اور اس مقام سے گزرے تو وہاں پانچ چھ سکھوں کی لاشیں پڑی تھیں جن کے خون سے زمین سرخ ہو رہی تھی ہمارے جانے کے بعد ان کی آپس میں زبردست لڑائی ہوئی جس کا یہ نتیجہ تھا ۔ گاؤں پر سکوت مرگ طاری تھا اس طرح اس مرد مومن کی زبان سے نکلی ہوئی بات پوری ہو کر رہی ۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ۵۳)

خالی جیب میں دست غیب (کرامت):۔ مولانا عبداللہ ریاستی جو آپ کے چہیتے شاگرد تھے فرماتے ہیں ایک بار حضرت حج کو جاتے ہوئے مجھے بھی ساتھ لے گئے حالانکہ مجھے معلوم تھا کہ آپ کے پاس اتنی رقم نہیں کہ جو ہم دونوں کو کفایت کر سکے لیکن دوران حج میں حیران ہوا کہ آپ بڑی فراخ دلی سے خرچ کر رہے ہیں ۔ کتابیں، کپڑے اور دیگر اشیاء خرید رہے ہیں اور روزمرہ کا خرچ اس کے علاوہ ہے ۔ میں بڑا متعجب تھا کہ یہ رقم کہاں سے آ رہی ہے مکہ سے باہر ایک روز ایک پہاڑی کے قریب مجھے فرمانے لگے کہ عبداللہ تم یہاں ٹھہرو میں پیشاب کر آؤں اور اپنی صدری اتار کر مجھے دی کہ اسے اپنے پاس رکھو ۔ آپ اس صدری کی جیب سے ہی خرچ کے لیے پیسے نکالا کرتے تھے مجھے خیال آیا کہ دیکھنا چاہیے جیب میں کتنی رقم ہے ابھی میں جیب کو ہاتھ لگانے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ آپ نے اچانک واپس میری طرف منہ کر کے سختی سے فرمایا کہ جیب کو ہاتھ نہ لگانا ۔ ان کے اس ارشاد پر میں خوف زدہ ہو گیا اور اپنے ارادہ سے باز رہا اس کے بعد بھی واپسی تک اسی طرح خرچ کرتے رہے اور دوران سفر کسی قسم کی دقت محسوس نہ ہوئی مجھے یقین ہو گیا کہ دست غیب سے آپ کو یہ وسعت حاصل ہوئی ہے ۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۵۳)

آپ کی آمدنی کا کوئی معقول ذریعہ نہیں تھا اور اکثر مہمان آتے رہتے، آپ فراخ دلی سے ان کی مہمان نوازی کرتے اس کے علاوہ مدرسہ کے طلباء کی ضروریات بھی پوری کرتے ۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۵۳)

لوگوں میں ادب واحترام:۔ گاؤں میں کسی محلے سے گزرتے تو عورتیں راستہ چھوڑ کر ایک طرف ہو جاتیں اور لوگ آپ کو دیکھ کر احتراماً کھڑے ہو جاتے ۔ سفر میں بھی اکثر ایسا ہوتا کہ راستے میں سکھ بھی کھڑے ہو کر آپ کو سلام کرتے ۔ غرضیکہ حضرت علیہ الرحمہ کی زندگی ایک سچے اور حقیقی مسلمان کی زندگی تھی ۔

مولانا عبدالعظیم انصاری نے ان بزرگوں کے نقوش ہمارے سامنے پیش کر دیئے ہیں تا کہ ہم اپنے اسلاف کے افعال و کردار کی روشنی میں اپنے اعمال کی اصلاح کر سکیں ۔ خدا سے دعا ہے کہ مرتب کی محنت قبول فرمائے اور ہمیں ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے ۔ آمین ۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۵۴)

صلحائے بھوجیاں پر منظوم کلام

(عبدالعظیم انصاری، قصور)

مصروف ذکرحق میں وہ رہتے تھے رات دن   پیکر تھے زہد و ورع کے صلحائے بھوجیاں
دل میں خدا کا خوف تھا لب پر تھا ذکرحق   حق گو و حق پسند تھے ابنائے بھوجیاں
حرص و طمع سے دور تھے باطل سے تھے نفور   من جملہ پاکباز تھے زعمائے بھوجیاں

(تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۵۹)

حالات اسلاف کی اہمیت وضرورت:۔ اسلاف کے حالات معرض بیان میں لانا ان کے کارناموں کو اجاگر کرنا اوران کی خدمات بوقلموں کو خوبصورتی کے ساتھ زینت قرطاس بنانا نہایت ضروری ہے۔ زندہ قومیں اورمتحرک جماعتیں ہمیشہ اپنے ماضی کو یادرکھتی ہیں اگر ماضی تابناک اورقابل فخر ہے تو اس کی مضبوط اور مستحکم بنیادوں پر مستقبل کا قصر رفیع تعمیر کرنے کے لیے کوشاں ہونا چاہیے۔
(تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۸۷)

مولانا فیض محمد کی بیعت اصلاح:۔ ایک بزرگ حضرت مولانا فیض محمد خاں تھے۔ جو دینی اور دنیوی لحاظ سے نہ صرف بھوجیاں میں بلکہ پورے ضلع اورعلاقے میں معزز ومحترم گردانے جاتے تھے۔ وہ حضرت الامام مولانا عبدالجبارغزنوی رحمہ اللہ کے شاگرد اورمرید تھے۔ نیز غزنوی خاندان سے ان کی رشتہ داری بھی قائم ہوگئی تھی۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۹۲)

تصوف وطریقت کے ماہرِ رموز:۔ مولانا فیض اللہ نے مولانا عبداللہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اورقرآن وحدیث اوردیگرعلوم کی تحصیل میں کوشاں ہوگئے تھوڑے عرصے بعد آپ کے یہ عالی مرتبت استاذ یعنی مولانا عبداللہ بن عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ بھی انتقال فرماگئے اورخلافت حضرت الامام مولانا سید عبدالجبارغزنوی رحمہ اللہ کے سپرد ہوئی اوروہ بزرگوں کی اس مسند پر رونق افروز ہوکران کے مشن کی تکمیل کے لیے ہمہ تن مصروف ہوگئے۔

حضرت الامام بحرعلم کے شناور، تصوف وسلوک اورعرفان وطریقت کے نکات ورموز کے ماہر تھے۔ آپ کے زمانہ تدریس میں ہزارہا لوگ علم دین سے بہرہ ورہوکرآسمان علم وحکمت پر آفتاب وماہتاب بن کرضوفشاں ہوئے۔

حضرت الامام نے سید العرب والعجم شیخ الکل حضرت مولانا سید نذیرحسین رحمہ اللہ محدث دہلوی سے علمی فیض حاصل کیا تھا۔ مولانا فیض اللہ نے حضرت الامام سید عبدالجبارغزنوی رحمہ اللہ سے تکمیل تعلیم کی۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۱۰۳)

مولانا خدابخش رحمہ اللہ کی بیعت اصلاح:۔ مولانا فیض اللہ خاں رحمہ اللہ کی موضع بھوجیاں میں آمد کا بھی ایک عجیب واقعہ ہوا وہ اس طرح ہے کہ امرتسر کی تحصیل اجنالہ میں ایک گاؤں محمد مندراں والہ مشہورتھا۔ وہاں مولانا خدابخش معروف عالم دین تھے جو مولانا حافظ عبداللہ شیخوپوری رحمہ اللہ کے دادا تھے حافظ صاحب کے والدگرامی کا نام مولانا محمد اسمٰعیل مرحوم تھا۔

مولانا خدابخش حضرت الامام سید عبدالجبارغزنوی رحمہ اللہ کے شاگرد اورمولانا محی الدین عبدالرحمٰن بن حافظ محمد لکھوی کے مرید تھے۔ مولانا خدابخش نے مولانا محی الدین لکھوی کے حالات پر ایک رسالہ بھی منظوم پنجابی زبان میں لکھ کرشائع کیا تھا جس میں ان کے علمی مقام و مرتبہ، سلوک واحسان، تصوف وطریقت اورزہد واتقاء کے بارے میں نہایت مفید معلومات تھیں۔ چند اورکتابیں بھی آپ نے منظوم پنجابی زبان میں تصنیف کیں۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۱۰۵)

غزنوی خاندان میں بیعت تصوف کارسوخ:۔ مولانا فیض اللہ رحمہ اللہ چونکہ علمائے غزنویہ کے فیض یافتہ تھے اورغزنوی علماء کا رجحان سلوک ومعرفت اورتصوف وطریقت کی طرف تھا۔ اس لئے آپ بھی اس سے متاثر تھے اوراس طریقہ پر عمل پیرا تھے۔ اپنے شاگردوں،

معتقدین اور ارادتمندوں کو ذکر خداوندی، فکر آخرت، خشیت الٰہی اور زہد وتقویٰ کی تلقین کرتے۔ توحید وسنت پر قائم رہنے، نماز کی پابندی، خیر وبرکت اختیار کرنے، منکرات ونواہی اور معاصی سے باز رہنے پر بیعت لیتے۔

آپ کے خلف الرشید اور فرزند گرامی مولانا عبدالرحمٰن شہید رحمہ اللہ کا بھی یہی طریقہ تھا۔ اس عاجز نے بھی ان کے دست مبارک پر شرک و بدعت سے اجتناب، توحید وسنت پر ثابت قدم رہنے اور کبائر ومعاصی کے ترک کرنے پر بیعت کی تھی اور بھی اکثر لوگ آپ سے بیعت تھے۔

دیگر علمائے غزنویہ کے علاوہ حضرت مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ اس سلسلے میں زیادہ پیش پیش تھے اور آپ پر ہمیشہ ایک محویت طاری رہتی اور خدا کا ذکر زبان پر جاری رہتا۔ جب نماز پڑھتے تو آپ گردوپیش سے بالکل بے خبر رہتے۔ ''کانک تراہ'' کا نقشہ نظر آتا۔ میرے والد مکرم ان سے بیعت تھے آپ فرماتے ہیں مولانا عبدالواحد رحمہ اللہ جب زبان سے ''اللہ'' کہتے تو سننے والے پر ایک ہیبت طاری ہو جاتی اور خدا کو یاد کر کے ان پر لرزہ پیدا ہو جاتا۔ مولانا عبدالواحد رحمہ اللہ اپنے ارادت مندوں کو چلتے پھرتے اور ہر حالت میں ''یاحی یا قیوم برحمتک استغیث'' ورد کرنے کی تاکید فرماتے اور مذکورہ طریق پر بیعت بھی لیتے۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۱۱۸)

سلوک کی رغبت دلانا اور بیعت تصوف لینا:۔ مولانا فیض اللہ رحمہ اللہ غزنوی خاندان سے تعلق تلمذ اور ارادت کی بنا پر اس طریقہ کو مستحسن سمجھتے تھے۔ تزکیہ نفوس، تصفیہ قلوب اور عوام کی اصلاح کے لئے انہیں تصوف وطریقت اور احسان وسلوک کی رغبت دلاتے، اعمال صالحہ اختیار کرنے اور افعال منکرہ سے مجتنب رہنے پر بیعت لیتے۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۱۱۸)

تصوف سے لگاؤ کا نتیجہ:۔ آپ اسی کتاب میں ''صلحائے بھوجیاں'' کے باب میں مطالعہ فرمائیں گے کہ لوگ کس طرح پروانہ وار مولانا فیض اللہ خاں رحمہ اللہ کے پاس حاضر ہوتے اور آپ کی خدمت میں رہنے کو سعادت سمجھتے۔ اکثر لوگ اپنے آبائی گاؤں کی سکونت کو خیر باد کہہ کر ہمیشہ کے لئے آپ کے پاس موضع بھوجیاں میں آکر مقیم ہو گئے۔

یہ حضرت مولانا کے قول وفعل کی یکسانی، علم وعمل کا اثر اور تصوف وطریقت سے لگاؤ کا نتیجہ تھا۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۱۱۸)

آج تصوف سے دوری کیوں......!!: افسوس ہے کہ آج طریقت وتصوف یا بیعت کے الفاظ ہی سن کر ہماری جماعت کے اکثر حضرات الرجک ہو جاتے ہیں اور اسے خلاف سنت اور بدعت ہونے کا فتویٰ صادر کر دیتے ہیں۔ ہمارے لئے یہ الفاظ مانوس اور متروک ہو چکے ہیں۔ اس لئے کہ ہم اس کی حقیقت ومعرفت سے ناآشنا ہیں، حالانکہ ہمارے بزرگوں نے اس کے ذریعے بہت سے فوائد حاصل کئے اور ان کے اعمال واشغال اور اذکار وافکار کی بدولت کثرت سے لوگ ان کے گرویدہ ہوتے اور ان کے ایمان واعتقاد کی سمت درست ہوئی۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۱۱۹)

> **وضاحت:۔** تصوف ہمارے اسلاف کی بھوک ہے میں چاہتا ہوں کہ اپنے اسلاف کے حوالے سے اس بارے میں مختصر وضاحت عرض کر دی جائے تصوف وطریقت کے سلسلے میں حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید کی تصنیف ''عبقات'' جس کا اردو ترجمہ سید مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ نے کیا ہے اس کے ''پیش لفظ'' میں جناب محمد ضیاء الدین احمد شکیب ایم اے ڈی۔ ایف اے (علیگ) علامہ محمد اقبال مرحوم کا تصوف کے ضمن میں ایک طویل اقتباس نقل کر کے اس کی یوں تشریح کرتے ہیں۔ (از مرتب اثری)

(اس طرح تصوف وہ دینی علم ہے جو حیات وکائنات کی تعبیر وتوجیہہ پیش کرتا ہے۔ چنانچہ علوم اسلامی میں تفقہ اور تدبر کے ساتھ ساتھ تصوف کی آمد آمد شروع ہوئی اور اس سلسلہ کی سب سے عمیق اور بسیط کوشش محمد ابن عربی رحمہ اللہ نے کی۔ اس کے بعد بہت ساری قابل لحاظ کوششیں ہوئیں۔ لیکن اسلامی تصوف کی نشوونما اور تکمیل شاید ہندوستان کا مقدر تھا۔ تصوف پر اعتراض کر دینا سہل ہے۔ لیکن اس کا عرفان حاصل کئے بغیر اس پر تنقید کرنا بڑی قدر نابلدی ہوگی۔ چنانچہ تصوف میں ایسی بہت ساری تنقیدات بھی ہوئی ہیں لیکن ہندوستان میں امام

ربانی حضرت **شیخ** احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے محی الدین ابن عربی (ولادت **۵۶۰ھ** وفات **۶۳۸ھ**) کے **نظریات** پر تنقید کی اور اسلامی تصوف کے خدوخال کو واضح کیا۔ **شیخ** مجدد رحمہ اللہ کے بعد **حضرت** شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے اسلامی تصوف کی تشکیل جدید کی۔ **حضرت** شاہ ولی اللہ کے بعد **حضرت محمد** اسمٰعیل شہید دہلوی رحمہ اللہ نے اس مہم کو سرانجام دیا اس عارف شہید کے بعد اقبال رحمہ اللہ نے اسلامی **الٰہیات** کی تشکیل جدید کی کوشش کی۔

واقعہ یہ ہے کہ ابن عربی رحمہ اللہ سے لے کر اقبال تک جن عارفین کا ذکر کیا گیا ہے ان کے تاریخی مطالعہ سے ہم حیات **وکائنات** اور وجود واجب یا اسلامی **الٰہیات** کا صحیح عرفان حاصل کر سکتے ہیں۔ اقبال کی اسلامی **الٰہیات** چونکہ تاریخی حیثیت سے سب سے آخر میں ہے۔ اس سے ہرگز یہ نہیں سمجھ لینا چاہیے کہ وہ ان ساری کاوشوں کی تکمیل ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اقبال نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ زیادہ تر **امکانات** کی جانب **اشارات** پر مبنی ہے۔

لیکن شاہ اسماعیل رحمہ اللہ سے لے کر ابن عربی رحمہ اللہ تک مذکورہ بالا عارفین نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ ایک ٹھوس اور ان کی اپنی آزمودہ حقیقت ہے مزید ہمیں تصوف یا انسانی فلسفہ وفکر کی مخالفت کرنے سے پہلے اس کا علم ہونا ضروری ہے کہ ان علوم کا منشاء کیا ہے۔

(تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۱۲۰)

تصوف سے مراد:۔ اصطلاحاً تصوف سے مراد دل سے خواہشوں کو دور کرنا خدا کی طرف دھیان لگانا اور دل کو کثافتوں سے پاک کرنا ہے تا کہ تزکیہ قلب کے بعد عرفان الٰہی حاصل ہو۔ تصوف خداشناسی اور **تعلق** باللہ کا ایک ذریعہ ہے۔

اس کی مزید تشریح وتوضیح اور حقیقت شناسی کے لئے ''**مکتوبات**'' **حضرت مجدد** الف ثانی رحمہ اللہ ''**عبقات**'' اور ''**صراط مستقیم**'' از شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ ''**القول الجمیل**'' شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ ''**عوارف المعارف**'' اور دیگر کتب کا مطالعہ ضروری ہے۔

مندرجہ بالا بزرگوں کے نزدیک صوفیاء کی جو اصطلاحیں یا اعمال شرعی حدود وقیود کے خلاف ہیں اور جو تصوف کو مافوق شریعت سمجھتے ہیں یہ صوفی قابل اعتناء نہیں اور ان کا کوئی قول وفعل حجت وحوالہ کا درجہ نہیں رکھتا ان کی پیروی اور اتباع سے اجتناب ضروری ہے۔ تصوف وہی قابل قبول ہوگا جو طریقہ محمدی کے مطابق ہوگا۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۱۲۰)

علمائے بھوجیاں کا ذوق تصوف:۔ ہمارے بھوجیانی بزرگ اسے (تصوف کو) **محض** اس لئے اختیار کئے ہوئے تھے کہ لوگ ذکر الٰہی کی طرف منہمک ہوں اور **خشیت** الٰہی ان کے دلوں میں پیدا ہو تا کہ باطن خدائی **تجلیات** سے منور ہو۔ وہ اسے **تعلق** باللہ کا ایک ذریعہ سمجھتے تھے۔

(تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۱۲۱)

غزنوی علماء کا ذوق تصوف:۔ غزنوی علمائے کرام کے اعمال واشغال اور **ارشادات** وخطابات کا اس بارے میں مقصد بھی قلب و روح کی طہارت، دل کی پاکیزگی اور طمانیت قلبی کا حصول تھا اسی لئے لوگوں نے ان کے اخلاص، قناعت وانابت الی اللہ اور زہد وتقویٰ کو دیکھ کر تمسک بالکتاب والسنہ اور اعتصام بالشریعہ کی راہ اختیار کی۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۱۲۱)

مولانا ابوالکلام اور تصوف:۔ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم ترجمان القرآن جلد اول سورہ فاتحہ کی تفسیر میں ''**مالك يوم الدين**'' کے تحت بڑی طویل **بحث** میں حدیث جبریل علیہ السلام کے اس حصہ ''**ان تعبدالله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك**'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پس گویا عرفان حقیقت کے لحاظ سے یہاں تین مرتبے ہوئے پہلا مرتبہ اسلامی دائرہ کے عام اعتقاد وعمل کا ہے یہ اسلام ہے۔ یعنی جس نے اسلامی عقیدہ کا اقرار کر لیا اور اس کے اعمال کی زندگی اختیار کر لی وہ اس دائرہ میں آ گیا۔ لیکن دائرہ میں داخل ہو جانے سے یہ لازم نہیں آ جاتا کہ علم ویقین کے جو **مقامات** ہیں وہ بھی ہر وارد وداخل کو حاصل ہو گئے پس اب دوسرا مرتبہ نمایاں ہوا جسے ایمان سے تعبیر کیا ہے۔ اسلام ظاہر کا اقرار وعمل ہے۔ ایمان دل ودماغ کا یقین واذعان ہے۔ یہ مرتبہ جس نے حاصل کر لیا۔ وہ عوام سے نکل کر خواص کے زمرہ میں داخل ہو گیا۔

لیکن معاملہ اتنے ہی پر ختم نہیں ہو جاتا۔ عرفان حقیقت اور عین الیقینی ایقان کا ایک اور مرتبہ بھی باقی رہ جاتا ہے اسے احسان سے تعبیر کیا گیا ہے لیکن یہ مقام محض اعتقاد اور یقین پیدا کر لینے کا نہیں جو ایک گروہ کو بحیثیت گروہ کے حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ ذاتی تجربہ کا مقام ہے۔ جو یہاں تک پہنچتا ہے وہ اپنے ذاتی تجربہ وکشف سے یہ درجہ حاصل کر لیتا ہے۔ تعلیمی اور احکامی عقائد کو اس میں دخل نہیں۔ بحث ونظر کی اس میں گنجائش نہیں یہ خود کرنے اور پانے کا معاملہ ہے۔ بتلانے اور سمجھانے کا معاملہ نہیں جو یہاں تک پہنچ گیا وہ اگر کچھ بتلائے گا بھی تو یہی بتلائے گا کہ میری طرح بن جاؤ پھر جو کچھ دکھلائی دیتا ہے دیکھ لو

پرسید یکے عاشقی چیست؟ گفتم کہ چو من شوی بدانی!

اسلام نے اس طرح طاب وجہد کی ہر پیاس کے لئے درجہ بدرجہ سیرابی کا سامان کر دیا۔ عوام کے لئے پہلا مرتبہ کافی ہے۔ خواص کے لئے دوسرا مرتبہ ضروری ہے اور خواص الخواص کی پیاس بغیر تیسرے جام کے تسکین پانے والی نہیں۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۱۲۰ تا ۱۲۲)

علمائے اہلحدیث کی کیفیت احسان: احسان کا یہی مقام جس کی طرف مولانا آزاد رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے ان بزرگوں کا مقصد حصول تھا حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کا واقعہ ہے کہ: ''ایک مرتبہ عصر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ یکا یک بارش شروع ہو گئی ایسی سخت کہ مقتدی سب نماز چھوڑ کر بھاگ گئے صرف دو چار رہ گئے نماز سے فارغ ہو کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو کیچڑ سے بھرے ہوئے تھے، فرمانے لگے۔

باراں شد! واللہ عبداللہ راخبر نہ شد''

یہی عرفان واحسان کا مقام ہے کہ خدا کی ذات کے بغیر اور کسی طرف دھیان نہیں۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۱۲۲)

تصوف کیا ہے؟: ۔ تصوف کی تشریح اور مفہوم سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ ''سیدی وابی'' میں اپنے والد مکرم حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے حوالے سے اس طرح بیان کرتے ہیں: تصوف لوٹنے پوٹنے کا نام نہیں بلکہ مقامات کا نام تصوف ہے اور مقامات یہی ملکات ہیں۔

اخلاص، رضا، تواضع وغیرہ ان کو حاصل کرو اور ان کے اضداد ریا، کبر، حسد، بغض، حرص، طول امل سے باز رہو بس صوفی ہو گئے۔

مسائل متفرقہ تصوف میں لکھتے ہیں:

''یاد رکھو! اصل مقصد تصوف سے یہ ہے اعمال شرعیہ یعنی طاعت واجبہ مستحبہ کا بجالانا اور معاصی سے اجتناب کرنا۔ یہ بندہ کی طبیعت ثانیہ بن جائے پس یہ وہ چیز ہے جس سے قرب ورضائے حق حاصل ہوتی ہے کیفیات وکشفیات کا اس سے کچھ تعلق نہیں۔ اگر ایک شخص ادائے طاعت واجتناب عن المعاصی میں پختہ ہو وہ کامل صوفی ہے۔ گو کیفیات کچھ بھی اس پر وارد نہ ہوتی ہوں اور جس پر کیفیات بکثرت وارد ہوتی ہوں کشف وتصرف میں ملکہ رکھتا ہو مگر اوامر ونواہی میں پختگی حاصل نہ ہو وہ صوفی نہیں (سیدی وابی صفحہ ۳۵۷)

سطور بالا میں تصوف کی صحیح صورت پیش کر دی گئی ہے اور اسی تصوف کو ہمارے بزرگ اختیار کئے ہوئے تھے جس کے باعث ہزاروں بے راہ لوگ راہ راست پر آئے۔ اور انہیں قرب الٰہی حاصل ہوا۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۱۲۳)

اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش: ۔ تصوف کی حقیقت کو سمجھنے اور اس کی افادیت اور مضرت کے پہلوؤں سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے جناب پروفیسر یوسف سلیم چشتی کی تصنیف ''تاریخ تصوف'' یا کم از کم اس کا ایک باب ''اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش'' کا مطالعہ ضروری ہے جو علیحدہ کتابی صورت میں شائع ہو چکا ہے۔

آپ اس کے شروع میں لکھتے ہیں۔

''اسلامی تصوف، قرآن وحدیث وسنت نبوی ﷺ سے ماخوذ ہے۔ اس کے اجزائے ترکیبی یہ ہیں (۱) توحید خالص (۲) تبلیغ دین (۳) اتباع شریعت (۴) خدمت خلق (۵) جہاد۔

لیکن اس میں شک نہیں کہ چوتھی صدی ہجری کے بعد مسلمانوں میں غیر اسلامی تصوف بھی راہ پا گیا اور یہ تصوف چونکہ عجمی یا غیر اسلامی

تھا۔ اس لئے اس کے اجزائے ترکیبی اسلامی تصوف کی ضد تھے یعنی (۱) شرک (حلول واتحاد وانسان پرستی وتجسم وتناسخ ارواح) (۲) رہبانیت (۳) تخریب دین (۴) اباحت مطلقہ (۵) نفاق ومداہنت‘‘

آگے چل کر آپ نے غیر اسلامی تصوف کی اسلام میں آمیزش اور اس کے نفوذ کی تاریخ بیان کرتے ہوئے حقائق وشواہد سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلامی تعلیم تاریخ اور تصوف میں غیر اسلامی نظریات کو داخل کرنے کی سازش کا بانی عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ اس نے اور اس کے پیروؤں نے اپنی دسیسہ کاریوں، خفیہ سازشوں اور درپردہ کوششوں سے اسلام کی اصل شکل وصورت مسخ کرنے اور بگاڑنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا اور اپنی سعی پیہم سے مسلمانوں میں افتراق واختلاف، دشمنی اور عداوت پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ اس میں درپردہ اسلام دشمنی کا وہ پہلو مضمر تھا جس کی وجہ سے یہودیوں کو صدر اسلام میں ذلت اور خواری کے ساتھ مدینہ اور اس کا نواحی علاقہ چھوڑنا پڑا اور اپنے باغات، زمینوں اور مکانات سے ہاتھ دھونا پڑے اور یہی بغض وعناد آج تک یہودیوں کی رگ وپے میں سرایت کئے ہوئے ہے عبداللہ بن سبا اور اس کی جماعت نے شہادت عثمان رضی اللہ عنہ اور واقعہ کربلا سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں میں گروہ بندی پیدا کی، ان کے اعتقادات میں نقب لگائی، غیر اسلامی نظریات اور عجمی افکار کو ان میں رائج کیا۔ مشاہیر اسلام کی تعلیمات اور تصنیفات میں اس انداز سے تدسیس کی کہ اصل اور نقل میں فرق کرنا بظاہر مشکل ہوگیا۔

جناب چشتی صاحب نے غیر مسلم محققین مثلاً ڈاکٹر کلین، سر ولیم میور، پروفیسر نکلسن ڈاکٹر جے، این ہالسٹر، پروفیسر پی کے ہٹی اور دیگر غیر مسلم مصنفین اور مسلم مؤرخین کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ عبداللہ بن سبا جو بظاہر مسلمان کہلاتا تھا اور اصل میں یہودی تھا۔ اس نے اور اس کے متبعین نے اسلام کی تمام اصناف تعلیم میں خصوصاً تصوف میں غیر اسلامی اور عجمی نظریات کی آمیزش کی جس کی بدولت ملاحدہ، باطنیہ اور قرامطہ جیسے فرقے پیدا ہوئے اور انہوں نے تصوف کے لباس میں حلول واتحاد، تجسم وتناسخ، رجعت وبدا اور قدامت مادہ ایسے غیر اسلامی اعتقادات کو رائج کیا اور اسی کو اسلامی تصوف کا نام دے کر پیش کیا اور عوام بے چارے یہ سمجھے کہ یہی اصلی تصوف ہے جو قرامطہ صوفیوں کے لباس میں پیش کر رہے ہیں۔ اناللہ

اس طرح اس چشمہ صافی کو کہ جس کے ذریعے تزکیۂ نفس اور صفائے قلب حاصل ہوتا تھا اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کا زینہ بنایا اور ہر بے دین اور تارک قرآن وسنت کو صوفی کا لقب دے کر تصوف کو بدنام کیا۔

حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ ’’کشف المحجوب‘‘ میں فرماتے ہیں: صفائے قلب کی منزل ہی معراج انسانیت ہے اور یہ صرف محسن انسانیت ﷺ کی کامل اتباع سے حاصل ہوتی ہے صوفی وہ ہے جو زندگی کے آخری لمحے تک آپ ﷺ کی حیات طیبہ کو نمونہ بنائے۔ آپ ﷺ کی محبت اور اطاعت کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے۔

جاہل صوفی وہ ہے جو کسی بزرگ کا تربیت یافتہ نہ ہو اور نہ اپنے عہد کے عملی تقاضوں سے باخبر ہو لباس درویشانہ پہن رکھا ہو مگر حق وباطل میں امتیاز کرنے کی صلاحیت سے عاری ہو۔

آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دو قسم کے لوگوں سے کنارہ کشی کرو۔ غافل علماء سے اور جاہل صوفیاء سے۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۱۲۳ تا ۱۲۶)

بیعت اصلاح علمائے اہلحدیث کی نظر میں:۔ بیعت کے بارے میں بھی بہت غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں اہل اللہ اور خدا رسیدہ بزرگوں کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھ کر اعمال صالحہ اختیار کرنے اور برائیوں سے بچنے کا عزم اور وعدہ کرنا اس میں اسلاف سے اکثر بزرگوں نے کوئی قباحت نہیں سمجھی اور اس پر ان کا عمل رہا ہے اور اسے انہوں نے ضروری بھی قرار نہیں دیا اور ساتھ ہی تاکید کرتے رہے ہیں کہ بدعقیدہ، گمراہ، برائے نام اور نام نہاد پیشہ ور صوفیوں کے دام تزویر سے بچنا چاہیے۔

آنکه خود گمراه ہست کرا رہبری کند

ایسے لوگوں سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے وہ تو انسان کی شکل میں شیطان ہیں جو اپنی دکانداری کو فروغ دینے کی خاطر دھوکے اور فریب سے لوگوں کو چاہ ضلالت میں دھکیل رہے ہیں۔

اے بسا ابلیس آدمؑ روئے ہست بس بہر دستے نہ باید دار دست

(تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۱۲۶)

بیعتِ اصلاح مسنون موجب برکات:۔ اب بیعت کے بارے میں **حضرت** مولانا غزنوی رحمہ اللہ کی وضاحت ملاحظہ فرمائیے آپ فرماتے ہیں: بیعت طریقت کے بارے میں **حضرت** والد علیہ الرحمہ کی رائے وہی تھی جس کا اظہار **حضرت** شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ نے ''القول الجمیل'' میں کیا ہے۔ بیعت طریقت کو مسنون اور موجب **برکات** سمجھتے تھے فرماتے تھے کہ یہ کہنا درست نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں صرف بیعت اسلام اور بیعت جہاد ہی تھی۔ مسلم شریف، ابوداؤد اور نسائی کی اس حدیث سے **استدلال** فرماتے تھے۔

عن عوف ابن مالك الاشجعي رضي الله عنه قال كنا عندالنبي صلى الله عليه وسلم تسعة اوثمانية اوسبعة فقال الاتبايعون رسول الله صلى الله عليه وسلم فبسطنا ايدينا و قلنا على مانبايعك يا رسول الله صلى الله عليه وسلم قال على ان تعبدوا الله ولاتشركوابه شيئاً وتصلوا الصلوٰت الخمس و تسمعوا وتطيعوا واسر كلمة خفية قال ولا تسئلوا الناس شيئاً فلقد رأيت اولئك النفر يسقط سوط احدهم فما يسئل احداً يناوله اياه۔

(**حضرت** عوف بن مالک رضی اللہ عنہ اشجعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر تھے۔ ہم سات آدمی تھے یا آٹھ نو ہوں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم اللہ کے رسول ﷺ سے بیعت نہیں کرتے؟ ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کس امر پر آپ کی بیعت کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان باتوں پر بیعت کرو کہ تم اللہ کی **عبادت** کرو گے اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ گے اور پانچ وقت نماز پڑھو گے اور احکام توجہ سے سنو گے۔ اور اطاعت کرو گے اور ایک **بات** آہستہ کی وہ یہ تھی کہ لوگوں سے کوئی چیز مت مانگو۔ عوف بن مالک کہتے ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعض افراد کو دیکھا کہ ان میں سے کسی کا کوڑا گر جاتا تو وہ بھی کسی سے نہ مانگتا کہ اسے اٹھا کر دے دے)

فرماتے تھے: یہ **بات** بالکل واضح ہے کہ اس حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخاطب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اس لئے یہ بیعت اسلام نہ تھی اور بیعت کے مضمون سے ظاہر ہے کہ بیعت جہاد بھی نہ تھی۔ بلکہ اعمال صالحہ کے التزام و اہتمام پر بیعت لی گئی اور صوفیاء کرام کے ہاں جو بیعت معمول ہے! اس کی حقیقت بھی اعمال صالحہ کے التزام و اہتمام کا معاہدہ ہے۔ (سیدی و ابی)

یہی وہ بیعت تھی جو علمائے غزنویہ یا علمائے بھوجیاں کا معمول تھا اسی سلسلہ میں **حضرت** شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ، ''القول الجمیل'' میں فرماتے ہیں: **لان الغرض من البيعة امره بالمعروف ونهيه عن المنكر وارشاده الى تحصيل السكينه الباطنيه وازالة الرذائل واكتساب الحمائد۔**

''کہ غرض بیعت سے مرید کو مشروعات کا حکم کرنا اور غیر مشروع باتوں سے روکنا اور اس کی تسکین باطنی کی طرف رہنمائی کرنا، برائیوں سے روکنا اور اوصاف حمیدہ پیدا کرنا ہے۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۱۲۸)

''تصوف'' علمائے اہلحدیث کا روشن پہلو:۔ اس عاجز نے محض اپنے زیر تذکرہ بزرگوں کی زندگی کے ایک روشن پہلو کی نقاب کشائی کے لئے اس موضوع کو ذرا طویل کر دیا ہے۔ ورنہ ذاتی طور پر میرے فہم و فراست کے طول و عرض میں اتنی وسعت ہے نہ عقل و شعور کے عمق میں اتنی گہرائی کہ ایسے دقیق اور باریک مسئلہ پر قلم اٹھاؤں اس سلسلے میں کسی لغزش کے لئے اہل علم **حضرات**، صوفیائے کرام اور قارئین عظام سے **معذرت** خواہ ہوں۔

فن تصوف کی مایہ ناز کتب:۔ اس بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے بزرگان سلف اور صوفیائے قدیم کی کتابیں مثلاً ”قوت القلوب“، ”عوارف المعارف“، ”احیاء العلوم“، ”کیمیائے سعادت“، ”فتوح الغیب“، ”غنیۃ الطالبین“، ”صراط مستقیم“، ”عبقات“، ”القول الجمیل“، ”مکتوبات مجدد الف ثانی رحمہ اللہ“ اور دیگر کتب تصوف ملاحظہ فرمائیں۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۱۲۸)

شیخ الکل کا ذوق تصوف:۔ جن حضرات نے میاں نذیر حسین رحمہ اللہ کے صرف علمی فضل و کمال کی تصویریں دیکھی ہیں وہ شاید یہ جان کر حیران ہوں کہ میاں صاحب نہایت بلند مقام رکھنے والے صوفی بھی تھے اور صفائی باطن اور درس اخلاق جو تمام تصوف کی اصل ہے اس پر کس محنت اور مشقت سے کاربند رہتے تھے ”صحیح بخاری“ وغیرہ کتب حدیث میں آپ جس وقت کتاب الرقاق پڑھاتے اور تصوف کے نکات بیان فرماتے تو وہ سماں دیدنی ہوتا۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۱۲۹)

حضرت مولانا عبدالرحمٰن بھوجیانی رحمہ اللہ

گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گرد اغہائے سینہ را

مولانا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ بن مولانا فیض اللہ خاں رحمہ اللہ ۹۹۔۱۸۹۸ء میں موضع بھوجیاں ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے گھر ہی میں حاصل کی اور تکمیل مولانا عبدالرحیم بن حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے منڈی صادق گنج ضلع بہاول نگر میں کی۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۱۴۴)

آپ پورے وقار کے ساتھ مسند درس پر بیٹھتے اور نہایت ادب سے قرآن مجید اور حدیث کا درس دیتے۔ طلباء آپ کے حسن سلوک، شفقت اور انداز تدریس سے بڑے خوش اور مطمئن رہتے اور آپ کا بہت ہی ادب و احترام کرتے اور نہایت عزت و تکریم سے پیش آتے۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۱۴۵)

عادات عبادات و خصائل:۔ عبادت و ریاضت اور زہد و ورع میں آپ کی شخصیت مثالی تھی پاکیزہ عادات و خصائل کے باعث انتہائی ہردلعزیز اور مقبول عام و خاص تھے۔ دیانت و امانت میں اعلیٰ کردار کے مالک تھے۔

قرآن مجید کی تلاوت سے بڑا شغف تھا۔ ہر وقت قرآن پاک، درود شریف اور مسنون دعائیں ورد زبان رہتیں۔ ظہر کی نماز کے بعد اکثر قرآن مجید لے کر بیٹھ جاتے اور عصر تک تلاوت میں مشغول رہتے۔ بڑے رقت انگیز لہجہ میں قرآن پڑھتے۔ سننے والے پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی۔

نماز انتہائی خشوع و خضوع اور عاجزی سے ادا کرتے۔ شب بیداری اور تہجد گزاری ان کا معمول تھا۔ اکثر نفلی روزے رکھتے کسی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ کرتے۔ ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی اور شیریں کلامی سے پیش آتے۔ انتہائی مہمان نواز تھے۔ مہمان کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور اپنی استطاعت کے مطابق اس کی تواضع اور خدمت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے۔ اس بارے میں آپ سب سے یکساں سلوک روا رکھتے۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۱۴۷)

نامحرموں سے حفاظت نظر:۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ ”الحیاء شعبة من الایمان“ کہ ایمان کا ایک حصہ حیا بھی ہے اور قرآن پاک میں ہے ”قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم“ کہ اے نبی! مومنوں کو فرما دیجئے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں۔ اس میں شرم و حیا اور غض بصر کی تعلیم دی گئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ راستے میں چلتے ہوئے نظریں نیچی رکھو اور اگر غیر محرم عورت پر نادانستہ ایک بار نظر پڑ جائے تو دوبارہ دانستہ دیکھنے کی کوشش نہ کرو۔ مولانا عبدالرحمٰن شرم و حیا اور پاکبازی کا پیکر تھے۔ راستے میں چلتے ہوئے ہمیشہ نظریں نیچی رکھتے۔ ادھر اُدھر دیکھنے کی ہرگز عادت نہ تھی۔ ”وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا“ کا عملی نمونہ تھے۔ شرم و حیا اور غض بصر کے سلسلے میں ان کا ایک واقعہ سنیے۔

میری عمر اس وقت آٹھ سال ہوگی۔ مولانا عبدالرحمٰن رحمہ اللہ ہمارے ہاں موضع بلہر تشریف لائے۔ شام کے وقت فرمایا کہ تھوڑی دیر کے لیے گاؤں سے باہر گھوم پھر آئیں میرے چچا میاں الٰہی بخش مرحوم ساتھ تھے۔ میں بھی ان کے ہمراہ ہولیا۔ جب گاؤں سے باہر آئے تو تھوڑی دور جا کر راستے میں ایک طرف ہو کر کھڑے ہوئے۔ میں نہ سمجھا کہ اس کی کیا وجہ ہے جب سامنے نظر اٹھا کر دیکھا تو کچھ سکھ عورتیں آرہی تھیں جب وہ گزر گئیں تو پھر راستے میں چلنے لگے کسی غیر محرم عورت سے حتی الامکان مخاطب ہونے سے بھی گریز کرتے۔

کسی کے گھر میں بغیر اجازت کے داخل نہ ہوتے یہاں تک کہ اپنی والدہ ماجدہ کے گھر کے دروازہ پر کھڑے ہو کر اندر آنے کی اجازت طلب کرتے جب اذن ملتا اندر جاتے۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۱۵۰)

عارف باللہ وصاحب حال بزرگ:۔ حقیقت میں آپ ایک عارف باللہ اور صاحب حال بزرگ تھے۔

سلوک وطریقت میں بھی درک حاصل تھا۔ اکثر اللہ کا ذکر زبان پر جاری رہتا اور خدا کی یاد میں رطب اللسان رہتے۔

مولانا کے فضائل ومحاسن، علم وفضل، عبادت وریاضت اور ذکاوت وذہانت کے تذکرے کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی خوبیوں اور صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۱۵۷)

وضاحت:۔ سید محمد شریف مرحوم گھڑیالوی رحمہ اللہ نہایت خداترس بزرگ، متقی، متورع، نیکی اور پارسائی کے بلند مقام پر فائز تھے اس لئے جماعت اہلحدیث پنجاب نے انہیں اپنا امیر منتخب کرلیا تھا۔ ''تنظیم اہلحدیث'' کے نام سے جماعت کو منظم کیا گیا تھا اور اس تنظیم کی طرف سے گوجرانوالہ شہر میں ''مدرسہ محمدیہ'' کے نام سے ایک مرکزی درس گاہ علوم عربیہ اور قرآن وحدیث کی تدریس کی غرض سے قائم کی گئی تھی۔ اس مدرسہ کے منتظم اور مہتمم مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ تھے۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۱۶۸)

فرشتہ خصلت بزرگ:۔ کہنے لگے مولوی صاحب آپ نے کن فرشتہ خصلت بزرگوں کا ذکر چھیڑ دیا ہے۔ اب وہ لوگ کہاں ہیں۔ اس مادی اور بے دینی کے دور میں کون مانے گا کہ اس قسم کے خدا رسیدہ اور برگزیدہ لوگ بھی ہوگزرے ہیں جن کے شب وروز اور لیل ونہار صرف خدا کی یاد اور دین کی خدمت کے لئے وقف تھے اور جو خونی رشتوں سے بڑھ کر اسلامی اخوت اور بھائی چارہ کو ترجیح دیتے تھے اور اپنے مسلمان بھائی کی تکلیف کو اپنی تکلیف اور اس کی راحت کو اپنی راحت سمجھتے تھے جن کا مطمع نظر صرف اسلام تھا۔ جو ''**الحب للہ والبغض للہ**'' کے مظہر تھے جن کے ذکر سے آج بھی دل میں سرور اور آنکھوں میں ٹھنڈک پیدا ہوتی ہے۔ مولانا فیض اللہ رحمہ اللہ اور ان کے بیٹے قرون اولیٰ کے نمونہ تھے جن کے قول وفعل، نشست وبرخواست اور گفتار ورفتار سے ایک سچے اور حقیقی مومن کی شخصیت اجاگر ہوتی تھی۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۳۴)

حافظ محمد عظیم میر محمدی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف

خاندانی پس منظر:۔ حافظ محمد عظیم کے والد گرامی نواب خان اور چچا مستقیم خان جناب روشن خان کے صاحبزادے تھے...... مسلک اہل حدیث سے سب سے پہلے جناب مستقیم خاں متاثر ہوئے۔ پھر نواب خاں نے بھی ان کا اثر قبول کیا اور اس مسلک حقہ کو اختیار کیا۔ یہ حضرات غزنوی اور لکھوی خاندانوں سے متاثر تھے۔ شروع میں اپنے گاؤں میں انہیں زبردست مخالفت کا سامنا رہا۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۵۱)

جناب نواب خاں کے تین بیٹے تھے سر بلند خاں، محمد عظیم خاں اور دوست محمد خاں مؤخر الذکر دونوں بیٹے قرآن مجید کے حافظ اور بے شمار خوبیوں اور صلاحیتوں کے مالک تھے۔ حافظ محمد عظیم رحمہ اللہ مولانا فیض اللہ بھوجیانی کے داماد تھے۔ آپ کی بڑی صاحبزادی ہاجرہ بی بی آپ کے نکاح میں تھی۔ آپ حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی رحمہ اللہ کے والد گرامی تھے۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۵۱)

تصوف، وظائف اور چلہ کشی کی عملی مشق:۔ نہایت پارسا اور صالح بزرگ تھے۔ تصوف وسلوک کی طرف رغبت زیادہ تھی۔ آپ نے سید

محبوب شاہ لکھوی رحمہ اللہ سے طریقت وتصوف اور احسان ومعرفت کی منزلیں طے کیں۔ مہینوں آپ شاہ صاحب کے پاس رہ کر اوراد ووظائف اور چلہ کشی میں مصروف رہتے۔ سید محبوب شاہ لکھوی رحمہ اللہ موضع لکھو کے ضلع فیروز پور کے رہنے والے تھے جو دریائے بیاس کے کنارے پر واقع تھا۔ اس نسبت سے آپ لکھوی کہلاتے تھے۔ فقر وزہد، عبادت وخلوص، تقویٰ وطہارت اور فضل وصلاح میں ممتاز تھے۔ شاہ صاحب موصوف حضرت الامام مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ اور مولانا محی الدین عبدالرحمٰن بن حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ سے فیض یافتہ تھے۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۵۲)

مولانا عبدالرحمٰن کا ذوق طریقت :۔ مولانا عبدالرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ اپنے وقت کے ولی کامل، عابد وزاہد اور اکابر صوفیاء اور عظیم المرتبت علمائے کرام میں سے تھے۔ تصوف وطریقت اور وجد وحقیقت میں کمال حاصل تھا۔ سلوک وصفا اور دعوت وارشاد سے خصوصی تعلق تھا۔ زہد وورع میں بے مثل تھے۔ آپ نے اپنے زمانے کے بلند پایہ علمائے ربانی، صوفیائے حقانی اور سالکین طریقت سے استفاضہ کیا۔ شیخ الکل حضرت میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ سے اکتساب فیض اور حصول علم کیا۔

حضرت عبدالرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ کے حالات زندگی پر ایک رسالہ مولانا ابوالمنظور عبدالحق سرہندی نے لکھا تھا (جو آپ کے مرید تھے) اس رسالہ میں انہوں نے مولانا موصوف کی غایت درجہ توصیف وتعریف کی ہے اور انہیں انتہائی عالی مرتبت، ذی احترام اور مقبول درگاہ خداوندی شخصیتوں میں شمار کیا ہے۔ ان سے اکثر کشوف وکرامات کے صدور کا ذکر کیا ہے۔

یہ کتاب مجھے قیام پاکستان سے قبل سرہند کے سفر کے دوران مولانا عبدالحق سرہندی مرحوم کے صاحبزادے صوفی محمد حسن مرحوم (جن کا انتقال غالباً پاکستان آ کر ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ہوا ہے) نے عنایت کی تھی جو نہایت نادر چیز تھی۔ افسوس کہ ۴۷ء کے فسادات کی نذر ہو گئی جس کا مجھے بے حد صدمہ ہے۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۵۲)

طالبعلمی میں تصوف سے وابستگی :۔ حافظ محمد عظیم رحمہ اللہ میر محمدی نے جو ''حافظ محمد'' کے نام سے معروف تھے کچھ عرصہ مدرسہ غزنویہ امرتسر میں امام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے پاس رہ کر افادہ حاصل کیا لیکن آپ کا قلبی لگاؤ اور دلی رجحان تصوف وسلوک سے تھا۔ ایک بزرگ صوفی کمال الدین جو موضع چھیمیاں والا ضلع فیروز پور کے رہنے والے تھے اور زہد واستغناء اور فقر واخلاص میں ممتاز تھے۔ بڑے مستجاب الدعوات اور صاحب مقامات تھے سادہ مزاج اور عجز وخاکساری کے پیکر تھے ایک بار قصبہ پٹی میں تشریف لائے تو ان سطور کے راقم عاجز نے بھی ان کی زیارت کی تھی۔ لباس انتہائی سادہ اور معمولی ہوتا۔ ہر وقت ذکر خدا ورد زبان رہتا۔

حافظ محمد رحمہ اللہ میر محمدی نے ان سے بھی فیض طریقت حاصل کیا اور ان کی صحبت میں رہ کر عرفان ووجدان کی دولت سے مالا مال ہوئے یہاں تک کہ صوفی صاحب حافظ صاحب سے فرمایا کرتے کہ اب آپ کو میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں۔ راہ سلوک میں آپ مجھ سے بازی لے گئے ہیں۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۵۳)

کثرت سے کرامات کا ظہور

ان کے صاحبزادے مولانا محمد یعقوب کا بیان ہے کہ عوام میں ان کی کئی کرامتیں مشہور ہیں لیکن ہم انہیں اس لئے بیان نہیں کرتے کہ اس میں خودستائی اور شخصیت پرستی نہ پائی جائے۔ میرے اصرار پر انہوں نے ایک واقعہ بیان کیا۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۵۳)

چلتی ٹرین کا رک جانا:۔ موضع میر محمد میں ایک صاحب محمد شفیع ولد نہال دین رہتے ہیں جو زمیندار ہیں اور ابھی زندہ ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ میں دوران تعلیم موضع رکھانوالہ کے مڈل سکول میں داخل تھا۔ اس وقت نوعمر تھا اور ہر روز میر محمد سے پیدل چل کر رکھانوالہ پڑھنے جایا کرتا۔ ایک روز میں سکول جانے کے لئے گھر سے روانہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرے آگے حافظ محمد صاحب رحمہ اللہ تیز تیز قدم جا رہے ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ رکھانوالہ اسٹیشن سے گاڑی پر سوار ہو کر براستہ فیروز پور موضع مکھو میں اپنے روحانی استاد سید محبوب شاہ رحمہ اللہ کے پاس جانا ہے۔ گاڑی کے آنے کا وقت قریب تھا۔ میں نے کہا کہ حافظ صاحب آپ گاڑی پر سوار نہیں ہو سکیں گے کیونکہ اس کے آنے کا وقت ہو گیا ہے۔

آپ کہنے لگے کہ تم میرے پیچھے پیچھے چلتے آؤ اور جب دایاں قدم اٹھاؤ تو کہو ''اللہ'' اور بائیں قدم پر کہو ''ھو'' بس اسی طرح چلتے رہو اور میرے ساتھ کوئی بات نہ کرنا خاموش رہنا۔ ابھی ہم یہ باتیں کر رہے تھے کہ راجہ جنگ اسٹیشن سے گاڑی نے وسل دیا میں نے کہا کہ حافظ صاحب گاڑی تو آگئی یہ سن کر آپ نے مجھے جھڑکا کہ بے وقوف بات نہ کرو۔ ہم چلتے رہے ابھی ایک آدھ میل رکھانوالہ اسٹیشن سے ادھر تھے کہ گاڑی ہمارے پاس سے گزر گئی میں نے پھر کہا کہ حافظ صاحب گاڑی نکل گئی۔ آپ نے مجھے پھر خاموش رہنے کا اشارہ کیا جب ہم اسٹیشن سے قریباً ایک فرلانگ پر تھے تو گاڑی رکھانوالہ اسٹیشن سے چل پڑی۔ میں نے تو سکول جانا تھا اس لئے ادھر چل پڑا لیکن حافظ صاحب بدستور اسٹیشن کی طرف گامزن تھے میں بار بار مڑ کر دیکھ رہا تھا پھر اچانک ایک عجیب واقعہ ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ تھوڑی دور جا کر گاڑی رک گئی اور پھر واپس اسٹیشن کی طرف آنے لگی اتنی دیر میں حافظ صاحب اسٹیشن پر پہنچ گئے اور ٹکٹ لے کر گاڑی میں بیٹھ گئے اور گاڑی روانہ ہوگئی یہ محمد شفیع صاحب کا چشم دید واقعہ ہے۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۵۴)

ایذائے ولی پر چور کو سزا:۔ قاری محمد صدیق صاحب استاذ ''مدرسہ حفظ القرآن فریدیہ قصور'' کے والد ماجد بیان کرتے ہیں کہ حافظ صاحب موصوف اپنے مویشی کھیتوں کے باڑے میں ہی چھوڑ آتے۔ آیت الکرسی پڑھ کر باڑے پر پھونک دیتے اور رات گھر آجاتے۔ مویشی جن میں بیل بھینس اور گائیں وغیرہ ہوتیں رات کو اکیلے باہر رہتے اور نقصان نہ ہوتا بلکہ اور لوگوں کے مویشی گاؤں سے چوری ہو جاتے۔ ایک دفعہ ان کے باڑے سے بھی ایک مشہور چور جو علاقے میں بدنام تھا ان کی بھینس چوری کر کے لے گیا جب آپ کو خبر ہوئی تو بالکل پریشان نہ ہوئے بلکہ کہا کہ میں نے اسے معاف کر دیا لوگ کہتے رہے کہ بھینس تلاش کریں لیکن آپ نے کوئی توجہ نہ کی۔ اِدھر جو چور بھینس لے کر گیا تھا گھر جا کر سخت اذیت میں مبتلا ہو گیا خون کے دست اور قے آنے شروع ہوگئی جب زیادہ تنگ ہوا تو لوگوں نے کہا کہ تم نے ایک بزرگ کی بھینس چوری کی ہے یہ اس کی بددعا کا اثر ہے۔ گھر والوں نے اسے ایک چارپائی پر ڈالا اور اسے اٹھا کر میر محمد لے آئے۔ ساتھ بھینس بھی لیتے آئے عجیب منظر تھا آگے آگے چارپائی تھی اور پیچھے پیچھے بھینس چلی آرہی تھی حافظ صاحب کے پاس آکر منت سماجت کرنے لگے کہ دعا کرو اسے آرام آجائے اور اپنی بھینس لے لو۔ حافظ صاحب نے فرمایا کہ میں نے تو اسے اسی روز معاف کر دیا تھا مگر معلوم ہوتا ہے خدا نے اسے معاف نہیں کیا پھر اس کے لیے دعا کی اور وہ صحت یاب ہوگیا۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۵۵)

چوروں کا اندھا ہو جانا (کرامت):۔ یہ تمام خاندان ہی ''ہمہ آفتاب'' تھا۔ آپ کے برادر صغیر حافظ دوست محمد مرحوم (وفات مئی ۱۹۷۲ء) کے متعلق بھی اس قسم کا ایک واقعہ حافظ محمد یحییٰ صاحب میر محمدی رحمہ اللہ نے سنایا کہ ایک دفعہ علاقہ میں چوری کی وارداتیں زیادہ شروع ہوگئیں تو ان کے بھائی مولوی محمد یعقوب صاحب مویشیوں کو کھیت سے گھر لے آئے پہلے رات کو کھیت ہی میں رہتے تھے۔ آپ کے چچا حافظ دوست محمد رحمہ اللہ نے دریافت کیا کہ آج مویشی گھر کیوں لے آئے ہو تو بھائی صاحب نے کہا کہ چوری کے متعدد واقعات ہو رہے ہیں اس لئے حفاظت کی خاطر گھر لے آیا ہوں۔ حافظ دوست محمد نے فرمایا کہ کوئی فکر نہ کرو مویشی باہر ہی رہنے دیا کرو، انشاء اللہ نقصان نہیں ہوگا۔ اس کے چند روز بعد راجہ جنگ اسٹیشن پر ایک روز حافظ صاحب کو علاقہ کا ایک بدنام قسم کا آدمی جو چوری وغیرہ کی وارداتوں میں ملوث تھا، ملا اور آپ کو جھک جھک کر سلام کرنے لگا۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہے آج اتنی انکساری کا اظہار کر رہے ہو۔ وہ کہنے لگا کہ حافظ صاحب ہم نے کئی بار آپ کے مویشی چوری کرنے کی کوشش کی ہے لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ جب مویشیوں کے قریب پہنچتے تو اندھے ہو جاتے جب واپس ہوتے پھر بینائی درست ہو جاتی۔ آخر ہم نے یہ ارادہ ترک کر دیا کہ آپ جیسے بزرگوں کی حفاظت خدا کر رہا ہے۔

حافظ محمد صاحب کاشت کاری کا کام کرتے تھے بیل وغیرہ ہل میں جوتتے تو عام کسانوں کی طرح بیلوں کو ڈنڈے وغیرہ نہ مارتے تھے بلکہ انہیں کپڑا مار کر ہانکتے تاکہ انہیں تکلیف نہ ہو۔ اس طرح حیوانوں سے بھی آپ شفقت اور رحم کا سلوک کرتے۔

یہ صاحب فضل وکمال بزرگ ۱۹۴۰ء میں میر محمد میں فوت ہوئے۔ آپ کی آخری آرام گاہ موضع ستو کے اور میر محمد کے درمیان واقع

قبرستان میں ہے۔ وفات کے بعد بعض بزرگوں نے انہیں خواب میں دیکھا کہ ایک باغ میں نہایت اچھی حالت میں خوش وخرم محوخرام ہیں۔ ''رفع الله مقامه فی اعلی الجنان'' (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص۲۵۶)

عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة :۔ حافظ محمد زکریا غزنوی مرحوم بھی حضرت شیخنا المکرّم مولانا فیض اللہ رحمہ اللہ کے داماد تھے۔ ان کے نکاح میں آپ کی بیٹی (آمنہ بی بی) تھی۔

حافظ صاحب مولانا عبدالرحیم بن حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے صاحبزادے تھے۔ حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے بڑے صاحبزادے تھے بطور ذکر صالحین ان کے اسمائے گرامی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں کہ عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة

حضرت مولانا محمد رحمہ اللہ غزنوی، حضرت مولانا عبداللہ، حضرت مولانا احمد، حضرت مولانا عبدالجبار، حضرت مولانا عبدالواحد، حضرت مولانا عبدالرحمٰن، حضرت مولانا عبدالستار، حضرت مولانا عبدالقیوم، حضرت مولانا عبدالعزیز، حضرت مولانا عبدالحئی، حضرت مولانا عبدالقدوس، حضرت مولانا عبدالرحیم رحمہم اللہ۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص۲۶۰)

حاجی خلیفہ امام الدین شہید کا ذوق تصوف :۔ خلیفہ امام الدین بن میاں اللہ دتہ رحمہ اللہ مولانا فیض اللہ خان اور ان کے فرزندان گرامی کے فیض یافتہ تھے۔ مکارم اخلاق، حسن سیرت، شیریں گفتار اور اعلیٰ اوصاف سے آراستہ تھے۔ نہایت نیک، تقویٰ وطہارت کے پیکر عبادت گزار، شب زندہ دار، نرم مزاج اور ایمان واحتساب کی دولت سے مالا مال تھے۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص۲۷۶)

تربیت :۔ شیخ الاسلام مولانا فیض اللہ خاں رحمہ اللہ اور حضرت سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی صحبت نے آپ کو کندن بنادیا۔
(تذکرہ علمائے بھوجیاں ص۲۷۶)

بیعت واصلاحی تعلق :۔ آپ نے حضرت مولانا عبدالرحمٰن رحمہ اللہ کے دست مبارک پر بیعت جہاد برخلاف شرک وبدعت کر کے آپ سے خلافت حاصل کی اور خلیفہ کے لقب سے سرفراز ہوئے۔ جب کبھی حضرت مولانا عبدالرحمٰن رحمہ اللہ کسی سفر پر گاؤں سے باہر تشریف لے جاتے تو امامت نماز کا فریضہ آپ سرانجام دیتے۔ اسی بناء پر سب لوگ آپ کو ''خلیفہ جی'' کہہ کر پکارتے تھے۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص۲۷۷)

اہلحدیث متصوف صلحائے شہر بھوجیاں :۔ مولانا عبدالعظیم انصاری رحمہ اللہ نے مرتب کردہ کتاب تذکرہ علمائے بھوجیاں کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا ان میں سے ایک حصہ صلحائے بھوجیاں کے عنوان کا بھی ہے اس کے تحت آپ نے ان اسلاف اہلحدیث کا ذکر فرمایا ہے جو صلاح وتقویٰ، باطنی طہارت اور ذوق تصوف کے پرزور حامی تھے ان پاکیزہ نفوس کے نام درج ذیل ہیں:

☆ حاجی شمس الدین بلہری رحمہ اللہ (۲۸۷) ☆ مولانا خدا بخش حداد رحمہ اللہ ۲۸۹ ☆ مولوی عبدالکریم ۲۹۰ ☆ حاجی رحمت اللہ
☆ میاں عبداللہ رحمہ اللہ (کوٹ دھرم چند) (۲۹۱) ☆ میاں خدا بخش رحمہ اللہ (۶۹۲) ☆ میاں شمس الدین باقی پوری رحمہ اللہ (۲۹۳)
☆ میاں رحیم بخش مڑھانے والے رحمہ اللہ (۲۹۳) ☆ میاں فضل دین (جیمس آباد) (۲۹۴) ☆ خلیفہ حاجی امام الدین (۲۸۹)
☆ میاں عبدالسمیع رحمہ اللہ (۲۸۹) ☆ میاں صدرالدین حسن رحمہ اللہ (۲۹۰) ☆ میاں رکن الدین رحمہ اللہ (۲۹۱) ☆ میاں نورالدین (۲۹۱)
☆ میاں کرم دین ومیاں فضل دین رحمہ اللہ (۲۹۲) ☆ میاں احمد رحمہ اللہ (۲۹۵) (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص۲۸۴)

تیرہ صوفیا علماء اہلحدیث کا تعارف

گلے خوشبوئے درحمام روزے رسید ازدست محبوبے بدستم
بدوگفتم کہ مشکی یا عبیری کہ ازبوئے دلآویز تومستم
بگفتامن گلے ناچیز بودم ولیکن مدتے باگل نشستم

جمال ہم نشیں درمن اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

عرفان تصوف کی باکمال ہستی:۔ حضرت مولانا فیض اللہ خاں رحمہ اللہ کی شخصیت جامع اوصاف اور مجموعہ کمالات تھی۔ ان جیسی نابغۂ روزگار اور عبقری شخصیتیں آج کل ناپید ہیں۔ ان کا فضل وکمال، علم وعمل، ثقاہت وفقاہت، خلوص ودیانت ان کی شان دلآویزی ان کا مقام رفیع طریقت ومعرفت اور سلوک وتصوف میں کمال، عرفان وفراست کا ملکہ اور دوسرے فضائل ومحاسن کا ایک شخصیت میں جمع ہوجانا معجزہ سے کم نہیں۔

ایک گمنام علاقہ سے اٹھ کر سارے پنجاب میں اپنی شہرت کا سکہ جمایا، ہر ایک شخص کے دل میں اپنا مقام پیدا کیا سب کے مطاع اور مخدوم ٹھہرے۔ ان کے زہد واتقاء عفاف وصفوت اور حکمت وبصیرت کے باعث دور دور سے لوگ آکر ان کے ایسے گرویدہ اور فریفتہ ہوئے کہ انہی کے ہورہے۔ جوان کی مجلس وعظ وذکر میں بیٹھا حلقہ بگوش ہوگیا۔ جس کو دیکھا غلام بے دام ہوا۔ جس پر نظر پڑ گئی خاک سے کیمیا اور مس خاک سے کندن بن گیا ۔

آنانکہ خاک رابہ نظر کیمیا کنند آیا بودکہ گوشۂ چشم بما کنند

موضع بھوجیاں کے مضافات میں جو دیہات تھے ان میں اکثریت سکھوں کی تھی۔ مسلمان کہیں خال خال تھے اور وہ آزادانہ طور پر اپنے دینی فرائض مثلاً بلند آواز سے اذان کہنا، خطبہ جمعہ اور مساجد کی تعمیر وغیرہ نہیں کر سکتے تھے۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۸۵)

روحانی مجالس کی برکات:۔ جب موضع بھوجیاں میں مولانا فیض اللہ خاں رحمہ اللہ کا چشمۂ فیض جاری ہوا اور کتاب وسنت کی روشنی سے تاریکیاں دور ہونے لگیں آپ کے دل پذیر اور اثر انگیز وعظ وخطاب سے برسوں کی جہالت اور بدعات ورسومات کا پردہ چاک ہونے لگا تو دور ونزدیک سے لوگ آکر آپ کی نورانی اور پاکیزہ مجالس میں شریک ہوکر اپنی روحانی پیاس بجھانے لگے۔ جو شخص سحر انگیز خطاب اور دل کش شخصیت سے ایسا متاثر اور مسحور ہوتا کہ اپنا گھر بار اور مسکن چھوڑ کر آپ ہی کے پاس رہنے کو سعادت اور نجات کا ذریعہ سمجھتا۔ چنانچہ بہت سے لوگ اپنے آبائی اور پیدائشی گاؤں چھوڑ کر موضع بھوجیاں میں آکر آپ کے سایہ عاطفت میں رہنے لگے۔ جن لوگوں نے اپنی سکونت ترک کر کے آپ کی ہمسائیگی اور مصاحبت اختیار کی ان کی تعداد بہت زیادہ ہے یہاں صرف چند اہم حضرات کے ذکر پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ جنہوں نے حضرت کی قربت حاصل کرنے کی غرض سے اپنا گھر بار برادری ماحول اور کاروبار سب کچھ قربان کر دیا اور کئی قسم کے کٹھن حالات سے دوچار ہونے کے باوجود آپ کی صحبت اور مجلس میں رہنے کو ترجیح دی۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۸۷)

پہلے صوفی بزرگ حاجی شمس الدین بلہری رحمہ اللہ:۔ حاجی شمس الدین میاں نظام الدین موضع بلہر ضلع لاہور (حال امرتسر) میں پیدا ہوئے جب مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ حق گوئی کی پاداش میں ملک بدر کر دیئے گئے اور آپ افغانستان سے ہجرت کر کے وارد ہند ہوئے تو سب سے پہلے امرتسر کے قریب ایک گاؤں ''خیروی کے'' میں مقیم ہوئے اور کچھ عرصہ وہاں رہ کر پھر امرتسر چلے گئے۔

جب حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ موضع ''خیروی کے'' میں تھے تو تمام علاقے میں ان کی خدا ترسی اور تعلق باللہ کا شہرہ عام ہوگیا اور دور دراز سے لوگ ان کی زیارت کے لیے حاضر ہونے لگے۔ جناب عزیز انصاری (گوجرانوالہ) بروایت اپنے والد مرحوم حاجی امان اللہ شہید بیان کرتے ہیں کہ میرے دادا حاجی شمس الدین بھی موضع بلہر سے اپنے چند رفقاء کے ساتھ موضع ''خیروی کے'' ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کا پرنور چہرہ دیکھتے ہی متاثر ہوگئے اور یقین ہوگیا کہ یہ خدا کا برگزیدہ بندہ ہے۔ حاجی صاحب فرماتے تھے کہ ہم ان کے پاس بیٹھے تھے کہ حضرت غزنوی رحمہ اللہ کے گھر سے ایک لڑکا آیا اور فارسی زبان میں کہنے لگا ''بابا جان مادرم گوید کہ بخانہ آرد نیست'' بابا جان والدہ کہتی ہیں کہ گھر میں آٹا موجود نہیں ہے۔

حضرت صاحب صرف فارسی بولتے تھے انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ لڑکا واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر آکر یہ سوال دہرایا آپ پھر خاموش رہے جب تیسری بار آکر اس نے پھر یہی کہا تو سید عبداللہ رحمہ اللہ نے غصہ سے فرمایا کہ

خدائے عبداللہ نمی داند کہ بخانہ عبداللہ آردنیست

کہ عبداللہ کا خدا نہیں جانتا کہ اس کے گھر میں آٹا نہیں! وہ لڑکا خاموش ہو کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ ایک اجنبی آدمی آیا اور گھر کے دروازے پر آٹے کی ایک بوری رکھ کر چلا گیا۔ حاجی شمس الدین صاحب فرمایا کرتے تھے کہ یہ واقعہ دیکھ کر میرا یقین پختہ ہو گیا کہ یہ خدا کے ولی ہیں پھر آپ امرتسر حاضر ہوتے رہے۔ جب مولانا فیض اللہ رحمہ اللہ امرتسر کے مدرسہ سے فارغ ہو کر بھوجیاں میں آ کر مقیم ہوئے تو ہم موضع بلہر سے جا کر بھوجیاں جمعہ کی نماز میں شریک ہوتے اور خطبہ سنتے مولانا فیض اللہ رحمہ اللہ کی شخصیت سے متاثر ہو کر اور حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے ارشاد پر ہم نے موضع بلہر کی سکونت ترک کر کے موضع بھوجیاں میں مستقل رہائش اختیار کر لی اور مولانا فیض اللہ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہونے لگے۔

حاجی شمس الدین مرحوم نہایت خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ غرباء و مساکین سے محبت کرنے والے اور تواضع و انکساری کا پیکر تھے مدرسہ میں جو طلباء قرآن و حدیث پڑھتے ان کی آپ بہت دلجوئی اور خدمت کرتے۔ مختلف پر تکلف کھانوں اور مٹھائی وغیرہ سے ان کی خاطر و مدارت کرتے کہ یہ مسافر ہیں اور خدا کے دین کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑ کر آئے ہیں۔ حاجی صاحب موصوف قیام پاکستان سے قبل ہی انتقال فرما گئے۔

حاجی شمس الدین رحمہ اللہ کے پانچ بیٹے تھے۔ حاجی امان اللہ، مولانا عبدالرحمٰن، حاجی عبداللہ، حاجی محمد اسمٰعیل اور حاجی محمد ابراہیم انصاری، حاجی امان اللہ رحمہ اللہ دوران فساد شہید ہوئے۔ جبکہ مولانا عبدالرحمٰن کافی عرصہ پہلے فوت ہو چکے تھے حاجی عبداللہ اور حاجی محمد اسمٰعیل قیام پاکستان کے بعد گوجرانوالہ آ کر فوت ہوئے۔ اب صرف حاجی محمد ابراہیم انصاری بقید حیات ہیں حفظہ اللہ تعالیٰ۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۸۷)

دوسرے صوفی بزرگ خلیفہ جی حاجی امام الدین: آپ موضع پنجوڑ کی سکونت ترک کر کے بھوجیاں میں آئے اور یہیں مستقل رہنے لگے۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۸۹)

تیسرے صوفی بزرگ مولانا خدا بخش حداد:۔ مولانا خدا بخش بھی موضع کھارہ متصل دوبرجی ضلع امرتسر سے موضع بھوجیاں میں تشریف لائے اور مولانا فیض اللہ کی خاص تربیت میں پروان چڑھے۔ علماء بھوجیاں میں آپ کا ذکر موجود ہے۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۸۹)

چوتھے صوفی بزرگ میاں عبدالسمیع رحمہ اللہ:۔ یہ بزرگ موضع جھبال کے رہنے والے تھے۔ میاں کالو کے نام سے مشہور تھے سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی ذات سے وابستگی کے بعد کایا ہی پلٹ گئی۔ حضرت امام رحمہ اللہ نے ان کا نام کالو کی بجائے عبدالسمیع رکھا۔ ان ہی کے ایما اور مشورہ سے مولانا فیض اللہ رحمہ اللہ سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے پاس بغرض حصول تعلیم گئے۔ فارغ ہو کر جب انہوں نے موضع بھوجیاں سکونت اختیار کی تو میاں عبدالسمیع بھی جھبال کو چھوڑ کر بھوجیاں آ گئے اور یہیں رہائش اختیار کر لی آپ کے بیٹے میاں عبدالرحیم ۴۷ء میں شہید ہوئے آپ کا انتقال کافی عرصہ پہلے ہو چکا تھا۔ آپ کا شمار صلحاء و متقین میں ہوتا ہے۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۸۹)

پانچویں صوفی بزرگ مولوی عبدالکریم رحمہ اللہ:۔ یہ بزرگ بھی حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سے تھے نہایت درویش صفت، عابد و زاہد اور متقی انسان تھے۔ مولانا فیض اللہ رحمہ اللہ کے بہت قریبی رفقاء اور ارادت مندوں میں سے تھے۔ قیام پاکستان سے کافی عرصہ پہلے سندھ کے علاقے کنری میں جا بسے اور اسی جگہ فوت ہوئے۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۹۰)

چھٹے صوفی بزرگ میاں صدرالدین حسن کی بیعت:۔ میاں صدرالدین مرحوم مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کے والد بزرگوار تھے۔ حضرت الامام غزنوی رحمہ اللہ کے مرید اور عقیدت مند تھے۔ مولانا فیض اللہ رحمہ اللہ کی معیت میں حضرت الامام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر یہ معمول بن گیا۔ آپ کا اہل اللہ اور خدا رسیدہ لوگوں میں شمار ہوتا ہے۔ عمل بالکتاب والسنہ کے سختی سے پابند تھے۔ آپ موضع مالووال ضلع امرتسر سے بھوجیاں میں آئے اور یہاں مستقل سکونت اختیار کی۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۹۰)

ساتویں صوفی بزرگ حاجی رحمت اللہ رحمہ اللہ:۔ مولانا فیض اللہ اور مولانا عبدالرحمٰن رحمہما اللہ کی صحبت و رفاقت کی بدولت آپ کا

شمار بھی اس گروہ میں ہوتا ہے۔ جوان بزرگوں کے ارشاد و خطاب اور ان کی عملی زندگی دیکھ کر صراط مستقیم پر گامزن ہوا۔ آپ مولانا فیض اللہ رحمہ اللہ کی وفات کے بعد رحیم یار خاں کے قریب چک نمبر ۱۰۳ میں زمین خرید کر زراعت کا کام کرنے لگے۔ اور یہیں فوت ہوئے۔

(تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۹۱)

آٹھویں صوفی بزرگ میاں رکن الدین رحمہ اللہ:۔ یہ بزرگ بھی جھبال کے قریب کسی گاؤں سے آ کر یہاں آباد ہوئے بھوجیاں میں ان کی ہمشیرہ بیاہی ہوئی تھی۔ آپ شب و روز مسجد میں مقیم رہتے۔ ہر وقت تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی میں مصروف رہتے۔ ان کے دو بھانجے بھی ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ میں شہید ہوئے آپ اس سے پہلے وفات پا چکے تھے۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۹۱)

نویں صوفی بزرگ میاں عبداللہ رحمہ اللہ:۔ ان کا شمار بھی ان شخصیتوں میں ہوتا ہے جو مولانا فیض اللہ اور ان کے صاحبزادگان کے علم و عمل سے متاثر ہو کر ان کے گرویدہ ہوئے۔ بھوجیانی بزرگوں سے گہری عقیدت تھی ''میاں کوٹیا'' کے نام سے مشہور تھے۔ موضع کوٹ دھرم چند سے نقل مکانی کر کے بھوجیاں آ گئے اور یہیں رہائش اختیار کر لی۔ کثیر العبادت اور ذکر الٰہی میں مشغول رہنے والے بزرگ تھے ۱۹۴۷ء سے پہلے فوت ہوئے۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۹۱)

دسویں صوفی بزرگ میاں نورالدین رحمہ اللہ:۔ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف کے پھوپھی زاد اور آپ کے خسر بھی تھے۔ بڑے نیک، پارسا اور متدین بزرگ تھے۔ دینی مسائل سے کماحقہ واقف تھے۔ غزنوی اور بھوجیانی بزرگوں سے مستفید ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد گوندلانوالہ میں رہائش اختیار کی۔ اکثر لاہور آتے جاتے تھے۔ جب لاہور آتے تو مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ نماز کے وقت امامت کے لیے ہمیشہ آپ کو ترجیح دیتے قرآن مجید کی تلاوت نہایت رقت انگیز لہجہ میں کرتے۔ ۱۹۶۸ء میں موضع گوندلانوالہ ضلع گوجرانوالہ میں خدا کو پیارے ہوئے اور اسی جگہ آسودہ لحد ہیں۔

ان کے ایک بھائی عبداللہ تھے۔ وہ بھی ان ہی کے نقش قدم پر چلنے والے تھے۔ قیام پاکستان سے قبل ان کا موضع بھوجیاں میں انتقال ہوا۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۹۲)

گیارہویں صوفی بزرگ میاں خدا بخش رحمہ اللہ:۔ موضع سبھراؤں کی سکونت ترک کر کے بھوجیاں میں مولانا فیض اللہ رحمہ اللہ کی صحبت میں آ گئے۔ نہایت پاکباز ہستیوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ ان کے ایک بیٹے مولوی فتح دین تھے۔ جو فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ خاکی شاہ کے نام سے مشہور تھے کچھ عرصہ قصبہ پٹی میں بھی رہے ہیں وہیں سے ہجرت کر کے پاکستان آئے۔ فتح دین کے ایک صاحبزادے مولانا عطاء اللہ لیہ میں اور دوسرے مولانا عبدالحق کوٹ رادھا کشن میں سکونت رکھتے ہیں۔

میاں خدا بخش قیام پاکستان کے بعد نجو روسندھ میں اپنے عزیزوں کے پاس چلے گئے تھے اور اسی جگہ ایک سو ستائیس سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۹۲)

بارہویں صوفی بزرگ میاں کرم دین و میاں فضل دین رحمہ اللہ:۔ یہ دونوں بزرگ بھی کسی دوسری جگہ سے منتقل ہو کر موضع بھوجیاں میں مولانا فیض اللہ رحمہ اللہ کے پاس آ کر رہائش پذیر ہوئے اور بھوجیاں ہی میں وفات پائی۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۹۳)

تیرہویں صوفی بزرگ میاں شمس الدین باقی پوری رحمہ اللہ:۔ یہ بزرگ موضع باقی پور کے رہنے والے تھے۔ مولانا فیض اللہ رحمہ اللہ کی قائم کردہ سلف صالحین کے نمونہ پر جماعت میں ان کا بھی شمار ہوتا ہے نہایت صالح، دین سے محبت رکھنے والے اور متبع کتاب و سنت تھے۔ آخر عمر میں سندھ کے ضلع تھرپارکر میں جیمس آباد کے قریب گوٹھ نمبر ۳۰۰ دو بر جی میں رہائش اختیار کر لی اور اسی جگہ داعی اجل کو لبیک کہا اور مدفون ہوئے۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۹۳)

دیگر بزرگان تصوف:۔ درج ذیل بزرگ بھی موضع باقی پور سے تعلق رکھتے تھے۔ جو مولانا فیض اللہ رحمہ اللہ کے تربیت یافتہ تھے۔ ان کا شمار بھی عباد و زہاد اور صلحاء و اتقیاء میں ہوتا ہے۔

میاں رحیم بخش، میاں شیخ عید محمد باقی پوری، چودھری شرف الدین، میاں عبداللہ، مولوی اللہ بخش اور مولوی امیر الدین جو مولانا ابوالحسن محمد یحییٰ حافظ آبادی کے والد بزرگوار تھے یہ سب لوگ خدا کو پیارے ہو چکے ہیں رحمھم اللہ۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۹۳)

میاں رحیم بخش مڑہانہ والے:۔ حاجی شمس الدین مرحوم بھوجیانی کے برادر نسبتی تھے یہ بزرگ بھی اپنا گاؤں موضع مڑہانہ چھوڑ کر مولانا فیض اللہ رحمہ اللہ کے پاس موضع بھوجیاں آ گئے اور ان کے فیض و افادہ سے متمتع ہوتے رہے۔ قیام پاکستان کے بعد گوجرانوالہ آ گئے اور یہیں وفات پائی۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۹۳)

سندھ میں سلسلہ تصوف کے حامل اسلاف:۔ کچھ بزرگوں کا پہلے ذکر ہو چکا ہے جن کا تعلق مولانا فیض اللہ رحمہ اللہ کی قائم کردہ جماعت صالحہ سے تھا۔ درج ذیل حضرات بھی اس سلسلے کی کڑی ہیں۔ جو پنجاب سے سندھ میں جا کر مقیم ہو گئے۔ یہ سب بھوجیانی علماء کے عقیدت کیش تھے۔

چودھری حاجی نظام الدین، مولوی محمد، مولوی اللہ دین رحمھم اللہ یہ ترنتارن کے قریب دوبرجی کے رہنے والے تھے اور کنری سندھ میں جا بسے وہاں سینکڑوں مربع جات زمین کے مالک بنے۔

چودھری دین محمد عادیوال بزرگ جلال آباد سے سندھ گئے مولوی عبدالرحمٰن و مولوی اللہ بخش چک ۳۹۴ موضع دوبلی ضلع امرتسر سے سندھ میں جا کر مقیم ہوئے۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۹۴)

حکیم میاں فضل الدین (جیمس آباد):۔ یہ بزرگ جلال آباد ضلع امرتسر کے رہنے والے تھے۔ بھوجیانی علمائے کرام کے غایت درجہ عقیدت مند اور معتقد تھے۔ بھوجیاں میں اکثر آنا جانا تھا اور علمائے بھوجیاں سے نہایت قریبی تعلقات تھے۔ مسلکاً اہلحدیث تھے مگر ہر مکتب فکر کے اصحاب کے ساتھ مخلصانہ تعلقات تھے۔ چند سال ہوئے انتقال فرما چکے ہیں۔ رحمه الله وغفرله۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص، ۲۹۵)

مقام صالحیت کے لیے دس شرطیں:۔ (۱) روزہ رکھنا (۲) رات کو قیام کرنا (۳) موت کو یاد رکھنا (۴) جنازے کے ساتھ جانا (۵) قبرستان جانے کو لازم کرنا (۶) یتیموں کی سرپرستی کرنا (۷) بیماروں کی عیادت کرنا (۸) صدقہ دینا (۹) سخاوت کرنا (۱۰) اہل خیر سے محبت رکھنا۔ ملفوظات حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمہ اللہ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۹۵)

مولانا محمد علی لکھوی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف

لکھوی خاندان کی بیعت نقشبندیہ:۔ برصغیر پاک و ہند کے علاقہ متحدہ پنجاب میں لکھوی خاندان کو اپنے شرف علمی برتری، تبلیغ دین اور تصنیف و تالیف کی بنا پر بلند مقام حاصل تھا۔

علم و فضل، تقویٰ و طہارت، عبادت و ریاضت اور درس و تدریس کی وجہ سے ممتاز حیثیت حاصل تھی۔ اس خاندان کے مورث اعلیٰ حافظ بارک اللہ رحمہ اللہ حضرت شاہ غلام علی رحمہ اللہ کے نامور خلفاء میں سے تھے۔ نہایت متورع، متدین اور عابد و زاہد ولی اللہ اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ ان کے والد گرامی حافظ احمد رحمہ اللہ اور جد امجد حافظ محمد امین بھی اپنے اپنے وقت میں صاحب فضل و کمال، تقویٰ اور پارسائی میں یگانہ تھے۔ ان کی وساطت سے خلق کثیر صراط مستقیم اور راہ راست پر گامزن ہوئی…… حافظ بارک اللہ رحمہ اللہ کے بیٹے حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ ساری عمر درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مصروف رہے۔ تفسیر محمدی منظوم پنجابی زبان میں سات جلدوں میں لکھی۔ اس کے علاوہ احوال الآخرت، زینت الاسلام، انواع محمدی، محامد الاسلام اور رد نیچری وغیرہ کتابیں بھی تحریر کیں جو قبل تقسیم ملک پنجاب کے گھر گھر میں موجود تھیں۔ پنجاب میں دین کی اشاعت اور کتاب و سنت کی ترویج میں ان کتابوں کا بہت حصہ ہے۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۳۲۶)

مجلس ذکر میں لوگوں کا بے خود ہو جانا:۔ حافظ محمد رحمہ اللہ کے بیٹے مولانا محی الدین عبدالرحمٰن تھے۔ جو مولانا محمد علی رحمہ اللہ کے والد

گرامی تھے۔ مولانا عبدالرحمٰن زیادہ تر خدا کی یاد میں مشغول رہتے، بڑے عابد وزاہد بزرگ تھے۔ حلقہ ذکر میں صرف ''اللہ'' کی آواز سے لوگ بے ہوش ہوجاتے۔ ۱۳۱۳ہجری میں حج بیت اللہ کے لیے گئے اور مدینہ میں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کے پاس مدفون ہوئے۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۳۲۶)

نام کتاب:۔ ابقاءُ المِننِ بِاِلْقَاءِ الْمِحَنِ یعنی، خودنوشت سوانح حیات
مصنف:۔ نواب سیّد محمد صدیق حسن خان رحمہ اللہ (۱۸۳۲ء-۱۸۹۰ء)
تسہیل:۔ مولانا محمد خالد سیف۔ تنقیح و نظرِ ثانی: قاری نعیم الحق نعیم، دارالدّعوہ السّلفیّہ، شیش محل روڈ لاہور

نواب والا جاہ رحمہ اللہ کا ذوق تصوف

نواب والا جاہ کا تعارف:۔ نواب والا جاہ سید محمد صدیق حسن خاں قنوجی رحمہ اللہ، دارالدعوۃ السّلفیہ کے مؤسس مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کی محبوب شخصیت، راہنما بلکہ وہ ان کو مینارۂ نور جانتے ہوئے ان سے بے انتہا عقیدت رکھتے تھے۔ اس لیے کہ نواب صاحب رحمہ اللہ، نے اپنے علم، وقت اور...... میسر ہونے پر...... مال کو جس طرح علوم قرآن وحدیث کی اشاعت کیلئے صرف کیا اور صدیوں سے مستور کتب تفاسیر واحادیث و شروحاتِ حدیث کو منصۂ شہود پر لائے وہ ان کے اس جذبہ وعمل کو نہ صرف قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے بلکہ حسب استطاعت وتوفیق اسی طریق کو انہوں نے زندگی کا رفیق اور مشعل راہ بنالیا۔

دوران طالب علمی ۱۹۲۹ء ۱۳۴۹ھ میں گوندلانوالہ ضلع گوجرانوالہ کی انجمن ندوۃ الطلبہ ہو، ۱۳۲۵ھ ۱۹۴۵ء میں فیروز پور کا مکتبہ سلفیہ ہو، ۱۳۷۱ھ ۱۹۵۱ء کا المکتبۃ السّلفیہ ہو، ۱۳۷۵ھ ۱۹۵۵ء کا العامہ اشاعۃ السنہ ہو، جمعیت اہلحدیث لاہور کی اہلحدیث اکادمی ہو، یا ۱۴۰۰ھ ۱۹۸۰ء کا دارالدعوۃ السّلفیہ ہو، یہ سب ان کے اسی داعیے اور جذبے کی صدائے بازگشت تھی جو ان کے دل میں والا جاہ نواب رحمہ اللہ کی محبت وعقیدت کے باعث موجزن تھا۔ (ابقاءُ المِننِ بِاِلْقَاءِ الْمِحَن:ص:۳)

نواب صاحب پر تحقیقی مقالہ جات:۔ ہمارے علم کی حد تک ۱۴۰۸ھ میں ہندوستان کی ایک فاضل شخصیت ڈاکٹر اختر جمال لقمان حفظہ اللہ نے المملکۃ العربیہ السعودیہ سے ''السید صدیق حسن خاں قنوجی آراءٗ الاعتقادیہ وموقفہ من عقیدۃ السلف'' کے عنوان سے Ph.D کا ایک مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی جو بعد میں دارالھجرہ الریاض سے طبع بھی ہوا۔

پھر ۱۴۲۴ھ میں جامعۃ الامام محمد بن سعود سے الشیخ علی بن احمد الاحمد نے ''دعوۃ الامیر العالم صدیق حسن خاں واحتسابہ'' کے عنوان سے ایم اے کا ایک مقالہ لکھا جو مکتبۃ الرشد الریاض سے طبع ہو چکا ہے۔

علاوہ ازیں نواب صاحب کے تفسیری منہج پر پروفیسر عبدالحفیظ رحمہ اللہ (سابق صدر شعبہ اسلامی انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور) کا Ph.D کیلئے ایک مقالہ منظور ہوا جو تحریر تو ہو چکا تھا لیکن ابھی تکمیلی مراحل میں ہی تھا کہ صاحبِ تحریر کا وقت اجل آپہنچا۔ اس کے بعد پنجاب یونیورسٹی ۱۹۹۸ء میں ایک طالب علم شاہنواز نے ''نواب صدیق خان لغویا'' کے عنوان سے ایم اے کا مقالہ لکھا پھر اسی نوجوان کا ۱۹۹۹ء میں ''نواب صدیق حسن خان محدثاً کے عنوان سے Ph.D کا مقالہ منظور ہوگیا جو مکمل بھی ہو چکا ہے۔ جس کے نگران محترم ڈاکٹر اکرم چودھری حفظہ اللہ (V.C سرگودھا یونیورسٹی) تھے۔ (ابقاءُ المِننِ بِاِلْقَاءِ الْمِحَن:ص:۵)

اسی طرح پنجاب یونیورسٹی ہی کے ایک طالب علم جناب عتیق امجد صاحب نے نواب صاحب کی حدیثی خدمات پر ایم اے کیلئے ایک مقالہ لکھا جو کتاب سرائے اُردو بازار لاہور کی جانب سے کتابی صورت میں چھپ چکا ہے۔

ابھی حال ہی میں جماعت کے معروف قلمکار جناب عبدالرشید عراقی صاحب نے ''تذکار نواب صدیق حسن خاں'' کے نام سے نواب صاحب

اوران کے خاندان کا تعارف لکھا جو ادارہ احیاء التراث اہل السنہ الہ آباد (وزیر آباد) سے طبع ہوا ہے۔ (ابقاءُ المِننِ بِاِلْقَاءِ الْمِحَن:ص:٦)

والا جاہ نواب سیّد صدیق حسن خان مرحوم والیٔ بھوپال کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں۔ موصوف دین و دنیا کے جامع تھے۔ اللہ تعالیٰ نے علومِ دینیہ وعربیہ کی دولت لازوال سے بھی بدرجۂ کمال نوازا تھا۔ جس پر ان کی تین سو سے زائد تصنیفات وتالیفات شاہد عدل ہیں۔ جو عربی، فارسی، اردو تینوں زبانوں میں ہیں۔ نیز دنیاوی شرف وجاہ سے بھی آپ کو حظ وافر عطا کیا گیا تھا۔ جیسا کہ سب پڑھے لکھے لوگ جانتے ہیں۔

زیر نظر کتاب نواب صاحب موصوف ہی کی خودنوشت سوانح حیات ''ابقاء المنن بالقاء المحن'' ہے۔ جس کی تسہیل مولانا خالد سیف (اسلام آباد) اور تنقیح وتصحیح ونظر ثانی کا کام ہمارے فاضل رفیق مولانا حافظ قاری نعیم الحق صاحب رفیق المجلس العلمی السلفی لاہور نے حضرت الاستاذ المحترم مولانا محمد عطاء اللہ حنیف (رحمہ اللہ) کی خواہش اور ایماء پر کی ہے۔ جزاهما الله احسن الجزاء۔

ابقاء المنن کا ماخذ:۔ نواب صاحب موصوف نے یہ کتاب بعض جلیل القدر اسلاف کے تتبع میں مرتب کی ہے۔ جیسا کہ انہوں نے آغاز میں اس کی صراحت کی ہے۔ بالخصوص شیخ عبدالوہاب شعرانی کی کتاب "لطائف المنن والاخلاق فی بیان و جوب التحدث بنعمة اللــه عـلـی الاطـلاق" ان کے پیش نظر رہی ہے۔ نواب صاحب مرحوم امام شعرانی رحمہ اللہ کی یہ تالیف، جس میں انہوں نے ان انعامات و احسانات کا ذکر کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر کیے، بڑی پسند تھی اور اس کی ضروری تلخیص بھی انہوں نے اردو میں بنام ''فتح الخلاق للطائف المنن والاخلاق'' ۱۳۰۵ھ میں شائع کی تھی۔ (ابقاءُ المِننِ بِاِلْقَاءِ الْمِحَن:ص:۱۱)

حصول اخلاص اور تزکیہ باطن کی اہمیت:۔ حضرت علی خواص رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اعمال کے اظہار واخفاء کے اعتبار سے لوگوں کی کئی قسمیں ہیں: اوّل: وہ جن کا ظاہر، باطن سے بہتر ہے۔ دوم: جن کا ظاہر وباطن یکساں ہے۔

سوم: جن کا باطن خیر میں علانیت کی نسبت راجح ہے۔ چہارم: جو ان سب اقسام سے غائب ہیں۔

مؤخر الذکر کے علاوہ پہلی تین قسموں میں ترجیح کے واضح ہونے کے باعث ریاکاری کا اندیشہ ہوتا ہے۔ مشائخ کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص اخلاص کا اظہار کرتا ہے، اس کا اخلاص ابھی تک محتاجِ اخلاص ہے۔ قیامت کے دن تو صرف اسی شخص کی میزان وزنی ہوگی، جو اپنے آپ کو اس باربردار جانور کی طرح سمجھتا ہے۔ جس کو معلوم نہیں کہ اس کی پشت پر سامان نفیس ہے یا خسیس۔ جب کسی انسان کو کشف ویقین سے یہ معلوم ہو جائے کہ میں سزاوارِ عقوبت ہوں، اور میرے ان سارے کمالات میں سے کوئی چیز بھی میری نہیں بلکہ میرے آقا نے یہ سب میرے پاس مستعار رکھے ہیں، اسے سب کے سامنے تحدیث نعمت جائز ہے کیوں کہ وہ اپنے آپ کو کسی دوسرے سے بہتر نہیں سمجھتا۔ واللہ! میں دنیا وآخرت میں اپنے تئیں اللہ کے کسی فضل کا مستحق نہیں پاتا۔ میں تو روئے زمین کے تمام عاصیوں کے پیچھے کھڑا ہونے کا مستحق ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کم عقلی، عدم توانائی کے باوجود بغیر اسباب کے ہزار ہا لوگوں سے زیادہ جاہ ومال عنایت فرما رکھا ہے اور بہت سے عقل وشعور اور فہم ودانش مندی کے بلند مراتب پر فائز لوگ حاجت کے باوجود ان سے محروم ہیں۔ تو یہ اللہ پاک کا مجھ پر احسانِ عظیم اور انعام عمیم نہیں تو اور کیا ہے کہ مستحق تو محروم ہیں اور غیر مستحق حد سے زیادہ خوش حال۔ مجھے زیادہ خدشہ اس بات کا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا تو دوست دشمن دونوں کو دیتا ہے، لیکن دین کی دولت سے صرف اپنے دوستوں ہی کو نوازتا ہے اس لیے دنیا دار اور مالدار کو کبھی یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ مجھے دنیا میں عزت وجاہ نصیب ہوئی ہے تو میں اللہ کو بھی عزیز ہوں اور آخرت میں بھی مجھے عزت نصیب ہوگی۔ اور یہ بھی نہیں سمجھنا چاہیے کہ جو لوگ یہاں دنیا میں فقیر اور حقیر ہیں اللہ کے ہاں بھی ان کی کوئی عزت نہیں ہے۔ ورنہ وہ یوں خوار اور محتاج نہ ہوتے کیوں کہ آخرت دنیا کی سوت ہے، وہاں کے معاملات یہاں کے معاملات سے برعکس ہوں گے۔ ممکن ہے کہ دنیا کے اغنیاء وملوک آخرت میں غلام وکنیز سے بھی بدتر ہوں اور یہاں کے فقراء وہاں کے سلاطین بن جائیں، بلکہ یہاں کے ایمان دار اغنیاء بھی فقراء سے پانچ سو برس بعد جنت میں جائیں گے، اس سے آپ ان مالداروں اور دنیا کے پجاریوں کا اندازہ لگا لیجئے جو محض دنیا کی خاطر جیتے ہیں اور آخرت سے انہیں کوئی سروکار نہیں، ان کا ٹھکانہ یقیناً جہنم ہوگا۔ نعوذ باللہ من غضب اللہ! (ابقاءُ المِننِ بِاِلْقَاءِ الْمِحَن:ص:۲۳-۲۴)

احسانات خداوندی

حسب ونسب:۔ میں شریف النسب ہوں۔ لیکن یاد رہے کہ تقویٰ کے بغیر یہ شرف قطعاً نفع بخش نہیں ہے۔ امام شعرانی رحمہ اللہ نے اپنا شجرۂ نسب محمد بن الحنفیہ بن الامام علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب تک ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

''مما من الله به علي شرف نسبي''۔ ''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو احسان فرمائے ہیں ان میں سے ایک شرفِ نسب بھی ہے۔''

نیز انہوں نے لکھا ہے کہ میرے جد پنجم سلطان تلمسان تھے۔ اسی طرح میں بھی یہاں اپنا شجرۂ نسب حضرت سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ تک سپرد قلم کرتا ہوں۔ اگرچہ قبل ازیں اپنی کتاب ''فرع'' نامی میں لکھ چکا ہوں اور اس کتاب میں ہر نام کا مختصر تعارف بھی کرا چکا ہوں تاہم یہاں بھی شجرۂ نسب لکھتا ہوں اور صرف اسماء کے ذکر کر دینے پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ چناں چہ میرا اسلسلہ نسب حسب ذیل ہے:

''صدیق بن حسن بن علی بن لطف اللہ بن عزیز اللہ بن لطف علی بن علی اصغر بن سید کبیر بن تاج الدین بن جلال رابع بن سید راجو شہید بن سید جلال ثالث بن حامد کبیر بن ناصر الدین محمود بن جلال الدین بخاری معروف بمخدوم جہانیاں جہاں گشت بن احمد کبیر بن جلال اعظم گل سرخ بن علی موید بن جعفر بن احمد بن محمد بن محمد بن عبداللہ بن علی اشقر بن جعفر زکی بن علی نقی بن محمد تقی بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین سبط بن فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ۔''

گویا میرے اور آنحضرت ﷺ کے مابین تینتیس (۳۳) نفوس کا واسطہ ہے۔ اور ان میں سے آٹھ ائمہ اہل بیت ہیں، جن کا شمار ائمہ اثنا عشر میں ہوتا ہے۔ پھر جعفر زکی سے لے کر جناب مخدوم جہانیاں بلکہ جلال رابع رحمہما اللہ تک غالباً تمام اولیاء وصلحاء تھے۔ اور سید تاج الدین سے لے کر جد امجد علی بن لطف اللہ تک تمام اہل دولت ہوئے ہیں۔ میرے دادا جو سید اولاد علی خاں کے نام سے مشہور ہیں۔

(ابقاءُ المِننِ بِاِلقَاءِ المِحَن: ص: ۲۵)

والد محترم کی بیعت نقشبندیہ:۔ میرے والد سید اولاد حسن رحمہ اللہ نے شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ قدس سرہما سے علم حاصل کیا۔ شاہ عبدالقادر صاحب موضح القرآن کو دیکھا اور شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے خلیفہ حضرت سید احمد رحمہ اللہ ساکن رائے بریلی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ عالم باعمل تھے۔ کلکتہ سے لاہور اور شمال سے دکن تک کے اکثر علماء وامراء آپ سے واقف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے نصائح میں نہایت اثر ودیعت فرمایا ہوا تھا۔ چنانچہ قنوج کے دس ہزار سے زیادہ آدمی ان کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ جن میں اہل حرفت کی اکثریت ہے۔ اور باقی شیخ، سید، مغل اور پٹھان ہیں۔

ولادت:۔ میں ۱۹- جمادی الاولیٰ ۱۲۴۸ھ میں پیدا ہوا۔ ابھی چار پانچ برس ہی کا تھا کہ ۱۲۵۳ھ میں والد ماجد اللہ کو پیارے ہو گئے، اور والدہ محترمہ نے پرورش کی۔ "اللھم اغفرلی ولوالدی ولمن توالدا وارحمھما کما ربیانی صغیرا"۔

شرافت نسب وفضائل اہل بیت:۔ میں نے اپنے نسب کو جو شریف لکھا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے اہل بیت کو تطہیر کی بشارت دی ہے اور انسان کا سب سے بڑا شرف یہی ہے کہ وہ مطہر ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن آنحضرت ﷺ بوقت صبح باہر تشریف لائے۔ اس وقت سیاہ بالوں کا منقش کمبل زیب تن تھا۔ اتنے میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آئے۔ آپ ﷺ نے ان کو کمبل میں چھپا لیا۔ پھر حسین رضی اللہ عنہ آئے، آپ ﷺ نے ان کو بھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کر لیا۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں انہیں بھی اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں بھی اس کمبل میں داخل کر لیا اور فرمایا: ''انما یرید الله لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیرا'' (الاحزاب: ۳۳) ''اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی دور کر دے اور تمہیں بالکل پاک صاف کر دے۔''

اس حدیث میں گویا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ چاروں اور ان کی اولاد قرآن مجید کی نص کے ساتھ اہل بیت کے نام سے موسوم ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت شریفہ ''ندع ابناء نا وابناء کم'' نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: اللھم ھولاء اھلی۔ (رواہ مسلم: ۳۲/۲۴۰۴ والترمذی: ۲۹۹۹)

''اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔''

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ کی اولاد کا اہل بیت ہونا کتاب وسنت کی نصوص سے ثابت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک طویل حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''یا فاطمة اما ترضین ان تکونی سیدة نساء اھل الجنة اونساء المومنین''۔ (متفق علیہ، بخاری: ۳۶۲۴، مسلم: ۹۹/۲۴۵۰) ''اے فاطمہ رضی اللہ عنہا تو اس بات سے خوش نہیں کہ تو اہل جنت کی عورتوں یا (آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ) مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو جائے۔'' مسور بن مخرمہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

فاطمة بضعة منی فمن اغضبھا اغضبنی۔ (متفق علیہ، بخاری: ۳۷۶۷۔ مسلم: ۹۴/۲۴۴۹)

''فاطمہ رضی اللہ عنہا میرا ٹکڑا ہے جو اسے ناراض کرے اس نے گویا مجھے ناراض کر دیا۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن میں آنحضرت ﷺ کے ہمراہ نکلا تو آپ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تشریف لے آئے اور فرمایا کیا یہاں لکع ہے؟ کیا یہاں لکع ہے؟ لکع کے معنی ہیں چھوٹا بچہ، اور آپ ﷺ کی مراد حسن حسین رضی اللہ عنہما سے تھی۔ اچانک وہ بھی دوڑتے ہوئے آ گئے تو آپ ﷺ نے ان کو گلے لگا لیا۔ پھر فرمایا: اللھم انی احبه فاحبه و احب من یحبه۔ (متفق علیہ، بخاری: ۵۸۸۴۔ مسلم: ۵۷/۲۴۲۱) ''اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر اور جو ان سے محبت کرے اُن سے بھی محبت کر۔''

یہ آنحضرت ﷺ کی محبت اہل بیت کے حق میں دعا ہے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں رات کو آنحضرت ﷺ کے پاس کسی کام کی غرض سے آیا۔ آپ ﷺ جب باہر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے کچھ اُٹھا رکھا تھا۔ مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کیا ہے۔ جب میں اپنے کام سے فارغ ہوا تو عرض کی، حضور ﷺ! آپ کیا اٹھائے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے کپڑا کھولا تو حسن وحسین رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کے زانو پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ھذان ابنای و ابنا ابنتی اللھم انی احبھما فاحبھما و احب من یحبھما''۔ (رواہ الترمذی: ۳۷۶۹)

''یہ دونوں میرے بیٹے ہیں، میری بیٹی کے لخت جگر ہیں اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر اور جو ان سے محبت رکھے اس سے بھی محبت فرما۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد آنحضرت ﷺ کی اولاد ہے۔ اگرچہ اولاد دختر اپنی اولاد نہیں ہوتی لیکن یہ جناب رسالت مآب ﷺ کی خصوصیت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ ''ای اھل بیتك احب''۔

آپ کو اپنے اہل بیت میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: الحسن والحسین (رضی اللہ عنہما)۔

(رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث غریب: ۳۸۸۲)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے: ''ادعی لی ابنی۔'' ''میرے بیٹوں کو تو ذرا بلاؤ۔''

جب وہ آ جاتے تو آپ ﷺ ان کو سونگھتے اور گلے لگاتے۔ (رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث غریب: ۳۸۸۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔

ھما ریحانی من الدنیا۔ (رواہ البخاری: ۳۸۵۳)

''کہ وہ دونوں میرے لیے دنیا (کی چیزوں میں) سے خوشبودار پودوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔''

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: انا حرب لمن حاربھم وسلم لمن سالمھم۔

(رواہ الترمذی: ۳۸۷۰) ”جوان سے لڑائی کرے اس سے میری لڑائی اور جوان سے صلح سے رہے اس سے میری بھی صلح ہے۔“
آپ ﷺ کی مراد حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم سے تھی۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ۔ الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة۔ (راوہ الترمذی: ۳۷۸۱)
”حسن و حسین رضی اللہ عنہما جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔“

حضرت یعلی بن مرہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حسین منی انا من حسین احب الله من احب حسینا حسین سبط من الاسباط۔ (رواہ الترمذی: ۳۷۷۵)

”حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے ہوں، خدا اس سے محبت کرے جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے حسین سباط میں سے ایک سبط ہیں۔“

سبط پوتے کو کہتے ہیں۔ سبط بہت سی شاخوں والے درخت کو کہتے ہیں۔ اس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کثرتِ نسل کی طرف اشارہ ہے۔ بعض نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس کے معنی ہیں حسین رضی اللہ عنہ امتوں میں سے ایک اُمت ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ احبونی بحب الله واحبو ا اهل بیتی بحبی۔ (رواہ الترمذی بطولہ: ۳۷۸۹)
”مجھے اللہ کی محبت کی وجہ سے اور میرے اہل بیت کو میری محبت کی وجہ سے محبوب سمجھو۔“

معلوم ہوا کہ محبت سادات، عین سیّد المرسلین ﷺ کی محبت ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے در کعبہ پکڑے ہوئے ارشاد فرمایا: الا ان مثل اهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبها نجا ومن تخلف عنها هلك۔ (مستدرک حاکم: ۳/۱۵۰)

”خبردار! میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی سی ہے۔ جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور جو پیچھے رہا، ہلاک ہوا۔“

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن آنحضرت ﷺ نے مکہ و مدینہ کے درمیان بئر خم کے مقام پر خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور وعظ و تذکیر کے بعد فرمایا:

"الا ایها الناس فانما انا بشر یوشك ان یاتینی رسول ربی فاجیب و انا تارك فیکم الثقلین اولهما کتاب الله فیه الهدی والنور فخذوا بکتاب الله واستمسکوا به فحث علی کتاب الله و رغب فیه ثم قال و اهل بیتی اذکرکم الله فی اهل بیتی اذکرکم الله فی اهل بیتی۔ (رواہ مسلم: ۳۶/۲۴۰۸)

”لوگو! میں ایک انسان ہوں، ممکن ہے کہ جلد ہی میرے پاس میرے رب کا پیامبر آجائے تو میں دعوت کو قبول کرلوں۔ میں تم میں دو مضبوط گراں قدر چیزیں چھوڑ کر رخصت ہو رہا ہوں ان میں سے ایک کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت و نور ہے لہٰذا کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھام لو۔ الغرض آپ ﷺ نے کتاب اللہ کی طرف بہت توجہ دلائی۔ پھر فرمایا کہ دوسری چیز جو ہے میرے اہل بیت ہیں۔ اپنے اہل بیت کے متعلق میں تمہیں خدا سے ڈراتا ہوں۔“

اس حدیث میں آپ ﷺ نے قرآن مجید اور اہل بیت کو ”ثقلین“ قرار دے کر دونوں کو ایک ہی سلک میں منسلک فرما دیا ہے۔ اہل بیت کیلئے یہ نہایت شرف کی بات ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"انی تارك فیکم ما ان تمسکتم به لن تضلوا بعدی احدهما اعظم من الآخر کتاب الله حبل ممدود من السماء الی الارض و عترتی اهل بیت و لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفو نی فیهما۔ (رواہ الترمذی: ۳۷۸۸)

> ''میں تم میں وہ کچھ چھوڑ کر جارہاہوں کہ اگر انہیں مضبوطی سے تھام لوگے تو میرے بعد بھی گمراہ نہ ہوگے۔ ان میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے۔ ایک کتاب اللہ ہے جو اللہ کی آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی ایک رسی ہے اور دوسری میری اولاد ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے حتیٰ کہ مجھے حوض کوثر پر آملیں گے۔ سو خیال رکھو کہ تم میرے بعد ان کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہو۔''
>
> حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو حج کے موقع پر عرفہ کے دن قصواء اونٹنی پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا: یایھا الناس انی ترکت فیکم ما ان اخذتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی۔ (رواہ الترمذی: ۳۷۸۶)
>
> ''لوگو! میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جارہاہوں کہ اگر مضبوطی سے اسے تھامے رکھو گے تو گمراہ نہ ہوگے اور وہ کتاب اللہ ہے اور میرے اہل بیت میری اولاد ہیں۔''

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اہل بیت کے یہ مناقب حسنین، فاطمہ اور علی رضی اللہ عنہم کے ساتھ مخصوص ہیں یا ان کی اولاد کو بھی شامل ہیں۔ جمہور کے نزدیک وہ فضائل جو خاص اُن کے نام پر آئے ہیں۔ مثلاً ''حسن و حسین رضی اللہ عنہما جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔'' وہ تو متجاوز نہیں۔ لیکن وہ الفاظ جو بصیغۂ عموم آئے ہیں، وہ متجاوز ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قیامت تک کی اولاد کو شامل ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے امام مہدی علیہ السلام کو اہل بیت میں سے قرار دیا ہے۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ اور ان کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ اور حسب و نسب کا ایک عظیم سلسلہ ہے۔ جب وہ آلِ رسول ہیں تو وہ سادات جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے زمانہ سے تا ظہورِ مہدی دنیا میں گزر چکے ہیں یا گزریں گے یا فی الحال موجود ہیں، قلت وسائط کے باعث بالاولیٰ اہل بیت میں داخل ہیں۔ (ابقاءُ المِنن بِاِ لْقَاءِ الْمِحَن: ص: ۲۶ تا ۳۲)

ابتدائی حالات اور والد کے بکثرت مریدین:۔ والد مرحوم کی وفات کے بعد اعزہ و اقارب میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جو میری پرورش کرتا۔ ہم دو بھائی اور تین بہنیں تھے۔ سب نے مادرِ مہربان کی آغوش میں تربیت پائی۔ آمدنی کا بھی بظاہر کوئی ذریعہ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے خزانہ غیب سے رزق عنایت فرماتا رہا۔ والد مرحوم کے مرید بھی اگرچہ بکثرت تھے، جن کی اولاد ابھی تک باقی ہے۔ لیکن ان میں سے بھی کوئی ہمارا کفیل نہیں تھا۔ (ابقاءُ المِنن بِاِ لْقَاءِ الْمِحَن: ص: ۳۶)

مرشد کے بیٹے کی کفالت کیلئے فکر مند ہونا:۔ سید احمد علی مرحوم ساکن فرخ آباد، والد مرحوم سے ارادات کے باعث مجھے اپنے گھر لے گئے۔ میں کئی دفعہ ان کے ہاں کئی کئی ماہ تک رہا اور وہاں کچھ عربی پڑھی لیکن بے نیازی اور غفلت کے عالم میں۔ پھر والد صاحب کے کچھ مرید مجھے تعلیم کیلئے کانپور لے گئے اور وہاں بھی کچھ کتابیں پڑھیں۔ بچپن ہی سے مجھے علمائے کرام کی مجلس وعظ میں شرکت کا شوق تھا۔ اگرچہ میں اچھی طرح سمجھ نہیں سکتا تھا تاہم مجالس وعظ میں شرکت ضرور کرتا تھا۔ بریلی میں مولانا محبوب علی مراد آبادی کا وعظ سنا۔ فرخ آباد اور کانپور میں مجالس وعظ میں شرکت کی۔ مولانا محمد علی ٹونکی رحمہ اللہ کا ایک مرتبہ قنوج سے گزر ہوا، آپ نے وہاں جو وعظ فرمایا، مجھے بھی اس کے سننے کا شرف نصیب ہوا۔ آپ رحمہ اللہ بڑے خوش بیان واعظ، حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ کے خلیفہ اور مولانا حیدر علی ٹونکی رحمہ اللہ کے برادرِ اصغر تھے۔ (ابقاءُ المِنن بِاِ لْقَاءِ الْمِحَن: ص: ۳۷)

والد صاحب کی قبر پر بکثرت حاضری:۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب بارک اللہ فی حیاتہم بھی بارہا قنوج میں تشریف لاکر جامع مسجد میں ٹھہرتے تھے اور میرے گھر بھی آتے جاتے تھے۔ ہم دونوں بھائیوں سے بہت محبت کرتے تھے اور والد علیہ الرحمۃ کی قبر پر بھی جایا کرتے تھے۔ آج کل مولانا صاحب کی شخصیت قناعت اور زہد و تقویٰ کے اعتبار سے یادگارِ روزگار ہے۔ میرے بڑے فرزند نور الحسن خاں کو ان سے بہت زیادہ اُنس اور عقیدت ہے۔

مشائخ متصوفین کی زیارت:۔ حضرت سید احمد صاحب رحمہ اللہ کے رفقاء میں سے مولانا نصیر الدین صاحب واعظ جامع

مسجد کی بھی زیارت نصیب ہوئی۔ خانقاہ مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہ میں شاہ احمد سعید اور شاہ عبدالغنی رحمہما اللہ کی زیارت ہوئی۔

مفتی صاحب رحمہ اللہ ہر اتوار کو اکثر قطب صاحب جایا کرتے تھے۔ میں بھی ان کے ہمراہ چلا جایا کرتا تھا۔ اس وجہ سے بارہا دہلی کے فوت شدہ صلحاء کی زیارت نصیب ہوئی۔ میں عصر، مغرب اور جمعہ کی نمازیں اکثر جامع مسجد دہلی میں پڑھا کرتا تھا۔ اس وجہ سے میرے زیادہ تر اوقات علماء، عقلاء، امراء اور صلحاء کی صحبت میں گزرے ہیں۔

بچپن کی تربیت:۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے کبھی پتنگ اڑائی ہو، مرغ لڑایا ہو، بٹیر پالا ہو، شطرنج گنجفہ، نردشیر یا کوئی سا کھیل کھیلا ہو یا کبھی شہدوں کی صحبت میں بیٹھا ہوں اور میں ہمیشہ اچھے لوگوں کی صحبت کا طالب رہا اور اگر اتفاقاً کسی صحبت بد میں پھنس گیا تو جلد متنبہ ہو کر باز آ گیا۔ وللہ الحمد۔ میں سات برس کا تھا۔ میرے گھر کے دروازہ پر مسجد تھی۔ مجھے خوب یاد ہے کہ صبح کے وقت اذان ہوتے ہی والدہ مرحومہ مجھے بیدار کرا دیتیں، اور وضو کرا کے مسجد میں بھیج دیتی تھیں۔ اور گھر میں نماز کبھی نہ پڑھنے دیتی تھیں۔ اگر نیند کی سستی کی وجہ سے نہ اُٹھتا تو منہ پر پانی ڈال دیتی تھیں۔ اس وجہ سے بچپن ہی سے نماز کی عادت پڑ گئی۔ شاید دس برس کی عمر میں والدہ نے روزہ رکھوایا اور اس وقت سے روزہ رکھنے کی عادت پڑ گئی۔ (ابقاءُ المننِ بِالْقَاءِ الْمِحَن،ص:۳۸-۳۹)

پیران پیر کا مسلکی تعلق:۔ شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ ظاہری مذہب سے وابستہ تھے۔ جبکہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ حنبلی مشرب سے پیوستہ۔ (ابقاءُ المِننِ بِالْقَاءِ الْمِحَن،ص:۶۵)

ائمہ کا ادب:۔ اور اگر محض سُنی کہوں تو بھی بالکل سچ ہے۔ ائمہ اربعہ اور دیگر ائمہ مجتہدین کا محب اور خادم ہونے کی حیثیت سے اگر میں اپنے آپ کو ان میں سے کسی امام کی طرف منسوب کروں تو بھی درست ہے۔ (ابقاءُ المِننِ بِالْقَاءِ الْمِحَن،ص:۶۸)

دور نبوت میں اقسام بیعت: عصر نبوت میں جو بیعت ماثور تھی، وہ کبھی ہجرت پر، کبھی جہاد پر، کبھی ادائے واجبات پر اور کبھی ترکِ کبائر پر ہوتی تھی۔ (ابقاءُ المِننِ بِالْقَاءِ الْمِحَن،ص:۷۶)

والد صاحب کے پیر بھائی کے بیٹے سے ملاقات:۔ اقامت بھوپال کے زمانہ میں میں نے کتب صحاح وسنن پر کافی عبور حاصل کر لیا تھا۔ اور زرِ کثیر صرف کرنے کے بعد فقہ، سنت اور تفسیر کی بہت سی کتابیں حجاز، یمن، بصرہ اور دیگر ممالک سے منگوا کر جمع کر لی تھیں۔ اسی جگہ مولوی عبدالقیوم فرزند مولوی عبدالحیٔ مرحوم سے بھی ملاقات ہوئی، اُن کے باپ اور میرے باپ ایک ہی شیخ یعنی سیّد احمد بریلوی رحمہ اللہ کے مرید تھے۔ انہی کے والد مرحوم مولوی عبدالحیٔ صاحب رحمہ اللہ سب سے پہلے ہندوستان میں علامہ شوکانی رحمہ اللہ کا رسالہ ''الدرر البہیہ مع فوائد مجموعہ'' سفر حج سے لائے تھے۔ اور انہوں نے امام شوکانی رحمہ اللہ سے بذریعہ تحریر علومِ شرعیہ کی سند اور اجازتِ روایت بھی حاصل کی تھی)

علامات عالم ربانی:۔ میں نے انہیں خواب میں دیکھا تو انجام حال کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے مجھ سے کہا:

''ویسا حال نہیں دیکھا جیسا ہم سنتے تھے۔''

میں سلوک سبیل علم میں اپنے باپ، ان کے مشائخ اور اپنے شیوخِ علم کے طریقہ پر چل رہا ہوں۔ ''قولِ جمیل'' میں عالم ربانی کے منجملہ آداب و علامات میں سے یہ بھی لکھا ہے کہ علم تفسیر، حدیث، فقہ سنت وسلوک یعنی تصوف سنی، عقائد اور صرف ونحو کا درس دے اور کلام واصول اور منطق وغیرہ میں مشغول نہ ہو۔ مولانا عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس جگہ اصول کا کلام پر عطف تفسیری ہے۔ اس لیے کہ کلام کو اصول بھی کہتے ہیں۔ یہاں اصولِ فقہ یا اصولِ حدیث مراد نہیں۔

دوسری علامت یہ ہے کہ تلقین اشغال کرے، ایک وقت بیٹھ کر لوگوں پر توجہ دے، القاء سکینہ کرے کیونکہ اتمام حجت الٰہی استطاعت ممکنہ و میسرہ کے بغیر نہیں ہو سکتا میسرہ میں صحبت رکھنا اور اشغال پر قولاً وفعلاً وتصرفاً بالقلب اُبھارنا داخل ہے۔

تیسری علامت یہ ہے کہ وعظ ونصیحت سے ان کی خبر گیری کیا کرے۔

چوتھی علامت یہ ہے کہ آدابِ وضو ونماز وغیرہ کے متعلق امرونہی کرے۔

اور پانچویں علامت یہ ہے کہ فقراء اور طلبہ علم کی بقدر امکان مواسات وغم خواری کرے۔ اگر اپنے مقدر میں نہ ہو تو کم از کم دوسروں کی اس طرف ضرور توجہ مبذول کرائے۔ ایسا شخص ہی وارث انبیاء ہوتا ہے۔ اسی کو ملکوت میں عظیم کہتے ہیں، اسی کیلئے مچھلیاں پانی میں دعا کرتی ہیں۔ "فلازمه فلا يفوتنك فانه الكبريت الاحمر"۔ جو شخص ان امور میں سے کسی میں کسی قسم کی کوتاہی کرے گا۔ اس کے اندر گویا ایک طرح کا رخنہ ہوگا جب تک کہ وہ اس کو بند نہ کردے۔ الحمد للہ تعالیٰ کہ میرے سب مشائخ علم دین اسی طریقہ پر گزرے ہیں۔ مجھ سے اگرچہ ان جملہ امور کا امتثال بخوبی نہیں ہوا اور نہ ہو رہا ہے۔ لیکن حتی المقدور ان علامات کی مراعات ضرور پیش نظر رہتی ہے۔

احب الصالحين ولست منهم لعل الله يرزقني صلاحا

(ابقاءُ المِنن بِا لُقَاءِ الْمِحَن:ص:۹۳)

صحبت اغنیاء سے دوری:۔ ابتداء شعور سے اغنیاء کی صحبت سے دور رہا ہوں۔ زمانہ طالب علمی میں بھی کبھی کسی تونگر کے پاس نہیں گیا۔ اگرچہ سفر دہلی میں بہت سے اغنیاء سے ملاقات ہوئی تھی۔ تاہم ان سے دور ہی رہا۔ جب سے یہاں آیا ہوں اگرچہ اکثر راجگان وامراء مثلاً خورشید جاہ وسالار جنگ، امراء حیدر آباد دکن اور راجہ جے پور، جودھ پور، پٹیالہ، گوالیار اور اندور وغیرہ سے سفر وحضر میں ملاقات کا اتفاق ہوا ہے۔ اور ان سے گورنر جنرل کے دربار میں بدرجہ مساوات نشست بھی ہوئی ہے۔ اور نواب کلب علی خاں رئیس رامپور سے خط وکتابت بھی رہی ہے۔ لیکن یہ سب سرسری ملاقاتیں تھیں۔ میں کسی کا مصاحب نہیں بنا۔ میرے شیوخ کے وصایا میں سے ایک وصیت یہ بھی ہے، جو "القول الجمیل"، میں لکھی ہوئی ہے۔

"منها ان لا يصحب الاغنياء الا لدفع مظلمة عن الناس او بعث عامتهم على الخير و هذا هو وجه التطبيق بين الاحاديث الدالة على ذم صحبة الملوك و بين ماصحبهم كثير من العلماء البررة"۔

"ایک وصیت یہ بھی ہے کہ اغنیاء کی صحبت اختیار نہ کرے ہاں اگر لوگوں سے ظلم دور کرنا ہو یا ان کی کوئی بھلائی کی بات مقصود ہو تو الگ بات ہے اور یہی تطبیق ہے، ان احادیث میں جو بادشاہوں کی صحبت کی مذمت پر دال ہیں اور اس بات میں کہ بہت سے نیک علماء بادشاہوں سے صحبت بھی رکھتے رہے۔" (ابقاءُ المِنن بِا لُقَاءِ الْمِحَن:ص:۹۸-۹۹)

صحبت صالحہ:۔ مجھے طبعی طور پر اہل تقویٰ سے محبت ہے اور صحبت صادقین سے رغبت ہے۔

میں یہ بھی خیال کرتا ہوں کہ اگر مجھے صلحاء یا اہل اللہ کی صحبت نصیب ہوتی تو یہ اعمالِ بد جو کہ اہل دنیا کی صحبت کی وجہ سے صادر ہوئے ہیں، ان کا عشر عشیر بھی وقوع پذیر نہ ہوتا، کیوں کہ غربت اسلام بھی ان گناہوں کے صادر ہونے کا ایک سبب عظیم ہے۔ اس کے باوجود اپنی بداعمالیوں کا اعتراف ہے۔ میں اپنے کسی فعل بد کی تاویل نہیں کرتا اور نہ کسی نیک عمل پر اعتماد رکھتا ہوں۔ اگر رحمت الٰہی سے ناامیدی کفر نہ ہوتی تو میرے اتنے گناہ ہیں کہ ناامیدی میں کچھ شک نہیں۔

تو مگر از جہتِ رحمت خود نزدیکی ورنہ من از طرفِ خویش بغایت دورم

میں تہ دل سے صحبت جہاں سے بیزار رہتا ہوں اور اہل علم سے میل جول کو دوست رکھتا ہوں۔ دل صرف یہ چاہتا ہے کہ صحبت میں ایسے لوگ ہوں جو مذاکرہ علم یا ذکر الٰہی کریں۔ (ابقاءُ المِنن بِا لُقَاءِ الْمِحَن:ص:۱۰۲-۱۰۳)

تمام سلاسل حق اور موصل الی اللہ:۔ اگرچہ میں صوفیہ کے تمام طرق کو موصل الی اللہ سمجھتا ہوں۔ اور جملہ طرق کے مشائخ کو مانتا ہوں۔ لیکن میرے آباؤ اجداد، اساتذہ اور مشائخ کا طریقہ نقشبندیہ ہے گو اور طرق کی بھی اجازت حاصل تھی۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی بیعت نقشبندیہ:۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے "قولِ جمیل"، میں سب طرائق کے اشغال واذکار

لکھے ہیں اور وہ سب نہایت مختصر، مرغوب، محبوب اور مطلوب ہیں۔ میرے والد ماجد مرحوم نقشبندی تھے، میرے شیخ سنت قاضی محمد بن علی شوکانی یمنی رحمہ اللہ بھی نقشبندی تھے۔ جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب ''البدر الطالع'' میں اس کی صراحت کی ہے۔ اگر چہ کسی طریق کو بموجب ''قولِ جمیل'' کے کسی دوسرے طریق پر ترجیح نہیں دیتا ہوں، اور مغلوبین اور ماولین فی السماع وغیرہ کا انکار نہیں کرتا ہوں لیکن اپنے نفس کو اسی امر کا تابع رکھتا ہوں، جو سنت صحیحہ و معروفہ سے ثابت ہے اور جس پر محققین اور راسخین فی العلم گزرے ہیں۔

خاندان بھر کی بیعت نقشبندیہ:۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمہ اللہ کے توسط سے بواسطہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ میرے آباؤ و اجداد بھی اصل میں ساداتِ بخاری ہیں۔ اور اب تک یہ خاندان میرے وطن قدیم شہر قنوج میں ساداتِ بخاری کے لقب سے معروف ہے۔ یعنی جس طرح میرے علم ظاہری کا تعلق امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ تک پہنچتا ہے، اور آباؤ اجداد کا نسب سید جلال اعظم گل سرخ بخاری تک منتہی ہوتا ہے اسی طرح مشائخ طریقت بھی خواجہ نقشبندیہ بخاری رحمہ اللہ تک پہنچتے ہیں۔ میرا نام بھی صدیق ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمرہ میں زیر لوائے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم محشور کرلے تو زہے سعادت!

طریقہ نقشبندیہ سے محبت و اُنسیت:۔ خلیفہ اوّل تک طریقہ کا یہ اتصال اویسیہ کہلاتا ہے۔ دوسری سند سے یہ طریقہ حضرت امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ تک بھی پہنچتا ہے۔ سو اوّلاً میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ثانیاً حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما بن ابی طالب کی اولاد سے ہوں۔ وللہ الحمد!

مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ نے سب طرق میں سے طریقہ مجددیہ نقشبندیہ کو کیوں اختیار فرمایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا اس لیے کہ

> ''من ایں طریقہ را منطبق بر کتاب و سنت یافتم که ثبوت آں قطعی ست و الحمد للہ که
> تاایں زماں ایں طریقه ازجمیع طرق بدعت محفوظ ست۔''

''میں نے اس طریقہ کو کتاب و سنت کے مطابق پایا ہے جن کا ثبوت یقینی اور قطعی ہے۔ الحمد للہ! یہ طریقہ اس وقت تک بدعت کے تمام طریقوں سے محفوظ ہے۔''

جامی می فرماید۔ جامی کہتے ہیں:

قدرِ گل و مل بادہ پرستاں دانند　　　نے خود منشیاں و تنگ دستاں دانند
از نقش تواں بسوئے بے نقش شدن　　　ایں نقشِ غریب نقش بنداں دانند

(ابقاءُ المِننِ بِاِلْقَاءِ الْمِحَن:ص:۱۵۶-۱۵۷)

اہلیہ کی مغفرت کی بشارت:۔ وفات کے بعد میں نے ۲۷ شوال ۱۳۰۱ھ کو انہیں خواب میں دیکھا کہ میرے حجرۂ خواب واقع محل سرکار میں آ کر میرے پلنگ پر بیٹھ گئی ہیں۔ میں نے پوچھا مرنے میں بہت تکلیف ہوئی ہوگی؟ کہا: ''دو تین دن کا فاقہ ہوا اور کچھ نہیں۔''

میں نے پوچھا: ''قبر میں کچھ سوال و جواب ہوا؟'' کہا: ''مجھ سے کسی نے کچھ نہیں پوچھا۔''

میں نے کہا: ''اللہ نے تمہیں بخش دیا؟'' کہا: ''ہاں'' میں نے خیال کیا کہ ان کے کان کے نیچے جو ورم ہو گیا تھا۔ وہ خشک ہو چلا ہے اور وہ بہت خوش ہیں۔ (ابقاءُ المِننِ بِاِلْقَاءِ الْمِحَن:ص:۱۷۷-۱۷۸)

ائمہ کی بے ادبی کا الزام محض افتراء:۔ رجماً بالغیب مجھ پر یہ طوفان بھی باندھا گیا کہ میں خدانخواستہ ائمہ اربعہ کے حق میں عموماً اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حق میں خصوصاً بے ادب اور نامہذب ہوں۔ حالانکہ یہ محض افتراء ہے، اس کی تکذیب کیلئے میرا رسالہ ''جلب المنفعۃ'' ہی کافی ہے۔ اگر میں ایسا ہوتا تو اپنی کتب میں ہرگز کسی حنفی مسئلہ کو ترجیح نہ دیتا، حالانکہ ''مسک الختام'' اور ''شروح تجریداتِ صحیحین'' وغیرہ میں بہت جگہ میں نے مذہب امام عالی مقام کو راجح لکھا ہے اور دوسرے مذہب کو مذہب مرجوح یا ضعیف یا مردود قرار دیا ہے۔ میں نے تو

کسی کتاب میں بھی مقلدین مذاہب کے حق میں زبان قلم سے طعن و تشنیع کا کوئی لفظ نہیں نکالا چہ جائے کہ حضرات ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے حق میں کوئی نازیبا کلمہ استعمال کروں۔ سبحنك هذا بهتان عظيم ۔ (النور:١٦)

میرا چاروں ائمہ فقہ، جمیع محدثین، جملہ علماء پاک دین کے حق میں اسی طرح کا اعتقاد ہے جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور تمام سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم کے حق میں ہے۔ اگر چہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ خدا کے نزدیک ان کے تفاضل درجات کیا ہیں؟ میں ان سب کے حق میں بے ادبی کو سم قاتل اور زہر ہلاہل جانتا ہوں۔ میں بحمدہٖ تعالیٰ ان لوگوں میں سے نہیں ہوں کہ دنیا کے کتوں سے ڈر کر تقیہ کروں، اگر ایسا ہوتا تو آج مجھے ان آفتوں کا کیوں سامنا کرنا پڑتا، اور نہ میں ریاکار ہی ہوں، اس لیے کہ ریاکاری تو مال و جاہ اور عزت کے حصول کیلئے ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے میرے حوصلہ و ہمت سے بڑھ کر دے رکھا ہے، مجھے تحصیل حاصل سے کیا فائدہ؟ بے شک میں اس وقت تک کسی کی مجرد رائے اور اجتہاد کو نہیں مانتا جب تک کہ اسے دلیل سنت کے موافق نہ پاؤں، خواہ اس کا تعلق علم ظاہر سے ہو یا علم باطن سے۔ یہ طریقہ حلت و حرمت کے مسائل میں مطرد ہے۔ اور اصولِ عقائد میں متحد۔ رہے وہ امور جن کا تعلق ان دونوں اقسام میں سے کسی کے ساتھ بھی نہیں۔ وہاں میں معانی آیات و احادیث میں جملہ علماء اکابر، صلحا، اور ائمہ سلف کے اقوال و احوال پر اعتماد کرتا ہوں۔ خواہ علماء حنفیہ ہوں یا شافعیہ، حنابلہ ہوں یا مالکیہ، علماء صوفیہ ہوں یا مشائخ طریقت۔ عوام بلکہ خواص جہلا کا میرے متعلق یہ گمان کہ میں کسی عالم یا ولی اللہ کے حق میں بے ادب ہوں، بالکل گناہ محض ہے۔ ”ان بعض الظن اثم “ (الحجراب:١٢)

”و ان الظن لا يغني من الحق شيئا “ (النجم:٢٨) (ابقاءُ المِننِ بِاِلقَاءِ المِحَن:ص:١٩١-١٩٢)

تنقید میں راہ اعتدال:۔ وحدت الوجود کا مسئلہ کتاب و سنت کے واضح اور صریح نصوص کی بنیاد پر بے شک و شبہ کفر بواح ہے۔ لیکن ہم متعین طور پر اس کے قائل اولیائے کرام کو خواہ وہ مغلوب تھے یا ماؤل، کافر نہیں کہہ سکتے وقس علی ہذا۔ بلکہ اگر نظر غور سے دیکھا جائے کہ جو لوگ اتباع اور متبعین پر طعن یا سب و شتم کرتے ہیں وہ بڑی خطرناک حالت میں ہیں، اس لیے کہ یہ طعن درحقیقت شارع پر پہنچتا ہے۔ گو بعض افراد ان متبعین کے ریاکار یا خطاوار ہی کیوں نہ ہوں۔ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بے ادبی کفر صریح ہے، اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والا مرتد اور واجب القتل ہو جاتا ہے۔

تہمت وہابیت:۔ عام رواج کے مطابق مجھ پر مذہب وہابیت کی تہمت بھی لگائی گئی، اور اسی تہمت کو جرمِ عظیم قرار دے کر حکام کے پاس شکایت کی گئی، حالانکہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمہ اللہ سے، جن کی طرف وہابیت منسوب ہے۔ کابراً عن کابرٍ، اباً عن جدٍ مجھے تلمذ یا ارادت کا تعلق نہیں ہے۔ سنا گیا ہے کہ وہ ایک حنبلی المذہب عالم تھے۔ ان کی تالیفات اس ملک میں مروّج نہیں ہیں۔ ہاں میں نے ان کی صرف ”کتاب التوحید“ دیکھی ہے۔ اس میں آیات اور صحاح ستہ کی احادیث کے سوا اور کچھ نہیں، نہ جہاد و قتال کا ذکر ہے، نہ کسی قیل و قال کا، توحید کے موضوع پر ان آیات و احادیث سے زیادہ آیات و احادیث تو مجھے خود معلوم ہیں۔ پھر ان کی تقلید کے کیا معنیٰ؟ (ابقاءُ المِننِ بِاِلقَاءِ المِحَن:ص:١٩٣)

انکارِ ولایت کا الزام:۔ بعض لوگوں کو یہ گمان ہے کہ میں اولیاء اللہ تعالیٰ کا معتقد نہیں ہوں، حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے، کیوں کہ ولایت خدا کا وجود کتاب و سنت دونوں سے ثابت ہے۔ اور وقوع کرامات پر بھی قرآن و حدیث دلیل ہیں۔ پھر انکار کے کیا معنیٰ؟ بلکہ میرے کتاب خانہ میں کتب تفسیر و حدیث کے بعد سب سے زیادہ کتب علم تصوف اور طبقاتِ اولیاء کی ہیں۔ مثلاً: رسالہ قشیری مع شرح، احیاء العلوم، عربی و اردو مع ملخص احیاء، عوارف، تعرف، طبقاتِ کبریٰ للشعرانی رحمہ اللہ اخبار الاخیار، مدارج السالکین اور قطر الولی وغیرہ۔

میں نے ان کتابوں سے بہت کچھ فائدہ حاصل کیا ہے، بلکہ اس باب میں میری اپنی تالیفات بھی موجود ہیں۔ مثلاً ”ریاض المرتاض“، مکارمِ اخلاق ترجمہ ریاض الصالحین، ”خیرۃ الخیرہ“ وغیرہ۔

تمام صوفیاء سچے متبع سنت تھے:۔ صوفیہ صافیہ میں سے کوئی شخص کسی خاص مذہب کا مقلد نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کہا گیا ہے:

”الصوفي لا مذهب له۔“ ”صوفی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا“

''احیاء العلوم'' اور ''فتوحاتِ مکیہ'' کو دیکھو کہ ان میں تقلید اختیار کرنے سے کس قدر تحذیر اور اتباع اختیار کرنے پر کس قدر تحریض ہے۔ سید الطائفہ حضرت جنید رحمہ اللہ نے جو یہ فرمایا ہے تو کوئی مبالغہ نہیں کیا۔

''طريقتنا هذا مقيدة بالكتٰب والسنة۔'' ''ہمارا یہ طریقہ کتاب وسنت کے ساتھ مقید ہے۔''

سارے خلف وسلف مشائخ اسی قول وحال پر گزرے ہیں۔ بلکہ اکثر صوفیاء علم ظاہری میں ظاہری المشرب تھے۔ جیسے ابن عربی رحمہ اللہ وغیرہ اور بعض جو کسی مذہب کی طرف منسوب تھے تو وہ بھی بطریق تستر تھے، بطور تحقق نہیں جیسے جیلانی رحمہ اللہ حنبلی کہلاتے تھے، تاکہ عامۃ الناس کے اعتراض سے محفوظ رہیں جو کہ جامد علی التقلید ہوتے ہیں۔ جنید رحمہ اللہ پر جب حقائق توحید کے بیان کی بابت اعتراض اور مواخذہ ہونے لگا تو وہ متستر بفقہ ہو گئے، اور سفیان ثوری رحمہ اللہ کے مقلد ہو کر فقیہہ مشہور ہو گئے۔

تصوف وسلوک کی حقیقت:۔ تصوف وسلوک سے مراد مرتبہ احسان میں استقامت ہے نہ کہ کرامات اور کشوفات ورسوم کا اظہار کہ یہ نہ اصل مقصود ہیں، اور نہ وسائل مقصود، بلکہ مجاہدات اور ریاضات کے ثمرات ہیں۔ کسی کو یہ ثمرہ اس جگہ حاصل ہوتا ہے، اور راسخین فی العلم والعمل کو اُس جگہ ظاہر ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم سے کرامات کا صدور بہت کم ہوتا تھا۔ اور اولیائے خلف سے بہت زیادہ ظاہر ہوا حالاں کہ کوئی ولی، صحابی کے ادنیٰ مرتبہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اس مسئلہ پر ساری اُمت کا اجماع ہے۔ اگر ''اولیاء الرحمٰن'' اور ''اولیاء الشیاطین'' کے فرق کو سمجھنا ہو تو ''کتاب الفرقان'' کا مطالعہ کرو، اگر تصوفِ صافی ملاحظہ کرنا ہو تو ''مدارج السالکین'' دیکھو، اگر سلوک سنی منظور ہو تو ''ریاض المرتاض'' کفایت کرتی ہے۔ علاوہ ازیں اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کو دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی گئی، لیکن اولیائے کرام کا انجام ہمیں معلوم نہیں وہ صرف خدا کو معلوم ہے کہ کس کا خاتمہ اچھا ہوا اور کس کا اچھا نہ ہوا۔ اپنا کشف اپنے حق میں یا کسی دوسرے کا کشف اپنے حق میں محل وخطا وصواب ہوتا ہے۔ اس لیے کہ کسی کے حق میں ہم جزم کے ساتھ حسن خاتمہ اور وجود جنت کے متعلق نہیں کہہ سکتے۔ اگرچہ ہر مسلمان صادق کے حق میں مغفرت کی اُمید رکھتے ہیں۔ پھر اولیاء کا کیا ذکر کہ وہ تو صفوہ الصفوہ، خیرۃ الخیرۃ اور نخبۃ النخبہ ہیں: "جعلنا الله منهم و حشرنا في زمرتهم تحت لوآء سيّد المرسلين صلى الله عليه وسلم!(ابقاءُ المِنن بِاِلْقَاءِ الْمِحَن:ص:۲۰۰-۲۰۲)

حاسدوں کی طرف سے کچھ اور تہمتیں:۔ حاسدوں اور دشمنوں نے کبھی وضاحت نسب کی تہمت لگائی، کبھی اختیارِ حرفہ کی اور کبھی سابقہ فقر ومسکنت کی۔ لیکن میں بحمدہٖ تعالیٰ ان سب عیوب سے پاک ہوں۔ اس لیے کہ میرے نسب میں بارہ ائمہ اہل بیت میں سے آٹھ تو متصل آتے ہیں۔ اور وہ سب ساری اُمت کے پیشوا تھے۔ پھر مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمہ اللہ سے لے کر آٹھ دس پشت تک ولایت وعلم کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر بعض آباؤ اجداد کے پاس بے پناہ ثروت ودولت تھی۔ میرے باپ کے زمانہ سے پھر علم کا شغل غالب آیا۔ چنانچہ اس امامت، ولایت، امارت اور علم کے سوا میرے خاندان میں کسی نے کوئی حرفہ اختیار نہیں کیا۔ اگرچہ میرا اعتقاد ہے کہ حرفہ سب سے افضل کمائی اور رزق حلال وطیب ہے۔ اکثر انبیاء، صلحاء اور علماء امت صاحب حرفہ گزرے ہیں اور وہ اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے اور کتب عقائد میں لکھا ہے کہ

''ہاتھ کی کمائی مستحب ہے اور اس کا منکر بدعتی ہے۔''

لیکن اس جگہ اعدائے نامحمود کے عار کو دفع کرنا مقصود نہیں بلکہ امر واقع کا اظہار مقصود ہے۔ فقر مجھ پر یتیمی کی وجہ سے طاری ہوا تھا۔

"الم يجدك يتيما فاوىo ووجدك ضالا فهدىo ووجدك عائلاً فاغنى" (الضحیٰ:۶ تا ۸)

میں اس حالت میں بحمدہٖ تعالیٰ رسولِ ملت اور صلحائے اُمت کا ہم صفیر رہا۔ یہ کوئی عار وننگ کی بات نہیں۔ ہماری ہستی آدم علیہ السلام سے لے کر اس دم تک ایک مشت خاک ہے۔ آدم علیہ السلام عصیان کے سبب کمالِ فقر ومسکنت کے ساتھ جنت سے نکلے تھے۔ یہاں تک کہ بدن کے کپڑے بھی نہ رہے، وہ بھی اتر گئے۔ ستر کو پتوں سے چھپایا تھا۔ یہی حال ہماری ماں حوا کا تھا۔ اسی طرح سارے انبیاء ورسل علیہم السلام نے بھی فقر کو اختیار کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب فرعونِ لعین سے بھاگ کر چاہِ مدین پر آئے تو بالکل بھوکے، پیاسے اور

محتاج تھے، انہوں نے فرمایا تھا: ''رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر ''(القصص:۲۴) ''یا رب! میری طرف تو جو بھی بھلائی نازل کرے میں اس کی طرف محتاج ہوں۔''

اور ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے: ''اللھم اجعل رزق آل محمد قوتا ''(متفق علیہ، بخاری:۶۴۶۰۔ مسلم:۱۲۶/۱۰۵۵) ''اے اللہ! آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رزق کو قوت بنا دے۔''

قوت مقدار کفاف کو کہتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی درست نہیں کہ ہر فقیر خدا کا ممقوت اور ہر غنی اس کا محبوب ہوتا ہے بلکہ جسے اللہ دوست رکھتا ہے اسے دنیا سے اس طرح بچاتا ہے، جیسے ہم بیمار کو کھانے پینے سے بچاتے ہیں۔ (رواہ ابوسعید مرفوعاً)

بلکہ دنیا تو اہل اسلام وصلاح کی نسبت اہل کفر وفسق کو زیادہ ملتی ہے۔ یہ حالت لائق حقارت نہیں بلکہ قابل فخر ہے۔ اور حدیث حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ میں مرفوعاً آیا ہے، ''الا اخبر کم باھل الجنة کل ضعیف متضاعف لو اقسم علی اللہ لابرہ الا اخبر کم باھل النار کل عتل جواظ مستکبر۔'' (رواہ البخاری:۱۷۰۶ و مسلم:۴۶/۲۸۵۳)

''کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ اہل جنت کون ہیں! ہر کمزور جو لوگوں میں کمزور سمجھا جاتا ہو۔ اگر اللہ پر قسم اٹھائے تو وہ اسے پورا کرے۔ کیا میں تمہیں آگ والوں کی خبر نہ دوں کہ وہ کون ہیں! ہر سخت خو، اکھڑ اور متکبر!''

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے: انہ لیاتی الرجل العظیم السمین یوم القیمة لا یزن عند اللہ جناح بعوضة۔ (رواہ الشیخان، بخاری:۴۷۲۹۔ مسلم:۱۸/۲۷۸۵)

''قیامت کے دن ایک بہت بڑا اور موٹا آدمی آئے گا۔ جس کا اللہ کے ہاں مچھر کے پر جتنا بھی وزن نہیں ہوگا۔''

اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: ''انما الغنی غنی القلب و الفقر فقر القلب ''(رواہ النسائی، مستدرک حاکم:۴/۳۲۷۔ فتح الباری:۱۱/۲۷۲) ''تونگری دل کی تونگری اور غریبی دل کی غریبی کا نام ہے۔''

یعنی تونگری بدل است نہ بمال۔ (ابقاءُ المِننِ بِاِلْقَاءِ الْمِحَن:ص:۲۲۳ تا ۲۲۵)

نواب صاحب کو جنت کی بشارت:۔ نواب صاحب جب زیادہ بیمار پڑے تو آپ کی صاحبزادی نواب صفیہ جہاں بیگم نے ایک معتمد کالے خاں کو کچھ تحفے دے کر حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ کی خدمت میں دعائے صحت کیلئے بھیجا، حضرت مولانا نے براہِ راست نواب صاحب کو ایک خط بھیجا، جس میں لکھا تھا کہ آپ ہرگز نہ گھبرائیں، آپ کیلئے قطعی جنت ہے۔ یہ خط نواب صاحب کو دکھایا نہیں گیا۔ نواب نورالحسن خاں صاحب نے اس خط کو پڑھا تو بجائے افسردہ ہونے کے ہنسے۔ کیوں کہ اس خط میں گویا نواب صاحب کے انجام بالخیر ہونے کی بشارت تھی۔ نواب نورالحسن خاں صاحب اور نواب علی حسن خاں صاحب دونوں حضرت مولانا کے مرید ہوگئے تھے۔ اوّل الذکر پر فقر بہت غالب تھا......! (منقول از ہفت روزہ ''الاعتصام'' ۱۲-اکتوبر ۱۹۵۰ء بحوالہ ابقاءُ المِننِ بِاِلْقَاءِ الْمِحَن:ص:۲۵۲)

آخری تالیف تصوف کی خدمت پر:۔ شیخنا المرحوم کی آخری کتاب ''مقالات الاحسان'' ہے۔ یہ کتاب ترجمہ ہے۔ فتوح الغیب کا جو کہ سیّدنا ومولانا حضرت سیّد عبدالقادر گیلانی رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔ جب اس کا طبع ہونا شروع ہوا تو میں نے اور انہوں نے اس کا مقابلہ کیا۔ جب صحت نامہ کا وقت آیا تو وہ بیمار تھے۔ میں نے اور ایک اور شخص نے اس کا مقابلہ ان کے روبرو کیا۔ (ابقاءُ المِننِ بِاِلْقَاءِ الْمِحَن:ص:۲۵۸)

نواب صاحب مجدد وقت تھے:۔ کسی کے ذاتی وشخصی وصف منقصت یا کمال سے بحث کرنا چنداں ضروری امر نہیں ہے۔ مگر جب وہ ذاتی وشخصی وصف قومی وصف ہو جائے اور اس کا اثر ایک قوم پر پہنچے تو وہ وصف ذاتی وشخصی نہیں رہتا۔ اور اس سے بحث قومی ضروریات سے ہو جاتی ہے۔ مثلاً ایک شخص کسی کی نسبت شہادت دینا چاہتا ہے اور اس کے کلام کا اثر اس کی جان ومال پر پہنچنے والا ہے تو اس کے ذاتی چال وچلن سے بحث کرنا ضروری وقومی امر ہے۔ ایسا ہی اگر کوئی شخص کسی قوم کا رہنما ومقتدا ہے اور اس سے عام لوگوں کی ہدایت یا ضلالت متصور ہے تو اس کے

ذاتی حالات سے بحث کرنا ان لوگوں کا اعلیٰ فرض ہے جو قومی امور میں بحث کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

اسی اصول پر محدثین نے سلف سے خلف تک حدیث کے راویوں اور دین کے اماموں کے حالات سے بحثیں کی ہیں۔ اور فن اسماء الرجال میں کتابیں لکھی ہیں۔ اور مؤرخین نے سلاطین زمان وغیرہ اعیان کے حالات میں تاریخیں تالیف کیں۔

اسی اصول پر ہم نے پرچہ سابق (نمبر ۴ جلد ۶) میں ایک مضمون بعنوان ”نواب صاحب بھوپال اور ان کی بابرکت تالیفات“ لکھا تو اس کے ضمن میں نواب صاحب ممدوح کی نسبت بلا اختیار یہ فقرہ مدحیہ قلم سے نکل گیا کہ ”جناب ممدوح کو بعض علماء نے اس صدی کا مجدد قرار دیا ہے۔“

(ابقاءُ المِنَنِ بِاِلْقَاءِ الْمِحَن: ص: ۲۶۸-۲۶۹)

منصب مجدد کے نصوص سے دلائل:۔ واضح ہو کہ یہ لفظ مجدد ایک حدیث نبوی ﷺ کا لفظ ہے جس کو ابو داؤد نے اپنی کتاب سنن میں روایت کیا ہے:

”عن ابی هريرة فيما اعلم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان الله يبعث لهذه الامة على راس كل مائة سنة. من يجدد لها دينها“ (سنن ابوداؤد، ص: ۳۲۳، جلد: ۲، ح: ۴۲۹۱)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے خدائے تعالیٰ اِس اُمت کیلئے ہر صدی پر ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو ان کے دین کو نیا کریں گے۔ (یعنی رواج دیں گے اور قائم کریں گے۔)

اس حدیث کی صحت پر محدثین کا اتفاق ہے گو اس کی تعیین مصداق میں ان کا اختلاف ہے۔ کوئی کسی کو اس کا مصداق بناتا ہے، کوئی کسی کو اور اس لفظ مجدد کے معنی سبھی یہاں بیان کرتے ہیں کہ جو سنت کو بدعت سے جدا کرے اور علم کو پھیلاوے اور بدعات و منکرات کو ہٹاوے یہ کسی نے نہیں کہا کہ مجدد وہ ہے جو نبیوں کی طرح معصوم ہو، اور کوئی خطا یا گناہ نہ کرے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے مرقاۃ الصعود شرح سنن ابوداؤد میں کہا ہے:

”حدیث کے حافظ اس حدیث کی صحت پر اتفاق رکھتے ہیں۔ از اں جملہ حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے مدخل میں اس کی تصحیح کی ہے اور پچھلے اماموں سے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی صحت بیان کی ہے اور فرمایا ہے کہ متقدمین نے بھی اس حدیث کے ذکر سے زبان ہلائی ہے۔ حاکم نے مستدرک میں ابن وہب سے اس نے یونس سے اس نے زہری (تابعی) سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ پھر کہا (زہری) نے فرمایا ہے کہ جب پہلی صدی کا خاتمہ ہونے لگا تو خدا تعالیٰ نے اس اُمت پر عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ (خلیفہ) کے وجود سے فضل کیا یعنی پہلی صدی کا مجدد بنایا، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ زہری کا یہ قول بتا رہا ہے کہ یہ حدیث تابعین کے زمانہ میں بھی مشہور تھی۔ اس میں اس کی سند کی تقویت پائی جاتی ہے۔ باوجودیکہ اس کی سند راوین کی جہت سے بھی قوی ہے۔ ابوجعفر نحاس نے کتاب ناسخ و منسوخ میں کہا ہے کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ (تبع تابعین) نے فرمایا ہے مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ خدائے تعالیٰ علماء سے ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا۔ جن سے دین کو قوت دے گا۔ میرے خیال میں یحیٰ بن آدم (محدث) ان میں سے ہے۔ ابوبکر بزار نے کہا ہے میں نے عبدالمالک سے سنا وہ کہتے ہیں میں احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے پاس بیٹھا تھا۔ وہاں امام شافعی رحمہ اللہ کا ذکر چل پڑا تو میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو دیکھا کہ وہ امام شافعی رحمہ اللہ کو اونچا کر رہے تھے اور کہتے تھے کہ حدیث میں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ اُس اُمت کیلئے ہر صدی پر ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو دین کو قائم کریں گے۔ سو پہلی صدی پر عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ہوئے اور مجھے امید ہے کہ دوسری صدی کے مجدد امام شافعی رحمہ اللہ ہوں۔ بیہقی نے دوسری سند سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ خدائے تعالیٰ ہر صدی پر ایسے لوگوں کو مقرر کرتا ہے جو لوگوں کو احکام دین سکھا دیں اور آنحضرت کی حدیث سے لوگوں کا افترا ہٹا دیں۔ ہم نے خیال کیا تو پہلی صدی میں عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اور دوسری صدی میں امام شافعی رحمهم اللہ کو پایا۔ ایسا ہی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ہروی نے اور سند سے روایت کیا ہے۔ اس میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت سے خدا ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو ان کو دین کی بات بتا دیں۔“

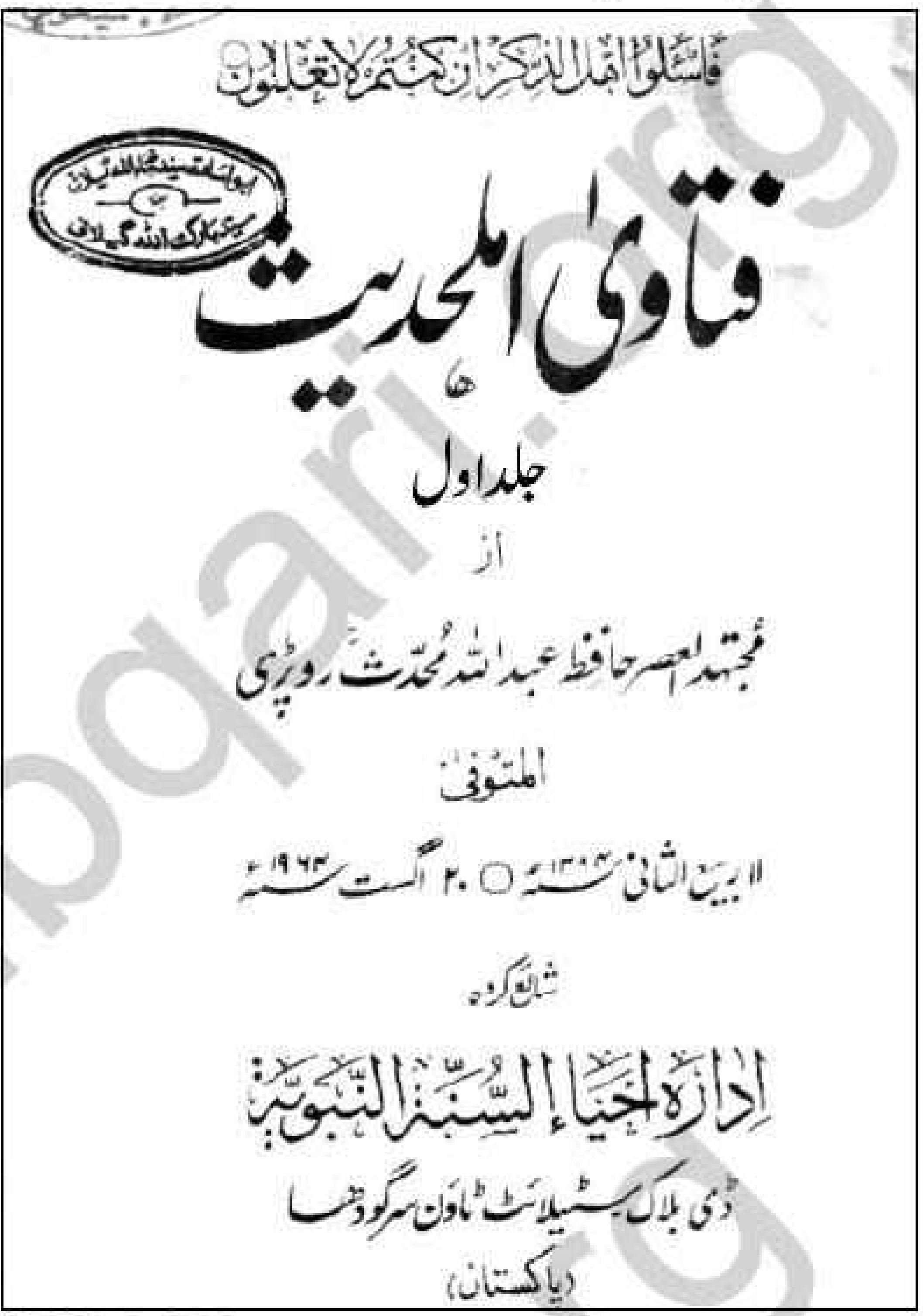

فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

فتاویٰ اہلحدیث

جلد اول

از

مجتہد العصر حافظ عبد اللہ محدث روپڑی

المتوفیٰ

۱۱ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ ○ ۲۰ اگست ۱۹۶۴ء

شائع کردہ

ادارہ احیاء السنۃ النبویۃ
ڈی بلاک سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا
(پاکستان)

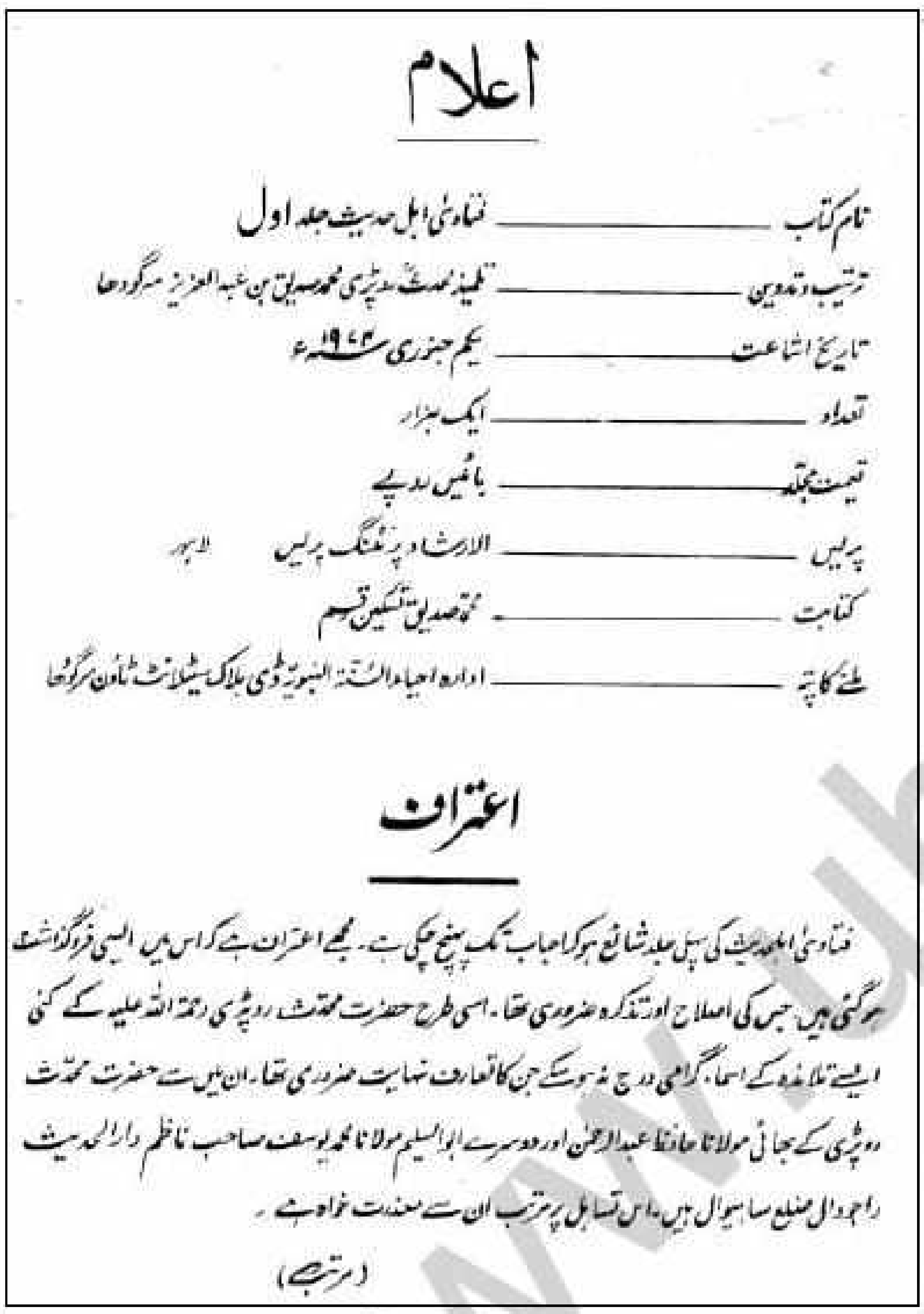

اعلام

نام کتاب ــــــ فتاویٰ اہل حدیث جلد اول
ترتیب و تدوین ــــــ تلمیذ محدث روپڑی محمد صدیق بن عبد العزیز سرگودھا
تاریخ اشاعت ــــــ یکم جنوری ۱۹۷۳ء
تعداد ــــــ ایک ہزار
قیمت مجلد ــــــ بائیس روپے
پریس ــــــ الارشاد پرنٹنگ پریس لاہور
کتابت ــــــ محمد صدیق تسکین رقم
ملنے کا پتہ ــــــ ادارہ احیاء السنۃ النبویۃ ڈی بلاک سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا

اعتراف

فتاویٰ اہلحدیث کی پہلی جلد شائع ہو کر احباب تک پہنچ چکی ہے۔ مجھے اعتراف ہے کہ اس میں ایسی فروگذاشت ہو گئی ہیں جس کی اصلاح اور تذکرہ ضروری تھا۔ اسی طرح حضرت محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کے کئی ایسے تلامذہ کے اسماء گرامی درج نہ ہو سکے جن کا تعارف نہایت ضروری تھا۔ ان میں سے حضرت محدث روپڑی کے بھائی مولانا حافظ عبد الرحمن اور دوسرے ابو السلیم مولانا محمد یوسف صاحب ناظم دار الحدیث راجووال ضلع ساہیوال ہیں۔ اس تساہل پر مرتب ان سے معذرت خواہ ہے۔

(مرتب)

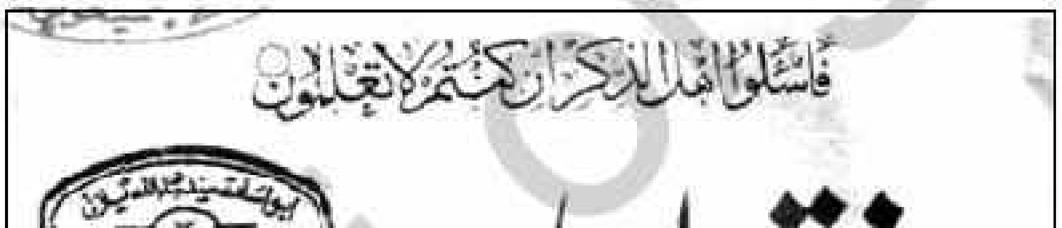

فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

فتاویٰ اہلحدیث

جلد دوم

از

مجتہد العصر حافظ عبد اللہ محدث روپڑی

المتوفیٰ

۱۱ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ ○ ۲۰ اگست ۱۹۶۴ء

شائع کردہ

ادارہ احیاء السنۃ النبویۃ
ڈی بلاک سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا
(پاکستان)

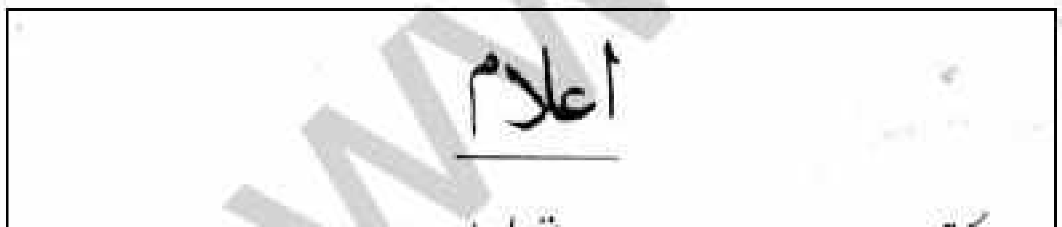

اعلام

نام کتاب ــــــ فتاویٰ اہل حدیث جلد دوم
ترتیب و تدوین ــــــ تلمیذ محدث روپڑی محمد صدیق بن عبد العزیز سرگودھا
تاریخ اشاعت ــــــ یکم جنوری ۱۹۷۳ء
تعداد ــــــ ایک ہزار
قیمت مجلد ــــــ بائیس روپے
پریس ــــــ الارشاد پرنٹنگ پریس لاہور
کتابت ــــــ محمد صدیق تسکین رقم
ملنے کا پتہ ــــــ اول ادارہ احیاء السنۃ النبویۃ ڈی بلاک سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا

اعتراف

فتاویٰ اہلحدیث کی پہلی جلد شائع ہو کر احباب تک پہنچ چکی ہے۔ مجھے اعتراف ہے کہ اس میں ایسی فروگذاشت ہو گئی ہیں جس کی اصلاح اور تذکرہ ضروری تھا۔ اسی طرح حضرت محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کے کئی ایسے تلامذہ کے اسماء گرامی درج نہ ہو سکے جن کا تعارف نہایت ضروری تھا۔ ان میں سے حضرت محدث روپڑی کے بھائی مولانا حافظ عبد الرحمن اور دوسرے ابو السلیم مولانا محمد یوسف صاحب ناظم دار الحدیث راجووال ضلع ساہیوال ہیں۔ اس تساہل پر مرتب ان سے معذرت خواہ ہے۔

(مرتب)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے تجدید دین کے یہ معنی ہیں کہ وہ شخص سنت کو بدعت سے ممیّز کرے گا اور علم کو پھیلاوے گا۔ اہل علم کی عزت کرے گا اور بدعت کی بیخ کنی کرے گا۔ اور اہل بدعت کی شوکت توڑے گا۔

تیسیر شرح جامع صغیر میں ہے: ”ان یجدد مفعول یبعث لها ای لهذه الامة دینها ان یبین السنة من البدعة و یعز اهله و یقمع البدعة و یکسر اهله“۔ (مرقاۃ)

اس حدیث میں مجدد سے مراد عام ہے ایک آدمی ہو یا کئی ہوں۔ وہ ہے جو سنت کی بدعت سے تمیز کرے اور اہل بدعت کو ذلیل۔

ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ان الله یبعث لهٰذا الامة علی راس کل مائة سنة من رجلا او اکثر یجدد لها دینها ای یبین السنة من البدعة ویذل اهلها قال ابن کثیر و یدعی کل قومٍ فی امامهم انه المراد و الظاهر حمله علی العلمآء من کل طائفة۔ (تیسیر شرح جامع اصغیر)

ہر ایک گروہ اس امر کا مدعی ہے کہ اس گروہ کا امام اس حدیث میں مراد اور اس کا مصداق ہے اور ظاہر یہ کہ سبھی گروہ کے علماء کو اس میں داخل سمجھا جاوے۔ (ابقاءُ المِننِ بِاِلْقَاءِ الْمِحَن: ص: ۲۷۰ تا ۲۷۳)

نام کتاب:۔ فتاویٰ اہلحدیث (جلد اول)

مصنف:۔ مجتہد العصر حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ المتوفی ۲۰ اگست ۱۹۶۴ء

درویشانہ سادگی اور تعویذ کا استعمال:۔ حضرت امام عبدالجبار رحمہ اللہ کی خدمت اقدس میں سات آٹھ برس رہنے کی سعادت حاصل ہوئی اور انہی سے ظاہری و باطنی فیوض پائے اور تکمیل دینیات کی سند بھی انہی سے حاصل کی....... کم گو خاموش طبع تھے، بے معنی اور لایعنی گفتگو سے پرہیز کرتے تھے۔ غصے کی بات پر کسی کو گالی نہ دیتے، سادہ لباس پہنتے، داؤدی روزہ یعنی ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔ کھانا ایک وقت کا کھاتے۔ سفر حضر میں تہجد پڑھتے اور ایک پارہ کی تلاوت کرتے۔ فتویٰ اور تعویذ کے سلسلے میں جو لوگ آپ کی خدمت کرتے وہ بہت کم اپنے مصرف میں لاتے بلکہ اس کا بیشتر حصہ نیک جگہوں پر صرف کرتے۔ (فتاوی اہلحدیث ج اص ۲۲)

کوتاہی عمل پر خواب میں تنبیہ:۔ تلمیذ محدث روپڑی محمد صدیق بن عبدالعزیز ناظم ادارہ احیاء السنۃ النبویۃ سرگودھا بیان فرماتے ہیں کہ وفات سے چند روز پہلے کی بات ہے کہ محدث روپڑی نے (مجھے) فرمایا کہ اخبار تنظیم اہلحدیث میں مطبوعہ فتاویٰ اور میرے پاس غیر مطبوعہ پڑے ہیں۔ فقہی ترتیب کے ساتھ ان کو شائع کرنے کا اہتمام کریں۔ ان میں سے جن مسائل میں کمی محسوس ہو۔ ان کا جواب لکھوالیا جائے۔ مگر افسوس کہ یہ کام تغافل کی نظر ہو گیا اور آپ کی زندگی میں اس کا آغاز نہ ہو سکا۔

۱۹۶۵ء میں حج بیت اللہ نصیب ہوا حرم میں آرام کی غرض سے لیٹا ہوا تھا۔ نیند آ گئی۔ خواب میں ملاقات ہوئی آپ رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اشاعت دین میں سستی کیسی؟ آنکھ کھلی آپ کے ان الفاظ کا دل پر ایک اثر تھا اور شائع کرنے کا عزم بالجزم کیا۔ (فتاوی اہلحدیث ج اص ۱۱)

شریعت، طریقت، حقیقت کی آسان وضاحت:

سوال: شریعت اور طریقت الگ دو مفہوم ہیں یا ایک ہی مفہوم کے دو نام ہیں؟

جواب: یہ مسئلہ بہت تفصیل طلب ہے ہم اس پر کچھ زیادہ لکھنا چاہتے تھے لیکن عدیم الفرصت کے باعث مختصر مضمون پر اکتفاء کرتے ہیں......

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور اس کے بعد خیر قرون میں شریعت۔ طریقت، حقیقت، معرفت وغیرہ کوئی خاص اصطلاحیں نہ تھیں صرف شریعت کا لفظ دین کے معنی میں استعمال ہوتا تھا باقی الفاظ قریباً اپنے لغوی معنی پر تھے۔ اس کے بعد جیسے فقہ والوں نے احکام کے درجات بتلانے کی غرض سے فرض واجب وغیرہ اصطلاحات مقرر کیں، اسی طرح صوفیائے کرام رحمہم اللہ نے تہذیب اخلاق یعنی علم تصوف میں سلوک عبد کے درجات ظاہر کرنے کی غرض سے یہ الفاظ مقرر کئے۔ مثلاً شریعت عقائد اور ظاہر احکام کا نام رکھا جیسے نماز، روزہ وغیرہ۔ طریقت ان پر

عمل کرنے میں ریاضت اور مجاہدہ نفس کرنا اور اپنے اندر اخلاص اور للّٰہیت پیدا کرنا۔ حقیقت ان کے اسرار پر مطلع ہو کر اپنا عمل اس کے مطابق کرنا جیسے شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہنے ''حجتہ اللہ البالغہ'' میں ان احکام کے اسرار لکھے یا نفس اور دل کے امراض پر مطلع ہو کر ہر ایک مرض کا مناسب علاج کرنا اور باطنی صحت کو قائم رکھنے کے اسباب پیدا کرنا۔ معرفت: کشف اور مراقبہ کی حالت ہے جو یقین اور اطمینان قلبی کا اعلیٰ مقام ہے اس وقت اللہ کے سوا کسی شے کی طرف نظر نہیں رہتی اور ذکر الٰہی میں وہ حلاوت اور لذت پاتا ہے کہ کوئی لذت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی بلکہ ذکر الٰہی ایک طرح سے اس کی غذا ہو جاتا ہے جس کے بغیر اس کی زندگی مشکل ہے۔

شریعت اور طریقت کا تلازم:۔ ان چار مراتب کی مثال درخت کی سی ہے۔ مثلاً درخت کے لیے جڑیں اور تنا ہے ان کے بغیر درخت کا وجود ہی نہیں۔ پھر ٹہنیاں اور شاخیں ہیں یہ بھی درخت کے لیے لازمی ہیں۔ پھر پھل ہے پھر اس کی لذت ہے۔ ٹھیک اسی طرح تصوف ہے۔ شریعت کے بغیر تو تصوف کوئی چیز ہی نہیں نہ وہاں طریقت ہے نہ حقیقت نہ معرفت کیونکہ شریعت بمنزلہ جڑ اور تنے کے ہے۔ اس کے بعد طریقت کا مرتبہ ہے جو بمنزلہ ٹہنیوں اور شاخوں کے ہے۔ اس کے بغیر بھی تصوف کالعدم ہے۔ پھر حقیقت پھل کے قائم مقام ہے اور معرفت اس کی لذت کے قائم مقام ہے۔ جیسے درخت پھل اور اس کی لذت کے بغیر کامل نہیں اسی طرح بندہ بھی خدا کے نزدیک کمال کو نہیں پہنچتا جب تک اس کے اندر حقیقت اور معرفت پیدا نہ ہو جائے۔

شرح فتوح الغیب سے وضاحت:۔ یہ چار قسمیں اس وقت ہوں گی جب طریقت کو اور معرفت کو بھی علم تصوف کی شاخیں شمار کریں۔ اگر طریقت کے معنی علم تصوف کے لیں جیسے اکثر صوفیاء استعمال کرتے ہیں تو اُس وقت علم تصوف کی صرف تین قسمیں ہوں گی۔ شریعت، حقیقت، معرفت۔ اگر معرفت کو حقیقت سے الگ شمار نہ کریں بلکہ حقیقت میں داخل کریں تو بھی علم تصوف کی صرف تین قسمیں ہوں گی۔ شریعت، طریقت، حقیقت۔ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ ''شرح فتوح الغیب'' میں فرماتے ہیں دین ایک ہے اور شریعت، طریقت، حقیقت اس کے مراتب اور درجات ہیں (ملاحظہ ہو بلاغ المبین تصنیف شاہ ولی اللہ صاحب ص ۴۵ ملخصاً) شیخ عبدالحق صاحب نے معرفت کو الگ شاخ شمار نہیں کیا گویا اس کو حقیقت میں داخل کر دیا۔

کشف المحجوب سے وضاحت:۔ شیخ علی بن عثمان ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش لاہوری ''کشف المحجوب'' ص ۲۰ میں شیخ محمد بن فضل رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں۔ علم تین ہیں۔ علم باللہ، علم من اللہ، علم مع اللہ، یعنی علم توحید، علم شریعت، علم مقامات اولیاء جس کو زہد اور تقوی کہتے ہیں۔

''کشف المحجوب'' کے صفحہ ۱۵۹ میں فرماتے ہیں کہ شریعت اور حقیقت میں کسی نے فرق نہیں کیا (کہ آپس میں جدا ہو سکیں) کیونکہ شریعت، حقیقت کے بغیر نہیں اور حقیقت شریعت کے بغیر نہیں۔ اسی لیے کہتے ہیں لا الہ الا اللہ حقیقت ہے اور محمد رسول اللہ شریعت ہے اور شریعت معرفت دونوں حقیقت کی شاخیں ہیں۔ (انتہی)

انہوں (شیخ علی بن عثمان ہجویری رحمہ اللہ) نے بھی علم تصوف کی تین قسمیں کر دی ہیں۔ شریعت، حقیقت، معرفت۔ لیکن ان کے نزدیک حقیقت کا معنی وہ نہیں جو اوپر بیان ہوا بلکہ حقیقت کے معنی علم توحید کے ہیں اسی لیے شریعت اور معرفت کو اس کی شاخیں قرار دیا ہے کیونکہ جو شخص خدا کو نہ مانے اُس کے نزدیک نہ شریعت نہ معرفت کچھ بھی نہیں۔

''کشف المحجوب'' میں ایک اور جگہ علم تصوف کی صرف دو قسمیں ظاہر باطن کر کے دونوں کو حقیقت کہہ دیا ہے چنانچہ ص ۱۶ میں کہا ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں: ظاہری، باطنی۔ ظاہری کے بھی اصول وفروع ہیں۔ باطنی کے بھی اصول وفروع ہیں۔ ظاہری کا اصول کلمہ شہادت ہے۔ " **اشهدان لا الٰه الا الله واشهدان محمدًا عبده ورسوله**" اور فروع لوگوں کے ساتھ معاملات میں درستی رکھنا۔ اور باطنی کا اصول معرفت الٰہی کی تحقیق اور فروع نیت کا نیک اور صحیح کرنا اور ان میں سے ہر ایک کا دوسرے کے بغیر پایا جانا محال ہے۔ ظاہر باطن کے بغیر نہیں پایا جا سکتا اور باطن ظاہر کے بغیر نہیں پایا جا سکتا۔

علم حقیقت کے تین رکن:۔ پھر علم حقیقت کے تین رکن ہیں: ۱۔ اللہ کی ذات کو جاننا کہ وہ موجود ہے اور ایک ہے۔ ۲۔ خدا کی صفات کو جاننا، اس کے احکام کو ماننا اور بجالانا۔ ۳۔ اس کے افعال کو اور اس کی حکمت کو جاننا (انتہی ملخصاً ص ۱۶)

اس سے معلوم ہوا کہ جیسے طریقت کا استعمال علم تصوف کے معنوں میں ہوتا ہے ایسے ہی حقیقت کا استعمال بھی کبھی ان معنوں میں ہوتا ہے۔

اس کے بعد کشف المحجوب میں فصل باندھ کر لکھا ہے کہ علم شریعت کے بھی تین رکن ہیں۔ کتاب مجید، حدیث شریف، اجماع، خداوند تعالیٰ کی ذات، صفات اور افعال کے ثابت کرنے پر خداوند تعالیٰ کا قول ہی دلیل ہے (انتہی ملخصاً ص ۱۶) آگے چل کر سنت اور اجماع کا ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم شریعت، علم حقیقت کے دلائل ہیں اسی طرح اور بزرگوں نے بھی ان الفاظ کے معانی انہی کے قریب قریب بیان کیے ہیں۔

شریعت وطریقت آپس میں بالکل جدا نہیں:۔ خلاصہ یہ کہ شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت خواہ الگ الگ شاخیں ہوں یا ایک ہوں اور الگ ہونے کی حالت میں چار ہوں یا کم ہوں کسی صورت میں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے جو ایک دوسرے سے جدا ہونے کے قائل ہیں وہ ان کی حقیقت سے ناواقف ہیں۔ اللہ ان کو سمجھ دے اور راہ راست کی توفیق بخشے۔ آمین

محدث روپڑی اور صوفیاء کا استقامت علیٰ الشریعت

وضاحت: آگے شیخ محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ ایک شبہ اور اسکے کئی جوابات کے تحت تفصیل سے اسکی وضاحت فرماتے ہیں کہ طریقت شریعت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں اور اسکی تائید میں کبار اسلاف صوفیاء کے اقوال بھی نقل فرماتے ہیں جو خلاصتاً پیش کیے جاتے ہیں۔ (از مرتب اثری)

شیخ ابن عربی اور شریعت کی اہمیت:۔ معتبر کتابوں میں جو کچھ ان (اولیاء) کے احوال درج ہیں ان سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے مریدوں کو غیر اللہ کی طرف نظر ڈالنے سے منع کرتے تھے، شیخ الشیوخ ابن عربی رحمہ اللہ ''عوارف المعارف'' میں لکھتے ہیں کہ مرید راست باز اور مخلص بندہ نہیں بنتا جب تک شریعت کی پوری پابندی نہ کرے اور اپنی نظر مخلوق سے نہ ہٹائے۔ ابتدائی مراحل طے کرنے والوں پر جو گمراہی کی آفت آتی ہے اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ان کی نظر مخلوق کی طرف ہوتی ہے اور رسول اللہ ﷺ سے ہمیں حدیث پہنچی ہے کہ بندے کا ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک اس کی نظر میں تمام لوگ سینگنیوں کی طرح نہ معلوم ہوں اور اپنے نفس کو اس سے بھی چھوٹا نہ دیکھے۔

خواجہ بہاؤالدین نقشبندی اور تقاضا توحید:۔ مولانا جامی رحمہ اللہ نے ''نفحات الانس'' میں...... خواجہ بہاؤالدین رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ خواجہ بہاؤالدین نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خدا کا مجاور بننا بندوں کے مجاور بننے سے زیادہ لائق ہے۔ یعنی مسجدوں میں بیٹھنا چاہیے نہ کہ قبروں پر۔ تو قبروں کی پرستش کب تک کرے گا خدا کے مردوں جیسے کام کر یعنی شریعت پر چل۔

سردار اولیاء کا عقیدہ توحید:۔ شاہ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ جو مشائخ کے سردار اور اولیاء اللہ کے سر کردہ ہیں ''فتوح الغیب'' میں فرماتے ہیں جو دنیا اور آخرت میں سلامتی چاہتا ہے وہ صبر اور رضا بالقضاء کو اپنا شیوہ بنائے اور مخلوق کے پاس اپنی مصیبت کی شکایت اور اپنی ضرورتوں کا پیش کرنا ترک کر دے اور خدا کی طرف سے کشادگی کا انتظار کرے کیونکہ خدا غیر سے بہتر ہے۔

شیخ عبدالحق دہلوی اور شریعت کی اہمیت:۔ شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حقیقت شریعت سے الگ نہیں اصل میں شریعت ہے ایمان والے اس کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اس کی تہہ میں پہنچتے ہیں۔......

ابوسلیمان دارانی اور سنت کی اہمیت:۔ ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بہت دفعہ وجدانی نکتہ مجھ پر کھلتا ہے اور بہت اچھا معلوم ہوتا ہے مگر میں اس کو دو گواہوں عادل کی گواہی کے بغیر قبول نہیں کرتا۔ ایک کتاب اللہ اور دوسرا سنت رسول اللہ ﷺ۔

اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ مراقبہ اور توحید کا مرتبہ شرعی حدود کی حفاظت کے ساتھ صدیقوں اور عارفوں کا مقام ہے جو اہل تحقیق ہیں۔ بعض لوگ اس مقام پر پریشان ہو جاتے ہیں بعض اپنے آپ کو دائرہ اسلام سے باہر کر دیتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ شریعت طریقت سے الگ

شئے نہیں بلکہ دین ایک ہے اور یہ اس کی شاخیں، مراتب اور درجات ہیں۔ اللہ حق کہتا ہے اور سیدھا راستہ بتلاتا ہے۔

مراقبہ سے اتباع سنت کا حصول:۔ شیخ ابوعبداللہ حارث بن اسدی محاسبی رحمہ اللہ جو علماء و مشائخ میں سے ہیں اور مقتداء میں اہل طریقت میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں جس کا باطن مراقبہ اور اخلاص سے صحیح ہو گیا اُس کے ظاہر کو اللہ تعالیٰ ریاضت اور اتباع سنت کے ساتھ خوبصورت کر دیتا ہے۔

شیخ ابوحفص کبیر حداد اور کتاب وسنت کی پابندی:۔ ابوحفص کبیر حداد رحمہ اللہ جو اہل طریقت کے بڑوں سے ہیں۔ فرماتے ہیں جو شیخ اپنے اقوال، افعال اور احول کو دوتر از و، کتاب وسنت کے ساتھ نہ تو لے اور اپنے خیالات پر غلط ہونے کی تہمت نہ لگائے تو اس شخص کا شمار مردوں کے دفتر میں نہ کرو۔

سلطان العارفین اور احتیاط حدود شرع:۔ شیخ ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ جو مشائخ میں سلطان العارفین کے لقب سے پکارے جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ قسم قسم کی کرامات دیا گیا ہے یہاں تک کہ ہوا میں بیٹھتا ہے پانی پر چلتا ہے تو اس کا کچھ اعتبار نہ کرو جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ امر و نہی کی پابندی اور حدود کی حفاظت اور احکام شرعیہ کی ادائیگی میں کیسا ہے۔

پیشوا اہل طریقت سنت نبوی ﷺ کے قدم بقدم:۔ سید الطائفہ جنید بغدادی رحمہ اللہ جو تمام اہل طریقت کے پیشوا ہیں فرماتے ہیں۔ مخلوق کی سانس کی گنتی کے بقدر خدا کی طرف راستے ہیں اور سب بند ہیں۔ مگر جو رسول ﷺ کے قدم بقدم چلا اس کا رستہ خدا تک پہنچتا ہے۔

ان بزرگوں کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ سنت رسول ﷺ کی پیروی واجب ہے امر و نہی شرعی کی پابندی لازم ہے

(فتاویٰ اہلحدیث جلد نمبر ایک صفحہ نمبر 44 تا 52)

شیخ ابن عربی کے بارے میں راہِ اعتدال

سوال:۔ ابن عربی کے اچھا ہونے کی نسبت علماء مختلف میں فیصلہ کن بات کیا ہے؟

جواب:۔ جب مسائل میں علماء کا اختلاف ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی کسی کی نسبت فتویٰ لگانے میں بھی اختلاف رائے ہو جاتا ہے جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ انسان کی حالت ہمیشہ ایک نہیں ہوتی۔ ایک وقت انسان سے لغزش ہو جاتی ہے تو دوسرے وقت رجوع کر لیتا ہے۔ کسی کو رجوع کا پتہ لگتا ہے۔ کسی کو نہیں لگتا۔ جس کو لگ گیا اس نے اس پر نیک گمان کیا اور دوسرا بدستور بدگمان رہا۔ کبھی غلطی پر اطلاع نہیں ہوتی تو انسان اسی طرح غلطی پر گزر جاتا ہے۔ جن کو حالات کا پورا علم نہیں ہوتا وہ تو صرف غلطی دیکھ کر بدگمان ہو جاتے ہیں اور جو پورے واقف ہوتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ دیدہ و دانستہ اس غلطی پر نہیں تھا۔ بلکہ اس کا باعث بے خبری تھی اور کبھی ایک بات ایک کی نظر میں گمراہی ہوتی ہے دوسرے کی نظر میں گمراہی نہیں ہوتی۔ اس لیے بھی فتویٰ میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ غرض اس قسم کے وجوہات پیدا ہو کر اختلاف رائے کا باعث بن جاتے ہیں اور بعض دفعہ ہٹ دھرمی کے طور پر بھی کسی کو اچھا برا کہا جاتا ہے.......

اب ہمیں اس موقعہ پر کیا کرنا چاہیے جو بات ان کی غلط ہے اس کو غلط کہنا چاہیے اور ان کی ذات کی نسبت اس آیت پر عمل کرنا چاہیے۔

تلك امة قدخلت لها ماكسبت ولكم ماكسبتم ولا تسئلون عما كانوا يعلمون۔

یہ امت تحقیق گزر چکی اس کے لیے ہے جو کچھ اس نے کمایا اور تمہارے لیے ہے جو کچھ تم نے کمایا اور تم ان کے عمل سے نہیں پوچھے جاؤ گے۔ (عبداللہ امرتسری روپڑی ۹ فروری ۱۹۶۰) (فتاویٰ اہلحدیث ج 1 ص 43)

محدث روپڑی اور مسئلہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہو د

سوال:۔ مسئلہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کی صوفیاء کے نزدیک کیا تعریف ہے؟ اور محققین علماء اس کے کیا معنی مراد لیتے ہیں؟ اور یہ توحید وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کی زمانہ سلف میں تھی یا نہیں؟

جواب: ۔ مولانا جامی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''نفحات الانس من حضرات القدس فارسی'' کے صفحہ ۷ الغایت صفحہ ۲۰ میں بحوالہ ترجمۃ العوارف باب اول توحید کے چار مراتب لکھے ہیں۔ اصل عبارت نقل کر کے اس کا ترجمہ کرنے سے تو بات بہت طویل ہو جائے گی۔ اس لیے کسی قدر توضیح کے ساتھ اُردو خلاصہ پر اکتفاء کی جاتی ہے۔ جس کو زیادہ تفصیل کا شوق ہو وہ اصل کتاب ملاحظہ کرے۔

اول توحید ایمانی، دوم توحید علمی، سوم توحید حالی، چہارم توحید الٰہی

توحید ایمانی: ۔ عوام کی توحید ہے یعنی کتاب وسنت کے مطابق خدا کو وحدہ لاشریک سمجھنا اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرنا۔ دل میں اس کا اعتقاد رکھنا اور زبان سے اقرار کرنا اور یہ توحید مخبر صادق کی خبر کے تصدیق کرنے کا نتیجہ ہے اور ظاہری علم سے حاصل ہے اور صوفیاء کرام اس توحید میں عام مومنوں کے ساتھ شریک ہیں اور باقی قسموں میں ممتاز ہیں۔

توحید علمی: ۔ باطنی علم سے حاصل ہوتی ہے جس کو علم الیقین کہتے ہیں اور وہ اس طرح ہوتی ہے کہ انسان کا یقین اس حد تک پہنچ جائے کہ موجود حقیقی اور مؤثر مطلق بجز خدا کسی کو نہ جانے تمام ذات وصفات اور افعال کو خدا کی ذات، صفات اور افعال کے سامنے ہی سمجھے۔ ہر ذات کو اس کی ذات کا اثر خیال کرے اور ہر صفت کو اس کی صفت کا پرتو جانے۔ مثلاً جہاں علم، قدرت، ارادہ، سننا، دیکھنا پائے ان سب کو خدا تعالیٰ کے علم، قدرت، ارادہ، سننے، دیکھنے کے آثار سے سمجھے۔ اسی طرح باقی صفات وافعال کو خیال کرے گویا ظاہری اسباب کا پردہ درمیان میں نہ دیکھے اور سب کچھ مؤثر حقیقی کی طرف سے سمجھے یہاں تک کہ ظاہری اسباب سے متاثر نہ ہو۔ مگر چونکہ اس مرتبہ میں حجاب باقی رہتا ہے اس لیے اکثر اوقات نظر ظاہری اسباب کی طرف چلی جاتی ہے جو شرک خفی کی قسم ہے۔

توحیدِ حالی: ۔ یہ ہے کہ قریب قریب تمام حجابات درمیان سے اُٹھ جاتے ہیں اور موحد مشاہدہ جمال وجود واحد کا کرتا ہے جیسے ستاروں کا نور آفتاب کے نور میں غائب ہو جاتا ہے اسی (کے) قریب قریب تمام وجودات موحد کی نظر سے غائب ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ توحید کی صفت کو بھی اسی وجود واحد کی صفت دیکھتا ہے اور اپنے مشاہدہ کو بھی اسی وجود واحد کی صفت دیکھتا ہے۔ غرض اس کی نظر میں وحدت ہوتی ہے دوئی کا وہاں دخل نہیں رہتا۔ اس طریق سے موحد کی ہستی بحرِ توحید کا ایک قطرہ ہو کر اس میں مضمحل ہو جاتی ہے اور ایسی گھل مل جاتی ہے کہ وہاں انتشار نہیں رہتا۔

سرتاج صوفیاء کی توحید: ۔ اسی بنا پر جنید بغدادی رحمہ اللہ (سرتاج صوفیاء) نے کہا ہے: ۔ ''التوحيد معنى يضمحل فيه الرسوم ويندرج فيه العلوم ويكون الله كمالم يزل''

یعنی توحید ایک معنی ہے جس میں رسمی وجود حقیقی وجود میں گھل مل جاتے ہیں اور علوم اس میں مندرج ہو جاتے ہیں۔ گویا خدا ویسے کا ویسا ہے کوئی چیز پیدا ہی نہیں کی۔ ''

یہ توحید مشاہدہ سے پیدا ہوتی ہے اور توحید علمی مراقبہ سے۔ مراقبہ ظاہر کی طرف سے توجہ ہٹا کر جمال محبوب کا انتظار ہے اور مشاہدہ محبوب کا دیدار ہے۔ توحید علمی میں اکثر لوازم بشریہ باقی رہتے ہیں اور توحید حالی میں تھوڑے باقی رہتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ انسان دنیا میں ترتیب افعال اور تہذیب اقوال کے ساتھ مکلّف ہے اور مکلّف اسی صورت میں رہ سکتا ہے کہ اس کے ساتھ کچھ لوازم بشریہ رہیں جن کا اس کو مقابلہ کرنا پڑے اسی بنا پر ابوعلی دقاق رحمہ اللہ نے کہا ہے۔ ''التوحيد غريم لا يقضي دينه وغريب لايودى حقه''

''یعنی توحید ایسا قرض خواہ ہے کہ اس کا قرض پورا نہیں ہو سکتا اور ایسا مسافر ہے کہ اس (کی مہمانی) کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔''

دُنیا کی کبھی کبھی خالص حقیقت توحید جس میں یکبارگی آثار اور رسمی وجود گم ہو جاتے ہیں بجلی کی چمک کی طرح نمودار ہوتی ہے اور فی الفور بجھ جاتی ہے اور رسمی وجودات کا اثر دوبارہ لوٹ آتا ہے اور اس حالت میں شرک خفی کا نام ونشان نہیں رہتا۔ انسان کے لیے توحید میں اس سے بڑھ کر اور کوئی مرتبہ ممکن نہیں۔

توحید الٰہی: ۔ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ خود اپنی ذات میں بغیر اس کے دوسرا اس کی طرف وحدت کی نسبت کرے ازل میں ہمیشہ وحدت

سے موصوف رہا چنانچہ حدیث میں ہے: "كان الله ولم يكن معه شئ" یعنی "خدا تعالیٰ تھا اور اس کے ساتھ کوئی دوسری شئے نہ تھی۔ اور اب بھی اسی طرح ہے اور ابد الآباد اسی طرح رہے گا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے "كل شئ هالك الا وجهه" یعنی ہر شئے ہلاکت والی ہے مگر خدا کی ذات۔ اس آیت میں یہ نہیں کہا کہ ہر شئے ہلاک ہو جائے گی۔ بلکہ "ہالک" کہا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت بھی ہلاکت والی ہے یعنی نیست اور فانی ہے اس کی مثال اس طرح ہے جیسے رسی جلا دی جائے تو اس کے بل بدستور نظر آتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ رسی قائم ہے حالانکہ حقیقت میں رسی فنا ہو چکی ہوتی ہے اور اس حالت کے مشاہدہ کے لیے قیامت کا حوالہ دینا یہ مجوبوں کے لیے ہے ورنہ ارباب بصیرت اور اصحاب مشاہدہ جو زمان و مکان کے تنگ کوچہ سے گذر کر خلاصی پا گئے یہ وعدہ ان کے حق میں قیامت تک اُدھار نہیں بلکہ نقد ہے یعنی مجوبوں کے لیے جو مشاہدہ قیامت کو ہو گا ارباب بصیرت کے لیے اس وقت ہو رہا ہے۔

یہ توحید الٰہی نقص و عیب سے بری ہے۔ برخلاف توحید مخلوق کے وہ بوجہ نقص وجود کے ناقص ہے۔

وحدت الوجود اور شہود کامل حضوری کا نام ہے:۔ یہ چار قسمیں توحید کی صوفیاء کے ہاں مشہور ہیں۔ اخیر کی دو وہی ہیں جن کے متعلق آپ نے سوال کیا ہے یعنی توحید حالی "وحدۃ الشہود" ہے اور توحید الٰہی "وحدۃ الوجود" ہے۔ یہ اصطلاحات زیادہ تر متاخرین صوفیاء (ابن عربی رحمہ اللہ وغیرہ) کی کتب میں پائی جاتی ہیں۔ متقدمین کی کتب میں نہیں۔ ہاں مراد ان کی صحیح ہے توحید ایمانی اور توحید علمی تو ظاہر ہے۔ توحید حالی کا ذکر اس حدیث میں ہے۔ "ان تعبدالله كانك تراه فان لم تكن تراه فا نه يراك" یعنی "خدا کی اس طرح عبادت کر گویا کہ تو اُس کو دیکھ رہا ہے۔ پس اگر تو نہ دیکھے تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

یہ حالت چونکہ اکثر طور پر ریاضت اور مجاہدہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لیے یہ عقل سے سمجھنے کی شئے نہیں ہاں اس کی مثال عاشق و معشوق سے دی جاتی ہے۔ عاشق جس پر معشوق کا تخیل اتنا غالب ہوتا ہے کہ تمام اشیاء اس کی نظر میں کالعدم ہوتی ہیں۔ اگر دوسری شئے کا نقشہ اس کے سامنے آتا ہے تو محبوب کا خیال اس کے دیکھنے سے حجاب ہو جاتا ہے گویا ہر جگہ اس کو محبوب ہی محبوب نظر آتا ہے خاص کر خدا کی ذات سے کسی کو عشق ہو جائے تو چونکہ تمام اشیاء اس کے آثار اور صفات کا مظہر ہیں اس لیے خدائی عاشق پر اس حالت کا زیادہ اثر ہوتا ہے یہاں تک ہر شئے سے اس کو خدا نظر آتا ہے وہ شئے نظر نہیں آتی ہے جیسے شیشہ دیکھنے کے وقت چہرے پر نظر پڑتی ہے نہ کہ شیشہ پر۔

کشف المحجوب کی تائید اد:۔ شیخ مخدوم علی ہجویری رحمہ اللہ معروف بہ "داتا گنج بخش" جن کا لاہور میں مزار مشہور ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب "کشف المحجوب" باب مشاہدہ میں صوفیاء کے اقوال اس قسم کے بہت لکھے ہیں جن کا خلاصہ یہی ہے جو بیان ہوا ہے کہ غلبہ محبت اور کمال یقین کی وجہ سے ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ غیر خدا پر نظر ہی نہیں پڑتی۔ اسی طرح دوسرے بزرگوں نے اپنی تصانیف میں لکھا ہے مگر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ خواص کی دو حالتیں ہیں جلوت اور خلوت۔ جلوت لوگوں سے اختلاط اور میل جول کی حالت ہے اور خلوت علیحدگی اور تنہائی کی حالت ہے جس میں ظاہراً باطناً خدا کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ جلوت میں تبلیغ کا کام ہوتا ہے اور خلوت میں نفس کی اصلاح اور دل کی صفائی ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں سورۃ مزمل کے شروع میں ان دونوں حالتوں کا بیان ہے چنانچہ ارشاد ہے:۔

"ان نا شئة الليل هي اشدوطئا وّاقوم قيلا ، اِنّ لك في النّهار سبحا طويلا"

"رات کا قیام نفس کے لتاڑنے کے لیے سخت ہے اور زبان کو بہت درست رکھنے والا ہے۔ بے شک تجھے دن میں طویل شغل ہے۔"

ان دونوں آیتوں میں ان دونوں حالتوں کا ذکر ہے جن کی یہ دونوں حالتیں قائم ہیں ان کی تو ریس ہی نہیں اوّل نمبر ان میں انبیاء علیہم السلام کا ہے پھر درجہ بدرجہ ان کے جانشینوں کا ہے۔ (فتاویٰ اہلحدیث ج ا ص 150 تا 154)

خواب میں انبیاء سے ملاقاتیں:۔ خوابات میں ملاقات سے انکار نہیں۔ خواب میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوتی ہے مسائل بھی دریافت کر لیے جاتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے بزرگ بھی ملتے ہیں مگر یہ شئے اختیاری نہیں جب خدا چاہتا ہے ایسا ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ اہلحدیث ج ا)

استخارہ اور الہام کی تعریف :۔ جو استخارہ سے معلوم ہوتا ہے وہ بیداری میں ہو تو الہام ہی ہے اور غیر نبی کا الہام دلیل ظنی ہے اور اس میں شیطان کا دخل بھی ممکن ہے اس لیے شریعت کے خلاف ہو تو معتبر نہیں اور کسی پر نیک و بد کا حکم بھی اسی درجہ کا ہو گا جس درجہ کا الہام ہے اگر کسی کامل بزرگ کا ہے تو وہ زیادہ قابل اعتماد ہے ورنہ معمولی ہے۔ (عبداللہ امرتسری ۷محرم الحرام ۱۳۵۷) (فتاویٰ اہلحدیث ج 1 ص 156)

وضاحت: شیخ الحدیث محدث روپڑی ایک سوال کے جواب میں روحانی بقاء اور باطنی نشو ونما کی ضرورت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ (از مرتب اثری)

روحانی بقاء کے لیے عبادت کی ضرورت :۔ ''خدا بے شک ہماری عبادت کا بھوکا نہیں لیکن ہم تو خدا کی عبادت کے بھوکے ہیں جیسے کھائے پیئے بغیر ہماری جسمانی حیات قائم نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح ہماری روحانی بقاء عبادت کے بغیر نہیں ہو سکتی کیونکہ روحانی بقاء وصال الٰہی سے ہے اور وصال الٰہی عبادت الٰہی سے ہے۔ پس اس حیثیت سے عبادت الٰہی کی ہمیں زیادہ ضرورت ہے''۔ (فتاویٰ اہلحدیث ج1 ص 168)

وضاحت: اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے اسلاف علمی تفوق میں کمال مہارت کے باوجود بھی روحانی بقاء کو وصول الی اللہ میں کتنا معین سمجھا کرتے تھے۔ (از مرتب اثری)

تعویذات کا حکم :۔ سوال: آیات قرآنی سے تعویذ گلے میں ڈالنا یا بازو پر باندھنا جائز ہے یا نہیں؟ جواز یا عدم جواز پر قرآن و حدیث سے کیا دلیل ہے؟ (السائل:۔ حاجی ابراہیم حسین سیٹھ بنگلور مورخہ ۴۰-۱۲-۲۳)

جواب:۔ مشکوٰۃ میں ہے:۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ وہ اپنے دادا سے (عبداللہ بن عمرؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو اپنی نیند میں گھبرائے وہ یہ کلمات پڑھے ''اعوذ بكلمات الله التامات من'' الخ یعنی میں خدا کے پورے کلمات کے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں اس کے غضب سے اس کے عذاب سے اس کے بندوں کے شر سے شیاطین کے وسوسوں سے اور اس سے کہ میرے پاس حاضر ہوں۔ پس وہ خواب اس کو بالکل نقصان نہیں دے گا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد سے جو بالغ ہو جاتا، عبداللہ بن عمرؓ اس کو یہ کلمات سکھا دیتے اور جو نابالغ ہوتا کاغذ پر لکھ کر اس کے گلے میں ڈال دیتے۔ (مشکوٰۃ باب الاستعاذہ ص ۲۱۷)

وضاحت از محشی: بعض کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعویذ ڈالنا ہو تو نابالغوں کو ڈالو۔ بالغوں کو نہ ڈالو۔ مگر یہ کہنا ٹھیک نہیں کیونکہ اگر بالغوں کے لیے ناجائز ہوتا تو نابالغوں کے لیے بھی ناجائز ہوتا جیسے سونا چاندی ریشم وغیرہ کیونکہ عموماً چھوٹے بڑوں کے لیے اس قسم کے احکام یکساں ہوتے ہیں۔ خاص کر جہاں ان پڑھ اس بارہ میں بچوں کے حکم میں ہیں۔ کیونکہ ان کو پڑھنا مشکل ہے ہاں اس سے یہ ضرور نکلتا ہے کہ پڑھنا افضل ہے حتی الوسع اس کی کوشش چاہیے۔ (فتاویٰ اہلحدیث ج ا ص 189 ملخصاً)

غیر مسلم کے لیے تعویذ کا جواز :۔ سوال:۔ غیر مسلم کو ایسا تعویذ دینا جائز ہے جس میں قرآن مجید کے الفاظ بسم اللہ وغیرہ ہوں؟

جواب: اس سے پرہیز چاہیے حدیث میں ہے کہ دشمن کی زمین میں قرآن مجید نہ لے جاؤ۔ ایسا نہ ہو وہ اس کی بے ادبی کرلے اور آیت کریمہ ''لا يمسه الا المطهرون'' میں اس کی مؤید ہے کہ کافر کا ہاتھ قرآن مجید کو نہ لگنا چاہیے میرا عمل اسی پر ہے آیت کی بجائے اس کا ترجمہ لکھ کر دیتا ہوں۔ (شیخ الحدیث عبداللہ امرتسری روپڑی ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۵۹ء) (فتاویٰ اہلحدیث ج ا ص 201)

معجزات اور کرامات کا ثبوت :۔ سوال:۔ معجزات کے دکھلانے سے حضرت کا انکار اور خلفاء راشدین کے حالات میں اتنی کرامات کا ذکر نہیں۔ جتنی کرامات دوسرے بزرگوں کے متعلق بیان کی جاتی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:۔ معجزات آپ ﷺ نے بہت دکھلائے ہیں جن کی تفصیل قرآن و حدیث میں ہے جنگ بدر میں ۳۱۳ کا بغیر سامان جنگ کے ہزار آدمی مسلح پر غالب آنا۔ پھر اسی جنگ میں مسلمانوں کا کافروں کو اپنے سے دوگنا نظر آنا اور مسلمانوں کو کافروں کا تھوڑے نظر آنا یہ معجزہ قرآن میں ہے۔ ہزار فرشتہ بلکہ پانچ ہزار فرشتے کے اُترنے کا بھی ذکر ہے، پھر مٹھی بھر کنکروں کا پھینکنا جو سب کفار کی نظر میں پڑ گئیں اور چاند کا

دو ٹکڑے ہونا یہ بھی قرآن میں موجود ہے، احادیث میں بے حساب **معجزات** کا ذکر ہے اس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کی کرامتیں بھی بے شمار ہیں **معجزات** اور کرامات حسب ضرورت ظاہر ہوتے ہیں۔ ان کی کمی بیشی روحانیت کی کمی بیشی سے نہیں ہوتی بلکہ جیسے جیسے موقع آ پڑتے ہیں خدا تعالیٰ خرق عادت کے ذریعے سے ان موقعوں کو نبھانا چاہتا ہے تو خرق عادت ظاہر کر دیتا ہے۔ رہا بعض دفعہ معجزہ دکھلانے سے انکار تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ جب دیکھا کہ ضرورت نہیں یا اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا۔ معجزہ دکھلانے سے انکار کر دیا۔

(عبداللہ امرتسری روپڑی ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ بحوالہ: فتاویٰ اہلحدیث ج ا ص 225)

وضاحت از مرتب اثری: ۔ ہم اہلحدیث حضرات پر معجزے اور کرامات کا منکر ہونے کا الزام لگانے والے قیامت کی جوابدہی سے ڈریں کہ وہ ان نفوس کے سامنے کیا جواب دیں گے جو ہمیشہ اظہار حق کے لیے پیش پیش رہے۔

تبرک بآثار صالحین: ۔ تبرک بآثار صالحین سے کسی کو انکار نہیں لیکن اسی طریق پر ہونا چاہیے۔ جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم یا خیر قرون نے حاصل کیا۔...... (فتاویٰ اہلحدیث ج ا ص 347)

نام کتاب: ۔ فتاویٰ اہلحدیث (جلد دوئم)

مصنف: ۔ مجتہد العصر حافظ عبداللہ محدث روپڑی المتوفی ۲۰ اگست ۱۹۶۴ء

ننگے سر نماز پڑھنا: ۔ **سوال:** ۔ کیا ننگے سر نماز جائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ سر پر ٹوپی رکھتے یا نہ رکھتے۔ اگر رکھتے تو نماز کے وقت سر سے اُتار کر زمین پر یا جیب میں رکھ کر ننگے سر نماز پڑھتے یا ٹوپی پہن کر نماز پڑھتے۔

(وضاحت از مرتب اثری) اس سوال کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے اور حد ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے شیخ الحدیث ارشاد فرماتے ہیں کہ" عام حالت سلف یہی تھی کہ وہ پگڑی اور ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھتے"۔ (فتاویٰ اہلحدیث ج ۲ ص 17)

محدث روپڑی کا احترام رسالت ﷺ: ۔ **سوال:** زید کہتا ہے: " اللهم صلّ علي سيّدنا محمد وعلي ال سيدنا محمد وبـــارك وسـلـم" یہ درود پڑھنا جائز نہیں کیونکہ سید کا لفظ کسی حدیث میں نہیں آیا۔ اس واسطے یہ منع ہے۔ عمرو کہتا ہے کہ یہ درود پڑھنا جائز درست ہے۔ سیدنا کا لفظ شرافت وفضیلت کے لیے پڑھے تو کوئی منع نہیں۔ (صدور دین)

جواب: حدیث میں ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تلبیہ میں بعض الفاظ اپنی طرف سے زیادہ کر دیا کرتے تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جو کچھ زیادہ کیا۔ وہ جائز ہے لیکن رسول ﷺ کے لفظ پر اکتفاء کرنا مجھے زیادہ محبوب ہے۔ اس بنا پر اگر جائز لفظ بڑھا لے تو کوئی حرج نہیں۔ ہاں بہتر آپ ﷺ کے الفاظ پر اکتفاء ہے اور سید کا لفظ آپ ﷺ کے حق میں جائز ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

"انا سيّد ولد ادم يوم القيمة" (مشکوۃ باب فضائل سید المرسلین) یعنی "میں اولاد آدم کا سردار ہوں قیامت کے دن"

ایک حدیث میں ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے آپ ﷺ کو سیدنا (ہمارے سردار) کہا تو فرمایا سید، اللہ تعالیٰ ہے پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا آپ ﷺ ہمارے افضل ہیں۔ تو فرمایا یہ اس کا بعض کہو۔ (مشکوۃ باب المفاخرہ فصل ۲)

خیر جواز میں تو کوئی شبہ نہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ زیادہ نہ کرے۔ (عبداللہ امرتسری روپڑی ۱۲ شوال ۱۳۵۸ھ۔ ۲۴ نومبر ۱۹۳۹ء)

(فتاویٰ اہلحدیث ج ۲ ص 185)

قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا افضل ہے: ۔ **سوال:** ۔ میت کو قبر میں دفن کرنے کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر دعا کرنا نبی اکرم ﷺ کے قول وعمل سے ثابت ہے یا نہیں؟ (تاج الدین موضع بڈھا گواریہ ضلع گوجرانوالہ)

جواب: ۔ میت کو قبر میں دفن کرنے کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر دعاء کرنے کی حدیث مشکوۃ وغیرہ میں موجود ہے۔ اُس کے الفاظ یہ ہیں۔

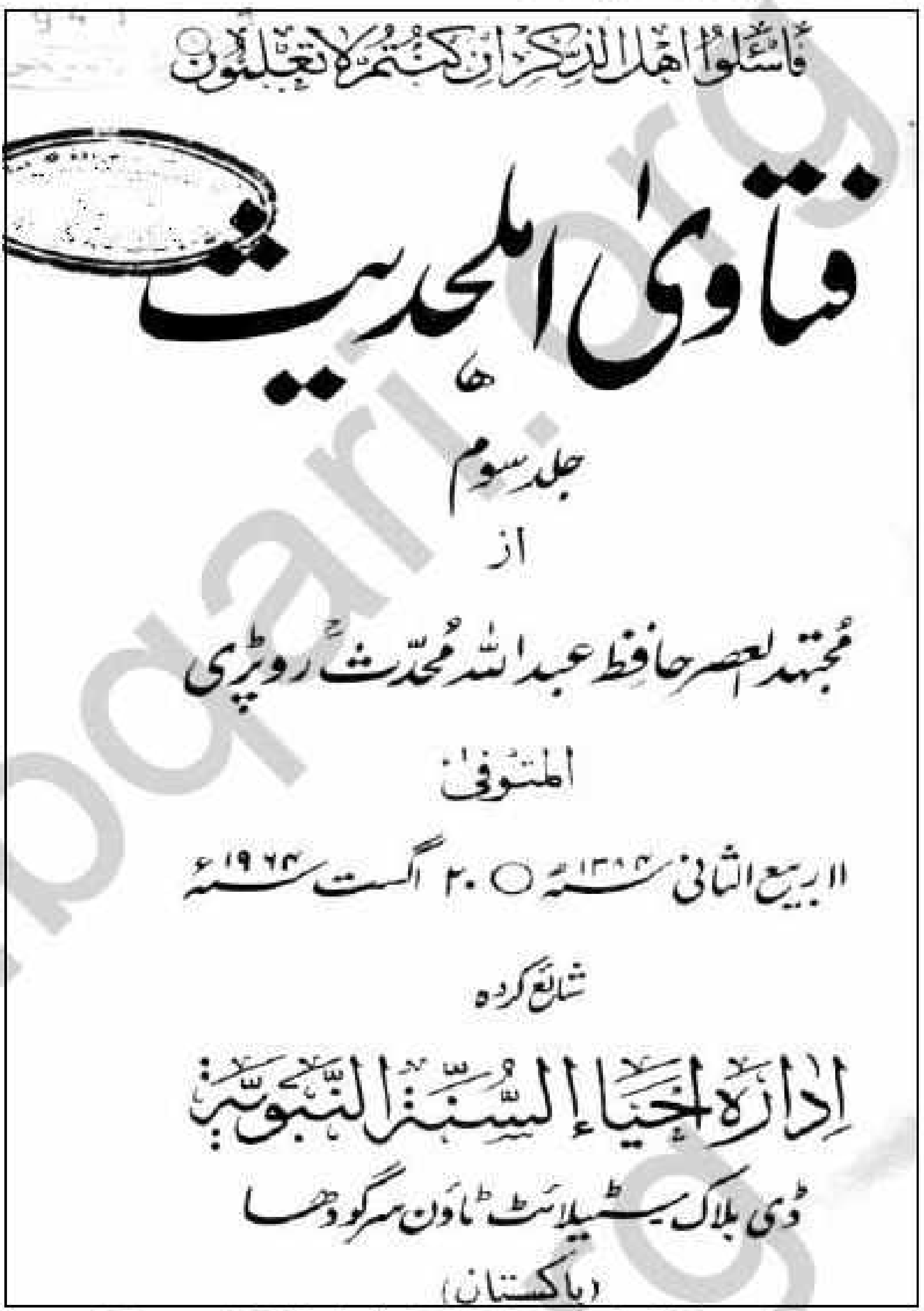

فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون

فتاویٰ اہلحدیث

جلد سوم

از

مجتہد العصر حافظ عبد اللہ محدث روپڑی

المتوفی

۱۱ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ ○ ۲۰ اگست ۱۹۶۴ء

شائع کردہ

ادارہ احیاء السنۃ النبویۃ

ڈی بلاک سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا

(پاکستان)

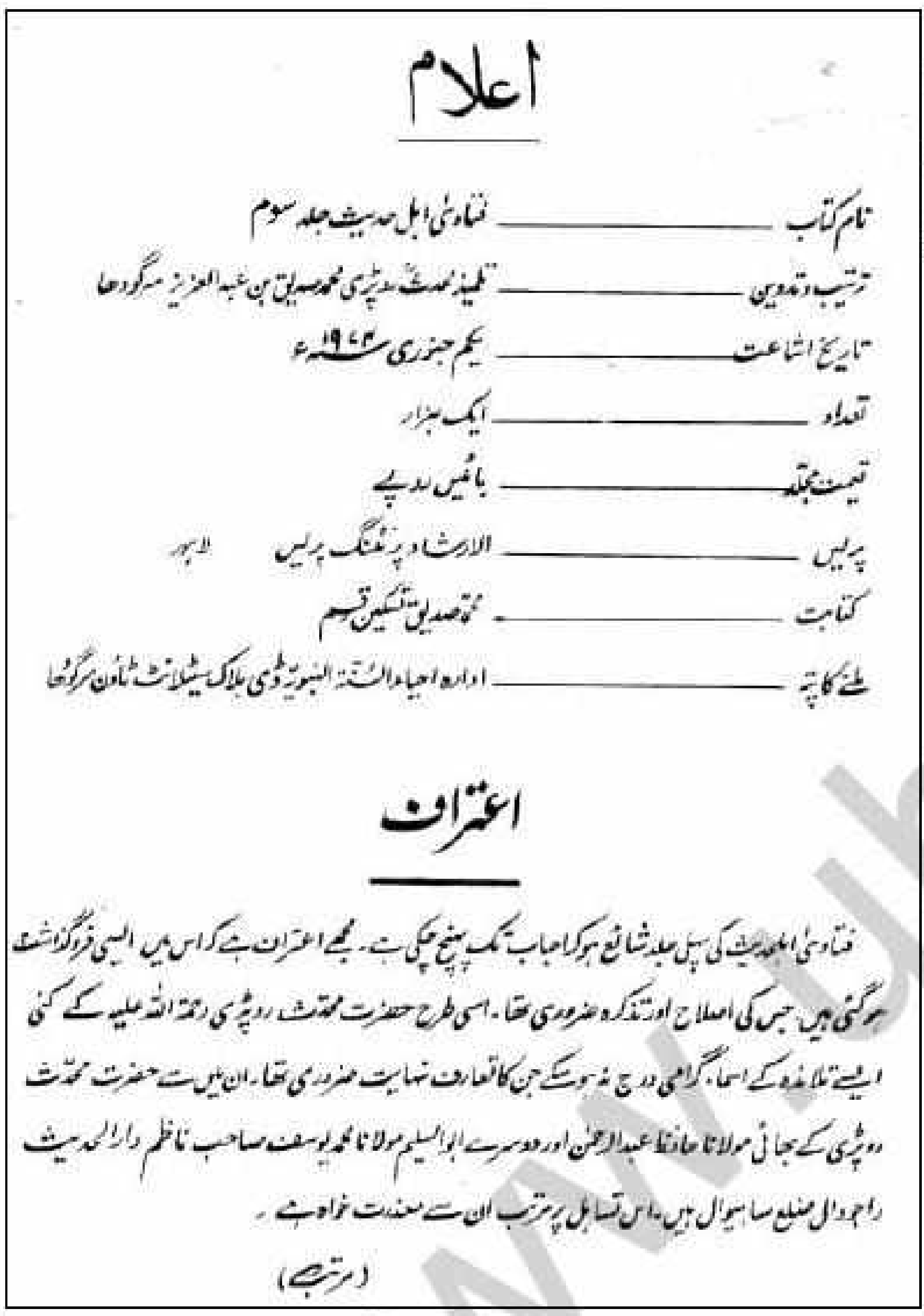

اعلام

نام کتاب	فتاویٰ اہل حدیث جلد سوم
ترتیب وتدوین	تلمیذ محدث روپڑی محمد صدیق بن عبد العزیز سرگودھا
تاریخ اشاعت	یکم جنوری ۱۹۷۳ء
تعداد	ایک ہزار
قیمت مجلد	بائیس روپے
پریس	الارشاد پرنٹنگ پریس لاہور
کتابت	محمد صدیق تسکین رقم
ملنے کا پتہ	ادارہ احیاء السنۃ النبویۃ ڈی بلاک سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا

اعتراف

فتاویٰ اہلحدیث کی پہلی جلد شائع ہو کر احباب تک پہنچ چکی ہے۔ مجھے اعتراف ہے کہ اس میں ایسی فروگذاشت ہوگئی ہیں۔ جس کی اصلاح اور تذکرہ ضروری تھا۔ اسی طرح حضرت محدث روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کے کئی ایسے تلامذہ کے اسماء گرامی درج نہ ہو سکے جن کا تعارف نہایت ضروری تھا۔ ان میں سے حضرت محدث روپڑی کے بھائی مولانا حافظ عبد الرحمن اور دوسرے ابو السلیم مولانا محمد یوسف صاحب ناظم دار الحدیث راجووال ضلع ساہیوال ہیں۔ اس تساہل پر مرتب ان سے معذرت خواہ ہے۔

(مرتب)

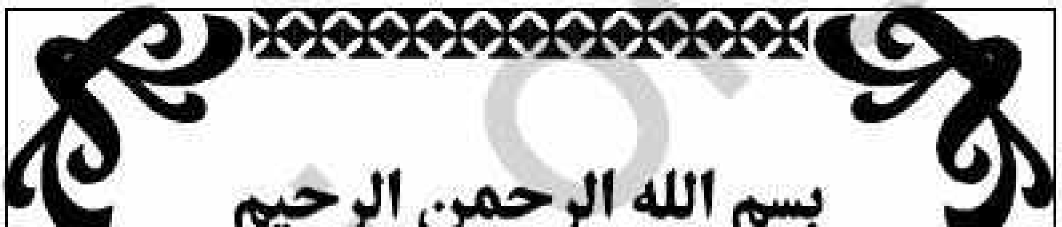

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حیات الشیخ السید میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مصنف:۔ پروفیسر محمد مبارک (کراچی)

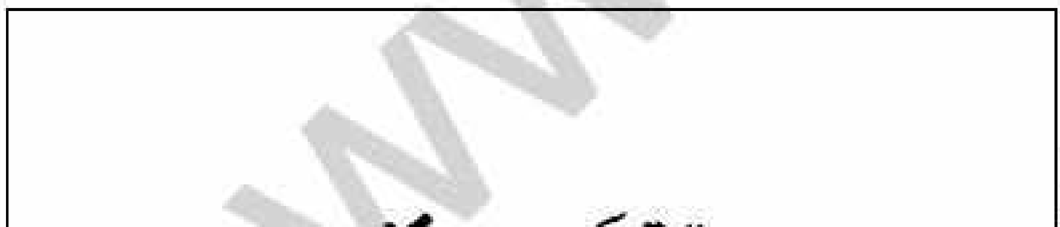

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب:۔ حیات الشیخ السید میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مصنف .... پروفیسر محمد مبارک

اشاعت ....

تعداد ....

مطبع .... کراچی

قیمت ....

یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ دفن میت سے فارغ ہو کر قبر پر کھڑے ہوتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لیے دعائے بخشش کرو اور اس کے لیے بارگاہ ایزدی میں ثابت قدمی کی درخواست کرو وہ اس وقت سوال کیا جاتا ہے۔

لیکن عام طور پر لوگ دعا اُس کو سمجھتے ہیں جس میں ہاتھ اُٹھائے جائیں حالانکہ دعا ہاتھ اٹھائے اور بغیر ہاتھ اٹھائے دونوں صورتوں میں ہوتی ہے مثلاً نماز کے اندر بین سجدتین اور بعض دفعہ قیام میں بلا ہاتھ اٹھائے دعا ہوتی ہے اس طرح قبر پر اختیار ہے ہاتھ اٹھا کر دعا کرے یا بغیر ہاتھ اٹھائے ہاں ہاتھ اٹھانا آداب دعا سے ہے اس لیے اٹھانا بہتر ہے مگر لازم نہ سمجھے اور اگر کوئی ہاتھ نہ اٹھائے تو اس پر اعتراض نہ کرے جیسے فرضوں کے بعد کی دعا میں کوئی ہاتھ نہ اٹھائے تو ناواقف لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ (فتاویٰ اہلحدیث ج ۲ ص 466)

شہید کی لاش کو مٹی کا نہ کھانا:۔ سوال: ۔شہید کی لاش کو قبر میں مٹی یا دیمک وغیرہ کھاتی ہے یا نہیں؟

جواب: ۔شہداء کے جثوں کے متعلق قرآن مجید و حدیث میں تشریح نہیں آئی کہ ان کو قبر میں مٹی کھاتی ہے یا نہیں۔ البتہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد کے متعلق حدیث میں تصریح آئی ہے۔ ”ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء“ (ابن ماجہ باب ذکر وفات النبی ﷺ)

”اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے جثوں کو زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ ان کو کھائے“ ہاں! بعض واقعات اس قسم کے پائے گئے ہیں کہ بزرگوں کی لاشوں کو مٹی نے نہیں کھایا جن میں سے بعض شہید ہیں اور بعض غیر شہید۔

(شیخ الحدیث عبداللہ امرتسری روپڑی ۲۷ رمضان ۱۳۵۳ھ جنوری ۱۹۳۵ء) (فتاویٰ اہلحدیث ج ۲ ص 492)

نام کتاب: ۔فتاویٰ اہلحدیث (جلد سوئم)
مصنف: ۔مجتہد العصر حافظ عبداللہ محدث روپڑی المتوفی ۲۰ اگست ۱۹۶۴ء

ایصال ثواب کے لیے قرات قرآن:۔ دفن کے وقت سر کی طرف شروع آیات سورۂ بقرہ کی اور پاؤں کی طرف اخیر آیات بقرہ کی پڑھنے کا ذکر آیا ہے اس طرح کی بعض روایتیں دیگر سورتوں و آیتوں کی بابت بھی وارد ہوئی ہیں۔ جو زیادہ تر ضعیف ہیں خیر ان پر کوئی عمل کرے تو منع نہیں۔ (عبداللہ امرتسری از روپڑی) (فتاویٰ اہلحدیث ج 3 ص 422)

قرآن مجید سے تعویذ لکھنا:۔ سوال: ۔کیا قرآن مجید سے آیت لکھ کر تعویذ دینا جائز ہے؟

جواب: ۔قرآن مجید کی آیت کا تعویذ ادب کرنے والے نمازی کو لکھ کر دینے میں کوئی حرج نہیں مڑھا لیا جائے تاکہ پردہ میں رہے پیشاب، ہمبستری کے وقت اتار لیا جائے۔ (عبداللہ امرتسری روپڑی) (فتاویٰ اہلحدیث ج 3 ص 419)

نام کتاب: ۔حیات الشیخ السید میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ
مصنف: ۔از: پروفیسر محمد مبارک، کراچی

شیخ الکل کے استاد کی بیعت طریقت:۔ شیخنا و شیخ الکل نے ۱۷ سال کی عمر میں تعلیم کے لیے صوبہ بہار کے ”مدینتہ العلم“ عظیم آباد کے پٹنہ محلّہ صادق پور میں شاہ محمد حسین رحمہ اللہ کے پاس پہنچ کر تعلیم شروع کی۔ اس مدرسہ میں مشکوٰۃ اور قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا۔

(شیخ الکل کے استاد محترم) شاہ محمد حسین بن شاہ محمد معز ۱۲۰۳ھ ۸۹۔۱۷۸۸ء کو پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے چچا شاہ محمد کریم سے حاصل کی اور ان سے بیعت بھی کی۔ بعد میں اپنے پہلے مرشد کی اجازت سے سید احمد رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان کی شادی دیورہ (ضلع گیا) کے غلام مجتبیٰ کی دختر سے ہوئی اس شادی کے ذریعے وہ بھاگلپور کے مشہور و معروف بزرگ شہباز کے خاندان سے بھی مربوط ہو گئے وہ سید احمد رحمہ اللہ کے اولین خلفاء میں سے تھے۔ آپکی خلافت کے متعلق ڈاکٹر قیام الدین صاحب تحریر کرتے ہیں۔

استاد محترم کی بیعت اصلاح میں سند خلافت:۔ وہ نایاب سند جو سید احمد رحمہ اللہ نے ان کو دی تھی اس کی ایک نقل اب بھی موجود

ہے۔ اس کے کچھ ضروری اجزاء کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

> "بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم۔ اُن لوگوں کو جو راہِ خدا کے جویاں (متلاشی) ہیں بالعموم، اور اُن لوگوں کو جو حاضر وغائب سید احمد کے دوست ہیں بالخصوص، معلوم ہو کہ جو لوگ بیعت کے ذریعے سے مقدس نفوس کے ہاتھوں پر بیعت کر کے مرید ہو جاتے ہیں ان کا مقصد اللہ کی رضا حاصل کرنا ہے اور یہ موقوف ہے اس کے رسول ﷺ کے احکام کی پیروی پر جو یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ رضائے الٰہی کا راستہ شریعت رسول ﷺ کے اتباع کے بغیر بھی مل سکتا ہے وہ باطل پر ہے اور فریب خوردہ ہے۔ اس کا دعویٰ غلط اور نا قابل التفات ہے۔
>
> وہ سب لوگ جو اللہ کے طالب ہیں ان کے لیے مناسب ہے کہ ان باتوں کو اپنے سامنے رکھیں اور ایک دوسرے سے مل کر عمل کریں۔ اور یہ عمل بالخصوص شاہ محمد حسین رحمہ اللہ کے تعاون سے کریں جنہوں نے مجھ سے بیعت کر کے اس کا اقرار کیا ہے اور جن کو میں نے یہ ساری باتیں پوری طرح بتا دی ہیں اور ان کو اختیار دیا ہے کہ وہ تم سے بھی ایسے اقرار لیں اور میری جگہ یہ پاکیزہ عادات واطوار تمھیں سکھائیں۔ اس لیے شاہ محمد حسین رحمہ اللہ موصوف کو مناسب ہے کہ ان احکام کو اختیار کریں جو ان کو بتا دیئے گئے ہیں۔ اپنے جسم وجان سے خدا کی طرف رجوع کریں اور ان احکام کے ظاہر وباطن پر عمل کر کے شرک وبدعات کی ہر گرد کو جھاڑ دیں جو اُن کے دامن پر پڑی ہو اور لوگوں کو راغب کریں۔ کہ ان سے بیعت کر کے عہد واقرار کریں۔ خدا کرے میں اور میرے سارے رفقاء اس گروہ میں شامل ہو جائیں جو توحید کے معتقد اور شریعت کے متبع ہیں۔ (ملخصاً)

مہر (اسمہٗ احمد ۱۲۳۵ھ)

(حیات الشیخ السید میاں نذیر حسین محدث دہلوی ص 3)

شیخ الکل کا علمی سفر:۔ شاہ عبدالعزیز محدث رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ حدیث کا ارادہ کر کے دہلی روانہ ہوئے۔

۱۳ رجب ۱۲۴۳ھ مطابق ۳۰ جنوری ۱۸۲۸ء بروز بدھ دہلی پہنچے تو عبدالعزیز رحمہ اللہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ مسند ولی اللہ پر پیر شاہ محمد اسحاق رحمہ اللہ درس دیتے تھے۔

شاہ صاحب رحمہ اللہ کے درس میں شامل ہونے سے پہلے مفتی عبدالخالق صاحب رحمہ اللہ سے استفادہ کرتے رہے۔

اپنے مشفق استاد مفتی عبدالخالق صاحب سے فراغت کے بعد شاہ محمد اسحاق رحمہ اللہ کے درس میں داخل ہو گئے شاہ صاحب رحمہ اللہ نے جب ۱۹۴۱ء میں ہندوستان سے ہجرت کی تو نظر انتخاب سید محمد نذیر حسین بہاری رحمہ اللہ پر پڑی اس لیے آپ کو اپنی مسند حدیث پر درس دینے کی اجازت دی جس کے متعلق ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی لکھتے ہیں:

"مدرسے کے دوسرے معلم مولوی عبدالخالق رحمہ اللہ کے داماد شمس العلماء علاعلامہ سید نذیر حسین رحمہ اللہ تھے جن کے علم وفضل کا یہ مرتبہ تھا کہ حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمہ اللہ مہاجر مکی نے ہجرت کے وقت افادہ وافتاء اور تدریس کی خدمت ان کے سپرد کر کے اپنا خلیفہ وجانشین مقرر فرمایا تھا"۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ کا احترام:۔ شیخ الکل محدث کبیر میاں نذیر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے جب یہ سوال کیا گیا کہ ائمہ اربعہ کی نسبت تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ آپ نے فرمایا ہم انھیں اپنا سر تاج وپیشواء اور برسر حق سمجھتے ہیں اور ان میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو سب سے زیادہ قابل احترام سمجھتے ہیں۔

سوانح نگار کے مطابق آپ نے بات کو سمیٹتے ہوئے اس بیان پر اکتفاء کی کہ "ہمارا عقیدہ اہل سنت والجماعت کا ہے ائمہ اربعہ کو ہم مانتے ہیں، چاروں کو ہم حق پر سمجھتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو اپنا پیشوا جانتے ہیں۔ ان کے بغض کو خلاف شیوہ ایمان سمجھتے ہیں"۔

(حیات الشیخ السید میاں نذیر حسین محدث دہلوی ص ۶۰)

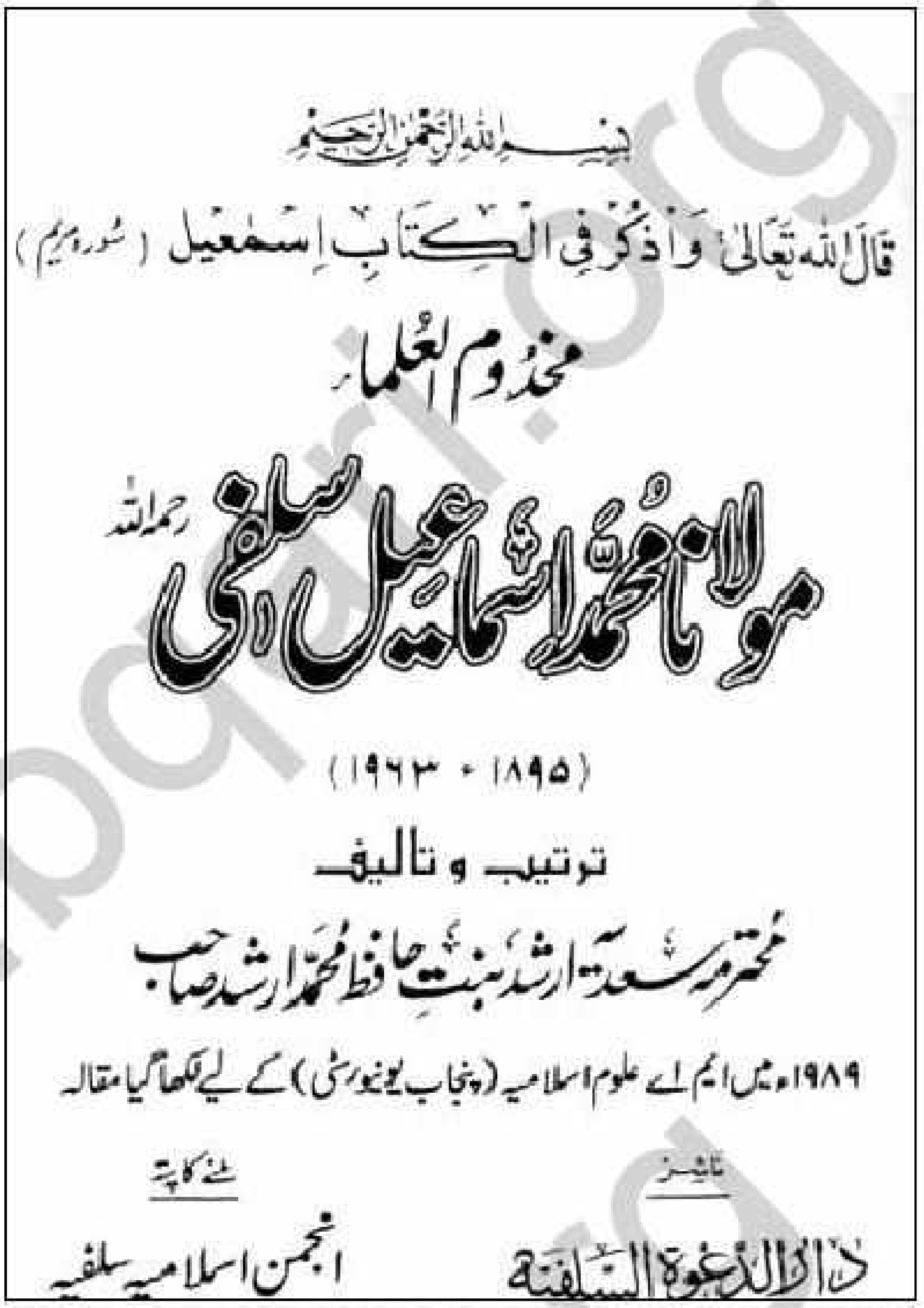

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قال اللہ تعالیٰ: وَاذۡكُرۡ فِي الۡكِتٰبِ اِسۡمٰعِيۡلَ (سورہ مریم)

مخدوم العلماء

مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ

(۱۸۹۵ - ۱۹۶۳)

ترتیب و تالیف

محترمہ سعدیہ ارشد بنت حافظ محمد ارشد صاحب

۱۹۸۹ء میں ایم اے علوم اسلامیہ (پنجاب یونیورسٹی) کے لیے لکھا گیا مقالہ

ناشر — دار الدعوۃ السلفیۃ

ملنے کا پتہ — انجمن اسلامیہ سلفیہ

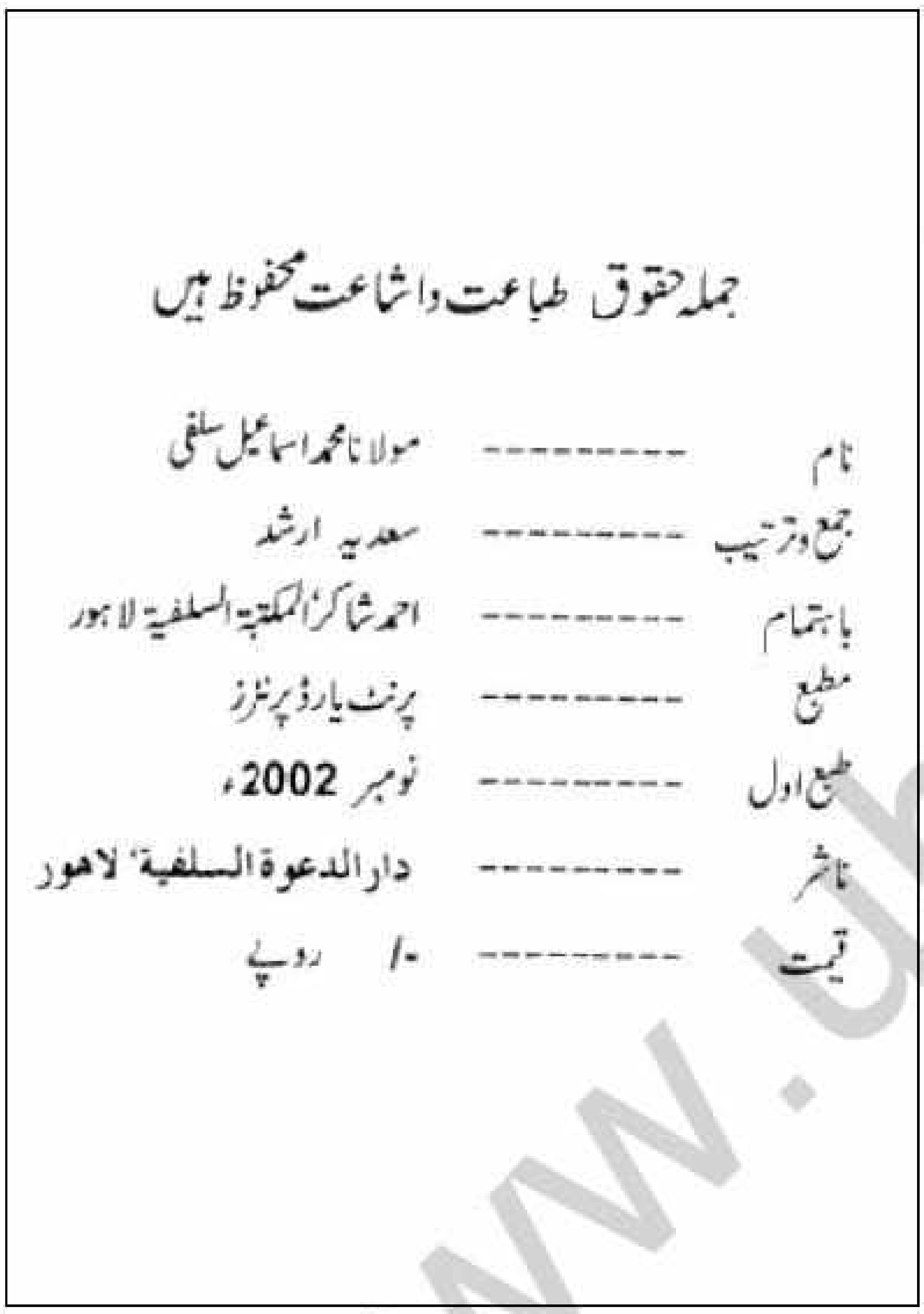

جملہ حقوق طباعت و اشاعت محفوظ ہیں

نام ---------- مولانا محمد اسماعیل سلفی
جمع و ترتیب ---------- سعدیہ ارشد
باہتمام ---------- احمد شاکر، المکتبۃ السلفیۃ لاہور
مطبع ---------- پرنٹ یارڈ پرنٹرز
طبع اول ---------- نومبر 2002ء
ناشر ---------- دار الدعوۃ السلفیۃ لاہور
قیمت ---------- 10/- روپے

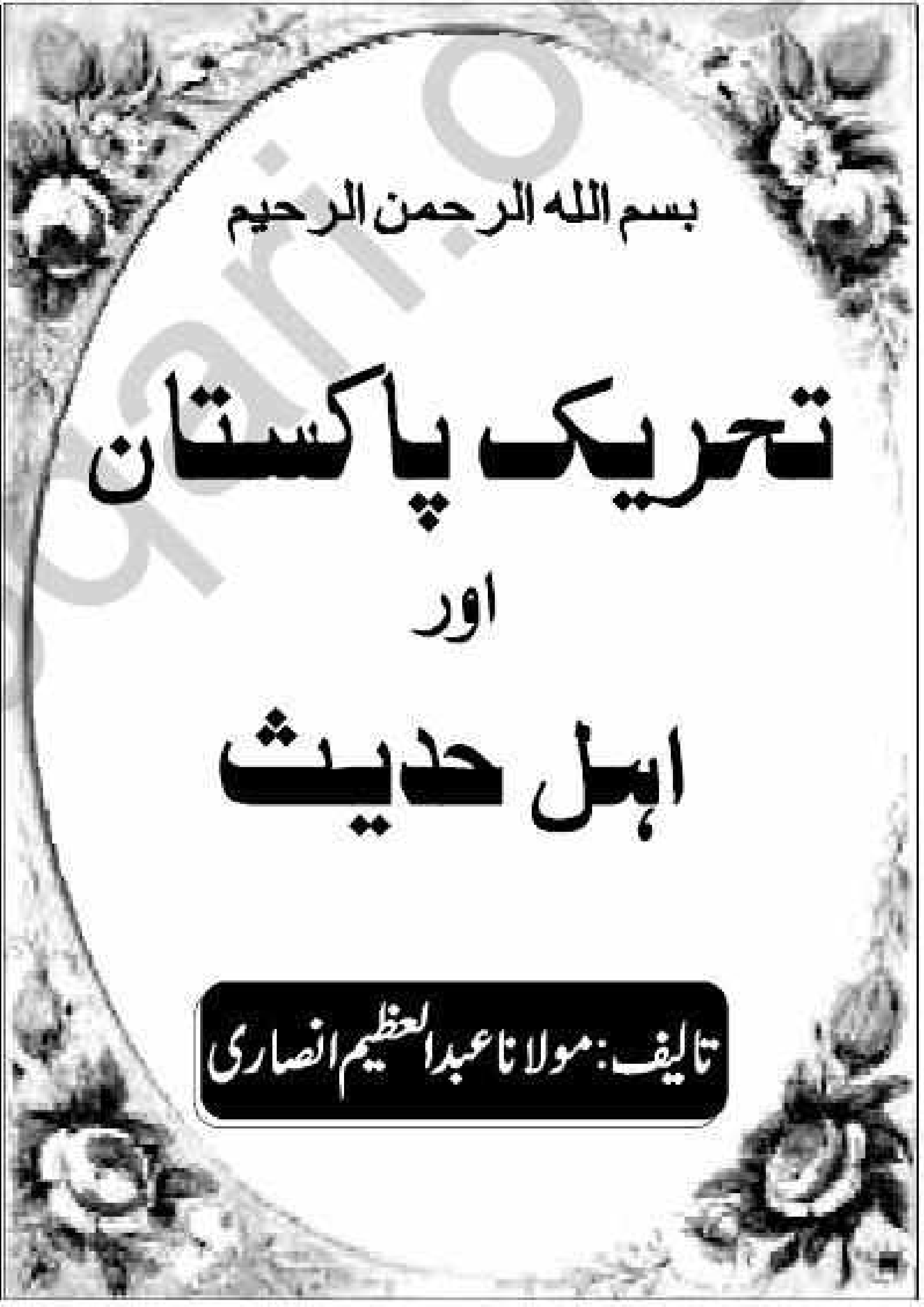

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحریک پاکستان

اور

اہل حدیث

تالیف: مولانا عبدالعظیم انصاری

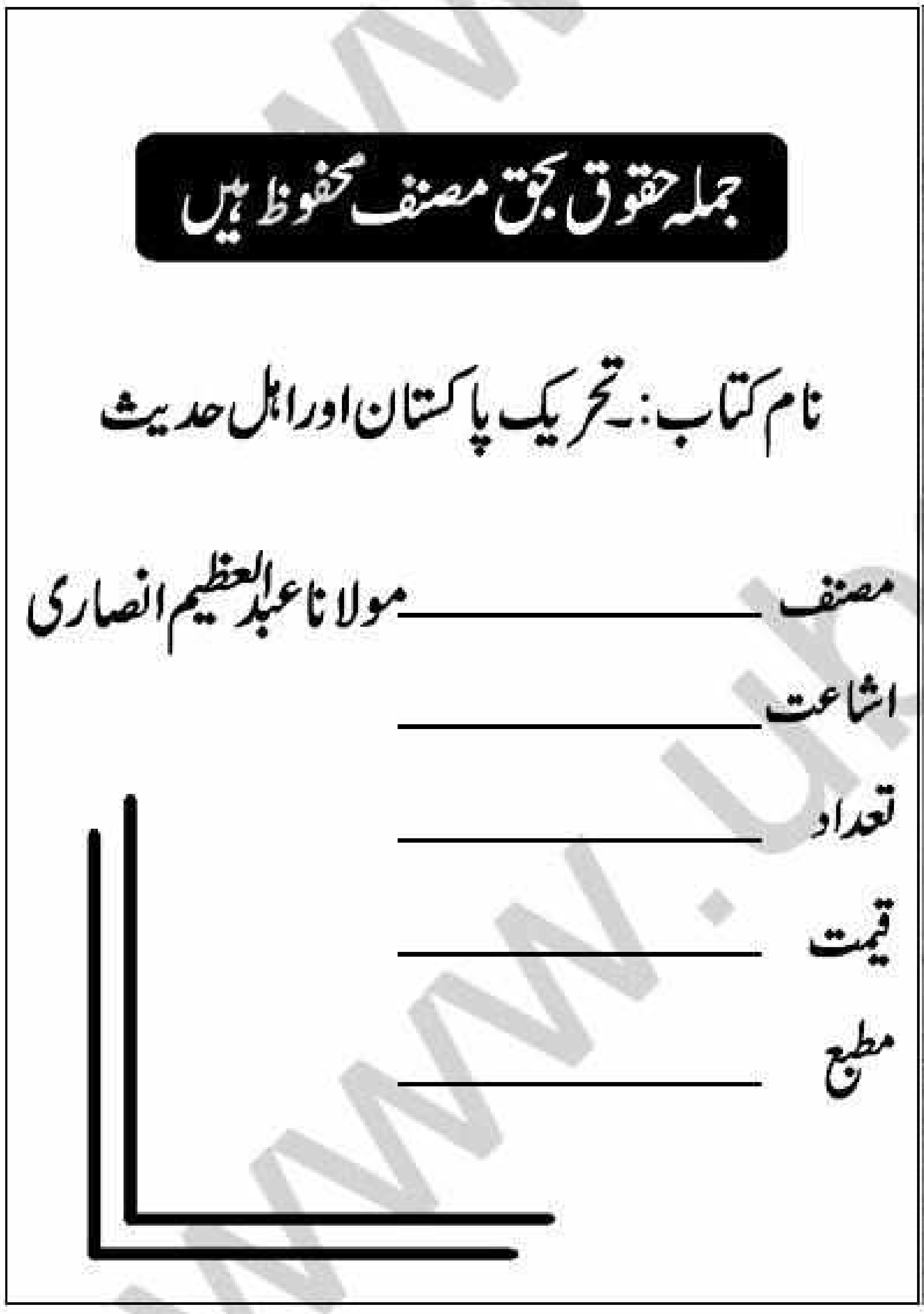

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب:۔ تحریک پاکستان اور اہل حدیث

مصنف ____________ مولانا عبدالعظیم انصاری
اشاعت ____________
تعداد ____________
قیمت ____________
مطبع ____________

نام کتاب:۔سوانح مخدوم العلماء مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ
تالیف:۔محترمہ سعدیہ ارشد بنت حافظ محمد ارشد صاحب

ذکر اولیاء کے وقت رحمت کا نزول:۔ (ناشر اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں)

"تنزل الرحمة عند ذکر الابرار" ایک مشہور عربی مقولہ محاورہ ہے۔ لیکن افسوس کہ قیام پاکستان کے بعد جماعت اہل حدیث اس انداز کے نزول رحمت سے محروم ہی رہی۔ گزرنے والی نصف صدی میں بھی ہمیشہ کی طرح جماعت اہل حدیث کا دامن ہر قسم کے شعبہ ہائے حیات کے گنج ہائے گرانمایہ سے بھرا رہا، منبر خطابت ہو یا فن مناظرہ، میدان تحقیق ہو یا درس وتدریس، شروح احادیث ہوں یا علمائے متقدمین کے جواہر پاروں کی ترتیب وتدوین، تبلیغ دین ہو یا جماعت کی تنظیم، ملکی سیاسیات ہوں، یا عوامی بہبود کے رفاہی کام، اگر یوں کہا جائے کہ خیالات وآراء کی جکڑ بندیوں سے آزادی کے باعث اہل حدیث نے جس ذمہ داری کو بھی اٹھایا ان پر جو ذمہ داری بھی ڈالی گئی وہ ہم عصر سے بہت بہتر اس ذمہ داری سے عہدہ برآء ہوئے، لیکن من حیث الجماعت ہم نے نہ ان کے حالات اکٹھے کیے اور نہ ان کی خدمات مرتب کیں حالانکہ اسلاف کے حالات وخدمات ہی اخلاف کے لیے مینارہ نور ہوتے ہیں۔ (سوانح مولانا محمد اسماعیل سلفی ص 15)

الولد الصالح کی بشارت:۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم رحمہ اللہ بڑے عابد وزاہد بزرگ تھے۔ اپنے خاندانی ورثہ یعنی فن کتابت وحکمت میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ فن نسخ اور نستعلیق دونوں میں ماہر تھے۔

آپ کی کوئی اولاد نہ تھی آپ نے اپنے استاد گرامی حضرت مولانا حافظ عبدالمنان صاحب رحمہ اللہ سے دعا کی درخواست کی کہ اللہ رب العزت اولاد عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت حافظ صاحب کی دعا کو شرفِ قبولیت سے نوازا اور حافظ صاحب رحمہ اللہ کو مولانا محمد ابراہیم رحمہ اللہ کے ہاں ایک فرزند ارجمند کی ولادت کی بشارت دی گئی۔ اس بشارت کا ذکر حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ نے اس سند میں بھی کیا ہے جو تحصیل علم کے بعد انہوں نے مولانا محمد اسماعیل رحمہ اللہ کو عطا فرمائی تھی۔ اس سند میں حافظ صاحب نے مولانا کو "الولد الصالح" کے نام سے یاد کیا ہے۔ (سوانح مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ ص 25)

سادگی، فروتنی اور تواضع کا مرقع:۔ درویشی، سادگی، فروتنی اور تواضع کا مرقع تھے۔ قدرت نے انہیں بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا، ان کا آئینہ قلب صاف تھا۔ گمنامی کی صفوں سے اٹھے اور اپنی سعی، خلوص، مسلسل محنت اور علمی لگن سے شہرت کے آسمان تک گئے۔

علمائے ہند حضرت کی شخصیت کی اہمیت کو بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں آپ جامع الصفات شخصیت تھے۔ اکابر کی جملہ صفات آپ کی ذات میں جمع ہو گئی تھیں۔ اس قدر اونچی شخصیت ہونے کے باوجود غرباء سے آپ کو بے حد محبت تھی۔ نمود ونمائش سے سخت پرہیز تھا۔ ۲۱ فروری کو ۲ بجے جب ان کا جنازہ اٹھا تو گردوپیش کی چھتوں اور چوباروں سے عورتوں کے نالہ ہائے ماتم کے علاوہ تقریباً ایک لاکھ ماتم گساروں کے چہرے اشکبار تھے۔ نظر کے سامنے تھا کہ اللہ والوں کا جنازہ یونہی اٹھا کرتا ہے۔

شیخ سلفی کی قناعت پسندی:۔ سوانح نگار حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کے اخلاق اور قناعت پسندی کے متعلق فرماتے ہیں کہ ابتداء میں حضرت کی تنخواہ صرف 25 روپے تھی مگر کبھی تنخواہ بڑھانے کا مطالبہ نہیں فرمایا۔ بارہا زیادہ تنخواہ پر ملک وبیرون ملک سے پیشکش ہوئی تو فرماتے کہ منڈی یا مارکیٹ میں نہیں آیا ہوں کہ میری قیمت مقرر کی جائے۔

مسلکی اختلاف میں اعتدال:۔ علم کے ساتھ حلم کا جوہر بھی حضرت رحمہ اللہ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ایک دفعہ مولانا حاجیوں کو رخصت کرنے کے لیے لاہور تشریف لے گئے۔ نماز کا وقت ہو گیا۔ اسٹیشن کے بالا میدان میں جماعت کرانے لگے تو ایک بوڑھے نے کہا کہ میری نماز آپ کے پیچھے نہیں ہوتی۔ آپ نے رومال اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور پیچھے ہٹ گئے اور کہا بابا جی آپ جماعت کرائیں میری نماز آپ کے پیچھے ہو جاتی ہے۔ وہ بوڑھا شرمندہ ہو گیا اور معافی مانگی اور پھر اصرار کر کے حضرت کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ ہم عصر علماء سے آپ کا برتاؤ

مثالی تھا۔ یہ ممکن نہ تھا کہ کوئی شخص آپ کے پاس بیٹھے اور اثر قبول نہ کرے۔ دوران جیل آپ کی معیت مولانا ابوالحسنات کو نصیب ہوئی۔ آپ مسجد وزیر خان کے امام اور پکے بریلوی تھے اور اہل حدیث کو کافر تک کہنے سے گریز نہیں کرتے تھے۔ مگر جب والد گرامی سے ملاقات ہوئی تو ایسے گرویدہ ہوئے کہ کئی دفعہ گوجرانوالہ میں ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ (سوانح مولانا محمد اسماعیل سلفی ص 32)

اتحاد بین المسلمین کی کوشش:۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ ایک ایسا قیمتی وجود ہے جنہیں دیکھ کر اسلاف کے تقدس، فقر، علو کردار اور رفعت فکر و نظر کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ وہ نہ صرف فرقہ وارانہ منافرت کے خلاف تھے بلکہ انہوں نے مختلف فرقوں کے مابین فروعی اختلافات ختم کرنے کی کوشش کی۔ (سوانح مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ ص 35)

جناب عبد الغفار اثر صاحب مولانا کی شخصیت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں مولانا نے اپنے خطبات اور خطابت میں فروعی مسائل کو کبھی اس طرح بیان نہیں کیا کہ اختلاف کی آگ بھڑک اٹھے۔ آپ نے منبر و محراب میں کبھی فرقہ وارانہ جذبات کو برانگیخت نہیں کیا۔ وہ اس کو افتراق و تشتت سے تشبیہ دیتے تھے۔ مخالفین کے ناروا حملوں کی صورت میں بھی مصالحانہ رویہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔

(سوانح مولانا محمد اسماعیل سلفی ص 47)

فتاویٰ جات میں مسلکی اعتدال:۔ مولانا سلفی رحمہ اللہ کو اللہ رب العزت نے یہ ملکہ عنایت فرمایا تھا کہ علوم متحضر رکھتے تھے۔ اگر کوئی شخص تحریری طور پر فتویٰ طلب کرتا تو نہایت مدلل اور جامع جواب دیتے۔ بعض علماء فتویٰ دیتے ہوئے طعن و تشنیع سے کام لیتے ہیں مگر حضرت سلفی رحمہ اللہ کے ہاں فتاویٰ میں طنز کی رسم پروان نہیں چڑھ سکی۔ حضرت سلفی رحمہ اللہ کے فتاویٰ تبلیغ دین کا ایک ذریعہ تھے۔ کتنا ہی تلخ سوال ہو۔ اپنے مسلک کے بالکل الٹ ہی کیوں نہ ہو۔ مگر اس قدر دلائل و براہین سے، محبت کی چاشنی سے اور نہایت نرم الفاظ سے فتوے کی عبارت رقم فرماتے۔

(سوانح مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ ص 70)

شاگرد کو راہ اعتدال کی تلقین:۔ اپنے ایک تلمیذ کو خط کا جواب ارسال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کئی دن ہوئے خط ملا تھا مصروفیت اور علالت کی وجہ سے جواب نہ دے سکا۔ تبلیغ میں الفاظ کی شدت اور فتویٰ بازی سے پرہیز کریں۔ اس سے نفرت بڑھتی ہے "وجادلهم بالتي هي احسن" پر عمل کریں۔ لوگوں سے ذاتی تعلقات بڑھائیں غم اور خوشی میں ان سے مناسب ربط قائم رکھیں۔ یہ بے حد مؤثر چیز ہے۔

(سوانح مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ ص 73)

فرقہ وارانہ تنگ نظری کے مخالف:۔ مکرمی و محترمی جناب ایڈیٹر صاحب

حضرت مولانا محمد اسماعیل رحمہ اللہ کی وفات سے دل کو سخت رنج و غم ہوا مرحوم برصغیر کے ممتاز عالم، وسیع النظر محقق، مفکر اور مصنف تھے۔ درس و تدریس اور خطابت کے ذریعہ آپ نے دین و ملت کی طویل عرصہ تک جو خدمات انجام دیں وہ ہمیشہ یادگار رہیں گی۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ وحدتِ اُمت کے زبردست داعی تھے اور فرقہ وارانہ تنگ نظری کے شدید مخالف تھے۔ ان کے انتقال سے علماء کی صفوں میں شدید خلاء محسوس کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے دامان رحمت میں جگہ دے اور آپ کی جماعت کے صاحبان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

والسلام مخلص (سجاد میرٹھی)

(سوانح مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ ص 38)

اولیاء کی دعا باعثِ سعادت: مولانا حافظ عبد الحق صدیقی خطیب اعظم ساہیوال حضرت کے جنازے کی کیفیت بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں "جس شخصیت کے جنازے میں ہزاروں علماء اور ولی شامل ہوں اور وہ رو رو کر اللہ سے التجائیں کر رہے ہوں کہ اے اللہ! اس کے گناہوں سے درگزر فرما۔ اس کو جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرما۔ اس میں اور اس کی خطاؤں میں اتنا فاصلہ کر دے جتنا مشرق و مغرب میں ہے۔ اے اللہ! اس کی مہمانی فرما۔ تو ایسے خوش نصیب کی بخشش میں کیا شک رہ جاتا ہے۔ (سوانح مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ ص 41)

اصطلاحاتِ صوفیاء کا استعمال:۔ ۳۱ مارچ ۱۹۵۵ء کی میٹنگ کے اگلے روز یعنی یکم اپریل ۱۹۵۵ء کو علوم اسلامی کی اس عظیم درس گاہ کا سنگ بنیاد رکھ دیا گیا۔ اس مبارک میٹنگ میں اس وقت کے امیر جمعیت اہل حدیث حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ، ناظم اعلیٰ شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل رحمہ اللہ قدوۃ السالکین جناب میاں محمد باقر رحمہ اللہ جھوک دادو والے اور امیر المجاہدین حضرت صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ جیسے اصحاب علم و فضل وزہد وتقویٰ شریک تھے۔ یہ جامعہ فیصل آباد میں لاہور، شیخوپورہ روڈ پر بیس ہزار مربع میٹر اراضی میں شمال مشرقی جانب واقع ہے۔ (سوانح مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ ص 83)

ولی کی مستجاب رقت آمیز دعاؤں کا نتیجہ:۔ ۲۳ مئی ۱۹۶۷ء بروز جمعۃ المبارک حضرت الامیر مولانا محمد اسماعیل رحمہ اللہ مرحوم نے اپنے دست مبارک سے ایک جم غفیر کی موجودگی میں الجامعہ تعلیم القرآن والحدیث للبنات کی بنیاد رکھی اور انتہائی رقت آمیز طریقے سے جامعہ کی کامیابی کے متعلق دعائے خیر فرمائی۔ دعا میں اس قدر تضرع تھا کہ مجمع میں ہر شخص اشکبار تھا۔ آج اس مدرسہ کو جو عظیم الشان کامیابیاں حاصل ہو رہی ہیں وہ یقیناً حضرت سلفی کی مستجاب دعاؤں کا نتیجہ ہیں۔ (سوانح مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ ص 89)

وسعتِ قلبی کی روشن دلیل:۔ حضرت مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ نے ابتدائی تعلیم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ سے حاصل کی۔ آپ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ کے اولین طلباء میں سے تھے۔ مولانا سلفی نے ندوی صاحب رحمہ اللہ کے علمی ذوق کے پیش نظر ان کے والد کو مشورہ دیا کہ وہ انہیں لکھنؤ کے مشہور و معروف مدرسہ ندوۃ العلماء میں داخل کرا دیں چنانچہ حضرت سلفی کی ترغیب و تحریک پر آپ ندوۃ العلماء میں داخل ہو گئے۔

ندوہ میں آپ نے مولانا حفیظ اللہ اعظمی رحمہ اللہ سے معقولات، مولانا حیدر حسن ٹونکی رحمہ اللہ سے حدیث، مولانا شبلی رحمہ اللہ فقیہہ سے فقہ، مولانا عبدالرحمٰن نگرامی رحمہ اللہ سے علوم القرآن، علامہ زینبی رحمہ اللہ اور مولانا عبدالعلیم رحمہ اللہ سے ادب کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ سے بھی بہت کچھ سیکھا۔ درس نظامی سے فراغت کے ساتھ ساتھ آپ نے ذاتی محنت و شغف سے انگریزی زبان سیکھی۔ (143)

مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ:۔ ۱۹۱۸ء کو لکھوکے (ضلع فیروز پور) میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۰ء میں کچھ عرصہ حضرت مولانا سلفی رحمہ اللہ کے حلقۂ شاگردی میں رہے۔ مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ کے بڑے بھائی تھے۔ متقی اور پرہیز گار بزرگ، تہجد گزار، مہمان نواز اور بلند اخلاق تھے، بہت لوگوں نے ان سے استفادہ کیا۔ بلاشبہ پیکر حسنات تھے۔ ۲۸ فروری ۱۹۹۸ کو موضع الہ آباد (تحصیل دیپال پور، ضلع اوکاڑہ) میں وفات پائی۔

(سوانح مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ ص 156)

نام کتاب:۔ تحریک پاکستان اور اہل حدیث.... تالیف:۔ مولانا عبدالعظیم انصاری

شاہ ولی اللہ اسلاف کی نظر میں: شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ ۱۵ سال کی عمر میں علوم وفنون کی تحصیل سے فارغ ہو گئے ان کی علمی وسعت، ذہانت اور بصیرت کا اندازہ ان کی تصانیف سے لگایا جا سکتا ہے جن کی تعداد پچاس سے زیادہ ہے۔ شاہ صاحب کی تصانیف میں سے سب سے زیادہ مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ ہے۔ (تحریک پاکستان اور اہل حدیث ص ۱۲)

☆ اسلامیان ہند میں سیاسی اور مذہبی بیداری شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی تجدیدی اور اصلاحی مساعی کی بہت بڑی حد تک رہین منت ہے۔

(تحریک پاکستان اور اہل حدیث ص ۱۴)

☆ شاہ صاحب رحمہ اللہ کے بعد آپ کے فرزندان گرامی شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالغنی رحمہم اللہ نے جو علم و حکمت، فہم و فراست اور زہد و ورع میں اپنی مثال آپ تھے دینی، ملی اور اصلاحی عدیم المثال کارنامے سرانجام دیئے۔

(تحریک پاکستان اور اہل حدیث ص ۱۴)

مشائخ صوفیاء علمائے اہل حدیث کی نظر میں:۔ مسلمانوں کی اس زبوں حالی اور ابتری سے جو لوگ متاثر ہوئے ان میں حضرت

سید احمد شہید، مولانا محمد اسماعیل دہلوی رحمہما اللہ اور ان کے رفقائے کرام کے اسمائے گرامی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ یہ پاک باز اور نیک باطن خدا کے بندے دلوں میں اسلامی تڑپ لے کر اجتماعی طور پر میدان عمل میں نکلے اور پورے ہندوستان کے دیہات و قصبہ اور شہروں میں پہنچ کر مسلمانوں کو منظم کر کے انہیں جد و جہد کے لیے تیار کیا۔ (تحریک پاکستان اور اہل حدیث ص ۱۴، ۱۵)

مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ:۔ حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کا شمار برصغیر پاک و ہند کے ممتاز اہل علم اور عظیم رہنمایان ملت میں ہوتا ہے۔ آپ ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو علم و فضل، زہد و اتقاء اور فہم و فراست میں اپنا ثانی نہیں رکھتا ہے۔ ملک عبدالرشید عراقی صاحب آپ کے حالات میں لکھتے ہیں:

''مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ بڑے آتش بیان خطیب تھے جب وہ کسی جلسے سے خطاب کرتے تو ایک سماں بندھ جاتا۔ حاضرین میں جوش و خروش پیدا ہو جاتا۔ مولانا غزنوی رحمہ اللہ کا شمار ملک کے نامور مقررین میں ہوتا تھا وہ بڑے فصیح البیان خطیب تھے ان کی زبان میں دریا کی روانی تلوار کی کاٹ اور صبا کی لطافت تھی۔ ان کی تقریر میں بلا کا درد اور سوز ہوتا تھا۔ (الاعتصام ۲۹ جمادی الثانی ۱۴۰۵ء)

لکھوی خاندان کی ابتدائی بیعت نقشبندیہ:۔ متحدہ ہندوستان خصوصاً پنجاب میں لکھوی خاندان نے نہایت شاندار علمی، دینی، تبلیغی، تصنیفی اور سیاسی خدمات انجام دیں ہیں، خاندان کے جد امجد اور مورث اعلیٰ حافظ بارک اللہ رحمہ اللہ اور ان کے بیٹے حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ نے پنجابی شاعری میں بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں اسلامی تعلیم کو عام فہم اور آسان طریقے سے عوام میں پیش کیا حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ نے قرآن مجید کی مکمل تفسیر پنجابی زبان میں نظم کی۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں مثلاً ''زینت الاسلام''، ''احوال الآخرت'' وغیرہ تصنیف کیں حافظ بارک اللہ رحمہ اللہ، حضرت شاہ غلام علی رحمہ اللہ کے نامور خلفاء میں سے تھے۔ نہایت متورع، متدین، عابد و زاہد ولی اللہ اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ ان کے والد گرامی حافظ احمد رحمہ اللہ اور جد امجد حافظ محمد امین رحمہ اللہ بھی اپنے وقت میں صاحب فضل و کمال تھے۔

(تحریک پاکستان اور اہل حدیث ص 41)

حلقہ ذکر نقشبند میں مریدین کا حال:۔ حافظ محمد بن حافظ بارک اللہ رحمہ اللہ کے بیٹے مولانا محی الدین عبدالرحمٰن رحمہ اللہ تھے۔ نہایت پارساز یادہ تر خدا کی یاد میں مشغول رہتے۔ حلقہ ذکر میں صرف ''اللہ'' کی آواز سے لوگ بے ہوش ہو جاتے۔ آپ شیخ الکل حضرت میاں سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔ ۱۳۱۲ ہجری میں حج بیت اللہ کیلئے گئے اور مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ جنت البقیع میں جلیل القدر صحابی رسول ﷺ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کے پاس مدفون ہوئے۔ (تحریک پاکستان اور اہل حدیث ص ۴۱)

عارف باللہ مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ:۔ مولانا محمد علی رحمہ اللہ کے دو فرزندان گرامی مولوی محی الدین اور مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ تھے مولانا محی الدین نامور عالم دین، عارف باللہ اور درویش صفت بزرگ تھے۔ فکر آخرت ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ دنیا کی طرف رغبت بہت کم تھی ۱۹۶۵ء میں پنجاب اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ لیکن ماحول راس نہ آیا تو مستعفی ہو گئے۔ یہ خدا رسیدہ ولی کامل اور روحانی شخصیت ۲۸ فروری ۱۹۹۸ء کو اللہ کو پیاری ہو گئی۔ ان کے چھوٹے بھائی مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ شروع سے ہی سیاست میں بھرپور حصہ لیتے رہے ہیں ایک عرصہ تک مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کے امیر رہے۔ تیسری بار قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ پاکستان کی فلاح و بہبود کیلئے ملکی سیاست میں ہر طرح سرگرم تھے۔ (تحریک پاکستان اور اہل حدیث)

متصوف غزنوی خاندان کی نامور شخصیات:۔ غزنوی خاندان کے گل سرسبد، مجاہد حریت، عظیم سیاست دان، تحریک آزادی کے مقتدر راہنما اور نامور عالم دین حضرت مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی آزادی وطن کی خاطر مساعی، قید و بند اور مصائب و آلام کے بارے میں آپ سابقہ اوراق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اس کے علاوہ اس خاندان کے دیگر حضرات مولانا اسمٰعیل غزنوی، سید عبدالغفار غزنوی رحمہ اللہ، سید عمر فاروق غزنوی رحمہ اللہ، سلطان ابن سعود ابن سعود (عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن) فرماں روا سعودی عرب کی طرف سے

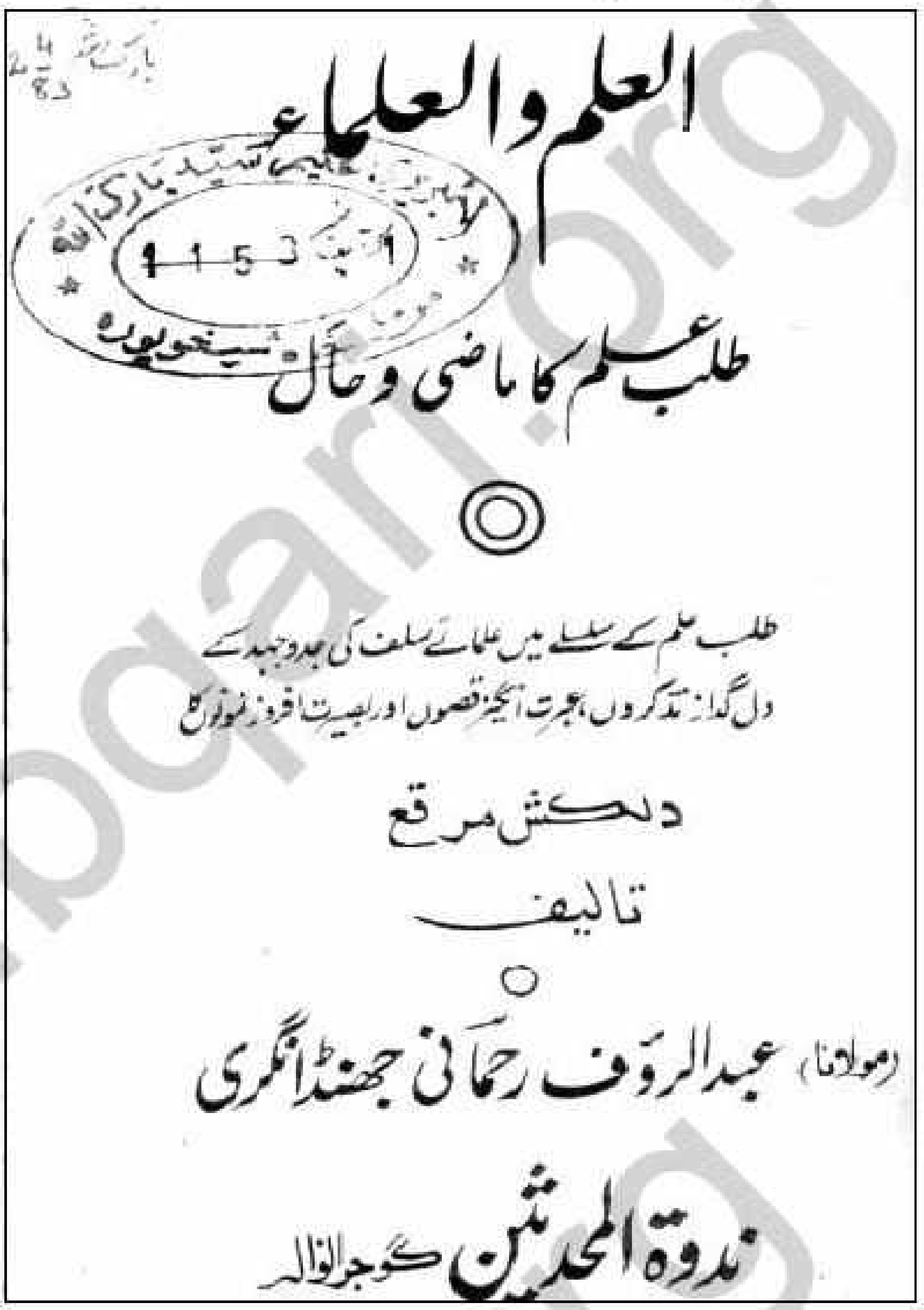

11530
شیخوپورہ

العلم والعلماء

طلب علم کا ماضی و حال

طلب علم کے سلسلے میں علمائے سلف کی جدوجہد کے
دل گداز تذکروں، عبرت انگیز قصوں اور بصیرت افروز نمونوں کا

دلکش مرقع

تالیف

(مولانا) عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری

ندوۃ المحدثین گوجرانوالہ

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب:۔ العلم والعلماء

مصنف ________ مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری

اشاعت ________

تعداد ________

قیمت ________

مطبع ________

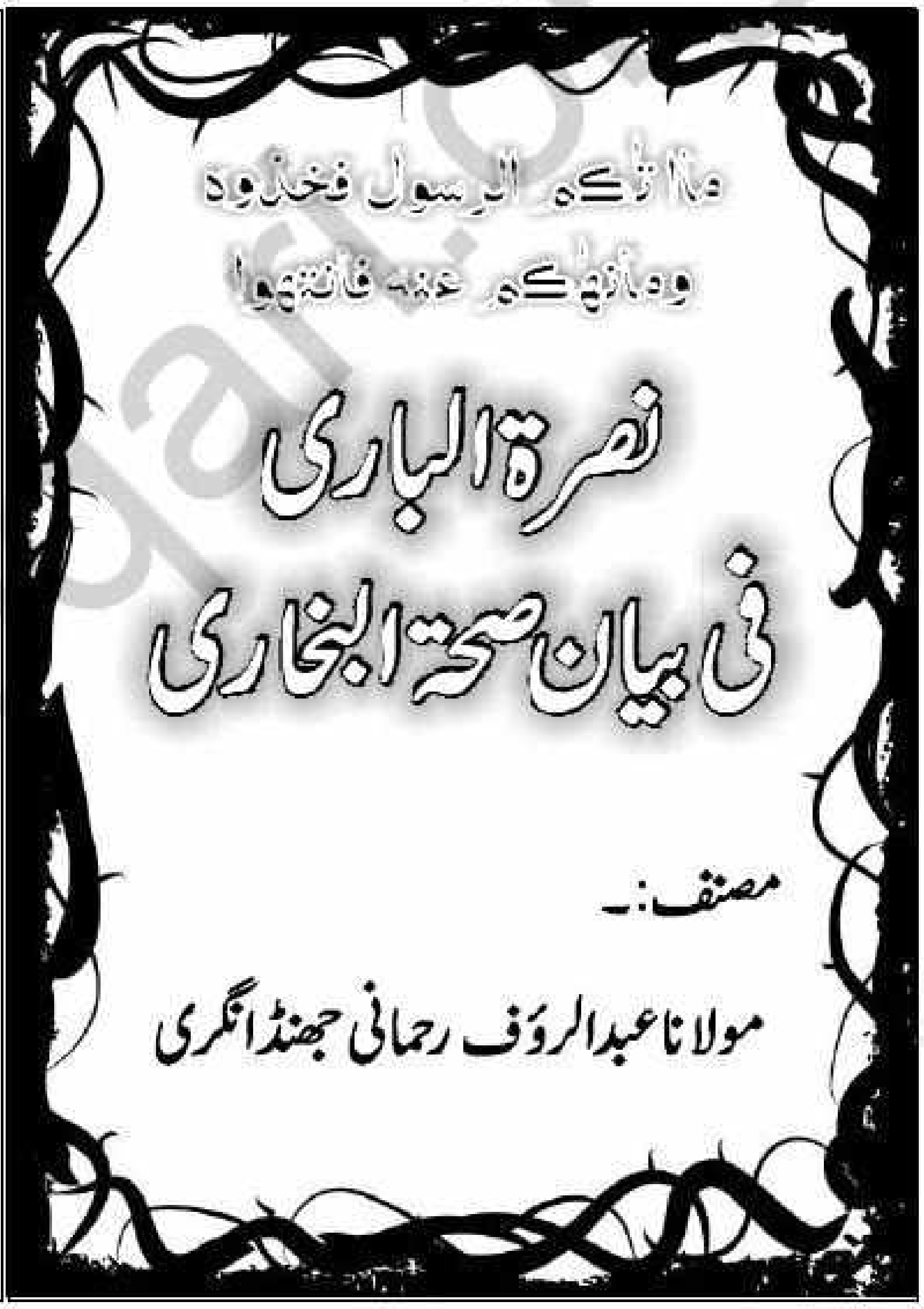

ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ
وما نھٰکم عنہ فانتہوا

نصرۃ الباری فی بیان صحۃ البخاری

مصنف:۔

مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب:۔ نصرۃ الباری فی بیان صحۃ البخاری

مصنف ________ مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری

اشاعت ________

تعداد ________

قیمت ________

مطبع ________

ہندوستان میں سفارتی امور انجام دیتے رہے۔ (تحریک پاکستان اور اہل حدیث ص۴۲، ۴۳)

غزنوی صوفیاء کا فیض بھوجیانی خاندان میں :۔ موضع بھوجیاں ضلع امرتسر میں تحصیل ترنتارن کا ایک گاؤں تھا۔ تمام آبادی مسلمانوں پر مشتمل تھی، یہ بستی اہل علم، متدین، نیکوکار لوگوں اور اہل توحید کا مرکز تھی۔ مولانا فیض محمد جو حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے ان کی بدولت یہاں توحید وسنت کی شمع روشن ہوئی۔

کتاب کا نام :۔ العلم والعلماء
مصنف :۔ مولانا عبدالرؤف خان رحمانی جھنڈانگری

اساتذہ ومشائخ کا احترام

رأیت احق الحق حق المعلم ۔۔۔ واوجبہ حفظا علی کل مسلم
لقد حق ان یھدی الیہ کرامۃ ۔۔۔ لتعلیم حرف واحد الف درھم

یعنی استاد کا حق سب حقوق سے بڑھ کر ہے اور ہر مسلمان کو اس حق کا لحاظ ضروری ہے اور استاذ تو اس لائق ہے کہ ایک ایک حرف پر ہزاروں درہم نذر کئے جاویں۔'' اب احترام اساتذہ پر چند واقعات ملاحظہ ہوں:۔

خلیفہ وقت کے بچوں کا ادب :۔ علامہ شبلی رحمہ اللہ نے ''المامون'' میں ابن خلکان تذکرۂ فراء کے حوالے سے لکھا ہے کہ خلیفہ مامون کے دو بچے فراء نحوی سے تعلیم پاتے تھے۔ ایک بار وہ کسی کام کے لیے مسند تدریس سے اٹھا دونوں شہزادے دوڑے کہ جوتیاں سیدھی کر کے آگے رکھ دیں، چونکہ دونوں ساتھ پہنچ گئے تھے اس لئے پہلے تو جھگڑا ہوا پھر خود ہی طے کر کے ہر ایک نے ایک ایک جوتی سامنے لا کر رکھی۔ مامون نے ایک ایک چیز پر پرچہ نویس مقرر کر رکھے تھے۔ اس واقعہ کو بھی پرچہ نویسوں نے پہنچایا۔ مامون کو جب اطلاع ہوئی تو فراء بڑی شان سے دربار میں طلب ہوا مامون نے فراء سے کہا سب سے زیادہ معزز کون ہے؟ فراء نے کہا امیر المؤمنین۔ مامون نے کہا سب سے زیادہ معزز وہ ہے جس کی جوتیاں سیدھی کرنے پر امیر المؤمنین کے لخت جگر آپس میں جھگڑا کریں۔ پھر خلیفہ مامون نے اہل دربار کو واقعہ سنایا اور استاذ و شہزادگان کو اعلیٰ قدر مراتب انعام دیا۔ اس واقعہ کو حافظ بخاری نے فتح المغیث میں مفصل نقل فرمایا ہے۔ (العلم والعلماء ص۱۴)

حصول فیض کا ذریعہ اساتذہ ومرشد کا ادب :۔ محدث سفیان بن عینیہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد کی نصیحت تھی کہ اپنے اساتذہ کی خدمت واطاعت کو واجب سمجھو۔ اسی لئے میں اساتذہ کی خدمت میں مشہور تھا۔ میرے والد کا مقولہ تھا۔ لن یسعد بالعلماء الامن اطاعھم فاطعھم تسعد واخدمھم تقتبس من علمھم (تھذیب الاسماء جلد اول ص۲۲۵) یعنی علماء واساتذہ سے وہی فیض اٹھائے گا جو ان کی خدمت کرے گا...... ۔ (العلم والعلماء ص۱۵)

ادب پر ایک تاریخی واقعہ :۔ خلیفہ ہارون الرشید نے شہزادہ مامون کی تعلیم کے لئے یزیدی جیسے مجتہد فن کو مقرر کیا تھا۔ ایک دن یزیدی حسب معمول آیا مامون اس وقت محل میں تھا۔ خدام نے یزیدی کے آنے کی اطلاع دی مگر کسی وجہ سے مامون کو کچھ دیر ہوگئی۔ مامون جب باہر آیا تو یزیدی نے چھ سات بید رسید کئے۔ اتنے میں خادموں نے وزیر سلطنت جعفر بن یحییٰ برمکی کے آنے کی اطلاع کی۔ مامون فوراً آنسو پونچھ کر فرش پر بیٹھ گیا اور حکم دیا ''اچھا آنے دو'' جعفر حاضر ہوتا ہے اور دیر تک باتیں کر کے واپس جاتا ہے۔ یزیدی نے پوچھا کہ صاحبزادہ کچھ میری شکایت تو نہیں کی گئی؟ تو مامون نے سعادت مندی کے لہجہ میں کہا۔ استغفر اللہ میں اپنے والد ماجد ہارون الرشید سے تو کہنے کا نہیں، جعفر سے کیا کہوں گا؟ کیا میں نہیں سمجھتا کہ ادب وتعلیم سے مجھے کس قدر فائدے پہنچیں گے (تاریخ الخلفاء ص۳۲۶)

اس واقعہ کو حافظ ذہبی اور علامہ یافعی نے بھی تذکرہ اور مرأۃ الجنان میں قلم بند کیا ہے۔ (العلم والعلماء ص۱۵)

اساتذہ کی بے انتہا خدمت وادب :۔ امام زہری جو فن حدیث کے مدون اول ہیں۔ وہ اپنے استاد کی بے انتہا خدمت کرتے درس

حدیث سے پہلے اپنے استاد کا ایک باغ سینچتے اور کنویں سے ڈول بھر بھر کر نکالتے اور یہ عمل روزانہ کرتے۔

(تذکرۃ الحفاظ جلد اول درذکر شیخ عبید اللہ بحوالہ العلم والعلماء ص ۱۶)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا احترامِ اساتذہ:۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ احترام اساتذہ میں خود بھی بے نظیر تھے۔ فرماتے ہیں میری عمر گزر گئی، لیکن اس مدت میں میں نے ایسی نمازیں نہیں پڑھیں جن میں والدین کے ساتھ اساتذہ کے لئے دعا نہ کی ہو۔

(العلم والعلماء ص ۱۷، بحوالہ تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۶۱۸)

راہِ سلوک کا فقر اور امام شافعی کی تنگدستی:۔ سلیمان بن ربیع کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے شمار کیا کہ امام شافعی رحمہ اللہ سے استفادۂ علم کرنے والے اصحاب کتنے ہیں تو معلوم ہوا کہ نوسو سواریاں اہل علم کی موجود تھیں۔ یہ وہی امام ہیں جنہوں نے طالب علمی کا زمانہ نہایت تنگ دستی سے بسر کیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں علم کا مزہ اس کو آتا ہے جس نے تنگ دستی میں علم سیکھا ہو۔ فرمایا زمانہ طالب علمی میں میری یہ حالت تھی کہ مجھے ضروری نوٹ کے لئے کاغذ بمشکل دستیاب ہوا کرتا۔ ”تہذیب الاسماء للنووی“ کے الفاظ ہیں ”نشا الشافعی یتیماً فی حجر امه فی قلة عیش و ضیق حال“ (العلم والعلماء ص ۲۴، بحوالہ تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۴۶ و تاریخ المشاہیر ص ۱۸)

سفیان ثوری کا امام اعظم کا ادب کرنا:۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کے بھائی کا انتقال ہو گیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ان کے پاس تعزیت میں گئے حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے امام صاحب رحمہ اللہ کا استقبال فرمایا اور تکریم و تعظیم کرتے ہوئے امام کو اپنی جگہ پر لا کر بٹھایا اور خود سامنے بیٹھ گئے کچھ لوگوں نے اختلاف مسلک کے باوجود اس طرح برتاؤ پر تعجب کا اظہار کیا تو سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا مجھے ان کے علم کا احترام لازم ہے۔ اگر اس کا لحاظ بھی نہ کروں تو مجھے ان کی نقاہت کا لحاظ لازم ہے اگر اس کا بھی لحاظ نہ کروں تو مجھے عمر میں ان کے بڑے ہونے کا احترام ضروری تھا۔ اگر اس سے صرف نظر کر لیں تو پھر ان کے ورع و تقویٰ و تدین کا لحاظ لازم ہے۔

(العلم والعلماء ص ۳۸، بحوالہ تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۲۲۰)

امامِ صوفیاء حافظ الحدیث کا ادب: خلیفہ ہارون رشید رحمہ اللہ کے ساتھ مقام رقہ میں ملکہ زبیدہ بھی موجود تھی، اتفاق سے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی تشریف آوری رقہ میں ہوئی۔ امام کی آمد پر ایک شور وغل کی آواز بلند ہوئی ملکہ زبیدہ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ حافظ الحدیث عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ رقہ میں آ رہے ہیں۔ اہل شہر ان کے استقبال میں بھاگ دوڑ کر رہے ہیں ملکہ نے فرمایا ”هذا والله الملك“ قسم بخدا بادشاہ تو ان کو کہتے ہیں ان کے سامنے ہارون کی بادشاہت ہیچ ہے کیونکہ امام کی تکریم و تعظیم میں آدمی بے تابی اور اشتیاق سے دوڑ رہا ہے اور ہارون کی آمد پر آدمی صرف پولیس و حکام کے ڈر سے آتے ہیں۔ (العلم والعلماء ص ۳۸، بحوالہ طبقات ابن سعد ج ۱۰)

نابینا محدث کا ادب:۔ حضرت ابومعاویہ الضریر رحمہ اللہ ایک نابینا محدث تھے ہارون رشید رحمہ اللہ نے ابومعاویہ رحمہ اللہ سے بھی احادیث کا سماع کیا تھا۔ ایک دن کا حال ابومعاویہ نے حضرت علی بن مدینی رحمہ اللہ (امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ) سے اس طرح بیان کیا کہ کھانا کھا کر میں جب فارغ ہوا تو ہاتھ دھونے لگا میں تو نہ سمجھ سکا کہ میرا ہاتھ کون دھلا رہا ہے۔ لیکن ہارون نے خود پوچھا کہ مولانا آپ کا ہاتھ کس نے دھلایا ہے؟ فرمایا مجھے کیا علم ہو سکتا ہے؟ ہارون نے کہا میں نے آپ کا ہاتھ خود ہی دھلایا ہے۔ اجلاگللعلم اور آپ کے علم کا احترام ہی میرے پیش نظر ہے۔ (العلم والعلماء ص ۳۸، بحوالہ تاریخ خطیب ج ۱۴ ص ۹)

صوفی باکمال امام غزالی کا علم و فضل:۔ امام غزالی رحمہ اللہ کا واقعہ ہے کہ امام صاحب کے والد اپنی قلت مال سے مصارف تعلیم نہ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے مجبوراً امام غزالی رحمہ اللہ کو وطن چھوڑنا پڑا۔ تحصیل علم کے بعد جب وہاں سے وطن آ رہے تھے تو راستہ میں امام صاحب لٹ گئے۔ آپ نے قزاقوں کے افسر سے درخواست کی کہ میرے کتابی نوٹ فقط واپس کر دیئے جائیں۔ اس نے موقع پر واپس کرتے ہوئے طعنہ مارا جس کا اثر یہ ہوا کہ آپ نے اپنے وطن پہنچ کر نوٹ زبانی یاد کرنے شروع کئے یہاں تک کہ پونے تین

برس صرف کر دیئے اور ان مسائل کے حافظ بن گئے اب تکمیل علم کے لئے وطن سے دوبارہ نکلے ۔ آپ نیشاپور میں امام الحرمین عبد الما لک رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت جد وجہد سے علم کی تحصیل شروع کی ۔ یہاں تک کہ اپنے تمام اقران میں ممتاز ہو گئے ۔ امام الحرمین رحمہ اللہ (امام غزالی رحمہ اللہ کے استاذ) کہا کرتے تھے کہ غزالی رحمہ اللہ دریائے زخار ہے ۔ آپ کے اس علم وفضل کا اثر یہ ہوا کہ مدرسہ نظامیہ (جس کا سالانہ خرچ چھ لاکھ اشرفیاں تھیں ایک اشرفی اس عہد کی پچیس روپیہ انگریزی کی ہم قیمت تھی) کی افسری کا فخر حاصل کیا ۔ آپ کو مدرسہ نظامیہ بغداد میں بڑی شان وشوکت کے ساتھ داخل کیا گیا ۔ اس وقت آپ کی عمر ۳۴ برس سے زائد نہ تھی، لیکن ابھی تشنگی تحقیق کی پوری نہیں سمجھتے تھے ۔ اس لئے آپ نے استعفیٰ داخل کیا جو کسی طرح منظور نہ ہوا ۔ آخر امام موصوف کا اصرار غالب آیا چنانچہ وہاں سے نکل کر شام دمشق پہنچے ۔ پھر اس کے بعد مصر واسکندریہ پہنچے، ایک شخص نے آپ کو بیابان میں دیکھا اس وقت ایک خرقہ بدن پر تھا اور ہاتھ میں پانی کی چھاگل تھی وہ ان کو چار سو شاگردوں کے حلقے میں دیکھ چکا تھا حیرت زدہ ہو کر پوچھا کہ کیا درس دینے سے یہ حالت بہتر ہے؟ امام صاحب نے اس کی طرف دیکھا اور یہ شعر پڑھا ؎

تادت بی الاشواق مهلاً فهذه   منزل من يهوى رويدك فانزل

اسی مبارک سفر میں ''احیاء العلوم'' بھی تصنیف کی (دیکھو الغزالی مؤلف مولانا شبلی نعمانی ص ۱۴ و ص ۲۴) غور کیجیے امام صاحب کو بیابان میں دیکھا اس وقت طلبا کے جھرمٹ اور شاہی انتظامات کو ترک کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ سوائے اس کے کیا کہا جائے کہ تحقیق حق اور انکشافات حقیقت کے شوق نے ۔ آخر میں آپ دوبارہ شاہی حکم سے مدرسہ نظامیہ تشریف لے گئے ۔ (العلم والعلماء ص ۵۲)

آداب مرشد آداب استاد سے سیکھیں:۔ طالب علم اور علم شناس حضرات اسے غور سے پڑھیں

۱۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں طالب علم کی نیت کا صحیح ہونا ۔

۲۔ استاد کا ایک ایک حرف کمال توجہ سے سننا ۔ اس کے بعد خوب غور وخوض سے مضامین کا دل میں اتارنا اور اس کے بعد اس کا محفوظ کر لینا ۔ دیندار رہنا، جھوٹ کبھی نہ بولنا، گناہ اور بدی کے قریب نہ جانا کیونکہ علماء نے لکھا ہے کہ اس کی وجہ سے انسان سئی الحفظ ہو جاتا ہے چنانچہ مشہور ہے ۔

شكوت الى وكيع سوءَ حفظى   فاوصانى الى ترك المعاصى (فوائد البهيه)

استاذ کو کبھی آزار نہ پہنچانا، اپنے عمل اپنی زبان اپنے اعضاء کے حرکات وسکنات کسی طرح سے استاذ کو رنجیدہ نہ کرنا ۔ حتیٰ کہ استاد سے کسی بات میں کیوں بھی نہ کہنا اشد ضروری ہے ایسا طالب بے ادب اور بے نصیب رہے گا مقولہ مشہور ہے با ادب با نصیب ۔

اسی طرح ''خزینة الاسرار'' میں ہے ''من قال لاستاذه لِمَ فهو لايفلح ابدا''

جس نے اپنے استاد سے کہا ''کیوں'' وہ سن لے کہ فلاح وبھلائی اسے حاصل نہیں ہو سکتی (دیکھو خزینۃ الاسرار فی مجالس الابرار ص ۵۴۷)

امام طاؤس یمنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: من السنة ان يوقر العالم لقوله صلى الله عليه وسلم ليس منامن لم يوقر كبيرنا ولاشك انه بمنزلة الوالد واجلاله من اجلال العلم (فتح المغیث ص ۳۲۴)

یعنی عالم دین کی توقیر وتعظیم سنت نبوی ﷺ سے ثابت ہے بلکہ عالم بمنزلہ والد کے ہے اس کی تعظیم خود علم کی تعظیم ہے ۔

ایک بزرگ نے تعظیم استاذ کے سلسلے میں لکھا کہ جب تمہارے کوئی استاد تمہارے یہاں آئیں تو ان کے ہاتھ کو بوسہ دو اور اونچی اور معزز جگہ پر ان کو بٹھاؤ اور تمیز وادب سے پیش آؤ اور ان کی ضروریات کو معلوم کرو اور حتی الامکان چھوٹی بڑی ہر ضرورت کو پورا کر دو ۔ (فتح المغیث ص ۳۲۴)

الفاظ یہ ہیں: اذا قدم عليك خذبركابه و قبل يده ووقرمجلسه واقض حوائجه كلها جليلها وحقير ها (فتح المغيث ص ۳۲۴)
(العلم والعلماء ص ۶۶ تا ۶۸)

نام کتاب:۔نصرۃ الباری فی بیان صحۃ البخاری
مصنف:۔مولانا عبدالرؤف خان رحمانی جھنڈانگری

صاحب کتاب مولانا اسمٰعیل سلفی کی نظر میں:۔

وضاحت :مخدوم العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ نصرۃ الباری فی صحۃ البخاری کے شروع میں گیارہ صفحات پر مشتمل نہایت علمی پر مغز مقدمہ تحریر کرنے کے بعد صاحب کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں: (از مرتب اثری)

''میرے محترم دوست مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری نے سنت کی نصرت وحمایت میں قلم اٹھایا ہے اور بڑی چھان پھٹک کر کے اس کے لئے مواد فراہم کیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو اس کا اجر دے''۔ (نصرۃ الباری ص ۱۷)

اسلاف کے آزمودہ ختم بخاری کے مجرب عملیات

زگل بوئے گلاب آید ازاں شاں　　　　که پنداری گل اندر گل سرشتی

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کے پڑھنے والوں کے لئے دعا فرمائی ہے۔
(مقدمہ فتح الباری ص ۱۲ اور ارشاد الساری ص ۲۹)

ہر پریشانی سے نجات:۔ (۱) امام ابو محمد بن ابی حمزہ رحمہ اللہ و دیگر عارفین اسلام نے تجربہ کے بعد لکھا ہے'' ان صحیح البخاری ماقریٔ فی شدۃ الافرجت ولارکب به فی مرکب الانجت ''(مقدمہ فتح الباری ص ۱۲ اور ارشاد الساری ج ۱ ص ۲۹ و اتحاف ص ۵۰ و تیسیر القاری ص ۵) یعنی صحیح بخاری جس حادثہ و جس تکلیف کے دفیعہ کے لئے پڑھی جائے گی یقیناً وہ حادثہ وہ سانحہ مندفع ہو جائے گا اور جس سواری اور جس کشتی میں ساتھ ہو گی اس کو نجات و کامیابی حاصل ہو گی۔

قحط سالی سے نجات:۔ (۲) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے بخاری شریف کے پڑھنے سے قحط سالیوں سے نجات ملتی ہے اور استسقاء میں اس کے ختم کی برکت سے بارش کا نزول ہوتا ہے۔ (ارشاد الساری ج ۱ ص ۲۹، البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۲۴)

حل مشکلات کے لیے آزمودہ:۔ (۳) علامہ قیراطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں صحیح بخاری کے ختم کرنے سے موانع و مشکلات دور ہو جاتے ہیں۔
وہ لکھتے ہیں: وھو الذی یتلیٰ اذا خطب عری　فتراہ للمحذور اعظم دافع (ارشاد الساری ج ۱ ص ۲۹)
یعنی نزول حوادث پر صحیح بخاری کا پڑھنا ایک مجرب دافع ثابت ہوا ہے۔

۴۔ حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے بھی ختم بخاری کے سلسلہ میں بزرگوں کے تجارب اور واقعات کو نقل کیا ہے (فتح المغیث ص ۱۸۵)

ہر جائز مقصد میں مجرب عمل (120 مرتبہ کا آزمودہ):۔ (۵) محدث میر جمال الدین رحمہ اللہ اپنے استاد اصیل الدین رحمہ اللہ سے راوی و ناقل ہیں کہ میں نے صحیح بخاری کو مختلف ایک سو بیس مقاصد کے لئے ایک سو بیس مرتبہ ختم کیا اور ہر مرتبہ جس مقصد کے لئے پڑھا وہ مقصد حاصل ہو کر رہا کبھی اپنے لئے پڑھا کبھی دوسروں کے لئے پڑھا۔ مگر بہر نیت کہ خواندہ ایم مقصود حاصل شد و مہم بکفایت انجامید۔
(اتحاف النبلاء ص ۱۰۴)

ہر پریشانی میں راہ نجات:۔ (۶) ایسا بھی ہوا ہے کہ صحیح بخاری کو حسن نیت کے ساتھ جس مقصد کے لئے پڑھا گیا ہے ختم ہونے سے پہلے ہی اس میں کامیابی حاصل ہو گئی ہے۔ چنانچہ شیخ تقی الدین قاضی القضاۃ ابن دقیق العید رحمہ اللہ کے زمانے میں تاتاریوں کا ہنگامہ شروع ہوا تو سلطان شام نے حکم دیا کہ علمائے کرام مسجد جامع میں جمع ہو کر صحیح بخاری کو ختم کریں۔ علمائے دین نے پڑھنا شروع کیا ختم ہونے میں

صرف ایک دن کی کسر رہ گئی تھی۔ شیخ ابن دقیق العید رحمہ اللہ مسجد جامع میں تشریف لے گئے اور علماء سے پوچھا ختم صحیح بخاری نمودید؟ علماء نے جواب دیا۔ وظیفه یک روز باقی است۔ شیخ نے فرمایا: خدا نے ختم ہونے سے پہلے فتنہ تاتار کا خاتمہ کر دیا۔ بری طرح شکست کھا کر تاتاری فوج بھاگ کھڑی ہوئی اور مسلمانوں کو پوری طرح کامیابی اور فتح یابی حاصل ہوئی (اتحاف النبلاء ص ۳۶۱)

دفع بلیات اور مصائب سے نجات:۔ (۷) شیخ عبدالحق صاحب علامہ دہلوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ بہت سے علماء اور مشائخ دین نے اس کو دفع بلیات اور رد مصائب وشدائد کے لئے پڑھا ہے اور اس میں ان کو کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ حصول مراد اور کفایت مہمات اور قضائے حاجات اور بیماریوں کی صحت وشفاء کے لئے صحیح بخاری کو ختم کر کے شیوخ وثقہ لوگوں نے اپنے مقصود کو حاصل کیا ہے۔ وایں معنی نزد علمائے حدیث بمرتبہ شہرت واستفاضہ رسیدہ۔ (اتحاف النبلاء)

یونانیوں کے حملے سے نجات:۔ (۸) جب یونانیوں نے ترکی پر حملہ کیا مصطفیٰ کمال پاشا مرحوم نے محاصرہ میں بحالت پریشانی شیخ سنوسی رحمہ اللہ کو تار دیا کہ بخاری شریف کو ختم کیا جاوے چنانچہ ان کے حکم کی تعمیل کی گئی اور بخاری شریف پڑھی جانے لگی ختم پورا ہونے سے پہلے ترک فتح یاب ہوئے۔ (ضرورت حدیث ص ۱۱۲)

ختم بخاری پر علمائے اہلحدیث کی شہادتیں

۹۔ نواب صدیق الحسن رحمہ اللہ لکھتے ہیں بخاری شریف کا ختم کرنا مصیبتوں کے دور کرنے میں تریاق مجرب ہے خواہ خود ختم کرے یا کسی دوسرے سے ختم کرائے۔ (الداء والدواء ص ۹۴)

۱۰۔ سیدنا سندنا ومرشدنا الشیخ (الاجل حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری رحمہ اللہ نے ختم صحیح بخاری کی ان برکات، دفع مصائب، ردّ بلا وغیرہ کا مقدمہ ''تحفۃ الاحوذی'' میں اعتراف فرمایا ہے۔

۱۱۔ استاذ المتاخرین فخر المحدثین شیخنا حضرت مولانا احمد اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ (پرتاب گڑھی) کا تعامل ہماری آنکھوں کے سامنے ہے کہ مختلف حادثات ومعاملات کے لئے خود بھی ختم بخاری فرماتے ہیں اور ہم جیسے ناچیز تلامذہ کے ذریعہ پاروں کو تقسیم فرما کر بھی ختم کراتے۔ متعدد واقعات کا مجھے خود ذاتی طور پر بھی علم ہے۔

مبارک خواب کی مبارک بشارت:۔ سوانح قاسمی میں لکھا ہے کہ جب مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ نے پنجاب کے ایک صاحب کشف وکرامات راؤ عبدالرحمٰن صاحب رحمہ اللہ سے اپنے لئے دعاؤں کی درخواست کی تو ان بزرگ نے جواب میں لکھا ''بھائی میں تمہارے لئے کیا دعا کروں میں نے اپنی آنکھوں سے دونوں جہان کے بادشاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تمہیں بخاری شریف پڑھتے ہوئے دیکھا ہے (سوانح قاسمی ج ا ص ۲۵۷)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح بخاری کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ میں بہت خاص بلندی حاصل ہے۔ کتب حدیث میں سے صرف صحیح بخاری کے ساتھ اس رؤیا صالحہ کا تعلق دکھایا گیا ہے اور محدث ابوزید رحمہ اللہ کو بھی خواب ہی میں فرمایا گیا تھا کہ تم میری کتاب کب پڑھاؤ گے؟ انہوں نے پوچھا کہ حضور ﷺ آپ ﷺ کی کون سی کتاب ہے؟ فرمایا محمد بن اسمٰعیل رحمہ اللہ کی کتاب یعنی صحیح بخاری۔

(مقدمہ فتح الباری وتہذیب الاسماء للنووی وحجۃ اللہ البالغہ)

اس قسم کے واقعات سے صاف واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صحیح بخاری کو سب سے زیادہ محبوب رکھا ہے۔ اب اس کی برکات خاصہ وثمرات صالحہ میں ادنیٰ شبہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی برکات سے مستفید کرے اور اپنی رحمتوں سے دارین میں سرخرو وسرفراز فرمائے و الحمد لله اولا و آخراً۔

امام بخاری رحمہ اللہ کی بادشاہت میں فقیری:۔ دنیا کی دولت والد ماجد کے ترکہ سے بہت کافی حاصل ہوئی تھی مگر اس سے اپنی

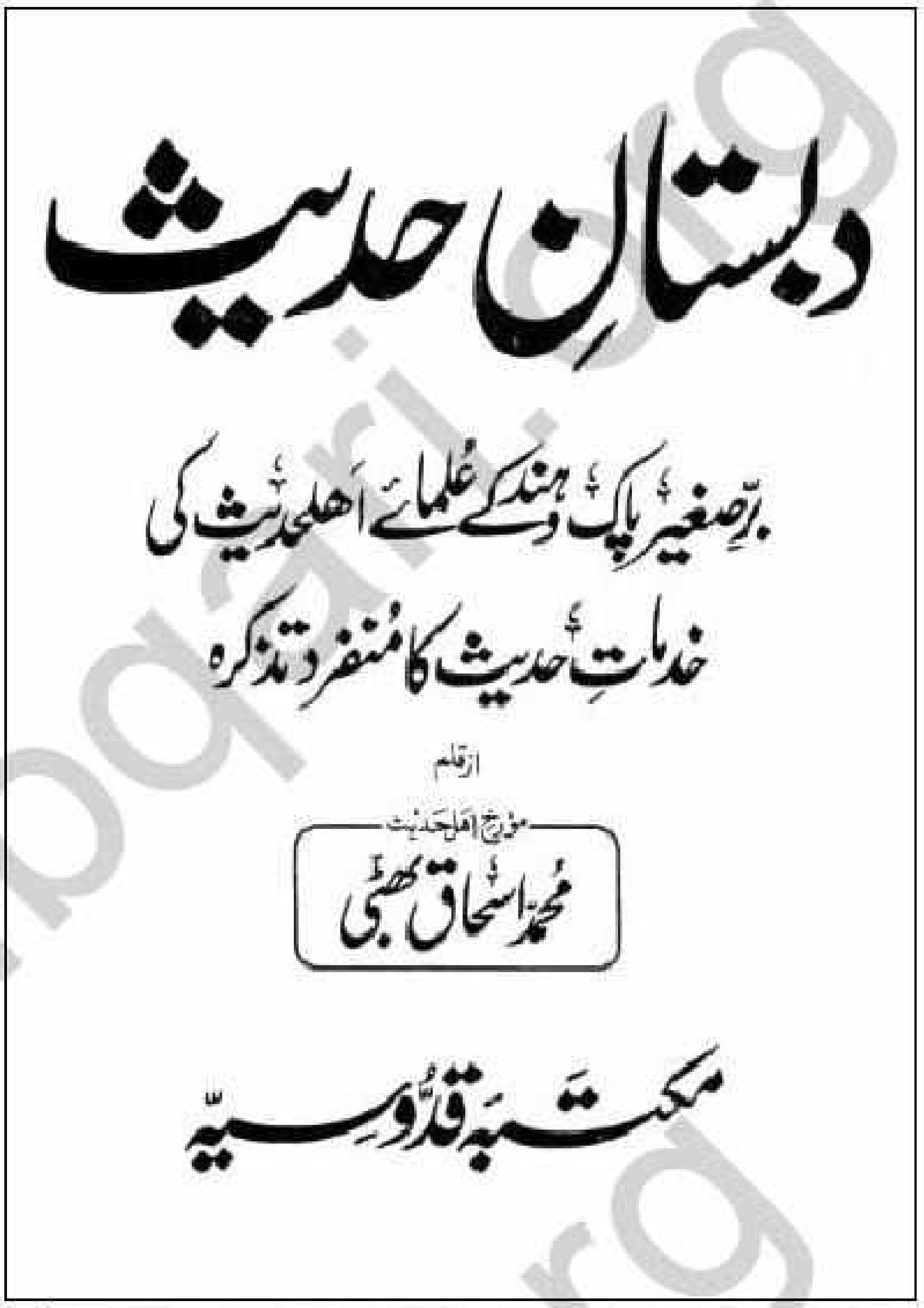

دبستانِ حدیث

برِصغیر پاک و ہند کے علمائے اہلحدیث کی
خدماتِ حدیث کا منفرد تذکرہ

ازقلم

مورخ اہلحدیث
محمد اسحاق بھٹی

مکتبہ قدوسیہ

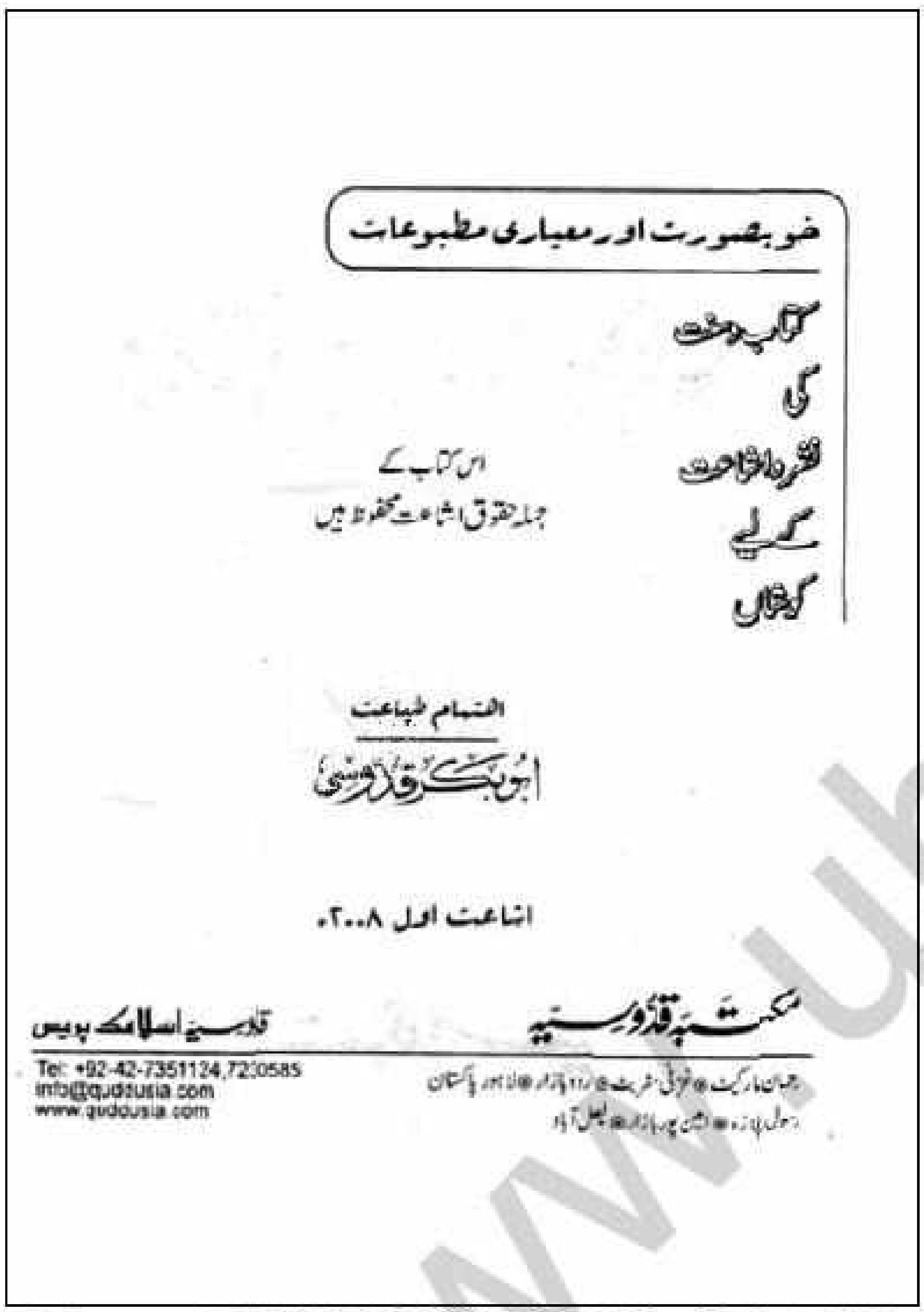

خوبصورت اور معیاری مطبوعات

کتاب و سنت
کی
نشر و اشاعت
کے لیے
کوشاں

اس کتاب کے
جملہ حقوق اشاعت محفوظ ہیں

اہتمام طباعت
ابوبکر قدوسی

اشاعت اول ۲۰۰۸ء

مکتبہ قدوسیہ
رحمان مارکیٹ ● غزنی سٹریٹ ● اردو بازار ● لاہور پاکستان
رسول پلازہ ● امین پور بازار ● فیصل آباد

قدوسیہ اسلامک پریس
Tel: +92-42-7351124,7230585
info@quddusia.com
www.quddusia.com

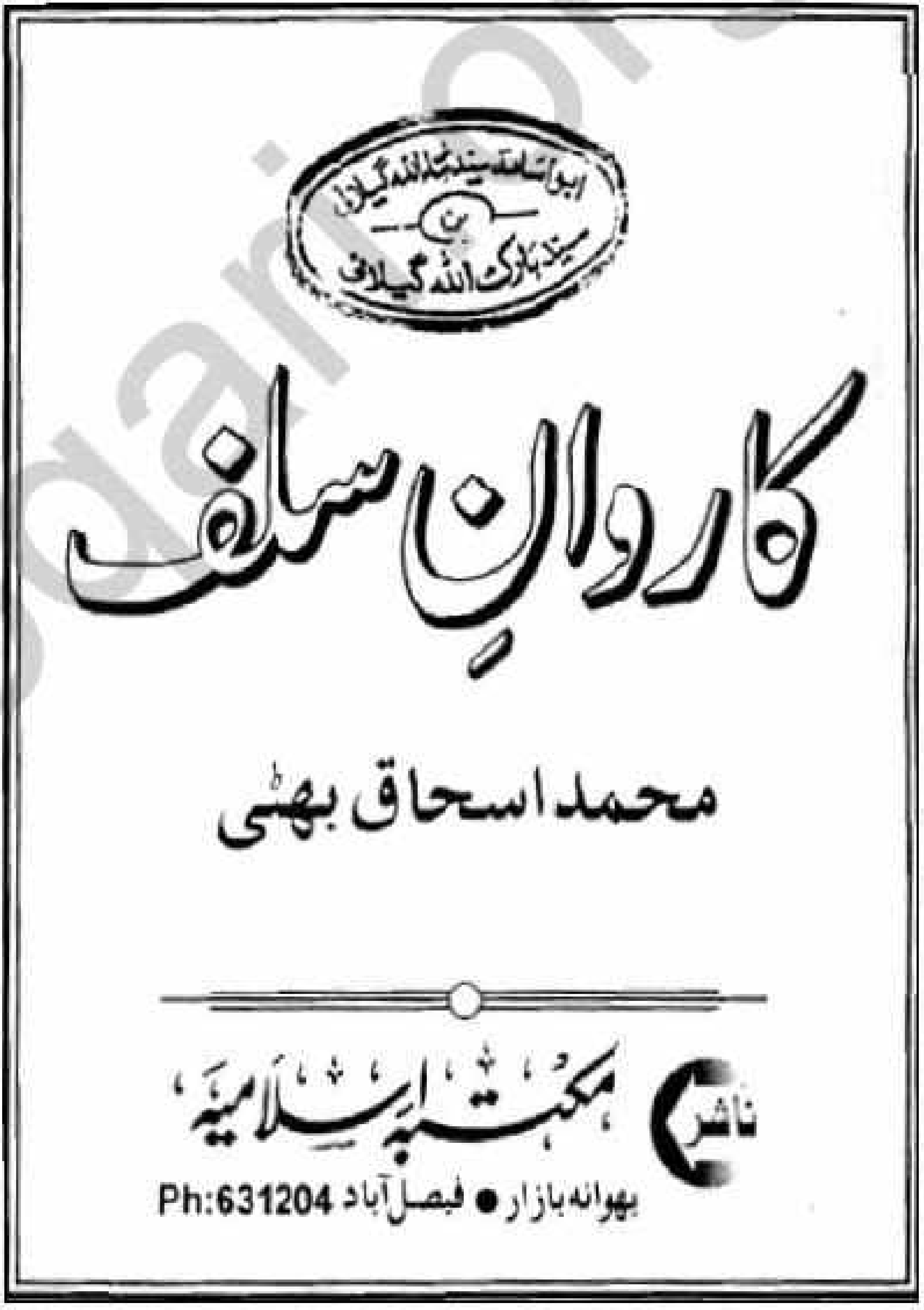

ابو اسامہ سید عبداللہ گیلانی
بن
سید بارک اللہ گیلانی

کاروانِ سلف

محمد اسحاق بھٹی

ناشر
مکتبہ اسلامیہ
بھوانہ بازار ● فیصل آباد Ph:631204

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کاروان سلف
مصنف ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی
ناشر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ محمد سرور عاصم
کمپوزنگ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مکتبہ اسلامیہ کمپوزرز
اشاعت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ دسمبر 1999
قیمت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ 225/روپے

کراچی میں ملنے کا پتہ
مکتبہ نورحرم
60/ نعمان سنٹر گلشن اقبال نمبر 5
کراچی نمبر 47 فون: 4965124

ذات کے لئے مستفید نہیں ہوئے۔ عام طور پر کھانا سادہ رہتا اس میں دال تک کا گزر نہ ہوتا۔ ایک دفعہ آپ بیمار ہوئے تو آپ کا قارورہ اس وقت کے اطباء نے دیکھا تو کہا یہ رنگ ان لوگوں کے رنگ کے مشابہ ہے جو دنیا میں زاہدانہ زندگی گزارتے اور کبھی دال سالن وغیرہ نہیں استعمال کرتے ہیں۔ اب ان کا علاج یہ ہے کہ خشک روٹیاں نہ کھائیں بلکہ ان کے ساتھ سالن استعمال کریں۔ آپ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بے شک چالیس سال ہو رہے ہیں کہ میں نے صرف خشک روٹی کا استعمال کیا ہے اور کسی سالن کو اس پوری مدت میں نہیں کھایا اور اب بھی کسی سالن کے کھانے کا ارادہ نہیں ہے عقیدت مندوں اور دیگر اہل علم نے بہت مجبور کیا تو روٹی کے ساتھ شکر کا استعمال منظور فرمایا (مقدمہ فتح الباری)

عبادت میں طے الوقت حاصل ہونا:۔ امام بخاری رحمہ اللہ رمضان مبارک میں تراویح کے بعد ایک ثلث قرآن پڑھ کر سوتے اس طرح قرآن ختم کرتے اور دن کا معمول یہ تھا کہ صبح سے افطار کے مابین ایک ختم روزانہ علیحدہ فرمایا کرتے۔ (مقدمہ فتح الباری)

علامہ یافعی رحمہ اللہ وابن الجوزی رحمہ اللہ نے دیگر ائمہ حدیث کے یومیہ ختم قرآن کے واقعات کو قلم بند فرمایا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ اور دنوں میں ایک قرآن روزانہ ختم کرتے مگر رمضان میں دو قرآن روزانہ ختم فرماتے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ عام طور پر ایک قرآن ختم فرماتے مگر رمضان مبارک میں تین قرآن روزانہ ختم فرماتے۔ (مرأۃ الجنان ج۲)

غرض امام بخاری رحمہ اللہ اتباع سنن، زہد وطاعت کے اعتبار سے بھی جامع المحاسن والفضائل تھے۔ (نصرۃ الباری ص۲۰۲ تا ۲۰۷)

نام کتاب:۔ دبستان حدیث .... مصنف:۔ محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ

دبستان حدیث کے اہلحدیث علماء

وضاحت:۔ ہمارے انتہائی محترم ومکرم جناب مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ نے اپنی اس تالیف میں برصغیر پاک وہند کے بہت سے ایسے علمائے اہل حدیث کا ذکر فرمایا ہے جنہوں نے کسی نہ کسی اسلوب میں حدیث شریف کی خدمت کی سعادت حاصل کی ہے۔ جناب بھٹی صاحب حفظہ اللہ کی یہ کتاب اس سلسلے کی تیسری کتاب ہے۔ وہ تاریخ اہل حدیث کے موضوع پر مسلسل لکھ رہے ہیں۔ (دبستان حدیث ص ۷)

خدمتِ علم کرامت سے کم نہیں:۔ اس تحقیقی و تصنیفی زندگی میں انہیں کئی ایک مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور پھر وہ عمر کے اس حصے میں ہیں کہ قلم کی توانائی عموماً بہت کم ہو جاتی ہے لیکن ان پر اللہ رب العزت کا خاص کرم ہے کہ چند سالوں میں ان کی درجن بھر کتب شائع ہو چکی ہیں اور ہر کتاب کم از کم چھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ وطن عزیز کے معروضی حالات بھی آپ کے سامنے ہیں۔ ایسے ابتر حالات میں قلم کو اپنا رفیق زندگی بنائے رکھنا بھی حضرت بھٹی صاحب کی کرامت ہے۔ اس سارے تصنیفی و تحقیقی کام میں ان کا کوئی معاون نہیں۔ (دبستان حدیث ص ۸)

شیخ الکل میاں نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ

سید احمد شہید رحمہ اللہ کے مرشد:۔ پہلی ملاقات سید صاحب رحمہ اللہ اور مولانا شہید رحمہ اللہ سے یہیں پٹنہ میں ہوئی تھی''۔

معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب رحمہ اللہ اور مولانا شہید رحمہ اللہ کی اس پندرہ روزہ صحبت اور وعظ کی برکت سے میاں صاحب رحمہ اللہ کے دل میں دہلی جانے کا خیال پیدا ہوا۔ کیوں کہ اس وقت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ زندہ تھے اور دہلی میں تشریف فرما تھے۔ وہ حضرت مولانا شہید رحمہ اللہ کے عظیم القدر خاندان کے رکن اعلیٰ اور سید احمد شہید رحمہ اللہ کے مرشد تھے۔ (دبستان حدیث ص ۲۹، ۳۰)

خانوادۂ نقشبندیہ سے کسبِ علم:۔ (شیخ الکل میاں نذیر حسین رحمہ اللہ) نے صحیح بخاری اور تفسیر بیضاوی کا درس مولانا اسماعیل

شہید رحمہ اللہ کی رفاقت میں شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ سے لیا تھا۔ (دبستان حدیث ص ۳۲)

حضرت شاہ (عبدالعزیز رحمہ اللہ) صاحب ان کے ورود دہلی سے قبل سفرِ آخرت پر روانہ ہو چکے تھے اور ان کی جگہ مسند درس پر ان کے لائق ترین نواسے حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمہ اللہ متمکن تھے، جن کے حلقۂ درس حدیث کو تمام ہندوستان کے شائقین حدیث کے مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ میاں صاحب رحمہ اللہ نے بھی علوم رسمیہ سے فراغت کے بعد علوم تفسیر و حدیث اور فقہ کی تحصیل کے لئے حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمہ اللہ کے مرکز حدیث کا رخ کیا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ ممدوح سے میاں صاحب رحمہ اللہ نے صحاح ستہ کی تکمیل کی، نیز تفسیر جلالین، تفسیر بیضاوی، کنز العمال اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ کی جامع صغیر کا درس لیا۔ علاوہ ازیں تیرہ برس کی مدت مدید تک ان کی صحبت بابرکت سے مستفیض ہوتے رہے۔ (دبستان حدیث ص ۳۳)

خاندان شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نقشبندیہ کے جانشین:۔ تدریس علوم حدیث میں خانوادۂ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے اصل وارث حضرت میاں سید نذیر حسین رحمہ اللہ تھے۔ (دبستان حدیث ص ۴۰)

حضرت شاہ عبدالعزیز اور حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمہما اللہ کی مسند درس و افتاء پر حضرت میاں سید نذیر حسین رحمہ اللہ ہی متمکن ہوئے۔ یہاں یہ بھی یاد رہے کہ ''میاں صاحب'' کا لقب اس زمانے میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے خاندان کے لیے مخصوص تھا۔ پہلے شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کو میاں صاحب کہا جاتا ہے۔ بعد ازاں ان کے جانشین حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمہ اللہ کو میاں صاحب کہا جانے لگا۔ پھر یہ سلسلہ جانشینی ان سے منتقل ہوتا ہوا یہ لقب حضرت سید نذیر حسین صاحب رحمہ اللہ تک پہنچا اور ان کی ذات گرامی پر اس طرح چسپاں ہوا کہ میاں صاحب اور سید نذیر حسین گویا دو مترادف لفظ قرار پا گئے۔ جوں ہی علمی اور تدریسی حلقے سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کی زبان سے میاں صاحب کا لفظ ادا ہوا فوراً ذہن سید نذیر حسین رحمہ اللہ کی طرف منتقل ہو گیا۔ (دبستان حدیث ص ۴۰، ۴۱)

مجددِ وقت کی سادہ صوفیانہ زندگی:۔ میاں صاحب رحمہ اللہ کی حیات طیبہ کے شب و روز کے حالات اور قرآن و حدیث کے بارے میں ان کی خدمات کی تفصیلات پڑھ کر ذہن یہ سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ بے شک وہ اپنے دور کے مجدد تھے اور اس دور میں منصب تجدید انہی کو زیب دیتا تھا۔ تجدید کے معنی ہیں دین کو نیا کر دینا یعنی لوگوں کے دلوں میں دین پر عمل کے بارے میں جو کمی واقع ہو گئی تھی، اس میں ازسرِنو اضافہ کرنے کے اسباب بروئے کار لانا اور احکام الٰہی کی تبلیغ و اشاعت کی جدوجہد کرنا۔ بے شک یہ خصوصیات میاں صاحب رحمہ اللہ میں بہ درجہ اتم پائی جاتی تھیں۔ (دبستان حدیث ص ۵۱)

انہوں نے کہیں ملازمت نہیں کی، کسی کے دست نگر نہیں ہوئے، کوئی دولت جمع نہیں کی، کبھی کسی سرمایہ دار کے دروازے پر نہیں گئے، کوئی سرکاری عہدہ قبول نہیں کیا، قاضی القضاۃ کا منصب پیش کیا گیا، اسے بھی ٹھکرا دیا۔ کسی کی مخالفت کی کبھی پروا نہیں کی۔ علم کو کسی وقت بھی ذریعہ معاش نہیں بنایا، غربت کی زندگی بسر کرتے رہے، فاقوں پر فاقے آئے مگر دلی کو نہیں چھوڑا۔ اور جس مقام پر حضرت استاذ شاہ محمد اسحاق صاحب رحمہ اللہ نے بٹھا دیا، تمام عمر وہیں بیٹھے رہے۔ اس شہر میں بے پناہ اثر و رسوخ کے باوجود اپنا ذاتی مکان نہیں بنایا۔ آخر وقت تک کرائے کے مکان میں رہے۔ قابل ترین تلامذہ اور جلیل القدر علمائے دین کی اتنی تعداد اپنے بعد چھوڑی کہ جس کی گنتی شمار میں لانا ممکن نہیں۔

ان کی تدریسی مساعی کی وجہ سے برصغیر کے اہل علم میں قرآن و حدیث کے تراجم کا شوق پیدا ہوا، تفاسیر قرآن اور شروح حدیث کے ذوق نے کروٹ لی، مسجدیں تعمیر اور آباد ہوئیں، لوگوں نے راہِ سنت کو اپنایا اور جگہ جگہ مدارس قائم کیے۔ بے شک یہ سب کوششیں اور تمام تگ و تاز اس حقیقت پر دلالت کناں ہیں کہ حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ اپنے دور کے مجدد تھے اور ان کی تجدید دین کے آثار پوری اسلامی دنیا پر بالعموم اور برصغیر پاک و ہند پر (جس میں بنگلہ دیش بھی شامل ہے) بالخصوص نمایاں تھے۔ (دبستان حدیث ص ۵۲)

شیخ الکل کی کیفیت مراقبہ اور ذکر الٰہی: وہ شب کو ایک بجے بیدار ہو جاتے اور وضو کر کے نماز تہجد پڑھنا شروع کر دیتے تھے۔ ساڑھے تین بجے تک یہ عمل جاری رہتا۔ اس کے بعد مسجد میں جاتے۔ پھر مسجد کے اندر یا صحن میں بیٹھ کر مراقبے کی سی کیفیت اختیار کر لیتے اور ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاتے۔ اس وقت بالعموم نہایت دردناک لہجے میں موقعے کی مناسبت سے عربی، فارسی اور اردو کے اشعار بھی پڑھتے۔ نماز فجر کے بعد قرآن مجید کا درس ہوتا۔ پھر گیارہ بجے تک طلباء کو حدیث شریف پڑھاتے۔

تسبیح کا استعمال فرمانا: جیب میں تسبیح بھی رہتی اور وہ ہاتھ میں بھی منتقل ہو جاتی۔ ماثورہ اوراد و اذکار پڑھنے کا سلسلہ بھی جاری رکھتے۔ گیارہ بجے مسجد سے گھر تشریف لے جاتے اور بارہ بجے واپس مسجد آ جاتے۔ اس وقت سے مغرب تک تین وقتوں کی نمازوں اور درس کے سوا اور کوئی کام نہ ہوتا۔ مغرب کی نماز پڑھ کر گھر چلے جاتے اور پھر ثلث شب کے قریب نماز عشاء کے لیے مسجد آتے۔ حوائج ضروریہ کے اوقات کے علاوہ اس تمام وقت میں وہ باوضو اور طاہر رہتے۔ (دبستان حدیث ص ۵۳)

نماز میں مرتبہ احسان کی کیفیات: نماز نہایت اعتدال اور خشوع وخضوع سے پڑھتے۔ قرأت میں ایسی خشیت طاری ہوتی اور اس طرح اللہ کی طرف رجوع فرماتے کہ "ان تعبد اللہ کانك تراہ" کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ (دبستان حدیث ص ۵۳)

لوگوں کی خیر خواہی کا سچا جذبہ: حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ اپنے عہد کے بہت بڑے عالم اور بہت بڑے محدث ہونے کے ساتھ بہت بڑے خادم خلق بھی تھے۔ وہ عام لوگوں کی بھی خدمت کرتے تھے اور طلباء کی بھی...... !سردی، گرمی، برسات ہر موسم میں وہ لوگوں کی خدمت کے لیے تیار رہتے اور ان کی مدد کے لیے پیادہ پا کہیں سے کہیں چلے جاتے۔ بازار سے لوگوں کی چیزیں خرید لاتے بلکہ گھروں میں آواز دیتے کہ میں بازار جا رہا ہوں، کسی نے کوئی چیز منگوانی ہو تو منگوا لے۔ بارش ہو یا گرمی اور سردی، طلباء کا کھانا خود مدرسے اور مسجد میں پہنچاتے۔ رمضان میں سحری کے وقت بالخصوص طلباء کے لیے بروقت کھانا پہنچانے کا اہتمام فرماتے۔ بارش کی حالت میں جب کہ طلباء کو مدرسے کے دروازے پر جا کر کھانا لینا مشکل ہوتا اور مدرسے کی گلی میں گھٹنوں تک پانی کھڑا ہو جاتا، مولانا فضل حسین بہاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حالت میں، میں نے اپنے کانوں سے میاں صاحب کی آواز مدرسے کے اندر سنی کہ وہ گلی میں کھانا دستر خوان میں لپیٹے ہوئے ہر طالب کا نام لے کر بار بار پکار رہے ہیں: اجی فلاں مولوی صاحب اپنی روٹی لے لو۔ اجی فلاں مولوی صاحب اپنی روٹی لے لو...... بتایئے اس قسم کی خدمت کوئی عالم دین کسی کی کر سکتا ہے اور کوئی استاد یا مدرسے کا مہتمم طلباء کے لیے اتنا مہربان اور مشفق ہو سکتا ہے......؟ (دبستان حدیث ص ۵۴)

نسبتِ فاطمی اور آپ کی کرامت: میاں صاحب رحمہ اللہ کے زمانے میں دہلی میں ایک بزرگ عطاء اللہ سوداگر پنجابی فروکش تھے جو میاں صاحب کے مخلص ترین عقیدت مند تھے اور اکثر ان کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے کہا کہ "میں میاں صاحب رحمہ اللہ سے بہت ڈرتا ہوں۔" پوچھا گیا "کیوں ڈرتے ہو؟" انہوں نے بتایا کہ ایک دن میاں صاحب رحمہ اللہ کے ایک مخالف نے ان کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور وہ تلوار پکڑ کر پھاٹک حبش خاں میں ایسی جگہ بیٹھ گیا جہاں اسے کوئی دیکھ نہ سکے۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ میاں صاحب رحمہ اللہ عشاء کی نماز کے لیے مسجد میں جائیں گے تو آتے یا جاتے ہوئے انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ میاں صاحب رحمہ اللہ وہاں آئے تو وہ تلوار ہاتھ میں تھامے ان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ میاں صاحب رحمہ اللہ نے اسے ڈانٹتے ہوئے فرمایا: اگر میں بنی فاطمہ رضی اللہ عنھا ہوں تو تو اپنے ارادے میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ یہ الفاظ سنتے ہی اس کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا، ہاتھ سے تلوار گر گئی اور وہ گھر کی طرف بھاگا، گھر پہنچتے ہی اس کے پیٹ میں اتنا شدید درد اٹھا کہ زندگی سے مایوس ہو گیا۔ اب لوگوں کو بلا کر اس نے کہا کہ میں غضب الٰہی میں مبتلاء ہوں اور اس ابتلاء کی وجہ یہ ہے۔ چنانچہ اسی کی زبان سے لوگوں میں اس واقعہ کی تشہیر ہوئی اور وہ اسی دن مر گیا۔ (دبستان حدیث ص ۵۷)

ایثار نفس اور صوفیانہ مجاہدے سے رغبت:۔ حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ شروع شروع میں جب حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ عسرت کا شکار تھے اور اکثر فاقے تک نوبت پہنچ جاتی تھی، مولوی محمد دین پنجابی ان کے مہمان ہوئے، میاں

صاحب رحمہ اللہ دونوں وقت اپنے حصے کا کھانا ان کو پیش کر دیتے تھے۔ تین دن اور تین رات مسلسل یہی ہوتا رہا اور خود میاں صاحب رحمہ اللہ فاقے میں رہے۔ اس حالت میں نہ حضرت کے پابندی اوقات میں فرق آیا اور نہ عام معمولات میں کوئی کمی بیشی ہوئی۔ نہ ان دنوں کسی کو ان کے فاقوں کا پتا چلا۔ البتہ بعض اوقات اتنا ہوتا تھا کہ بیٹھ کر نہ پڑھا سکتے تو لیٹ کر پڑھانے لگتے، سبق میں ناغہ بالکل نہ کرتے۔ یہ ان کے ایثار نفس کی ایک مثال ہے اور یہی معنی ہیں "یوثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصه" کے۔ (دبستان حدیث ص ۵۷)

مرشد واستاد کی نصیحتِ تقویٰ:۔ تقویٰ کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے "ان اکرمکم عند الله اتقکم" یعنی اللہ کے نزدیک تم میں بہتر شخص وہ ہے جسے تقوے کی نعمت عطا کی گئی ہے۔ جب علم حدیث کی تحصیل کے بعد میاں صاحب رحمہ اللہ مدرسے کے طلباء کو رخصت کرتے تو فرماتے اوصیکم بتقوی الله...... (میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔)

تقوے کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم کا تعلق عادات و عبادات سے ہے، اور دوسری کا ماکل و مشارب سے۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تقوے کی ان دونوں قسموں پر عامل تھے اور طلباء کو بھی ان پر عمل پیرا ہونے کی تاکید فرماتے تھے۔ چنانچہ ان کے تمام شاگرد تقوے کے اوصاف سے متصف تھے۔ (دبستان حدیث ص ۵۸)

ایذائے ولی پر پکڑِ الٰہی:۔ مولانا محمد بدر الحسن سہسوانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے میاں صاحب رحمہ اللہ کی دعوت کی۔ میاں صاحب رحمہ اللہ تشریف لائے، مگر کھانے سے قبل انہیں متلی سی ہوئی اور تے آنے لگی۔ اس لیے انہوں نے کھانا تناول نہیں فرمایا اور گھر تشریف لے گئے۔ ان کے تشریف لے جانے کے بعد میرے ملازم کے پیٹ میں شدید درد ہونے لگا، جس سے وہ نیم بسمل ہو گیا۔ اس کا نام عبدالنبی تھا اور رام پور کا رہنے والا تھا۔ میاں صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں اس کے دل میں سخت عداوت کے جراثیم پائے جاتے تھے۔ جب تکلیف بہت بڑھ گئی اور وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا تو اس نے مولانا محمد بدر الحسن سہسوانی رحمہ اللہ سے منت سماجت کی کہ آپ میاں صاحب رحمہ اللہ سے میرا قصور معاف کرا دیجیے۔ یہ درد نہیں ہے بلکہ اللہ کی طرف سے میری غلطی کی سزا مجھے مل رہی ہے...... مولانا محمد بدر الحسن کے اصل واقعہ دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ میاں صاحب سے سخت عداوت کی بناء پر میں نے بکرے کے گوشت کے بجائے ان کے لیے خنزیر کا گوشت پکایا تھا، مگر ان کو تو اللہ نے اس کے کھانے سے محفوظ رکھا اور مجھ پر شدید درد کی صورت میں عذاب الٰہی نازل ہو گیا۔

قصہ مختصر یہ کہ ملازم کی درخواست پر مولانا ممدوح اسے میاں صاحب رحمہ اللہ کے حضور لے گئے اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا۔ میاں صاحب رحمہ اللہ نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ پھر مولانا سہسوانی رحمہ اللہ نے میاں صاحب رحمہ اللہ سے ملازم کی تقصیر معاف کرنے کی سفارش کی تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے ان الفاظ میں دعا کی۔

اے مجیب الدعوات۔ تیرے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لوگوں نے کیا کچھ نہیں کیا۔ دھوکے بھی دیئے، شعبدے بھی کیے۔ پھر اگر مجھ ناچیز بندے کے ساتھ کسی نے کچھ کیا ہے تو تو اسے معاف فرما۔ تو "ارحم الراحمین" ہے اور اسے ہدایت فرما۔ تو "هادی الضالین" ہے۔

چنانچہ اسی وقت اللہ نے اس کو درد سے نجات بخش دی اور وہ میاں صاحب کے دست مبارک پر تائب ہوا۔ آپ رحمہ اللہ کی بیعت کی اور اس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ اس کے بعد وہ ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلا گیا تھا اور وہیں بود و باش اختیار کر لی تھی۔ (دبستان حدیث ۵۸، ۵۹)

الفقر فخری کی عملی مثال:۔ میاں صاحب رحمہ اللہ کے جاں نثار معتقدین میں سے دہلی کے ایک مشہور سوداگر میاں عطاء اللہ رحمہ اللہ پنجابی تھے۔ انہوں نے ایک دن عرض کیا کہ حضور آپ بہت ضعیف ہو گئے ہیں، ٹاٹ پر بیٹھ کر پڑھانے میں آپ کو تکلیف ہوتی ہے۔ روئی کا گدہ بنا دیتا ہوں۔ اس پر بیٹھ کر طلباء کو پڑھایا کیجئے۔ فرمایا: "پرانی قبر پر کیا کچھ کرو گے"۔ ان کی درخواست میاں صاحب رحمہ اللہ نے منظور نہیں فرمائی۔ یہی معنی ہیں حدیث کے ان الفاظ کے "کن فی الدنیا کانك غریب او عابر سبیل"۔

(دنیا میں اس طرح زندگی بسر کرو، جیسے کہ تم اجنبی ہو یا مسافر ہو۔) (دبستان حدیث ۶۰)

شیخ الحدیث کی صوفیانہ زندگی:۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ نہایت قناعت پسند اور درویش منش عالم تھے۔ والیہ بھوپال نواب سکندر جہاں بیگم اپنی ریاست کے مدار المہام منشی جمال الدین صدیقی کے ساتھ دہلی آئیں اور حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ سے ملیں۔ ان سے ریاست کا عہدۂ قاضی القضاۃ قبول کرنے کی درخواست کی۔ میاں صاحب رحمہ اللہ نے انکار کر دیا۔ فرمایا میں تو ریاست کے قاضی القضاۃ کے منصب عالی پر فائز ہو کر حاکمانہ مسند پر بیٹھ جاؤں گا اور ٹھاٹھ سے امیرانہ زندگی بسر کروں گا لیکن یہ غریب طلباء جو چٹائی پر بیٹھ کر علم حدیث حاصل کرنے کے متمنی ہیں، مجھے کہاں ملیں گے...... ؟ یہی شرح ہے حدیث پاک کے ان دعائیہ الفاظ کی "**اللهم احيني مسكينا و امتني مسكينا و احشرني في زمرة المساكين**"۔

(اے اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ، مسکینی ہی کی حالت میں موت دے اور قیامت کو مسکینوں کی جماعت میں اٹھا۔)

میاں صاحب رحمہ اللہ کو مختلف مقامات سے روزانہ بہت سے خطوط آتے تھے۔ ایک دن ایک خط آیا جس میں لکھا تھا کہ میں آپ کی فلاں فلاں کتابیں جو تقریباً سو روپے کی ہوں گی، بلا اجازت لے کر یہاں کول (علی گڑھ) آ گیا ہوں۔ آپ مجھے معاف کر دیں اور "تفسیر جلالین" بھیج دیں۔ میاں صاحب نے تفسیر جلالین بازار سے خریدی اور اسے بھیج دی۔ ساتھ ہی خط لکھا کہ کتابیں لے جانے کا فکر نہیں، لیکن آپ یہاں سے چلے کیوں گئے؟ آیئے اور ہم سے ملیے۔

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ میاں صاحب کا دہلی میں اپنا مکان نہیں تھا، کرائے کے مکان میں رہتے تھے۔ مکان کے جس حصے میں ان کی رہائش تھی، وہ صرف ایک سائبان تھا جو گرمیوں کے موسم میں دوپہر کے بعد اتنا گرم ہو جاتا تھا کہ کسی دوسرے آدمی کے لیے اس میں تھوڑی دیر بیٹھنا بھی مشکل ہو جاتا، لیکن میاں صاحب وہیں بیٹھ کر لوگوں کے خطوط کے جواب دیتے اور وہیں فتویٰ نویسی کرتے۔ کوئی طالب علم گرمی کی شدت کے متعلق کہتا تو یہ بطور مزاح فرماتے کہ میں جس سائبان میں رہتا ہوں تم ایک گھنٹہ وہاں سو جاؤ تو تمہیں دو روپے دوں گا۔

طلباء کے لیے مسجد میں شطرنجی کا فرش تھا مگر میاں صاحب رحمہ اللہ خود ہمیشہ اور ہر موسم میں چٹائی یا ٹاٹ پر بیٹھتے اور اس بے تکلفی سے بیٹھتے کہ کسی کو کچھ کہنے اور دوسری جگہ بیٹھنے کے لیے اصرار کرنے کا موقع نہ ملتا۔ (دبستان حدیث ص ۶۰، ۶۱)

مرشدِ کامل کا دشمن سے حسن سلوک:۔ میاں صاحب رحمہ اللہ بے حد متحمل مزاج اور حلیم الطبع تھے۔ ڈپٹی نذیر احمد کا بیان ہے کہ میاں صاحب رحمہ اللہ جب سفر حج سے واپس لوٹے تو دہلی کے ریلوے اسٹیشن پر استقبال کرنے والوں کا بے پناہ اژدہام تھا۔ مصافحہ اور دست بوسی کرنے والوں میں میاں صاحب رحمہ اللہ کا ایک سخت معاند بھی موجود تھا۔ جب خاص خاص لوگ میاں صاحب رحمہ اللہ کو اپنے حلقے میں لیے پلیٹ فارم سے باہر لا رہے تھے تو ایک شخص آیا، اس نے مصافحہ اور دست بوسی کے بہانے ان کے ہاتھ کے انگوٹھے میں اس زور سے دانت کاٹا کہ خون جاری ہو گیا اور انگوٹھا سخت مجروح ہوا۔ میاں صاحب رحمہ اللہ نے فوراً اس انداز سے انگوٹھا اپنی چادر میں چھپا لیا کہ کسی کو اس واقعہ کا علم نہ ہوا۔ جب آپ مسجد میں پہنچے تو پانی لے کر اس خون آلودہ ہاتھ کو دھویا، تب لوگوں کو اس واقعہ کا علم ہوا۔ جس شخص نے یہ مکروہ حرکت کی تھی، میاں صاحب رحمہ اللہ اُسے پہچانتے تھے، لیکن لوگوں کے بے حد اصرار کے باوجود اس کا نام نہیں بتایا۔ یہ تھا میاں صاحب رحمہ اللہ کا صبر اور حلم۔ (دبستان حدیث ص ۶۲)

ولی کامل کے توکل پر غیبی امداد:۔ میاں صاحب رحمہ اللہ کا اللہ تعالیٰ پر توکل کمال درجے کا تھا اس کی ایک مثال یہاں بیان کی جاتی ہے۔ طلباء کے کھانے کا اہتمام جن صاحب کے ہاتھ میں تھا، ایک دن انہوں نے نماز عصر کے بعد میاں صاحب رحمہ اللہ سے کہا کہ آج طلبا کے لیے نہ آٹا ہے اور نہ خریدنے کے لیے کوئی پیسہ۔ میاں صاحب رحمہ اللہ نے جواب دیا، اس کی فکر نہ آپ کو کرنا چاہیے نہ مجھ کو، جس کے یہ بندے ہیں، وہی ان کے کھانے دانے کا انتظام کرے گا۔ وہ صاحب مایوسانہ صورت میں چلے گئے۔ ابھی وہ مسجد سے نکلے ہی تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے پانچ روپے میاں صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کیے۔ میاں صاحب رحمہ اللہ نے فوراً مہتمم کے پیچھے ایک طالب علم کو بھیجا کہ انہیں بلا لائے۔ وہ آئے تو انہیں پانچ روپے دیئے اور وہ طلباء کے کھانے پینے کا سامان لینے بازار چلے گئے۔ اس انتہائی سستے زمانے

میں جب کہ گندم بارہ آنے من تھی، پانچ روپے کو اچھی خاصی رقم سمجھا جاتا تھا۔ (دبستان حدیث ص ۶۳، ۶۴)

اپنے نفس کو مجاہدہ کا عادی بنانا:۔ یوں تو حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کی تمام زندگی مجاہدۂ نفس سے تعبیر تھی، جس کا اندازہ صفحات سابقہ میں مندرج واقعات سے ہو جاتا ہے۔ لیکن یہاں ایک دو واقعات اور سن لیجیے۔ صبح گیارہ بجے تک قرآن و حدیث کے درس میں اس طرح مصروف رہتے کہ پہلو تک نہ بدلتے۔ چہرے پر دھوپ آجاتی مگر پیشانی پر بل نہ آتا۔ مولانا شریف حسین مرحوم کی امامت میں نصف گھنٹہ نماز میں لگ جاتا جو بجائے خود ایک مستقل ریاضت تھی یا مجاہدۂ نفس۔ پھر یہ بات صوفیہ کی اصطلاح میں ایک چلے یا دو چلے کی نہ تھی بلکہ عنفوان شباب سے شروع ہو کر آخر عمر تک جاری رہی۔ ایک بجے شب سے بے داری اور قیام اللیل (تہجد) میں کبھی ناغہ نہ ہوا۔

دھوپ، گرمی، جاڑا، برسات ہر موسم میں بعد مسافت کے باوجود گیارہ بجے دوپہر پیادہ پا جامع مسجد جاتے اور دو بجے واپس آتے۔ چھتری تمام عمر کبھی نہیں لگائی۔ سر پر مخطط موٹی چادر رکھ لیتے اور چل پڑتے۔ ماہ رمضان میں نماز فجر سے نماز مغرب تک قرآن مجید اور تفسیر جلالین پڑھاتے، بلکہ عام طریقہ یہ تھا کہ آگے آگے خود پڑھتے اور پیچھے پیچھے طلباء کا سلسلہ قرأت جاری رہتا۔ غیر رمضان میں تو گیارہ سے بارہ بجے تک ایک گھنٹے کا وقفہ ہو جاتا تھا، رمضان میں وہ بھی ختم ہو جاتا تھا۔ تدریس کی حالت میں جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا جوش بیان مزید بڑھتا جاتا۔ آواز بلند ہوتی جاتی اور طبیعت میں بشاشت ابھر آتی۔

رمضان المبارک کی راتوں میں دو دفعہ قرآن مجید بحالت قیام ہر سال سنتے۔ ایک دفعہ فرض عشاء کے بعد نماز تراویح میں جس کے امام ان کے شاگرد رشید حافظ احمد رحمہ اللہ ہوتے جو فقیہہ بھی تھے اور محدث بھی۔ وہ ترتیل و تجوید کے ساتھ تین سیپارے روزانہ سناتے۔ دوسرا قرآن نماز تہجد میں سنتے، جس کے امام ان کے بڑے پوتے حافظ عبدالسلام رحمہ اللہ تھے۔ اس طرح ہر رات میں دو مرتبہ قرآن مجید کی سماعت کرتے۔

اس کے بعد طالب علموں کے لیے سحری اپنے ہاتھوں میں لیے ہوئے مسجد اور مدرسے میں جاتے اور ہر شخص کو جگا کر کھلاتے۔ یہ معمولات ان کی زندگی کا جزو بن گئے تھے۔ اس سے انہیں راحت محسوس ہوتی تھی۔ اگر ان میں خلل واقع ہو جاتا تو انہیں ذہنی تکلیف پہنچتی۔

(دبستان حدیث ۶۴، ۶۵)

مقام فنافی الرسول اور فنافی اللہ۔: میاں صاحب رحمہ اللہ کے حالات زندگی اس حقیقت کی وضاحت کرتے ہیں کہ ان کے قلب صافی میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت راسخ ہو چکی تھی اور ان کی لوح ذہن پر قرآن و حدیث سے مودتِ صحیحہ کے نشانات مرتسم ہو گئے تھے۔ "من احب شیئًا اکثر ذکرہ" (جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے، زیادہ تر اسی کی یاد میں مشغول رہتا ہے) کے مطابق یہی باتیں ان کے ورد زبان رہتی تھیں۔ (دبستان حدیث ص ۶۵)

مولانا جامی کا شعر ہے:

خوش آں منبر و مسجد و خانقاہے — کہ در وے بود قیل و قال محمد ﷺ

میاں صاحب رحمہ اللہ کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ آپ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

مجتبے ست کہ دل رانمی دہد آرام — وگرنہ کیست کہ آرام جاں نمی خواہد

بیماری میں تدریس کرامت سے کم نہیں:۔ حیات مستعار کے آخری دور میں حضرت مرحوم کو ضیق النفس کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا، لیکن ان کی تدریس قرآن و حدیث کی سرگرمیاں اتنی نمایاں تھیں کہ اس عارضے کے اثرات ان پر حاوی نہیں ہو سکے۔ بلکہ یہ تدریس ہی اس بیماری کی ان کے نزدیک اصل دوا اور غذا تھی۔ عام حالات میں بعض اوقات اس بیماری کی وجہ سے ان کے لیے بیٹھنا اٹھنا مشکل ہو جاتا، لیکن جیسے ہی مسند تدریس کو رونق بخشتے، اور زبان سے قال اللہ و قال الرسول ﷺ کی صدا فضا میں گونجنے لگتی، بیماری کے اثرات اپنی جگہ چھوڑنا شروع کر دیتے اور پھر آہستہ آہستہ پوری بلند آہنگی سے فریضہ درس کی انجام دہی کا سلسلہ جاری ہو جاتا۔ جو لوگ حضرت کے شدت مرض سے آگاہ

تھے اور انہوں نے تکلیف کی حالت میں انہیں دیکھا ہوتا تھا، اگر وہ درس قرآن وحدیث میں انہیں دیکھتے تو بالکل اندازہ نہیں کر سکتے تھے کہ یہ کسی مرض میں مبتلاء ہیں۔ بالکل ہشاش بشاش اور تندرست معلوم ہوتے تھے۔

اہل اللہ اور محبان خدا اور رسول ﷺ کے لیے اس قسم کے ریاضات ومجاہدات اطمینان روح اور سرور قلب کا باعث بنتے ہیں اور قرآن کی زبان میں ان اوصاف کے حامل شخص کو نفس مطمئنہ کہا جاتا ہے۔ (دبستان حدیث ص ٦٦)

مقام فنائیت میں استغراقی وجذبی کیفیات:۔ بعض اوقات حدیث پاک کا درس دیتے ہوئے حضرت ممدوح پر عجیب وغریب قسم کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ ایک دن صحیح بخاری کے سبق میں نبی ﷺ کی وفات کے متعلق حدیث آئی تو ایک دم دل کی دنیا بدل گئی اور ایسا گریہ طاری ہوا کہ سبق موقوف کر دیا۔ یہ حالت دیکھ کر طلباء پر بھی تأثر نے غلبہ پالیا اور دیکھتے ہی دیکھتے محفل درس کا رنگ بدل گیا۔ مولانا فضل حسین بہاری رحمہ اللہ کے بقول اس قسم کا واقعہ پہلے کبھی پیش نہیں آیا تھا۔ ان کے نزدیک اپنی نوعیت کا یہ پہلا اور آخری واقعہ تھا۔

ہم بھی اس موضوع کی حدیثیں پڑھتے ہیں اور نبی ﷺ کے واقعۂ ارتحال کا مطالعہ بھی کرتے ہیں اور لوگوں کو سناتے بھی ہیں، لیکن ہماری یہ حرماں نصیبی ہے کہ نہ اس کا اثر ہمارے دل پر ہوتا ہے اور نہ ہمارا ذہن اس سے متاثر ہوتا ہے۔ بس ایک واقعہ کی صورت میں اسے بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ ہمارے سننے والے بھی اس سے کوئی اثر نہیں لیتے۔ (دبستان حدیث ص ٦٦، ٦٧)

شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی نقشبندی سے مراسم:۔ میاں صاحب رحمہ اللہ اپنے عہد کے معروف ترین اہل حدیث عالم تھے، لیکن اپنے دور کے غیر اہل حدیث حضرات سے بھی مخلصانہ مراسم رکھتے تھے اور ان کے ساتھ ان کی خط وکتابت بھی رہتی تھی۔ ایک مرتبہ ایک طالب علم نے ان سے درخواست کی کہ مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ کے نام خط لکھ دیں کہ وہ اس کی تعلیم وتربیت کریں۔ میاں صاحب رحمہ اللہ نے خط لکھ کر اسے دیدیا۔ مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ نے اس خط کے جواب میں میاں صاحب رحمہ اللہ کو لکھا کہ آپ نے اس شخص کو میرے پاس کیوں بھیج دیا۔ وہ کون سی ایسی شرعی بات ہے جو ہم جانتے ہیں اور آپ نہیں جانتے۔ ہم آپ سے بڑے عالم نہیں ہیں۔ (دبستان حدیث ص ٦٧)

شیخ الکل کا سلسلہ بیعت تصوف:۔ میاں صاحب رحمہ اللہ کا بیعت کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ جو لوگ ان کے دست مبارک پر بیعت کرنے کے خواہاں ہوتے، میاں صاحب رحمہ اللہ ان کو اپنے حلقۂ بیعت میں شامل فرماتے اور انہیں نصیحتیں کرتے۔ ان کا کوئی شاگرد بیعت کرنا چاہتا تو فرماتے تم تو ہمارے شاگرد ہو، یہی کافی ہے۔ اس کے بعد بھی کوئی اصرار کرتا تو بیعت لے لیتے۔ جس مجمع میں کسی سے بیعت لیتے تمام حاضرین اس میں شامل ہو جاتے۔

بیعت کی سفارش کرنا:۔ مولانا شاہ مختار الحق رحمہ اللہ اپنے زمانے کے ممتاز عالم تھے۔ وہ بیعت کے لیے حضرت مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی خدمت میں امرتسر گئے۔ حضرت نے فرمایا تم دہلی جاؤ۔ وہاں کچھ عرصہ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کی صحبت میں رہو اور ان سے استفادہ کرو۔ ان سے اجازت لے کر یہاں آؤ۔ چنانچہ پہلے وہ دہلی گئے اور کچھ عرصہ میاں صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں گزارا۔ پھر میاں صاحب رحمہ اللہ کا خط لے کر امرتسر گئے اور حضرت عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کے حضور وہ خط پیش کیا۔ بعد ازاں حضرت ممدوح نے ان سے بیعت لی اور حلقہ مسترشدین میں شامل کیا۔ (دبستان حدیث ص ٦٧، ٦٨)

میاں صاحب کا تبرک سنبھال کر رکھنا:۔ بچوں سے میاں صاحب رحمہ اللہ بے حد شفقت کا اظہار فرماتے تھے۔ حضرت مولانا شمس الحق صاحب ڈیانوی رحمہ اللہ (صاحب عون المعبود) کا شمار حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کے ارشد تلامذہ میں ہوتا تھا۔ وہ حضرت کی وفات سے چار مہینے قبل اپنے چھوٹے بیٹے حافظ ایوب کو (جو اس وقت قرآنِ مجید حفظ کر رہا تھا) لے کر دہلی گئے اور میاں صاحب رحمہ اللہ سے اس کے لیے دعا کی درخواست کی۔ میاں صاحب رحمہ اللہ اُسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔ پھر قرآن سنانے کو کہا۔ باوجود کہ اس وقت میاں

صاحب رحمہ اللہ کو بہت ثقلِ سماع ہو گیا تھا، لیکن ہونٹوں کی حرکت سے غلط اور صحیح کا اندازہ کر کے برابر لقمہ دیتے جاتے تھے۔ اس کے بعد اس بچے کو ایک روپیہ انعام دیا جو طویل عرصے تک برکت کے طور پر مولانا شمس الحق صاحب رحمہ اللہ کے گھر میں محفوظ رہا۔ (دبستان حدیث ص۷۳)

اساتذہ کی اولاد کا احترام:۔ دہلی شہر اور شرفائے دہلی سے حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کو قلبی تعلق پیدا ہو گیا تھا۔ بالخصوص خاندان شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے ارکان کا بے حد احترام کرتے تھے۔ حضرت شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ کے ایک ہی بیٹے تھے جو خورجہ رہتے تھے۔ ان کی علمی دست گاہ زیادہ نہ تھی۔ وہ دہلی اکثر آتے اور میاں صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات کرتے۔ جب وہ مسجد میں داخل ہوتے تو میاں صاحب رحمہ اللہ ان کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاتے اور انتہائی تکریم سے پیش آتے۔ مفلوک الحال مغل شہزادوں کا بھی وہ بہت اکرام کرتے تھے۔ بالعموم دلی والوں سے ان کا یہی معاملہ تھا۔

وفات سے پینتیس چالیس برس پہلے ان کے اعزہ و اقارب اور اہل وطن نے بار بار کہا کہ آپ نے دلی میں طویل عرصہ گزار لیا۔ اب وطن آ جائیں اور وہاں سکونت اختیار کر لیں تا کہ اس نواح کے لوگوں کو بھی اس سعادت سے بہرہ اندوز ہونے کا موقع ملے۔ لیکن میاں صاحب رحمہ اللہ نے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ، شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ اور شاہ محمد اسحاق رحمہ اللہ کی مسند خلافت سے علیحدہ ہونا گوارا نہ کیا اور اسی سرزمین میں مرنے کو ترجیح دی۔ (دبستان حدیث ص۷۳،۷۴)

اساتذہ واسلاف کی تعظیم واحترام: جناب میاں صاحب رحمہ اللہ اپنے اساتذہ کا ذکر نہایت مؤدبانہ الفاظ میں کرتے تھے۔ ان سے متعلق کسی بات کا تذکرہ فرماتے تو بہ صورت جمع ''ہمارے حضرات'' کے الفاظ استعمال فرماتے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اور حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمہم اللہ کے اسمائے گرامی بالخصوص بہ درجہ غایت ادب سے زبان پر لاتے۔ قرآن اور حدیث کی کسی عبارت کا ترجمہ کرنا مقصود ہوتا تو فرماتے مجھ سے اس کا ترجمہ سنو جو ہمارے بزرگوں سے سینہ بہ سینہ چلا آ رہا ہے اور بیان مسائل میں بھی انہی بزرگان عالی قدر کے اقوال بہ سند پیش فرماتے اور ارشاد ہوتا ''ہمارے حضرات یوں فرماتے ہیں۔'' اس پر کوئی طالب علم اگر یہ کہہ دیتا کہ حضرات کا کہنا سند نہیں ہو سکتا، اصل سند قرآن و حدیث ہے تو خفگی کے انداز میں فرماتے۔ ''تم ان کے متعلق ایسی باتیں کرتے ہو، کیا یہ حضرات گھس کٹے تھے؟ یوں ہی باتیں بناتے تھے؟'' (دبستان حدیث ص۷۴)

گستاخی اسلاف پر تنبیہ:۔ ایک مرتبہ میاں صاحب رحمہ اللہ ممدوح رحیم آباد سے آ رہے تھے۔ مولانا محمد ابراہیم آروی رحمہ اللہ بھی ساتھ تھے۔ انہوں نے خواتین کے لباس کے بارے میں پوچھا کہ ان کے لیے ساڑھی پہننا جائز ہے یا ناجائز؟

فرمایا: ہمارے حضرات ساڑھی پہننے کو جائز قرار دیتے تھے۔

مولانا آروی رحمہ اللہ نے عرض کیا: حضرات کا کہنا حجت شرعی تو نہیں ہو سکتا۔

فرمایا: ''تمہارے نزدیک یہ سب حضرات گھس کٹے تھے، تم ہی ایک شیخ چلی پیدا ہوئے؟'' یوں تو میاں صاحب رحمہ اللہ خاندان ولی اللّٰہی کے سب ارکان کے مداح تھے اور ان کے علم و فضل کی تعریف فرماتے تھے لیکن حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور مولانا اسماعیل شہید رحمہما اللہ کی نسبت اکثر فرمایا کرتے کہ ''میں ان دونوں دادا پوتے کی فضیلت کا بہت قائل ہوں جو صرف قرآن و حدیث سے استنباطِ مسائل کرتے تھے۔ ان کی تحریروں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دریائے فیضان الٰہی جوش مار رہا ہے۔'' (دبستان حدیث ص۷۴)

شیخ سعدی کی ''بوستان'' کی اہمیت:۔ ایک مرتبہ بخاری شریف پڑھا رہے تھے کہ کسی حدیث کی تائید میں شیخ سعدی رحمہ اللہ کی ''بوستاں'' کا ایک شعر پڑھا۔ ایک طالب علم بول اٹھا کہ بوستاں کیا بخاری کی شرح ہے کہ اس کے شعر کا حوالہ دیا گیا؟

فرمایا: تمہیں کیا معلوم کہ بوستاں کیا ہے؟ مجھ سے بوستاں پڑھو تو اس کی حقیقت کا تمہیں پتہ چلے۔ (دبستان حدیث ص۷۵،۷۶)

گالیاں دینے والے سے حسن سلوک:۔ کوئی میاں صاحب رحمہ اللہ کی تنقیص کرتا یا انہیں نقصان پہنچاتا تو اس سے انتقام نہیں

لیتے تھے اور ہنسی مذاق میں بات ٹال دیتے تھے۔ ایک روز نماز صبح اور درس قرآن کے بعد ایک مطبوعہ نسخہ جیب سے نکال کر فرمایا۔ یہ نظم ہمیں ایک دوست نے ڈاک میں تحفتاً بھیجی ہے۔ پھر نظم حاضرین کو سنانا شروع کی جس میں میاں صاحب رحمہ اللہ کی شدید مخالفت کی گئی تھی۔ اس کا ایک ایک شعر وہ بار بار پڑھتے اور نہایت خوشی سے ہنس ہنس کر اس کی تشریح فرماتے۔

ظہر کے بعد ایک شخص نے عرض کی کہ صبح والی نظم کے جواب میں فلاں شخص ستر شعر لکھ چکے ہیں اور مزید لکھ رہے ہیں۔

فرمایا: ارے میاں اس کا جواب لکھ کر کیا کرو گے۔ اس نے ہمیں کچھ دیا ہی ہے، ہم سے کچھ لیا تو نہیں، اگر چہ گالیاں دی ہیں۔ یہ فرما کر اس کا جواب لکھنے سے روک دیا۔

چور سے حسن سلوک :۔ اگر کوئی شخص میاں صاحب رحمہ اللہ کی کوئی ذاتی چیز چوری کر لیتا تو یہ معلوم ہونے پر بھی کہ اس نے فلاں چیز چوری کی ہے، اس کو بالکل نہ جتاتے، نہ اشارے کنائے میں اسے کچھ کہتے، بلکہ چشم پوشی سے کام لیتے، دوسروں کو بھی اس کا ذکر کرنے سے منع فرماتے۔ کسی نے لاہور سے ان کو نہایت نفیس چادر بطور تحفہ بھیجی۔ ایک دن اُسے اوڑھ کر مسجد میں آئے اور ایک شخص نے اسے ہاتھ لگا کر دیکھا اور بڑا متعجب ہوا۔ میاں صاحب وہ چادر مسجد میں بھول گئے۔ یاد آنے پر اُسے تلاش کیا گیا، لیکن نہ ملی۔ تین چار روز بعد بعض لوگوں نے دیکھا کہ جس شخص نے اس چادر کو ہاتھ لگا کر دیکھا اور اس کی نفاست پر تعجب کا اظہار کیا تھا، اس کا لڑکا اسے بازار میں اوڑھے ٹہل رہا تھا۔ دیکھنے والوں نے میاں صاحب کو اطلاع دی۔ آپ نے بے پروائی سے فرمایا: چھوڑو اس بات کو۔ اطلاع دینے والوں نے خیال کیا کہ میاں صاحب کو یا تو ان کی بات کی سمجھ نہیں آئی یا ان کی بات کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ اس لیے انہوں نے دوبارہ عرض کیا اور کہا کہ اگر آپ کو یقین نہ ہو تو ہم اس لڑکے کو پکڑ کر آپ کے سامنے لے آتے ہیں، آپ خود وہ چادر دیکھ لیں۔ میاں صاحب رحمہ اللہ نے نہایت برہمی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

کیا دنیا میں اس قسم کی وہی ایک چادر بنی تھی، دوسری نہیں بنی اور نہ کہیں سے ملتی ہے؟

آخر بتانے والوں کو ہی ندامت ہوئی اور وہ لڑکا سب کے سامنے اس کو اوڑھے پھرتا اور اوڑھ کر مسجد میں آتا تھا۔

(دبستان حدیث ص ۷۶، ۷۷)

کلاہ اور عمامہ استعمال فرمانا :۔ حج سے قبل چھوٹا سا عمامہ مخطط بہ خط سرخ و سیاہ چارخانہ مؤ اور اعظم گڑھ کا بنا ہوا پہنتے تھے۔ عمامہ ایسی سادگی سے باندھا جاتا کہ درس کے وقت بار بار کھلتا اور وہ ہاتھ سے اس کے پیچ دباتے جاتے۔ بسا اوقات بالکل کھل جاتا اور پھر جلدی سے سر پر لپیٹ لیتے یا اتار کر اپنے پاس رکھ لیتے۔ کبھی گول ٹوپی پہنتے جس کی نوک کسی قدر اوپر کو نکلی ہوتی۔ (ص ۹۰)

دو پلی ٹوپی کا استعمال فرمانا: پورے سر پر دو پلی ٹوپی، دلی کی طرز کا انگرکھا، سفید پائجامہ، ہاتھ میں بڑا سا سفید رومال۔ (دبستان حدیث ص ۹۶)

تسبیح استعمال فرمانا :۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تسبیح بالعموم ہاتھ میں رکھتے اور ذکر و اذکار کرتے رہتے تھے۔ آخری دنوں میں کمزوری زیادہ ہو گئی تو تسبیح ہاتھ سے گر جاتی تھی اور بے چینی سے اُسے تلاش کرتے تھے۔ جب اردگرد بیٹھنے والوں کو معلوم ہو گیا کہ تسبیح ہاتھ سے گر جانے کی وجہ سے انہیں پریشانی ہوتی ہے تو وہ فوراً تسبیح اٹھا کر ان کے ہاتھ میں تھما دیتے اور وہ پڑھنے میں مصروف ہو جاتے۔ اگر تسبیح جلدی سے ہاتھ میں نہ آتی تو انگلیوں پر پڑھتے رہتے۔ کبھی تسبیح خود ہی بستر پر رکھ دیتے، کبھی گلے میں ڈال لیتے، غرض زبان پر ہر وقت تسبیح و تحمید کا سلسلہ جاری رہتا۔ بے ہوشی کی حالت میں بھی ذکر الٰہی سے ان کی انگلیاں حرکت میں رہتیں اور لب اللہ کی یاد میں ہلتے رہتے۔ (دبستان حدیث ص ۹۳، ۹۴)

مقام تدفین :۔ مولانا تلطف حسین رحمہ اللہ کے بقول کسی انداز میں ایک دن ان سے ان کے مقام تدفین کے بارے میں عرض کیا گیا اور بتایا گیا کہ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کے مقبرے میں بھی جگہ کا انتظام کیا جا چکا ہے۔ (دبستان حدیث ص ۹۴)

اشاعت حدیث میں متصوفین علماء کا کردار

(بارھویں صدی ہجری) میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی تبلیغی و تصنیفی مہمات نے شہرت پائی۔ پھر ان کے صاحب زادگان گرامی قدر (حضرت شاہ عبدالعزیز محدث رحمہ اللہ، حضرت شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ اور حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ) اور ان کے شاگردوں کی تدریسی و تصنیفی خدمات کا ایک طویل سلسلہ چلا۔ مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ، میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ، نواب سید صدیق حسن خاں رحمہ اللہ، مولانا شمس الحق ڈیانوی رحمہ اللہ عظیم آبادی، مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ، مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری رحمہ اللہ، مولانا محمد ابراہیم آروی رحمہ اللہ، حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ، سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ، امام سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ، مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ اور دیگر بہت سے حضرات عالی قدر اسی سلسلۃ الذہب کے تابندہ موتی ہیں۔ (دبستان حدیث ص ۱۱۱)

"پٹنہ" شہر میں صوفیاء علماء کی خدمات:۔ پٹنہ میں جب مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی تو اس کا پہلا دارالحکومت بہار شریف تھا جو وہاں کا ایک تاریخی شہر ہے اور وہ بختیار خلجی کے عہد سے لے کر شیر شاہ سوری کے زمانے تک اس صوبے کا صدر مقام رہا۔ شیر شاہ سوری نے جب شہر پاٹلی پتر میں قلعہ تعمیر کرایا تو ۱۵۴۱ء میں بہار شریف کے بجائے صوبے کا دارالحکومت پاٹلی پتر کو بنا دیا گیا، جسے آگے چل کر "پٹنہ" کہا جانے لگا۔ اس علاقے میں بہت سے علماء، مصنفین، مجاہدین، سیاست دان اور صوفیائے کرام رحمہم اللہ پیدا ہوئے، جنہوں نے اپنے دائرے میں بے حد خدمات سر انجام دیں اور بڑی شہرت پائی۔ ان میں شیخ شرف الدین منیری رحمہ اللہ، قاضی محب اللہ بہاری رحمہ اللہ، مولانا ولایت علی صادق پوری رحمہ اللہ، سید میاں نذیر حسین رحمہ اللہ، علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ، سر سید علی امام رحمہ اللہ اور سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ جیسے اکابر شامل ہیں۔ (دبستان حدیث ص ۱۱۲)

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف

برصغیر کے ماہرین حدیث کی ذی قدر جماعت اور حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے ارشد تلامذہ کی وسعت پذیر فہرست میں حضرت مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی رحمہ اللہ کا اسم گرامی نہایت نمایاں حروف میں مرقوم دکھائی دیتا ہے۔ (دبستان حدیث ص ۱۴۴)

ہر مذہب و مسلک کا احترام:۔ مولانا رحیم آبادی رحمہ اللہ نہایت وضع دار عالم دین تھے۔ ہر مذہب و مسلک کے علماء کا احترام کرتے تھے اور گفتگو میں نہایت محتاط تھے۔ مسائل میں اختلاف کو وہیں تک محدود رکھتے تھے۔ معاشرتی زندگی میں بگاڑ نہیں پیدا ہونے دیتے تھے۔ تفسیر حقانی کے مصنف مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ ان کے ہم درس رہ چکے تھے۔ (دبستان حدیث ص ۱۶۸، ۱۶۹)

جناتی اثرات میں مجرب تعویذ:۔ ایک مرتبہ مولانا رحیم آبادی رحمہ اللہ کی دہلی تشریف آوری ہوئی۔ شیخ عبدالرحمٰن اور عطاء الرحمٰن کے ہاں قیام تھا۔ اس وقت ان کی کسی خاتون کو کوئی تکلیف تھی جس کے متعلق خیال ہوا کہ یہ جناتی اثر ہے۔ مولانا کی خدمت میں عرض کیا گیا تو انہوں نے تعویذ دے دیا اور مریضہ صحت یاب ہو گئیں۔ (دبستان حدیث ص ۱۶۹)

نماز تہجد میں مرتبۂ احسان کی کیفیات:۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا رحیم آبادی رحمہ اللہ کو علم و تحقیق کے ساتھ ساتھ زہد و تقویٰ کی نعمت بھی فراوانی سے عطا فرمائی تھی۔ ان سے تہجد کی نماز کبھی فوت نہیں ہوئی۔ صحت، علالت، حضر، سفر، یہاں تک کہ ریل کے سفر میں بھی اس کا التزام رہا۔ جب بیماری نے زیادہ غلبہ پا لیا تو بستر پر ہی تہجد کی نماز ادا فرمانے لگے تھے، روزانہ قرآن مجید کے دو یا تین پارے بھی پڑھ لیتے۔ نماز نہایت خشوع و خضوع سے پڑھتے۔ نماز میں ان پر نبی ﷺ کے فرمان "ان تعبد الله كانك تراه" کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ (دبستان حدیث ص ۱۷۴)

قرب صالحین میں خواہشِ تدفین:۔ مولانا مرحوم و مغفور نے اپنی زندگی ہی میں قبرستان کے پہلے دروازے کے سامنے تدفین کے لئے جگہ تجویز کر رکھی تھی، لیکن آخری وقت میں وصیت فرمائی کہ پہلی جگہ پر تدفین کے متعلق میرا ارادہ بدل گیا ہے اب مجھے قبرستان میں حافظ محمد عمر رحمہ اللہ کے قریب دفن کیا جائے۔ اس لیے کہ وہ صالح نوجوان تھا، اس کی رفاقت میرے لیے مناسب ہوگی، چنانچہ ان کی وصیت

کے مطابق خاندانی قبرستان میں شب کے دس بجے انہیں دفن کردیا گیا۔ (دبستان حدیث ص ۱۸۰)

مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ

ہندوستان کے صوبہ یوپی کے ضلع اعظم گڑھ کا ایک مشہور قصبہ مبارک پور ہے۔ والد کا نام نامی حافظ عبدالرحیم اور جد امجد کا حاجی شیخ بہادر تھا۔ حاجی شیخ بہادر دیانت واتقاء کے اعتبار سے اس قصبے کے ممتاز فرد تھے۔ (دبستان حدیث ص ۱۸۲)

مسلکی اعتدال:۔ قاضی اطہر مبارک پوری لکھتے ہیں: ”بینائی سے محروم ہوجانے کے بعد بعض درسی کتابوں کی عبارتیں زبانی پڑھا کرتے تھے اور ہر قسم کے فتوے لکھوایا کرتے تھے“۔ قاضی صاحب ممدوح آگے تحریر فرماتے ہیں: ”ہر مکتب خیال کے لوگ مولانا سے علمی مسائل دریافت کرتے تھے اور وہ ہر مسلک والے کو اس کے مسلک کے مطابق مسئلہ بتاتے تھے۔“ .(تذکرہ علمائے مبارک پور ص ۱۴۹ بحوالہ دبستان حدیث ص ۱۹۲)

ٹوپی اور رومال کا استعمال:۔ گول ٹوپی، کندھے پر بڑا رومال، ہاتھ میں چھڑی کا استعمال کرتے۔ (دبستان حدیث ص ۱۹۸)

زیادہ تر وقت درس وتدریس میں صرف ہوتا یا عبادت اور ذکر الٰہی میں مشغول ہوجاتے۔ (دبستان حدیث ص ۱۹۹)

تقویٰ اور خشیت الٰہی:۔ مولانا کی زندگی سلف صالحین کا نمونہ تھی۔ علم وفضل، تقویٰ وطہارت، زہد وقناعت، عزلت اور سادگی میں اپنی مثال آپ تھے۔ دنیا میں رہ کر دنیا سے بے گانہ تھے۔ درس وتدریس، تصنیف وتالیف، طبابت وحکمت زندگی کے مشاغل تھے۔ خشیت الٰہی کا غلبہ تھا۔ سنا ہے جہری نماز نہیں پڑھاتے تھے، کیونکہ رودیا کرتے تھے۔ ان کے ایک عزیز شیخ شبلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، مولانا رحمہ اللہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تو آخری تکبیر میں بے قابو ہوگئے، مشکل سے تکبیر پوری کرسکے۔ اس جنازے میں راقم بھی شامل تھا۔ (دبستان حدیث ص ۲۰۰، ۲۰۱)

مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی کا عمامہ:۔ مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی رحمہ اللہ سر پر سفید عمامہ زیب تن فرماتے۔

(دبستان حدیث ص ۲۲۶)

مولانا ابوعبدالرحمٰن محمد پنجابی کا کسب علم:۔ ان کا اصلی نام بہادر سنگھ تھا باپ کا نام سردار ہیرا سنگھ قصبہ فرید آباد ضلع منٹگمری (پنجاب) کے رہنے والے تھے۔

بہادر سنگھ کے دماغ میں دینی تعلیم کا شوق گھر کرچکا تھا۔ ہر وقت اسی فکر میں رہتے کہ ہوسکے تو پھر قصبے سے چلا جاؤں۔ چنانچہ موقع پاتے ہی وہ دارالعلوم دیوبند پہنچے اور چند سال میں فارغ التحصیل ہوکر دہلی آگئے اور فتح پور میں مقیم ہوئے۔ (دبستان حدیث ص ۲۳۳)

مولانا ابومحمد ابراہیم آروی صوفیاء کے جانشین:۔ مولانا ابومحمد ابراہیم آروی رحمہ اللہ ۱۲۶۷ھ (۱۸۵۱ء) میں آرہ کے ملکی محلّہ میں پیدا ہوئے۔ مولوی عبدالمالک آروی رحمہ اللہ کے بقول حضرت مولانا ہمارے بزرگان سلف اور صوفیائے کرام کے صحیح طور سے نقش قدم پر تھے۔ آپ رمضان کے آخری عشرے کی راتوں کو خود بھی جاگتے اور لوگوں کو تہجد اور نوافل پڑھنے کی بھی تلقین فرماتے۔ آپ کے جاری کردہ مدرسہ احمدیہ سے متعدد بڑے بڑے علماء نے تحصیل علم کی اور کئی جید علمائے عظام اس میں خدمت تدریس سرانجام دیتے رہے۔

حضرت شاہ عین الحق پھلواروی کا بھی (جنہیں صحیح معنوں میں بہار کے ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ کہا جاسکتا ہے) کچھ عرصہ اس درسگاہ میں فیض درس جاری رہا۔ (دبستان حدیث ص ۲۴۰)

مولانا محمد حسین لکھوی کا عمامہ:۔ کتب حدیث کیلئے دہلی کا عزم کیا اور حضرت میاں سید نذیر حسین رحمہ اللہ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور ان سے سند حدیث لی۔ مولانا ممدوح علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہر اور اپنے آباؤاجداد کی طرح نہایت متقی بزرگ تھے۔ مولانا محمد حسین لکھوی رحمہ اللہ سفید عمامہ زیب تن فرماتے۔ (دبستان حدیث ص ۲۴۶)

مولانا رفیع الدین شکرانوی کا روحانی فیض:۔ مولانا رفیع الدین شکرانوی رحمہ اللہ صوبہ بہار کے قصبے شکرانواں میں پیدا ہوئے......انہوں

نے مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے روحانی فیض حاصل کیا اور سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ سے کتب حدیث پڑھیں۔ (دبستان حدیث ص ۲۵۱)

مولانا فقیر اللہ مدراسی کی بیعت:۔ مولانا ممدوح ۱۲۸۰ھ (۱۸۶۳ء) کو کھ مصرال شاہ پور (ضلع خوشاب پنجاب) میں پیدا ہوئے...... ابتدائی تعلیم اپنے برادر کبیر مولانا محمد رحمہ اللہ سے حاصل کی جو حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ اس کے بعد شیخ حسین عرب رحمہ اللہ سے مستفید ہوئے۔ حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ کے چشمۂ فیض سے بھی سیراب ہوئے اس کے بعد امرتسر کا قصد کیا۔ امرتسر کے مدرسہ غزنویہ کا اس وقت بڑا شہرہ تھا اور اس کی مسند تدریس حدیث پر حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ متمکن تھے۔ مولانا فقیر اللہ رحمہ اللہ نے ان کے علم وعرفان سے خوب استفادہ کیا۔ یعنی ان سے حصول علم بھی کیا اور ان کے حلقۂ بیعت میں بھی داخل ہوئے۔ امرتسر سے فراغت کے بعد دہلی گئے اور شیخ الکل حضرت میاں سید نذیر حسین رحمہ اللہ کے آستانہ فضیلت پر حاضری دی۔ ان سے کتب حدیث پڑھیں اور سند واجازت سے مفتخر ہوئے۔ (دبستان حدیث ص ۲۵۲)

نواب سید صدیق حسن خاں رحمہ اللہ کا ذوق تصوف

اخلاقیات اور تصوف پر پچپن کتابیں:۔ نواب صاحب رحمہ اللہ دنیائے اسلام کے کثیر التصانیف مصنف ہیں۔ ان کی چھوٹی بڑی تصانیف کی کل تعداد ۲۳۰ کے لگ بھگ ہے...... اڑتیس کتابیں اخلاقیات کے موضوع پر، سترہ کتابیں تصوف کے موضوع پر تصنیف فرمائیں۔

نواب صاحب کا سلسلہ نسب تینتیس واسطوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ نواب صاحب رحمہ اللہ کے والد مکرم کا اسم گرامی سید اولاد حسن تھا جو ۱۲۱۰ھ (۹۶-۱۷۹۵ء) میں ہندوستان کے شہر قنوج میں پیدا ہوئے۔ قنوج اور لکھنؤ کے بعض معروف اساتذہ سے حصول علم کے بعد سید اولاد حسن ۱۲۳۳ھ (۱۸۱۸ء) میں دہلی گئے۔ وہاں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور شاہ رفیع الدین رحمہما اللہ سے استفادہ کیا اور شاہ عبدالقادر دہلوی رحمہ اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ امیر المجاہدین سید احمد شہید رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت جہاد کی۔ (دبستان حدیث ص ۲۶۴)

صحبت اہل اللہ کی ضرورت:۔ ابقاء المنن میں فرماتے ہیں: ”صحبت اہل جہاں سے تہ دل سے بے زار رہتا ہوں اور اہل علم کی صحبت کو دوست رکھتا ہوں...... ایسے لوگوں کی صحبت ہو جو نذاکرہ علمی یا ذکر الٰہی کریں۔“ (دبستان حدیث ص ۲۷۶)

معمولات: تقویٰ وتورع کے اوصاف ان کے مزاج میں راسخ ہو چکے تھے۔ نماز تہجد بارہ رکعت...... نماز فجر کے بعد تلاوت قرآن اور مختلف ادعیہ کی پابندی کرتے اور وظائف میں مشغول ہو جاتے۔ (دبستان حدیث ص ۲۷۶)

”مقالات احسان“ آخری تالیف:۔ اب نواب صاحب رحمہ اللہ کی حیات طیبہ کے آخری ایام اور سانحہ موت کا تذکرہ ان کے شاگرد رشید سید ذوالفقار احمد نقوی بھوپالی کی زبانی سنیے۔ سید ذوالفقار احمد نقوی رحمہ اللہ بھوپال کے ممتاز عالم اور وہاں کے مجلس علماء کے رکن اعظم تھے...... نواب صاحب رحمہ اللہ نے ۱۷۔ فروری ۱۸۹۰ء کو وفات پائی اور سید ذوالفقار احمد نقوی ان کی وفات سے ۳۱ سال سات مہینے تین دن بعد ۲۴۔ ستمبر ۱۹۲۱ء کو فوت ہوئے۔ اب سید ذوالفقار احمد نقوی کی تحریر ملاحظہ ہو۔

”شیخنا المرحوم کی آخری تالیف کتاب ”مقالات الاحسان“ ہے۔ یہ کتاب ترجمہ ہے ”فتوح الغیب“ کا جو کہ سیدنا ومولانا حضرت سید عبدالقادر گیلانی رضی اللہ عنہ کی تالیف ہے۔ (دبستان حدیث ص ۲۷۷)

نواب صاحب کا بہت بڑا کتب خانہ تھا جو ان کی وفات کے بعد دار العلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) میں منتقل کر دیا گیا تھا۔

اولاد میں ذوق تصوف:۔ نواب صاحب رحمہ اللہ کی اولاد دو بیٹے تھے اور ایک بیٹی۔ بیٹوں میں سے ایک کا نام سید نور الحسن خاں کلیم تھا اور چھوٹے کا سید علی حسن خاں طاہر۔

سید نور الحسن خاں کلیم بدھ کے روز ۲۱۔ رجب ۱۲۷۸ھ (۲۳۔ مارچ ۱۸۶۲ء) کو بھوپال میں پیدا ہوئے۔ ان کی پرورش خدا ترسی، علم دوستی اور صلاح وتقویٰ کے اس ماحول میں ہوئی جس میں قرآن وحدیث کی صدائیں گونجتی تھیں۔

سید نور الحسن خاں فارسی اور اردو کے شاعر بھی تھے اور کلیم تخلص کرتے تھے۔ آخر عمر میں تصوف سے زیادہ شغف ہو گیا تھا اور امور خیر کی انجام دہی میں مشغول رہتے تھے۔ مصنف بھی تھے اور جو کتابیں تصنیف کیں، ان کا تعلق صالحین امت کے واقعات اور حسنات کی ترغیب سے ہے...... ایک ضخیم کتاب کا نام ''مجموعہ رسائل'' ہے۔ اس میں تصوف کے بعض موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔ (دبستان حدیث ص ۲۷۹)

سید احمد حسن عرشی کے نقشبندی استاد:۔ اب نواب صاحب رحمہ اللہ کے بھائی سید احمد حسن عرشی رحمہ اللہ کے مختصر حالات ملاحظہ ہوں جو نواب صاحب رحمہ اللہ سے عمر میں دو سال بڑے تھے۔ ۱۹ رمضان (۳۔ مارچ ۱۸۳۱ء) کو قنوج میں پیدا ہوئے۔ آغاز تعلیم گھر ہی میں ہوا۔..... کتب حدیث شیخ عبدالغنی مجددی دہلوی رحمہ اللہ سے ان کے زمانہ قیام مدینہ منورہ میں پڑھیں۔ (دبستان حدیث ص ۲۸۰)

مجذوب کی بڑ یا دعائے ولی:۔ نواب صاحب رحمہ اللہ کی وجہ سے بہت سے اہل علم بھوپال آئے اور بھوپال نے مجمع علماء اور مرکز شعراء کی حیثیت اختیار کر لی۔ ان میں سے متعدد حضرات کا تذکرہ ڈاکٹر رضیہ حامد نے اپنی کتاب ''صدیق حسن خاں'' میں کیا ہے۔ ان بزرگان ذی احترام میں سے ایک بزرگ مولوی قدرت اللہ قدرت رحمہ اللہ تھے جو اپنے دور کے مشہور شاعر اور عالم دین تھے۔ ان کا خاندان ہمیشہ فضل وکمال اور شعر وادب میں ممتاز رہا۔ ۱۹۷۳ء میں ہندوستان کے منصب نائب صدارت پر جسٹس ہدایت اللہ فائز تھے، وہ مولوی قدرت اللہ قدرت کے حقیقی پوتے تھے۔ نواب صاحب رحمہ اللہ سے مولوی قدرت اللہ قدرت کے گہرے مراسم تھے اور مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ کے مدرسے میں نواب صاحب اور مولوی قدرت اللہ صاحب ہم مکتب تھے اور دونوں کے حجرے بھی قریب قریب تھے۔ اب ایک عجیب واقعہ ملاحظہ فرمائیے جو ڈاکٹر رضیہ حامد نے تحریر فرمایا ہے۔ یہ واقعہ مولانا سید عبدالخالق نقوی پروفیسر عربی اسکول آف فارن لنگوئجز دہلی نے محترمہ مصنفہ کے والد مکرم سید فتح علی صاحب سے بیان کیا تھا۔

ایک دن مولوی قدرت اللہ صاحب فجر کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جانے لگے تو دیکھا کہ صدیق حسن خاں سردی میں ٹھٹھر رہے ہیں۔ مولوی صاحب نے ان پر اپنا دوشالہ اڑھا دیا۔ گرمی حاصل ہوئی تو صدیق حسن خاں کو نیند لگ گئی۔ جب نیند کھلی تو درس شروع ہو چکا تھا۔ وہ درس میں پہنچے تو مولانا فضل الرحمٰن رحمہ اللہ نے فرمایا: ''کہیے نواب صاحب! اب تشریف لا رہے ہیں۔''

یہ بات صدیق حسن خاں کی طبیعت پر گراں گزری اور وہ اپنے حجرے میں آ کر ہچکیوں سے رونے لگے۔ مولوی قدرت اللہ نے جا کر حال معلوم کیا تو انہوں نے مولانا کے الفاظ سنائے اور انہیں طنز قرار دیا۔ لیکن مولوی قدرت اللہ یہ جملہ سن کر محظوظ ہوئے اور بولے: ''ارے روتا کیوں ہے۔ دیکھنا حضرت کا کہنا سچ ثابت ہو گا اور تو ایک دن نواب بنے گا۔'' پھر مولوی صاحب نے ایک پرچہ ان کو لکھ کر دیا کہ جب صدیق حسن خاں نواب ہوں گے تو قدرت اللہ کو ایک سو چودہ روپے کی نوکری دیں گے۔ صدیق حسن خاں رحمہ اللہ نے اس پرچے پر دستخط کر دیئے اور بات ختم ہو گئی۔

حصول تعلیم کے بعد تلاش معاش کے لیے صدیق حسن خاں رحمہ اللہ بھوپال آئے اور مولوی قدرت اللہ میسور چلے گئے۔ جب شاہ جہاں بیگم سے صدیق حسن خاں رحمہ اللہ کی شادی ہو گئی تو قدرت اللہ نے بھوپال کا رخ کیا اور نواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہ کے پاس تشریف لائے اور وہ پرچہ انہیں دکھایا۔ نواب صاحب بہت خوش ہوئے اور فوراً ان کو ایک سو چودہ روپے ماہانہ پر مہتمم کوٹھیات کے عہدے پر مقرر فرما دیا۔ (دبستان حدیث ص ۲۸۰، ۲۸۱)

سید ابوالخیر احمد برق حسنی لکھنوی کا حصول علم:۔ ہندوستان کے علمائے اہل حدیث میں انہیں عزت کا مقام حاصل تھا۔ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے تعلیم حاصل کی تھی اور لکھنؤ ہی سے تعلق سکونت تھا۔ (دبستان حدیث ص ۲۸۶)

مولانا عبدالقادر لکھوی رحمہ اللہ

تعارف: لکھوی خاندان کی تدریسی اور تصنیفی خدمات سے پنجاب کا ہر وہ شخص آگاہ ہے جو دینی علوم سے تھوڑی بہت دلچسپی رکھتا ہے۔ ان کی علمی خدمات کا سلسلہ حضرت حافظ بارک اللہ لکھوی رحمہ اللہ سے شروع ہوا اور یہی علمی اعتبار سے اس خاندان کے رکن اعلیٰ ہیں۔

حافظ بارک اللہ لکھوی رحمہ اللہ کے چار بیٹے تھے جن کے نام علی الترتیب یہ ہیں: ۱۔ حافظ محمد لکھوی، ۲۔ حکیم غلام محمد، ۳۔ حافظ محمد سلیم، ۴۔ حافظ محمد صالح رحمہم اللہ تھے۔ آگے ان چاروں بھائیوں کی اولاد کا سلسلہ چلتا ہے۔ ان میں سے حکیم غلام محمد رحمہ اللہ کے بیٹے مولانا عبدالقادر لکھوی رحمہ اللہ تھے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ مولانا عبدالقادر لکھوی رحمہ اللہ، حضرت حافظ بارک لکھوی رحمہ اللہ کے پوتے اور حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ کے بھتیجے تھے۔ (دبستان حدیث ص ۲۸۹)

مولانا عطاء اللہ لکھوی رحمہ اللہ

مولانا عطاء اللہ لکھوی، مولانا محی الدین لکھوی (متوفی ۲۷۔ فروری ۱۹۹۸ء) کے حقیقی ماموں تھے۔ (ص ۲۹۳)

امرتسر کے مدرسہ غزنویہ کا عزم کیا، وہاں حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری دی اور ان سے کتب حدیث پڑھیں۔ ۱۹۰۵ء میں اس عالی مرتبت عالم دین سے سند حدیث لی۔ (دبستان حدیث ص ۲۹۳)

حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی درس وتدریس اور تقویٰ وصالحیت، نیک نفسی، ہمدردی، ایثار، خلوص اور دیانت وامانت میں بے مثال تھے۔ نرم زبان، خوش کلام، عالی کردار اور صاحب عزیمت عالم دین تھے۔ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ خدمت دین میں گزرا۔ اپنے اسلاف کی پاکیزہ تریں یادگار تھے۔ (دبستان حدیث ص ۲۹۷)

مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ خاندان لکھویہ کے اہل علم کے ساتھ بے حد اکرام کا برتاؤ فرماتے تھے۔ (دبستان حدیث ص ۲۹۵)

مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی رحمہ اللہ

مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی رحمہ اللہ کے ساتھ ان کے ایک نوجوان فرزند گرامی تھے جو قد وقامت میں والد کی مانند تھے۔ ان کا نام مجھے یاد پڑتا ہے، عبدالمالک تھا۔ میں نے ایک دن دونوں کو دوپہر کے کھانے کی دعوت دی تو بے حد مسرت کے ساتھ تشریف لائے اور کھانے کے بعد میرے لیے اور تمام افرادِ خانہ کے لیے دعا فرمائی۔ ان کی دعا سے ہم لوگ بہت خوش ہوئے اور خیال کیا کہ اتنے بڑے عالم نے ہمارے گھر آکر ہم پر انتہائی احسان فرمایا ہے اور ہمارے لیے بہتری کی جو دعا کی، اسے اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرمائے گا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا کی دعا قبول فرمائی۔ (دبستان حدیث ۳۰۵)

علمائے احناف کا بے حد احترام:۔ مولانا کھنڈیلوی رحمہ اللہ خاموش طبع، خلوت گزیں، سادہ مزاج، قناعت پسند، فقر ودرویشی کا مرقع تھے۔ تحقیقی مسائل کے سلسلے میں ہر عالم سے اگرچہ وہ عمر اور مرتبے میں کم تر ہوتا اور کسی مسلک سے انسلاک رکھتا، استفادے میں کسی قسم کی جھجک اور عار محسوس نہ فرماتے...... ہر مسلک کے اہل علم کا احترام کرتے تھے۔

ان کی ایک تصنیف ”الانصاف لرفع الاختلاف“ ہے...... اس کتاب میں حضرت مصنف رحمہ اللہ علمائے احناف کا بے حد احترام سے ذکر فرماتے ہیں اور مختلف فیہ مسائل کے بارے میں باحوالہ ان کے ارشادات نقل کرتے ہیں اور پھر دردمندانہ لہجے میں اہل حدیث اور احناف سے مسلکی اختلاف کو برداشت کرنے کی تلقین فرماتے ہیں۔ (دبستان حدیث ص ۳۱۱)

مولانا عبدالحق ہاشمی رحمہ اللہ

مولانا عبدالحق ہاشمی رحمہ اللہ پچیس سال احمد پور شرقیہ کے منصب خطابت پر متمکن رہے...... وہ سرائیکی زبان کے بہت بڑے مقرر اور معروف واعظ تھے...... سادہ زندگی بسر کرتے تھے اور کھلے جنگل میں اونٹ چراتے تھے طلباء کی جماعت ان کے ہم رکاب ہوتی تھی اور وہ اونٹ چرانے کے ساتھ ساتھ انہیں پڑھاتے بھی جاتے تھے...... ایک خصوصیت بارگاہ الٰہی سے انہیں یہ ودیعت فرمائی گئی تھی کہ نیکی

اور صالحیت میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔ تہجد گزار اور ذکر خداوندی کی دولت سے مالا مال تھے۔ (دبستان حدیث ۳۱۴، ۳۱۵)

زیارت نبی ﷺ کے مبارک خواب:۔ نبی کریم ﷺ کی ذات ستودہ صفات اور آپ ﷺ کی احادیث مبارکہ سے مولانا ہاشمی رحمہ اللہ کو انتہائی قلبی محبت تھی۔ نبی کریم ﷺ سے متعلق مولانا ہاشمی رحمہ اللہ کے چند خواب ان کے پوتے پروفیسر محمد اسرائیل (انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور) نے اپنے ایک مضمون میں درج کیے ہیں۔ یہ اس زمانے کے خواب ہیں جب مولانا ممدوح طالب علم حدیث میں مصروف تھے، ملاحظہ فرمائیے۔

پہلا خواب:۔ ۱...... انہوں نے دیکھا کہ نبی ﷺ ان کے آگے سے گزرے۔ نبی کریم ﷺ سفید لباس پہنے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ کا چہرہ مبارک چاند کی طرح چمک رہا ہے۔

دوسرا خواب:۔ ۲...... ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کی اس طرح زیارت ہوئی کہ آپ ﷺ نہایت خوب صورت لباس میں کرسی پر تشریف فرما ہیں اور آسمان سے اترے ہیں۔ (مولانا فرماتے ہیں) نبی کریم ﷺ نے مجھ سے معانقہ فرمایا۔

تیسرا خواب:۔ ۳...... تیسری بار مولانا ممدوح رحمہ اللہ نے نبی کریم ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ ایک آدمی کے ساتھ مل کر نبی کریم ﷺ کا جنازہ مبارک اٹھائے ہوئے ہیں (مولانا فرماتے ہیں) کیفیت یہ ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کو سر مبارک کی طرف سے اور دوسرا آدمی آپ ﷺ کے پاؤں مبارک کی طرف سے اٹھائے ہوئے ہے۔ میں اسی حالت میں پانی میں داخل ہو جاتا ہوں۔ خواب ہی میں میرے دل میں القاء ہوا کہ میں نبی کریم ﷺ کی مردہ سنتوں کو زندہ کروں گا۔

چوتھا خواب:۔ ۴...... چوتھی مرتبہ مولانا رحمہ اللہ نے نبی کریم ﷺ کی زیارت آپ ﷺ کے حجرہ مبارک میں کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ایک بڑا رجسٹر پڑا ہے۔ مولانا ممدوح رحمہ اللہ نے نبی کریم ﷺ سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا نام پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس رجسٹر میں دیکھو۔ مولانا رحمہ اللہ نے اس رجسٹر میں اس صحابی کا نام لکھا ہوا دیکھا۔

پانچواں خواب:۔ ۵...... مولانا رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ ہمارے گھر میں تشریف فرما ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے مجھے بلایا۔ میرے ہاتھ میں قلم دوات ہے۔ نبی کریم ﷺ مجھے املاء فرماتے ہیں اور میں لکھ رہا ہوں۔ میری والدہ ہمارے قریب آئیں تو نبی کریم ﷺ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر ہم دوسرے کمرے میں گئے اور آپ ﷺ مجھے لکھوانے لگے۔ (مولانا نے یہ تمام خواب بقول پروفیسر محمد اسرائیل اپنے فرزند مولانا ابوتراب الظاہری کو نوٹ کرائے)۔

(دبستان حدیث ص ۳۱۸)

مولانا عبدالجبار عمر پوری رحمہ اللہ کا ذوق تصوف

یوں تو مولانا عبدالغفار حسن کے آباؤ اجداد کے سبھی ارکان فضل و کمال کی دولت سے بہرہ یاب تھے، لیکن ان کے جد امجد حضرت مولانا عبدالجبار عمر پوری رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے خاص طور سے علم و عمل اور ادراک و عرفان کی نعمت بے بہا سے نوازا تھا۔

امرتسر جا کر علمائے غزنویہ اور وہاں کے بعض دیگر اصحاب تدریس سے استفادہ کیا۔ علمائے غزنویہ میں اس وقت حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی، مولانا عبدالرحیم غزنوی، مولانا عبدالغفور غزنوی اور مولانا عبدالاول غزنوی رحمھم اللہ ایسے اصحاب فضیلت اساتذہ مسند تدریس پر فائز تھے اور طلباء جہاں ان سے علم حاصل کرتے، وہاں ان کی روحانیت سے بھی فیض یاب ہوتے تھے۔ مولانا عبدالجبار عمر پوری رحمہ اللہ نے بھی ان بزرگان عالی قدر سے یہ نعمت حاصل کی۔

دیگر مسالک سے کسب علم:۔ مولانا محمد مظہر نانوتوی رحمہ اللہ سے فقہ، اصول فقہ اور حدیث کی چند کتابیں پڑھیں۔ سہارن پور میں مولانا احمد علی سہارن پوری رحمہ اللہ سے فقہ و اصول اور بعض کتب حدیث کا درس لیا۔ مولانا فیض الحسن سہارن پوری رحمہ اللہ سے عربی ادبیات اور علم بلاغت میں استفادہ کیا۔ (دبستان حدیث ص ۳۲۲)

حافظ عبدالستار عمر پوری کا تین ماہ میں قرآن حفظ کر لینا:۔ اب آیئے چند لمحے حضرت مولانا عبدالجبار عمر پوری رحمہ اللہ کے فرزند دلبند مولانا حافظ عبدالستار عمر پوری رحمہ اللہ کی خدمت میں گزارتے ہیں۔ مولانا موصوف کا سال ولادت ۱۳۰۱ھ (۱۸۸۴ء) ہے۔ (دبستان حدیث ص ۳۲۴)

حافظ عبدالستار بے حد ذہین تھے۔ قرآن مجید صرف تین ماہ میں حفظ کر لیا تھا۔ درس نظامی کی تکمیل مدرسہ احمدیہ سلفیہ آرہ (دربھنگا) میں کی۔

مولانا عبدالواحد غزنوی کی مریدہ خاتون:۔ مولانا حافظ عبدالستار رحمہ اللہ کی والدہ محترمہ بے حد صابرہ و شاکرہ اور عابدہ و زاہدہ خاتون تھیں۔ حضرت مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ سے انہوں نے بیعت ارشاد کی تھی۔ حضرت مولانا غزنوی رحمہ اللہ کو ان کے نیک نام اور عالم و متقی بیٹے حافظ عبدالستار رحمہ اللہ کی خبر وفات پہنچی تو نہایت حزن و ملال کا اظہار کیا۔ (دبستان حدیث)

مولانا ابوالحسنات علی محمد سعیدی رحمہ اللہ

پیر محبوب شاہ مکھوی رحمہ اللہ سے حصول علم:۔ مولانا ممدوح مشرقی پنجاب کے ضلع فیروز پور کی تحصیل زیرہ کے ایک گاؤں "صدر والا" میں ۱۹۱۲ء کے پس و پیش پیدا ہوئے۔ تحصیل زیرہ میں مسلمانوں کی اکثریت تھی اور مسلمانوں میں بھی اہل حدیث مسلک سے تعلق رکھنے والے لوگ زیادہ تعداد میں تھے۔...... دین داری اور تقویٰ شعاری میں بھی یہ لوگ اپنا ایک مقام رکھتے تھے...... مولانا علی محمد سعیدی رحمہ اللہ کے گھرانے میں کوئی عالم دین نہ تھا۔ تعلیم و تعلم سے اس خاندان کو کوئی دلچسپی بھی نہ تھی لیکن مولانا علی محمد رحمہ اللہ کو کیوں کر دلچسپی پیدا ہوئی اور انہوں نے کس طرح علم حاصل کیا؟

بات یہ ہے کہ اس گاؤں (صدر والا) میں ایک نیک سرشت اور صالح بزرگ رہتے تھے، جن کا نام صوفی ولی محمد رحمہ اللہ تھا۔ وہ خود تو کوئی بڑے عالم نہ تھے مگر اصحاب علم سے تعلق رکھتے تھے اور انہیں دینیات کی ان کتابوں کے مطالعہ کا شوق تھا جو اس وقت اردو زبان میں حاصل ہو سکتی تھیں۔ وہ پیر محبوب شاہ مکھوی مرحوم کے عقیدت مند اور ان سے فیض یافتہ تھے۔ مولانا علی محمد سعیدی کو حصول علم کا شوق تھا، انہوں نے ابتدائی تعلیم انہی صوفی ولی محمد رحمہ اللہ سے حاصل کی۔ بعد ازاں انہی کے کہنے سے موضع مکھو پہنچے اور پیر محبوب شاہ مرحوم کے بیٹے سید عبدالرحیم شاہ سے چند کتابیں پڑھیں...... صالحیت میں بھی وہ اپنا ایک مقام رکھتے تھے۔ گاؤں میں ان کا دینی مدرسہ بھی قائم تھا۔ انہوں نے ۱۹۳۲ء میں وفات پائی۔ (دبستان حدیث ص ۳۵۹)

پیر صاحب کا اعزاز و اکرام:۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد ۱۹۳۹ء میں وہ اپنے وطن واپس آ گئے...... اپنے اولین استاد صوفی ولی محمد رحمہ اللہ اور ایک اور بزرگ مولوی کمال الدین رحمہ اللہ کے مشورے سے اپنے گاؤں میں دینی مدرسہ جاری کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ پیر محبوب شاہ مکھوی اور سنگھاں والا کے مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کو گاؤں تشریف لانے کی دعوت دی اور ۱۹۴۰ء میں مدرسہ فیض الاسلام کے نام سے مدرسے کا اجراء کر دیا گیا۔ (دبستان حدیث ص ۳۶۰)

۱۹۴۰ء میں مولانا علی محمد سعیدی رحمہ اللہ کی شادی ان کے پہلے استاد صوفی ولی محمد رحمہ اللہ کی بڑی صاحب زادی سے ہوئی۔ (دبستان حدیث ص ۳۶۱)

حافظ احمد اللہ بڈھیمالوی رحمہ اللہ

حافظ احمد اللہ کا سلسلہ نسب یہ ہے: احمد اللہ بن قادر بخش بن علی محمد بن حمید بن شمس دین بن خالد بن محمد شریف بن محمد بن امین بن حافظ حبیب الرحمٰن۔ سلسلہ نسب کے یہ بہت خوبصورت نام ہیں۔ اس سلسلے کے آخری بزرگ حافظ حبیب الرحمٰن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت پیر پیراں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے خالہ زاد بھائی عون بن عبدالاعلیٰ عرف قطب شاہ رحمہ اللہ کی اولاد میں سے تھے جن کا نسب نامہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے سے جا ملتا ہے۔ (دبستان حدیث ص ۳۶۷)

حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ سے صحیح مسلم، مختصر المعانی اور عربی ادبیات وغیرہ کی تکمیل کی۔ مولانا سلفی اپنے اس شاگرد کی طبعی شرافت، کم گوئی، صالحیت اور سادگی کی بناء پر انہیں "فرشتہ" کے نام سے پکارتے تھے۔ (دبستان حدیث ص ۳۶۹)

فارغ التحصیل ہونے کے بعد حافظ احمد اللہ کی شادی بڈھیمال میں اپنی پھوپھی کی بیٹی سے ہوئی۔ اس نیک بخت خاتون کے والد کا نام

صوفی عنایت اللہ رحمہ اللہ تھا...... وہ ایک ولی اللہ بزرگ کی حیثیت سے مشہور تھے...... جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کے لائبریرین عبدالقیوم ضیاء انہی کے اخلاف میں سے ہیں۔ (دبستان حدیث ص ۳۷۰)

اسلاف اہلحدیث کے خداترس بزرگ:۔ حافظ احمد اللہ رحمہ اللہ کے اسلاف میں سے (جیسا کہ ابتدائے مضمون میں عرض کیا گیا) ایک بزرگ قطب شاہ رحمہ اللہ تھے۔ وہ خوش کردار بزرگ تھے۔ ان سے متعلق بعض عجیب وغریب واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ وہ اپنے مریدوں میں بیٹھے تھے کہ ایک بھنگی اور چرسی آیا۔ اس نے ان سے چار آنے مانگے۔ انہوں نے چار آنے دے دیئے اور وہ چار آنے لے کر خوشی کا اظہار کرتا ہوا چلا گیا۔ لوگوں نے قطب شاہ رحمہ اللہ سے کہا آپ نے اسے چار آنے دے دیئے، یہ چار آنے کی بھنگ اور چرس پئے گا۔ آپ کو اسے پیسے نہیں دینا چاہئیں تھے۔ انہوں نے فرمایا میں نے تو اسے آج پہلی دفعہ چار آنے دیئے ہیں (آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا) اس سے پوچھو جو اُسے روزانہ دیتا ہے۔ (دبستان حدیث ص ۳۷۴)

خواب کے ذریعے سے رہنمائی:۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حافظ علم الدین رحمہ اللہ (دادا حضرت مولانا عبداللہ گوجرانوالہ) گولڑہ کے پیر مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ کے حلقہ بیعت میں شامل تھے۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ ایک میدان میں بے شمار لوگ کھڑے ہیں، میں بھی اس ہجوم کے ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ میرے پیر مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ بھی اس ہجوم میں شامل ہیں۔ میں نے دیکھا کہ اچانک ایک عجیب وغریب چیز آسمان سے اترنا شروع ہوئی۔ تمام لوگ اس کی طرف دیکھنے لگے۔ جیسے جیسے وہ چیز قریب آ رہی تھی لوگوں کی توجہ اس کی طرف زیادہ مبذول ہو رہی تھی۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ دوڑ کر اسے اپنے قبضے میں کر لے۔ جب وہ چیز زمین پر آ گئی تو میں اور پیر مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ دونوں اس کو پکڑنے کے لیے دوڑے۔ لیکن وہ عجیب وغریب چیز پیر صاحب رحمہ اللہ کے ہاتھ میں آنے کے بجائے میرے ہاتھ میں آ گئی اور اسی خوشی میں میری آنکھ کھل گئی۔ (دبستان حدیث ص ۳۷۸)

مولانا ابوالبرکات احمد رحمہ اللہ

مولانا ابوالبرکات احمد رحمہ اللہ کا پیدائشی اور سکونتی تعلق ہمارے اس علاقے سے سینکڑوں میل دور جنوبی ہند سے تھا۔ وہاں کے علاقہ مدراس کے ایک شہر کا نام ''چمناڈ'' ہے۔ چمناڈ کے نواح میں ایک قصبہ ''کاسر گوڈ'' کے نام سے موسوم ہے۔ کاسر گوڈ میں ایک اہل حدیث خاندان آباد تھا۔ اس خاندان کے ایک بزرگ کا اسم گرامی مولانا محمد رحمہ اللہ تھا جو اس علاقے میں علم وعمل کے لحاظ سے اچھی شہرت رکھتے تھے۔ مولانا محمد رحمہ اللہ کے ایک فرزند مولانا محمد اسماعیل رحمہ اللہ تھے۔ یہ بھی باپ کی طرح عالم اور پاکیزہ اطوار شخص تھے۔ ۱۹۲۶ء میں مولانا محمد اسماعیل رحمہ اللہ کے گھر ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام ابوالبرکات احمد رحمہ اللہ رکھا گیا۔

صلح وآشتی کا زمانہ:۔ یہاں یہ یاد رہے کہ اس علاقے میں اکثریت شافعی مسلک سے تعلق رکھنے والوں کی تھی۔ اہل حدیث بہت کم تھے، البتہ ابوالبرکات احمد رحمہ اللہ کے دادا اور والد کے علاوہ ان کے دونوں تایا اور ماموں اہل حدیث تھے...... وہ صلح وآشتی کا زمانہ تھا، تمام لوگ اتحاد واتفاق سے زندگی بسر کرتے تھے۔ نہ شوافع، اہل حدیث سے جھگڑتے تھے، نہ اہل حدیث، شوافع سے پنجہ آزمائی کرتے تھے۔ مسلک و مذہب کی بنیاد پر کسی کو ہدف تنقید یا نشانہ تنقیص نہیں بنایا جاتا تھا۔ (دبستان حدیث ص ۳۸۴)

بچوں کو ننگے سر نہ گھومنے کی تلقین:۔ مولانا ابوالبرکات احمد رحمہ اللہ دار العلوم کی چار دیواری میں تعلیم وتربیت کا اہتمام کرتے اور انھیں نصائح سے نوازتے تھے، وہاں تعطیلات کے زمانے میں اپنے گھروں میں جانے والے طلباء کو نصیحتیں فرماتے کہ وہ اپنے گھر، اپنے محلے اور گاؤں کے لوگوں میں وقار سے رہیں ان کو اپنے علم اور نیکی سے متاثر کرنے کی کوشش کریں، باجماعت نماز پڑھیں، ننگے سر گلیوں میں نہ گھومیں، کسی سے لڑائی جھگڑا نہ کریں، ہر شخص سے خوش اسلوبی سے پیش آئیں۔ چھوٹے بڑے سے ہم کلام ہوتے وقت اخلاق کی دولت اور شیرینی زبان کی پونجی آپ کے پاس ہونی چاہیے۔ (دبستان حدیث ص ۳۸۹)

مایوس مریض اور سورہ فاتحہ کا وظیفہ: میں (مولانا اسحاق بھٹی حفظہ اللہ) نے اپنی ایک تصنیف (برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن) میں ان کے ایک فاضل شاگرد قاری محمد ادریس عاصم پر تفصیلی مضمون لکھا ہے۔ قاری صاحب نے بتایا کہ وہ جامعہ اسلامیہ (گوجرانوالہ) میں مولانا ابوالبرکات احمد رحمہ اللہ کے حلقہ درس میں شامل تھے کہ بیمار ہو گئے اور بیماری نے اتنی شدت اختیار کر لی کہ ڈاکٹر نے میری زندگی سے مایوسی کا اظہار کیا اور تعلیم کا سلسلہ ترک کرنے کا مشورہ دیا۔ مولانا ممدوح کو بتایا گیا تو فرمایا کوئی علاج نہ کرو۔ اول آخر درود شریف پڑھ کر روزانہ اکتالیس مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھا کرو۔ چنانچہ یہ عمل کیا گیا تو چند روز میں اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرمادی۔ (دبستان حدیث ص ۳۹۱)

حافظ عبدالغفور جہلمی رحمہ اللہ

بابرکت ہاتھوں سے جامعہ کا سنگ بنیاد: (جامعہ اثریہ جہلم کا) سنگ بنیاد اس طرح رکھا گیا کہ حافظ عبدالغفور صاحب رحمہ اللہ نے اسے شیخ عبدالقادر حبیب اللہ سندھی رحمہ اللہ کو پکڑایا اور شیخ عبدالقادر حبیب اللہ سندھی رحمہ اللہ نے اسے امام کعبہ شیخ محمد بن عبداللہ سبیل حفظہ اللہ کے بابرکت ہاتھوں سے متعلقہ مقام پر نصب کرایا۔ یہ نہایت مسرت انگیز موقع تھا۔ (دبستان حدیث ص ۴۰۶)

حافظ عبدالغفور جہلمی کے معمولات ذکر: (حافظ عبدالغفور جہلمی رحمہ اللہ تہجد گزار اور عابد وزاہد شخص تھے) تہجد کے بعد قرآن مجید کے تقریباً چار پاروں کی تلاوت کرتے نماز فجر کے بعد مسنون وظائف واوراد کرتے۔ دن رات میں بہ کثرت درود شریف پڑھتے۔ نماز اشراق مسجد میں پڑھ کر گھر تشریف لاتے۔ (دبستان حدیث ص ۴۱۶)

وسیع الظرف اور فراخ حوصلہ عالم دین: کسی سے بے مقصد بات کرنا اور لڑنا جھگڑنا ان کی عادت نہ تھی۔ وسیع الظرف اور فراخ حوصلہ عالم دین تھے۔

ربیع الاول کا مہینہ تھا، مسجد اہل حدیث کے چوک میں بریلوی برادران نے جلسہ رکھا ہوا تھا۔ ہم نے مسجد کی گیلری سے جلسے میں مقررین کی تقاریر سنیں۔ ایک مقرر ''نور بشر'' کے موضوع پر اپنے مخصوص انداز میں تقریر فرما رہے تھے۔ میں نے کہا حافظ صاحب اب فرمائیے کیا خیال ہے؟ حافظ صاحب نے ہنستے ہوئے فرمایا کہ بخاری صاحب! بات کوئی ایسی نہیں، حضور (ﷺ) نور ہدایت بھی ہیں اور بشر تو ہیں ہی۔

(دبستان حدیث ص ۴۱۸)

مولانا عبدالغفار ضامرانی رحمہ اللہ

اعتدال پسندی اور حکیمانہ انداز: مولانا عبدالغفار ضامرانی رحمہ اللہ نے دورۂ حدیث کے لیے بنوری ٹاؤن میں مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ اور مفتی ولی حسن صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری دی اور ۱۹۵۷ء میں عالیہ کی سند ممتاز نمبروں میں حاصل کی۔

مولانا عبدالغفار ضامرانی رحمہ اللہ تنگ نظر اہل حدیث نہیں تھے بلکہ پر حکمت شخصیت کے مالک تھے۔ اور ان کا انداز تبلیغ حکیمانہ تھا۔ اس کا اندازہ کرنے کے لیے یہ مثال ہی کافی ہے کہ مولانا نے جو مدرسہ قائم فرمایا تھا اس میں اکثریت حنفی اساتذہ کی تھی اور یہ اساتذہ بڑا متشددانہ ذہن رکھتے تھے۔ مسلک کے بارے میں وہ مولانا ضامرانی کے خلاف باتیں کرتے رہتے تھے اور کسی نہ کسی ذریعے سے ان باتوں کا علم مولانا کو ہو جاتا تھا۔ مگر مولانا ان اساتذہ کو احساس تک نہ دلاتے اور نہ انہیں مدرسے سے نکالنے کا کبھی سوچا۔

(دبستان حدیث ص ۴۳۷)

زہد وتقویٰ: مولانا ضامرانی رحمہ اللہ زاہد وعابد اور قائم اللیل تھے۔ اشراق کی نماز کے پابند تھے۔ پیر اور جمعرات کا روزہ ہمیشہ رکھتے۔ قرآن کریم کی تلاوت پابندی سے روزانہ کرتے ...... آخری دنوں میں ان کی بینائی جاتی رہی تو قرآن کریم کثرت سے پڑھنے لگے اور اکثر رویا کرتے تھے۔ (دبستان حدیث ص ۴۴۳)

مولانا عبدالرشید لداخی اور ندوۃ العلماء

مولانا عبدالرشید ندوی رحمہ اللہ کا تعلق علاقہ بلتستان کے ایک گاؤں بلغار سے تھا۔

دہلی کے مدرسہ میاں صاحب رحمہ اللہ کے اساتذہ سے استفادے کے بعد عبدالرشید لداخی رحمہ اللہ لکھنؤ کو روانہ ہوئے اور دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخلہ لیا۔ وہاں انہوں نے سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ، شاہ حلیم عطاء رحمہ اللہ، مولانا محمد ادریس نگرامی رحمہ اللہ، مولانا عبدالحفیظ بلیاوی رحمہ اللہ، مولانا ابوالعرفان ندوی رحمہ اللہ، مولانا عبداللہ عباس ندوی رحمہ اللہ اور سید محمد رابع ندوی رحمہ اللہ سے تحصیل علم کی۔ ان حضرات سے انہوں نے علم نحو، بلاغت، فلسفہ، منطق، فقہ، تفسیر، حدیث، تاریخ، انگریزی، سیاسیات، عربی ادب اور اقتصادیات کے موضوع سے متعلق وہ کتابیں پڑھیں جو دارالعلوم ندوۃ العلماء کے نصاب تعلیم میں شامل تھیں۔ ۱۹۵۵ء میں وہ ندوہ کی نصابی تعلیم سے فارغ ہوئے اور سند لی۔ (دبستان حدیث ص ۴۵۵)

جامعہ تعلیمات اسلامیہ میں وہ طلباء کو عربی ادب کی کتابیں پڑھاتے تھے۔

وہ نہایت پاکیزہ فطرت عالم دین تھے۔ اس لیے دعا کرانے والے لوگ اچھی خاصی تعداد میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اس کے لیے انہوں نے نماز عصر کے بعد کا وقت مقرر کر رکھا تھا۔ (دبستان حدیث ص ۴۵۹)

حافظ عبدالقہار سلفی دہلوی رحمہ اللہ:۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنی معہد علمی دارالکتاب والسنہ میں فریضہ تدریس سرانجام دینے لگے، نیز ان کے والد گرامی کے جاری کردہ مجلّے ”صحیفہ اہل حدیث“ کے انتظامی امور کی نگرانی ان کے سپرد ہوئی۔“ (دبستان حدیث ص ۴۶۰)

روحانی علاج:۔ وہ متقی اور تہجد گزار بزرگ تھے۔ خوش مزاج، صابر و شاکر، بلند اخلاق اور ملنسار۔ دم درود اور دعا کرانے والے لوگ بھی ان کے پاس آتے تھے اور وہ ان کے لیے دعا کرتے تھے۔ (دبستان حدیث ص ۴۶۲)

حافظ محمد الیاس سلفی کی دینی خدمات:۔ حافظ محمد الیاس رحمہ اللہ ۱۹۵۵ء میں کراچی میں پیدا ہوئے۔ کراچی کے جامعہ بنوری ٹاؤن میں بھی کچھ عرصہ پڑھتے رہے۔

۱۹۷۴ء میں مدینہ یونیورسٹی میں داخل ہوئے اور چار سال وہاں تعلیم حاصل کی۔

عمل الیوم واللیلہ: ابوبکر ابن سنی رحمہ اللہ کی عربی کتاب ہے جس میں دن رات کے وظائف و اوراد تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ حافظ محمد الیاس نے اس کا اردو ترجمہ کیا۔ بعض مقامات پر حواشی بھی سپرد قلم کیے۔ (دبستان حدیث ص ۴۶۳)

مولانا عبدالصمد رؤف کا پٹکا:۔ سر پر پٹکا پہنتے والد کا اسم گرامی صوفی محمد ابراہیم رحمہ اللہ تھا۔ والد صاحب نہایت تقویٰ شعار بزرگ تھے۔ صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ ۱۹۲۳ء کے پس و پیش اس گاؤں میں آئے تو ایک روایت کے مطابق انہوں نے بھی صوفی محمد ابراہیم صاحب رحمہ اللہ سے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا، حالانکہ وہ یہاں آنے سے پہلے بھی ترجمہ قرآن پڑھ چکے تھے۔ (دبستان حدیث ص ۴۶۶)

مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی حفظہ اللہ کا ذوق تصوف

صحبت مرشد کے فوائد:۔ (جب) عبدالرشید کی پڑھائی کا آغاز ہوتا ہے۔ قاعدہ یسرنا القرآن ان کے ہاتھ میں پکڑا دیا جاتا ہے اور وہ اسے پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ میاں محمد باقر رحمہ اللہ اس لڑکے کے استاد بھی ہیں، مرشد بھی ہیں اور مربی بھی ہیں۔ وہاں انہوں نے بڑا فیض پایا۔ میاں صاحب رحمہ اللہ کو دیکھ کر، ان کی باتیں سن کر اور ان کی مجلس میں بیٹھ کر دل کی دنیا بالکل بدل گئی۔ رات کو جاگنے اور تہجد پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ قلب میں اللہ کی یاد کا جذبہ ابھرا، طبیعت مختلف اوقات کے وظائف کی طرف راغب ہوئی۔ اللہ سے رشتہ تعلق مضبوط ہوا، نماز میں حضور و سرور کی کیفیت پیدا ہوئی۔ نماز مغرب کے بعد چھ نفل پڑھنے کی عادت پڑی۔ پھر معاملہ یہاں تک پہنچا کہ دل اللہ کی یاد سے تڑپنے لگا اور آنکھوں

سے آنسو ابلنے لگے۔ ایک دفعہ اسی قسم کی کیفیت طاری تھی ہچکی بندھی ہوئی تھی اور اس کی آواز حلق سے باہر آ رہی تھی کہ ایک شخص قائم دین نے اس حالت میں انہیں دیکھ لیا اور اپنی علاقائی پنجابی زبان میں کہا: ’’ایہ چھوہر جیہڑا ساڈے درس وچ آیا ہے، ایہ تاں مڑ اپنیاں پچھلیاں نوں روندا رہندا اے‘‘۔ (یعنی یہ لڑکا جو ہمارے مدرسے میں داخل ہوا ہے یہ تو اپنے عزیز و اقارب کی یاد میں روتا رہتا ہے، یہاں یہ کس طرح رہ سکے گا۔)

یہ بات عبدالرشید نے سنی اور میاں صاحب رحمہ اللہ کو بتائی تو انہوں نے فرمایا کہ اب قائم دین اس قسم کی کوئی بات کرے تو اسے کہنا کہ مجھے تو پیدا ہی اللہ سے ڈرنے اور اس کی یاد میں رونے کے لیے کیا گیا ہے۔ انسان جتنا اس سے ڈرے گا اور جس قدر اس کی یاد میں آنسو بہائے گا، اللہ تعالیٰ اتنا ہی اس سے خوش ہو گا اور دنیا و آخرت میں اسے کامیابی عطا فرمائے گا۔ نیکی میں اضافے اور گناہوں کے ختم ہونے کا اصل ذریعہ یہی ہے کہ انسان پر ہر وقت اللہ کا خوف طاری رہے اور وہ اپنا سر اس کے سامنے جھکائے رکھے۔ اس کی آنکھوں سے بھی اس کے آثار ظاہر ہوں اور اس کا دل بھی اس سے لرزتا رہے۔ (دبستان حدیث ص ۵۰۵)

میرے مرشد، مربی وہادی:۔ موضع ڈھلیانہ سے سند فراغت حاصل ہوئی پنجاب یونیورسٹی سے فاضل عربی کا امتحان بھی پاس کیا۔ گوہڑ نزد پتوکی، ضلع قصور کے ایک بزرگ حاجی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ تھے جو پرہیز گاری اور صالحیت میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔ ان کو اپنی بیٹی کا رشتہ دینے کا فیصلہ کر لیا۔ تحصیل علم اور شادی کے بعد قدرتی طور پر مولانا عبدالرشید کو ذریعہ معاش کی فکر لاحق ہوئی۔ چنانچہ یہ پھر اپنے پرانے محسن میاں عبدالحق ایم ایل اے کے پاس گئے جو اس زمانے میں منٹگمری (ساہی وال) میں سکونت پذیر تھے، ان سے کسی آبرومندانہ ملازمت کے لیے کہا۔ انہوں نے ساہیوال کے ایک ہائی سکول میں بہ طور عربی ٹیچر ان کی تقرری کرا دی۔ اس وقت ان کا قیام اپنے سسرال کے گھر موضع گوہڑ میں تھا۔ ساہیوال سے گوہڑ آئے اور اپنے سسرال والوں کو ملازمت کی خوش خبری سنائی۔ ظاہر ہے انہیں اس سے بہت مسرت ہوئی ہو گی۔ دوسرے دن انہوں نے وقت مقررہ پر سکول میں حاضر ہونا اور تدریس کا آغاز کرنا تھا۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق صبح کے وقت گھر سے نکلے اور سائیکل پر سوار ہو کر ’’واں رادھا رام‘‘ پہنچے۔ وہاں کسی جگہ سائیکل رکھ کر بس کے ذریعے ساہیوال جانا چاہتے تھے۔ لیکن وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔ اللہ کی مشیت کے بغیر انسان کچھ نہیں کر سکتا۔ اس کے تمام منصوبے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ اللہ کا فیصلہ تمام منصوبوں پر غالب آ جاتا ہے۔ ’’**ان اللہ علی کل شئی قدیر**‘‘

واں رادھا رام پہنچ کر سڑک پر کھڑے ہوئے تو دیکھا کہ حضرت میاں محمد باقر صاحب رحمہ اللہ بیٹھے ہیں۔ میاں صاحب رحمہ اللہ نے ان کو نہیں دیکھا۔ ان کی نظریں نیچی تھیں۔ ان کو دیکھ کر دل میں خیال آیا کہ یہ مجھے سکول کی ملازمت سے روکنے کے لیے آئے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ یہ مجھے دیکھ لیں، اس لیے جلدی سے ادھر اُدھر ہو جانا چاہیے۔ لیکن فوراً ذہن نے فیصلہ کیا کہ یہ تو بہت بری بات ہے۔ میں دو سال ان کے پاس رہا ہوں اور ان سے استفادہ کرتا رہا ہوں۔ انہوں نے مجھے دین کی سیدھی راہ پر لگایا اور بہترین انداز سے میری تربیت کی۔ یہ میرے مربی ہیں، میرے مرشد ہیں، میرے ہادی ہیں، میرے بہت بڑے محسن ہیں۔ انہوں نے میرے دل کی بنجر زمین کو صالحیت کی نعمت عظمیٰ سے آشنا کرنے کی سعی فرمائی ہے۔ ان سے نہ ملنا بہت بڑی احسان فراموشی ہو گی۔ چنانچہ یہ میاں صاحب رحمہ اللہ کی طرف بڑھے اور انہیں سلام عرض کیا۔

انہوں نے اوپر نظر اٹھا کر ان کو دیکھا تو اپنے انداز خاص سے فرمایا: بھرا تو کدے جاؤں ایں (بھائی تم کہاں جا رہے ہو؟)

جواب دیا: میں ساہیوال کے ایک ہائی سکول میں عربی ٹیچر مقرر ہو گیا ہوں، وہاں جا رہا ہوں۔ شادی ہو گئی ہے۔ غریب آدمی ہوں۔ کوئی کام تو کرنا چاہیے۔ یہ اچھا کام ہے جو آسانی سے مل گیا ہے۔

میاں صاحب رحمہ اللہ کے چہرے پر عام طور سے مسکراہٹ چھائی رہتی تھی۔ مسکراتے ہوئے فرمایا: تم مسجد کے لیے پیدا ہوئے ہو اور تمہیں مسجد میں رہنا چاہیے۔ کسی مسجد میں بیٹھ جاؤ۔ کوئی بڑی کتابیں پڑھنے والا نہیں ملتا تو چھوٹے بچوں کو قاعدہ ’’یسرنا القرآن‘‘ پڑھانا شروع کر دو۔ اللہ تعالیٰ برکت دے گا۔ دنیا اور آخرت کے لیے یہی کام فائدہ مند ہے۔ اس قسم کی باتیں انہوں نے تفصیل سے کیں اور خدمت دین

کے سلسلے میں کئی حدیثیں سنائیں۔ اس وقت مولانا عبدالرشید کی بیوی اسلام پور میں تھیں۔ دونوں وہاں پہنچ گئے۔ میاں صاحب رحمہ اللہ نے ان کو بھی وعظ کیا، وہ بھی ان کی بات ماننے پر مجبور ہو گئیں۔ (دبستان حدیث ص ۵۱۰، ۵۱۱)

کہاں گئے یہ آپس کے روابط .....؟: (مولانا عبدالرشید اسلام پوری اور حافظ عبدالرشید گوہڑوی) کو مزید تعلیم کیلئے مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے لاہور میں جامعہ اشرفیہ میں داخل کرا دیا تھا۔ جامعہ اشرفیہ کے مہتمم اس زمانے میں مفتی محمد حسن صاحب مرحوم تھے جو مولانا غزنوی کے والد محترم حضرت امام سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے اور مولانا کا اپنے استاذِ عالی قدر کے فرزند گرامی ہونے کی وجہ سے بے حد احترام کرتے تھے، مولانا بھی ان سے بہت اکرام سے پیش آتے تھے۔ (دبستان حدیث ص ۵۱۲)

مولانا داؤد غزنوی کا طریقہ ذکر:۔ قارئین کرام مولانا عبدالرشید کی زبانی بھی چند باتیں ملاحظہ فرمالیں۔

دارالعلوم تقویۃ الاسلام کے ناظم و مہتمم حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ نہایت زیرک، انتہائی فہیم، دوراندیش، فصاحت و بلاغت کے امام اور اللہ کا بہ کثرت ذکر کرنے والے تھے۔ قعدہ کی شکل اختیار کر کے ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتے تھے۔ دارالعلوم کی بالائی منزل میں سکونت پذیر تھے۔ تہجد کے وقت خوف خدا سے ان کے رونے کی آواز نیچے اقامتی طلباء کو سنائی دیتی تھی۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے منتخب امیر تھے اور بارعب شخصیت کے مالک تھے۔

احادیث کا ادب:۔ ایک دفعہ مؤطا امام مالک طلبا کو پڑھا رہے تھے کہ ضلع لاہور کے ڈپٹی کمشنر ملاقات کے لیے آئے اور خاموشی کے ساتھ بیٹھ گئے۔ درس سے فراغت کے بعد سلام دعا ہوئی تو مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث پڑھا رہا تھا۔ حدیث کی عظمت کے پیش نظر دوران تدریس آپ سے کوئی بات نہ کر سکا۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نہایت خوش ہوئے۔

مولانا داؤد غزنوی اور ننگے سر نماز:۔ مولانا عبدالرشید مزید فرماتے ہیں: مولانا صاحب رحمہ اللہ نے کبھی ننگے سر نماز نہیں پڑھی، بلکہ ان کی طرف سے دارالعلوم میں اعلان تھا کہ کوئی معلم یا متعلم ننگے سر نماز نہ پڑھے۔ دارالعلوم میں امامت کیلئے کسی کو مقرر فرما دیتے تھے۔ خود نماز نہ پڑھاتے تھے۔ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ان کے معمولات میں شامل تھا۔ (دبستان حدیث ص ۵۱۴، ۵۱۵)

حافظ صلاح الدین یوسف اور ندوۃ العلماء:۔ ڈھائی تین سال حافظ صلاح الدین یوسف کو مولانا حاکم علی رحمہ اللہ کے حلقۂ درس میں رہنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان کے ذوق مطالعہ میں اضافے کا سبب جامع العلوم سعودیہ کے ایک استاذ مولانا عبدالرشید ندوی رحمہ اللہ لداخی کی تربیت بھی ہوئی۔ انہوں نے دارالعلوم ندوۃ العلما لکھنؤ میں متعدد مشہور اساتذہ سے حصول فیض کیا تھا اور ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔

(دبستان حدیث ص ۵۸۱)

مولانا عبدالسلام رحمانی اور امام اولیاء:۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے مستعفی ہونے کے بعد فیجی کی انجمن اہل حدیث کی دعوت پر ۲۴۔ جون ۱۹۷۸ء کو فیجی چلے گئے۔ وہاں انہوں نے اپنی جماعت اور مسلک کی بہت خدمت کی اور اس سلسلے میں ان کی تبلیغ نہایت مؤثر ثابت ہوئی۔ ۱۰ مارچ ۱۹۸۵ء تک سات سال وہاں رہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے حالات و ملفوظات بڑے مؤثر اور حکیمانہ ہیں اور اصلاح کا ذریعہ۔ یہ کتاب بھی متعدد مرتبہ چھپ چکی ہے۔ (دبستان حدیث ص ۶۰۵)

ڈاکٹر عبدالعلیم بستوی رحمہ اللہ:۔ مولانا عبدالعظیم بستوی رحمہ اللہ جو ضلع بستی کے ایک گاؤں ’’کرہرا‘‘ کے رہنے والے تھے، اور اپنے ضلعے کی بناء پر ’’بستوی‘‘ کی نسبت سے مشہور ہوئے۔

مولانا عبدالعظیم بستوی کی نرینہ اولاد چار بیٹے تھے اور چاروں علم کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ ان کے نام علی الترتیب یہ ہیں: عبدالودود، عبدالصبور، عبدالنور اور عبدالعلیم......!

مولانا عبدالنور نے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخلہ لیا اور وہیں سے سند فراغ حاصل کی۔ پھر مصر جا کر جامعہ ازہر سے عربی ادب میں ایم اے کیا۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء اور جامعہ ازہر کے تعلیم یافتہ ہونے کی بناء پر انہیں ندوی اور ازہری کہا جانے لگا۔ اپنی قابلیت کی بناء پر وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں عربی ادب کے استاد مقرر کیے گئے...... آخر دم تک ندوۃ العلماء میں عربی ادب کے استاد رہے۔

ان سب بھائیوں سے چھوٹے صاحب ترجمہ ڈاکٹر عبدالعلیم بستوی ہیں۔

گاؤں کے مدرسے سے فارغ ہو کر ۱۹۶۱ء میں عبدالعلیم اپنے بڑے بھائی مولانا عبدالنور ندوی ازہری کے پاس لکھنؤ چلے گئے اور دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہو گئے۔ ۱۹۶۶ء میں وہاں عالمیت کا امتحان پاس کیا۔ (دبستان حدیث ص ۶۶۰)

نام کتاب:۔ کاروان سلف..... مصنف:۔ مولانا اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ

اسلاف فراموشی نا قابل تلافی جرم: برصغیر اور دنیا بھر میں علمائے اہلحدیث کی خدمات تاریخ کا وہ روشن باب ہیں جس سے حقیقت فراموش ہی انکار کر سکتا ہے محترم و مکرم اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ جو محقق سوانح نگار اور صاحب بصیرت عالم ہیں۔ اسلاف نگاری کا درد اور بزرگوں سے عقیدت کا غم رکھتے ہیں۔ اور اسلاف فراموشی نا قابل تلافی جرم قرار دیتے ہیں۔ اپنی کتاب کاروان اسلاف میں فرماتے ہیں: ’’بحمد اللہ یہ تمام حضرات اہل حدیث علمائے عظام ہیں اور مسلک اہل حدیث ہی ان کا اوڑھنا بچھونا اور ان کی وابستگیوں کا مرکز اصلی ہے‘‘۔ وضاحت از مرتب اثری (کاروان سلف ص ۱۱)

مرشد کامل سید محمد شریف گھڑیالوی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف (وفات: مئی ۱۹۴۴ء)

مرشد کامل سے مولانا اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ کی بیعت اصلاح:۔ ۱۹۳۶ کی بات ہے کہ ہمارے شہر (کوٹ کپورہ) کی انجمن اصلاح المسلمین کے سالانہ جلسے میں حضرت سید محمد شریف گھڑیالوی رحمہ اللہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ اس وقت وہاں خطابت و تدریس کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ بعض لوگ جامع مسجد میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے حلقہ بیعت میں شامل ہوئے۔ میرے دادا مرحوم میاں محمد رحمہ اللہ مجھے (اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ کو) بھی وہاں لے گئے۔ مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب رحمہ اللہ بھی تشریف فرما تھے، جن سے میں دینیات کی ابتدائی کتابیں پڑھتا تھا۔ دادا مرحوم نے شاہ صاحب رحمہ اللہ سے میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ میرا پوتا ہے، مہربانی فرما کر اس کے لیے دعا کیجیے اور اسے اپنے مبایعین کی جماعت میں شامل فرما لیجیے۔ چنانچہ انہوں نے میرا ہاتھ اپنے مبارک ہاتھوں میں لے کر کچھ پڑھا اور کچھ باتیں ارشاد فرمائیں۔

یہ آج سے باسٹھ تریسٹھ برس قبل کی بات ہے، اس وقت میری عمر دس گیارہ سال کی تھی۔ اب بالکل یاد نہیں کہ انہوں نے مجھ سے کیا فرمایا، کیا کہلوایا اور میں نے اس کا کیا جواب دیا۔ یہ سارا سلسلہ میرے لیے نیا تھا۔ بس مجھے یہ معلوم ہے کہ ان کے چہرے کی طرف دیکھتا اور ان کی باتیں سنتا رہا۔ مجھے اس وقت کا ان کا حلیہ اتنا ہی یاد ہے کہ ان کا چہرہ گول تھا، رنگ سرخ و سفید تھا اور داڑھی پر مہندی لگی تھی۔ لوگ ان کے اردگرد بیٹھے ان کی باتیں سن رہے تھے اور وہ باتیں کرتے کرتے کسی وقت رو پڑتے تھے۔ میں اس بیعت پر اپنے دل میں بہت خوش تھا۔ کیوں خوش تھا؟ اس لیے کہ میرے ذہن میں یہ بات آ رہی تھی کہ میں آج سے نیک ہو گیا ہوں اور آئندہ مزید نیک ہو جاؤں گا...... کسی بزرگ نے کہہ بھی دیا تھا کہ میاں محمد رحمہ اللہ کا پوتا نیک ہو گا اور اچھے کام کرے گا۔ چنانچہ اس بزرگ کی بات سے میرا حوصلہ بڑھ گیا تھا اور میں نیکی کی طرف پیش قدمی کرنے لگا تھا۔ روزانہ اپنی نیکیوں کو شمار بھی کرتا تھا کہ کل اتنی کی تھیں، آج اتنی کی ہیں اور آنے والے کل کو ان شاء اللہ اتنی کروں گا۔ (کاروان سلف ص ۳۷)

مولانا اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ کی بیعت اصلاح:۔ میں عرض یہ کر رہا تھا کہ میں نے ۱۹۳۶ء میں حضرت شاہ محمد شریف گھڑیالوی رحمہ اللہ کی بیعت کی تھی اور اس وقت نیکی کے بعض معنی سمجھے تھے۔ اب آیئے! تین سال کے لیل و نہار کا سفر طے کر کے ۱۹۳۹ء کی فضاؤں میں داخل

ہوتے ہیں ۔ اس وقت میں چودہ سال کی عمر کو پہنچ گیا تھا اور فیروز پور میں حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کے حلقہ درس میں شامل تھا ۔ ایک روز دوپہر کے وقت دیکھا کہ ایک صاحب سفید چادر باندھے، سفید ململ کا کرتا پہنے اور سر پر سفید کپڑا رکھے گنبداں والی مسجد کے دروازے پر بیٹھے ہیں ۔ میں نے غور سے دیکھا تو وہ وہی صاحب تھے، جن کی تین سال قبل ۱۹۳۶ء میں، میں نے بیعت کی تھی ۔ میں جلدی سے بھاگتا ہوا مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ مسجد کی چوکھٹ پر بیٹھے ہیں ۔ مولانا حیرانی کے عالم میں فوراً باہر نکلے، شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں آئے، انہیں سلام کیا اور اندر مسجد میں لے گئے ۔ میں نے بھی نہایت ادب کے ساتھ جھک کر انہیں سلام عرض کیا اور ان کے حضور دوزانو ہو کر بیٹھ گیا ۔ (کاروان سلف ص ۳۸)

...... آیئے اب اس پیکر خیر وصلاح اور مرد حق آگاہ کی صحبت بابرکت میں چند لمحے گزارنے کی کوشش کرتے ہیں، ممکن ہے اس بہانے ہم سنگ دل گناہ گاروں کے ضمیر و روح میں بھی رقت اور بھلائی کا کچھ تاثر ابھر آئے اور خیرات وحسنات کے کسی گوشے سے تھوڑی بہت آشنائی پیدا ہو جائے اور پھر اس کے نتیجے میں ۔ ع دل کے ویرانے میں بھی ہو جائے دم بھر چاندنی

مرشد شاہ صاحب رحمہ اللہ کا تعارف :۔ سید محمد شریف گھڑیالوی رحمہ اللہ کا جو پورا شجرۂ نسب اس وقت ہمارے سامنے ہے، وہ چالیس واسطوں سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی وساطت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے ۔ یعنی اس حساب سے ان کا شمار اولاد علی رضی اللہ عنہ میں ہوتا ہے ۔

اس خانوادہ عالی بخت کے ایک بزرگ حضرت امام علی رضا رحمہ اللہ تھے جو حضرت امام موسیٰ کاظم رحمہ اللہ کے بیٹے تھے، وہ اپنے چند بھائیوں کے ساتھ عرب سے چل کر ایران آئے اور وہاں کے شہر مشہد میں اقامت گزیں ہوئے ۔ ان بھائیوں میں سے ایک بھائی کا نام ابراہیم اصغر رحمہ اللہ تھا، شاہ محمد شریف رحمہ اللہ ان ہی ابراہیم اصغر رحمہ اللہ کی اولاد سے ہیں ۔ ابراہیم اصغر رحمہ اللہ نے مشہد میں وفات پائی اور وہ اس شہر کی نسبت سے مشہدی کہلائے ۔ چنانچہ ان کی اولاد کو مشہدی کہا جاتا ہے اور ہمارے حضرت شاہ محمد شریف رحمہ اللہ کا تعلق مشہدی سادات سے ہے ۔

اس شجرہ نسب میں نویں نمبر پر پیر سید حمید الدین رحمہ اللہ کا نام آتا ہے ۔ یہ اس خاندان کے اولین بزرگ ہیں جو مشہد سے چل کر ہندوستان آئے اور پھر صوبہ پنجاب کے ضلع گورداس پور کے ایک مقام ''ہردوروال کلاں'' میں سکونت پذیر ہوئے ۔ (کاروان سلف ص ۳۹)

شاہ صاحب کا مسلکی تعلق :۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ کے مسلک اہلحدیث اختیار کرنے کا ایک واقعہ گزشتہ سطور میں بیان ہو چکا ہے کہ انہوں نے ایک ضلع دار کے کہنے سے تمام مسالک فقہی کا غیر جانب دارانہ مطالعہ کیا اور وہ اس کے بعد مسلک اہل حدیث سے وابستہ ہو گئے ۔ دوسرا واقعہ جس کی وجہ سے وہ اس مسلک سے بہت زیادہ متاثر ہوئے، یہ ہے کہ جب وہ ملازمت کے سلسلے میں اپنے گاؤں سے کچھ دور موضع چولہ میں آئے تو وہاں سے قریب کے ایک گاؤں ''گنڈی ونڈ'' میں ایک نہایت نیک آدمی فروکش تھے، جن کا نام میاں فضل الٰہی رحمہ اللہ تھا ۔ میاں صاحب رحمہ اللہ مرحوم مسلکاً اہل حدیث تھے اور مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے والد مکرم حضرت امام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے عقیدت مند ..... شاہ صاحب اس وقت حنفی المسلک تھے، لیکن ان کی طبعی صالحیت نے ان کا رابطہ فضل الٰہی رحمہ اللہ سے کرا دیا اور شاہ صاحب رحمہ اللہ کی ان کے ہاں آمد و رفت شروع ہو گئی ۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ کا (بقول ان کے صاحبزادے سید محمد اسماعیل شاہ کے) خود اپنا بیان ہے کہ انہوں نے میاں فضل الٰہی رحمہ اللہ کے اثر صحبت سے مسلک اہل حدیث اختیار کیا ۔ یعنی اس مسلک سے وہ اثنائے ملازمت ہی میں وابستہ ہو گئے تھے اور اس کے بعد ان کی دنیا بدل گئی تھی ۔ (کاروان سلف ص ۴۷)

ایک زمانے میں انہیں صوبہ پنجاب کی جماعت اہل حدیث کا امیر منتخب کیا گیا تھا ۔ (کاروان سلف ص ۵۵)

باسٹھ علمائے اہلحدیث کی مرشد کامل کے حق میں رائے : پنجاب کی جماعت اہل حدیث کے باسٹھ علماء وزعماء کی مجلس منعقد ہوئی تو اس میں صوبہ پنجاب کی جماعت کی امارت کے لیے تین نام پیش ہوئے، وہ نام یہ تھے :

ا۔سید محمد شریف گھڑیالوی رحمہ اللہ ۲۔مولانا حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ ۳۔مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ۔

کافی بحث و تمحیص کے بعد آخر فیصلہ سید محمد شریف رحمہ اللہ کے حق میں ہوا۔ لیکن شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس بار امانت کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور بڑی منت سماجت کی کہ یہ فریضہ ان کے سپرد نہ کیا جائے۔ آخر آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہا کہ اس مجلس میں بڑے بڑے علمائے کرام اور مشہور واعظین و مبلغین موجود ہیں، میں ان کے مقابلے میں کوئی علمی حیثیت نہیں رکھتا، ان میں سے کسی بزرگ کو یہ ذمے داری سونپ دی جائے لیکن جواب میں سب نے یہی کہا کہ وہی اس کے اصل حق دار ہیں، چنانچہ مولانا نیک محمد رحمہ اللہ اور دوسرے بہت سے حضرات کے اصرار پر وہ خاموش ہو گئے اور انہیں صوبہ پنجاب کے امیر جماعت منتخب کر لیا گیا۔ (کاروان سلف ص ۵۷)

جنات کا بیعت اصلاح کے لیے حاضر خدمت ہونا:۔ سید محمد اسماعیل رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ معتبر عینی شاہدوں کے ذریعے انہیں یہ بات پہنچی ہے کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں جنات بھی آتے تھے اور ان کے حلقۂ بیعت میں شامل ہوتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کی تفصیل بھی اس کتاب میں درج کریں گے جو شاہ صاحب رحمہ اللہ کے حالات میں لکھی جائے گی۔ (کاروان سلف ص 48)

قبولیتِ دعا کی پیشگوئی (کرامت):۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ مستجاب الدعوات تھے، اللہ ان کی دعا قبول فرماتا تھا۔ سید اسماعیل شاہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ انہیں بھمبہ کلاں (ضلع قصور) کے ایک شخص حاجی عبداللہ نے بتایا کہ تقسیم ملک سے قبل وہ اپنے چند ساتھیوں سمیت کسی لڑائی میں شریک تھے اور پولیس نے پکڑ کر انہیں جیل میں بند کر دیا تھا۔ ضمانت کے لیے بہت کوشش کی لیکن ضمانت نہیں ہو رہی تھی۔ ایک دن شاہ صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا تو انہوں نے دعا کی۔ فرمایا: جاؤ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمالی ہے، آج ضمانت ہو جائے گی، چنانچہ اسی دن ضمانت ہو گئی۔ (کاروان سلف ص 49)

پاگل مریض کا فوراً شفاء پا جانا (کرامت):۔ انہی سید اسماعیل شاہ رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ضلع لائل پور (حال فیصل آباد) کے ایک گاؤں چک نمبر ۴ رام دیوالی کے لوگوں نے انہیں بتایا کہ ایک مرتبہ شاہ صاحب رحمہ اللہ وہاں گئے۔ ایک گلی سے گزرے تو بتایا گیا کہ اس گھر میں ایک شخص پاگل ہے اور زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ اس کے لیے ان سے دعا کی درخواست کی گئی۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے گلی میں کھڑے کھڑے دعا مانگی۔ ابھی منہ پر ہاتھ پھیرا ہی تھا کہ قفل ٹوٹ گئے، چھن چھن کی آواز کے ساتھ زنجیر نیچے گر گئی اور مریض تندرست ہو گیا۔ (کاروان سلف ص ۴۹)

کنوئیں کا پانی اُوپر آ جانا (کرامت):۔ ایک مرتبہ تحصیل چونیاں سے ان کا ایک عقیدت مند آیا اور اپنے گاؤں لے گیا۔ عرض کیا اس کے کنوئیں سے اتنا تھوڑا پانی آتا ہے کہ فصل سیراب نہیں ہو پاتی۔ دعا کیجیے اللہ تعالیٰ اس میں اضافہ فرما دے اور فصل کو پورا پانی آئے۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے نہایت عاجزی سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ کنوئیں کا پانی اتنا بڑھ گیا کہ زمیندار کو اس میں دو "ماہلیں" ڈالنا پڑیں۔ (کاروان سلف ص ۵۰)

مرگی کے مرض سے دائمی شفاء (کرامت):۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی اپنی بیٹی مریم بی بی مرگی کے مرض میں مبتلا ہو گئی اور مرض اتنا بڑھ گیا کہ شدید دورے پڑنے لگے۔ بڑے علاج کرائے مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔ یہ سخت پریشان کن مسئلہ تھا۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی اور کئی دن "یا حلیم یا کریم اشف مریم" پڑھتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور بیٹی کو صحت عطا فرما دی۔ پھر کبھی دورہ نہیں پڑا۔ غالباً ۱۹۹۶ء میں ستر سال کی عمر پا کر اس بی بی کا انتقال ہوا۔ (کاروان سلف ص ۵۰)

کشف و کرامات ناقابل یقین حقیقت:۔ ہم ان کشوف و کرامات کے قائل نہیں جو عام لوگ بیان کرنے کے عادی ہیں، لیکن جو بات بالکل سامنے کی ہو اور مشاہدے میں آ رہی ہو، اسے بہر حال ماننا پڑتا ہے۔ انہی حاجی عبداللہ کی روایت سے سید اسماعیل شاہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد حاجی فضل الدین سے کسی نے کہا کہ تمہارا بیٹا (عبداللہ) مرض طاعون سے وفات پا گیا ہے۔ وہ اسی وقت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں آئے اور جنازے کے لیے کہا۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: حاجی صاحب! تمہارا بیٹا فوت نہیں ہوا، اور وہ اس بیماری سے فوت بھی نہیں ہوگا۔ وہ بے ہوشی کی حالت میں ہے، ابھی ہوش میں آ جائے گا۔

چنانچہ حاجی فضل الدین گھر آئے تو دیکھا کہ حاجی عبداللہ ہوش میں آ چکے تھے اور اس واقعہ سے طویل عرصہ بعد تک وہ زندہ رہے۔ (کاروان سلف ص ۵۰)

لڑائی کی کشفی اطلاع (کرامت):۔ ایک مرتبہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کے مسکن گھڑیالا سے ایک میل کے فاصلے پر سکھوں اور مسلمان اوڈوں کے درمیان لڑائی ہوگئی۔ شاہ صاحب نے لوگوں کے سامنے لڑائی کی کیفیت بیان کی اور فرمایا معلوم ہوتا ہے اس طرح سے لڑائی ہو رہی ہے۔ کچھ دیر کے بعد لڑائی ختم ہوئی تو ایک اوڈ آیا اور اس نے وہی کیفیت بیان کی جو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے بتائی تھی۔ (کاروان سلف ص ۵۰)

برکت والی لذیذ کھچڑی (کرامت):۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ کا قصبہ گھڑیالا مولانا عبدالعظیم انصاری رحمہ اللہ کے گاؤں ''بلہر'' سے بجانب جنوب سات میل کے فاصلے پر تھا۔ ان کے والد اور اس گاؤں کے بہت سے حضرات عام طور سے شاہ صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات کے لیے وہاں جاتے اور شاہ صاحب رحمہ اللہ بھی ان کے ہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ انصاری صاحب اپنے والد محترم کی روایت سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ تین چار دوستوں کے ساتھ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نماز مغرب کا وقت تھا اور شاہ صاحب رحمہ اللہ مسجد میں تھے۔ ان سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے مغرب کی نماز پڑھائی تو فوراً گھر تشریف لے گئے۔ چند منٹ بعد دیکھا کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ ایک کنالی سر پر اٹھائے ہوئے ہیں اور اس پر پگڑی کا پلو رکھا ہے۔ آتے ہی مسجد میں کنالی مہمانوں کے سامنے رکھ دی اور فرمایا: کھاؤ...... کنالی کھچڑی سے بھری ہوئی تھی۔ کھچڑی مہمانوں نے بھی کھائی اور شاہ صاحب رحمہ اللہ نے بھی کھائی۔ پھر بھی کافی بچ گئی۔

انصاری صاحب اپنے والد کا قول بیان کرتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے ہم نے زندگی میں بہت سے مقامات پر اچھے سے اچھا کھانا کھایا، لیکن وہ کھچڑی کبھی نہیں بھولی جو شاہ صاحب رحمہ اللہ نے کھلائی تھی۔ جو مزہ اس کھچڑی میں تھا اور کسی کھانے میں نہیں تھا۔ (کاروان سلف ص ۵۱)

شاہ صاحب کی عادات وتقویٰ:۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ کسی انجمن کے جلسے میں جاتے تو منتظمین کا تیار کردہ کھانا نہیں کھاتے تھے، اس لیے کہ لوگ انجمنوں کو بالعموم صدقہ وزکوٰۃ کے پیسے دیتے ہیں اور اسی سے کھانا تیار کیا جاتا ہے۔ فرماتے: اس قسم کا کھانا کھانے کو میرا جی نہیں چاہتا۔ ایک دفعہ کسی جماعتی جلسے میں گئے تو ستھے کے گھر سے کھانا منگوا کر کھایا کہ اس میں بہ ظاہر کسی شبے کی گنجائش نہیں ہے۔ (کاروان سلف ص ۵۲)

ہر عیدالاضحیٰ کے موقعے پر نبی ﷺ کی طرف سے ایک صحت مند جانور کی قربانی کرتے اور فرماتے، یہ قربانی میں اس لیے کرتا ہوں کہ قیامت کے دن نبی ﷺ کو یاد آ جاؤں اور آپ ﷺ مجھ گنہگار کی اللہ سے سفارش کر کے مغفرت کرا دیں۔

اور یہ الفاظ زبان سے ادا کرتے ہی رو پڑتے۔

جس سال فوت ہوئے اس سال چودہ قربانیاں کیں، جن میں ایک گائے اور سات بکرے اور چھترے تھے۔ پھر بعض انبیاء علیہم السلام اور اپنے والدین اور دیگر قریبی حضرات کی طرف سے قربانیاں کیں۔ سب سے بہتر اور عمدہ جانور کی قربانی نبی ﷺ کی ذات اقدس کی طرف سے کی۔ (کاروان سلف ص ۵۵)

بلاشبہ شاہ صاحب رحمہ اللہ اس دور کے نہایت متقی اور صالح بزرگ تھے۔ وہ اسی دنیائے فانی کی مخلوق تھے، اور اسی زمین پر اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتے تھے۔ لیکن ان کا دل عالم آخرت سے وابستہ تھا اور ضمیر کا ٹھکانہ افلاک تھا۔ مومن خان مومن کے الفاظ میں ان کی جسمانی کیفیت اور تھی روحانی اور۔ یعنی ان کی حالت یہ تھی کہ: قدم رکھتا فلک پر ہے کہ سر رکھتا زمین پر ہے۔ (کاروان سلف ص ۵۸)

جمعرات کے روز ۲۵۔ مئی ۱۹۴۴ء کو جب کہ ان کے فرزند کبیر سید محمد یحییٰ رحمہ اللہ قریب کی مسجد میں فجر کی نماز پڑھا رہے تھے، وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ (کاروان سلف ص ۵۹)

مسلمان، ہندو اور سکھ میت کی طرف چہرہ دیکھنے کے لیے دوڑے۔ چہرہ کھلا تھا اور داڑھی اور سر کے بالوں کو دو چار دن پہلے مہندی لگائی گئی تھی۔ لبوں پر مسکراہٹ طاری تھی جو مرد مومن کی نشانی ہے۔

نشان مرد مومن باتو گویم   چو مرگ آید تبسم برلب اوست

راویوں کا بیان ہے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اللہ کی طرف سے نور کی تجلیات میت کے چہرے پر بکھیر دی گئی ہیں۔ (کاروان سلف ص ۶۰)

ان کے اعمال صالحہ کی بناء پر یقین ہے کہ جنت الفردوس کے دروازے ان کے لیے کھول دیئے گئے ہوں گے اور ملاء اعلیٰ سے ندا آئی ہوگی:

یایتها النفس المطمئنه ارجعي الى ربك راضية مرضية فادخلي في عبادي وادخلي جنتي (۸۹:الفجر:۲۷۔۳۰)۔ (کاروان سلف ص ۶۰)

اسلاف فراموشی دکھی صدا..... ! اب مرنے والوں کی صرف یاد ذہن میں رہ گئی ہے اور یہ ذہن ہی ان کا مدفن ہے

بعد از وفات تربت ما در زمین مجو   در سینہ ہائے مردم عارف مزار ماست

لیکن وہ ''مرد عارف'' بھی اب بہت کم تعداد میں رہ گئے ہیں، جن کے سینے ان کے ''مزار'' ہیں۔ موجودہ نسلیں پچھلی نسلوں کو بھولتی جا رہی ہیں۔ ان بڑے خاندانوں کے وہ بڑے افراد جن کا کسی زمانے میں علم و معرفت اور تقویٰ و صالحیت کے ایوانوں میں طوطی بولتا تھا۔ ان کی یادیں لوگوں کے لوح قلب سے تیزی کے ساتھ محو ہوتی جا رہی ہیں۔ حضرت سید محمد شریف رحمہ اللہ آج سے ساٹھ ستر سال قبل متحدہ پنجاب کی جماعت اہلحدیث کے بڑے آدمی تھے۔ اب ان کے واقعات حیات کا کھوج لگانا نہایت مشکل ہوگیا ہے۔ (کاروان سلف ص ۶۱)

اکابر اہلحدیث میں پگڑی کا ہدیہ:۔ شاہ محمد یحییٰ صاحب رحمہ اللہ (فرزند سید محمد شاہ مشہدی گھڑیالوی) مقرر، مناظر، مفتی، حافظ حدیث، خوش کلام اور خوش بیان واعظ تھے۔ کہا جاتا ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ ان پر اس درجہ مشفق اور مہربان تھے کہ ہر سال مولانا عبداللہ گورداس پوری رحمہ اللہ کے ہاتھ انہیں مشہدی پگڑی بھیجا کرتے تھے۔ (کاروان سلف ص ۶۳)

مولانا عطاء اللہ شہید کے دور میں سلسلہ بیعت:۔ (وفات: اگست ۱۹۴۷ء) تقسیم ملک سے بہت پہلے جس گاؤں میں یہ سکونت پذیر تھے، اس گاؤں کا نام ''رام دیوالی'' تھا۔ یہ گاؤں موجودہ جغرافیے کی رو سے مشرقی پنجاب کے ضلع امرتسر میں واقع تھا۔

یہ اس زمانے کی بات ہے جب امرتسر شہر میں غزنوی خاندان کے علمائے کرام فروکش تھے، جن کا حلقۂ ارادت اور دائرہ عقیدت دور تک پھیلا ہوا تھا۔ ان کے درس و تدریس کی مسندیں آراستہ تھیں اور بیعت و ارشاد کے روح پرور سلسلے جاری تھے۔ بے شمار لوگ ان سے استفادہ کرتے اور ان کے طریق عمل اور نہج حیات سے مستفیض ہوتے تھے۔ (کاروان سلف ص ۷۱)

مولانا عطاء اللہ شہید رحمہ اللہ کے بزرگوں کی بھی ان حضرات کی مجالس روحانی میں آمد و رفت شروع ہوگئی تھی۔ یہ لوگ پنجاب کے جاٹوں کی ''رندھاوا'' برادری سے تعلق رکھتے تھے اور ماجھے کے علاقے کے رہنے والے تھے۔ ماجھے کا علاقہ بہت سی باتوں میں اس وقت بھی مشہور تھا، اب بھی مشہور ہے۔

یہ لوگ حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی مجالس دینی اور محافل روحانی میں حاضری دینے لگے تو ان کی دنیا بدل گئی۔ ضمیر جاگ اٹھا، دلوں کا زنگ اترنے لگا اور حالات بالکل نیا رنگ اختیار کر گئے، جو خالص رحمانی اور روحانی رنگ تھا، دنیا کا کوئی رنگ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ قرآن کے الفاظ میں کہنا چاہیے ''صبغة الله ومن احسن من الله صبغة ونحن له عبدون'' (2:البقرة:138)

ہم نے اللہ کا رنگ اختیار کر لیا ہے، اور کس کا رنگ اللہ کے رنگ سے بہتر ہو سکتا ہے اور ہم اسی کے عبادت گزار ہیں۔ (کاروان سلف ص ۷۲)

حافظ محمد زکریا رحمہ اللہ کے والد کا ذوق تصوف (وفات: اگست ۱۹۴۹ء)

حافظ محمد زکریا رحمہ اللہ اپنے دور کے مشہور عالم دین اور معروف صاحب تقویٰ بزرگ میاں محمد باقر رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند تھے...... میاں محمد باقر رحمہ اللہ پرانی وضع کے عالم دین تھے۔ نہایت حلیم الطبع، بے حد کریم النفس اور پیکر صالحیت۔ انہیں استاذ پنجاب حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ سے شرف شاگردی حاصل تھا اور حضرت امام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ سے تعلق ارادت۔!

حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ اور جماعت اہل حدیث کے تمام علمائے کرام میاں محمد باقر رحمہ اللہ کا احترام کرتے تھے۔ یہ بھی سب سے بدرجہ غایت خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد میاں صاحب رحمہ اللہ نے اپنے گاؤں میں ایک مدرسہ قائم کر لیا تھا جس کا نام ''مدرسہ خادم القرآن والحدیث'' رکھا تھا۔ (کاروان سلف ص ۹۶)

کلام صوفیاء سے اُنسیت:۔ (مولانا محمد حیات رحمہ اللہ) فارسی زبان پر عبور رکھتے شیخ سعدی رحمہ اللہ، حافظ شیرازی رحمہ اللہ، مولانا رومی رحمہ اللہ اور متعدد فارسی شعرا کے بہت سے اشعار انھیں زبانی یاد تھے اور تقریر میں وہ اشعار بڑی خوب صورتی کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

وظائف اور ذکر الٰہی کا شوق:۔ (مولانا محمد حیات) زیادہ تر مسجد میں رہتے اور کسی بہت ہی ضرورت کے لیے مسجد سے باہر نکلتے تھے ان کے وقت کا اکثر حصہ طلبا کو پڑھانے میں صرف ہوتا تھا، جو لمحات اس سے بچتے، وہ وظائف و اوراد اور ذکر الٰہی میں صرف ہوتے۔ انتہائی عابد و زاہد، شب زندہ دار اور صاحب تقویٰ بزرگ تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت کثرت سے کرتے تھے۔ (کاروان سلف ص ۱۱۶)

مولانا نیک محمد رحمہ اللہ کا ذوق تصوف (وفات: جنوری ۱۹۵۴ء)

تقویٰ کی شعاعیں، ذکر الٰہی کے فوارے:۔ انہیں دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ان کے چہرے سے تقوے کی شعاعیں نکل رہی ہیں، زبان سے ذکر الٰہی کے فوارے جاری ہیں اور آنکھوں میں خدا ترسی کے چراغ جل رہے ہیں۔ (کاروان سلف ص ۱۲۲)

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی بیعت تصوف:۔ مولوی علاؤالدین رحمہ اللہ کو حضرت مولانا غلام رسول رحمہ اللہ (ساکن میہاں سنگھ والا) کی ارادت و شاگردی کی کا شرف حاصل ہے۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ اور مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ ایک دوسرے کے بہت قریب رہے تھے۔ دونوں نے اکٹھے دہلی میں حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ سے حدیث کی کتابیں پڑھی تھیں۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے روحانی فیض بھی حاصل کیا تھا اور ان کے حلقۂ بیعت میں بھی شامل ہوئے تھے، اس لیے عین ممکن ہے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے شاگرد، مولانا علاؤالدین ہی نے مولانا نیک محمد کو مدرسہ غزنویہ میں تعلیم حاصل کرنے کیلئے امرتسر جانے کا مشورہ دیا ہو۔ (کاروان سلف ص ۱۲۳)

عقیدت میں فنائیت:۔ اپنے استاد محترم حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ سے ان (مولانا نیک محمد رحمہ اللہ) کی محبت اور عقیدت کا یہ عالم تھا کہ ان کی وفات کے بعد ہمیشہ مسجد غزنویہ کے اسی گوشے میں بیٹھ کر درس دیتے رہے، جہاں استاد محترم بیٹھ کر درس دیتے تھے، بلکہ درس دیتے وقت جس رحل پر استاد مکرم کتاب رکھتے تھے، اس کی بھی وہ نہایت حفاظت کرتے تھے اور اسی پر کتاب رکھتے تھے۔ (کاروان سلف ص ۱۲۵)

اکابرِ صوفیاء کا احترام:۔ ۱۹۵۵ء کے اپریل کی ابتدائی تاریخوں میں لائل پور (موجودہ فیصل آباد) میں مرکزی جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان کی تیسری سالانہ کانفرنس مولانا اسماعیل غزنوی رحمہ اللہ کی زیر صدارت منعقد ہوئی۔ اسی موقعے پر جامعہ سلفیہ کا سنگ بنیاد نصب کیا گیا تھا۔ حاجی آباد جہاں جامعہ سلفیہ قائم ہے اس زمانے میں اجاڑ سی جگہ تھی۔ ایک بہت بڑے مجمعے میں اس شہر کے ایک مشہور بزرگ نے اس کی پہلی اینٹ رکھی۔ اس بزرگ کا نام نامی تھا، حکیم نورالدین رحمہ اللہ۔ اس کے بعد اس ضلعے کی دو معروف شخصیتوں نے یکے بعد دیگرے ایک ایک اینٹ نصب کی۔ ان شخصیتوں کے اسمائے گرامی تھے، صوفی محمد عبداللہ اور میاں محمد باقر رحمہما اللہ۔!

اس دور کی مرکزی جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ نے اس پر وقار تقریب میں پر نہایت مؤثر اور پر سوز تقریر کی۔ تقریر ختم ہوئی تو حضرت مولانا محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ (صدر مرکزی جمعیت اہلحدیث) نے خشوع و خضوع کے ساتھ دعا فرمائی۔ (کاروان سلف ص ۱۳۵)

حکیم نورالدین لائل پوری کا مسلکی اعتدال:۔ لائل پور میں ایک بزرگ ''بابا لسوڑی شاہ'' کے نام سے موسوم تھے جو فقیر منش آدمی تھے۔ انہوں نے ۱۹۳۱ء میں وفات پائی۔ بعض مسلمانوں نے اسے شہر میں دفن کرنے کی کوشش کی، لیکن سکھوں اور ہندوؤں نے مخالفت کی۔ بابا جی کا ایک مرید غلام محمد جو حکیم صاحب سے بھی تعلق عقیدت رکھتا تھا، حکیم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ بیان کر کے بابا لسوڑی شاہ کی شہر میں تدفین کے لیے ان سے مدد کی درخواست کی۔ حکیم صاحب اس کے ساتھ مقام واقعہ پر پہنچے تو سکھ اور ہندو جو وہاں موجود تھے، انہیں دیکھ کر منتشر ہو گئے۔ لیکن بعض ہندوؤں نے ان سے کہا کہ آپ اہل حدیث ہیں اور یہ لوگ جو کچھ کرنا چاہتے ہیں آپ کے عقیدہ توحید کے خلاف ہے، آپ ان لوگوں کی کیوں مدد کرتے ہیں؟

فرمایا: یہاں مسئلہ اہل حدیث یا غیر اہل حدیث کا نہیں بلکہ ایک مسلمان کی میت کا مسئلہ ہے، جس میں اسلام کی عزت اور مسلمانوں کی غیرت کا معاملہ پایا جاتا ہے۔ اگر یہاں آپ کے مزاحم ہونے کی وجہ سے ہم پیچھے ہٹ گئے تو سمجھا جائے گا کہ ہم آپ لوگوں سے مرعوب ہیں۔ پھر اس کے نتیجے میں ممکن ہے۔ اس قسم کا کوئی اور معاملہ بھی سامنے آجائے اور اسے مثال بنا کر آپ ہمیں دبانے کی کوشش کریں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ لوگ مزاحمت نہ کریں اور یہیں قبر بننے دیں۔ چنانچہ وہیں قبر بنی اور باباجی کو وہیں دفن کیا گیا۔ (کاروان سلف ص۱۴۴)

مسلکی بے اعتدالی قابل غور:۔ وضاحت: مولانا اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ مسلکی بے اعتدالیوں میں اپنے دکھی دل کی صدا کچھ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔ (از مرتب اثری)

قصبہ ہابڑی میں دس گیارہ مسجدیں تھیں اور احناف کی اکثریت تھی۔ اہلحدیث مسلک سے تعلق رکھنے والوں کی تعداد بہت کم تھی۔ عام طور سے احناف اور اہل حدیث کے درمیان بحث وتکرار کا سلسلہ جاری رہتا تھا، اور یہ سلسلہ ہمارے ہاں اب بھی جاری ہے بلکہ پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔ دور قدیم میں تو معاملہ صرف مناظروں اور مباحثوں تک ہی پہنچتا تھا یا زیادہ سے زیادہ بعض اوقات بات تھانے یا کچہری تک چلی جاتی تھی، قتل وغارت تک نوبت نہیں آتی تھی، نہ کوئی فریق جبراً دوسرے فریق کی مسجد پر قبضہ کرتا تھا۔

اب تو مسجدوں میں گولیاں چلتی ہیں، محض اختلاف مسلک کی بناء پر نمازیوں کو حالت نماز میں قتل کر دیا جاتا ہے...... گھروں میں گھس کر اپنے مذہبی مخالفوں کو چھلنی کر دیا جاتا ہے۔ وہ مناظروں کا زمانہ موجودہ زمانے سے ہزار درجے بہتر تھا۔ کسی مسئلے پر بحث ہوئی، مناظرہ ہوا اور بات ختم ہوگئی۔ پھر وہی پیار ومحبت کی باتیں اور وہی ہنسی مذاق کے سلسلے۔! کوئی کسی کے درپے آزار نہیں۔ سب ایک دوسرے کے دوست، ایک دوسرے کے تعلق دار اور ایک دوسرے کے بہی خواہ۔! کدورت، بغض اور مار دھاڑ کا کہیں نام ونشان نہ تھا۔ (کاروان سلف ص۱۹۳)

مولانا عبدالعزیز سعیدی کا سلسلہ تعویذات:۔ عبدالعزیز رحمہ اللہ کو سعیدی کی نسبت سے پکارا جاتا تھا، کیوں کہ وہ حضرت مولانا شرف الدین دہلوی کے قائم فرمودہ مدرسہ سعیدیہ کے سند یافتہ تھے۔ (کاروان سلف ص۱۹۹)

سعیدی صاحب ان دنوں تعویذ اور دم وغیرہ کیا کرتے تھے۔ کئی دن وہ کوٹ کپورہ میں رہے، ہر وقت تعویذ لینے اور دم کرانے والے مردوں اور عورتوں کا جمگھٹا ان کے ارد گرد رہتا تھا۔ ایک تعویذ انہوں نے مجھے بھی دیا تھا، لیکن یاد نہیں رہا کہ وہ تعویذ کس سلسلے کا تھا۔ یہ البتہ فرمایا تھا کہ یہ تعویذ مؤثر ثابت ہوگا۔ اب یہ بھی معلوم نہیں کہ مؤثر ثابت ہوا بھی تھا یا نہیں۔ (کاروان سلف ص۲۰۰)

ولی کامل کی دعا پر بیٹے کا مل جانا (کرامت):۔ مولانا عبداللہ رحمہ اللہ کے والد کا نام حاجی عنایت اللہ تھا جو فیصل آباد کی تحصیل سمندری کے ایک گاؤں ''لشارن'' میں مقیم تھے اور اپنے علاقے کے متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ ان کے گھر کئی بچے پیدا ہوئے، لیکن کوئی زندہ نہ رہا، سب چھوٹی عمر میں وفات پا گئے۔ اس نواح کے ایک گاؤں چک نمبر ۴۹۳ گ ب (اوڈانوالہ) میں ایک شخص صوفی عبداللہ رحمہ اللہ سکونت پذیر تھے جو تدین وتقویٰ اور خلوص وللّٰہیت کے اعتبار سے خاص شہرت کے حامل تھے اور حاجی عنایت اللہ ان کے حلقہ عقیدت سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے صوفی صاحب رحمہ اللہ سے دعا کی درخواست کی اور عرض گزار ہوئے کہ اللہ انہیں ایسا بیٹا عطا فرمائے جو باعمل عالم بنے اور لوگ اس سے استفادہ کریں۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے بارگاہ خداوندی میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، حسن اتفاق سے وہ قبولیت کی گھڑی تھی۔ اللہ نے دعا قبول فرمائی اور حاجی عنایت اللہ کو بیٹا عطا فرمایا، جس کا نام صوفی صاحب رحمہ اللہ کے نام پر عبداللہ رکھا گیا۔ یہ آج سے تقریباً ۸۶ برس قبل ۱۹۱۴ء کی بات ہے۔ یہ واقعہ ایک مرتبہ خود مولانا عبداللہ رحمہ اللہ نے بھی بیان فرمایا تھا اور کہا تھا: ''میں صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کی دعا کا نتیجہ ہوں۔'' (کاروان سلف ص۲۶۱)

صوفی صاحب کی جذبی کیفیات:۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ ان کی قبولیت دعا کے سلسلے میں بعض عجیب وغریب واقعات مشہور ہیں۔ دعا کے وقت جب ان کے ہاتھ ایک دوسرے پر تیزی سے گھومنے لگتے تو سمجھا جاتا کہ دعا قبول ہوگئی۔ ان کی نیکی اور پرہیزگاری کی وجہ سے ہر مسلک فقہی کے لوگ ان کے حلقۂ ارادت اور دائرہ عقیدت میں شامل تھے۔ وہ زیادہ پڑھے لکھے تو نہ تھے لیکن

بہت معاملہ فہم اور صاحب فراست تھے۔ علم اور اصحاب علم کی خدمت ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ ان سطور کے راقم عاجز پر انتہائی شفقت فرماتے تھے۔ ۲۸۔ اپریل ۱۹۷۵ء (۱۳/ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ) کو وفات پائی اور اپنے قائم کردہ دار العلوم (ماموں کانجن) کے احاطے میں دفن کیے گئے۔ ان کی شخصیت اور ان کے گوناگوں کارناموں کا انشاء اللہ ایک مستقل کتاب میں ذکر کیا جائے گا جو ان سطور کا راقم لکھ رہا ہے۔ (کاروان سلف ص ۲۶۲)

محافل تصوف، دینی ذوق کی بنیاد:۔ مولانا (عبداللہ لائل پوری رحمہ اللہ) کے والد حاجی عنایت اللہ رحمہ اللہ اصحاب علم کی مجلسوں اور ارباب تصوف کی محفلوں میں حاضر ہوتے رہتے تھے، اس لیے ان کے دل میں بیٹے کو دینی تعلیم دلانے اور علم و فضل کے زیور سے آراستہ کرنے کا جذبہ ابتداء ہی سے کروٹ لے رہا تھا۔ (کاروان سلف ص ۲۶۲)

مولانا عبداللہ لائل پوری کے ہم مزاج متصوف:۔ میرے مرحوم دوست، جعفر قاسمی صاحب کئی سال محکمہ اوقاف پنجاب میں ایک بڑے منصب پر فائز رہے تھے۔ پھر اپنے وطن چنیوٹ (ضلع جھنگ) میں سکونت پذیر ہو گئے تھے، پڑھنا لکھنا اور اہل علم سے تعلقات قائم کرنا اور قائم رکھنا ان کا مشغلہ تھا۔

صوفیاء و اولیاء کے حالات و کوائف سے انہیں بالخصوص دلچسپی تھی۔ ایک دن مجھ سے کہا کہ چنیوٹ کے علاقے یا فیصل آباد میں کسی صوفی مزاج اہل علم اور کتابوں کے شائق کا تمہیں علم ہو تو اس کا پتہ ٹھکانہ بتاؤ۔ میں نے کہا، فیصل آباد میں منٹگمری بازار جایئے، وہاں ادارہ علوم اثریہ میں مولانا عبداللہ رحمہ اللہ سے ملیے، وہ آپ کے ذوق اور مزاج کے آدمی ہیں، ان کا بہت اچھا کتب خانہ ہے۔ پھر مسکراتے ہوئے ان سے کہا کہ وہ آپ کو پڑھنے کے لیے کتابیں بھی دیں گے، کھانا بھی کھلائیں گے، چائے بھی پلائیں گے۔ (کاروان سلف ص ۲۶۷)

متوازن اور معتدل اہل علم:۔ بعض حضرات نے بتایا کہ ایک مرتبہ حج کے موقعے پر حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ (گولڑہ شریف) کے جانشین جناب پیر غلام محی الدین رحمہ اللہ کو (جنہیں لوگ پیار سے باؤجی کہا کرتے تھے) مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کے پیچھے نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ نماز میں پیر صاحب رحمہ اللہ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ تعارف کے بعد اصرار کیا کہ قیام مکہ کے دوران مولانا انہی کے ہاں قیام فرمائیں۔ مولانا نے ہر چند معذرت کی، مگر پیر صاحب رحمہ اللہ نے قبول نہیں فرمائی۔ چنانچہ وہ کئی دن پیر صاحب رحمہ اللہ کے پاس مقیم رہے۔ پیر صاحب رحمہ اللہ نے اپنے باورچی کو خاص طور سے ہدایت کر دی تھی کہ مولانا کا کھانا ان کی پسند کے مطابق تیار کیا جائے۔ جماعت کے وقت اگر مولانا موجود ہوتے تو پیر صاحب رحمہ اللہ انہی کو امام بناتے اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھتے۔

اس اثنا میں پیر صاحب رحمہ اللہ نے یہ عجیب واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۔ جنوری ۱۹۵۶ء) مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ (وفات ۱۵ مارچ ۱۹۴۸) جو اہل حدیث مسلک کے حامل تھے، حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ (متوفی ۲۹ صفر ۱۳۵۶ھ، ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء) سے ملاقات کے لیے گولڑہ تشریف لے گئے۔ نماز کا وقت ہوا تو پیر صاحب رحمہ اللہ نے امامت کے لیے مولانا ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ کو آگے کر دیا۔ اس سے ان کے بعض مرید اور معتقد کچھ پریشان سے ہوئے۔ پیر صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس کی نماز مولانا ابراہیم صاحب رحمہ اللہ کے پیچھے نہیں ہوتی، وہ الگ جا کر نماز پڑھ لے، ہم مولانا کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔

یہ پرانے زمانے کے متوازن اور معتدل اہل علم کی باتیں ہیں۔ اس دور تعصب پسند اور عہد فتنہ انگیز میں تو ان باتوں کو صحیح سمجھنے والے لوگ بھی بہت کم ملیں گے۔

مولانا عبداللہ رحمہ اللہ بے شک ایک خاص فقہی مسلک کے حامل تھے، لیکن ان کا دائرہ تعلقات بہت وسیع تھا۔ تمام مکاتب فکر کے حضرات سے ان کے روابط تھے۔ فیصل آباد کے قریب سالا روالا میں ایک بزرگ پیر ابو انیس محمد برکت علی رحمہ اللہ فروکش تھے، ان کے مولانا سے گہرے مراسم تھے۔ مولانا ان کے ہاں جاتے اور وہ مولانا کے ہاں تشریف لاتے تھے۔ انہوں نے کسی موضوع پر کوئی کتاب لکھی تو ان کا مسودہ مولانا کو دکھایا، مولانا نے اس کی تخریج کی اور احادیث و اقوال کے حوالے درج کیے۔ وہ وسیع النظر اور فراخ حوصلہ عالم تھے۔ (کاروان سلف ص ۲۷۲)

سلسلہ مجتبیہ یا سلسلہ الفقیہ:۔ عادات و اطوار کے اعتبار سے کہنا چاہیے کہ وہ (مولانا عبداللہ لائل پوری رحمہ اللہ) بالکل فقیر اور

درویش آدمی تھے۔ ہر شخص سے محبت اور پیار سے ملتے۔ ہر قسم کے لوگوں سے ان کے مراسم تھے اور سب ان کا احترام کرتے تھے۔ میں انہیں کہا کرتا تھا کہ سلاسل تصوف کی طرح آپ بھی ایک سلسلہ قائم کر لیجیے اور اس کا نام ”سلسلہ محبتیہ یا سلسلہ اُلفتیہ“ رکھیے۔ اس میں ایسے لوگوں کو شامل کیجیے جو سب سے محبت اور الفت کا برتاؤ کریں۔ میں پہلا شخص ہوں گا جو آپ کے دست پُر شفقت پر بیعت کر کے ”حلقہ اُلفتیہ“ میں شامل ہوں گا۔ اس دنیا میں ہر شئے کی فراوانی ہے، لیکن خلوص سے بھر پور محبت مفقود اور دل کی گہرائیوں میں اترنے والی الفت معدوم ہے۔ آپ کے ”سلسلہ محبتیہ اور دائرۂ اُلفتیہ“ میں شامل ہو کر ہم لوگوں کو پیار کا درس دیں گے اور دنیا میں محبت کے ذریعے امن وامان قائم کریں گے۔ نہ کوئی کسی کا دشمن ہو گا، نہ لڑائی جھگڑے تک نوبت پہنچے گی۔ ہر طرف سکون کی چادر تنی ہوگی اور ہر سو امن کا شامیانہ سایہ فگن ہوگا۔ (کاروان سلف ص۲۷۳)

مولانا عبداللہ لائل پوری کے پُر شفا تعویذات:۔ مولانا مرحوم طبیب بھی تھے اور بعض لوگ علاج معالجے کے لیے ان کے پاس آتے تھے۔ تعویذ بھی لکھتے تھے اور دم جھاڑا بھی کرتے تھے، لوگوں کو ان پر یقین تھا۔ ان کے دم دعا اور تعویذ گنڈے میں اللہ نے شفا رکھی تھی۔ اگر کوئی شخص کچھ دے دیتا تو لے لیتے، نہ دیتا تو نہ سہی۔ (کاروان سلف ص۲۷۴)

صوفی شاہ عبداللطیف بھٹائی کا مسلک اور کرامت:۔ سید صاحب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بعض ایسے شواہد موجود ہیں جن کی بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمہ اللہ موحد بلکہ اہل حدیث تھے۔ ان کا ارشاد ہے کہ مولانا مخدوم محمد معین الدین رحمہ اللہ جو ٹھٹھہ کے رہنے والے تھے، شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمہ اللہ کے گہرے دوست تھے۔ مولانا ممدوح نے اپنی کتاب میں احناف کے بعض مسائل کی کتاب وسنت کی روشنی میں تردید کی ہے اور اہل حدیث کے مسلک کو حدیث رسول ﷺ کے مطابق قرار دیا ہے۔ مولانا محمد معین الدین رحمہ اللہ ٹھٹھوی نے اپنی موت سے پہلے وصیت کی تھی کہ ان کا جنازہ شاہ عبداللطیف رحمہ اللہ پڑھائیں۔ وہ وفات پا گئے تو لوگ پریشان ہوئے کہ شاہ عبداللطیف رحمہ اللہ کو کہاں تلاش کیا جائے اور جنازہ ان سے کس طرح پڑھایا جائے، اس لیے کہ وہ ٹھٹھہ میں نہیں رہتے تھے۔ اب حسن اتفاق ملاحظہ ہو کہ شاہ صاحب اچانک وہاں آ گئے اور لوگوں نے مولانا کی وصیت کے متعلق بتایا تو انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنازے کے بعد لوگوں سے کہا کہ میرا جن سے تعلق تھا، وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں، اب آئندہ میرا یہاں آنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ (کاروان سلف ص۳۹۵)

سرمایۂ اہلحدیث صوفی، ولی کامل:۔ صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ مستجاب الدعوات بزرگ تھے، بارگاہ الٰہی سے ان کی دعا کو شرف قبولیت بخشا جاتا تھا۔ ایسے بہت سے واقعات اس نواح میں زبان زد عوام ہیں کہ صوفی صاحب نے اللہ کے حضور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی اور اللہ نے قبول فرمالی۔ دارالعلوم کے لیے ظفر اللہ کی والہانہ جدوجہد کو دیکھ کر ایک دفعہ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: ظفر اللہ! کیا میں تیرے لیے ایسی دعا نہ کروں کہ اللہ تعالیٰ دست غیب سے تیری ضروریات تجھے عطا فرماتا رہے۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ کا فرمان سن کر ظفر اللہ نے عرض کیا:

حضرت! اس دعا کی بجائے میرے لیے ایسی دعا فرمایے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دین کی خدمت کا کوئی بہت بڑا موقع عطا فرمائے۔

چنانچہ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے عجز وعاجزی کے ساتھ اللہ سے دعا کی اور اللہ نے دعا اس طرح قبول فرمائی کہ انہوں نے ماموں کانجن سے دینیات کے علوم متداولہ سے فراغت کے بعد ایف اے کا امتحان دیا، پھر بی اے کیا اور کراچی یونیورسٹی سے ایم اے اسلامیات کا امتحان پاس کیا اور پھر اسی یونیورسٹی میں لیکچرار مقرر کر لیے گئے۔ یہاں تک کہ اسی میں صدر شعبہ اسلامیات ہو گئے۔ (کاروان سلف ص۵۰۶)

مولانا عبدالجبار رحمہ اللہ کے مرید:۔ مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کو (جو ۱۹۳۷ء میں مولانا محمد علی لکھوی رحمہ اللہ کے ہاں جامعہ محمدیہ مرکز الاسلام میں پڑھاتے تھے) فیروز پور کی جماعت اہل حدیث کے سرکردہ ارکان مسجد گنبداں والی میں لے گئے تھے۔ فیروز پور شہر اور چھاؤنی میں اہل حدیث کی یہ ایک ہی مسجد تھی، اس سے قبل اس مسجد میں اس دور کے معروف اہل حدیث عالم مولانا عبدالکریم گرنتھی رحمہ اللہ خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے تھے، وہ ضلع فیروز پور کی تحصیل زیرہ کے ایک گاؤں ”گھد ووالا“ کے رہنے والے تھے اور مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے والد گرامی قدر حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے شاگرد اور مرید تھے۔ (کاروان سلف ص۵۱۳)

مرشد کی آخری بات جو یاد رہی:۔ میں (اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ) سمجھتا ہوں کہ جس شخص کے ذہن میں اپنے بزرگوں کی کچھ باتیں موجود

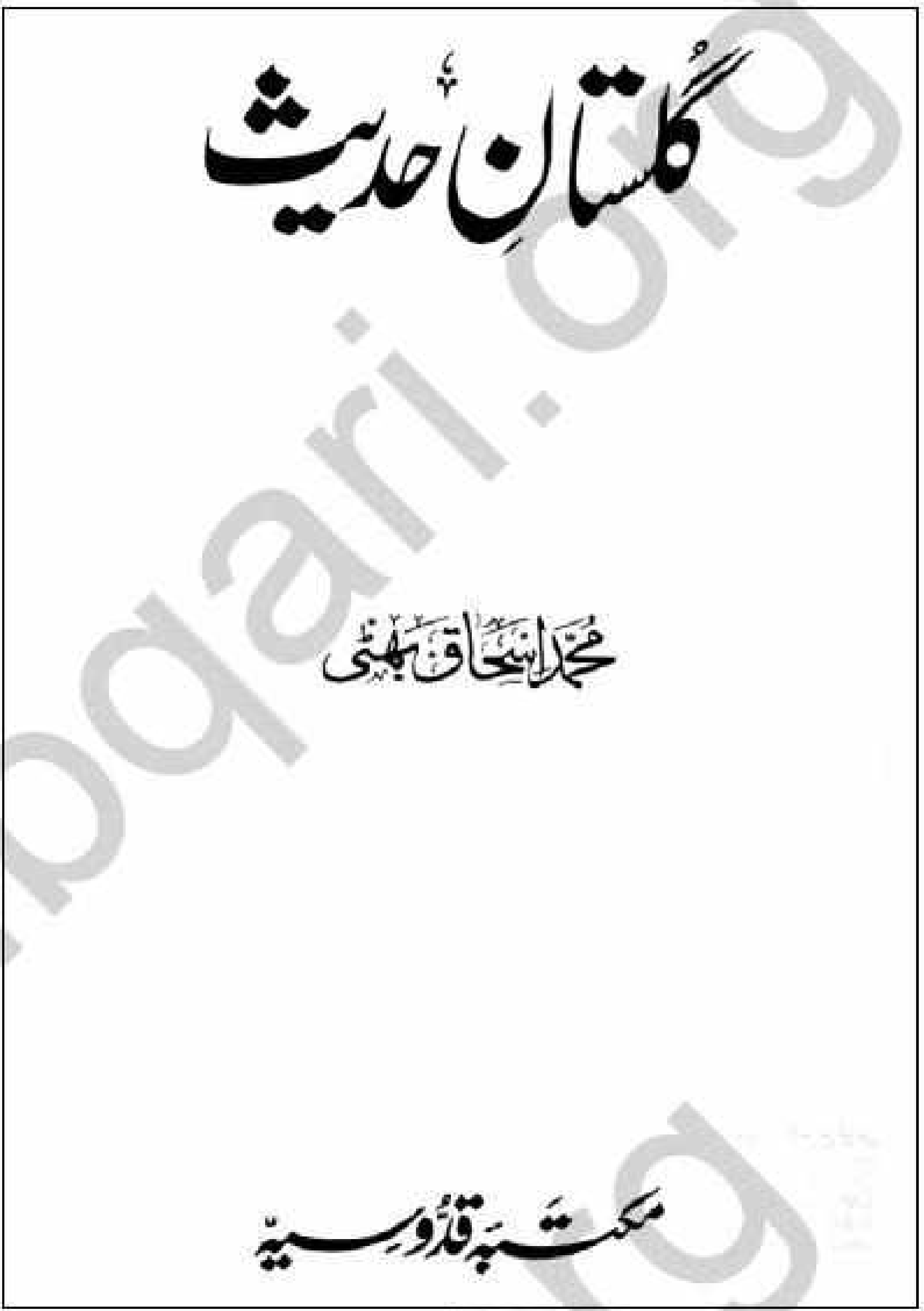

گلستانِ حدیث

محمد اسحاق بھٹی

مکتبہ قدوسیہ

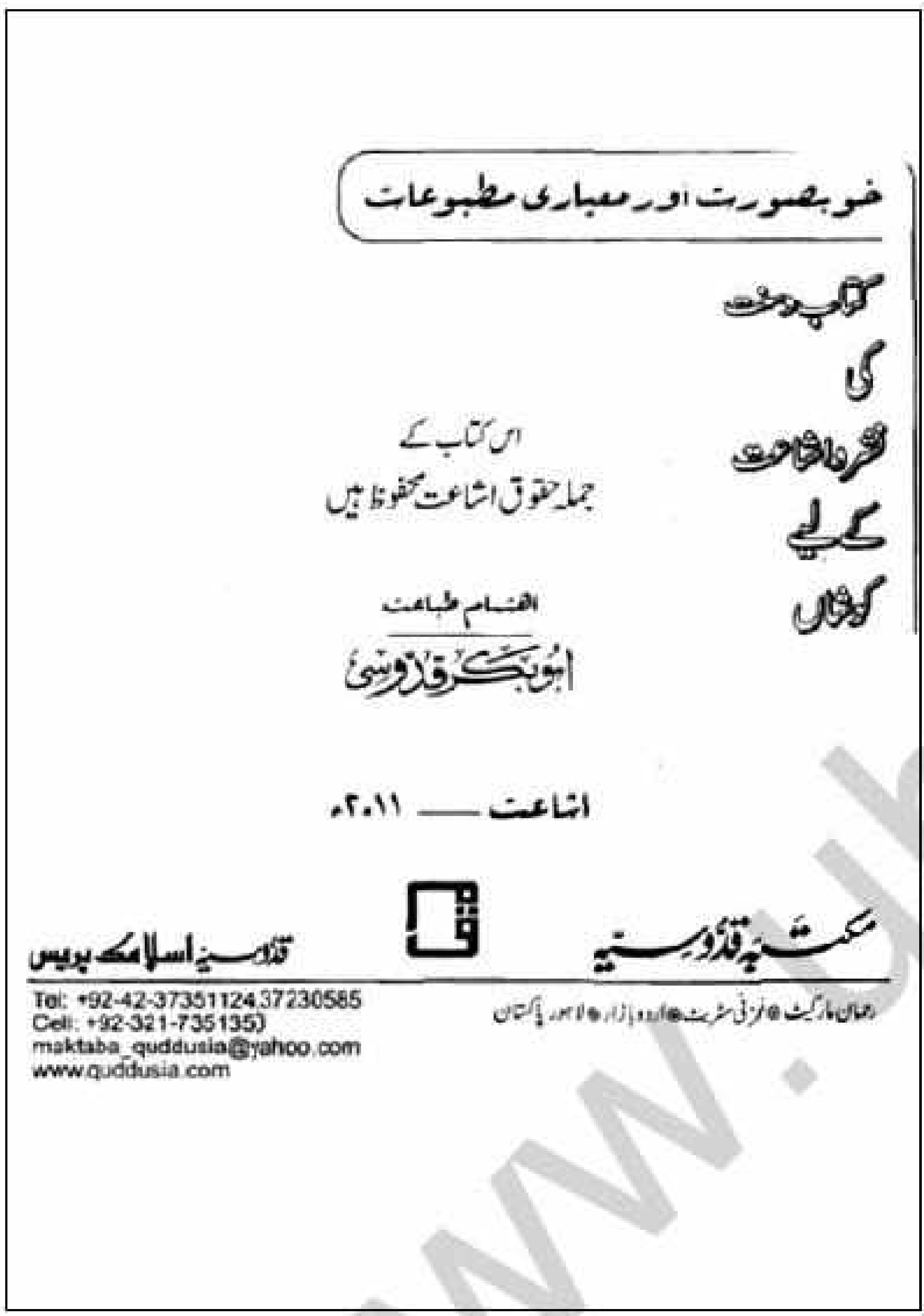

خوبصورت اور معیاری مطبوعات

کتاب و سنت
کی
نشر و اشاعت
کے لیے
کوشاں

اس کتاب کے
جملہ حقوق اشاعت محفوظ ہیں

اہتمام طباعت
ابوبکر قدوسی

اشاعت ـــــ ۲۰۱۱ء

مکتبہ قدوسیہ
قدوسیہ اسلامک پریس
رحمان مارکیٹ ● غزنی سٹریٹ ● اردو بازار ● لاہور پاکستان
Tel: +92-42-37351124,37230585
Cell: +92-321-735135)
maktaba_quddusia@yahoo.com
www.quddusia.com

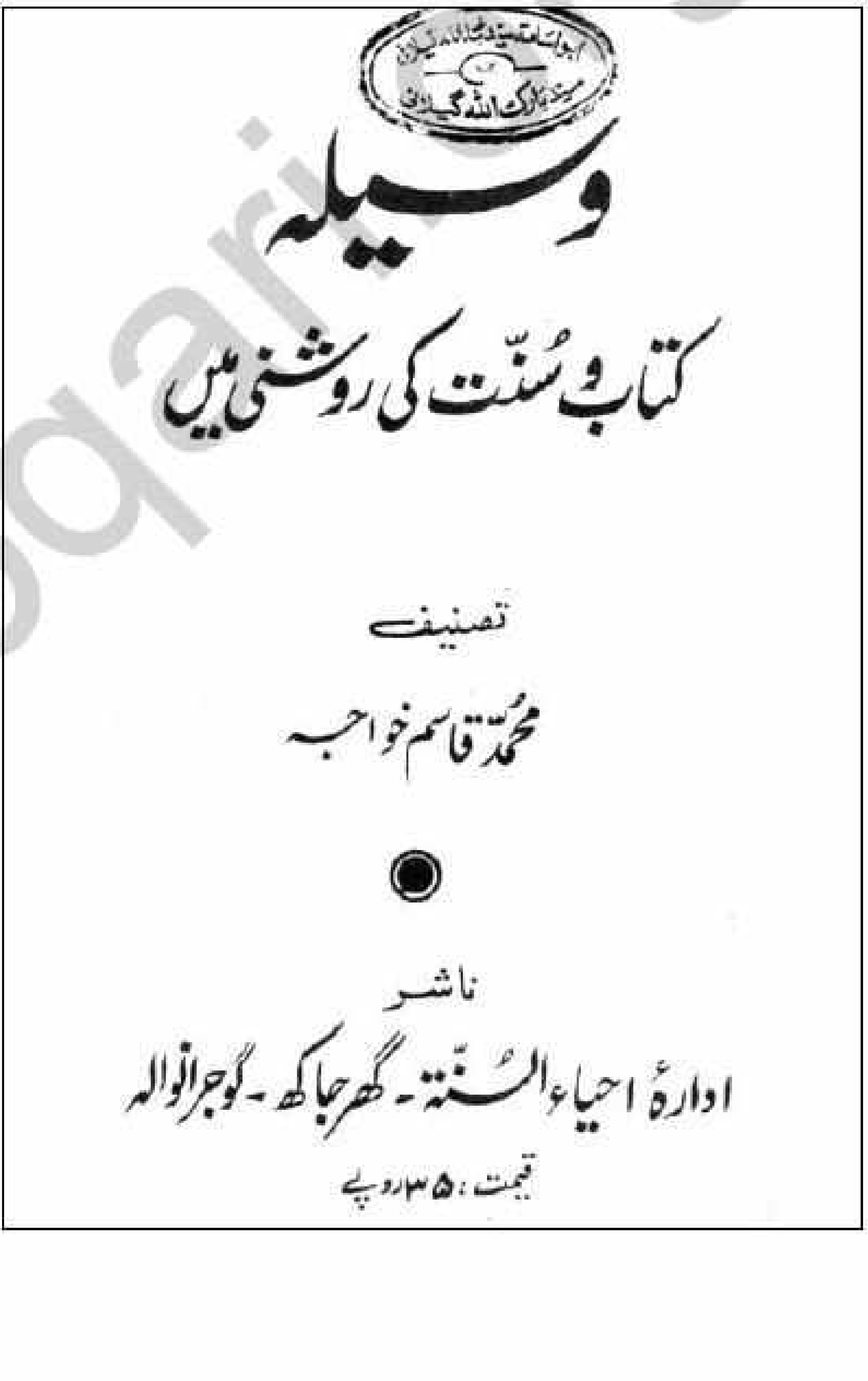

وسیلہ
کتاب و سُنّت کی روشنی میں

تصنیف
محمد قاسم خواجہ

ناشر
ادارۂ احیاء السُنّۃ - گھرجاکھ - گوجرانوالہ

قیمت : ۳۵ روپے

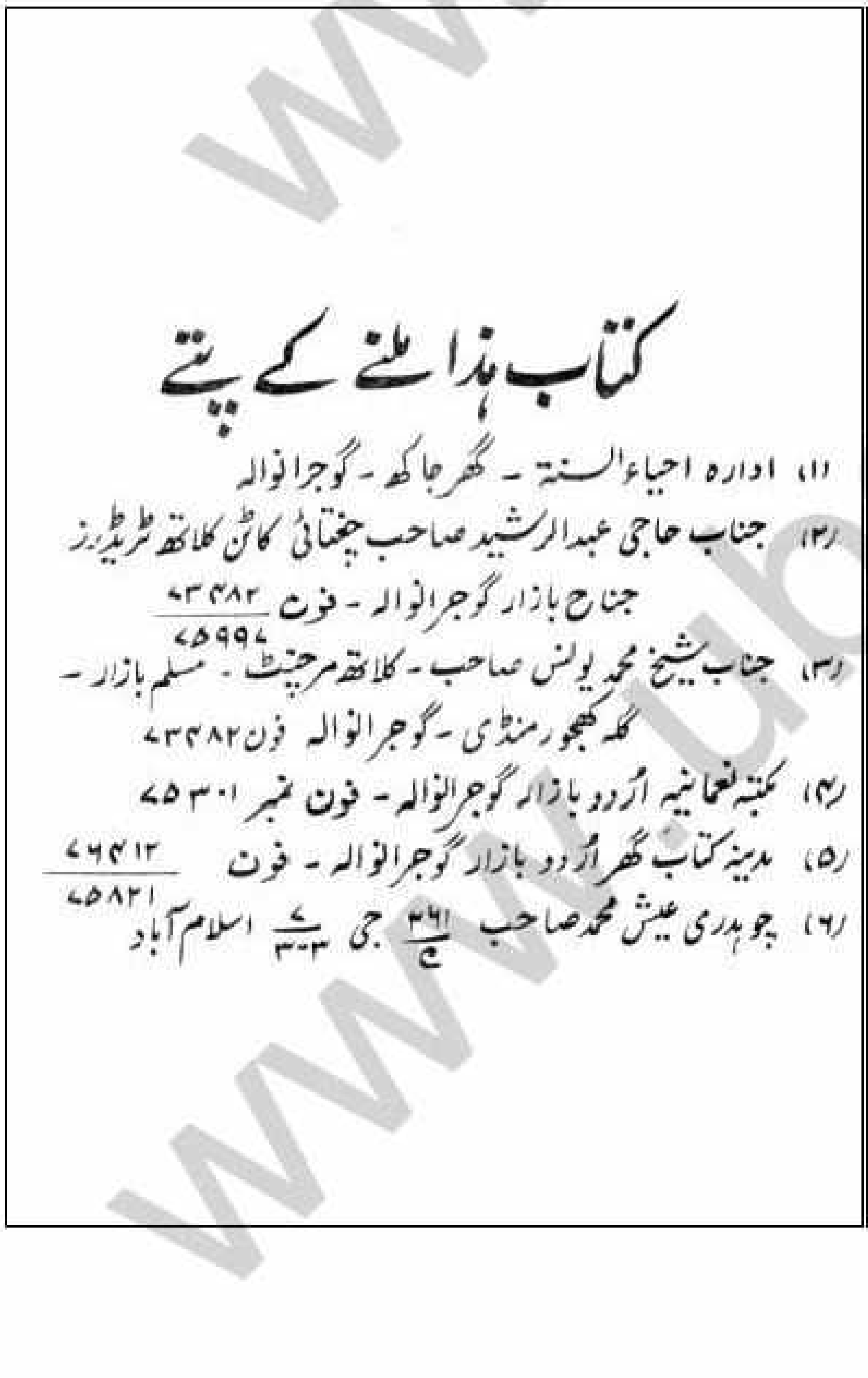

کتاب ہذا ملنے کے پتے

(۱) ادارہ احیاء السنۃ - گھرجاکھ - گوجرانوالہ
(۲) جناب حاجی عبدالرشید صاحب چغتائی کاٹن کلاتھ ٹریڈرز جناح بازار گوجرانوالہ - فون ۴۳۴۸۳ / ۷۵۹۹۷
(۳) جناب شیخ محمد یونس صاحب - کلاتھ مرچنٹ - مسلم بازار - گلہ کھجور منڈی - گوجرانوالہ فون ۷۳۴۸۲
(۴) مکتبہ نعمانیہ اُردو بازار گوجرانوالہ - فون نمبر ۷۵۳۰۱
(۵) مدینہ کتاب گھر اُردو بازار گوجرانوالہ - فون ۷۶۴۱۳ / ۷۵۸۲۱
(۶) چوہدری عیش محمد صاحب ۲۶۱/ج جی ۶/۳ اسلام آباد

ہیں، اسے جان لینا چاہیے کہ اس کے پاس سب کچھ موجود ہے اور اس کے قلب کی دنیا پوری طرح آباد ہے اور ہمیشہ آباد رہے گی، اس میں کبھی ویرانی نہیں آئے گی۔ دولت خاں قاقشال سمرقندی کا شعر کہاں یاد آیا ہے

از صد سخن پیرم یک حرف مرا یاد ست عالم نہ شود ویران تا میکدہ آباد است

یعنی مجھے اپنے مرشد کی سینکڑوں باتوں میں سے فقط یہی ایک بات یاد ہے کہ یہ دنیا اس وقت تک برباد نہیں ہوگی جب تک مے خانے کی رونقیں قائم ہیں۔ (کاروان سلف ص ۵۲۰)

نام کتاب:۔ گلستان حدیث..... مصنف:۔ مولانا اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ

علمائے اہلحدیث کا گلستانِ حدیث: الحمد للہ! مؤرخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کا نیا قلمی شاہکار اور سلسلہ تاریخ اہل حدیث کا چوتھا مجموعہ ''گلستان حدیث'' کے دلکش عنوان سے منظر عام پر آچکا ہے۔ یہ بڑے سائز کے تقریباً پونے چھ سو صفحات میں پھیلا ہوا اٹھاون (58) مرحومین اور چھبیس موجودین وابستگان قرآن وسنت اور خدام حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعارف، خدمات اور سوانح حیات پر مشتمل خوشنما گلدستہ ہے۔ (گلستان حدیث ص 35,34)

اس کے علاوہ بھی مؤرخ اہل حدیث کی بڑی جامع اور مفید معلومات کا مرقع کئی تصانیف ہیں جو ان کے علم وادب، تصنیفی ذوق، وسعت معلومات اور حفظ وضبط کا بین ثبوت فراہم کرتی ہیں۔ ان کتابوں میں ان کی خدمت حدیث اور خدمت جماعت اہل حدیث واضح طور سے ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ میرا خیال ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ حدیث اور مسلک حدیث کی خدمت اور وابستگان کتاب وسنت کے ساتھ محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں انشاء اللہ ضرور جزائے خیر سے نوازے گا۔ (گلستان حدیث ص 35)

مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ صاحب کرامات بزرگ:

وضاحت ازمرتب اثری: مولانا اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ اپنی کتابوں کا تعارف کرتے ہوئے سوانح حضرت مولانا غلام رسول قلعوی کے بارے میں فرماتے ہیں۔

تیسری کتاب کا نام ہے ''تذکرہ حضرت مولانا غلام رسول قلعوی'' مولانا ممدوح بہت بڑے عالم، حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد اور حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے فیض یافتہ تھے۔ مستجاب الدعوات اور صاحب کرامات بزرگ تھے۔ ان کی زندگی نہایت عجیب وغریب حالات میں گزری اور واقعات کی انتہائی دلکش داستان اپنے پیچھے چھوڑ گئی۔ یہ دلکش داستان ''تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی'' میں بیان کردی گئی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اعمال خیر کی توفیق عطا فرمائے اور قرآن وحدیث کی تبلیغ واشاعت کو ہمارا معمول بنادے، آمین یارب العالمین۔ (محمد اسحاق بھٹی، اسلامیہ کالونی ساندہ لاہور) (ٹیلی فون: 042-37143677) (گلستان حدیث ص 42)

مولانا محمد اسماعیل شہید دہلوی رحمہ اللہ (شہادت ۶ مئی 1831ء)

مولانا محمد اسماعیل شہید دہلوی رحمہ اللہ علامہ دہر، عالم کبیر، فقیہہ ذی مرتبت اور محدث دوراں تھے۔ شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ کے فرزند، شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ، شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ اور شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کے بھتیجے، شاہ ولی اللہ محدث رحمہ اللہ کے پوتے اور شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ کے پڑپوتے...... ! برصغیر پاک وہند کی اس وسیع وعریض سرزمین میں علم وفضل، وعظ وارشاد، تصنیف وتالیف، درس وتدریس، احیائے اسلام، تجدید دین، اصلاح امت اور جہاد فی سبیل اللہ کے جو بلند ترین اوصاف اس عالی قدر خاندان کے لائق احترام ارکان میں پائے جاتے ہیں اس میں کوئی ان کا مدمقابل نہیں۔ مولانا شاہ محمد اسماعیل رحمہ اللہ نے اپنے اسلاف کے ان اوصاف اور بزرگوں کی اس میراث کی نہ صرف حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا بلکہ اپنے بے پناہ عمل وسعی سے ان کے حسن وزیبائی میں انتہائی اضافہ کردیا۔

مولانا شاہ محمد اسماعیل کی ولادت صحیح اور مستند روایت کے مطابق 12 ربیع الاول 1193ھ (26 اپریل 1779ء) کو دہلی میں ہوئی۔

والدہ ماجدہ کا نام نامی بی بی فاطمہ تھا۔ اپنے مرشد امیر المؤمنین سید احمد شہید دہلوی رحمہ اللہ سے تقریباً سات سال بڑے تھے۔ (گلستان حدیث ص45)

مرشد نقشبند سید احمد شہید کی بیعتِ اصلاح :۔ حصول علم سے فراغت کے بعد شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی فضیلت علمی اور قابلیت کی شہرت ہر حلقے میں پہنچ گئی تھی۔ لیکن ابھی تک کوئی مستقل کام شروع نہیں کیا تھا اور طبیعت میں کچھ بے پروائی سی پائی جاتی تھی۔ یا تو اس کی یہ وجہ ہوگی کہ خاندان میں جو مشاغل رواج پذیر تھے ان کے نزدیک وہ اصل مقاصد تک پہنچنے کیلئے کافی نہ تھے اور وہ کوئی نیا قدم اٹھانا چاہتے تھے یا پھر وہ اپنے دل میں ایک لائحہ عمل مرتب کر چکے تھے اور اس کا آغاز کرنے کیلئے رفقا و معاونین کی تلاش میں تھے۔ کئی سال اسی حالت میں گزر گئے۔ اس اثناء میں اگرچہ انہوں نے اپنے اسلاف کے طریق کار کے مطابق تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور کئی اہم شخصیتوں نے ان سے علم حاصل کیا، لیکن یہ کام ان کے کامل اطمینان قلب کا باعث نہ تھا۔

ایک عرصے تک یہی حالت رہی تا آنکہ 1234ھ (1819ء) میں امیر المجاہدین سید احمد بریلوی رحمہ اللہ، نواب خان والی ٹونک کی رفاقت و ملازمت ترک کر کے راجپوتانہ سے دہلی پہنچے اور اکبر آبادی مسجد میں اقامت گزیں ہوئے۔ وہ بے حد متقی اور پرہیز گار بزرگ تھے۔ جوں ہی انہوں نے دہلی میں قدم رکھا، لوگوں نے ان کے حلقہ بیعت میں شامل ہونا شروع کر دیا۔ پہلے مولانا محمد یوسف پھلتی، پھر شاہ عبدالعزیز کے داماد مولانا عبدالحئی بڑھانوی اور بعد ازاں شاہ اسماعیل رحمہم اللہ نے ان سے بیعت کی۔ اس وقت سے شاہ اسماعیل رحمہ اللہ کی زندگی کا دھارا بالکل بدل گیا اور ان کے شب و روز پہلے سے کہیں زیادہ لوگوں کی دعوت و ارشاد میں بسر ہونے لگے۔ سہ شنبہ اور جمعہ کو بالالتزام بادشاہی مسجد میں وعظ فرماتے۔

سرسید رقمطراز ہیں کہ نماز جمعہ کیلئے لوگ اس کثرت سے آنے لگے جیسے عیدین کی نمازوں میں آتے تھے۔ سامعین کا شمار نہ ہوتا تھا۔ وعظ کا طریقہ ایسا تھا کہ جو کچھ فرماتے دلوں میں پیوست ہو جاتا۔ اگر کسی بات پر کوئی خلش پیدا ہوتی تو آگے چل کر بالکل رفع ہو جاتی۔ (گلستان حدیث ص47)

آغاز تحریک جہاد :۔ شوال 1236ھ 1821ء میں امیر المجاہدین سید احمد بریلوی رحمہ اللہ نے حج بیت اللہ کا عزم کیا۔

حج سے واپسی کے بعد مولانا (اسمٰعیل) شہید رحمہ اللہ نے اپنے مرشد سید احمد شہید رحمہ اللہ کے تیار کردہ منصوبے کے مطابق اپنے آپ کو جہاد کے لیے وقف کر دیا اور وعظ و تبلیغ میں لوگوں کو جہاد کے لئے کمربستہ ہونے کی تلقین فرمانے لگے۔ اس ضمن میں سرسید لکھتے ہیں۔

''بموجب ارشاد سید اصفیا یعنی پیر طریق ہدیٰ اس طرح سے تقریر و وعظ کی بنا ڈالی کہ مسائل جہاد فی سبیل اللہ بیشتر بیان ہوتے اور یہاں تک کہ آپ کی صیقل تقریر سے مسلمانوں کا آئینہ باطن مصفا و مجلا ہو گیا۔'' (گلستان حدیث ص49)

50 لاکھ تعداد میں شائع شدہ کتاب :۔ تقویۃ الایمان (اردو) شاہ اسماعیل رحمہ اللہ کی یہ بہت ہی مشہور کتاب ہے اور اردو زبان میں ہے۔ بے شمار مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اس کی مجموعی تعداد اشاعت پچاس لاکھ بتائی جاتی ہے۔ اردو زبان کی کوئی کتاب اتنی زیادہ تعداد میں شائع نہیں ہوئی۔ یہ اس کی مقبولیت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ (گلستان حدیث ص52)

''العبقات'' تصوف پر علمی کتاب :۔ (۱) ''العبقات'' (عربی): یہ کتاب تصوف کے موضوع پر ہے اور بڑی ادق اور مشکل کتاب ہے۔ ان کی دوسری تصانیف کی طرح اس میں تصوف کے علاوہ بعض دیگر موضوعات بھی زیر بحث آ گئے ہیں۔ اس کا اردو ترجمہ مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم نے کیا تھا جو حیدر آباد (دکن) سے شائع ہوا ہے۔ ترجمہ بھی بہت مشکل ہے۔ (گلستان حدیث ص53)

(۲) ''حقیقت تصوف'' (فارسی) یہ کتاب اب نایاب ہے، اس کا ذکر ''الحیات بعد الممات'' میں کیا گیا ہے، اس میں شاہ صاحب نے تصوف اور اس کی حقیقت بیان کی ہے اور سچے صوفی کی تعریف بیان فرمائی ہے۔ (گلستان حدیث ص55)

گوشہ نشین دادا اور پوتا :۔ شاہ محمد اسماعیل رحمہ اللہ کی تعلیم و تربیت کی منزلیں ان کے چچا شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کی آغوش محبت میں طے ہوئی تھیں۔ شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کی ایک ہی صاحبزادی تھیں جن کی شادی ان کے بھتیجے مولانا مصطفیٰ سے ہوئی تھی۔ ان کی بھی ایک ہی بیٹی

تھیں جو شاہ محمد اسماعیل رحمہ اللہ کے عقد میں آئیں۔ شاہ محمد اسماعیل کے ہاں بھی ایک ہی لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمد عمر رکھا گیا۔

شاہ محمد عمر رحمہ اللہ مزاجاً وطبعاً دنیا اور اہل دنیا سے اسی طرح بے نیاز اور مستغنی تھے جس طرح کہ ان کے جد امجد شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ تھے۔ تمام عمر گوشہ نشین اور لوگوں سے الگ تھلگ رہے۔ (گلستان حدیث ص 61)

حالت جذب کا مکان پر اثر:۔ شاہ محمد عمر رحمہ اللہ اپنے دور کے درویش آدمی تھے اور بعض دفعہ ان پر جذب کا غلبہ ہو جاتا تھا امور مشتبہ سے پرہیز کرتے اور ممنوعات سے دامن کشاں رہتے۔ کسی ایسی جگہ نہ جاتے جہاں کسی شکل میں بھی برائی کا ارتکاب ہوتا ہو۔ اس سلسلے میں نواب مصطفیٰ خاں کا بیان ہے کہ ہم چند احباب جن میں مرزا غالب بھی تھے اپنے بالا خانے میں بیٹھے ہوئے تھے اور مزامیر کے بغیر گانا ہو رہا تھا۔ اتفاق سے مومن خان مومن کہیں سے شاہ محمد عمر صاحب رحمہ اللہ کو پکڑ کر وہاں لے آئے۔ وہ برابر یہ کہتے جاتے تھے کہ ''مجھے چھوڑ دو'' مجھے چھوڑ دو'' مگر مومن خاں نہیں مانتے تھے' آخر ان کو لا کر اس مجلس میں بٹھا دیا۔ گانا برابر ہوتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد شاہ محمد عمر صاحب رحمہ اللہ نے جسم کو ایک بہت ہی معمولی سی حرکت دی' اس کے اثر سے سارا مکان ہل گیا۔ اس پر حاضرین مجلس کچھ پریشان سے ہوئے یہ بھی خیال ہوا کہ شاید شاہ صاحب کی جنبش کا اثر ہو۔ یہ بھی کہا جانے لگا کہ ممکن ہے زلزلے کا جھٹکا ہو۔ مگر سب کی توجہ شاہ محمد عمر رحمہ اللہ کی طرف ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے دوبارہ جسم کو حرکت دی جو پہلی حرکت سے زیادہ تھی۔ اس سے پھر مکان ہلا اور پہلے کی نسبت زور سے ہلا۔ اب سب کو یقین ہو گیا کہ یہ سب شاہ محمد عمر رحمہ اللہ کی حرکت کا اثر ہے۔

تھوڑی دیر بعد ذرا اور زور سے جسم کو حرکت دی تو اس سے مکان کو اور زور سے حرکت ہوئی۔ یہاں تک کہ کڑیاں بھی بول گئیں اور طاقوں وغیرہ میں جو شیشے اور آلات وغیرہ پڑے تھے وہ کھن کھن کر کے گرنے لگے۔ اس پر کسی نے شاہ محمد عمر رحمہ اللہ سے کہا ''یہ کیا؟'' فرمایا ''میں تو پہلے کہتا تھا کہ ''مجھے چھوڑ دو' مجھے مت بٹھاؤ'' یہ الفاظ کہے اور اٹھ کر چلے گئے۔

شاہ محمد عمر رحمہ اللہ نماز نہایت خشوع وخضوع سے پڑھتے تھے۔ میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مولوی محمد عمر کے زہد و عبادت کا یہ حال تھا اور نماز اس طرح اطمینان سے پڑھتے تھے کہ رکوع وسجود اس قدر طویل ہوتے کہ اس اثنا میں عام آدمی ''سبحان ربی العظیم'' اور'' سبحان ربی الاعلی'' ستائیس اٹھائیس مرتبہ پڑھ لیتا۔ (گلستان حدیث ص 62)

نقشبند شاہ ولی اللہ خاندان کا تعارف:۔ اسلامی ہندوستان میں تحریک احیائے اسلام کی نشاط آفرینیوں کو اگر کسی مرکز و سرچشمہ کا کرشمہ قرار دیا جا سکتا ہے تو اس کا دوسرا نام خاندان ولی اللٰہی ہی ہے۔ اس خاندان کا ہر فرد اصلاح وتجدید کے افق پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکا ہے۔ علم وبصیرت اور ذوق واجتہاد سے سرشار یہی وہ گھرانا ہے جس کے فیوض وبرکات سے آج بھی اذہان وقلوب تابندہ و روشن ہیں اور آئندہ بھی جب کوئی قدم فکری وعملی نوعیت کا اسلام کی سربلندی کیلئے اٹھے گا تو ضرور ہے کہ وہ انہی خطوط کی روشنی میں اٹھے' جن کی نشان دہی ان بزرگوں نے اپنے علم وکردار سے کی ہے۔ (گلستان حدیث ص 63)

''عبقات'' افکارِ عالیہ کا فکر انگیز تبصرہ:۔ ''عبقات'' مولانا (اسماعیل) شہید رحمہ اللہ کا وہ علمی وفکری شاہکار ہے جس کے متعلق نہایت اختصار کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس میں ہمیں علم ومعرفت کے ایسے ان مول موتی اور خزائن مخفی نظر آتے ہیں کہ جن کو اگر تفصیل سے بیان کیا جائے تو کلام تصوف اور کائنات سے متعلق متعدد غوامض کا حل نکل آئے۔ اس میں خصوصیت سے تجلی کی بحث ایسی ہے کہ جس سے نہ صرف خالق ومخلوق کے مابین استوار رشتوں کی تشریح ہوتی ہے بلکہ ایک خاص انداز میں سیما طلوعیا (Sematolagy) کی بنیادوں کا پتہ چلتا ہے جس کا موضوع بحث فلسفہ لسانیات میں یہ اہم سوال ہے کہ لفظ ومعنی میں ربط وتعلق کا اسلوب کیا ہے؟ یعنی الفاظ کس حد تک معانی کے حقائق کی تجلیات کا تحمل رکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں صرف یہ کہنا ہے کہ اہل حدیث کے نوجوان علماء خدارا خصوصیت سے ادھر متوجہ ہوں اور مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کی علمی وفکری عظمتوں کو منظر عام پر لائیں اور دنیا کو بتائیں کہ وہ شخص جس نے اپنے خون سے اسلام کے دبستان کو سینچنے

کی سعادت حاصل کی اس نے اپنے کمال علم سے فکرو ادراک کی بلندیوں کو بھی چھونے میں کسی دوں ہمتی کا ثبوت نہیں دیا۔

مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ کے افکار عالیہ ختم ہوئے اس کے ساتھ مولانا شہید رحمہ اللہ کے متعلق ہماری گزارشات بھی اختتام کو پہنچیں۔ (گلستان حدیث ص 66)

شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (وفات جولائی 1846ء)

دیار ہند کی عظیم المرتبت شخصیتوں میں حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمہ اللہ کا اسم گرامی صفحات تاریخ میں ہمیشہ نقش رہے گا۔ وہ شیخ وقت، امام عصر، محدث عالی قدر اور فقیہ نامدار تھے۔ زہد و تقویٰ، اتباع سنت اور ورع و عبادت میں بھی یگانہ روزگار تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے نواسے اور خلیفہ، نسباً فاروقی، سلسلہ نسب یہ ہے۔ محمد اسحاق بن محمد افضل بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن منصور بن احمد بن محمد بن قوام الدین فاروقی دہلوی۔ (گلستان حدیث ص 67)

خاندانی حالات:۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ کی دو صاحبزادیاں تھیں، ایک مولانا عبدالحیٔ صدیقی بڑھانوی رحمہ اللہ کے عقد میں آئیں اور ایک مولانا محمد افضل فاروقی دہلوی رحمہ اللہ کے......! مولانا محمد افضل کی زوجہ محترمہ سے صاحب ترجمہ حضرت شاہ محمد اسحاق رحمہ اللہ ظہور میں آئے جو آگے چل کر علم و عمل اور فضل و کمال میں فرید الدہر قرار پائے۔ (گلستان حدیث ص 67)

کسب علم:۔ شاہ محمد اسحاق رحمہ اللہ کی ولادت 8 ذی الحجہ 1196ھ (13 نومبر 1882ء) کو ہوئی..... نشو و نما اور تربیت اپنے جلیل القدر نانا حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ محدث دہلوی کی نگرانی میں پائی۔ کتب صرف اور کافیہ تک علم نحو کی کتابیں مولانا عبدالحیٔ بڑھانوی رحمہ اللہ سے پڑھیں۔ باقی درسی کتابوں کی تکمیل شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین رحمہم اللہ کے حلقہ درس میں کی۔ علم حدیث کیلئے ان دونوں بزرگوں کے علاوہ شاہ عبدالعزیز کے سامنے بھی زانوئے شاگردی تہہ کیا اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد حدیث کی سند ان سے لی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کے نرینہ اولاد نہ تھی وہ اپنے اس نواسے پر انتہائی شفقت فرماتے اور اسے بیٹے کی حیثیت دیتے تھے۔ کتابوں، مسودوں اور متاع علمی کی صورت میں جو کچھ بھی ان کے پاس تھا نواسے کے حوالے کر دیا تھا۔ پھر شاہ صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے بعد یہی ان کی مسند پر بیٹھے اور شائقین علم حدیث کی کثیر تعداد کو مستفید فرمایا۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنی زندگی ہی میں ان کو تدریس علم حدیث پر مامور فرما دیا تھا۔ چنانچہ پورے بیس سال انہوں نے شاہ صاحب رحمہ اللہ کے سامنے اور ان کی نگرانی میں یہ اہم خدمت انجام دی۔ (گلستان حدیث ص 67)

دن رات تدریس حدیث اور عبادت الٰہی میں مصروف رہتے۔ نیکی اور تدین کا یہ عالم کہ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ان کو اپنا امام جماعت مقرر کر رکھا تھا اور وہ عین سنت کے مطابق نماز پڑھاتے تھے۔ (گلستان حدیث ص 68)

برکت علمی کا حلول کر جانا:۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ اپنے اس نواسے کے زہد و عبادت پر انتہائی خوش ہوتے اور عالم مسرت میں فرمایا کرتے میری تقریر اسماعیل نے اور تحریر رشید الدین نے لے لی اور تقویٰ اسحاق کے حصے میں آیا۔

(الحیات بعد المما ت ص 47 بحوالہ گلستان حدیث ص 69)

ان (شاہ اسحٰق دہلوی رحمہ اللہ) میں ان کے نانا شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی برکت علمی حلول کر گئی تھی۔ (گلستان حدیث ص 72)

مولانا خطیب محمد معین الدین انصاری سہسوانی رحمہ اللہ (وفات 1855ء)

جنازے میں ملائکہ رحمت کا نزول:۔ جنازہ ہوا تو لوگوں نے دیکھا کہ قصبہ ڈبائی کی کل آبادی سے تین گنا زیادہ لوگ اس میں شامل تھے۔ حاضرین کا یہ انبوہ کثیر دیکھ کر وہاں کے لوگ حیران تھے کہ یہ اتنے لوگ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔ اس کے بعد ان کی میت سہسوان لائی گئی اور وہاں دوسری دفعہ جنازہ پڑھا گیا تو وہاں بھی بے شمار لوگ جنازے میں شریک تھے۔ ڈبائی اور سہسوان کے بزرگوں کا خیال تھا کہ جنازے میں اتنا بڑا اجتماع ملائکہ رحمت کا تھا۔ (گلستان حدیث ص 75)

مبارک خواب میں اطلاع موت :۔ کتاب ''حیاۃ العلماء'' کے مصنف مولانا سید محمد عبدالباقی سہسوانی رقم طراز ہیں کہ میرے والد مولانا سید سراج احمد سہسوانی رحمہ اللہ نے اسی رات خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے ہیں۔ یہ خواب انہوں نے مولانا بزرگ علی ماہروی رحمہ اللہ کو سنایا تو انہوں نے فرمایا کہ کسی عالم دین اور ہادی برحق کا انتقال ہوگیا ہے۔ پھر لوگوں نے دیکھا کہ اسی دن شام کو مولانا خطیب محمد معین الدین انصاری رحمہ اللہ کی نعش مبارک سہسوان آئی۔ (گلستان حدیث ص 75)

مولانا غلام العلی قصوری رحمہ اللہ کا متصوف خاندان (وفات 17 اپریل 1889ء)

متحدہ پنجاب کے جن حضرات نے کتاب وسنت کی اشاعت اور توحید کی تبلیغ کو اپنا مقصد حیات قرار دیا' ان میں ایک بزرگ یہی مولانا غلام العلّی قصوری تھے جو تقریباً 1826ء (1241ھ) کو قصور میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام حافظ محمد داؤد رحمہ اللہ تھا۔ کئی پشتوں سے اس خاندان میں پیری مریدی کا سلسلہ چلا آرہا تھا۔ (گلستان حدیث ص 77)

بیعت والہام پر اعتراض اور معتدلانہ جواب :۔ مولانا غلام العلّی قصوری اور مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمھما اللہ کے باہمی تعلقات بے حد مخلصانہ تھے۔ تاہم بعض مسائل میں علمی نوعیت کا اختلاف بھی تھا۔ مثلاً حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ الہام اور بیعت کے نہ صرف قائل تھے بلکہ کوئی ان سے بیعت کرنا چاہتا تو اس سے بیعت لیتے بھی تھے، جبکہ مولانا غلام العلی قصوری پیری مریدی کے اس سلسلے سے اختلاف کرتے تھے۔ اس موضوع پر انہوں نے " تحقیق الکلام فی البیعة والالهام " کے نام سے کتاب لکھی۔ اس کتاب کا جواب حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے صاحب زادہ عالی قدر حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ نے لکھا۔ جواب کا لہجہ کچھ تلخ تھا جسے حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے پسند نہیں فرمایا۔ اختلاف کے باوجود مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ عیدگاہ میں ان کی امامت میں عیدین کی نمازیں ادا فرماتے رہے۔ (گلستان حدیث ص 79)

مولانا عبدالعلی کا بیعت پر قائل ہونا :۔ امرتسر سے تعلق رکھنے والے ایک اہل قلم محمد حسن عرشی ایک مضمون (جو 17 جون 1962ء کے روزنامہ امروز لاہور میں شائع ہوا تھا) لکھتے ہیں کہ امرتسر کے ایک بزرگ نے مولانا غلام العلی سے کہا کہ میں آپ کی اور حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی اپنے گھر میں دعوت کرنا چاہتا ہوں۔ اس دعوت سے یہ معلوم کرنا مقصد ہے کہ بیعت وغیرہ کے سلسلے میں آپ دونوں حضرات کا کیا موقف ہے۔ حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے گفتگو کا آغاز آپ کی طرف سے ہونا چاہیے۔ مولانا غلام العلی قصوری رحمہ اللہ نے ان کی درخواست قبول کی اور جو کچھ وہ حضرت سید صاحب سے پوچھنا چاہتے تھے اسے ذہن میں مستحضر کرلیا۔ چنانچہ ان صاحب کی طرف سے دعوت کا انتظام کیا گیا اور دونوں بزرگ تشریف لے آئے۔ خورد ونوش سے فارغ ہو چکے تو مولانا غلام العلی قصوری رحمہ اللہ نے حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے مخاطب ہو کر کہا: ''از شما چیزے پُرسیدن خواہم۔'' (آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں)

حضرت سید صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: ''بلے اگر نیت بخیر باشد۔'' (ہاں! اگر نیت بخیر ہو)

یہ الفاظ سن کر مولانا غلام العلی قصوری رحمہ اللہ خاموش ہوگئے۔ بات آگے نہ بڑھی اور مجلس برخاست ہوگئی۔ یہ دونوں بزرگوں کے اخلاص اور تعلق باللہ کی بہت بڑی علامت ہے۔ (گلستان حدیث ص 79)

دیوبندی، اہلحدیث، بریلوی خادمین حدیث :۔ دہلی ہی میں مولانا شرف الدین رحمہ اللہ کا مدرسہ سعیدیہ تھا، اسی شہر کے بعض مدارس میں مولانا سید تقریظ احمد سہسوانی رحمہ اللہ کا سلسلہ درس جاری رہا۔ اسی شہر میں مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ کا مدرسہ امینیہ تھا اور اسی شہر میں مدرسہ فتح پوری تھا۔ ان مدارس اور بے شمار علمائے حدیث کی سکونت وتدریس کی بنا پر اس شہر کو ہر دور میں بہت بڑے مرکز حدیث کی حیثیت حاصل رہی اور اللہ کے فضل سے یہ شہر اب بھی مرکز حدیث ہے۔ انکار حدیث کے جراثیم یہاں پھیل نہیں سکے۔ (گلستان حدیث ص 83)

کراچی اشاعت حدیث کا مرکز ہے' جہاں حافظ عبدالستار دہلوی رحمہ اللہ کے نام کا بہت بڑا تدریسی ادارہ جامعہ ستاریہ قائم ہے۔ اس

جامعہ کے اصحاب انتظام نے تفسیر، حدیث اور علوم دینیہ کی چھوٹی بڑی بے شمار کتابیں شائع کی ہیں اور کر رہے ہیں۔ کراچی میں مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ کا بہت بڑا ادار العلوم قائم ہے اور کراچی ہی میں مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کا دار العلوم جاری ہے۔ کراچی سے متبعین حدیث کے متعدد رسائل و جرائد باقاعدگی سے شائع ہو رہے ہیں۔ منکرین حدیث کا نہ وہاں کوئی ہفت روزہ جریدہ ہے نہ ماہنامہ رسالہ۔ (گلستان حدیث ص 83)

لاہور ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے عالموں اور عاملوں کا مرکز رہا ہے۔ اہل حدیث، حنفی، دیوبندی، بریلوی وغیرہ تمام مسالک کے بڑے بڑے مدارس یہاں قائم رہے ہیں اور قائم ہیں۔ پہلے بریلوی حضرات کے مدارس سنیے۔ مفتی محمد حسین نعیمی رحمہ اللہ کا جامعہ نعیمیہ اور مفتی عبد القیوم ہزاروی رحمہ اللہ کا جامعہ رضویہ اسی شہر میں قائم ہیں اور یہ دینی علوم کے قابل ذکر مراکز ہیں۔ دیوبندی اہل علم کے جامعہ اشرفیہ اور جامعہ مدنیہ بھی اسی شہر میں ہیں۔ جہاں سینکڑوں طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

اب اہل حدیث کی طرف آیئے! مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کا جاری کردہ دار العلوم تقویۃ الاسلام (مدرسہ غزنویہ)، حضرت حافظ عبد اللہ روپڑی رحمہ اللہ کی جامعہ قدس، حافظ عبد الرحمٰن مدنی رحمہ اللہ کی جامعہ رحمانیہ، میاں محمد جمیل رحمہ اللہ کا کلیہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، جامعہ احسان الٰہی ظہیر مرید کے کو بھی لاہور میں شامل سمجھئے۔ وہاں جمعیۃ الدعوۃ کا مدرسہ، لاہور شہر ہی میں حافظ ثناء اللہ خاں مدنی رحمہ اللہ کا مدرسہ، مولانا عبد الرشید مجاہد آبادی کی جامعۃ الدراسات الاسلامیہ، جامعہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ یہ جماعت اہل حدیث کے چند جامعات و مدارس ہیں جن میں دن رات قرآن و حدیث کی تعلیم دی جاتی ہے۔

لاہور میں بریلویوں، دیوبندیوں، شیعوں اور اہل حدیث کے یہ تمام مدارس کامیابی سے جاری ہیں اور ان میں سے ہر مدرسے اور جامعہ کو علوم دینیہ کے مرکز کی حیثیت حاصل ہے۔ (گلستان حدیث ص 84)

لاہور میں منکرین حدیث کا ایک بھی قابل ذکر تذکرہ اشاعتی ادارہ نہیں ہے۔ مگر دیوبندیوں بریلویوں اور اہل حدیث کے بے شمار ادارے قائم ہیں اور ان میں سے بعض تقسیم ملک سے پہلے سے قائم ہیں۔ (گلستان حدیث ص 84,85)

اختلافات تعلقات میں مخل نہ تھے:۔ مولانا قصوری رحمہ اللہ نہایت متقی اور زاہد و عابد انسان تھے۔ ارشاد خداوندی (لم تقولون مالا تفعلون) کے پابند رہتے ہوئے وعظ و نصیحت کا فریضہ سر انجام دیتے رہے۔ (گلستان حدیث ص 87)

حکیم صاحب ممدوح رقم فرماتے ہیں کہ "مولانا قصوری اور مولانا (عبد اللہ) غزنوی رحمہما اللہ کے درمیان (مسئلہ بیعت وغیرہ سے متعلق) جو اختلافات تھے وہ احقاق حق ہی کیلئے تھے کوئی ذاتی جھگڑا نہ تھا۔ مولانا غزنوی رحمہ اللہ جب تک زندہ رہے مولانا قصوری رحمہ اللہ کی اقتدا میں عیدین کی نمازیں ادا کرتے رہے اور تبلیغی کاموں میں ایک دوسرے کے معاون و مددگار رہے۔ (گلستان حدیث ص 88)

قاضی طلا محمد طلا پشاوری رحمہ اللہ کا ذوق تصوف وفات 1892ء

منظوم شجرہ ہائے طریقت:۔ قاضی طلا محمد نے پشاور میں سکونت اختیار کیے رکھی اور درس و تدریس اور تصنیف و تالیف سے تعلق رکھا۔ قاضی طلا محمد رحمہ اللہ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں یا اپنے علاقے کے اہل علم سے حاصل کی۔ حضرت میاں صاحب سے سند حدیث لی۔ بعد ازاں حضرت سید عبد اللہ غزنوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری دی اور ان سے حصول فیض کیا۔

ایک مختصر کتابچہ جو چند قصائد اور منظوم شجرہ ہائے طریقت پر مشتمل ہے (تالیف کیا)۔ (گلستان حدیث ص 97)

مولانا سلامت اللہ جیراج پوری رحمہ اللہ (وفات 15 جون 1904ء)

مدرسہ دیوبند حاضری:۔ دیوبند گئے اور مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے پاس ایک سال رہے۔ حافظ محمد اسلم جیراج پوری کے بقول مولانا محمد قاسم رحمہ اللہ سے وعظ و ارشاد کا طریقہ سیکھا۔ (گلستان حدیث ص 103)

سنتا سب کی ہے مگر خاص بندوں کی جلدی:۔ اب ایک واقعہ سنیے جو حافظ محمد اسلم جیراج پوری اپنے متعلق اپنے والد اور والدہ کی قبولیت دعا کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

مجھے چوبیس مہینے یعنی دو سال پورا قرآن حفظ کرنے میں لگے جن میں سے تقریباً تین مہینے بیماری میں گزر رے۔

یہ بیماری تپ محرقہ تھی۔ حکیم بھی تھے اور ڈاکٹر بھی مگر کسی کی دوا سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ سر کے بال جھڑ گئے اور کبھی کبھی غفلت کا غلبہ ہونے لگا۔ ایک دن سر شام ہی سے بالکل ہوش جاتا رہا اور آنکھیں بند ہو گئیں۔ رات بھی والدہ میرے سرہانے بیٹھی رہیں اور والد اضطراب میں چارپائی کے سامنے صحن میں ٹہلتے رہے۔ پریشانی کی وجہ سے گھر میں کھانا بھی نہیں پکا۔ فجر کے وقت جب کہ والد مسجد میں نماز پڑھانے گئے تھے میں ایک دم اٹھ بیٹھا اور لوٹے میں پانی مانگا۔ والدہ نل میں سے لوٹا بھر رہی تھیں کہ سیڑھیوں پر والد کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی لپک کر گئیں اور کہا کہ لڑکا اٹھ بیٹھا۔ والد الٹے پاؤں مسجد کو لوٹ گئے اور مقتدیوں کو جن کے ساتھ مل کر میری صحت کی دعا مانگی تھی یہ خبر سنائی پھر گھر میں آئے میں بشاش تھا اور مرض سے نجات پا چکا تھا۔

والدہ نے مجھ سے ایک بار کہا کہ ایسی کوئی بات نہ کرنا جس سے تمہارے حق میں تمہارے ابا کی زبان سے کوئی برا کلمہ نکل جائے۔ کیونکہ اللہ انکی بات سنتا ہے۔ میں نے کہا کیا ہماری بات نہیں سنتا؟ کہنے لگیں سنتا تو سب کی ہے مگر ان کی جلد مان لیتا ہے جو اس کے ولی ہوتے ہیں۔ غالباً ٹھیک وہی وقت تھا جب کہ والد ادھر نماز کے بعد دعا مانگ رہے تھے کہ ادھر اللہ نے مجھ کو دوبارہ زندہ کر دیا اس لیے مجھے والدہ کی بات کا یقین آ گیا۔ (گلستان حدیث ص 106)

تصوف پر علمی خدمت:۔ مولانا سلامت اللہ جیراج پوری کی خدمات کا تعلق قرآن و حدیث اور دیگر اسلامی علوم کی تدریس اور وعظ و تبلیغ سے ہے جس کی تفصیل گزشتہ سطور میں بیان کی گئی ہے۔ انہوں نے تحریر و کتابت کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ صرف ایک رسالہ تصوف کے بارے میں لکھا اور کچھ باتیں بیعت کے سلسلے میں تحریر فرمائیں۔ ان کی یہ مختصر سی تحریریں تھیں یہ بھی دست برد زمانہ کی نذر ہو گئیں۔ (گلستان حدیث ص 107)

مولانا محمد سعید بنارسی رحمہ اللہ (وفات 27 نومبر 1904ء)

کسب علم:۔ متحدہ ہندوستان کے جن حضرات نے کسی غیر مذہب سے نکل کر اسلام قبول کیا اور ایک عظیم عالم دین کی حیثیت سے شہرت پائی ان میں ایک عالی قدر شخصیت کو مولانا محمد سعید رحمہ اللہ کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ ان کا خاندانی تعلق پنجاب کے ضلع گجرات کے قصبہ کنجاہ سے تھا جو فارسی کے مشہور شاعر غنیمت کنجاہی کا مسکن تھا۔ (گلستان حدیث ص 111)

ملازمت سے مستعفی ہو کر دیوبند چلے گئے۔ وہاں باقاعدگی سے حصول علم کا آغاز کر دیا اور دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ سے فنون کی نصابی کتابیں پڑھیں۔ (گلستان حدیث ص 112)

مولانا تلطف حسین عظیم آبادی کے مشفق استاد (وفات 19 مئی 1906ء)

کسب علم:۔ ممتاز عالم و مصنف مولانا عبدالحئی فرنگی محلی انصاری لکھنوی رحمہ اللہ سے فقہ اور اصول فقہ کی کتابیں پڑھی۔ (ص 115)

ائمہ فقہاء کا ادب واحترام:۔ جب آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ اجماع و قیاس کو بھی مانتے ہیں؟ مولانا نذیر حسین رحمہ اللہ نے کہا کہ ہاں ہم اجماع و قیاس کو اسی طرح مانتے ہیں جس طرح ائمہ مجتہدین مانتے تھے۔ اس پر گفتگو ہوئی اور بہت قیل و قال ہوئی۔ اس کے بعد کہا گیا کہ ائمہ اربعہ کی نسبت تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ انہوں نے کہا ہم انہیں اپنا سر تاج و پیشوا بر سر حق سمجھتے ہیں اور ان میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو سب سے زیادہ قابل احترام سمجھتے ہیں۔ (گلستان حدیث ص 122)

آخر میں انہوں نے اس بیان پر اکتفاء کیا کہ ہمارا عقیدہ اہل سنت کا ہے ائمہ اربعہ کو ہم مانتے ہیں۔ چاروں کو ہم حق پر سمجھتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو اپنا پیشوا جانتے ہیں۔ ان سے بغض کو خلاف شیوہ ایمان سمجھتے ہیں۔ (گلستان حدیث ص 122)

مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری رحمہ اللہ (وفات 26 نومبر 1918ء)

خواب میں بشارت، مصافحہ سے برکت:۔ مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

انہی دنوں میں نے یہ خواب دیکھا کہ ایک مقام پر ازدحام کثیر ہے۔ لوگ بہ کثرت چلے جا رہے ہیں۔ کسی نے کہا کہ سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں۔ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف مصافحہ حاصل کر رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص ازدحام سے باہر نکلا۔ میں نے پوچھا کیا تم نے شرف مصافحہ حاصل کر لیا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا مہربانی سے وہ اپنا ہاتھ مجھے دے دو' میں بھی مشرف ہو جاؤں اور برکت حاصل کر لوں۔ اس نے ہمت دلائی اور کہا کہ واسطے کی کیا ضرورت ہے۔ تم خود ہمت کر کے آگے بڑھو اور ازدحام سے دل میں کچھ بھی ہراس نہ لاؤ' بلا واسطہ شرف مصافحہ حاصل کرو۔ چنانچہ اس کے ہمت دلانے پر میں آگے بڑھا اور جناب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ مصافحہ اور برکت حاصل کی۔ اس پر میں نے اس شخص کا جس نے ہمت دلائی تھی شکریہ ادا کیا اور مجھے نہایت مسرت حاصل ہوئی۔ بیدار ہوا تو وہی مسرت' وہی سماں دل میں باقی تھا۔'' (گلستان حدیث ص 132)

علمائے اہلحدیث اور احناف کے مراسم:۔ مولانا عبدالحئ فرنگی محلی رحمہ اللہ اس دور کے بہت بڑے حنفی عالم تھے جن سے حضرت عبداللہ غازی پوری رحمہ اللہ کے مراسم قائم تھے ان دونوں بزرگوں کے درمیان ایک مرتبہ نماز میں رفع الیدین کے متعلق گفتگو ہوئی اس کا ذکر سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ اپنے بھائی کے حوالے سے ان الفاظ میں کرتے ہیں ''میرے برادر معظم حافظ صاحب کے تلامذہ میں ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ فاضل لکھنوی مولانا عبدالحئ فرنگی محلی رحمہ اللہ نے ایک بار جناب حافظ صاحب سے پوچھا کہ آپ نے رفع الیدین عند الرکوع و عند رفع الراس من الرکوع کیوں اختیار کیا؟ جناب حافظ صاحب نے آب دیدہ ہو کر فرمایا مولانا آپ بھی پوچھتے ہیں۔ یہ سن کر مولانا عبدالحئ خاموش ہو گئے۔ (گلستان حدیث ص 133)

وضاحت: ہمارے اسلاف اختلاف مسلک کے باوجود کتنے معتدل اور حقیقت شناس تھے ان کا اختلاف ذاتی غرض اور عناد کی وجہ سے نہیں تھا۔ اللہ پاک ان پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین۔ (از مرتب اثری)

حافظ عبدالوہاب نابینا رحمہ اللہ (وفات مارچ 1920ء)

باطنی بصیرت:۔ حافظ عبدالوہاب نابینا رحمہ اللہ نے تفسیر' حدیث اور فقہ کی تعلیم حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی...... تیز فہم اور اخاذ ذہن کے مالک تھے۔ بے شمار حدیثیں نوک زبان تھیں اللہ کی قدرت کاملہ دیکھئے کہ ان سے بصارت چھین لی اور اس کی جگہ بصیرت کی دولت فراوانی سے عطا فرما دی۔ (گلستان حدیث ص 143)

تہجد کے وقت بھی کوئی طالب علم حدیث پڑھنے کا خواہاں ہوتا تو پڑھانا شروع کر دیتے۔ (گلستان حدیث ص 144)

مولانا عبدالسلام مبارک پوری رحمہ اللہ کا ذوق تصوف (وفات 24 فروری 1924ء)

خدمت تصوف پر غیر مطبوعہ رسالہ:۔ مولانا عبدالسلام مبارک پوری رحمہ اللہ عام جماعتی کاموں میں بھی پوری دلچسپی لیتے بلکہ اس سلسلے میں پیش پیش رہتے تھے۔ علمائے کرام کے حالات سے بالخصوص انہیں لگاؤ تھا۔ اخبار اہل حدیث امرتسر میں تراجم علمائے اہل حدیث کا ایک سلسلہ 30 اگست 1918ء کو شروع ہوا تھا جو 17 اگست 1922ء تک جاری رہا تھا۔ اس اثناء میں 82 علمائے کرام کے حالات شائع ہوئے تھے جن میں ایک تہائی کے قریب مولانا عبدالسلام مبارک پوری رحمہ اللہ کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ تھے۔

مولانا ممدوح نے مضامین کے علاوہ کتابیں بھی تصنیف کیں۔ ان کی تصانیف میں سیرۃ البخاری' کتاب ''التمدن'' اور ایک رسالہ ''تصوف'' کے بارے میں ہے۔ یہ رسالہ غیر مطبوع ہے۔ (گلستان حدیث ص 146)

مولانا احمد اللہ پرتاب گڑھی دہلوی رحمہ اللہ (وفات 19 مارچ 1943ء)

علمائے دیوبند کا کسب علم میں اعتدال:۔ اہل حدیث علماء میں تو ان کو بے حد اعزاز کا مستحق گردانا ہی جاتا تھا' احناف اصحاب علم بھی انہیں نہایت تکریم کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مولانا کے شاگرد حاجی محمد رفیق زبیدی نے (جو میرے ہم وطن بھی تھے اور گہرے دوست بھی) مجھے بتایا کہ دہلی کے معروف دیوبندی نقطۂ فکر کے عالم مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ بعض فقہی مسائل کے سلسلے میں مولانا کی خدمت میں آیا کرتے تھے اور نہایت ادب کے ساتھ دوزانو ہو کر ان کے سامنے بیٹھتے تھے۔ خود مولانا بھی ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ (گلستان حدیث ص 156)

ندوۃ العلماء میں تدریسی خدمات:۔ 1898ء میں لکھنؤ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کا قیام عمل میں آیا۔ مولانا حفیظ اللہ رحمہ اللہ اس کے ابتدائی ارکان میں شامل تھے۔ ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامیہ نے ان سے مدرسہ عالیہ رام پور کی تدریس کا سلسلہ ختم کر کے ندوہ میں تشریف لانے کی درخواست کی۔ چنانچہ انہوں نے اپنی خدمات ندوہ کے سپرد کر دیں اور انہیں اس دارالعلوم کے مہتمم اور اول مدرس بنا دیا گیا۔ 1908ء تک وہ ندوہ میں اس منصب پر فائز رہے۔ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے اسی زمانے میں ان سے منقولات و معقولات کی کتابیں پڑھیں۔ (گلستان حدیث ص 158)

مولانا عبدالتواب رحمہ اللہ (وفات 29 مئی 1947ء)

تنکوں والی ٹوپی کا استعمال:۔ ان کا حلیہ اور لباس یہ تھا دبلے پتلے' رنگ گندمی' قد و قامت درمیانہ' ڈاڑھی پتلی' چہرہ مبارک تھوڑا سا لمبا' لباس بہت مختصر اور بہت سادہ' سر پر تنکوں کی ٹوپی' تہبند عموماً موٹی پنڈلی تک اور ایک سادہ سی واسکٹ زیب تن۔ مزاج حد درجہ منکسرانہ مگر باوقار۔ سنت رسول ﷺ کے سلسلے میں انتہائی حساس۔ (گلستان حدیث ص 161)

انتہائی مہمان نواز تھے۔ علماء طلباء کو بالعموم کھانا گھر سے خود لا کر کھلاتے۔ (گلستان حدیث ص 163)

نماز تہجد ان کا ہمیشہ معمول رہا۔ نماز نہایت خشوع و خضوع سے پڑھتے۔ دعا و ثنا میں الحاح و زاری کا انداز بے حد دلگداز اور پرسوز ہوتا۔ شیخ عبدالرشید صدیقی مرحوم ایک مضمون میں بیان کرتے ہیں کہ ان کے لائق اور جوان عمر بیٹے مولانا عبدالصبور رحمہ اللہ فوت ہوئے تو خود ان کا جنازہ پڑھایا۔ جنازے میں ان پر سوز و گداز کی ایسی کیفیت طاری تھی کہ لوگ خواہش کر رہے تھے کہ کاش یہ ہمارا جنازہ ہوتا۔ (گلستان حدیث ص 163)

مولانا عبدالتواب غزنوی علی گڑھی رحمہ اللہ (وفات 1950ء کے پس و پیش)

عمامہ استعمال کرنا:۔ وہ اہل حدیث کی مختلف مساجد و مدارس کے خطیب رہے۔ موضع گنور (ضلع بدایوں) میں دس سال دانا پور (ضلع پٹنہ) میں دس سال اور علی گڑھ میں بیس سال خدمت درس و خطابت سر انجام دی۔ انہوں نے علی گڑھ کو مستقل طور پر اپنا وطن بنا لیا تھا۔ (گلستان حدیث ص 172)

قدرے لمبا قد' درمیانہ جسم نہ موٹے نہ زیادہ پتلے دبلے' گورا رنگ' چہرے کے نقوش خوب صورت۔ سر پر عمامہ۔ شیروانی پہنے ہوئے۔ (گلستان حدیث ص 172)

مولانا عبداللہ رحمہ اللہ (ساکن کھپیاں والی) (شہادت 24 اگست 1947ء)

ابتدائی حالات:۔ حضرت مولانا عبداللہ مرحوم و مغفور (موضع کھپیاں والی' تحصیل مکتسر ضلع فیروز پور مشرقی پنجاب) کے بارے میں چند گزارشات پیش کرنا مقصود ہے۔ ان کا مختصر سلسلہ نسب یہ ہے عبداللہ بن نور احمد بن قطب الدین بن رحمت اللہ۔ (گلستان حدیث ص 183)

حافظ بارک اللہ لکھوی نقشبندی کی بیعت اصلاح:۔ مولانا محمد ابراہیم خلیل فیروز پوری نے ہفتہ روزہ "الاعتصام" (مورخہ 23 فروری تا یکم مارچ 2007ء) میں مولانا محمد عبداللہ اور ان کا خاندان" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا تھا جس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا عبداللہ کے آباؤ اجداد علم دین سے بہرہ ور تھے اور راجپوت برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ مولانا ممدوح کے پڑدادا مولانا رحمت اللہ رحمہ اللہ اپنے دور کے عالم فاضل اور صاحب تقویٰ بزرگ تھے۔ وہ مصنف بھی تھے۔ انکی تصانیف میں ایک کتاب کا نام "رحمت باری" ہے جو فارسی لغت کی کتاب ہے۔

مولانا رحمت اللہ رحمہ اللہ نے دہلی کے بعض اساتذہ سے تحصیل علم کی اور شاہ غلام علی دہلوی رحمہ اللہ کے حلقہ بیعت میں شامل ہوئے۔ حضرت حافظ بارک اللہ لکھوی رحمہ اللہ (متوفی 1871ء) نے بھی ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ شاہ غلام علی رحمہ اللہ دراصل بٹالہ (ضلع گورداس پور مشرقی پنجاب) کے رہنے والے تھے اور دہلی چلے گئے وہیں 22 صفر 1240ھ (16 اکتوبر 1824ء) کو وفات پائی۔ انہیں حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ کی ارادت وخلافت کا شرف حاصل تھا۔ (گلستان حدیث ص 183)

مولانا عبداللہ رحمہ اللہ (ساکن کھپیاں والی) سر پر سفید امامہ زیب تن فرماتے۔ (گلستان حدیث ص 186)

مولانا اسماعیل غزنوی رحمہ اللہ وفات 13 جون 1960ء

متصوف غزنوی خاندان کا اشاعت اسلام میں کردار:۔ یہ یاد رہے کہ برصغیر میں اسلام مسلمان بادشاہوں کی تلوار کے ذریعے سے نہیں پھیلا بلکہ یہ بوریا نشینوں اور مسجدوں کی چٹائیوں پر اللہ کی وحدانیت کا درس دینے والوں کے فیوض وبرکات کے سایہ میں پھیلا اور عوام کے قلوب واذہان کی گہرائیوں میں اترا۔ خاندان غزنویہ کے بزرگ اسی طائفہ مقدسہ میں شامل تھے اور مولانا اسماعیل غزنوی رحمہ اللہ کے پوتے، مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ کے بیٹے، حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی کے بھتیجے اور مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے چچازاد بھائی تھے۔ امرتسر میں پیدا ہوئے اور وہاں کے مدرسہ غزنویہ میں تعلیم حاصل کی جو ان کے آباؤ اجداد نے جاری کیا تھا اور جس سے بے شمار علماء وطلباء نے اخذ فیض کیا۔ (گلستان حدیث ص 188)

مولانا اسمٰعیل کی فیاض طبیعت:۔ مولانا ممدوح طبیعت کے فیاض تھے۔ اس سلسلے میں ان کا دل بھی کھلا تھا اور ہاتھ بھی کھلا تھا وہ غرباء کے مددگار تھے اور مستحقین کی مالی اعانت ان کا شیوہ تھا۔ عازمین حج کی وہ خاص طور پر سے مدد کرتے تھے۔ اگر انہیں کسی نادار حاجی کا پتہ چل جاتا تو اس کی اعانت کو فرض سمجھتے تھے۔ اس قسم کے حاجی انہیں حجاز میں مل جاتے یا کراچی کے حج کیمپ میں ملاقات ہو جاتی تو ان سے ضرور تعاون کرتے۔ (گلستان حدیث ص 189)

حافظ سلیمان غزنوی رحمہ اللہ (وفات 29 دسمبر 1961ء)

قراقلی ٹوپی استعمال فرمانا:۔ میانہ قد، گداز جسم، گورا رنگ، گول چوڑا چہرہ، حلیم الطبع، سر پر قراقلی ٹوپی، شلوار قمیض میں ملبوس۔ یہ تھے حافظ سلیمان غزنوی، حضرت سید عبداللہ غزنوی کے پوتے، حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی کے فرزند اور مولانا سید محمد داؤد غزنوی کے چھوٹے بھائی۔ 1905ء کے پس وپیش امرتسر میں پیدا ہوئے۔ (گلستان حدیث ص 192)

بزرگوں کی مجالس کے دلدادہ:۔ حافظ صاحب متقی، مخلص اور خدا ترس شخص تھے۔ عمر بھی زیادہ نہ تھی۔ زیادہ سے زیادہ 55,56 برس عمر ہوگی۔ امور خیر میں خوب حصہ لیتے تھے گفتگو میں محتاط، عادات کے لحاظ سے بے حد متین اور مرنجان مرنج طبیعت کے مالک۔ چھوٹے بڑے کے مراتب کا خیال رکھنے والے۔ اہل علم کے قدردان۔ نیک لوگوں کی مجلس میں حاضری کا اہتمام کرتے۔ غرض ان تمام خوبیوں سے بہرہ ور اور ان تمام اوصاف سے متصف تھے۔ جن کا ایک متدین وصالح آدمی میں پایا جانا ضروری ہے۔ (گلستان حدیث ص 193)

بزرگوں کی رفاقت باعث سعادت:۔ خاندان غزنویہ کے بزرگ اوصاف حمیدہ اور اخلاق فاضلہ کی جس دولت بے بہا سے مالا مال تھے اس کا ہر اس شخص کو علم ہے جو علمائے دین کی تاریخ سے تھوڑا بہت تعلق رکھتا ہے۔ ان حضرات کے زہد واتقاء کی ضوفشانیوں اور علم وفضل کی فراوانیوں سے ایک دنیا مستفیض ہوئی اور ایک عالم بقعۂ نور بنا۔ ان میں سے بعض بزرگوں کی زیارت اور بعض بڑی شخصیتوں کی رفاقت میں طویل عرصے تک رہنے کی سعادت اس فقیر کو حاصل ہوئی ہے۔ ان کی باتیں سن کر اور انہیں دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ انکے اکابر کی ادائے تقویٰ کس قدر اثر آفریں ہوں گی انکی شب وروز کی عبادت کا کیا انداز ہوگا اور لوگوں سے میل جول کے کیا طریقے ہوں گے۔ حافظ سلیمان غزنوی رحمہ اللہ میں اپنے اسلاف کے کردار کی کچھ جھلکیاں موجود تھیں۔

میں نے دیکھا کہ حافظ صاحب اپنے بڑے بھائی مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ کا بے حد احترام کرتے تھے (گلستان حدیث ص 193)

مولانا عبدالغفور جیراج پوری رحمہ اللہ (وفات 1965ء کے پس وپیش)

استاذ کا ادب واحترام:۔ مولانا عبدالغفور جیراج پوری رحمہ اللہ اپنے دور میں درس نظامیہ کے مشہور اساتذہ میں سے تھے۔ شمس العلماء مولانا حفیظ اللہ کے شاگرد تھے جنہیں دار العلوم ندوۃ العلماء کے اولین صدر مدرس ہونے کا امتیاز حاصل تھا۔ تمام درسی علوم کی تکمیل انہی سے کی اور اپنے عالی قدر استاذ کا اس قدر احترام کرتے تھے کہ مولانا ابوعلی اثری کے بقول اس کی تصویر الفاظ میں نہیں کھینچی جا سکتی۔ ہمارے موجودہ دور کے طلباء کو مولانا ابوعلی اثری کے ان الفاظ کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے جو انہوں نے استاذ کے احترام کے بارے میں تحریر فرمائے ہیں۔

استاد شاگرد میں عمر کا کیا تفاوت تھا؟ یہ تو صحیح طور پر معلوم نہیں لیکن ہم کو جس قدر ان بزرگوں کا نیاز حاصل ہوا ہے۔ بہت بوڑھے ہو چکے تھے لیکن عمر کی اس منزل میں پہنچ جانے کے باوجود مولانا عبدالغفور صاحب استاذ کی خدمت ایک سعادت مند نوجوان شاگرد کی طرح کرتے تھے۔ ان کو نہلاتے۔ ان کے بدن کی مالش کرتے ان کا سر دابتے تھے۔ ان کے کپڑے دھوتے۔ ان کے لیے کنوئیں سے پانی لاتے ان کے جوتے اٹھاتے اور یہ تمام خدمات اس ذوق وشوق اور والہانہ انداز سے کرتے کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے۔ یہ استاد شاگرد ہم مسلک اور درس نظامیہ کے شہرہ آفاق مدرس تو تھے ہی ہم مذاق بھی تھے۔ (گلستان حدیث ص 196)

مولانا محمد داؤد ارشد رحمہ اللہ (وفات 9 مئی 1966ء)

سفید عمامہ:۔ سفید قمیص پہنتے اور کلے پر عمامہ باندھتے تھے۔ (گلستان حدیث ص 199)

سیاسی اعتبار سے مجلس احرار سے تعلق رکھتے تھے۔ احرار مقرروں جیسا انگریز دشمن لہجہ۔ گفتگو میں بے دھڑک۔ احکام شریعت کے مخلص ترین مبلغ اور ان پر سختی سے عامل۔ سفید تہبند۔ سفید قمیص اور سفید ہی عمامہ ان کا پہناوا تھا۔ (گلستان حدیث ص 203)

مولانا محمد یوسف کلکتوی رحمہ اللہ وفات 11 ستمبر 1970ء

غریب طالبعلموں کی اعانت:۔ اچھا مگر سادہ لباس پہنتے تھے۔ مہمان نواز تھے۔ ضرورت مند کی مدد کرتے تھے۔ طلباء پر بڑے مہربان تھے۔ ان کی ضروریات کا پورا خیال رکھتے تھے۔ نادار طلباء کی مالی امداد کرتے۔ بعض غریب گھرانے کے طلباء کے والدین کو نقد روپے بھجواتے۔ کسی طالب علم کے پھٹے پرانے کپڑے دیکھتے تو اسے کپڑے عنایت فرماتے۔ بسا اوقات جوتے تک طلبا کو خرید کر دیتے۔ کوئی مقروض ان کے پاس آتا تو اس کی ضرور مدد کرتے۔ مریض کی عیادت کرتے۔ اس طرح کے بہت سے اوصاف ان میں پائے جاتے تھے۔ (گلستان حدیث ص 214)

مولانا سید تقریظ احمد سہسوانی رحمہ اللہ (وفات ستمبر 1971ء)

ٹوپی کا استعمال فرمانا:۔ قدرے طویل قامت، جسم مائل بہ فربہی، گندمی رنگ، کتابی چہرہ، تیکھی ناک، خندہ رو، خوش گو، آنکھوں پر نظر کی عینک، ڈاڑھی سفید اور سیاہ بالوں کا مجموعہ، کرتا پاجامہ پہنے ہوئے۔ سر پر سفید کپڑے کی ٹوپی۔ یہ تھے مولانا سید تقریظ احمد سہسوانی رحمہ اللہ۔ (ص 216)

سادہ زندگی سے رغبت:۔ انہوں نے ساری عمر دلی کی مسجدوں میں گزار دی۔ مکان خریدنا تو کجا کبھی کرائے پر بھی مکان نہیں لیا، حالانکہ اس زمانے کی دلی میں اچھا خاصا مکان پانچ سات روپے ماہانہ کرائے پر مل جاتا تھا۔ لیکن ان کی رات مسجد میں تہجد پڑھتے یا مطالعہ کتب میں بسر ہوتی تھی اور دن کسی نہ کسی مدرسے میں طلباء کو پڑھاتے ہوئے گزرتا تھا۔ (گلستان حدیث ص 219,220)

درویشی اور خاک ساری:۔ درویشی اور خاک ساری کا یہ عالم تھا کہ نہ کبھی اپنے آپ کو نمایاں کرنے کی کوشش کی نہ آگے بڑھنے اور

قیادت کا لبادہ اوڑھنے کا کبھی خیال آیا۔ رقابت، حسد، دشمنی اور بغض کے جراثیم سے ان کا ذہن پاک تھا اور سب سے حسن سلوک ان کا طرہ امتیاز، کبیر بھگت کے الفاظ میں کہنا چاہیے ؎

کبیر کھڑا بازار میں مانگے سب کی خیر نہ کاہو کی دوستی نا کاہو سے بیر (گلستان حدیث ص 221)

قناعت، زہد اور خشیت:۔ قناعت و استغنا آپ کی فطرت ثانیہ تھی، زہد و ورع، خشیت وللٰہیت اور تقویٰ وراست بازی میں اپنی مثال آپ تھے۔ (گلستان حدیث ص 229)

ہمیشہ باوضو رہنا آپ کی خاص عادت تھی۔ اعلیٰ اخلاق اور پاکیزہ کردار کے لحاظ سے آپ اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ سادگی، ضبط وتحمل، خلوص ووفا جیسے صفات آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔ آپ کی ذات مجسمہ صبر وشکر تھی۔'' (گلستان حدیث ص 230)

مولانا عبدالجلیل سامرودی رحمہ اللہ (وفات 1973ء)

جو مانگا رب نے عطا کیا:۔ 1912ء میں انہیں حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ مند ہونے کا موقع ملا۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً بیس برس کی تھی۔ وہاں انہوں نے آب زم زم پیتے ہوئے اور ملتزم میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے باری تعالیٰ مجھے علم حدیث میں امام بخاری رحمہ اللہ کے درجے تک پہنچا دے اور تحقیقات میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ سے فوقیت عطا فرما۔ بقول ان کے یہ اس عاجز کی دلی دعا تھی یا ایک قسم کا جنون تھا مگر اللہ عزوجل نے اس حقیر پر تحقیقات میں وہ کرم فرمایا کہ اس کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہوں۔''

مولانا ممدوح فرماتے ہیں بہت سے اہم مسائل میں میری تحقیق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تحقیق سے ہم آہنگ ہوتی ہے۔ بارہا ایسا ہوا کہ میں نے کسی مسئلے پر غور کیا اور ایک نتیجے پر پہنچا۔ پھر فتح الباری کی طرف رجوع کیا تو اس میں وہی بات ملی جو مجھے اپنے غور وفکر سے معلوم ہوئی تھی۔ یعنی میری تحقیق حافظ رحمہ اللہ کی تحقیق سے موافقت کرتی ہے۔ جو میری تحقیق ہوتی ہے وہی حافظ رحمہ اللہ کی ہوتی ہے گو میں نے حافظ رحمہ اللہ کی فتح الباری کی عبارات کا اس سلسلے میں مطالعہ نہیں کیا ہوتا۔ یہ اس احقر پر خدا کی عظیم مہربانی ہے۔ (گلستان حدیث ص 234-235)

امام اعظم اور دیگر علماء کا ادب:۔ مولانا عبدالجلیل سامرودی رحمہ اللہ ائمہ عظام اور علمائے کرام کا ذکر بے حد احترام سے کرتے ہیں مثلاً حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا نام نہیں لکھتے تھے بلکہ ان کیلئے امام اعظم رحمہ اللہ کے الفاظ تحریر فرماتے ہیں۔

مولانا عبدالحئ فرنگی محلی لکھنوی کو جو مشہور حنفی عالم ومصنف تھے علامہ لکھنوی اور اہل حدیث عالم ومفسر نواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہ کیلئے نواب والا جاہ بھوپالی کے الفاظ رقم فرماتے ہیں ان کے اصل نام نہیں لکھتے۔ اسی طرح مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کو علامہ امرتسری مولانا حافظ عبداللہ روپڑی کو مولانا روپڑی، مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی کو مولانا کھنڈیلوی مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری کو خطیب العلماء مولانا عبدالعزیز میمن کو ادیب الہند علامہ عبدالعزیز میمن لکھتے ہیں۔ اپنے دور سے قبل کے اصحاب علم کا بھی اور اپنے معاصر علماء کا بھی وہ نہایت تکریم سے ذکر فرماتے ہیں۔ (گلستان حدیث ص 237)

مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کیلئے ان کے یہ الفاظ ہیں حضرت مولانا عارف باللہ عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ۔ (گلستان حدیث ص 237)

سید مولا بخش کوموی رحمہ اللہ (وفات جون 1975ء)

مستجاب الدعوات بزرگ:۔ ان کی پرہیز گاری اور قبولیت دعا کے متعلق لوگوں سے بہت کچھ سنا لیکن افسوس ہے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر براہ راست ان کے ارشادات کی سماعت سے محروم رہا۔ وہ عالم دین اور متقی بزرگ تھے اور انہی اوصاف کے حامل لوگوں سے ان کے مراسم تھے۔ اگر میں ان کی خدمت میں حاضر بھی ہوتا تو اپنی بے عملی کے باعث شاید اخذ فیض نہ کر سکتا۔ (گلستان حدیث ص 243)

حافظ محمد زکریا غزنوی والد رحمہ اللہ کے جانشین (وفات 30 دسمبر 1980ء)

مولانا فیض اللہ خان بھوجیانی رحمہ اللہ، حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے ارادت مند اور ان کے فیض یافتہ تھے۔

حافظ محمد زکریا غزنوی اپنے والد گرامی عبدالرحیم غزنوی کی وفات کے بعد ان کے جانشین ہوئے۔ (گلستان حدیث ص 244,245)
یہ اونچے خاندان کے بلند اخلاق ارکان تھے جس کا اظہار ان کی گفتگو اور میل جول سے ہوتا تھا۔ (گلستان حدیث ص 245)

حافظ فتح محمد فتحی رحمہ اللہ (وفات 29 اکتوبر 1984ء)

سادے کپڑے کی ٹوپی پہننا:۔ میں نے ان کو پہلی دفعہ دیکھا تھا بھاری بھر کم جسم' میانہ قد' چوڑا چہرہ' کھلی پیشانی' سنت کے مطابق ڈاڑھی اور اس میں سفید بالوں کا غلبہ' ابھری ہوئی ناک' گندمی رنگ' عربوں کا سا چغہ زیب تن' سر پر کپڑے کی ٹوپی اور رومال ہاتھ میں لاٹھی۔ (گلستان حدیث ص 249)

پروفیسر غلام علی حریری کی قراقلی ٹوپی:۔ (وفات 8 مئی 1990ء): قدرے اُونچی دیوار کی قراقلی ٹوپی۔ متحمل مزاج بردبار' خوش طبع اور ملنسار حریری نسبت رکھتے تھے اور واقعی حریرہ و پرنیاں تھے۔ (گلستان حدیث ص 258)

میاں جان محمد کا جانوروں کے لیے مجرب تعویذ:۔ منڈا پنڈ اور اس کے قرب و جوار کے دیہات میں جانوروں کے گل گھوٹو کی بیماری پھیل گئی۔ جانوروں کا گلا گھٹتا' انہیں کھانسی آتی اور وہ مر جاتے۔ اس طرح لوگوں کی بہت سی بھینسیں' گائیں' اونٹ اور بھیڑ بکریاں مر گئیں۔ لوگ دعا اور دم وغیرہ کے لیے میاں جان محمد کی خدمت میں آنے لگے۔ ان کے گاؤں میں سکھوں کی اکثریت تھی اور مال مویشی بھی زیادہ تر انہی کے تھے جو گل گھوٹو کی بیماری سے مر رہے تھے اس لیے وہ زیادہ تعداد میں میاں جان محمد کے پاس آتے تھے۔ میاں صاحب دعا فرماتے یا پانی پر دم کرتے یا جانوروں کے گلے میں باندھنے کے لیے تعویذ دیتے اور اللہ کے فضل سے بیماری رفع ہو جاتی اور جانور تندرست ہو جاتے۔ اس طرح لوگوں میں میاں صاحب کا احترام بہت بڑھ گیا اور سکھ انہیں اوتار سمجھنے لگے۔ (گلستان حدیث ص 262,263)

بے حد صالح، تہجد گزار بزرگ:۔ (وفات 2 فروری 1991ء) حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے تلمیذ عالی مرتبت مولانا نیک محمد مرحوم و مغفور کا سلسلہ درس جاری تھا۔ مولانا ممدوح اسم بامسمٰی تھے۔ بے حد صالح اور نہایت نیک اعمال بزرگ مولانا عبداللہ ویرووالوی نے ان سے خوب استفادہ فرمایا وہاں کے دیگر اساتذہ سے بھی تحصیل علم کی۔ ایک بزرگ مولانا محمد اسماعیل تھے جو موضع بھاؤوال کے رہنے والے تھے ان سے بھی اخذ فیض کیا۔ (گلستان حدیث ص 264)

تہجد گزار پرہیز گار' حد درجہ کے متبع سنت' انہوں نے تدریس کا کام ہمیشہ فی سبیل اللہ کیا۔ اس کا کبھی کوئی پیسہ نہیں لیا۔ مدرسے سے کبھی کھانا بھی نہیں کھایا۔ اپنے مہمانوں اور ملنے والوں کو بھی مدرسے سے نہیں کھلایا وہ اپنا کام کرتے تھے اور یہی ان کا ذریعہ معاش تھا۔ (گلستان حدیث ص 270,271)

مولانا عبیداللہ رحمانی مبارک پوری کا عمامہ استعمال کرنا:۔ (وفات 6 جنوری 1994ء) مولانا عبیداللہ رحمانی مبارک پوری سر پر سفید ململ کا عمامہ زیب تن فرماتے۔ (گلستان حدیث ص 276)

حکیم عبدالرحیم اشرف کا قراقلی ٹوپی استعمال فرمانا:۔ (وفات 28 جون 1996ء) حکیم عبدالرحیم اشرف سفید شلوار قمیص پہنے ہوئے' سر پر قراقلی ٹوپی پہنتے تھے۔ (گلستان حدیث ص 301)

لکھوی خاندان کے پیران عظام:۔ اللہ کے نیک بندوں سے دنیا خالی نہیں ہوئی اور نہ ہوگی۔ ہمارے کوٹ کپورہ (مشرقی پنجاب) میں بعض نہایت نیک اور پارسا لوگ فروکش تھے۔ ان میں ایک بزرگ کا نام صوفی عین دین تھا۔ وہ چھوٹے قد' سانولے رنگ اور گداز بدن کے بزرگ تھے۔ حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ کے ارادت مند اور ان کے حلقۂ بیعت میں شامل تھے۔ لوگ ان کی خدمت میں آتے اور ان سے دعا کی درخواست کرتے تھے۔ اللہ ان کی دعا قبول فرماتا تھا۔ وہ زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے۔ میرے خیال میں صرف ناظرہ قرآن پڑھے ہوں گے یا شاید اپنے مرشد حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ کے والد مکرم حضرت حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات' احوال الآخرت' زینت الاسلام اور انواع محمدی وغیرہ پنجابی اشعار کی کتابیں پڑھ سکتے ہوں۔ زیادہ تر مسجد میں بیٹھے اللہ کی عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ (گلستان حدیث ص 308)

علماء کا بے حد ادب واحترام:۔ مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی رحمہ اللہ بہت بڑے عالم، عالی قدر مدرس اور مشہور محقق تھے وسیع المطالعہ اور صاحب تصنیف۔ اس کے ساتھ ہی نہایت متقی' عابد وزاہد اور طلباء کے انتہائی ہمدرد' اپنے عہد کے علمائے کرام کا بے حد احترام کرتے تھے۔ وہ بھی ان سے بہ درجہ غایت اکرام سے پیش آتے تھے۔ (گلستان حدیث ص 322)

مولانا عبدالغنی سیف عمری رحمہ اللہ (وفات 14 فروری 2009ء)

سید محمد علی رام پوری کے خلیفہ مجاز:۔ مولانا سید قادر باشاہ صاحب رحمہ اللہ' انہی حضرت مولانا سید محمد علی رام پوری رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے۔ مولانا سید قادر باشاہ صاحب رحمہ اللہ نے بھی دعوت الی اللہ میں اپنے استاد محترم کی طرح بے شمار صعوبتیں برداشت کیں۔ (گلستان حدیث ص 359)

مولانا نماز بروقت پڑھنے کے سخت پابند تھے۔ سردی ہو کہ گرمی گھر سے تہجد پڑھ کر نکلتے۔ وقت ملتا تو جامعہ تشریف لاتے اور ہر بچے کے بستر کے پاس عصا سے ''ٹک ٹک'' کی آواز کرتے ہوئے نہایت شفقت سے ''اے بچہ! او بابو! نماز کیلئے اٹھو'' کی صدا لگاتے جس سے طلباء فوراً جاگ اٹھتے' اور سو کر اٹھنے کی دعا پڑھتے ہوئے مسجد کی جانب روانہ ہو جاتے۔ (گلستان حدیث ص 362)

مولانا عبدالغنی کا شملہ:۔ مولانا عبدالغنی عمری رحمہ اللہ خطبات جمعہ اور عیدین کے موقعے پر سر پر شملہ اور گاہے کالی یا ہلکے نیلے کلر کی شیروانی یا عربی قبا زیب تن فرماتے۔ خطبہ مسنونہ حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کا ارشاد فرماتے۔ (گلستان حدیث ص 362)

صوفیاء کی مشہور کتاب حلیۃ الاولیاء کے مطالعے کا شوق:۔ مولانا مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے کتب بینی اور مطالعہ کا بے پناہ شوق عطا فرمایا تھا جب تک جامعہ میں تدریس کی طاقت رہی تب تک تو مطالعہ جاری ہی تھا لیکن تدریسی ذمہ داری سے سبکدوشی کے بعد زیادہ تر وقت گھر پر ہی گزرنے لگا اور اس عرصے میں انہوں نے ''خير الجليس الكتاب'' مقولے کو عملی جامہ پہناتے ہوئے کتاب کو اپنے ہم دم و رفیق بنالیا۔

جامعہ میں جتنی کتابیں میسر تھیں ان کے مطالعہ سے تو وہ تقریباً فارغ ہو چکے تھے لیکن نئی کتابوں کی تڑپ نے انہیں بے چین کر دیا۔

اصحاف صفہ اور اصحاب بدر کتابوں کی تالیف کے دوران انہیں امام ابونعیم الاصفہانی رحمہ اللہ کی ''حلیۃ الاولیاء'' کے مطالعے کا شوق پیدا ہوا۔ چونکہ جامعہ کے کتب خانے میں یہ کتاب موجود نہیں تھی اس لیے مولانا نے اس کتاب کے لیے مجھے لکھا کہ آتے ہوئے لیتا آؤں۔ میں نے یہاں کویت کے مکتبوں میں اسے دریافت کیا تو وہ سولہ ضخیم جلدوں میں نکلی۔ ظاہر ہے جو کتاب پچیس تیس کلو وزنی ہو تو اسے اپنے ساتھ کیسے لاسکتا تھا؟ میں نے اپنی اس مجبوری کا مولانا سے تذکرہ کیا اور گزارش کی کہ اگر ہندوستان میں یہ کتاب کہیں سے مل سکتی ہے تو آپ خرید لیں قیمت میں ادا کروں گا۔ مولانا نے جواب میں لکھا:

اب رہی بات کتاب کی! آپ نے اپنے اخلاق حسنہ کی وجہ سے معذرت چاہی ہے غیر ممالک کا مسئلہ یہ ہے کہ ہر شخص جو ممالک عربیہ میں ملازمت کرتا ہے یا سیاحت کے لیے آتا ہے تو وہ واپسی میں اپنے گھر کے بچوں کی ضرورت کے سامان کا ایک ڈھیر اپنے ساتھ لاتا ہے مجھ غریب کی یہ ضخیم ترین کتاب کون لانے کے لیے تیار ہوگا؟

عزیزم! یہ کتاب غالباً اب تک ہندوستان میں نہیں آئی اس کی صورت یوں ہو سکتی ہے کہ ابنائے جامعہ محمدیہ اپنی واپسی کے وقت دو ایک جلدیں اپنے ساتھ لے آئیں۔ وہ آپ کے والدین کی طرف سے مکتبہ جامعہ کو وقف کر دیں۔ اس طرح ہر صاحب علم اس سے مستفید ہو سکے گا۔ یہ میری رائے ہے۔ اب جو صورت آپ کی سمجھ میں آئے کریں۔'' (مراسلہ مورخہ 9 محرم الحرام 1429ھ' مطابق 8/2/2006)

اس مراسلے سے ابنائے جامعہ محمدیہ سے مولانا کی خوش گمانی عیاں ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس کسی سے میں نے اس تعلق سے کہا اس نے فوراً سر جھٹک دیا جب کہ ان میں سے اکثریت کو راقم نے اپنے کمرے میں مہمان رکھ کر انہیں ملازمت میں پہنچایا۔ ان میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہو جو سفر پر جاتے ہوئے کم از کم سلام ہی کر لے یا اپنی چھٹیوں میں اپنی مادر علمی کی زیارت ہی کر لے۔ واللہ المستعان

خیر! اس کے بعد عمرے پر مکہ مکرمہ جانا ہوا تو میں نے مشہور محقق محترم شیخ عزیز شمس صاحب سے اس کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے مجھے مکہ مکتبہ الباز کا پتہ بتایا بلکہ از راہ کرم وہ خود میرے ساتھ مکتبے تشریف لائے۔ یہاں ''حلیۃ الاولیاء'' دس جلدوں میں مل گئی اور قیمت بھی کویت کے مقابلے میں آدھی۔ میں نے موقع غنیمت جان کر دو نسخے خرید لیے۔ ایک اپنے لیے اور دوسرا مولانا مرحوم کیلئے۔ پھر دیگر کتابوں کے ہمراہ کارگو کیا اور رائیدرگ جانے والے ایک طالب کے ساتھ اسے مولانا کی خدمت میں روانہ کیا تو مولانا نہ صرف بہت خوش ہوئے بلکہ ڈھیر ساری دعائیں دیتے ہوئے یہ خط ارسال فرمایا:

''حلیۃ الاولیاء'' کا ہر صفحہ جواہرات سے قیمتی تر ہے:۔ آپ کی تحفہ میں دی ہوئی لاجواب کتاب ''حلیۃ الاولیاء'' دس جلدیں، اس کا ہر تذکرہ بلکہ ہر صفحہ لؤلؤ والمرجان، ہیرے و جواہرات سے زیادہ قیمتی معلومات سے بھرا ہوا ہے۔ میری تالیف کا بے حد مواد ہے۔ جب کتاب کی کسی جلد پر ہاتھ ڈالتا ہوں تو سوچ میں پڑ جاتا ہوں کیا پڑھوں کیا نقل کروں؟ کہاں سے پڑھوں؟ کہاں ختم کروں؟ کس بزرگ کا تذکرہ نقل کروں کس کا چھوڑوں؟ تاہم کوشش کرتا ہوں۔ (مراسلہ مورخہ 27/12/2007)

نیز تحریر فرماتے ہیں الحمدللہ کتاب کا مطالعہ جاری ہے۔ یہ میری زندگی کا انمول ذخیرہ ہے جو آپ نے مجھے دیا ہے، یہ ہیرے جواہرات اور موتیوں سے بڑھ کر ہے۔ اس کتاب کی ایک روایت نقل کر دوں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: (کتاب اللہ کے ظرف بنو اور علم کے سرچشمے ہو جاؤ، اور اللہ تعالیٰ سے ہر دن کا رزق اسی دن مانگو)

''حلیۃ الاولیاء'' انمول معلومات کا خزانہ:۔ اس کتاب کے مطالعے سے بے شمار معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔ عجیب عجیب احادیث سے پر ہے۔ احادیث اور بزرگان دین کے ارشادات جمع کرنے میں شیخ ابونعیم نے بڑی محنت کی ہے۔ غفر اللہ!...... یہ انمول دینی معلومات کا ذخیرہ آپ کی بڑی یادگار ہے اور رہے گی۔ جب تک اس کا مطالعہ کرتا رہوں گا آپ کیلئے دعائیں دیتا رہوں گا۔ جزاك الله احسن الجزاء۔

اس کتاب کے مطالعہ سے اپنی دینی کمزوری معلوم ہوتی ہے اور ایمان پختہ ہو جاتا ہے۔ عزیزم! میں نے ہر کتاب کے شروع میں ایک سفید ورق چسپاں کر دیا ہے اس میں حاصل مطالعہ جو احادیث اور آثار مجھے پسند آتے ہیں ان کو اس ورق میں صفحہ نمبر کے ساتھ رقم کر دیتا ہوں۔ عزیزم! اس کتاب کے بھیجنے پر کن الفاظ و عبارات سے آپ کا شکریہ بجا لاؤں۔ بس اتنا ہی کافی سمجھتا ہوں جزاك الله احسن الجزاء في الدارين۔ (مراسلہ مورخہ 8/2/2007) (گلستان حدیث ص 369-368-367)

حاجی تاج محمود بھٹی کی ارادت و عقیدت:۔ وفات 16 فروری 2009ء:...... 1992ء میں انہوں نے حج بیت اللہ کیا اس سال مولانا محمد اسحاق سندھو ملتانی مرحوم بھی حج کیلئے گئے تھے۔ جو صوفی عبداللہ مرحوم و مغفور کے ارادت مند اور جامعہ تعلیم الاسلام (ماموں کانجن) کے فاضل مدرس قاری حفیظ الرحمٰن کے والد مکرم تھے۔ تاج محمود نے سفر حج میں مولانا اسحاق سندھو ملتانی کی بہت خدمت کی۔ انہوں نے خوش ہو کر ان کو دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں سات بیٹے عطا فرمائے۔ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے واقعی انہیں سات بیٹے عطا فرمائے۔ (گلستان حدیث ص 383)

حافظ عبدالرشید گوہڑوی رحمہ اللہ (وفات 18 جنوری 2010ء)

روحانی معاملات میں لوگوں کا رجوع:۔ ضلع قصور کی ایک تحصیل کا نام پتوکی ہے۔ پتوکی سے ساڑھے تین کلومیٹر کے فاصلے پر ایک گاؤں گوہڑ چک نمبر 8 کے نام سے موسوم ہے۔ اس گاؤں کی آبادی ارائیں برادری پر مشتمل ہے۔ مالی اعتبار سے خوش حال لوگ ہیں۔ ان کی موجودہ نسل کے آباؤ اجداد لکھوی علمائے کرام کے حلقہ عقیدت میں شامل تھے اب بھی اس گاؤں اور اس کے اردگرد کے قصبات و دیہات کے لوگ لکھوی اصحاب علم کا بے حد احترام کرتے اور روحانی معاملات میں ان کو اپنا مرجع قرار دیتے ہیں۔ (گلستان حدیث ص 398)

نیک سیرت موحد نقشبندی بزرگ:۔ ان کے گاؤں میں ایک درویش منش بزرگ مولوی کرم دین قیام فرماتے تھے ان سے ناظرہ قرآن مجید پڑھا۔ بعد ازاں والدین کے دل میں بیٹے کو حافظ قرآن بنانے کا جذبہ ابھرا تو انہیں ضلع اوکاڑہ کے ایک گاؤں چک مرو کا نمبر 16

جی ڈی میں سید جماعت علی شاہ کے پاس بھیج دیا گیا جو اس نواح کے مشہور دیوبندی عالم تھے اور مولانا حسین علی رحمہ اللہ (واں بھچراں) کے خلیفہ اور مولانا غلام اللہ خاں (راولپنڈی) کے ساتھیوں میں سے تھے۔ نیک سیرت اور پکے موحد۔ ان سے انہوں نے قرآن مجید حفظ کیا اور اپنے نام عبدالرشید کے ساتھ حافظ عبدالرشید کہلائے۔ (گلستان حدیث ص 398)

غزنوی بزرگ کا فیض جامعہ اشرفیہ:۔ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے حافظ عبدالرشید گوہڑوی اور مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی کو بعض فنون کی مزید تعلیم کے لیے جامعہ اشرفیہ میں داخل کرا دیا۔

جامعہ اشرفیہ اس وقت نیلا گنبد کی مول چند بلڈنگ میں جاری تھا اور اس کے مہتمم مولانا مفتی محمد حسن رحمہ اللہ تھے جو مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے والد محترم حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ استاذزادہ ہونے کی وجہ سے وہ غزنوی رحمہ اللہ کا بہت احترام کرتے تھے۔ مولانا کا رویہ بھی ان کے ساتھ تکریم کا تھا۔ جامعہ اشرفیہ میں حافظ عبدالرشید گوہڑوی اور مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی نے مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا رسول خان رحمہما اللہ اور مولانا عبید اللہ صاحب سے بعض نصابی کتابیں پڑھیں۔

(گلستان حدیث ص 400,401)

اساتذہ کا ادب:۔ حافظ عبدالرشید اپنے اساتذہ کا ذکر نہایت تکریم کے لہجے میں کیا کرتے تھے اور ان کے اسلوب درس کیلئے بے حد مداح تھے۔ (گلستان حدیث ص 403)

اتحاد بین المسلمین کی کوشش:۔ حافظ صاحب کے دوستوں کی فہرست میں لاہور کی بادشاہی مسجد کے مرحوم خطیب مولانا عبدالقادر آزاد کا نام خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ وہ دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ پنجاب میں اتحاد بین المسلمین کے نام سے ایک کمیٹی قائم ہوئی تھی جس میں تمام فقہی مسالک کے اہل علم شامل تھے۔ مولانا عبدالقادر آزاد اور حافظ عبدالرشید گوہڑوی بھی اس کمیٹی کے رکن تھے۔ اس کمیٹی کے ارکان کی حیثیت سے ان حضرات نے بنگلہ دیش کا دورہ بھی کیا اور انہیں اس ملک کے بلاد وقصبات میں جانے اور وہاں کے علماء وزعما سے ملاقات کے مواقع میسر آئے۔ (گلستان حدیث ص 403)

مولانا محمد اسرائیل ندوی سلفی رحمہ اللہ (ولادت 1924ء)

حصول تعلیم میں اعتدال پسندی:۔ میٹرک تک انگریزی اور ہندی کی تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء میں پائی۔

حکیم محمد اسرائیل ندوی سلفی نے جامعہ سلفیہ شکراوہ، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ دارالعلوم دیوبند اور دہلی کے اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ بعض کتابیں دو دو مرتبہ پڑھیں۔ (گلستان حدیث ص 412)

مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی حفظہ اللہ (ولادت 1935ء)

قطب شاہ نیک سیرت بزرگ:۔ عبدالرشید اعوان برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد کا نام مولانا عبدالمجید اور دادا کا حکیم محمد اسحاق تھا۔ اعوانوں کے بڑے بزرگ کا نام قطب شاہ تھا رحمہ اللہ اس لیے ان لوگوں کو قطب شاہی اعوان کہا جاتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ قطب شاہ بہت نیک بزرگ تھے اور پنجاب اور ہزارہ وغیرہ کے مختلف اضلاع میں ان کا تبلیغ دین کا سلسلہ جاری رہتا تھا وہ سخی اور ہمدرد خلائق بھی تھے۔ (گلستان حدیث ص 418)

چرسی پر نگاہ ولی کا اثر:۔ حضرت مولانا غلام رسول رحمہ اللہ (ساکن قلعہ میہاں سنگھ، ضلع گوجراں والا) بھی اعوان تھے۔ سخاوت میں ان کا ہاتھ بھی بڑا کھلا تھا۔ کہتے ہیں کہ ان سے ایک بھنگی چرسی نے روپیہ مانگا اور انہوں نے دے دیا۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ بھنگی اور چرس پیتا ہے۔ فرمایا پیتا ہوگا۔ لیکن امید ہے اب ترک کر دے گا۔ چنانچہ اس نے جلد ہی بھنگ اور چرس پینا ترک کر دیا تھا۔ (گلستان حدیث ص 418)

صوفی عبداللہ کا احترام کرنا:۔ اوڈاں والا کے مدرسہ تعلیم الاسلام کے بانی حضرت صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ کی مولانا عبدالرشید حفظہ اللہ بہت تعریف کرتے ہیں اور بے حد احترام سے ان کا نام لیتے ہیں۔ (گلستان حدیث ص 422)

سادگی اور فقیرانہ زندگی:۔ عبدالرشید راشد کا آخری تعلیمی سال تھا اور ان کے پاس لباس صرف ایک جوڑا تھا۔ قمیص کھدر کی تھی جسے پھٹ جانے کی وجہ سے کئی جگہ پیوند لگائے ہوئے تھے جنوری کا مہینہ تھا کئی دن موسم ابر آلود رہا۔ کپڑے میلے ہونے کی وجہ سے جمعرات کو دھوئے لیکن نہ جمعرات کو سوکھے نہ جمعے کو۔ کھیس اوڑھ کر نمازیں پڑھتے رہے۔ ہفتے کے روز اساتذہ سے سبق پڑھنا تھے۔ پیر محمد یعقوب قریشی مرحوم صحیح بخاری پڑھاتے تھے۔ عبدالرشید کھیس اوڑھ کر سبق میں بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد استاذ محترم کی ان پر نظر پڑی تو ناراض ہوئے کہ تم کھیس اوڑھ کر سبق میں بیٹھے ہو، کپڑے کیوں نہیں پہنے؟'' عبدالرشید کے ہم سبق قاضی محمد اسلم سیف نے جواب دیا کہ اس کے پاس صرف ایک قمیص ہے قمیص جمعرات کو دھوئی لیکن دھوپ نہ ہونے کی وجہ سے سوکھی نہیں۔ استاذ مکرم نے از راہ شفقت پوچھا تمہارے پاس اور کوئی جوڑا نہیں؟ عرض کیا نہیں۔ انہوں نے ناظم دفتر کو بلایا اور پوچھا دفتر میں کپڑا ہے؟ اس نے نفی میں جواب دیا تو استاذ نے فرمایا ایک سوٹ کا کپڑا خرید کر اس کیلئے ایک سوٹ سلوا دو...... مولانا عبدالرشید فرماتے ہیں انتہائی غربت کے زمانہ کا یہ واقعہ انہیں کبھی نہیں بھولا۔ (گلستان حدیث ص 431)

بابا فرید گنج شکر رحمہ اللہ عظیم شخصیت:۔ کھانے کے دوران ایک چھوٹا سا لطیفہ بھی ہوا۔ ایک صاحب نے پوچھا: اب آپ کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے کہا پاکپتن سے...... ایک اور دوست نے لقمہ دیا: پاک پتن شریف کہیے۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا پاک پتن شریف کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر ادا کارہ بابرہ شریف ہو سکتی ہے تو پاک پتن شریف کیوں نہیں ہو سکتا۔

عرض کیا: جس عظیم شخصیت فریدالدین گنج شکر رحمہ اللہ کی وجہ سے پاک پتن کے ساتھ شریف کا لاحقہ ہوا ہے وہ اہل حدیث کی طرح نماز پڑھتے تھے۔ میں نے اپنی کتاب فقہائے ہند میں ان کے متعلق مضمون لکھا ہے اسمیں ان کے مسلک کی وضاحت کی ہے۔

وہیں ایک صاحب نے بتایا کہ بابا فرید رحمہ اللہ کے طریقہ نماز کے متعلق مولانا عبدالجبار سلفی رحمہ اللہ نے ایک فارسی کتاب کے حوالے سے پوری تفصیل بیان کر دی ہے جسے کتابی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے۔

مولانا عبدالجبار سلفی ہمارے عزیز دوست ہیں جو دیپال پور ضلع اوکاڑہ کے ایک سرکاری ہائی سکول میں معلم کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ مولانا ممدوح تحقیق و کاوش کا صاف ستھرا ذوق رکھتے ہیں۔ انہوں نے بابا فریدالدین گنج شکر رحمہ اللہ کے حالات پر مشتمل ایک فارسی کتاب جواہر فریدی (مصنفہ مخدوم علی اصغر چشتی نبیرہ زادہ حضرت بابا صاحب) کے ایک حصے دربیان عبادت آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کا اردو ترجمہ مع اصل فارسی عبارت کے بہ صورت کتاب چھپوا دیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بابا صاحب کا نماز ادا کرنے کا وہی طریقہ تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور جس کا ذکر کتب حدیث میں تفصیل سے آیا ہے۔ یہ کتاب مولانا عبدالجبار سلفی کی ایک اہم خدمت ہے اور کئی دفعہ چھپ چکی ہے۔ (گلستان حدیث ص 432-433)

حافظ عبدالعزیز علوی حفظہ اللہ کا ذوق علم:۔ (ولادت 15 فروری 1943ء): جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں انہوں نے جن اساتذہ کے سامنے زانوئے شاگردی تہہ کیے ان میں تین بزرگوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ (وضاحت از مرتب اثری)

مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ:۔ یہ جامعہ اسلامیہ میں شیخ التفسیر کے منصب پر فائز تھے۔ مشہور دیوبندی عالم دین تھے جو کسی زمانے میں دارالعلوم دیوبند میں طلباء کو پڑھاتے رہے تھے اور (سابق) ریاست قلات کے وزیر تعلیمات تھے۔ مولانا افغانی کو ان تمام اجلاسوں میں شرکت کا اعزاز حاصل ہے جو قیام پاکستان کے بعد ان کی زندگی میں اسلامی آئین کے نفاذ کے مطالبے کے سلسلے میں منعقد ہوئے۔ ان اکتیس علمائے کرام میں بھی یہ شامل تھے جنہوں نے ملک کے اسلامی آئین سے متعلق بائیس نکات مرتب کیے۔

مولانا عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ: ۔ یہ بھی دیوبندی حنفی استاذ تھے متعدد کتابوں کے مصنف۔ ان کی تصانیف میں لغات القرآن بھی شامل ہے جو چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ (گلستان حدیث ص 446,447)

سنت کے مذاق پر تجدید ایمان کا حکم (رواداری):۔ مولانا عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ نماز کی امامت نہیں کراتے تھے۔ عام طور سے حافظ عبدالعزیز علوی کو جماعت کرانے کے لیے کہتے۔ ایک دن ان کے حکم کے مطابق انہوں نے عصر کی جماعت کرائی۔ نماز میں ایک نہایت متعصب حنفی نمازیوں بھی شامل تھے‘ حافظ عبدالعزیز نے رفع یدین کی تو نماز کے بعد اس شخص نے مولانا عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ سے کہا کہ آپ نے ایسے شخص کو آگے کردیا جو نماز میں مکھیاں مارتا رہا۔ اس پر مولانا عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ نے اس شخص سے کہا کہ ہم لوگ رفع یدین کو سنت نہیں قرار دیتے۔ لیکن یہ امام سنت سمجھ کر رفع یدین کرتا ہے تم نے سنت کا مذاق اڑایا ہے اس لیے اپنے ایمان کی تجدید کرو۔

مولانا عبدالرشید نعمانی نے اپنے ہاتھ سے سند لکھ کر حافظ عبدالعزیز علوی کو عنایت کی۔ (گلستان حدیث ص 448)

مولانا احمد مجتبیٰ سلفی رحمہ اللہ :۔ (ولادت 3 فروری 1949ء) بعد ازاں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو میں داخلہ لیا۔ وہاں مولانا عبدالحفیظ بلیاوی (**مصنف مصباح اللغات**) مولانا عبدالماجد ندوی‘ مولانا سعید الرحمٰن ندوی‘ مولانا محمد رابع ندوی‘ مولانا محمد عرفان ندوی رحمھم اللہ اور دوسرے اساتذہ سے استفادہ کیا۔ ندوہ میں وہ 1966 سے 1970ء تک رہے۔ (گلستان حدیث ص 471)

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے یہ مقالہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو میں لکھا۔ (گلستان حدیث ص 472)

مولانا عارف جاوید محمدی (ولادت یکم اپریل 1953ء)

مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ کا مرید:۔ مولانا معراج الدین قلعہ دیدار سنگھ میں جماعت اہل حدیث کی تنظیم کے بانی تھے۔ انہوں نے لمبی عمر پا کر 1997ء میں سفر آخرت اختیار کیا۔ عارف جاوید کی شادی مولانا معراج الدین کی نواسی سے ہوئی۔

مولانا معراج الدین رحمہ اللہ 1914ء میں قلعہ دیدار سنگھ گئے تو وہاں صرف ایک شخص اہل حدیث تھا۔ جس کا نام شیخ محمد دین تھا۔ محمد دین پوسٹ مین تھے صالح اور متقی بزرگ۔ مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ کے مرید تھے جو اس وقت چینیاں والی مسجد (لاہور) کے خطیب و امام تھے۔ (گلستان حدیث ص 500)

مولانا محی الدین سے بکثرت لوگوں کا بیعت اصلاح کرنا:۔ مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ سے عارف جاوید محمدی کی پہلی ملاقات شادباغ (لاہور) کی جامع مسجد اہل حدیث میں ہوئی تھی۔ وہاں ان کی اقتدا میں نماز جمعہ ادا کی۔ نماز مغرب انہوں نے احاطہ تھانے دار کی مسجد نجم میں پڑھی۔ وہاں مولانا محی الدین رحمہ اللہ کا درس بھی تھا جو عارف صاحب نے سنا۔ وہاں سے مولانا لکھوی چینیاں والی مسجد میں چلے گئے۔ عارف صاحب بھی ان کے ساتھ گئے۔ رات وہیں رہے۔ نماز فجر کے بعد ان کا درس قرآن سننے کی سعادت حاصل کی۔ وہیں پہلی دفعہ علامہ احسان الہٰی ظہیر سے ملاقات ہوئی۔

اس سے کچھ عرصہ بعد مولانا لکھوی قلعہ دیدار سنگھ تشریف لے گئے۔ رات کوا گو چک گئے آگے کسی اور گاؤں میں بھی ان کے عقیدت مند لے گئے۔ عارف جاوید محمدی کو پتہ چلا تو یہ بھی وہاں پہنچ گئے۔ نماز فجر کے بعد ان کے درس قرآن میں شرکت کی۔ درس کے بعد بہت سے لوگوں نے مولانا لکھوی رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ عارف صاحب بھی ان کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ بیعت لیتے وقت مولانا نے ان سے پوچھا بیٹا‘ نماز کا ترجمہ آتا ہے انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو فرمایا نماز سوچ سمجھ کر پڑھا کرو اور چلتے پھرتے‘ اٹھتے بیٹھتے ہر وقت اللہ کا ذکر کیا کرو۔ اس کے بعد عارف صاحب کئی مرتبہ مولانا لکھوی رحمہ اللہ سے ملنے ان کے گاؤں گئے جس کا نام انہوں نے الہ آباد رکھا تھا اور وہ گاؤں دیپالپور کے قریب ہے۔ مولانا لکھوی رحمہ اللہ سے عارف صاحب بہت متاثر ہیں۔ ان کی عبادت گزاری اور نماز میں خشوع وخضوع کا ان پر بے حد اثر ہے۔ (گلستان حدیث ص 502)

حافظ عبدالوہاب روپڑی:۔ (ولادت 1960) جامعہ محمدیہ کے مہتمم اس وقت شیخ الحدیث مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ تھے۔ طلباء

کے لیے نماز پنجگانہ باجماعت پڑھنا ضروری تھا بلکہ تکبیر اولی بھی کسی کی فوت ہو جاتی تو اس کی گرفت کی جاتی تھی اور یہ بہت بڑی بات تھی جس پر عمل کرنا ہر طالب علم کے فرائض میں شامل تھا۔ (گلستان حدیث ص545)

نام کتاب:۔ وسیلہ کتاب وسنت کی روشنی میں
تصنیف:۔ محمد قاسم خواجہ........ ناشر:۔ ادارہ احیاء السنۃ گھر جاکھ گوجرانوالہ

خدمات صوفیاء کا اعتراف:۔ رفتہ رفتہ ہندو حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے تو اپنے ساتھ بہت سی رسمیں بھی لے آئے۔ یہ تیجا ساتواں، دسواں، چالیسواں وغیرہ انہی کی پیوند کاری کا نتیجہ ہیں، ہندوؤں کے ساتھ صدیوں ملے جلے رہنے کی وجہ سے عوام کالانعام کے اسلام پر ہندوانہ رسوم کی دبیز تہیں چڑھتی چلی گئیں۔ پھر مغل بادشاہ اکبر نے بھی دین الٰہی کے نام سے مخلوط مذہب جاری کر کے اسلام کو نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ خدا غریق رحمت کرے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کو جنہوں نے اس کی اس کوشش کو بہت حد تک ناکام بنایا۔ (وسیلہ ص5)

کفر و جہالت کی گھٹاؤں اور بدعات وخرافات کی تاریکیوں کو دور کرنے کیلئے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے قرآن مجید کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ (وسیلہ ص5)

> **وضاحت از مرتب اثری:** مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نہایت متبع سنت توحید پرست متصوف عالم تھے آپ کو چاروں سلاسل (چشتیہ، نقشبندیہ، سہروریہ، قادریہ) میں اجازت حاصل تھی اور آپ نقشبندی سلسلے میں حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز تھے آپ کے مکتوبات جو تین جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں شریعت وطریقت کا جامع ہیں تفصیل کے لیے دیکھیے حضرات القدس۔
>
> برصغیر میں اشاعت حدیث کی جو خدمت حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کے مقدر میں تھی اس کی مثال آج تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ آج ہر عالم کی حدیث کی سند کا اتصال شاہ صاحب رحمہ اللہ کے ذکر کے بغیر ادھورا ہے، آپ حدیث کے ساتھ ساتھ تصوف کے بھی امام تھے "الانتباہ فی سلاسل اولیاء" تصوف میں آپکی نہایت ہی مشہور و مقبول کتاب ہے اس میں آپ اپنے سلسلہ طریقت کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں: "پس فقیر ایک مدت حضرت والد بزرگوار کی صحبت میں رہا اور معیت کی ہے اور آداب طریقت میں سے بہت کچھ سیکھا اور طریقت کے اشغال اخذ کیے، اور خرقہ صوفیاء ان کے ہاتھ سے پہنا اور خلوت میں اس ضعیف پر بہت توجہ فرمائی ہے۔ اور اصل نسبت ان کی توجہ سے حاصل کی ہے، اور بہت کرامتیں اپنی آنکھوں سے دیکھی ہیں اور واقعات عجیبہ اور اتفاقات غریبہ جو ان پر اور ان کے مشائخ پر ہوئے ہیں یاد کئے ہیں چنانچہ قسم اول کتاب "انفاس العارفین" میں بیان کئے ہیں اور آخر عمر میں اجازت تلقین اور بیعت وصحبت وتوجہ عنایت فرمائی ہے۔ اور کلمہ "یـده یـدی" مکرر فرمایا ہے یعنی اسکا ہاتھ جیسے میرا ہاتھ ہے سو "الحمدلله علی ذالك حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه" اور انھوں نے صحبت رکھی ہے، بہت سے شیوخ سے ان میں سے سید عبداللہ رحمہ اللہ ہیں کہ انہوں نے صحبت رکھی ہے شیخ آدم بنوری رحمہ اللہ سے انہوں نے شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ سے انہوں نے خواجہ محمد باقی رحمہ اللہ سے انہوں نے خواجہ امکنی رحمہ اللہ سے انہوں نے مولانا درویش محمد رحمہ اللہ سے اُنہوں نے مولانا زاہد رحمہ اللہ سے اُنہوں نے خواجہ عبید اللہ احرار رحمہ اللہ سے اور وہ بہت سے شیوخ کی صحبت میں رہے ہیں کہ اُن میں سے مولانا یعقوب چرخی رحمہ اللہ ہیں اور خواجہ علاؤالدین غجدوانی رحمہ اللہ ہیں۔ یہ دونوں صحبت میں رہے ہیں خواجہ نقشبند رحمہ اللہ کے بلاواسطہ اور مولانا یعقوب چرخی رحمہ اللہ خواجہ علاؤالدین عطار رحمہ اللہ کی صحبت میں بھی رہے

ہیں غجد وانی رحمہ اللہ خواجہ محمد پارسا رحمہ اللہ کی صحبت میں رہے ہیں اور یہ دونوں صاحب بڑے بڑے اصحاب خواجہ نقشبند رحمہ اللہ کی صحبت میں رہے ہیں کہ اُن میں بہت بزرگ خواجہ محمد سماسی رحمہ اللہ ہیں، اور خلیفہ امیر سید کلال رحمہ اللہ ہیں اور خواجہ محمد رحمہ اللہ صحبت میں رہے ہیں خواجہ علی رامیتنی رحمہ اللہ کے وہ صحبت میں رہے ہیں خواجہ محمود خیر فغنوی رحمہ اللہ کے اور خواجہ محمود رحمہ اللہ صحبت میں رہے ہیں خواجہ عارف ریوگری رحمہ اللہ کے خواجہ عارف رحمہ اللہ رہے ہیں صحبت میں خواجہ عبد الخالق غجد وانی رحمہ اللہ کے اور خواجہ عبد الخالق رحمہ اللہ صحبت میں خواجہ یوسف ہمدانی رحمہ اللہ کے خواجہ یُوسف رحمہ اللہ صحبت میں رہے ہیں ابوعلی فارمدی رحمہ اللہ کے اور ابوعلی رحمہ اللہ بہت سے شیوخ کی خدمت میں رہے ہیں کہ اُنمیں دو بہت بزرگ ہیں ایک تو امام ابوالقاسم قشیری رحمہ اللہ کہ وہ صحبت میں رہے ہیں ابوعلی دقاق رحمہ اللہ کے اور ابوعلی دقاق رحمہ اللہ ابوالقاسم نصیر آبادی رحمہ اللہ کے اور ابوالقاسم ابوعلی رودباری رحمہ اللہ کے اور ابوبکر شبلی رحمہ اللہ اور ابوبکر واسطی رحمہ اللہ کے جنہوں نے صحبت پائی ہے سید الطائفہ جنید بغدادی رحمہ اللہ کی اور دوسرے خواجہ ابوالقاسم گرگانی رحمہ اللہ ہیں۔ جو صحبت میں رہے ہیں ابوعثمان مغربی رحمہ اللہ کے اور ابوعثمان ابوعلی کاتب رحمہ اللہ کے اور ابوعلی کاتب ابوعلی رودباری رحمہ اللہ کے اور ابوعلی رودباری رحمہ اللہ جنید بغدادی رحمہ اللہ کے اور جنید بغدادی رحمہ اللہ صحبت میں رہے ہیں اپنے ماموں سری سقطی رحمہ اللہ کے اور سری سقطی رحمہ اللہ معروف کرخی رحمہ اللہ کے اور معروف کرخی رحمہ اللہ صحبت میں رہے ہیں بہت سے شیوخ کے اُن میں دو بہت بزرگ ہیں۔ ایک تو امام علی بن موسیٰ رضا رحمہ اللہ وہ اپنے والد امام موسیٰ رحمہ اللہ کے اور وہ اپنے والد امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے اور وہ اپنے والد امام محمد باقر رحمہ اللہ اور وہ اپنے والد امام زین العابدین رحمہ اللہ کے اور وہ اپنے والد امام حسین رضی اللہ عنہ کے اور وہ اپنے والد امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور وہ صحبت میں سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے۔ (الانتباہ فی سلاسل اولیاء ص ۱۱، ۱۲۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ)

علمائے اہلحدیث کا وسیلوں کے ساتھ دعا کرنا

عبادت وسیلہ ہے: قرآن پاک میں ہے:۔ "واعبدو ربکم وافعلو الخیر لعلکم تفلحون" (الحج 77)

ترجمہ: اور عبادت کرو اپنے رب کی اور نیکی کرو تا کہ کامیاب ہو جاؤ۔ (کتاب وسیلہ ص 14)

اتباع نبوی ﷺ وسیلہ ہے:۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم" (آل عمران 31)

ترجمہ: کہہ دیجئے! اگر تمہیں اللہ تعالیٰ سے محبت ہے تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد پر مشتمل ہر فعل مسنون اور عمل صالح اس میں شامل ہے۔ (وسیلہ ص 14)

حضور ﷺ سے محبت وسیلہ ہے:۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ ووالدہ والناس اجمعین" (عن انس رضی اللہ عنہ، بخاری، مسلم)

تم مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ میں تمہیں اولاد، باپ اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (وسیلہ ص 14)

مومنوں سے محبت وسیلہ ہے:۔ حدیث قدسی ہے "وجبت محبّتی للمتحابّین فیّ والمتزاورین فیّ والمتباذلین فیّ" (عن معاذ بن جبل، مالک)

ترجمہ: واجب ہوگئی میری محبت ان لوگوں کے لیے جو میری رضا کے لیے باہم محبت کرتے ہیں مجلس کرتے ہیں ملاقات کرتے ہیں اور خرچ کرتے ہیں۔ (وسیلہ ص 14)

دعا وسیلہ ہے: ارشاد ہے: "واذا سألك عبادي عني فاني قريب اجيب دعوة الدّاع اذادعان"۔ (البقرۃ: 186)

ترجمہ: اور جب میرے بندے تجھ سے میری بابت پوچھیں تو میں نزدیک ہوں پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ (وسیلہ ص 15)

حضور ﷺ کی دعا وسیلہ تھی:۔ "ولو انهم اذظلموا انفسهم جا ءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابأ رّحيما"۔ (النساء 64) ترجمہ: اور اگر جس وقت وہ اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھتے آپ کے پاس آتے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے اور رسول ﷺ بھی ان کے لیے بخشش طلب کرتے تو وہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔

جو دعائیں آپ اپنی امت کے لیے کر گئے وہ قیامت تک ہمارے لیے وسیلہ ہیں۔ (وسیلہ ص 15)

ایک دوسرے کیلئے دعا وسیلہ ہے:۔ "ان اسرع الدُعاء اجابةً دعوة غائب لغائب" (عن عبدالله بن عمر، ترمذی)

ترجمہ: کسی کے لیے غیر حاضری میں دعا کرنا نہایت سریع الاثر ہوتا ہے۔ (وسیلہ ص 15)

درود وسیلہ ہے:۔ "اولی الناس بی یوم القیامة اکثر هم علی صلوٰةً" (عن ابن مسعود ترمذی)

ترجمہ: مجھ پر بکثرت درود بھیجنے والا روز قیامت میرے قریب ترین ہوگا۔ (وسیلہ ص 15)

دوسروں سے دعا کروانا وسیلہ ہے:۔ تاہم دوسروں سے بھی دعا کروانے کی اجازت ہے یعنی خود بھی مانگے اور بندگان صالح سے کہے تم بھی میرے حق میں دعا مانگو یہ سونے پر سہاگہ اور نور علیٰ نور ہوگیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت ﷺ سے دعائیں کروایا کرتے تھے۔

مثلاً ترجمہ: ایک آدمی آکر کہنے لگا حضور ﷺ میں سفر پر جارہا ہوں مجھے دعا دیجئے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے تقویٰ نصیب کرے بولا مزید، فرمایا اور تیرے گناہ معاف کرے، عرض کیا میرے ماں باپ قربان کچھ اور فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے ہر جگہ خیریت سے رکھے۔ (عن انس، ترمذی)

حضرت عثمان یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے زمانے میں بر ستہ سمندر مسلمانوں نے جہاد کے لیے نکلنا تھا۔ آنحضرت ﷺ کو خواب میں اس کی بشارت دے دی گئی تو حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک کی خالہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا نے عرض کیا دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کردے فرمایا تو ان میں سے ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس موقع پر سواری سے گر کر شہادت پائی۔ (بخاری 391 بحوالہ وسیلہ ص 25,26)

زندوں کا وسیلہ:۔ عن انس ان عمر بن الخطاب كان اذا قحطوا استسقى بالعباس بن عبدالمطلب فقال اللهم انا كنا نتوسل اليك بنبينا فتسقينا وانا نتوسل اليك بعم نبينا فاسقنا فيسقون۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے خشک سالی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کے ذریعہ بارش کی دعا کرواتے فرماتے یا اللہ! ہم تیرے حضور اپنے نبی ﷺ کو وسیلہ بناتے تھے تو تو ہم پر بارش فرمادیا کرتا تھا اور اب ہم اپنے نبی ﷺ کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں۔ (بخاری) (کتاب وسیلہ ص 35)

ہاتف غیبی کا کلام:۔ حسن بن حسین بن علی رضی اللہ عنہما فوت ہوئے تو ان کی بیوی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے قبر پر سال بھر خیمہ لگائے رکھا آخر اُٹھ کر جانے لگیں تو ایک غیبی آواز سنائی دی کوئی کہہ رہا تھا "الاهل وجدوا مافقدوا" کیا گم شدہ چیز مل گئی؟ دوسری طرف سے جواب آیا "بل یئسوا فانقلبوا" بلکہ ناامید ہو کر لوٹ گئے۔ (بخاری) (وسیلہ ص 47)

اولیاء کی غیبی رہنمائی:۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک دفعہ اوپر ایک نورانی تخت سے آواز آئی اے عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ! میں تیرا رب ہوں اور جو دوسروں کے لیے حرام ہے تیرے لیے حلال کرتا ہوں فرمایا "لاحول ولا قوة الا بالله" دور ہو اے دشمن خدا۔ یکایک نور پھٹ گیا تاریکی پھیل گئی پھر آواز آئی اے عبدالقادر! تو اپنے علم سے بچ گیا ورنہ میں اس شعبدہ میں ستر مشائخ کو گمراہ کرچکا ہوں۔

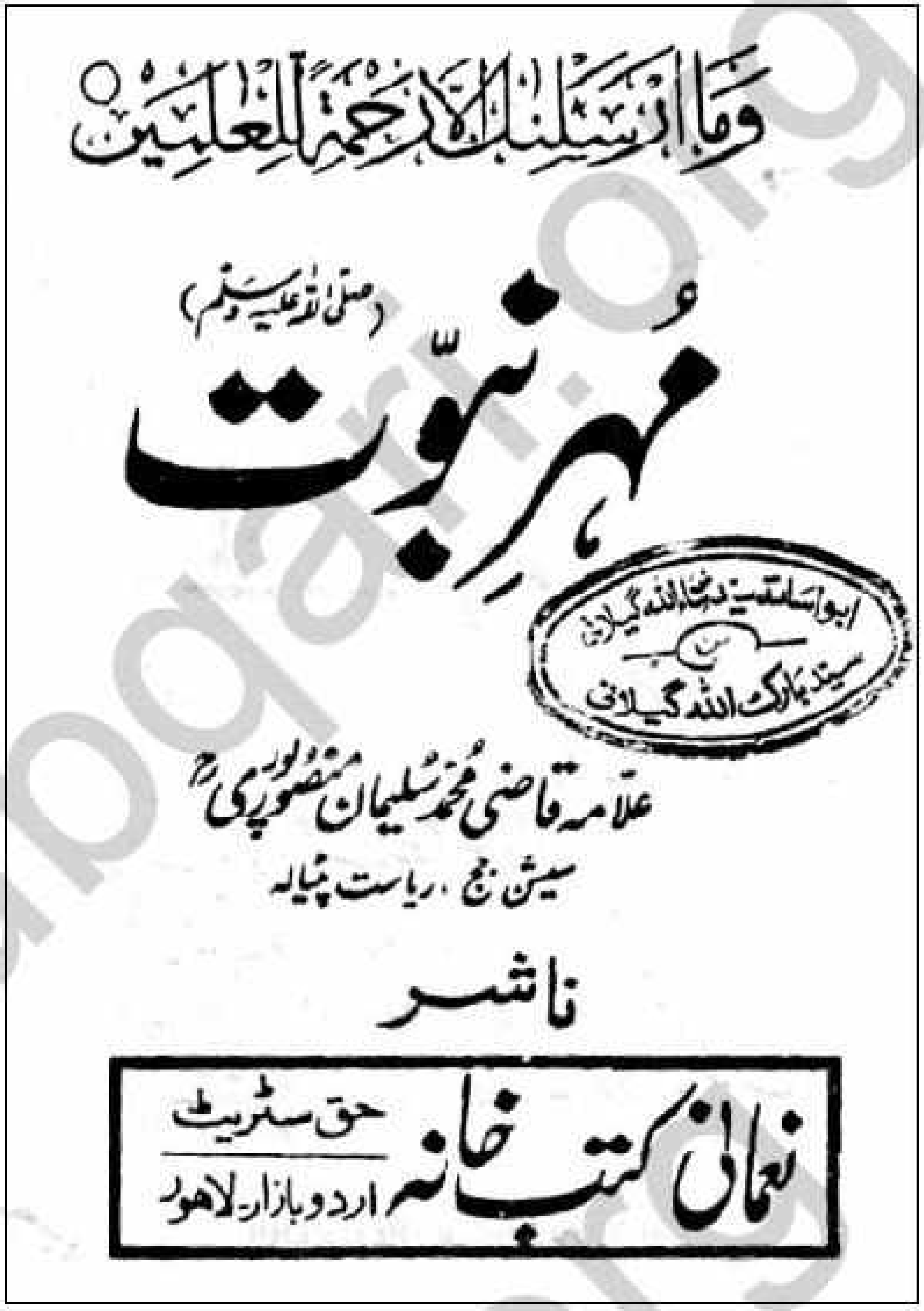

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

(صلی اللہ علیہ وسلم)

مہر نبوت

ابو اسلمہ سید نعمت اللہ گیلانی
سید بارک اللہ گیلانی

علامہ قاضی محمد سلیمان منصورپوری رح
سیشن جج، ریاست پٹیالہ

ناشر

نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

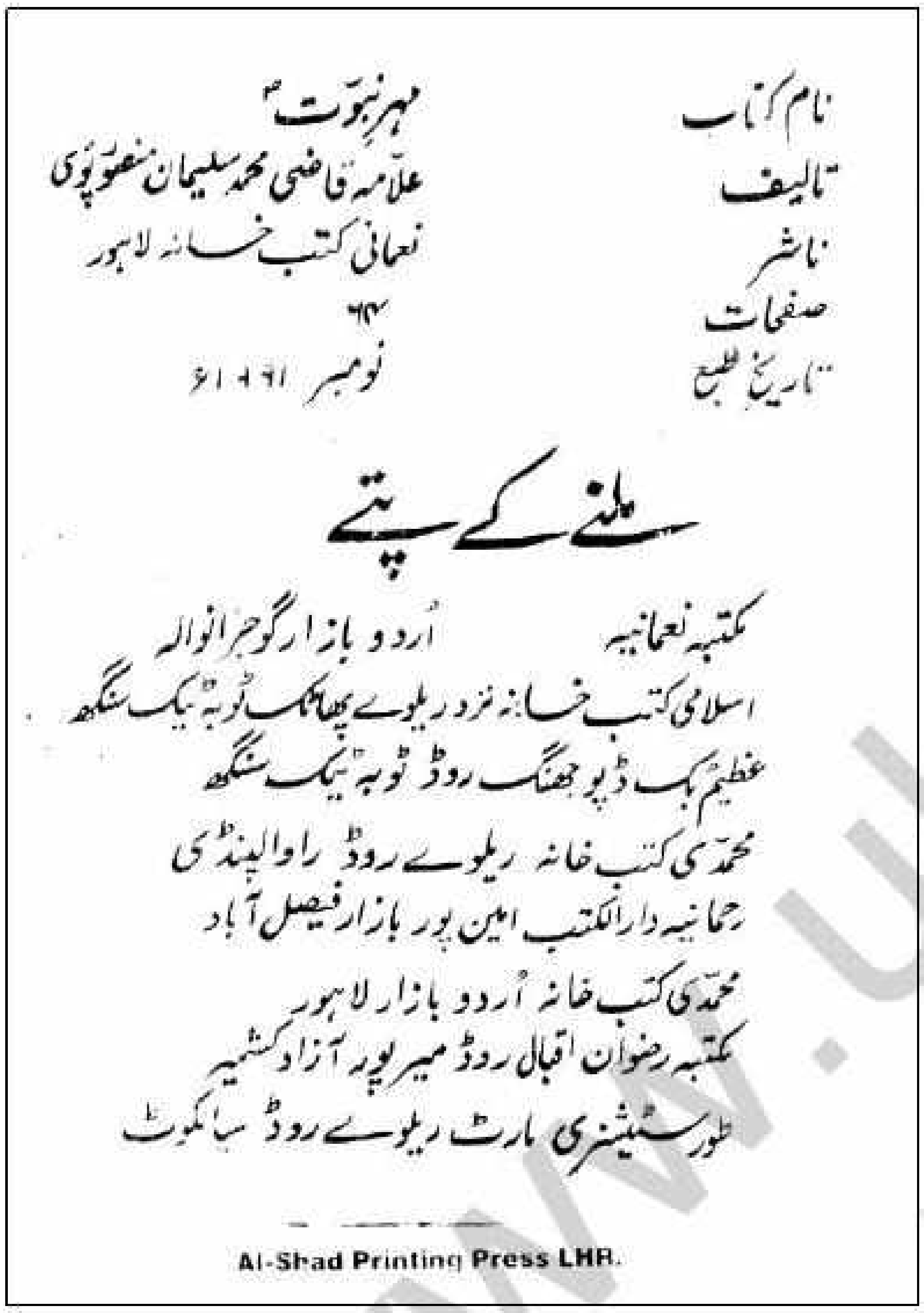

نام کتاب	مہر نبوت
تالیف	علامہ قاضی محمد سلیمان منصورپوری
ناشر	نعمانی کتب خانہ لاہور
صفحات	۶۴
تاریخ طبع	نومبر ۱۹۹۱ء

ملنے کے پتے

مکتبہ نعمانیہ اُردو بازار گوجرانوالہ
اسلامی کتب خانہ نزد ریلوے پھاٹک ٹوبہ ٹیک سنگھ
عظیم بک ڈپو جھنگ روڈ ٹوبہ ٹیک سنگھ
محمدی کتب خانہ ریلوے روڈ راولپنڈی
رحمانیہ دارالکتب امین پور بازار فیصل آباد
محمدی کتب خانہ اُردو بازار لاہور
مکتبہ رضوان اقبال روڈ میرپور آزاد کشمیر
طور سٹیشنری مارٹ ریلوے روڈ سیالکوٹ

Al-Shad Printing Press LHR.

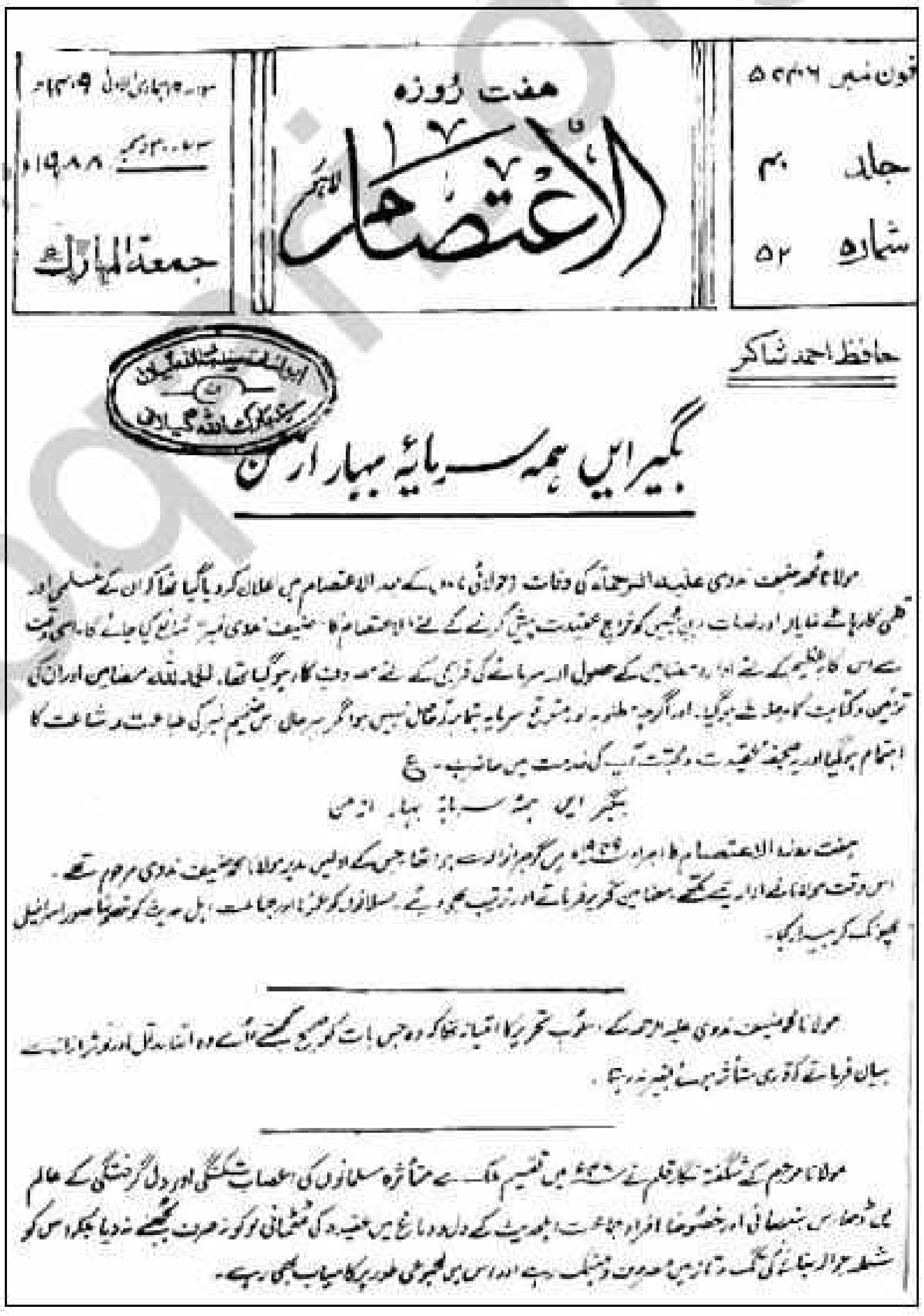

فون نمبر ۵۲۲۴۶

جلد ۴۰
شمارہ ۵۲

ہفت روزہ
الاعتصام لاہور

۲۳ جمادی الاول ۱۴۰۹ھ
۲۳-۳۰ دسمبر ۱۹۸۸ء
جمعۃ المبارک

حافظ احمد شاکر

ابو اسلمہ سید نعمت اللہ گیلانی
سید بارک اللہ گیلانی

بگیر ایں ہمہ سرمایہ بہار از من

مولانا محمد حنیف ندوی علیہ الرحمۃ کی وفات (جولائی ۱۹۸۷ء) کے بعد الاعتصام میں اعلان کر دیا گیا تھا کہ ان کے علمی اور قلمی کارہائے نمایاں اور خدمات دینیہ کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے الاعتصام کا "حنیف ندوی نمبر" شائع کیا جائے گا۔ لیکن وقت سے اس کام عظیم کے لئے اور مضامین کے حصول اور سرمائے کی فراہمی کے لئے مدت درکار ہو گیا تھا۔ للہ الحمد مضامین اور ان کی ترتیب و کتابت کا مرحلہ طے ہو گیا، اور اگرچہ حسب منشا سرمایہ شمار [illegible] نہیں ہوا مگر بہرحال یہ ضخیم نمبر کی طباعت و اشاعت کا اہتمام ہو گیا اور یہ مجموعہ عقیدت و محبت آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ ع

بگیر ایں ہمہ سرمایہ بہار از من

ہفت روزہ الاعتصام کا اجراء ۱۹۴۹ء میں گوجرانوالہ سے ہوا تھا جس کے اولین مدیر مولانا محمد حنیف ندوی مرحوم تھے۔ اس وقت مولانا ادارتی مضامین تحریر فرماتے اور ترتیب بھی دیتے۔ مسلمانوں کو عموماً اور جماعت اہل حدیث کو خصوصاً صور اسرافیل پھونک کر بیدار کیا۔

مولانا محمد حنیف ندوی علیہ الرحمہ کے اسلوب تحریر کا امتیاز تھا کہ وہ جس بات کو صحیح سمجھتے اسے وہ استدلال اور زور [illegible] سے بیان فرماتے کہ قاری متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔

مولانا مرحوم کے شگفتہ نگار قلم نے ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک سے متاثرہ مسلمانوں کی اعصاب شکنی اور دل گرفتگی کے عالم میں ڈھارس بندھائی اور خصوصاً افراد جماعت اہلحدیث کے دل و دماغ میں عقیدہ کی پختگی کو نہ صرف بجھنے نہ دیا بلکہ اس کو شعلہ جوالہ بنانے کی تگ و تاز میں مصروف و منہمک رہے اور اس میں بحیثیت مجموعی طور پر کامیاب بھی رہے۔

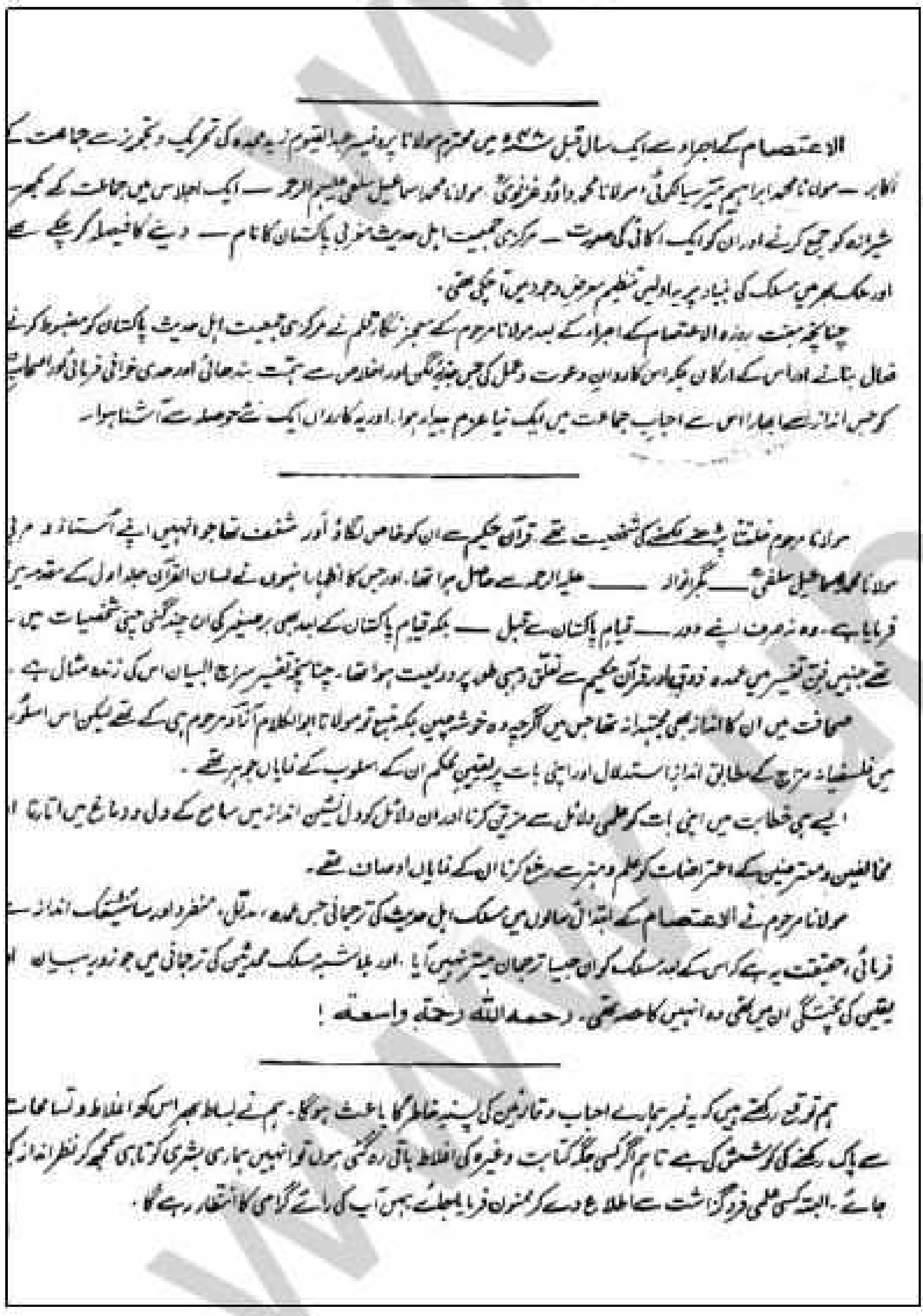

الاعتصام کے اجراء سے ایک سال قبل ۱۹۴۸ء میں محترم مولانا پروفیسر عبدالقیوم رحمہ اللہ کی تحریک و تجویز سے جماعت کے اکابر — مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا محمد داؤد غزنوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی علیہم الرحمہ — ایک اجلاس میں جماعت کے بکھرے شیرازہ کو جمع کرنے اور ان کو ایک اکائی کی صورت — مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کا نام — دینے کا فیصلہ کر چکے تھے اور ملک بھر میں مسلک کی بنیاد پر پہلی تنظیم معرض وجود میں آ چکی تھی۔

چنانچہ ہفت روزہ الاعتصام کے اجراء کے بعد مولانا مرحوم کے معجز نگار قلم نے مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کو مضبوط کرنے، فعال بنانے اور اس کے ارکان بلکہ اس کاروان دعوت و عمل کی جس جذبہ، لگن اور اخلاص سے ہمت بندھائی اور حدی خوانی فرمائی اور اصحاب کو جس انداز سے ابھارا اس سے احباب جماعت میں ایک نیا عزم پیدا ہوا، اور یہ کارواں ایک نئے حوصلے سے آشنا ہوا۔

مولانا مرحوم خلقتاً پڑھنے لکھنے کی شخصیت تھے۔ قرآن حکیم سے ان کو خاص لگاؤ اور شغف تھا جو انہیں اپنے استاذ و مربی مولانا محمد اسماعیل سلفی — مگر نواز — علیہ الرحمہ سے حاصل ہوا تھا، اور جس کا اظہار انہوں نے لسان القرآن جلد اول کے مقدمہ میں فرمایا ہے۔ وہ نہ صرف اپنے دور — قیام پاکستان سے قبل — بلکہ قیام پاکستان کے بعد بھی برصغیر کی ان چند گنی چنی شخصیات میں تھے جنہیں فن تفسیر میں عمدہ ذوق اور قرآن حکیم سے تعلق وہبی طور پر ودیعت ہوا تھا۔ چنانچہ تفسیر سراج البیان اس کی زندہ مثال ہے۔ صحافت میں ان کا انداز بھی مجتہدانہ تھا جس میں اگرچہ وہ خوشہ چین بلکہ تبع تو مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم ہی کے تھے لیکن اس اسلوب میں فلسفیانہ مزاج کے مطابق انداز استدلال اور اپنی بات پر یقین محکم ان کے اسلوب کے نمایاں جوہر تھے۔

ایسے ہی خطابت میں اپنی بات کو علمی دلائل سے مزین کرنا اور ان دلائل کو دل نشین انداز میں سامع کے دل و دماغ میں اتارنا، مخالفین و معترضین کے اعتراضات کو علم و تدبر سے رفع کرنا ان کے نمایاں اوصاف تھے۔

مولانا مرحوم نے الاعتصام کے ابتدائی سالوں میں مسلک اہل حدیث کی ترجمانی جس عمدہ، مدلل، منفرد اور سائنٹیفک انداز سے فرمائی، حقیقت یہ ہے کہ اس کے بعد مسلک کو ان جیسا ترجمان میسر نہیں آیا، اور بلاشبہ مسلک محدثین کی ترجمانی میں جو زور بیان اور یقین کی پختگی ان میں تھی وہ انہیں کا حصہ تھی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ!

ہم توقع رکھتے ہیں کہ یہ نمبر ہمارے احباب و قارئین کی پسند خاطر کا باعث ہوگا۔ ہم نے بساط بھر اس کو اغلاط و تسامحات سے پاک رکھنے کی کوشش کی ہے تاہم اگر کسی جگہ کتابت وغیرہ کی اغلاط باقی رہ گئی ہوں تو انہیں ہماری بشری کوتاہی سمجھ کر نظر انداز کیا جائے۔ البتہ کسی علمی فروگذاشت سے اطلاع دے کر ممنون فرمایا جائے۔ ہمیں آپ کی رائے گرامی کا انتظار رہے گا۔

(آپ سے جب) سوال ہوا آپ نے کیسے جانا وہ شیطان تھا۔ فرمایا اس کے حرام کو حلال کرنے سے جبکہ شریعت محمد یہ نا قابل تبدیل ہے۔ (وسیلہ ص 130)

نام کتاب:۔ مہر نبوت ﷺ

مصنف:۔ علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری....... ناشر:۔ نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ

عالم جنات میں قاضی صاحب کا احترام:۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ کا ادب نہ صرف انسان بلکہ جنات بھی کرتے چنانچہ یہ سچا واقعہ ہے کہ ایک شخص کی بیوی کو آسیب ہوتا تھا بے چارے شوہر نے کئی حکیموں اور عاملوں سے رجوع کیا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ آخر وہ قاضی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ بیان کر کے تعویذ طلب کیا قاضی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا میں تعویذ تو نہیں دیا کرتا البتہ آپ ان سے میرا اسلام کہیں اور یہ پیغام دیں کہ اللہ کے بندے کسی غریب کو ستانا اچھی بات نہیں۔ شاید وہ مان جائیں۔ وہ صاحب یہ سن کر چلے گئے، گھر پہنچے تو دیکھا کہ جن آیا ہوا ہے اور بیوی کو برا حال ہے وہ اسی وقت اس سے مخاطب ہوئے اور کہا قاضی محمد سلیمان صاحب رحمہ اللہ نے سلام کہا ہے اور یہ پیغام دیا ہے اتنا سنتے ہی عورت کی چیخ نکل گئی اور پھر جن کہنے لگا اگر تم ان کا پیغام نہ لاتے تو میں کبھی اس کا پیچھا نہ چھوڑتا۔ مجھے ان کے نام سے شرم ہے۔ میں اب رخصت ہوتا ہوں چنانچہ وہ عورت تندرست ہوگئی اور پھر اسے آسیب نہ ہوا۔ (مہر نبوت ص 10)

سمندری مخلوق میں قاضی صاحب کا احترام:۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ کی تمنا تھی بلکہ وہ اکثر دعا فرمایا کرتے تھے کہ الٰہی جب تو مجھے اپنے پاس بلائے تو مالی لحاظ سے میں تہی دامن ہوں۔ ان کی دعا اللہ نے قبول فرمائی اور ان کا انتقال ایسے ہی حالات میں اس وقت ہوا جب وہ دوسرے حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف ہو کر وطن واپس آ رہے تھے۔

انہوں نے دوران سفر جہاز پر وفات پائی۔ نماز جنازہ مولانا سید اسماعیل غزنوی رحمہ اللہ مرحوم نے پڑھائی اور بعد ازاں ان کی نعش سمندر کی لہروں کے سپرد کر دی گئی۔ اس موقع پر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ تاحد نظر ان کی نعش سمندر کے سینے پر بہتی چلی جارہی ہے اور کسی سمندری جانور کو اسے نقصان پہنچانے کی جسارت نہ ہوئی حالانکہ یہ بات عموماً مشاہدے میں آئی ہے کہ جونہی کوئی انسانی نعش سمندر میں گرتی ہے مگر مچھ اور بڑی بڑی مچھلیاں اس پر ٹوٹ پڑتی ہیں اور آناً فاناً اسے ختم کر ڈالتی ہیں لیکن صاحبِ رحمۃ اللعالمین ﷺ کا سمندری مخلوق نے بھی احترام کیا اور ان کی نعش کی حفاظت کی۔ سال وفات 1930ء ہے۔ (از حکیم محمد عبداللہ رحمہ اللہ جہانیاں منڈی) (مہر نبوت ص 12,13)

نام رسالہ:۔ ہفت روزہ الاعتصام لاہور، جلد 40 شمارہ 52، اشاعت خاص

مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ تصوف کے غواص وشناور

مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ، رازی رحمۃ اللہ علیہ اور غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن حزم رحمہ اللہ سے بہت متاثر ہوئے۔
(ہفت روزہ الاعتصام لاہور ص 23)

(مولانا محمد صادق خلیل کراچی سے لکھتے ہیں): فلسفہ وتصوف کے بحر عمیق کے غواص اور شناور، علم و فضل کے تاجدار، گفتار و کردار میں جمالیاتی حسن کا نایاب جوہر، انسانیت کے قدردان، صدق وصفا کے پیکر خیر خواہی ہمدردی کے خوگر۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ص 36)

روحانی اقلیم: (جناب سراج منیر، ڈائریکٹر ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور لکھتے ہیں): مسلمانوں کا نظام علم دنیاوی سلطنت کے عین وسط میں وہ روحانی اقلیم تھی جو زمانے کی گردشوں سے منزہ رہی اور اس طرح اس نے اپنے لوگوں کے عقائد اور علوم کی حفاظت کا فریضہ اس کمال کے

ساتھ سرانجام دیا کہ آج اس کا شمار ایک عظیم تاریخی کرامت کے طور پر کرنے کو جی چاہتا ہے دینی علوم کے منظر پر اس سے مدارس کا ایک پورا نظام پیدا ہوا جس میں دیوبند اور ندوۃ العلماء کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ص 39)

دارالعلوم ندوہ کی خدمات:۔ (مولانا عبدالمبین ندوی دارالمصنفین اعظم گڑھ (بھارت) ہفت روزہ الاعتصام لاہور میں لکھتے ہیں:)

مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ اپنے وطن کی ابتدائی تعلیم کے بعد 1926ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوئے اور 1930ء تک یہاں زیر تعلیم رہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب ندوہ شہرت کے بام عروج پر پہنچ چکا تھا اور یہ اس کا عہد شباب تھا۔ مولانا ندوی رحمہ اللہ نے جب ندوہ کی پر بہار اور عطر بیز فضا میں قدم رکھا تو اس وقت ندوہ این خانہ تمام آفتاب است کا صحیح طور سے مصداق تھا۔ دارالعلوم علامہ سید عبدالحق حسنی مرحوم اور ان کے بالغ نظر رفقاء کی وجہ سے آسمان شہرت کی بلندیوں کو چھو رہا تھا۔ علامہ ڈاکٹر تقی الدین ہلالی مراکشی رحمہ اللہ' ادیب کبیر مولانا حیدر حسن خاں رحمہ اللہ، شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن کاشغری رحمہ اللہ' مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ' مولانا عبدالحفیظ بلیاوی رحمہ اللہ' ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنی رحمہ اللہ جیسی یگانہ روزگار اور نابغۂ عصر شخصیتوں نے اس پر اپنی زندگیاں کھپا کر اور خون جگر دے کر اسے شہرت کے بام عروج پر پہنچا دیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے قرآن و حدیث فقہ' تاریخ' سیر و سوانح' شعر و ادب' تہذیب و صحافت کے مختلف النوع موضوعات پر فضلاء ندوہ نے اپنی داد تحقیق سے وافر علمی سرمایہ فراہم کر دیا تھا کہ برصغیر میں کوئی ادارہ ان سے لگاؤ نہیں کھا سکتا تھا تھوڑے ہی عرصہ میں جدید و قدیم کے حسین امتزاج سے مؤلفین' مصنفین' محققین و مترجمین' محدثین و مفسرین ادباء و شعراء اور صحافیوں کی ایک بڑی کھیپ تیار ہوگئی جو اپنے اپنے حلقہ میں داد تحقیق دے رہے تھے اور ندوہ کا نام روشن کر رہے تھے انہی نامورانِ ندوہ میں مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ بھی تھے۔

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور ص 52)

امام غزالی رحمہ اللہ کی علمی خدمات:۔ انہوں نے اپنی تحریروں کے ذریعہ امام غزالی رحمہ اللہ کی تعلیمات اور ابن خلدون کے افکار کی بڑی ترویج کی ہے' امام غزالی رحمہ اللہ کی ''المنقذ'' کا اردو ترجمہ ''سرگذشت غزالی'' کے نام سے کیا ہے۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ص 55)

سرگزشت غزالی: طبع اول جولائی 1959ء ثقافت اسلامیہ لاہور مطبوعہ علمی پرنٹنگ پریس لاہور

یہ کتاب غزالی کی شہرہ آفاق کتاب ''المنقذ من الضلال'' کا سلیس اور شگفتہ اردو ترجمہ ہے' صفحہ 3 تا 108 پر محیط مترجم کے قلم سے مبسوط و جامع مقدمہ ہے' جس میں امام غزالی رحمہ اللہ کی جامعیت و عظمت غزالی رحمہ اللہ کا اشکال' فلسفہ غزالی کی خصوصیات' متعلق و فلسفہ پر غزالی رحمہ اللہ کی تنقیدات' غزالی رحمہ اللہ کا انداز تحقیق وغیرہ مباحث پر مفصل روشنی ڈالی ہے' مجموعی صفحات 188۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ص 56)

صوفی صاحب سے والہانہ عقیدت:۔ ایک مرتبہ مولانا ندوی رحمہ اللہ نے فرمایا جامعہ ماموں کانجن سے مجھے قلبی محبت ہے میں پہلے تو کانفرنس میں حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کی زیارت کیلئے حاضر ہوتا تھا۔ اب ان کی قبر پر دعا کرنے کیلئے حاضر ہوتا ہوں اور ان کے رفقاء سے ملاقات کے لیے حاضر ہونے کو ضروری سمجھتا ہوں۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ص 60)

مولانا ندوی کے مربی و مرشد:۔ (رانا عبدالعظیم انصاری' قصور صاحب لکھتے ہیں) مولانا فرماتے ہیں کہ عربی و درس نظامی کی تکمیل مولانا سلفی کی نگرانی میں ہوئی مولانا میرے استاذ بھی تھے اور مربی و مرشد بھی۔ علم و ادراک کی پہلی قندیل ان ہی کی کوشش سے دل میں فروزاں ہوئی۔ ان کی ذات میں منقول و معقول کا نہایت گہرا اور حسین امتزاج پایا جاتا تھا۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور 64)

مولانا ندوی کا ذوق تصوف:۔ قرآن و سنت کی حدود میں زہد و تقویٰ اور تزکیہ و تطہیر قلوب کا نام تصوف ہے تو اسلام میں عین مطلوب ہے مولانا فرماتے تھے کہ ہمارے بزرگ علماء انہی معنوں میں تصوف پر عمل پیرا تھے ایک دفعہ آپ نے بتایا کہ اپنی تصوف کی دنیا مولانا عبدالرحیم رحمہ اللہ کی وجہ سے شاداب ہوئی۔

قاضی عبدالرحیم رحمہ اللہ اپنے وقت کے مشہور طبیب' عالم اور نہایت شریف النفس انسان تھے میں نے مولانا سلفی مرحوم کی عدم موجودگی

میں چند اسباق بھی ان سے پڑھے میں نے پہلی دفعہ ابن عربی رحمہ اللہ کی ’’فصوص الحکم‘‘ اور ’’فتوحات مکیہ‘‘ کی تمام جلدیں نہ صرف ان کے ہاں دیکھیں بلکہ بعض مشکل مقامات کی تشریح بھی ان کی زبان فیض ترجمان سے سنی۔ میرے لیے تصوف کے رموز واسرار سے روشناسی کا یہ نقطہ آغاز تھا جس نے آگے چل کر تصوف کے اسرار ورموز سمجھنے میں مدد دی۔ میرے لیے یہ قابل افتخار بات ہے کہ ان کی صحبت سے اگر مستفید ہونے کا موقع نہ ملتا تو آج کل کے مشہور محقق اور عظیم صوفی ومفکر شعرانی رحمہ اللہ کی کتابیں قطعی سمجھ نہ پاتا جو مغرب میں وحدۃ الوجود اور وحدت ادیان کے زبردست حامی اور ترجمان ہیں یوں کہیے کہ اس دور کے ابن عربی رحمہ اللہ ہیں۔

مولانا ندوی رحمہ اللہ کا تقویٰ:۔ مولانا اپنے خرچ پر علاج کیلئے لندن تشریف لے گئے واپسی پر ہم ملاقات کیلئے حاضر ہوئے تو فرمانے لگے میں وہاں اپنے خرچ پر گیا تھا۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ کے ارباب اقتدار نے مجھے پیش کش کی کہ آپ اپنا خرچ بتائیں تا کہ آپ کو ادا کیا جائے مگر میں نے کہا اس سے بہت سے لوگوں کا حق تلف ہوگا۔

میں کسی طرح یہ رقم لینے کو تیار نہیں ہوں یہ ان کے تقویٰ اور استغناء کی ایک چھوٹی سی مثال ہے۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ص 68,69)

نظریاتی کونسل کے ممبر:۔ مولانا پاکستان کی وفاقی نظریاتی کونسل کے مدت دراز تک ممبر رہے اور اہل حدیث کے نمائندہ کی حیثیت سے گراں قدر خدمات انجام دیتے رہے۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ص 69)

معتقد غزالی رحمہ اللہ سے ہاتھ ملانے کی سعادت:۔ مولانا ندوی رحمہ اللہ شیخ الاسلام بن تیمیہ رحمہ اللہ اور امام غزالی رحمہ اللہ کے بہت بڑے مداح تھے۔ تقریب کے اختتام پر لوگ مولانا کے اردگرد جمع ہوئے بڑی مشکل سے ان تک پہنچ سکا وہ لوگوں کے ہجوم میں گھرے ہوئے تھے۔ ہر کوئی دوسرے سے پہلے ان سے مصافحہ کرنے کی تگ ودو میں تھا چنانچہ میں نے بھی ان سے ہاتھ ملانے کی سعادت حاصل کی۔ جواب میں وہ وعلیکم السلام کہہ کر مسکرائے۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ص 82)

مولانا علاؤالدین کی بیعت اصلاح:۔ (محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ مدیر ’’المعارف‘ ‘لاہور لکھتے ہیں) حضرت مولانا غلام رسول رحمہ اللہ (قلعہ میہاں سنگھ والا) کے شاگرد اور مرید مولوی علاؤالدین خطابت وامامت کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ یہ چھوٹی سی مسجد تھی جسے مولوی علاءالدین کی مسجد کہا جاتا تھا مسلک اہلحدیث سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی تعداد اس شہر میں بہت کم تھی اور جو لوگ اس مسلک سے منسلک تھے وہ اسی مسجد میں جمعہ وجماعت کے لیے آتے تھے۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ص 93)

سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کا مشورہ:۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء سے فراغت کے بعد مولانا دیگر ندوی حضرات کی طرح قلم وقرطاس سے رشتہ قائم کرنا چاہتے تھے اور اس کے لیے دارالمصنفین اعظم گڑھ میں چلے بھی گئے تھے۔ لیکن سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے جو اس زمانے میں دارالمصنفین کے ناظم تھے۔ ان سے کہا کہ زیادہ تر ندوی تصنیف وتالیف کے میدان میں آگئے ہیں تبلیغ وتقریر میں ان کا حصہ نہ ہونے کے برابر ہے آپ کو اس محاذ پر کام کرنا چاہیے چنانچہ انہوں نے سید صاحب رحمہ اللہ کے مشورے سے درس قرآن اور خطابت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ص 95)

وضاحت: ہمارے اسلاف میں اختلاف مسلک کے باوجود باہمی محبت اور رواداری کی کھلی مثال ہے (از مرتب اثری)

مقبول بندوں کی گزرگاہ پر دعا کی قبولیت:۔ مولانا اسماعیل صاحب رحمہ اللہ جب مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ کو بیماری کی حالت میں کھلابٹ لے کر گئے تو ایک دن یہ تینوں حضرات سیر کرتے کرتے ایک ندی کے کنارے پہنچے۔ مہدی زماں خاں صاحب نے انہیں بتایا کہ سید احمد شہید رحمہ اللہ اور مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ کا لشکر جب جہاد کے لیے اس علاقے میں آیا تھا تو ان کا گزر اس مقام سے ہوا تھا جہاں ہم اس وقت کھڑے ہیں۔ یہ الفاظ سن کر مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ پر رقت طاری ہوگئی اور ہاتھ اٹھا کر اللہ سے دعائے صحت کی۔ مولانا ندوی رحمہ اللہ نے بتایا کہ وہ دعا سے فارغ ہوئے تو ایسے محسوس ہوا کہ بخار اتر گیا ہے اور وہ صحت یاب ہوگئے ہیں اس کا ذکر مولانا اسماعیل اور

مولانا مہدی زمان سے کیا تو وہ انہیں ان کے معالج کے پاس لے گئے۔ معالج کا کلینک ایک پہاڑی کے اوپر تھا۔ نبض دیکھی تو کہا نبض کی حرکت تیز ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بخار نہیں اترا۔ مولانا ندوی رحمہ اللہ نے کہا میری جسمانی حالت مجھے بتا رہی ہے کہ بخار اتر گیا ہے اور نبض کی رفتار اس لیے تیز ہے کہ نیچے سے پہاڑی پر چڑھتے ہوئے کمزوری کی وجہ سے سانس پھول گیا ہے۔ آپ دس منٹ بعد نبض دیکھیں گے تو انشاء اللہ اسی نتیجے پر پہنچیں گے جس پر میں پہنچا ہوں چنانچہ دس منٹ بعد نبض دیکھی گئی تو وہ بالکل ٹھیک تھی اور وہ ایک ہفتے بعد واپس گوجرانوالہ آ گئے اللہ نے مریض کی دعا جو دل کی گہرائی سے نکلی تھی قبول فرمائی اور بیماری ختم ہوگئی۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ص95,96)

اک سالک حق جو

وہ شارح تیمیہ و خلدون و غزالی ذوق ادب و شعر میں دلدادہ حالی
ایک صوفی بے سند و بے دلق و بلا ھو اک مرشد بے جبہ و بے قبہ و گیسو
اک مومن حق بین تو اک سالک حق جو اک واعظ شائستہ سخن عالم خوش خو
دنیا کے حوائج میں ہمہ صبر و قناعت عقبیٰ کے لیے صبح و مسا ذکر و اطاعت (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ص112)

صوفیاء کے علمی نکات کی مٹھاس:۔ مولانا فرماتے ہیں صوفیائے کرام اہل اللہ رحمہم اللہ اور ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم نے کہیں کہیں تفسیر و تعبیر کے جو جام و سبو چھلکائے ہیں ان کو بھی ہم نے چکھا ہے۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ص116)

صوفی صاحب کے روحانی معارف:۔ (پروفیسر غلام نبی عارف ایم اے لاہور لکھتے ہیں)

صوفی صاحب رحمہ اللہ کی تعریف سن کر میرے دل میں کچھ ایسا ولولہ پیدا ہوا کہ ہواؤں کے دوش پر بوئے ولایت آنے لگی اور میں مسافتوں پر مسافتیں طے کرتا ان کے حضور جا حاضر ہوا۔ پھر بدون انقطاع پانچ سال تک اسی بلاد خوش نہاد میں اکتساب علوم وفنون کرتا رہا۔ اور ولی کامل رحمہ اللہ کی صحبتوں میں روحانی معارف سے اپنے قلب وجگر کو طمانیت وتسکین کی دولت وثروت سے مالا مال کرتا رہا۔ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دفتر اسرار حیات تھا۔ وہ خلوص وعمل کی ان بلندیوں پر فائز تھے کہ وہاں تک پرواز کرنا کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ ان کی زبان مبارک سے میں نے بارہا مولانا محمد حنیف ندوی کا ذکر سنا۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ص 118)

اللہ کے ساتھ مکالمہ کی تین صورتیں:۔ بندوں کو اللہ تعالیٰ جب شرف مکالمہ سے نوازتے ہیں تو اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو قلب میں القاء ہوگا اور لوح دل پر منشاء الٰہی مرتسم ہو جائے گا یا پھر پیغمبر اور الہام کے درمیان کوئی حجاب اور واسطہ ہوگا مگر وہ پیغام بہر آئینہ پیغمبر تک پہنچ جائے گا اور یا یہ صورت ہوگی کہ جبرائیل امین بنفس نفیس تشریف لائیں گے اور بالمشافہ مراد الٰہی سے آگاہ فرما دیں گے جہاں تک نفس الہام کا تعلق ہے۔ یہ عقلاً ممکن ہے کیونکہ اپنے سینے کے خیالات کو دوسرے تک منتقل کر دینا بالکل ممکن ہے۔ مسمریزم میں یہ ہوتا ہے کہ عامل وسط میڈیم میں اپنے خیالات کو بجنسہ پہنچا دیتا ہے۔ اور یہ درمیانی آدمی بالکل عامل کے نقطہ نگاہ سے سوچتا اور دیکھتا ہے بلکہ اس کی تمام حرکات اس کے تابع ہو جاتی ہیں اس طرح اللہ تعالیٰ جن بندوں کو نبوت کے لیے چن لیتے ہیں اپنے الہامات پیغامات اور تعلیمات کو ان تک پہنچا دیتے ہیں۔

جنات حقیقت نہ کہ افسانہ:۔ سورہ احقاف کی آیت نمبر 29 کی تفسیر میں جنوں کے وجود پر روشنی ڈالتے ہیں۔

تجربات کی روشنی میں معلوم ہو گیا ہے کہ جنات ایک مستتر اور نظر نہ آنے والی مخلوق ہے اب خود یورپ نے جو دانش و عقل کا سب سے زیادہ مدعی ہے۔ جنات کے وجود کو تسلیم کر لیا ہے۔ بلکہ انکے وظائف اور اعمال تک کو معلوم کر لیا ہے جدید تحقیقات یہ ہیں کہ جن ایک لطیف ذی روح مخلوق ہے جس کا وزن ہے۔ سوچتی اور سمجھتی ہے اور جس کی قوتیں اور حواس انسان سے زیادہ تیز اور بڑھ کر ہیں وہ دیکھی نہیں جا سکتی البتہ

جب وہ عام مادی اشیاء کو اپنے ارادوں کی تکمیل کے لیے استعمال کرتی ہے تو اس وقت اس کے وجود کا پتہ چلتا ہے۔ یہ تاویل کہ جن انسان ہی کی ایک صنف کا نام ہے نہ صرف واقعات کے اعتبار سے بھی غلط ہے اور اصل میں یہ نتیجہ ہے ایک طرح کی مرعوبیت اور شوق اجتہا دکا۔

حضرت مولانا سورۂ جن کی تفسیر میں جنوں کے وجود پر جدید انداز سے دلائل پیش کرتے ہیں۔

جنات، تاویل اور شہاب ثاقب:۔ اولاً حکمائے یونان کے متقدمین نے جنات کا انکار کیا اور بعد میں یورپ زدہ حضرات نے اس ضمن میں تاویلات کو ضروری سمجھا۔ حالانکہ قرآن حکیم میں، احادیث میں، مذہبی صحائف میں اور مشرقی لٹریچر میں ان کے متعلق اتنا ذخیرہ ہے کہ انکار ناممکن ہے اور اب تو وہ عقلی مشکلات بھی درمیان میں نہیں رہی ہیں اب تو یورپ والے بھی کہہ رہے ہیں کہ جنات اور ارواح کا وجود برحق ہے۔ اب ان کی تصویریں لی جارہی ہیں ان کا وزن دریافت کرلیا گیا ہے۔ ان سے باتیں کی جاتی ہیں اور بغیر کسی فریب نفس اور سہو و خطا کے اب یہ ایک مستقل سائنس ہے یعنی روحانیت۔ مگر اس وقت بھی بدقسمتی سے کچھ لوگ ایسے موجود ہیں اور نادانی کی وجہ سے تاویل پر مجبور ہیں انہوں نے آج سے پچاس برس پیشتر جو کچھ سنا تھا اس پر جمے بیٹھے ہیں۔ حالانکہ دنیا کی معلومات میں بڑا انقلاب واقع ہو چکا ہے۔ کل کے مسلّمات آج مستر داور مخرفات قرار پارہے ہیں اور کل کے اوہام آج حقائق۔

آج جنات کا وجود صرف مشرق کا وہم نہیں ہے بلکہ مادہ پرست یورپ کی ایک حقیقت بن گیا ہے آج جگہ جگہ سائنس روم کھلے ہیں جہاں لوگ مشق روحانیت کرتے ہیں۔ اور ان ارواح سے گفتگو کرتے ہیں اور ان اسرار و رموز کو معلوم کرتے ہیں جو عام انسانوں کی دسترس سے باہر ہیں۔ ہاں! یہ درست ہے کہ آج بھی ان کی حقیقت دریافت نہ ہوسکی مگر ان کے وجود کے بارے میں کچھ شبہ باقی نہیں رہا۔

واضح رہے کہ شہاب ثاقب قدیم الایام سے گرتا ہے اس کو زمانہ بعثت سے صرف اس قدر تعلق ہے کہ اس زمانہ سے اس کے اثرات میں اس چیز کا اضافہ کردیا گیا کہ وہ ان جنوں کو جو عالم بالا کی ٹٹولی میں پرواز کرتے ہیں روک دے اور سماعت سے محروم کردے۔ یہ اس لیے کہ مقدرات میں سے ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں ان کے بعد قیامت تک اب کوئی آسمانی ذریعہ معلومات انسان کیلئے بجز اس کے باقی نہ رہے کہ ختم المرسلین ﷺ کے باب نبوت پر دستک دے اور جو کچھ پائیں یہیں سے پائیں۔

جنات کے بارے میں مولانا کا بیان اس قدر حقیقت افروز اور فلسفیانہ ہے کہ آدمی کا ذہن اسے قبول کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور ص 127-126)

تصوف و کلام کے معارفِ تفسیری کا استیعاب:۔ مولانا ایک انتہائی روشن خیال اور بیدار مغز اہل علم تھے ان کی سوچ اور فکر نہایت درجہ فلسفیانہ تھی اسلامی فتوحات نے عربوں کے سامنے دنیا کے علم و دانش کے دروازے کھول دیئے تھے۔ انہوں نے یونانی علوم و فنون کو عربی قالب میں ڈھال کر ان کے نظریاتی پہلوؤں کو ہی قابل اعتنا نہیں سمجھا بلکہ عملی تجربات کی روشنی میں ان کو مزید فروغ بخشا ہے۔

حضرت مولانا رحمہ اللہ عربوں کی جغرافیائی فتوحات کے ساتھ ان کی علمی اور فنی فتوحات سے بھی بخوبی آگاہ تھے۔ انہوں نے ابن رشد اور غزالی رحمہ اللہ کی تصانیف سے بھرپور استفادہ کیا ابن رشد نے فلسفہ اور شریعت کو ہم آہنگ کرنے کے لیے اپنی بے پناہ صلاحیت و ذہانت کا مظاہرہ کیا اور حضرت غزالی رحمہ اللہ کے بحر فلسفہ میں غوطہ زن ہوئے تو مقاصد الفلاسفہ کو مدون کرڈالا۔ مگر وہ اس سمندر کی موجوں کی تاب نہ لا سکے اور عافیت ایمان نظارہ ساحل میں ٹھنڈی اور پھر تہافت الفلاسفہ جیسی عظیم کتاب لکھ ڈالی۔ اب وہ اپنی گم شدہ متاع کو واردات عقل کے بجائے واردات قلب میں تلاش کرنے لگے جس کے نتیجہ میں انہوں نے ایک عظیم صوفی اور معلم اخلاق کی حیثیت سے شہرت پائی۔ مگر ابن رشد کی روح نے فلسفہ اور شریعت دونوں کے دامن میں پناہ لی۔ اور دونوں کو ایک ہی حقیقت کے مظاہر قرار دیا۔ انہوں نے مذہب اور فلسفہ کو دو جڑواں بہنوں سے تشبیہ دی جنہوں نے ایک سرچشمہ سے عہد طفولیت میں غذا اور توانائی حاصل کی۔ ابن رشد ملک سپین کا شہری تھا۔ پورے یورپ میں ایک عظیم فلسفی کی حیثیت

سے اسے تسلیم کیا جاتا تھا۔ اس کی تصانیف کے یورپ کی اکثر زبانوں میں تراجم ہوئے ہیں۔ انہوں نے امام غزالی رحمہ اللہ کے افکار کی پرزور تردید کی اور تہافتہ التہافتہ کے نام سے امام غزالی رحمہ اللہ کی کتاب کا جواب لکھا۔ اب ان دونوں عظیم دانشوروں کی راہیں الگ الگ ہیں۔

غزالی رحمہ اللہ نے کتاب ''احیاء العلوم الدین'' لکھ کر مستقل شریعت کی راہ اختیار کی۔ حضرت العلام مولانا ندوی نے دونوں دانشوروں کو اپنی تصانیف کا موضوع بنایا۔ ابن رشد کے افکار ونظریات کو آسان اور رواں اردو میں پیش کیا۔ غزالی رحمہ اللہ پر ان کی تحقیقات تو علمی سند و حجت کا درجہ رکھتی ہیں۔ آپ نے غزالی رحمہ اللہ پر تین اہم کتابیں لکھ کر ان کی زندگی بھر کی تمام علمی اور فکری کاوشوں کو یکجا کر دیا۔

افکار غزالی یہ ''احیاء علوم الدین'' کا مکمل خلاصہ ہے اس میں اسلامی عقائد و عبادات اور معاملات کو دل نشین انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

سرگذشت غزالی...... فقہ و تصوف کا باہمی تعلق:۔ یہ غزالی رحمہ اللہ کی تصنیف کا ''المنقذ من الضلال'' کا دل کش اردو ترجمہ ہے۔ اس میں غزالی رحمہ اللہ نے اپنے فکر سفر کا تفصیل سے ذکر کیا ہے کہ کیوں انہوں نے جاہ و حشمت کی زندگی ترک کی اور زہد و تصوف کی پرخار وادی میں قدم رکھا۔ مسند نشینی سے دست کش ہو کر صحرا نوردی اور آبلہ پائی کو اختیار کیا۔ مولانا مرحوم کے روح پرور ترجمہ اور مقدمہ نے کتاب کی افادیت کو دوچند کر دیا ہے۔

تعلیمات غزالی:۔ یہ کتاب ''احیاء علوم الدین'' کے ان ابواب کا سلیس اور شگفتہ ترجمہ ہے جن میں غزالی رحمہ اللہ نے فقہی مسائل کی حکمتیں بیان کی ہیں۔ فقہ و تصوف کے باہمی تعلق کو واضح کیا ہے۔ اس کتاب کے گرانقدر مقدمہ میں حضرت مولانا نے تصوف کی حقیقت کو واضح کیا ہے اور اس کی مختلف اصطلاحات کی آسان پیرایہ میں تشریح و تفہیم کی ہے۔

حضرت مولانا نے بظاہر وادی تصوف میں قدم نہیں رکھا اور نہ شاید واردات قلب کے عملی مشاہدات و تجربات سے گزرے۔ البتہ ان کی علمی تحقیق گروہ صوفیاء کے بارے میں لائق صد تحسین و تبریک ہے اس لیے بعض آیات کی تفسیر میں وہ سالک و صوفی کے لیے بھی دلچسپی کا سامان رکھتے ہیں اس حقیقت کی ایک جھلک سورہ بقرہ آیت 143 کی تفسیر میں دیکھئے۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ص 127-128)

سرگشت غزالی مایہ ناز علمی تصنیف:۔ (مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ ادارہ ثقافت اسلامیہ کے لیے لکھی گئیں کتابوں کے تعارف میں فرماتے ہیں ''از مرتب اثری'') امام غزالی رحمہ اللہ طوس کے ایک گاؤں میں 450 ھ میں پیدا ہوئے اور 505 ھ میں وفات پائی۔ ان کی تصنیفات میں ''المنقذ من الضلال'' کو اہل علم میں بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔ یہ غزالی رحمہ اللہ کی دلچسپ اور دلآویز سرگزشت ہے جو انہوں نے خود اپنے قلم سے رقم کی۔ اس میں انہوں نے تفصیل سے بتایا ہے کہ ان کے فکر و ذہن میں کیوں تبدیلی پیدا ہوئی اور ان کے افکار کس طرح انقلاب و تغیر کی خوش خرام موجوں سے روشناس ہوئے۔ وہ جبہ و عبا اور مسند و دستار کی نہایت شاندار زندگی بسر کر رہے تھے اور تعلیم و تعلم کے ہنگاموں میں مشغول تھے کہ ان کے فہم و فراست نے اس اسلوب سے پلٹا کھایا کہ جبہ و عبا اتار پھینکے اور دنیا سے بے زار ہو کر بادیہ پیمائی شروع کر دی۔ فقر و درویشی کی روش اختیار کر لی اور فلسفہ و حکمت کے میدانوں سے نکل کر کتاب و سنت کی روح پرور وادی میں سکونت پذیر ہو گئے کہ اطمینان قلب اور سامان سکینت اسی میں ہے۔ ایسا کیوں ہوا؟ اور یہ ذہنی و فکری انقلاب کیوں بپا ہوا؟ کتاب میں اس سوال کا مفصل جواب دیا گیا ہے جو دل کی گہرائیوں میں اترتا اور روح و ضمیر میں پیوست ہوتا چلا جاتا ہے۔

غزالی رحمہ اللہ نے ''المنقذ من الضلال'' میں اپنے وقت کی تمام مروجہ ذہنی و فکری تحریکات کا مکمل جائزہ لیا ہے اور اذعان و یقین کی ان بنیادوں کی نشان دہی کی ہے جو کتاب و سنت سے ہم آہنگ اور مسلک سلف سے ہم دوش ہیں۔

کتاب میں نفسیات، فلسفہ، منطق، تنقید، تمام چیزیں انتہائی اعتدال و توازن کے ساتھ موجود ہیں قاری کو متاثر کرتی ہیں۔ علاوہ ازیں تصور نبوت کو نہایت معقول بے حد سلجھے ہوئے اور بہ درجہ غایت حقیقت پسندانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

غزالی رحمہ اللہ کے دور میں تعلیمیہ اور قرامطہ جنہیں باطنیہ بھی کہا جاتا ہے کا فتنہ زوروں پر تھا اور انہی کے عقائد و تصورات کی خطرناکیوں

سے اثر پذیر ہوکر انہوں نے یہ کتاب سپر دقلم کی۔ کتاب میں بتایا گیا ہے کہ یہ لوگ کون تھے؟ ان کے عقائد وافکار کیا تھے؟ ان میں کیا کیا تبدیلیاں رونما ہوئیں اور فکر وفلسفے میں انہوں نے کیا اضافہ کیا؟

مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ نے ”المنقذمن الضلال “کاسرگزشت غزالی کے نام سے ترجمہ کیا ہے اوراس پر 89 صفحات کاطویل مقدمہ لکھا ہے جس میں اس دور کی فکری تفصیلات اورغزالی کے قدیم رجحانات کوا جاگر کیا ہے نیز ان میں تبدیلی کے باوجودواسباب اوران کے فلسفہ وحکمت کی تفصیل سے وضاحت کی ہے اردوترجمہ اتنا جاندار اور دلکش ہے کہ اگرغزالی رحمہ اللہ زندہ ہوتے اوراس ترجمے کا مطالعہ کرتے تو زیادہ نہیں تو اسے اپنی عربی کتاب کے برابرضرورجگہ دیتے۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہورص 143-142)

افکارغزالی..... کتب تصوف کی تلخیص:۔ امام غزالی رحمہ اللہ سے مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ کوخاص تعلق خاطر ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے بارے میں انہوں نے تین کتابیں لکھیں ایک افکارغزالی' دوسری تعلیمات غزالی اور تیسری سرگزشت غزالی' تعلیمات غزالی ''احیاءعلوم الدین'' کے بعض ابواب کی تلخیص ہے سرگزشت غزالی ''المنقذ من الضلال '' کا ترجمہ ہے اورافکارغزالی میں ''احیاءعلوم الدین '' کے مضامین ومشمولات کا خلاصہ اوراختصار بیان کردیا گیا ہے۔ ان تینوں کتابوں پرعلیحدہ علیحدہ مبسوط مقدمات تحریر کیے گئے ہیں جو اپنی جگہ مستقل کتاب کی حیثیت رکھتے ہیں اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ ''افکارغزالی'' کا مقدمہ 104 صفحات میں پھیلا ہوا ہے اس طرح ہرمقدمہ ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان کتاب ثلاثہ میں بااعتبار ترتیب تصنیف کے پہلا نمبر ''افکارغزالی'' کا' دوسرا ''سرگزشت غزالی'' کا اور تیسرا ''تعلیمات غزالی'' کا ہے۔

جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ افکارغزالی ''احیاءعلوم الدین'' کے بعض اہم مضامین کا خلاصہ ہے اس کے بڑے بڑے عنوان یہ ہیں فضائل علم' قلب کی موت' حصول علم کے فضائل' تعلیم' علم کے محامد شواہد عقلیہ کی روشنی میں وہ علوم جن کا سیکھنا فرض کفایہ ہے' علم المکاشفہ اورعلم المعاملہ' مشاغبات علم الکلام' ائمہ فقہ کا زہد وورع' مضرعلوم' وہ الفاظ مصطلحات جن کے معنوں میں تغیر وتبدل ہوا ہے بحث وجدل سے لوگوں کی دلچسپی کے اسباب وجوہ اوراس کے شرائط بحث ومناظرہ سے کیا کیا نفسی برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔

استاداورشاگرد کے آداب' ارشادوتعلیم کی ذمہ داریاں عقل اوراس کی قسمیں' مدارک عقل میں تفاوت عقائد کی تفصیل' عقائد کی تلقین میں تدریج کالحاظ' ظاہراورباطن کی تقسیم' ظاہروباطن میں فرق کی نوعیت' ایمانیات میں پہلا رکن توحید' دوسرا رکن اللہ کی صفات' تیسرا رکن اللہ کے افعال کاعلم' چوتھا رکن سمعیات ایمان اوراسلام کے اطلاقات' کیا ایمان میں کمی بیشی ممکن ہے ایمانیات میں استثناء کا استعمال' ان موٹے موٹے عنوانات میں بہت سے ضمنی عنوانات بھی ہیں۔

''احیاءعلوم الدین'' کے ان ابواب میں امام غزالی رحمہ اللہ نے عقائد اسلامی کا پورا تجزیہ کیا ہے۔ تہذیب اخلاق کے تمام گوشوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ایمان کی گتھیوں کوسلجھایا ہے عبادت کی روح متعین کی ہے اوران کی تہہ میں جوفلسفہ کارفرما ہے اس کی نشان دہی کی ہے معاملات کی وضاحت فرمائی ہے۔ غرض بحیثیت مجموعی دین اسلام کی ایسی دلآویز تشریح کی ہے کہ جس سے الحاد وزندقہ کی تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں اوراحکام دین میں جوروشنی پنہاں ہے وہ پوری آب وتاب کے ساتھ قلب ونظر میں سماجاتی ہے۔

مولانا ندوی رحمہ اللہ کی اپنی زبان اوراپنا انداز ہے جوانہی کے ساتھ مخصوص ہے انہوں نے نہایت حسن وخوبی سے غزالی کے ان مضامین کوصفحہ قرطاس کی زینت بنایا ہے۔

مقدمہ کتاب میں مولانا رحمہ اللہ نے امام غزالی رحمہ اللہ کے حالات وسوانح پرتفصیل سے روشنی ڈالی ہے ان کے خیالات وافکار کی اہمیت بیان کی ہے اورعلمی دنیا میں ان کے مقام ومرتبے کی وضاحت کی ہے۔

تعلیمات غزالی ...رموزِتصوف کا شاہکار:۔ امام غزالی رحمہ اللہ کی مشہورتصنیف ''احیاءعلوم الدین'' حلقہ اہل علم اوراصحاب

تصوف میں ہمیشہ متداول رہی ہے۔ غزالی رحمہ اللہ نے اس کتاب میں ارکان دین، احکام اسلام، رموز تصوف اور فرامین الٰہی کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ ان میں کیا اسرار پنہاں ہیں اور کس رکن دین کی بجا آوری میں کیا فلسفہ وحکمت کارفرما ہے۔

مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ نے غزالی رحمہ اللہ کی اس معرکہ آرا کتاب کے گیارہ ابواب کی تلخیص کی ہے اور وہ ابواب یہ ہیں۔

ابواب صلوٰۃ، ابواب زکوٰۃ، حدیث صوم، اسرار حج، ذکر ودعا، تہذیب وآداب، نکاح ومعاشرت، محبت واخوت، معاملات، فہم قرآن، تفسیر بالرائے۔

''احیاء علوم الدین'' کے یہ انتہائی اہم اور بنیادی ابواب ہیں۔ مولانا نے نہایت شگفتہ زبان میں ان کو اردو کے قالب میں ڈھالا ہے اور اس کو تعلیمات غزالی کے دلکش نام سے مرتب کیا ہے۔

کتاب پر 88 صفحات کا مبسوط مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔ جس میں تصوف کے رموز ونکات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ مقدمے میں بتایا گیا ہے کہ جو ذوق ووجدان کا قیمتی سرمایہ ہے تزکیہ باطن اور تعمیر سیرت کے اعتبار سے کن اہمیتوں کا حامل ہے اور ارتقا کے کن کن مراحل سے دوچار ہوا ہے۔ اس کے مشائخ کون کون ہیں اور اس کی اصطلاحات کیا ہیں۔ نیز اس سے واردات قلب کی کن کن کیفیتوں پر روشنی پڑتی ہے۔

اپنے مندرجات ومشمولات کے اعتبار سے ''تعلیمات غزالی'' نہایت عمدہ کتاب ہے اس کے گیارہ ابواب میں جو اوپر درج کیے گئے ہیں بہت سے ضمنی عنوانات بھی ہیں۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ص 144-143-142)

مکتوب مدنی... وحدۃ الوجود اور وحدت الشہود کا سنگم:۔ الٰہیات کے سلسلے میں یہ بحث خاص طور سے بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ اللہ تعالیٰ اور کائنات میں ربط وتعلق کی نوعیت کیا ہے؟ اس ضمن میں ابن عربی رحمہ اللہ نے وحدت وجود کا نظریہ پیش کیا ہے۔ جس کا دو لفظوں میں مطلب یہ ہے کہ بحر وجود دراصل ایک ہے اور تمام کائنات اسی بحر بیکراں کی موجیں ہیں۔

مجدد الف ثانی رحمہ اللہ اس کے مقابلے میں نظریہ شہود کی وضاحت کی ہے۔ جس میں دو وجود ہیں ایک مادی دنیا کا اور دوسرا حقیقت وراء الوراء کا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ان دونوں نظریوں کے درمیان تطبیق دینے کی کوشش کی ہے شاہ صاحب رحمہ اللہ سے اس دور کے معروف عالم اسماعیل بن عبداللہ آفندی رومی مدنی رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں سوال کیا تو انہوں نے بذریعہ مکتوب اس کا تفصیلی جواب دیا جو کتابی شکل میں اشاعت پذیر ہوا۔ یہ مکتوب عربی زبان میں مکتوب مدنی سے موسوم ہے۔

مولانا مرحوم نے شاہ صاحب کی اس اہم علمی کاوش کا شگفتہ اور سلیس اردو ترجمہ کر دیا ہے۔ وحدت وجود اور وحدت شہود کے موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے اس کا مطالعہ نہایت مفید ثابت ہوگا۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ص 147)

علمائے کرام اور صوفیائے عظام کا طریق گفتگو:۔ موت وحیات کے ہمہ گیر قاعدے کے مطابق ہر متنفس کو مرنا ہے مولانا کو بھی ایک دن مرنا تھا اور وہ موت کا لقمہ بن گئے لیکن موت اور موت میں فرق ہے انسان اور انسان میں فرق ہے۔ ع

قضا کس کو نہیں آتی یوں تو سب ہی مرتے ہیں
پر اس مرحوم کی بوئے کفن کچھ اور کہتی ہے

مختلف مسائل ومعاملات سے متعلق مولانا ندوی رحمہ اللہ نہایت عمدہ تجزیہ کرتے تھے ایک دن عام علمائے دین اور صوفیائے کرام کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ تبلیغ حق کے سلسلے میں دونوں ایک ہی قسم کی بات کہیں گے لیکن دونوں کے لب ولہجے اور اسلوب کلام میں نمایاں فرق ہوگا۔

عالم دین کلمہ حق کہنے میں انتخاب الفاظ پر زیادہ توجہ نہیں دے گا۔ نرم یا سخت جو الفاظ زبان پر آئے بلا تامل کہہ دے گا۔ یہ خیال نہیں کرے گا کہ مخاطب پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے وہ یہ سمجھتا ہے کہ حق کڑوا ہوتا ہے اور اس کی کڑواہٹ کا اثر مخاطب کے حلق اور معدے تک پہنچنا چاہیے لیکن صوفی اور عارف اس طرز ادا کو نہیں اپنائے گا وہ سخت سے سخت بات کہنے کے لیے بھی نرم سے نرم الفاظ تلاش کرے گا۔ اس

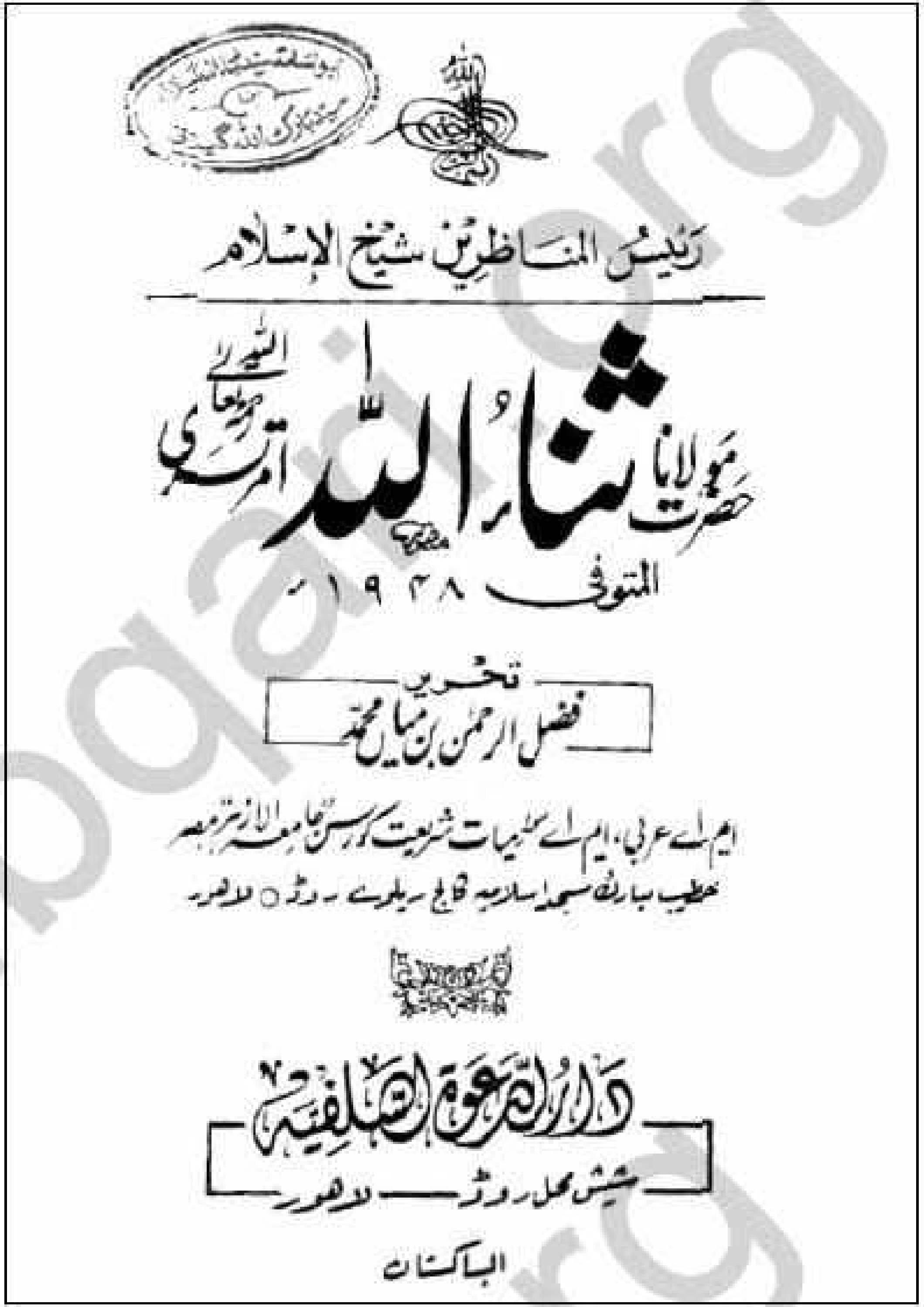

رئیس المناظرین شیخ الاسلام

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ تعالیٰ

المتوفی ۱۹۴۸ء

تحریر

فضل الرحمن بن میاں محمد

ایم اے عربی، ایم اے علومیات شریعت کورس جامعۃ الازہر مصر
خطیب مبارک مسجد اسلامیہ کالج ریلوے روڈ ○ لاہور

دار الدعوۃ السلفیۃ
شیش محل روڈ — لاہور
الباکستان

جملہ حقوق محفوظ ہیں

طابع ———— حافظ محمد بشیر
تاریخ طبع ———— مارچ ۱۹۸۷ء
مطبع ———— المطبعۃ العربیہ لاہور
کتابت ———— محمد صدیق خوش نویس

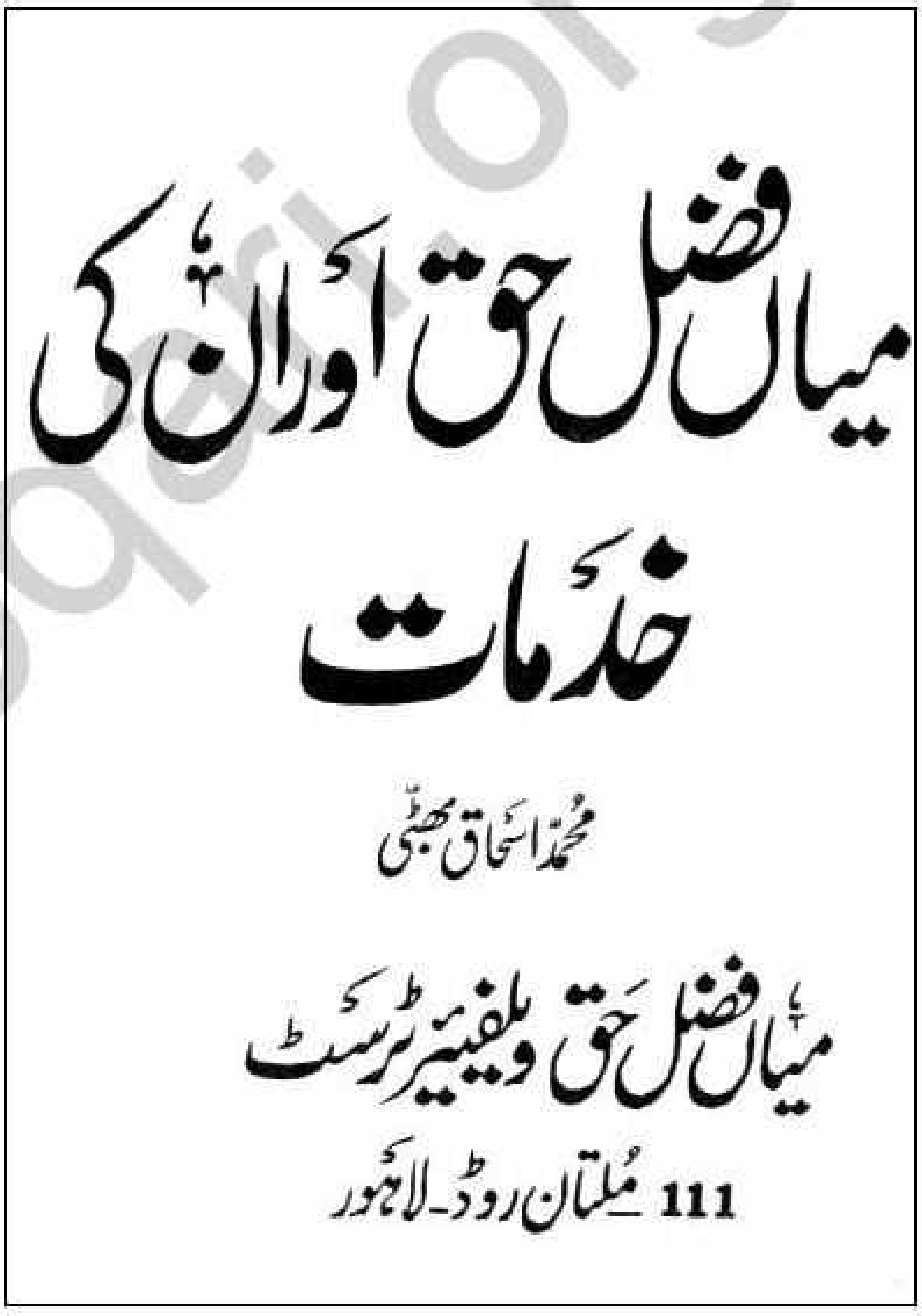

میاں فضل حق اور ان کی خدمات

محمد اسحاق بھٹی

میاں فضل حق ویلفیئر ٹرسٹ
111 ملتان روڈ۔ لاہور

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

طبع اول
سنہ اشاعت 1997ء
کمپوزنگ فراز کمپوزنگ سنٹر لاہور۔ فون: 7352332
طابع طیب اقبال پرنٹرز، لاہور
قیمت روپے

کی کوشش یہ ہوگی کہ اپنی بات بھی کہہ دی جائے اور مخاطب کو ذہنی اور قلبی تکلیف نہ پہنچے (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ص 193-192)

مولانا کی یہ بات بالکل صحیح ہے کہ آج کل اکثر مبلغین کو ہم دیکھتے ہیں کہ انتخاب الفاظ کو اہمیت نہیں دیتے۔ وہ ایسا ترش اور کڑوا انداز اختیار کرتے ہیں کہ مخاطب پر اچھا اثر پڑنے کے بجائے برا اثر پڑتا ہے حالانکہ قرآن کا واضح حکم ہے کہ نرم وملائم لفظوں میں تبلیغ کرنی چاہیے اور نوبت جھگڑے تک بھی پہنچ جائے تو گفتگو میں احسن طریق اختیار کرنا چاہیے۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ص 193)

سلوک ومعرفت کے ماہر کا کمال:۔ موت کے بارے میں مولانا ندوی رحمہ اللہ کہا کرتے تھے کہ اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں موت، تغیر مقام اور تغیر احوال کا نام ہے جو شخص کارگاہ آفرینش میں اس ڈھب سے زندگی بسر کرتا ہے کہ جو موت کے بعد پیش آنے والے ماحول واسلوب سے ہم آہنگ ہو سکے اس کے وہاں پہنچتے ہی اس ماحول اور اس طرز حیات سے مطابقت پیدا ہو جاتی ہے اور اسے وہاں کسی قسم کی اجنبیت کا احساس نہیں ہوتا بلکہ وہ یوں محسوس کرتا ہے کہ گویا ابتداء ہی سے اسی ماحول اور اسی نواح سے اس کا تعلق ہے لیکن جن لوگوں نے اس دنیا میں رہ کر بعد از موت کے اسلوب زیست کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی وہاں انہیں بلاشبہ دقت پیش آئے گی تھوڑی بہت اذیت اٹھانے اور کچھ عرصہ گزارنے کے بعد یہ بتدریج اسی ماحول سے ان کی موانست ومطابقت پیدا ہوگی۔

وہ فرمایا کرتے تھے کہ اس دنیا میں بھی ماحول کی عدم مطابقت اور اجنبیت کی وجہ سے عام طور پر ہمیں یہ دقت پیش آتی ہے مثلاً ہم کسی ایسے علاقے یا ملک میں چلے جاتے ہیں جہاں کی زبان ثقافت، تہذیب اور طرز معاشرت سے واقفیت نہیں ہو تو جب تک اس سے ذہنی مطابقت اور لسانی مناسبت نہیں پیدا ہو جاتی احساس اجنبیت قائم رہتا ہے۔ جوں ہی مناسبت ومطابقت پیدا ہوئی، غیریت اور دوئی کے تمام حجاب ختم ہو جاتے ہیں یہ صورت حال انسان کی قلبی اور عملی استعداد سے تعلق رکھتی ہے اگر یہ استعداد تیز ہے تو مطابقت جلد پیدا ہو جاتی ہے اور اگر اس میں کمی ہے تو مطابقت کی رفتار ظاہر ہے، کم رہے گی۔

یہ بات خالص عارفانہ ہے اور معرفت وسلوک کا کوئی ماہر ہی یہ بات کہہ سکتا ہے اتنی بڑی حقیقت کو اس درجہ حکیمانہ پیرائے میں کوئی عام عالم بیان نہیں کر سکتا۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ص 194-193)

تلقین غزالی رحمہ اللہ کی بازگشت:۔ (شیر محمد گریوال لکھتے ہیں:)

مولانا رحمہ اللہ کے درسوں سے امام غزالی رحمہ اللہ کے درسوں کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ امام غزالی رحمہ اللہ بلا شک وشبہ اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم، فلسفی اور مفکر تھے ان کے درسوں کو سننے کے لیے تو لوگ دور دور سے ہزاروں میل کی مسافت طے کر کے آتے تھے مولانا کے درس اصل میں تلقین غزالی ہی کی صدائے بازگشت تھے۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ص 202)

درویش وقلندر وقت:۔ مولانا خاموشی سے اپنے کام میں جتے رہتے تھے نمود ونمائش کے بالکل قائل نہیں تھے انتہائی قناعت پرست تھے۔ بالکل سادہ زندگی بسر کر سکتے تھے صحیح معنوں میں درویش اور قلندر تھے۔ اسلامی اخلاق کا مجسمہ تھے۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ص 203)

نام کتاب:۔ سوانح ثناء اللہ امرتسری، المتوفی 1948ء
تحریر:۔ فضل الرحمٰن بن میاں محمد

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ

سکھ کے ساتھ نیک سلوک:۔ ایک مرتبہ آپ (مولانا امرتسری رحمہ اللہ) کسی جلسہ میں شرکت کے لیے تشریف لے جا رہے تھے کہ ریل کے سیکنڈ کلاس ڈبہ میں ایک سکھ مسافر اپنی جگہ سے اٹھا تو اس کو اوپر کے پھٹے سے ایسی چوٹ آئی کہ چکرا کر گرا اور کراہنے لگا۔ حضرت مولانا اچھل کر اس کے پاس پہنچے۔ اس کو اٹھایا، سنبھالا، بستر پر لٹایا، سر اور پاؤں دبائے، مٹھی چاپی کی۔ اس نے ہر چند منع کیا مگر آپ نے فرمایا: سردار

صاحب! اسلام نے محض مسلمانوں ہی کی خدمت کا حکم نہیں دیا۔ تمام بنی نوع انسان اور تمام مذاہب کے پیروؤں سے نیک سلوک کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ اس لیے میں نے جو سلوک آپ سے کیا ہے یہ کوئی آپ پر احسان نہیں ہے میرے فرائض میں داخل ہے۔ اور ہمارے آقا و مولا ﷺ کا ارشاد ہے کہ: "ارحموا من فی الارض یرحمکم من السماء"

خدا رحم کرتا نہیں اس بشر پر نہ ہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر
کسی کے گر آفت گزر جائے سر پر پڑے غم کا سایہ نہ اس بے اثر پر
کرو مہربانی تم اہل زمیں پر خدا مہربان ہوگا عرش بریں پر

آپ ہمیشہ وعید نبوی ﷺ: "لیس منا من لم یوقر کبیرنا ویرحم صغیرنا" بزرگوں کا ادب واحترام کرتے، بچوں پر رحم فرماتے، چھوٹوں سے شرم کھاتے اور ان کا لحاظ کرتے، ان سے محبت وشفقت سے پیش آتے۔ (سوانح ثناء اللہ امرتسری ص 45)

بچوں اور بوڑھوں سے حسن سلوک:۔ ایک مرتبہ کوئی ضعیف العمر اپنے بچے کو ساتھ لئے دفتر اہل حدیث میں آئے، بچہ کارآمد کاغذوں پر ہاتھ مارنے لگا۔ ایک دو کاغذ پھاڑ بھی دیئے۔ ملازم نے جو بچے کی یہ حرکت دیکھی تو اس کو سخت الفاظ میں جھڑکا۔ بوڑھے کو بھی برا بھلا کہا، کرسی سے اٹھا کر ایک چٹائی پر بٹھا دیا۔ اتنے میں حضرت مولانا رحمہ اللہ تشریف لائے جب ان کو ملازم کی گستاخی کا پتہ چلا تو اُسے طلب کر کے ڈانٹ پلائی اور فرمایا: بیوقوف! تو مسلمان ہو کر بچوں کو جھڑکتا ہے اور بوڑھوں کی بے ادبی کرتا ہے۔ سن! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا ویامر بالمعروف وینہ عن المنکر۔ "خبردار ایسی حرکت نہ کرنا"
(سوانح ثناء اللہ امرتسری ص 46)

مخالفین سے خندہ پیشانی سے پیش آنا:۔ دفتر اہلحدیث میں اور مولانا مرحوم کے خود اپنے دولت کدہ پر جب آپ کے حریف ومخالف کسی کام کے سلسلہ یا کسی اور وجہ سے آتے تو مولانا اٹھ کر ان کا استقبال کرتے' اپنی جگہ پر بٹھاتے' نرم وشیریں گفتگو فرماتے۔ خاطر و مدارت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے' انہی اخلاق و عادات کی وجہ سے آپ ہر مکتبہ فکر کے نزدیک ہر دلعزیز تھے۔

تمام مذاہب والے آپ کا احترام کرتے تھے مخالفین میں سے اگر کوئی بیمار ہو جاتا تو عیادت کے لیے تشریف لے جاتے۔ اگر کسی کی مالی حالت کمزور ہوتی تو بڑے پیارے انداز سے اس کی مدد فرماتے ان کا عام دستور تھا کہ مخالف کی عیادت کو جاتے وقت ایک لفافے میں سو کا نوٹ ڈال کر لے جاتے اور واپسی کے وقت اسے بیمار کے تکیے کے نیچے رکھ آتے۔ آج کل بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو کہ مولانا مرحوم کے اس عالی خلق کی گواہی دے سکتے ہیں۔

اگر ان میں سے کسی کی موت واقع ہو جاتی تو جنازے میں شریک ہوتے تعزیت کے لیے اس کے ورثاء کے پاس جاتے اگر خود نہ جا سکتے تو اپنے لڑکے کو ضرور بھیجتے۔ (سوانح ثناء اللہ امرتسری ص 48)

صلح صفائی کی فکر:۔ ایک مرتبہ ایک شخص ان کی مجلس میں آ کر جوتے سمیت قالین پر بیٹھ گیا۔ آپ نے باتوں باتوں میں اس پر عیاں کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اذا جلس الرجل ان یخلع نعلیہ فیضعھا الی جنبہ (مشکوٰۃ)

ایک مرتبہ دو مسلمانوں کو آپس میں جھگڑتے ہوئے دیکھا جھگڑے سے بات بڑھ کر مارنے مرانے پر آ گئی۔ مولانا مرحوم ومغفور آگے بڑھے اور دونوں سے مخاطب ہو کر فرمایا بھئی جو کچھ کہنا ہے مجھ کو کہہ لو یوں دو مسلمان آپس میں لڑتے ہوئے اچھے نہیں لگتے دونوں میں صلح کرا دی اور آئندہ نہ لڑنے کا ان سے وعدہ لے لیا۔ (سوانح ثناء اللہ امرتسری ص 49)

اہل حق علمائے اہلحدیث کا اظہار حقیقت:۔ جنگ آزادی کے دس سال بعد مدرسہ دیوبند کی ابتدا مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ

اللہ کی سرپرستی میں ہوئی جس کا نصب العین انگریز سرکار کی بجائے دین وملت کی خدمت تھا۔ وقت کے مشہور علمائے کرام **حضرت** مولانا **محمد** قاسم، **حضرت** مولانا رشید احمد گنگوہی، **حضرت** شیخ الہند محمود الحسن، **حضرت** مولانا اشرف علی تھانوی اور **حضرت** مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمھم اللہ نے مدرسہ کے نصب العین کو پانے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کردیں۔ (تاریخ مسلمان عالم بحوالہ سوانح ثناء اللہ امرتسری ص 52)

ندوۃ العلماء:۔ بقول مولانا ابوالوفاء رحمہ اللہ کے کہ 1892ء میں مدرسہ فیض عام کانپور کی جس مجلس میں فارغ التحصیل ہونے کے بعد ان کی دستار بندی ہوئی اسی مجلس میں ندوۃ العلماء کی بنیاد رکھی گئی۔ جو چند ہی سالوں میں ایک عظیم الشان علمی ادارہ بن گیا جو بجا طور پر مولانا شبلی نعمانی اور سلیمان ندوی رحمھما اللہ پر فخر کرسکتا ہے۔ ان دونوں حضرات کے قلم ہمہ تن دین اسلام کی خدمت میں کوشاں رہتے تھے۔ ان کی ''سیرۃ النبی'' کتب سیر میں اونچا مقام رکھتی ہے سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کے ماہنامہ ''المعارف'' کی مقبولیت کسی سے پوشیدہ نہیں۔ (سوانح ثناء اللہ امرتسری ص 53)

اولیاء عام امت سے افضل ہیں:۔ تمام مخلوق میں سید البشر انبیاء علیہم السلام ہیں اور انبیاء میں سید الانبیاء **حضرت محمد** رسول ﷺ ہیں جو قیامت کے روز شفاعت کبریٰ وصغریٰ کریں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم'' ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے برابر کوئی شخص تقویٰ اختیار نہیں کرسکتا نیز حضرت **محمد** ﷺ نے فرمایا مذکورہ آیت کے مطابق اولیاء اللہ عام امت سے افضل ہیں۔ (سوانح ثناء اللہ امرتسری ص 87)

اولیاء کا بدظن فاسق ہے:۔ انبیاء علیہم السلام کی توہین کرنے والا کافر اور اولیاء کی توہین یا ان کی طرف بدظنی کرنے والا فاسق ہے۔ اہل حدیث کا طریقہ اس سلسلہ میں وہی ہے جو کہ صاحب ہدایہ نے کتاب الشہادۃ میں بیان کیا ہے۔ جو سلف صالحین کو برا کہے اس کی شہادت معتبر نہیں۔ (سوانح ثناء اللہ امرتسری ص 88)

مشائخ صوفیاء کی تفسیری خدمات

متصوفین مفسرین کی جماعت:۔ جو قرآن پاک میں سلوک اور تصوف کے مسائل سے دلچسپی رکھتے ہیں۔

مذکورہ بالا گروہوں نے قرآن کی تفسیر کرنے کا حق ادا کرنے کی انتہائی کوشش کی ہے لیکن اس کے باوجود قرآن کا یہ اعجاز ہے کہ ہر دور میں ایسے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی نازل ہوا ہے لہٰذا ہر دور میں پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے میں رہنمائی کا سبب بنتا ہے۔

پاک وہند میں بھی علماء اس فن میں پیچھے نہ رہے بلکہ عربی، فارسی، اردو، پنجابی، سندھی، پشتو، بنگالی، مرہٹی، تامل، ہندی، کشمیری اور گجراتی وغیرہ میں تراجم اور تفاسیر لکھ دیں۔

اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ کے استاد شیخ احمد ملا جیون رحمہ اللہ (المتوفی 1130ھ) نے ''التفسیرات الاحمدیہ'' کے نام پر ان آیات کی تفسیر کی جن سے فقہی احکام استنباط ہوتے تھے۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ (المتوفی 1176ھ) نے ہندوستان میں پہلی دفعہ قرآن پاک کا ترجمہ فارسی میں کیا جس کی وجہ سے ان کی شدید مخالفت کی گئی یہاں تک کہ ان پر قاتلانہ حملہ بھی کیا گیا انہوں نے اس ترجمہ کا نام فتح الرحمن فی ترجمۃ القرآن رکھا۔

ان کے بعد ان کے بیٹوں نے اردو میں ترجمے اور تفاسیر لکھیں۔ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی تفسیر عزیزی شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کا موضع القرآن اور شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ کے تحت اللفظ ترجمہ آج بھی عوام الناس میں مقبول ہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ (المتوفی 1225ھ) نے عربی میں لغوی تشریح روایات وآثار، فقہی مباحث، اسرار تصوف اور مسلک حنفی کی تائید وتوثیق کے لحاظ سے ایک جامع تفسیر لکھی۔

نواب صدیق الحسن بھوپالی رحمہ اللہ (المتوفی 1307ھ) نے عربی میں ''فتح البیان'' اور ''نیل المرام'' کے علاوہ اردو میں ترجمان القرآن

کے نام پر علامہ شوکانی رحمہ اللہ کی ’’فتح القدیر‘‘ کی تلخیص لکھی۔ نواب صدیق حسن رحمہ اللہ کو سینکڑوں کتب کے مصنف ہونے کا شرف حاصل ہے۔

مولانا عبدالحق حقانی رحمہ اللہ المتوفی 1335ھ کی اردو میں تفسیر ہندوستان کے مسلمانوں میں بہت معروف ہے۔ مولانا احمد حسن دہلوی رحمہ اللہ نے شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کے ترجمہ کے ساتھ ایک فاضلانہ تفسیر شائع کی۔ (سوانح ثناءاللہ امرتسری ص 122,123)

نشان دہی غلطی پر فوراً رجوع:۔ مولانا رحمہ اللہ میں یہ بڑی خوبی تھی کہ اگر کہیں بشری تقاضوں کے تحت غلطی ہو جاتی تو نشان دہی پر فوراً رجوع کر لیتے۔ اپنی غلطی کو ثابت کرنے کے لیے فضول قیل وقال کے چکر میں نہ پڑتے بلکہ اہل علم کو دعوت دیتے رہتے کہ بھائی جان میری غلطی دیکھو مجھے خبر کر دو۔ (سوانح ثناءاللہ امرتسری ص 213)

سیاسی ودینی اتحاد کی فکر:۔ مولانا رحمہ اللہ اپنے اخبار اہلحدیث میں فرماتے ہیں:۔

اتحاد واتفاق، تعظیم میں مسلمان ہند بہت نیچے گرے ہوئے ہیں ہماری قوم میں جس قدر اختلاف اور پھوٹ فرقہ بندی اور نا اتفاقی ہے ہندوؤں میں ہے نہ سکھوں میں نہ عیسائیوں میں ہے۔ نہ دنیا کی کسی قوم میں غرضیکہ ساری قومیں متحد اور متفق ہو کر اپنے سیاسی، مذہبی اور ملی مفاد کو حاصل کرنے میں کوشاں اور منہمک ہیں مگر آہ! ایک ہم ہیں کہ نہ ہماری سیاسی پارٹیاں متحد ہیں اور نہ ہی مذہبی انجمنیں۔ نہ عوام میں اتفاق ہے اور نہ خواص میں اتحاد کیا اچھا کہا ہے شاعر نے:

ترقی کر رہی ہیں اور قومیں علم وحکمت میں　　ہماری قوم لیکن مبتلائے خواب غفلت ہے
جو ہیں دو بھائی تو ہے ایک کا اک دشمن جانی　　نہ آپس میں محبت ہے نہ باہم ربط الفت ہے
سنائیں کس کو افسانہ غم آلام کا اپنے!　　طبیعت میں مسلمانوں کی کیا جوش حمیت ہے

(سوانح ثناءاللہ امرتسری ص 219)

اس اتحاد واتفاق کی بدولت بدر کے موقع پر 313 آدمی ہزاروں کا مقابلہ کر کے فتح حاصل کر لیتے ہیں اور آج ہزاروں کی تعداد میں ہونے کے باوجود شکست اور ناکامی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے وجوہ اور علل بہت ہوں لیکن عدم اتحاد واتفاق ایک وجہ ضرور ہے اور اسی قانون کے چھوڑنے کا نتیجہ ہے۔ (سوانح ثناءاللہ امرتسری ص 221)

نام کتاب:۔ میاں فضل حق رحمہ اللہ اوران کی خدمات
مصنف:۔ محمد اسحاق بھٹی

ولی باکمال عارف باللہ مستجاب الدعوات صوفی عبداللہ رحمہ اللہ

صوفی عبداللہ رحمہ اللہ ان کا اصلی نام سلطان تھا اور وہ وزیر آباد (ضلع گوجرانوالہ) سے تعلق رکھتے تھے۔ عالم جوانی ہی میں مولانا فضل الٰہی رحمہ اللہ وزیر آبادی کی سرگرمیوں سے متاثر ہو کر سرحد پار کے مجاہدین سے وابستہ ہو گئے تھے۔ مجاہدین سے تعلق رکھنے والوں کا اصل نام بدل دیا جاتا تھا اور انہیں کسی دوسرے نام سے پکارا جاتا تھا۔ چنانچہ ان کا نام سلطان کے بجائے عبداللہ رکھ دیا گیا اور پھر وہ صوفی عبداللہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ وہ مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔

1922ء میں اپنے ایک ساتھی میاں عطاء اللہ کے ساتھ ضلع فیصل آباد کی تحصیل سمندری کے ایک گاؤں چک نمبر 493 گ ب اوڈانوالہ میں آ گئے۔ 1932ء میں انہوں نے وہاں ایک دینی مدرسہ قائم کیا جو دارالعلوم تعلیم الاسلام کے نام سے مشہور ہے۔ اس مدرسے میں

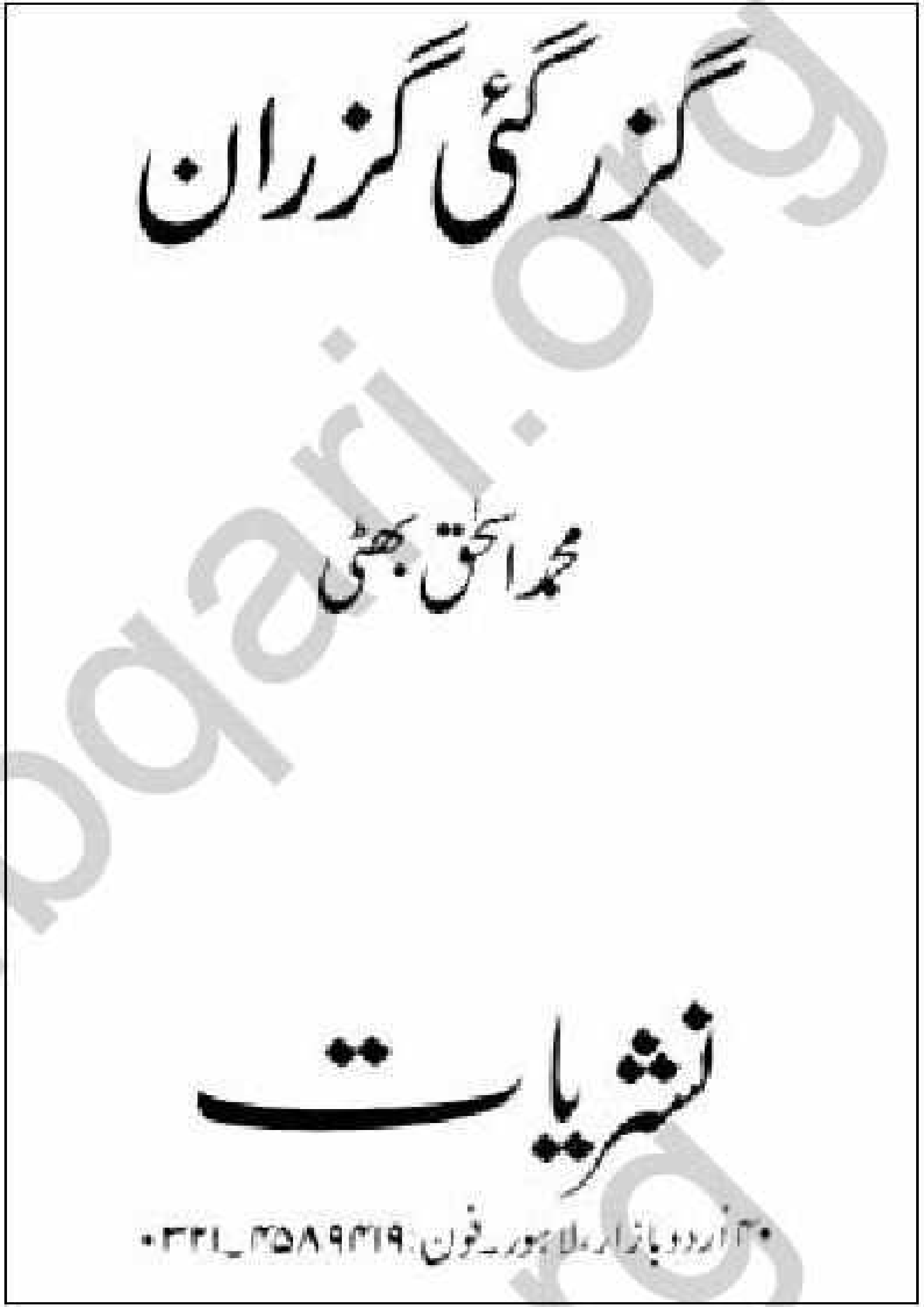

گزر گئی گزران

محمد اسحٰق بھٹی

نشریات

۲۰ اُردو بازار، لاہور۔ فون: ۰۳۲۱_۴۵۸۹۴۱۹

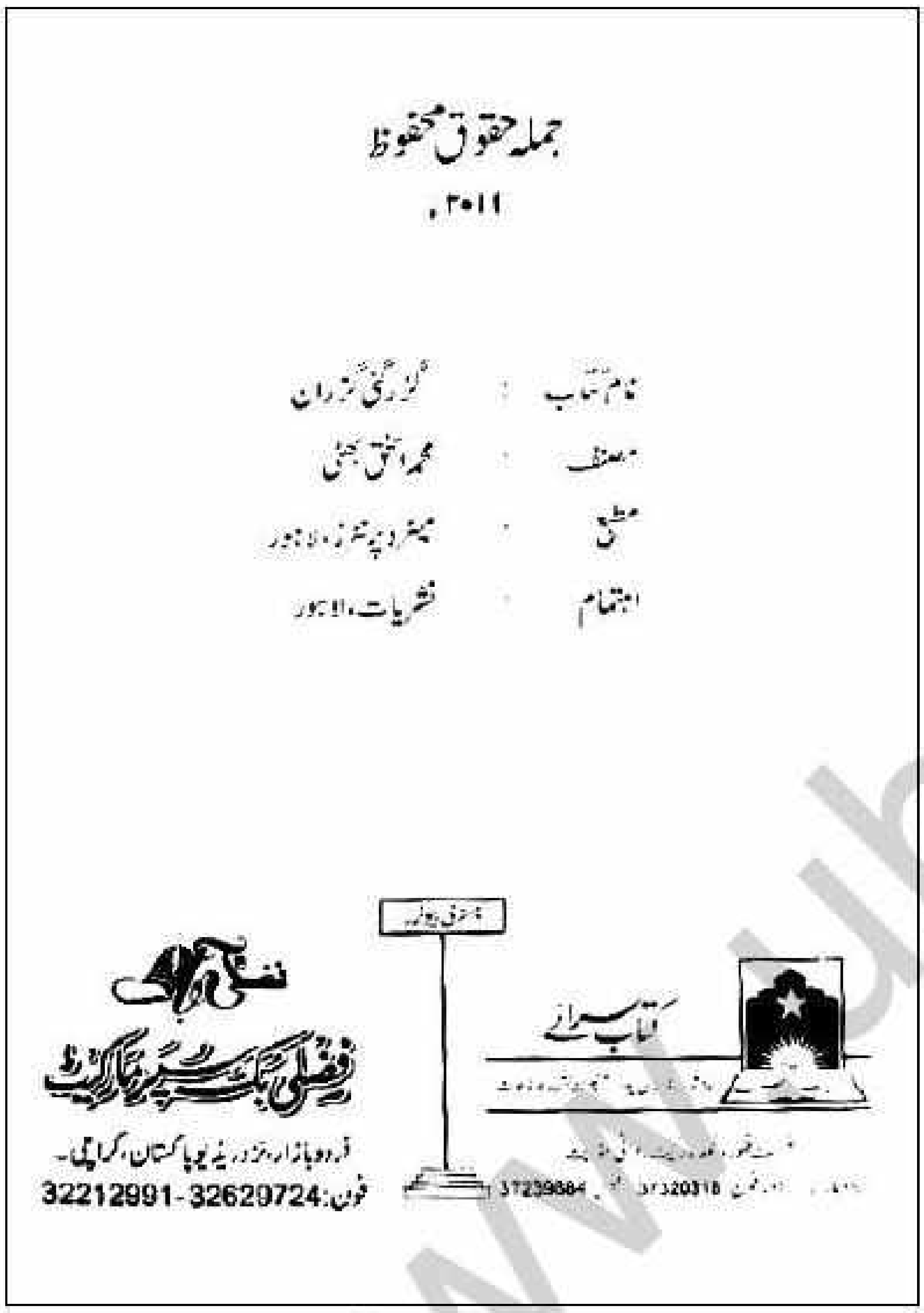

جملہ حقوق محفوظ

۲۰۱۱ء

نام کتاب : گزر گئی گزران

مصنف : محمد اسحٰق بھٹی

مطبع : مینتھرو پرنٹرز، لاہور

اہتمام : نشریات، لاہور

کتاب سرائے

37239884 37320318

فضلی بک سپر مارکیٹ

اُردو بازار، مزد ریڈیو پاکستان، کراچی۔

فون:32212991-32629724

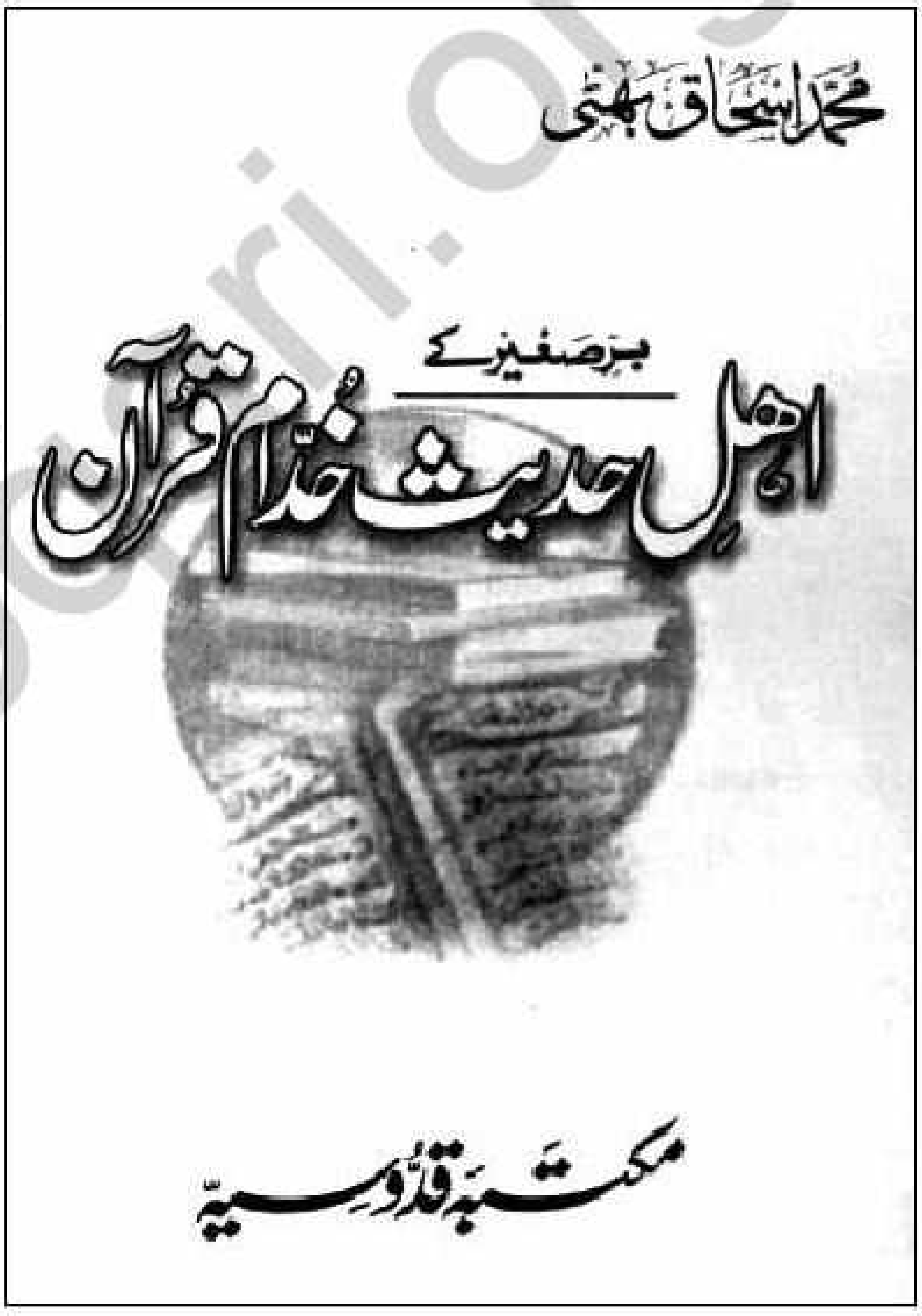

محمد اسحاق بھٹی

برصغیر کے

اہلِ حدیث خدّامِ قرآن

مکتبہ قدوسیہ

خوبصورت اور معیاری مطبوعات

کتاب و سنت

کی

نشر و اشاعت

کے لیے

کوشاں

اس کتاب کے

جملہ حقوق اشاعت محفوظ ہیں

اشاعت ——— 2005

اہتمام طباعت

ابوبکر قدوسی

مکتبہ قدوسیہ

کاتب اسلامک پریس

رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور پاکستان

Ph:042-7230585-7351124

Email: quddusia@brain.net.pk

www.quddusia.com

بہت سے جلیل القدر علماء معلمین نے تدریسی خدمات سرانجام دیں اور بے شمار حضرات اس سے فارغ التحصیل ہو کر نکلے، جنہوں نے مختلف مقامات میں بہت سے علمی اور دینی معاملات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور لے رہے ہیں۔

صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کا قائم کردہ یہ مدرسہ اوڈانوالہ میں بھی قائم ہے، لیکن ماموں کانجن میں یہ بہت بڑی جگہ میں واقع ہے۔ تدریس کے مختلف شعبوں میں متعدد اساتذہ عالی مقام کئی سو طلباء کو مستفید فرما رہے ہیں۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نے 28 اپریل 1975ء (13 ربیع الاول 1395ھ) کو وفات پائی اور اپنے قائم کردہ دارالعلوم (ماموں کانجن) کے احاطے میں دفن کیے گئے۔

(میاں فضل حق اور ان کی خدمات ص 190)

میاں فضل حق عادات واطوار:۔ وہ بیمار کی عیادت کرتے، جناروں میں شرکت کرتے، دسرے کو سلام کرنے میں سبقت لے جانے کے لیے کوشاں ہوتے، ملازموں سے حسن سلوک کا برتاؤ کرتے، ہر شخص سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے، ضرورت مند کی مدد کرتے، دوسروں کو بھی اس کی مدد پر آمادہ کرتے، چھوٹوں پر شفقت کرتے، بڑوں کا احترام بجالاتے اور ان کی کوشش ہوتی کہ ان کے عمل اور قول سے کسی کو نقصان یا تکلیف نہ پہنچے۔ وہ خوش گفتار، خوش کردار اور خوش اخلاق شخص تھے۔ (میاں فضل حق اور ان کی خدمات ص 236)

نام کتاب:۔ گزر گئی گزران ...... مصنف:۔ محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ

میاں امام الدین کے شاگرد جنات:۔ (وضاحت: مولانا اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ فرماتے ہیں) میاں امام الدین میرے دادا میاں محمد کے سگے چچا تھے یعنی دوست محمد (عرف وسوندھی) کے بڑے بھائی۔ نہایت متقی اور پرہیز گار بزرگ، کوٹ کپورہ کی مسجد کے امام تھے جسے ”سراجاں والی مسجد“ کہا جاتا تھا۔ مسجد کے قریب ہی ایک مکان تھا، مسجد میں بچوں کو قرآن پڑھایا کرتے تھے۔

ان سے بعض ملنے والے اور ان کے مقتدی بتایا کرتے تھے کہ جنات بھی ان کے شاگردوں میں شامل تھے۔ (گزر گئی گزران ص 25)

خادم جنات کا چارہ لانا:۔ ایک شخص نے بتایا کہ میاں امام الدین رحمہ اللہ نے گائے رکھی تھی ان کے ایک سکھ عقیدت مند نے ان سے کہا کہ آپ کسی شاگرد کو بھیج کر میرے کھیت سے گائے کے لیے چارا منگوالیں۔ میاں صاحب نے ایک لڑکے کو بھیجا اور وہ چارا لایا جس سے میاں صاحب کا گھر بھر گیا۔ میاں صاحب نے اس سے کہا اتنا چارا کیا کرنا تھا؟ کچھ دیر بعد زمین کا مالک سکھ آیا۔ اس نے ہنستے ہوئے میاں صاحب سے کہا کہ آپ نے کس لڑکے کو بھیجا تھا وہ آدھا کھیت کاٹ لایا ہے میاں صاحب نے تحقیق کی تو چارا لانے والا جن تھا۔ جو سکھ کے آدھے کھیت کا صفایا کر آیا تھا۔ (گزر گئی گزران ص 25)

شاگرد جنات کا قیام:۔ ہمارے ایک بزرگ حاجی فیض محمد مرحوم کا مکان میاں امام الدین کی مسجد سے متصل تھا۔ انہوں نے ایک مرتبہ بتایا کہ کبھی کبھی رات کو ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے مسجد کے اندرونی حصے کے فرش پر زور زور سے کوئی پاؤں مار رہا ہے۔ ہمیں پتا ہوتا تھا کہ یہ میاں صاحب کے شاگرد جن ہیں جو یہ حرکتیں کر رہے ہیں۔ حاجی فیض محمد نے قیام پاکستان کے بعد ہمارے گاؤں چک نمبر 53 گ ب (جڑاں والا) میں وفات پائی۔ (گزر گئی گزران ص 25)

اذان اور نماز کا اہتمام:۔ میاں امام الدین محنت مزدوری سے گزر اوقات کرتے تھے۔ عام طور سے وہ اینٹوں کے بھٹے کے لیے کچی اینٹیں بناتے تھے۔ ان کے بیٹے بھی ان کے ساتھ یہی کام کرتے تھے۔ جوں ہی اذان سنتے فوراً کام بند کر کے نماز کے لیے مسجد کو چل پڑتے۔ بیٹوں کو بھی حکم دیتے کہ اٹھو اور مسجد میں جا کر نماز پڑھو۔ اگر کوئی بیٹا سستی کرتا اور اذان سن کر فوری طور پر مسجد میں نہ آتا اور خیال کرتا کہ جماعت میں ابھی دیر ہے، اتنے میں دو چار اینٹیں اور بنالی جائیں تو میاں صاحب واپس آ کر وہ اینٹیں ضائع کر دیتے جو اس نے اذان کے بعد بنائی تھیں۔ (گزر گئی گزران ص 25)

امیر جماعت اہلحدیث کا بیعت اصلاح لینا:۔ جو نیک آدمی یا عالم دین' کہیں سے کوٹ کپورہ آتے میرے دادا دعا کے لیے مجھے ان کی خدمت میں لے جاتے۔ ایک مرتبہ انجمن اصلاح المسلمین کے سالانہ جلسے میں سید محمد شریف شاہ گھڑیالوی رحمہ اللہ تشریف لائے۔ وہ نہایت تقویٰ شعار بزرگ تھے اور پنجاب کی جماعت اہل حدیث کے امیر تھے۔ پیکر زہد و عبادت اور بہ درجہ غایت منکسر و متواضع۔ لوگ ان کے حلقہ بیعت میں داخل ہوتے اور ان سے صالحیت کی باتیں سنتے۔ (گزرگئی گزران ص 40)

مولانا اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ کی بیعت اصلاح:۔ میرے دادا مجھے ان (سید محمد شریف شاہ گھڑیالوی رحمہ اللہ) کے پاس لے گئے۔ اس وقت وہ جامع مسجد میں تشریف فرما تھے اور لوگ ان کے اردگرد بیٹھے تھے۔ دادا مرحوم نے ان سے کہا کہ یہ میرا پوتا ہے۔ میری خواہش ہے کہ آپ اسے اپنے حلقہ بیعت میں شامل فرمالیں اور دعا فرمائیں کہ یہ علم حاصل کرے اور امور خیر کی طرف اس کا دھیان رہے۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مجھے اپنے حلقہ بیعت میں شامل کرلیا اور دعا بھی فرمائی۔ مجھے کچھ نصیحتیں بھی کیں۔ اس وقت میری عمر بارہ تیرہ سال کی ہوگی۔

انتقال مرشد کے بعد تجدید بیعت تصوف:۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے بعد حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ نے فیروز پور میں مجھے مولانا کمال الدین ڈوگر (ساکن چھینبیاں والی) کے حلقہ بیعت میں شامل کرادیا تھا۔ (گزرگئی گزران ص 40)

دادا مرحوم کو صحبت اہل اللہ کی فکر:۔ مجھے (اسحٰق بھٹی کو) وہ (دادا مرحوم) بار بار بعض اہل علم کی خدمت میں لے کر گئے۔ میرے لیے نیک لوگوں سے دعائیں کروائیں اور خود کیں۔ شاہ محمد شریف صاحب رحمہ اللہ سے بیعت کرائی جو اس دور کے بہت بڑے بزرگ تھے۔ وہ نماز فجر سے قبل مسجد میں جاتے اور مجھے بھی جگاتے اور اپنے ساتھ لے کر جاتے۔ (گزرگئی گزران ص 42)

حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ مجھے فرمایا کرتے تھے کہ جو اچھا کام تم کررہے ہو' یہ بزرگوں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے ورنہ جو کچھ تم ہو میں اسے خوب جانتا ہوں۔ (گزرگئی گزران ص 43)

لکھو کے علم وعرفان کا مرکز فیض:۔ ضلع فیروز پور (مشرقی پنجاب) میں ایک چھوٹا سا گاؤں "لکھوکے" تھا جو تقسیم ملک سے تقریباً سوا سو سال پہلے سے علم وعرفان کا مرکز چلا آرہا تھا۔ اس گاؤں میں متعدد علمائے کرام پیدا ہوئے جن سے بے شمار لوگوں نے علمی اور روحانی فیض حاصل کیا۔ اس گاؤں میں ایک بہت بڑے عالم حضرت حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ گزرے ہیں۔

ان کے شاگردوں اور عقیدت مندوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ (گزرگئی گزران: ص 64)

انہی حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ کے پوتے اور حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ (متوفی مئی 1895۔ ذیقعدہ 1312ھ) کے فرزند گرامی مولانا محمد علی لکھوی رحمہ اللہ تھے جو اپنے عہد کے جلیل القدر عالم تھے۔ (گزرگئی گزران ص 65)

مولانا عطاء اللہ حنیف کے والدین کی بیعت:۔ مولانا ممدوح 1909ء کے پس و پیش موضع بھوجیاں تحصیل ترنتارن ضلع امرتسر (مشرقی پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد میاں صدر الدین حسن اور والدہ مکرمہ حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے دائرہ بیعت میں شامل تھے۔ دونوں میاں بیوی رحمہما اللہ نہایت صالح سرشت تھے۔ (گزرگئی گزران ص 69)

مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کی دستار:۔ سفید کھدر کی قمیص' کھدر کا تہبند اور کھدر ہی کی دستار' یہ ان کا لباس تھا۔ قیام پاکستان کے بعد انہیں مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے اپنے خاندانی دارالعلوم تقویۃ الاسلام (مدرسہ غزنویہ) کے منصب شیخ الحدیث پر متمکن کردیا تھا۔ (گزرگئی گزران ص 73)

لکھوی خاندان سے ارادت مندی کا تعلق:۔ مولانا معین الدین رحمہ اللہ سے میرے دیرینہ تعلقات تھے اور ہمارے بزرگ ان کے بزرگوں کے حلقہ ارادت میں رہے تھے۔ ان کے پیغام کے چند روز بعد میں مرکز الاسلام پہنچا۔ مرکز الاسلام کی بنیاد موضع "لکھوکے" سے دو میل دور مولانا محمد علی لکھوی رحمہ اللہ نے 1928ء میں رکھی تھی۔ مولانا ممدوح حضرت بارک اللہ لکھوی رحمہ اللہ کے پڑپوتے حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ

کے پوتے اور اور مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ کے فرزند عالی قدر تھے۔ (ص135)

مدعی نبوت پر تکفیر کا القاء:۔ مولانا محمد علی لکھوی رحمہ اللہ 1890ء (1307ھ) میں بمقام لکھوکے پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش سے پہلے مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ کے دو یا تین بیٹے بچپن میں فوت ہو گئے تھے۔ انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا اور فرمایا تھا کہ مجھے اللہ کی طرف سے القاء ہوا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کافر ہے اور قرآن کی یہ آیت سامنے آئی ہے۔ "وقارون و فرعون و هامان" ...... یعنی وہ قارون فرعون اور ہامان کا ساتھی ہے۔" اس کے بعد مرزا صاحب نے غصے میں بد دعا کرتے ہوئے پیش گوئی کی کہ اب محی الدین عبدالرحمٰن کے گھر بیٹا پیدا نہیں ہوگا اور یہ اولادِ نرینہ سے محروم رہیں گے۔ لیکن اس بد دعا اور پیش گوئی کے بعد مولانا محمد علی رحمہ اللہ پیدا ہوئے اور زندہ بھی رہے اس لیے بعض اوقات مولانا محمد علی رحمہ اللہ مسکراتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کی بد دعا کا نتیجہ ہوں۔ (گزر گئی گزران ص136)

بکثرت لوگوں کا تعویذ لینے آنا:۔ مولانا محی الدین اور معین الدین رحمہما اللہ اپنے افراد خانہ کے ساتھ مرکز الاسلام میں اقامت گزیں تھے۔ مختلف مقامات سے ان سے تعویذ لینے والے بے شمار لوگ آتے تھے۔ مولانا محی الدین رحمہ اللہ تعویذ نہیں دیتے تھے۔ وہ نمک پر دم کر کے ضرورت مند کو دیتے تھے اور اللہ شفا عطا فرماتا تھا۔ میں انہیں کہا کرتا تھا کہ آپ کسی وقت تکلیف کر کے کوہستان نمک تشریف لے جائیں اور اس پر پھونک ماردیں تاکہ اس نمک کو استعمال کرنے والے تمام لوگ تکلیفوں اور بیماریوں سے محفوظ رہیں۔ (گزر گئی گزران ص146)

مولانا معین الدین کا جن نکالنے کے لیے سفر:۔ مرکز اسلام سے میل ڈیڑھ میل کے فاصلے پر اکالیوں کا ایک گاؤں ٹہل سنگھ تھا۔ مسلمانوں کے خلاف اکالی بے حد متعصبانہ ذہن رکھتے تھے۔ مولانا محمد علی لکھوی رحمہ اللہ سے بھی ان کے دلوں میں عناد بھرا ہوا تھا لیکن مرکز الاسلام میں رہنے والے چھوٹے بڑے جس شخص سے ان میں سے کسی کا آمنا سامنا ہوتا وہ اپنے مذہب کے مطابق اسے ہاتھ جوڑ کر سلام کرتا اور خیر و عافیت پوچھتا۔ ان کے بچے بیمار ہو جاتے تو تعویذ اور دم کے لیے ان کی عورتیں مرکز الاسلام آتیں اور تعویذ لے کر اور دم کرا کے انہیں یقین ہو جاتا کہ بچہ اب تندرست ہو جائے گا۔ تندرستی اور بیماری کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے لیکن کسی کے یقین پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جا سکتی۔

تعویذ اور دم کرانے کے لیے وہاں بہت لوگ آتے تھے عورتیں بھی، مرد بھی، مسلمان بھی، غیر مسلم بھی۔ 1945ء کے اکتوبر کی بات ہے کہ ایک سکھ اپنی بیوی کو لے کر آیا۔ اس خاتون کو جن کا عارضہ لاحق تھا لیکن جن حاضر نہیں ہوا۔ ان میاں بیوی کیلئے یہاں ٹھہرنا مشکل تھا۔ یہ لوگ رام پورہ پھول سے آئے تھے اور واپس جا رہے تھے۔ ان کا اصرار تھا کہ دو چار روز میں اس کام کیلئے مولانا معین الدین رحمہ اللہ ان کے ہاں پہنچیں۔ چنانچہ مولانا نے وہاں جانے کا وعدہ کر لیا اور مجھے بھی اپنے ساتھ جانے کے لیے کہا۔ اس وقت دن کے تین بجے کے قریب ایک ٹرین لاہور سے دہلی کیلئے روانہ ہوتی تھی جو پانچ بجے کے پس و پیش فیروز پور پہنچتی تھی ہم اس ٹرین پر سوار ہوئے اور تقریباً نو بجے بھٹنڈہ ریلوے اسٹیشن پر اترے۔ بھٹنڈہ سے چوتھا ریلوے اسٹیشن رام پورہ پھول تھا جو انبالہ بھٹنڈہ ریلوے لائن میں واقع تھا۔ رات کے دس بجے ہم بھٹنڈے سے انبالہ جانے والی ٹرین پر سوار ہوئے اور سوا گیارہ بجے رام پورہ پھول پہنچے۔

رام پورہ اور پھول الگ الگ دو قصبے ہیں جو ایک دوسرے سے متصل ہیں جس زمانے کی میں بات کر رہا ہوں اس زمانے میں رام پورہ ریاست پٹیالہ میں تھا اور پھول ریاست نابھہ میں۔ دونوں قصبے اس طرح باہم ملے ہوئے اور ایک دوسرے سے قریب تر تھے کہ ایک قصبے کے مکان کی دیوار ریاست پٹیالہ کی حد میں ہے تو چولہا ریاست نابھہ کی حد میں۔ اس قرب و اتصال کی وجہ سے دونوں قصبے الگ الگ ناموں کے باوجود صوتی اعتبار سے ایک ہی مقام کی آہنگ اختیار کر گئے تھے۔ یعنی "رام پورہ پھول"

ہم ریلوے اسٹیشن پر اترے تو میزبان وہاں موجود تھا۔ اس کے ساتھ ایک اور شخص تھا۔ وہ ہمیں نہایت اعزاز کے ساتھ مہمان خانے میں لے گئے جو دوسری منزل میں تین چار کمروں پر مشتمل تھا۔

سونے کے کمرے کے ساتھ اٹیچڈ باتھ اور پانی کا نلکا تھا۔ نماز کے لیے الگ کمرے میں نیا کپڑا بچھایا گیا تھا۔ سکھ میزبان کے بقول نماز روزے کے پابند مسلمان کے گھر میں ہمارا کھانا تیار کیا گیا تھا۔ مٹھائی بھی مسلمان سے بنوائی گئی تھی۔

کھانا کھا چکے تو میزبان نے باتیں شروع کر دیں اور گزشتہ دور کی کہانی سنانے لگا۔ اس نے بتایا کہ ایک میرا بڑا بھائی تھا جو بیمار تھا۔ جس کمرے میں ہم اس وقت بیٹھے ہیں اس میں ایک دن وہ لیٹا ہوا تھا۔ اس کی بیوی اس کے پاس بیٹھی تھی۔ اسے بیماری کا اتنا سخت دورہ پڑا کہ وہ مر گیا۔ اس کی بیوی نے اس کی موت کی کسی کو اطلاع نہیں دی چپکے سے ایک شخص کو بلایا' اس سے کاغذ پر لکھوایا کہ میں نے اتنی زمین اپنی بیوی کو دی اور پھر اس کاغذ پر میرے مردہ بھائی کا انگوٹھا لگوایا۔ بعد ازاں اس شخص کو گھر سے نکال کر بیوی نے رونا پیٹنا شروع کر دیا......!

وہ شخص ہمیں یہ باتیں بتا رہا تھا اور ساتھ ساتھ باقاعدہ جگہ کی نشان دہی کر رہا تھا کہ یہاں میرا بھائی مرا تھا۔ یہاں اس کی لاش پڑی تھی اور یہاں اس کا انگوٹھا لگوایا گیا تھا اور یہاں اس کی بیوی بیٹھی تھی۔

تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ سکھ میزبان ہمیں یہ کتھا سناتا رہا اور ساتھ ساتھ موقعہ واردات کی نشان دہی کرتا رہا۔ سامنے تھوڑی دور مرگھٹ تھا۔ اس نے اشارہ کر کے بتایا کہ یہاں سے اس کی ارتھی اٹھائی گئی اور وہاں اسے جلایا گیا۔

ایک تو گئے جن نکالنے دوسرے جگہ اجنبی' تیسرے پوری نشاندہی کے ساتھ بتانے والا ہر بات کا تعین کر رہا ہے چوتھے گھر غیر مسلم کا...... میں تو سچی بات ہے ڈر گیا۔ بار بار جی چاہا کہ اس سے کہوں کہ یا تو آپ یہاں سے تشریف لے جائیے یا یہ رام کہانی بند کیجئے......۔

سنتے سنتے برا حال ہو گیا اور دل دہلنے لگا۔

خدا خدا کر کے وہ اٹھا تو معین الدین رحمہ اللہ سے میں نے کہا: مجھے سخت پیشاب لگ رہا ہے۔ حضرت نے نہایت آرام سے فرمایا: غسل خانہ ساتھ ہی تو ہے اٹھو اور پیشاب کر لو۔

عرض کیا: میرا سارا جسم مارے ڈر کے کانپ رہا ہے...... موت سامنے کھڑی صاف نظر آ رہی ہے...... اگر یہی حالت رہی تو میں تھوڑی دیر تک مر جاؤں گا۔...... مجھے اٹھا کر اور ہاتھ سے پکڑ کر پیشاب کرنے والی جگہ پر بٹھاؤ۔

وہ مجھ بے حال کا مذاق اڑاتے ہوئے اٹھے اور پیشاب کرایا...... اب اندھے کی طرح مجھے بازوؤں سے پکڑ کر چارپائی پر بٹھانے لگے تو میں نے کہا میں تو اکیلا نہیں لیٹوں گا۔ آپ کے ساتھ ہی لیٹوں گا۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ ہی لیٹا اور دو تین گھنٹوں کی جو رات رہ گئی تھی وہ جن بھوتوں کے تصور میں کٹی۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے سامنے جن ناچ رہا ہے اور ادھر بھوت دوڑا آ رہا ہے۔

صبح ہوئی تو ناشتہ آ گیا اور میزبان نے ہمیں پھر تسلی کرائی کہ ناشتہ مسلمانوں کے گھر سے تیار کرایا گیا ہے۔

اب ہم نے مہمان خانے کی بالکونی پر کھڑے ہو کر دیکھا تو نیچے دور تک پھیلے ہوئے دالان میں کتنے ہی کچے مکان اور جھونپڑیاں سی تھیں۔ میزبان نے بتایا کہ یہ اس کے مزارعوں کے گھر ہیں۔ نو بجے کے قریب وہ بیوی کا جن نکالنے کیلئے ہمیں اپنے گھر لے گیا۔ آئیے اب دیکھتے ہیں کہ معین الدین رحمہ اللہ جن کیسے نکالتے ہیں؟

مہمان خانے سے چند قدم کے فاصلے پر ہم میزبان کے مکان پر تھے۔ ایک صاف ستھرے کمرے میں چارپائی پر وہ خاتون لیٹی ہوئی تھی۔ تین کرسیاں رکھی گئی تھیں۔ ایک پر خاتون کا شوہر بیٹھ گیا اور دو پر ہم بیٹھ گئے معین الدین رحمہ اللہ نے اس کے شوہر سے کہا: بی بی پر بڑی سی چادر ڈال دو...... چادر ڈال دی گئی تو انہوں نے کچھ پڑھنا شروع کیا۔ اتنے میں بھاری بھرکم سی آواز خاتون کے حلق سے بلند ہوئی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ جن حاضر ہو گیا ہے۔ خاتون کے پاؤں سے گھبراہٹ کی وجہ سے چادر سرک گئی۔ مولانا نے اس کے شوہر سے کہا: بی بی کے پاؤں پر چادر ڈال دو۔

یہ آج سے 67,68 برس پہلے (اکتوبر 1945ء) کی بات ہے۔ مولانا معین الدین رحمہ اللہ اور جن کا جو مکالمہ مجھے یاد ہے وہ عرض کرتا

ہوں۔ خاتون کی آواز عجیب طرح کی ہوگئی تھی اور وہ دراصل جن کی آواز تھی۔ دونوں کے درمیان مکالمہ پنجابی میں ہوا تھا۔ میں اس کا اردو ترجمہ کر رہا ہوں۔

پنجابی جن کے ساتھ مکالمہ:۔ مولانا: تمہارا نام کیا ہے؟۔ جن: نور محمد۔

مولانا: کہاں کے رہنے والے ہو؟۔ جن: ضلع حصار کا۔

مولانا: اس بے چاری عورت ذات کو کیوں پریشان کرتے ہو؟۔ جن: اس نے میرا نقصان کیا ہے۔

مولانا: کیا نقصان کیا ہے؟۔ جن: میں ایک درخت کے سائے میں بیٹھا روٹی پکا رہا تھا۔ یہ وہاں سے گزری، میرے آٹے کو پاؤں کی ٹھوکر ماری اور وہ مٹی میں مل گیا۔

مولانا: اس نے تمہیں روٹی پکاتے اور آٹا لیے بیٹھا دیکھا تھا؟۔ جن: نہیں۔

مولانا: تم نے اسے اپنی طرف اور اپنے آٹے کی طرف آتے ہوئے دیکھا تھا؟۔ جن: جی ہاں دیکھا تھا۔

مولانا: اس نے تمہیں نہیں دیکھا تھا...... اگر تم نے اسے دیکھ لیا تھا تو آٹا اٹھا کر اس کے راستے سے دور کیوں نہیں کیا؟

دفع جنات کیلئے اذان کا وظیفہ:۔ اس پر وہ خاموش ہوگیا۔ اب مولانا نے کھڑے ہو کر دونوں کانوں میں انگلیاں ڈالیں اور اونچی آواز میں اذان دینا شروع کر دی...... ادھر اذان کا پہلا کلمہ بلند ہوا اور ادھر سے آواز آنے لگی ہائے جل گیا، ہائے مر گیا...... اس اثناء میں چادر پھر خاتون کے پاؤں سے سرک گئی اور اس کی پنڈلیاں نظر آنے لگیں...... مولانا نے اس کے شوہر سے کہا: بی بی کے پاؤں اور ٹانگوں پر اچھی طرح چادر ڈال دو اور اسے ہاتھوں سے دبائے رکھو، اترنے نہ دو۔

مولانا: جن سے مخاطب ہوئے اور کہا: تم صحیح صحیح بتاؤ کون ہو؟۔ جن: میں آپ کے پڑدادے حافظ محمد کا شاگرد ہوں۔

مولانا: ان کے حلقہ شاگردی میں کہاں رہے؟۔ جن: لکھو کے میں۔

مولانا: کیا تم نے میرے پڑدادے سے یہ تعلیم حاصل کی ہے کہ عورتوں کو پریشان کرو؟ یہ تعلیم اسلام کے خلاف ہے میرے پڑدادے نے ہرگز کسی کو یہ تعلیم نہیں دی۔ تم اس عورت کو پریشان نہ کرو اور چلے جاؤ۔ جن: میں آپ کا احترام کرتا ہوں اور آپ کے حکم سے چلا جاتا ہوں۔

مولانا: کوئی نشانی دے جاؤ۔ اس نے مکان کی پختہ دیوار سے ایک اینٹ نیچے گرائی اور بھاری سی آواز میں السلام علیکم کہہ کر چلا گیا۔

کہتے ہیں جن جاتے ہوئے اگر اس طرح کی کوئی نشانی دے جائے تو دوبارہ نہیں آتا۔ اب وہ خاتون نڈھال ہوگئی تھی۔ اس نے تمام جسم پر اپنے ہاتھوں سے اچھی طرح چادر لپیٹی اور کروٹ لے کر دوسری طرف منہ کر کے لیٹ گئی۔

مولانا نے فرمایا: اب انشاء اللہ بی بی کو یہ شکایت نہیں ہوگی اور ہم اسی دن دوپہر کے وقت بھٹنڈہ آنے والی ٹرین پر سوار ہوئے اور ایک گاؤں میں آ گئے جس کا نام جھدبا تھا۔ (گزر گئی گزران ص 151 تا 156)

ہم مرید وہ ہمارے مرشد:۔ ملک احمد خان بوڑھے آدمی تھے۔ دراز قامت اور وجیہہ۔ بہت متقی بزرگ تھے۔ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے والد محترم مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے ارادت مند تھے۔ جلد ہی مجھ سے مانوس ہو گئے تھے۔ میں نے باتوں باتوں میں ان سے پوچھا کہ آپ غزنوی خاندان کے حلقہ ارادت میں کیسے شامل ہوئے اور ان کی کون سی ادا آپ کو پسند آئی؟ اس کا انہوں نے جو جواب دیا وہ انہی کے الفاظ میں عرض کرتا ہوں۔ فرق صرف یہ ہے کہ انہوں نے یہ باتیں پنجابی میں بیان کی تھیں، میں اردو میں ترجمہ کر رہا ہوں۔ بولے: 1897ء یا 1898ء کی بات ہے میں اٹھارہ سال کی عمر کا تھا کہ گنٹھیا کے موذی مرض میں مبتلاء ہوگیا۔ والد نے بہت علاج کرائے مگر آرام نہ آیا۔ وہ حضرت امام سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے عقیدت مند تھے۔ انہیں یقین تھا کہ ان کی دعا کو اللہ شرف قبولیت سے نوازتا ہے اور وہ بیمار کیلئے دعا کریں تو اللہ اسے صحت عطا فرماتا ہے۔

اس زمانے میں گھوڑے کے سوا ہمارے گاؤں سے امرتسر جانے کا کوئی ذریعہ نہ تھا شام کے وقت میرے والد نے گٹھڑی کی شکل

میں مجھے گھوڑی پر رکھا اور امرتسر چل پڑے۔

ہم امرتسر مسجد غزنویہ میں پہنچے تو فجر کی جماعت ہو رہی تھی۔ والد نے مجھے گھوڑی کی پیٹھ سے اٹھایا اور مسجد کے صحن میں رکھ دیا۔ گھوڑی باہر باندھی اور خود وضو کر کے جماعت میں شریک ہو گئے جو بزرگ جماعت کرا رہے تھے وہ اس قدر درد و سوز سے قرآن مجید پڑھتے تھے کہ دل ان کی طرف کھنچا جاتا تھا۔ نماز کے بعد اس بزرگ نے میری طرف دیکھا تو پوچھا یہ کون شخص ہے؟ والد نے سلام عرض کرنے بعد تمام صورت حال بیان کی اور نہایت ادب سے دعا کیلئے درخواست کی۔ پاک باز بزرگ نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے جیسے جیسے وہ دعا مانگ رہے تھے مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جوڑوں کی بندش کھل رہی ہے۔ تین دن اور تین راتیں ہم وہاں رہے۔ ہمارا کھانا ان کے گھر سے آتا تھا۔ گھوڑی کیلئے چارے کا انتظام بھی وہی کرتے تھے۔ تین دن کے بعد میں اللہ کے فضل سے بالکل تندرست تھا۔ گھوڑی پر سوار ہو کر امرتسر سے اپنے گاؤں فیروز وٹواں آیا۔ دعا کرنے والے بزرگ مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے صاحب تقویٰ والد مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ تھے جنہیں لوگ امام صاحب کہہ کر پکارتے تھے۔ اس کے بعد اللہ کے بے پایاں فضل اور امام صاحب کی دعا سے جسمانی حالت کے ساتھ ساتھ ہماری روحانی دنیا بھی بدل چکی تھی۔ ہم ان کے مرید اور یہ ہمارے مرشد......! (گزر گئی گزران ص 209 تا 210)

بزرگوں کی دعا کا نتیجہ:۔ بے شمار بزرگوں سے میں نے دعاؤں کی درخواست کی اور مجھے یقین ہے کہ بارگاہ خداوندی میں ان دعاؤں کو شرف قبول حاصل ہوا، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ فقیر اپنے محدود علم کے مطابق تحریری صورت میں خدمت دین میں مصروف ہے اور یہی اس کا اوڑھنا بچھونا اور شب و روز کا مشغلہ ہے۔ (گزر گئی گزران ص 212)

ننگے سر نماز اچھی عادت نہیں:۔ ننگے سر نماز ہو جاتی ہے لیکن اسے عادت بنا لینا میرے نزدیک اچھی بات نہیں۔ مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ ننگے سر نماز پڑھنے والے کو ڈانٹتے اور اسے سختی سے روکتے تھے۔ آج کل بعض علمائے کرام، خطبائے عظام اور عزیز طلباء کو ہم ننگے سر نماز پڑھتے اور بازاروں میں گھومتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ یہ بات علماء کے وقار کے منافی ہے۔ بعض حضرات نماز پڑھتے وقت کپڑا سر سے اتار کر آگے رکھ لیتے ہیں اور ننگے سر نماز پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ اچھی عادت نہیں۔ (گزر گئی گزران ص 269)

مولانا اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ کا مسلکی تعلق:۔ میرا مسلکی تعلق چونکہ اہل حدیث سے ہے اس لیے میں سب سے پہلے اسی جماعت کا تذکرہ کروں گا اور مختصر الفاظ میں یہ بتاؤں گا کہ اس کے نظم و نسق کیلئے لاہور میں کیا کوششیں ہوئیں اور کس دور میں ہوئیں۔ (گزر گئی گزران ص 276)

برصغیر کے شہنشاہ خطابت:۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ برصغیر کی دنیائے خطابت کے مشہور خطیب تھے۔ وہ کئی کئی گھنٹے بے تکان تقریر کرتے تھے۔ جو شخص ان کی تقریر سننے کیلئے آجاتا وہ اس میں مسحور ہو جاتا اور اٹھنے کا نام نہ لیتا۔ (گزر گئی گزران ص 353)

عشاء کی نماز سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد تیس پینتیس آدمیوں کے ساتھ شاہ جی جلسہ گاہ میں داخل ہوئے اور انہیں دیکھتے ہی امیر شریعت زندہ باد۔ مجلس احرار زندہ باد اور نعرہ تکبیر اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ شاہ جی نے سٹیج پر کھڑے ہو کر چاروں طرف نگاہ ڈالی اور پھر ایک کرسی پر جو خاص طور سے ان کیلئے رکھی گئی تھی تشریف فرما ہوئے۔

میرے خیال میں رات کے گیارہ بجے کے قریب انہوں نے تقریر کیلئے مائیک سنبھالا اور پھر نعرے گونجنے لگے۔ ہاتھ کے اشارے سے انہوں نے نعروں کا سلسلہ بند کرایا اور ایک ادائے خاص سے دائیں بائیں دیکھ کر مائیک کو ذرا اپنے قریب کیا اور خطبہ مسنونہ کے الفاظ سامعین کے پردہ سماع سے ٹکرانے لگے۔ نہایت دل کش اور پر تاثیر آواز خطبے کے مضمون سے جب آواز کا زیر و بم ہم آہنگ ہوتا تو لوگ جھوم جھوم جاتے پھر جب درود شریف پڑھنا شروع کیا اور ”اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد “ کے الفاظ ان کے لسان سحر آفریں سے ادا ہوئے تو ایسے لگا کہ نبی آخر الزمان ﷺ کی ذات اقدس سے عقیدت و احترام کے تمام لوازم ان کی ذات اور زبان میں جمع ہو گئے ہیں اس کے بعد جب آیات قرآن کی تلاوت کا آغاز ہوا تو خیال گزرا کہ یہ آیات براہ راست آسمان سے نازل ہو رہی ہیں۔ سبحان اللہ! ان اوصاف کا حامل خطیب اب کہاں پیدا ہوگا۔

برصغیر کے اس شہنشاہ خطابت نے قمری حساب سے 71 برس اور عیسوی حساب سے عمر کی تقریباً 70 منزلیں طے کرنے کے بعد 9 ربیع الاول 1371ھ (21 اگست 1961ء) کو ملتان میں وفات پائی۔ (گزر گئی گزران ص 353 تا 354)

لکھوی خاندان کا غیبی بابرکت تعویذ:۔ ایک بات جو میں (اسحٰق بھٹی) نے بعض لکھوی اور غیر لکھوی حضرات سے سنی یہ ہے کہ ایک مرتبہ سردیوں کا موسم تھا۔ آدھی رات کے وقت حافظ بارک اللہ لکھوی رحمہ اللہ اپنے گاؤں موضع ”لکھوکے“ میں حسب معمول نماز تہجد کیلئے مسجد میں گئے۔ اندر داخل ہوئے تو اندھیرے میں ایک شخص کو ان کے پاؤں کی ٹھوکر لگی وہ شخص غصے سے اٹھا اور کہا تمہیں دکھائی نہیں دیتا کہ میں یہاں لیٹا ہوا ہوں حافظ صاحب نے نہایت نرمی سے فرمایا معاف کیجئے اندھیرے میں کچھ پتا نہیں چلا۔ وہ شخص اٹھا اور ان کا بازو پکڑ کر کہا: میرے ساتھ باہر چلو۔ وہ انہیں نہر کے کنارے لے گیا جو لکھوکے گاؤں کے قریب ہے بولا وہ سامنے دیکھو کیا ہے؟ حافظ صاحب نے فرمایا یہ جھگیاں سی ہیں جن میں بہت سے عجیب وغریب شکل وشباہت کے لوگ بیٹھے ہیں اس شخص نے کہا یہ جنات ہیں اور میں ان کا سردار ہوں۔ آج کل میں ہم لوگ یہاں سے چلے جائیں گے۔

پھر اس نے حافظ صاحب کو قرآن مجید کی چند آیات اور نبی ﷺ کی بعض احادیث مبارکہ کے کچھ الفاظ بتائے کہ یہ چیزیں لکھ کر اور پڑھ کر آپ اگر ان لوگوں کو دیں گے جنہیں جنات کی شکایت ہو وہ اولاد سے محروم ہوں تو اللہ تعالیٰ انہیں شفا بخشے گا اور ان کی جائز تمنائیں پوری فرمائے گا۔ یہ سلسلہ آپ کی سات پشتوں تک چلے گا۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ ان کے اخلاف میں سے مولانا معین الدین لکھوی کے تعویذات سے اللہ تعالیٰ شفا بخشتا ہے۔ حافظ بارک اللہ لکھوی رحمہ اللہ کے بیٹے حافظ محمد لکھوی تھے ان کے بیٹے مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی تھے ان کے بیٹے مولانا محمد علی لکھوی مدنی اور ان کے فرزندان گرامی ہوئے مولانا محی الدین لکھوی اور مولانا معین الدین لکھوی۔ حافظ بارک اللہ لکھوی کے بعد یہ پانچویں پشت ہوئی۔ چھٹی پشت میں مولانا محی الدین لکھوی اور مولانا معین الدین لکھوی رحمہم اللہ کی اولاد کا سلسلہ چلتا ہے۔ (گزر گئی گزران ص 359 تا 360)

بغیر اسباب کے غیبی رقم ملنا:۔ ہماری ایک ممانی نہایت نیک خاتون تھیں تہجد گزار اور روزانہ تلاوت قرآن کرنے والی۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ انہوں نے نماز پڑھ کر مصلیٰ اٹھایا اور اس کے نیچے سے کچھ پیسے نکلے‘ جو اس نے اپنے پاس رکھ لیے یا کسی کو دے دیئے۔ اس کی بیٹیوں نے یہ معاملہ خود دیکھا۔ لیکن پھر اس صالحہ خاتون نے ہنسی مذاق میں بعض عورتوں سے اس کا ذکر کر دیا اور کہا کہ معلوم نہیں یہ پیسے کہاں سے آتے ہیں۔ اس کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا۔ (گزر گئی گزران ص 363)

صوفی صاحب کی برکت والی رقم:۔ ایک مرتبہ مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہم اللہ نے ایک کام کے سلسلے میں مجھے صوفی عبداللہ مرحوم ومغفور کے پاس اوڈاں والا بھیجا۔ صوفی صاحب نے مجھے از راہ کرم دس دس روپے کے دو نوٹ عطا فرمائے۔ میں نے واپس آ کر اس کا ذکر مولانا غزنوی رحمہ اللہ سے کیا تو فرمایا یہ نوٹ آپ خرچ نہ کریں۔ اپنے بکس وغیرہ میں رکھیں۔ جہاں اپنے پیسے رکھتے ہیں۔ انشاء اللہ ان میں اللہ تعالیٰ برکت پیدا فرمائیں گے۔ (گزر گئی گزران ص 363)

رجال الغیب یا غیبی امداد:۔ عبدالرحمٰن نامی ایک نمبردار کا واقعہ ہے کہ وہ کسی وجہ سے اپنا معاملہ آبیانہ بر وقت تحصیل دار کے دفتر جمع نہ کرا سکا۔ وہ گھر سے باہر تھا کہ پولیس اسے گرفتار کر کے تھانے لے گئی کہ رقم جمع کراؤ گے تو رہائی ہوگی۔ وہ حیران کہ میں رقم کیسے جمع کراؤں۔ میں تو تھانے بیٹھا ہوں نہ میرے گھر والوں کو پتا ہے نہ کسی تعلق دار کو۔ اس نے اللہ سے دعا کی کہ تو ہی مجھے نجات دلانے والا ہے۔ اتنے میں اچانک ایک آدمی آیا اور آواز دی عبدالرحمٰن کون ہے؟ اس نے کہا میں ہوں جتنی رقم کی ضرورت تھی اس شخص نے عبدالرحمٰن کو دی اور چلا گیا عبدالرحمٰن کو بالکل معلوم نہیں کہ رقم دینے والا کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ یہ کیا سلسلہ ہے؟ یہ اللہ ہی جانتا ہے۔ (گزر گئی گزران ص 363)

گمشدہ لڑکوں کے بارے میں کشفی معلومات:۔ ایک روز مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ کے پاس ان کے رشتے دار آئے جن کا نام اختر علی تھا۔ انہوں نے کہا کہ کئی دن ہوئے میرا بیٹا اپنے ایک دوست کے ساتھ کہیں چلا گیا ہے۔ ہم سخت پریشان ہیں کچھ پتا نہیں کہ وہ

کہاں ہے؟ اور اس کا دوست کہاں ہے؟ اس نے مولانا سے کہا آپ دعا کریں وہ لڑکے خیریت سے گھر آ جائیں۔ مولانا نے اس کی بات سنی وضو کیا اور قرآن مجید پکڑا۔ نہایت خشوع وخضوع سے سورۂ فاتحہ پڑھ کر قرآن مجید کھولا تو سورۃ المؤمنون کی یہ آیت سامنے آئی۔

"واوینهما الی ربوة ذات قرار ومعین"۔ (یعنی ہم نے ان دونوں کو ایک اونچے مقام پر جگہ دی جو ٹھہرنے کے قابل ہے اور وہاں صاف پانی جاری ہے) یہ آیت پڑھ کر مولانا نے فرمایا یہ لڑکے مری گئی ہیں اور بالکل خیریت سے ہیں دو ایک روز میں آ جائیں گے۔ چنانچہ وہ لڑکے دوسرے دن آ گئے ...... اور وہ واقعی سیر کیلئے مری گئے تھے۔ (گزرگئی گزران ص 364)

ایک مرتبہ ٹیلی فون پر مجھے کسی شخص نے ایسی خبر سنائی جو میرے لیے نہایت تشویش کا باعث تھی یہ شام کا وقت تھا اور اس وقت صحیح صورتحال سے مطلع ہونا بہت مشکل بلکہ ناممکن تھا میں نے فوراً وضو کیا۔ درود شریف اور سورہ فاتحہ پڑھ کر قرآن مجید کھولا مشکل کے وقت عام طور پر انسان کا رجوع پوری طرح اللہ کی طرف ہو جاتا ہے اب سورۂ نور کی یہ آیت میرے سامنے آئی۔

"لاتحسبوه شرا لكم ط بل هو خير لكم ط لكل امری ء منهم ما اكتسب من الاثم"

(یعنی تم اسے اپنے لیے برا نہ سمجھو بلکہ تمہارے لیے بہتر ہے ان میں سے جس شخص نے جتنا گناہ کیا اتنی ہی سزا پائے گا)

(گزرگئی گزران ص 364 تا 365)

وفادار کتے کا احترام مالک:۔ کتے کے بارے میں ایک شخص نے بتایا کہ اس نے اپنے کھیت میں ایک کتا رکھا تھا جو اس کا بے حد فرماں بردار تھا۔ ایک دن اسے شبہ پڑا کہ کتا باؤلا ہو گیا ہے۔ اس کو گولی مارنے کی اسے ہمت نہیں پڑی۔ اس نے کتے سے کہا اب تم یہاں سے چلے جاؤ۔ یہ الفاظ کہہ کر اس کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے اور کتے کی آنکھیں بھی بھیگ گئیں۔ تاہم کتا وہاں سے چل پڑا۔ کتا تھوڑی دور جاتا اور کھڑا ہو کر اس کی طرف پیچھے کی طرف دیکھتا جب تک وہ آنکھوں سے اوجھل نہیں ہو گیا اسے پیچھے جھانک کر دیکھتا رہا۔ (گزرگئی گزران ص 375)

اسم اعظم، یقین اعظم اور تاثیر اعظم:۔ ہمارے قدیم وطن کوٹ کپورہ میں ہمارے محلے میں ایک شخص عمر دین کی گڑ شکر وغیرہ کی دکان تھی، ہم چند قریب قریب ہم عمر شام کے بعد وہاں آ جاتے اور مونگ پھلیاں ریوڑیاں وغیرہ کھایا کرتے تھے۔ ہمارے ایک رشتے دار محمد صدیق تھے۔ ان کی ٹانگ پر پھوڑا نکلا جس کی انہیں بہت تکلیف تھی۔ کئی ڈاکٹروں اور حکیموں سے علاج کرایا لیکن آرام نہیں آیا بلکہ تکلیف مزید بڑھ گئی ایک دن ان کی تکلیف دیکھ کر خود مجھے تکلیف ہونے لگی میں نے ان سے کہا: میں اس پھوڑے پر دم کرتا ہوں اگر تم نے یقین کر لیا کہ دم سے ضرور آرام آ جائے گا تو انشاء اللہ پھوڑا ختم ہو جائے گا اس وقت ہمارے دوست محمد زکریا' عبدالشکور اور عبدالقیوم وغیرہ بھی وہاں موجود تھے میں نے بسم اللہ پڑھ کر دم کیا اسے کچھ افاقہ محسوس ہوا دوسرے دن پھر کیا' اللہ نے فضل فرمایا اور تین دن میں پھوڑا بالکل ختم ہو گیا۔ اس کے بعد جب بھی اسے اس قسم کی کوئی تکلیف ہوئی اس نے دم کرایا اور تکلیف رفع ہو گئی اس کا تعلق یقین اور صدق دل سے ہے آرام دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ (گزرگئی گزران ص 375 تا 376)

ولی سے بدسلوکی کا انجام:۔ قیام پاکستان سے قبل ایک مرتبہ وہ (حکیم عبدالمجید عتیقی) میاں شیر محمد شرقپوری رحمہ اللہ سے ملاقات کیلئے شرق پور گئے۔ اس وقت وہ نابینا تھے اور ایک شخص ان کے ساتھ تھا۔ کچھ دیر میاں شیر محمد رحمہ اللہ کے پاس رہے۔ پھر لاہور آنے کیلئے اڈے پر پہنچے۔ ان دنوں ٹریفک کا معاملہ موجودہ دور سے بالکل مختلف تھا' کافی دیر کے بعد بس چلتی تھی۔ ایک بس لاہور کیلئے تیار ہوئی تو حکیم صاحب اور ان کے ساتھی کو ڈرائیور نے فرنٹ سیٹ پر بٹھایا اور بس چل پڑی۔ تقریباً آدھا فرلانگ گئی ہو گی کہ بس رکی۔ ڈرائیور نے حکیم صاحب سے کہا آپ یہ سیٹ خالی کر دیں پچھلی سیٹ پر چلے جائیں۔ حکیم صاحب نے پوچھا یہاں کسی بیمار کو بٹھانا ہے؟ جواب دیا نہیں۔ کسی بوڑھے یا عورت کو بٹھانا ہے؟ کہا نہیں۔ بولے: تو پھر مجھے کیوں اٹھایا جا رہا ہے؟ جواب ملا تھانیدار صاحب لاہور جا رہے ہیں' انہیں فرنٹ سیٹ پر بٹھانا ہے۔ حکیم صاحب نے کہا: اگر تھانیدار کو بٹھانا ہے تو میں یہ سیٹ خالی نہیں کروں گا۔ کسی بیمار یا بوڑھے یا عورت کیلئے تو سیٹ چھوڑ دوں گا'

تھانیدار یا کسی اور سرکاری افسر کیلئے نہیں چھوڑوں گا۔ اب وہاں عجیب صورت حال پیدا ہوگئی۔ اس زمانے میں تھانیدار کا مقابلہ کرنا بہت مشکل تھا۔ کافی دیر بس رکی رہی۔ سواریاں بھی پریشان ہوگئیں اور انہوں نے حکیم صاحب کی منت سماجت کی کہ آپ پچھلی سیٹ پر آجایئے۔ بالآخر حکیم صاحب بس سے اتر پڑے اور کہا کہ میں اس بس پر سوار نہیں ہوں گا۔ دوسری بس سے لاہور جاؤں گا۔

بس ابھی روانہ ہوئی تھی کہ اس کا ٹائر پھٹ گیا۔ آدھ پون گھنٹے بعد ٹائر بدلا اور بس روانہ ہوئی تو دوسرا ٹائر پھٹ گیا۔ اڈے پر جا کر اور ٹائر لایا گیا' وہ بدلا تو چند منٹ میں تیسرا ٹائر پھٹ گیا۔ اب خود تھانیدار اور بس کا ڈرائیور حکیم صاحب کے پاس آئے اور عرض گزار ہوئے کہ آپ اس بس پر بیٹھیے اور فرنٹ سیٹ پر تشریف رکھیے۔ حکیم صاحب نے کہا: میں اس بس پر نہیں بیٹھوں گا۔ اب آپ جایئے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ چنانچہ بس بخیریت لاہور پہنچ گئی۔ (گزر گئی گزران ص 381 تا 382)

حکیم صاحب کا کشف القبور اور ہندو نوجوان :۔ حکیم صاحب نے بتایا کہ تقسیم ملک سے قبل ان کے پاس ایک ہندو نوجوان آیا کرتا تھا۔ وہ مذہب اور دھرم وغیرہ کو بالکل نہیں مانتا تھا۔ کہا کرتا تھا کہ نہ اللہ ہے' نہ رسول ہے' نہ کوئی میشور ہے' نہ کوئی دیوتا ہے' بس یہ دنیا ہے اس میں اچھا کام کرو تو تا کہ لوگوں کو آرام پہنچے۔ کسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ مرنے کے بعد قصہ ختم۔ نہ کوئی جزا ہے' نہ سزا۔ مسلمان مردے کو زمین میں دفن کر دیتے ہیں اور ہندو جلا دیتے ہیں۔

حکیم صاحب اسے سمجھانے کی کوشش کرتے کہ اس دنیا میں جو اچھا یا بُرا کام کیا جائے گا' مرنے کے بعد اس کی سزا یا جزا ملے گی۔ اللہ بھی موجود ہے اور رسول (علیہم السلام) بھی لوگوں کو راہ راست پر لانے کیلئے اس نے بھیجے مگر وہ اپنی ضد پر قائم تھا۔

ایک دن حکیم صاحب رحمہ اللہ اسے قبرستان میانی صاحب پر لے گئے اور فرمایا کسی ایسی قبر پر بٹھا دو جو تمہارے خیال میں بہت پرانی ہو۔ اس نے ان کو ایک قبر پر بٹھا دیا۔ حکیم صاحب نے ایک دائرہ کھینچا اور اس سے کہا کہ میں کچھ پڑھوں گا۔ تم مضبوطی سے میرے کندھوں پر ہاتھ رکھنا اور دائرے سے باہر نہ نکلنا۔ حکیم صاحب نے کچھ پڑھنا شروع کیا تو تھوڑی دیر کے بعد اس نوجوان کے ہاتھ کانپنے لگے۔ حکیم صاحب نے اس کے ہاتھوں کو پکڑا اور محسوس کیا کہ وہ کانپ رہا ہے۔ اس کے بعد کچھ اور پڑھنا شروع کیا تو اس کی گھبراہٹ میں کچھ کمی ہوئی۔ پھر وہ قبرستان سے باہر آگئے۔ حکیم صاحب نے اس سے گفتگو کرنے کی کوشش کی لیکن وہ خاموش رہا۔ کوئی بات نہیں کی۔ اس کے بعد وہ حسب معمول حکیم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا لیکن اس موضوع پر اس نے ان سے کبھی گفتگو نہیں کی...... میں نے حکیم صاحب سے یہ نہیں پوچھا کہ آپ نے قبر پر کیا پڑھا اور اسے کیا کچھ دکھائی دیا۔ انہوں نے بات کی اور میں نے سن لی۔ (گزر گئی گزران ص 382)

توجہ ولی کے منکر جنت پر اثرات :۔ مولوی ولی محمد رحمہ اللہ ایک مشہور بزرگ تھے جو سید احمد شہید بریلوی اور مولانا اسماعیل شہید دہلوی رحمہما اللہ کی جماعت مجاہدین سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا مسکن ضلع قصور کا ایک گاؤں فتو حی والا تھا۔ جو دریائے ستلج کے قریب ہے۔ مولوی ولی محمد رحمہ اللہ کی کرامتوں اور قبولیتِ دعا کے بہت سے واقعات مشہور تھے۔ میں نے تقسیم ملک سے قبل مولوی ولی محمد کو دیکھا تھا اور ایک دفعہ ان کے گاؤں بھی گیا تھا۔ حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کے صاحب زادۂ گرامی قدر حافظ احمد شاکر نے مرحوم علیم ناصری کے حوالے سے بتایا کہ مولوی ولی محمد مرحوم کے ملنے والے ایک شخص جنت، دوزخ کے وجود کو نہیں مانتے تھے۔ ایک دن نماز ظہر کے بعد مولوی ولی محمد انہیں اپنے حجرے میں لے گئے اور دونوں وہاں اس طرح لیٹ گئے کہ ایک کے پاؤں ایک طرف تھے اور دوسرے کے دوسری طرف۔ لیکن سر دونوں کے ملے ہوئے تھے۔ مولوی صاحب نے ان سے کہا کہ اب تم سو جاؤ میں بھی سو جاتا ہوں۔ لیکن ہمارے سر اسی طرح ملے رہنے چاہئیں۔ معلوم نہیں نیند کی حالت میں اس شخص نے کیا دیکھا اور اس پر کیا کیفیت طاری ہوئی۔ نیند سے بیدار ہونے کے بعد وہ جنت اور دوزخ کے وجود کا قائل ہو چکا تھا۔ یہ کیا معاملہ ہے؟ اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ (گزر گئی گزران ص 383)

مرنے کے بعد تلاوت کی آواز :۔ حافظ احمد شاکر راوی ہیں کہ ان کے ایک رشتے دار مولوی عبدالحق تقسیم ملک کے بعد کوٹ رادھا

کشن (ضلع قصور) میں آ بسے تھے۔ انہوں نے حافظ احمد شاکر کو ان کے دادا یعنی مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کے والد محترم میاں صدرالدین حسن مرحوم کے متعلق بتایا کہ وہ روزانہ نماز عصر کے بعد خاص لہجے میں سورۂ الرحمٰن اور سورۂ یٰسین پڑھا کرتے تھے۔ مولوی عبدالحق بیان کرتے ہیں کہ ان کی وفات کے بعد قبرستان کی طرف سے ہمیں عصر کے بعد ان کی آواز میں سورۂ رحمٰن اور سورۂ یٰسین کی تلاوت سنائی دیتی تھی۔ بارہا ایسا ہوا کہ ان کی تلاوت سن کر ہم قبرستان کی طرف چل پڑے۔ جیسے جیسے قبرستان کے قریب ہوتے گئے تلاوت کی آواز آہستہ ہوتی گئی۔ قبرستان میں پہنچے تو آواز آنا بند ہوگئی۔ یہ تجربہ انہوں نے کئی دفعہ کیا۔ (گزر گئی گزران ص 383,)

میاں صدرالدین کی بیعت اصلاح:۔ میاں صدرالدین رحمہ اللہ جن کو ہم نے نہیں دیکھا، موضع بھوجیاں (ضلع امرتسر، مشرقی پنجاب) کے رہنے والے تھے۔ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کے والد تھے اور مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے والد محترم حضرت امام سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے مرید اور ان سے بیعت تھے۔ ان کی اہلیہ (یعنی مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کی والدہ) بھی حضرت امام سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے حلقہ ارادت سے تعلق رکھتی تھیں۔

اس واقعہ کے راوی مولوی عبدالحق کو میں نے دیکھا ہے اور ان کے حلقے میں بیٹھا ہوں۔ صالح بزرگ تھے اور اپنے عہد کے پرانے بزرگوں کے واقعات سناتے وقت بعض اوقات ان پر ایک خاص قسم کی جذباتی سی کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔ (گزر گئی گزران ص، 384)

اولیاء کے ساتھ کوئی خاص نظام ہے ضرور:۔ ایک اور واقعہ سنیے اس کے راوی بھی محترم القام حافظ احمد شاکر ہیں۔ ان کے دفتر (اخبار الاعتصام) میں ایک مزدور کام کرتا تھا۔ اس نے ان کو بتایا کہ ایک مرتبہ وہ حج بیت اللہ کیلئے گیا۔ بیت اللہ شریف میں بیٹھا تھا کہ اس نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے۔ وہ دعا کر رہا تھا کہ اسے چند عورتیں نظر آئیں۔ ہماری اس دنیا کی عورتوں سے بالکل الگ قسم کی انتہائی حسین وجمیل۔ اس نے دعا ختم کی تو وہ عورتیں غائب ہوگئیں۔ اب بھی وہ کبھی متوجہ الی اللہ ہوکر دعا کرتا ہے تو وہی صورت حال پیدا ہوجاتی ہے۔ لیکن جب دعا ختم کرکے چہرے پر ہاتھ پھیرتا ہے تو وہ صورت حال ختم ہوجاتی ہے۔

وضاحت: مولانا اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ:۔ کوئی مانے یا نہ مانے، کچھ معاملات ایسے ضرور ہیں جو بعض خاص اوقات میں اللہ کی بعض بندوں پر ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اس قسم کے معاملات کی کیفیات وتفصیلات کا ہمیں علم نہیں۔ (گزر گئی گزران ص 384)

میاں الحمدللہ مستجاب الدعوات بزرگ:۔ ضلع گورداس پور (مشرقی پنجاب) کے کسی گاؤں کے رہنے والے ایک شخص امام الدین تھے ان کے اس نام کا علم بہت کم لوگوں کو ہوگا۔ انہیں میاں الحمدللہ کہا جاتا تھا۔ اس لیے کہ غمی شادی کی ہر بات سن کر وہ ایک خاص لہجے کے ساتھ قدرے بلند آواز میں الحمدللہ کہا کرتے تھے۔ کسی کی وفات کی خبر سنتے تو کہتے الحمدللہ۔ کسی کے ہاں بچے کی ولادت کا بتایا جاتا تو کہتے الحمدللہ۔ بکثرت الحمدللہ کہنے کی وجہ سے ان کا نام ہی الحمدللہ پڑ گیا تھا۔

تقسیم ملک سے قبل وہ ہمارے قدیم وطن کوٹ کپورہ جایا کرتے تھے اور لوگ نہایت مسرت سے ان کی باتیں سنا کرتے تھے۔ مجھے بھی ان کی گفتگو سے دلچسپی تھی۔ چھوٹا قد، گھٹا ہوا بدن، سرخی مائل گندمی رنگ، چہرے پر مسکراہٹ، دل میں خشیت الٰہی کا جذبہ صادقہ موجزن، سادہ لباس اور پرخلوص اسباب کلام۔ اپنے عہد کے علماء وصلحاء کا تذکرہ والہانہ انداز سے کرتے اور جن اہل اللہ کی مجلسوں میں بیٹھنے کے انہیں مواقع میسر آئے تھے ان کی باتیں بے حد شوق سے سناتے۔ اس مرد درویش کی دعا اللہ قبول فرماتا تھا۔ وہ مویشیوں کی تجارت کرتے تھے ہمارے شہر سے بارہ تیرہ کلومیٹر کے فاصلے پر ریاست نابھہ میں ایک قصبہ ''جیتو منڈی'' کے نام سے موسوم تھا۔ وہاں گرمیوں کے دنوں میں مویشیوں کی منڈی لگتی تھی اور لوگ دور دور کے علاقوں سے مویشی خریدنے اور بیچنے کیلئے وہاں آیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص کے ساتھ میاں الحمدللہ بھی وہاں پہنچ گئے۔ انہوں نے سات آٹھ کٹے اور کٹیاں خریدے۔ وہاں سے انہوں نے کوٹ کپورے پہنچنا تھا۔ سخت گرمی میں ان کے مویشی ہانپنے لگے۔ خود ان دونوں کا بھی گرمی سے برا حال ہوگیا۔ وہ ریتیلا علاقہ تھا ان کے ساتھی نے کہا میاں الحمدللہ دعا کرو اللہ تعالیٰ بارش برسائے، ہمیں بھی کچھ آرام میسر ہو اور ہمارے کٹے کٹیوں کی تکلیف بھی رفع ہو۔

میاں الحمدللہ نے کہا جی تو میرا ابھی دعا کرنے کو چاہتا ہے لیکن پھر خیال آتا ہے کہ بارش ہوگئی تو یہ جانور ریت میں دھنس جائیں گے اور ان کا چلنا مشکل ہو جائے گا یعنی انہیں اللہ پر یقین تھا کہ بارش کی دعا کی تو بارش ضرور ہوگی۔ لیکن جانوروں کیلئے مشکل پیدا ہو جائے گی۔

ساتھی نے کہا کوئی بات نہیں۔ آپ دعا کریں ان جانوروں کو ہم کسی نہ کسی طرح ہانک کر لے جائیں گے

چنانچہ اس شخص کے بقول میاں الحمدللہ نے دعا کی اور تھوڑی دیر بعد آسمان پر بادل نمودار ہوئے' گھٹا چھائی اور بارش ہونے لگی۔ اس کے نتیجے میں واقعتاً جانوروں کیلئے چلنا کچھ مشکل ہو گیا لیکن کسی طرح وہ انہیں کوٹ کپورے لے آئے۔ یہ بات اس شخص نے میاں الحمدللہ کی موجودگی میں سنائی۔ وہ سنا رہا تھا اور میاں الحمدللہ مسکرا رہے تھے۔ اس واقعہ پر کم وبیش ستر سال گزر چکے ہیں لیکن میں اب بھی انہیں اپنے شہر کی جامع مسجد میں بیٹھے اور مسکراتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ (گزر گئی گزران ص 386)

قاضی عبدالعلی صاحب رحمہ اللہ کے مجرب وظائف:۔ ہمارے ایک بزرگ قاضی عبدالعلی تھے۔ (گزر گئی گزران ص 400)

قاضی عبدالعلی کو بہت سے وظائف یاد تھے۔ ان کے فوائد بھی وہ بتایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے بتایا کہ اول آخر درود شریف پڑھ کر ان گنت مرتبہ روزانہ ''یاحافظ یاحفیظ یا ناصر یا نصیر یا وکیل یارقیب یااللہ ''پڑھا جائے تو اللہ تعالیٰ رزق کے خزانے اس کیلئے کھول دیتا ہے اور کسی کو احتیاج باقی نہیں رہتی۔ (ص 402)

بکثرت کرامات کا صدور:۔ انیسویں صدی عیسوی کے ساتویں عشرے کے معروف عالم وصالح بزرگ حضرت مولانا غلام رسول (ساکن قلعہ میہاں سنگھ، ضلع گوجراں والا) ہیں۔ مولانا ممدوح سے بے شمار کرامات کا صدور ہوا۔ وہ 1291ھ (1874ء) میں فوت ہوئے۔ (گزر گئی گزران ص 430)

میں نے اپنی کتاب ''فقہائے ہند'' کی دسویں جلد میں ان کے حالات تفصیل سے بیان کیے ہیں جو کتاب کے ساٹھ صفحات میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کی بعض کرامات بھی بیان کی ہیں۔ (گزر گئی گزران ص 430)

نام کتاب:۔ برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن
مصنف:۔ مولانا اسحٰق بھٹی

وضاحت: ''حرف آغاز'' میں مولانا عبدالخالق محمد صادق (کویت) فاضل مدینہ یونیورسٹی علمائے اہلحدیث اور مولانا اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ کی علمی خدمات کو سراہتے ہوئے لکھتے ہیں: ''تاریخ اہل حدیث کا زیر نظر حصہ چونکہ علمائے اہل حدیث کی قرآنی خدمات سے متعلق ہے'' (از مرتب اثری حفظہ اللہ)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف

ابتدائی حالات:۔ قاضی ثناء اللہ 1145ھ اور 1147ھ (1733ء اور 1735ء) کے درمیانی عرصے میں پانی پت میں پیدا ہوئے۔ نہایت ذہین تھے اور ہر وقت حصول علم کی طرف متوجہ رہتے تھے۔ اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔

ابتدائی تعلیم اپنے شہر پانی پت کے اساتذہ سے حاصل کی۔ تقسیم ملک سے پہلے پانی پت صوبہ پنجاب میں شامل تھا۔ اب صوبہ ہریانہ میں شامل ہے۔ قاضی ثناء اللہ صاحب کے زمانے میں اس شہر میں مروجہ علوم کی کتابیں پڑھانے کیلئے جو اہل علم موجود تھے ان سے انہوں نے استفادہ کیا۔ بعد میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی خدمت میں دہلی گئے اور ان سے حدیث وفقہ کی تکمیل کی۔ اٹھارہ سال کی عمر میں علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل سے فارغ ہو گئے تھے۔

قاضی ثناء اللہ کی سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت:۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد شیخ محمد عابد سنامی رحمہ اللہ کے حلقہ بیعت میں داخل

ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ کے دست حق پرست پر بیعت کرنے کا شرف حاصل کیا۔ مرزا صاحب ممدوح، قاضی صاحب پر بے حد شفقت فرماتے تھے اور قاضی صاحب رحمہ اللہ ان کا انتہائی احترام بجالاتے تھے۔ (برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن ص113)

کمالِ مرشد یا مریدِ باکمال:۔ اللہ تعالیٰ نے قاضی صاحب رحمہ اللہ کو اوصاف حمیدہ سے متصف فرمایا تھا۔ تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ اپنے وقت کے تمام علوم متداولہ پر عمیق نگاہ رکھتے تھے۔ ان موضوعات پر انہوں نے عربی اور فارسی میں کتابیں تصنیف کیں، جن سے اصحاب علم فیض یاب ہوئے اور ہورہے ہیں۔ وہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ کی خدمت میں پہنچے تو مرزا صاحب ممدوح نے ان کے زہد واتقاء کی بناء پر انہیں ''علم الہدیٰ'' کے لقب سے سرفراز کیا اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ان کے علم وکمال کی وجہ سے انہیں ''بیہقی وقت'' کے خطاب سے نوازا۔ شیخ غلام علی شاہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ سے سنا، وہ قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ کو اپنے لیے ذریعہ مغفرت ٹھہراتے تھے۔ ان کے فارسی الفاظ یہ ہیں: می فرمودند اگر خدائے تعالیٰ بروز قیامت از بندہ پرسید کہ بہ درگاہ ما چہ تحفہ آوردی؟ عرض کنم ثناء اللہ پانی پتی را۔ (بحوالہ مقامات مظہری)

یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے روز مجھ سے پوچھا کہ ہمارے دربار میں کیا تحفہ لائے ہو؟ تو عرض کروں گا ثناء اللہ پانی پتی کو لایا ہوں۔
(برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن ص113 تا 114)

تفسیر کا انتساب مرشد کے نام:۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے مختلف موضوعات پر کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں ان کی تفسیر قرآن بھی شامل ہے۔ یہ تفسیر عربی زبان میں ہے اور دس ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کا نام ''تفسیر مظہری'' ہے جو انہوں نے اپنے استاذ و مرشد مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ کی طرف منسوب فرمائی ہے۔ (برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن ص115)

مولانا عبدالحق مالیر کوٹلوی رحمہ اللہ کی سندِ تصوف

مولانا ابو منظور محمد مظہر الحق عرف عبدالحق 24 شعبان 1283ھ (کیم جنوری 1867ء) کو جمعے کے روز مالیر کوٹلہ (مشرقی پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کا آغاز صوفی عبدالرحیم رحمہ اللہ سے کیا۔ بعد ازاں مولانا اشرف الدین فیروز پوری سے استفادہ کیا۔ حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے حلقہ شاگردی میں بھی رہے۔ 1305ھ (1888ء) میں حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ سے سند حدیث لی۔ 1307ھ (1890ء) میں مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ 1309ھ (1892ء) میں حضرت حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ سے قرآن وحدیث اور تصوف کی سند سے مفتخر ہوئے۔ 1310ھ میں ریاست پٹیالہ کے شہر سرہند کا عزم کیا اور وہاں سندھنی والی مسجد میں فریضۂ خطابت انجام دینے لگے۔ ان کے تین بیٹے اور ایک بیٹی۔ بیٹوں کے نام علی الترتیب محمد حسن، منظور الحق اور محمد مظہر الاسلام تھے۔ بیٹی کا نام ام الخیرات تھا۔ (برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن ص236)

تعمیل حکم مرشد میں تالیف کتاب:۔ (الہامات رحمانی وخرافات قادیانی کا مقابلہ) یہ کتاب مولانا عبدالحق رحمہ اللہ نے اپنے مرشد حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی کے ایماء پر لکھی تھی۔ حضرت مولانا لکھوی رحمۃ اللہ علیہ پہلے عالم دین تھے جنہوں نے الہامی ذریعے سے مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر و دجال قرار دیا تھا۔ (برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن ص237)

مولانا عبدالرحمٰن عاجز مالیر کوٹلوی اور عظمت مدینہ

گزرا ہوں تپتے ہوئے صحراؤں سے پیدل
آساں نظر آئی رہِ دشوار مدینہ
وہ شوق کا عالم تھا کہ تھا جوش عقیدت
پلکوں سے چنے میں نے خس و خار مدینہ

وہ کتنا حسین کتنا دلآویز سماں تھا   جس دم نظر آنے لگے آثار مدینہ
دل ڈوب گیا' کیف میں بہنے لگے آنسو   جب سامنے آئے در و دیوار مدینہ

(برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن ص254)

مولانا عبدالرحیم پشاوری اور مکتوباتِ امام ربانی:۔ مولانا عبدالرحیم نے ابتدائی تعلیم اپنے والد مولوی محمد نعیم سے حاصل کی اور مولوی صدرالدین' قاضی عبدالمجید اور مولوی غلام رسول رحمہم اللہ سے بھی حصول علم کیا۔ حدیث کی کتابیں مولانا داؤد سے پڑھیں۔ اخبار ''وکیل'' کے سب ایڈیٹر مقرر رہوئے۔ 1912ء میں لاہور تشریف لائے اور اخبار ''زمیندار'' میں مترجم کی حیثیت سے مولانا ظفر علی خاں کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ (برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن ص270)

مکتوبات امام ربانی (ترجمہ وتشریح مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی مع سوانح حضرت مجدد) (برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن ص273)

عبدالعلی صادق پوری کی سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت:۔ عبدالعلی صادق پوری کی خدمت قرآن کا طریقہ ملاحظہ ہو:

یہ ارادۃ اللہ صادق پوری کے بیٹے تھے۔ بنگال کے نواب مظفر جنگ کے عہد نظامت میں پٹنہ میں جج کے عہدے پر فائز تھے۔ زاہدانہ' فقیرانہ اور فیاضانہ طبیعت رکھتے تھے۔ نواب نے ان کو اعزازی خلعت اور بہت سے انعامات بخشے لیکن انہوں نے مسکینوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیئے' خود اپنے ہاتھ سے قرآن مجید لکھ کر گزر اوقات کرتے تھے۔ سید احمد شہید رحمہ اللہ جب پٹنہ میں تشریف لائے تھے تو دوسرے لوگوں کے ساتھ عبدالعلی صاحب نے بھی ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ صادق پور کے قائدین کے نام سید صاحب کے مکتوبات میں ان کے نام بھی ایک مکتوب تھا۔ 1245ھ (30-1829ء) میں تقریباً ایک سو سال کی عمر میں رحلت فرما ہوئے۔

(برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن ص 341 بحوالہ ہندوستان میں وہابی تحریک ص۳۷۲، ۳۷۳)

حضرت شاہ عین الحق پھلواروی رحمہ اللہ کا احترام تصوف

حضرت شاہ عین الحق پھلواری رحمہ اللہ کے متعلق مختلف اہل علم سے مختلف باتیں سنی ہیں۔ وہ پھلواری (صوبہ بہار، ہندوستان) کی خانقاہ مجیبیہ کے سجادہ نشین تھے۔ انھوں نے مسلک اہل حدیث اختیار کر لیا تھا۔ حضرت شاہ سلیمان پھلواری رحمہ اللہ کے برادر نسبتی اور شاہ محمد جعفر پھلواری کے حقیقی ماموں تھے۔ (برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن ص۴۰۹)

ارباب تصوف کا احترام اب بھی اسی طرح کرتے' جس طرح وہ دوران سجادگی میں کرتے تھے۔ (برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن ص410)

مرید کی خبر گیری:۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ کا ایک نورباف مرید بیمار ہوا۔ وہ بہت غریب' مگر بے حد دین دار تھا۔ شاہ صاحب نے اس کی عیادت کا ارادہ کیا' مگر مصنوعی اقتدار پسند اصحاب نے سخت مخالفت کی۔ شاہ صاحب چپ ہو گئے۔ دوسرے دن صبح دیکھتے ہیں کہ شاہ صاحب غائب ہیں۔ سارے گھر میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا اور جستجو شروع ہوگئی۔ آخر اسی نورباف کے ہاں اس حال میں ملے کہ وہ غریب دم توڑ رہا تھا اور آپ اس کے سر پر سورۂ یٰسین کی تلاوت فرما رہے تھے۔ (برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن ص410)

تسبیح کا استعمال فرمانا:۔ استاذ گرامی شاہ عین الحق پھلواروی رحمہ اللہ جید عالم تھے اور کامل طبیب بھی تھے۔ (برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن ص416)

آخری عمر میں تسبیح بھی رکھتے تھے۔ کہتے تھے کہ یہ بدعت بڑی اچھی ہے' کیونکہ جب ہاتھ میں ہو تو کچھ نہ کچھ اللہ کا ذکر ہو ہی جاتا ہے۔

(برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن ص410)

مولانا غلام محمد رسول قلعوی رحمہ اللہ

ارض پنجاب کے ایک معروف عالم دین مولانا غلام رسول تھے، جو ضلع گوجرانوالہ کے ایک قصبے قلعہ میہاں سنگھ کے رہنے والے تھے۔ 1227ھ (1813ء) میں پیدا ہوئے۔ کئی پشتوں سے یہ خاندان علم وعمل میں ممتاز چلا آ رہا تھا۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے اپنے عہد کے متعدد اساتذہ سے اخذ علم کیا۔ ایک دور آیا کہ حضرت مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے ان کی ملاقات ہوئی دونوں کو اللہ نے تقویٰ اور روحانیت کی دولت سے بہرہ وافر عطا فرمایا تھا۔ اس بناء پر دونوں میں محبت اور گہرے روابط کا رشتہ قائم ہوگیا۔ دونوں بزرگ اولیاء اللہ تھے۔

دونوں نے باہم مشورہ کر کے علم حدیث پڑھنے کا عزم کیا۔ یہ 1857ء کی جنگ آزادی سے پہلے کی بات ہے۔ اس وقت دہلی میں حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کی مسند تدریس حدیث آراستہ تھی۔ دونوں بزرگ امرتسر سے دہلی کو روانہ ہوئے۔

امرتسر سے دہلی تک کا سفر آٹھ دن میں طے کیا اور حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ سے حدیث کی کتابیں پڑھنا شروع کیں۔ (برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن ص 422)

حضرت میاں سید نذیر حسین رحمہ اللہ نے ان کی سند پر لکھا تھا کہ مولوی عبداللہ المعروف غلام رسول رحمہ اللہ نہایت ذہین و بے حد نیک اور بلند اخلاق و عالی کردار شخص ہیں۔ یہ سند ماہ ربیع الثانی 1279ھ (اکتوبر 1862ء) کو تحریر فرمائی گئی۔ یعنی سال تعلیم سے چھ سال بعد اس کا اجراء ہوا۔ اس سے نو دس سال بعد 1288ھ (1872ء) کو انہوں نے حج بیت اللہ کیا۔

اجابتِ دعا اور کرامات کے چند واقعات

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کا سلسلہ درس بھی جاری تھا بہت سے حضرات نے ان سے حصول علم کیا۔ وہ مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ ان کی باتوں کے اثرات اور قبولیتِ دعا کے حیرت انگیز واقعات ان کے سوانح نگار نے بھی بیان کیے ہیں اور عام لوگوں سے بھی سننے میں آئے ہیں ان بہت سے واقعات میں تین واقعات یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

وعظ ولی کے غیر مسلموں پر اثرات:۔ 1۔ ایک دن مولانا غلام رسول رحمہ اللہ لاہور میں وعظ فرما رہے تھے۔ دو گورے عیسائی، چند سکھ اور ہندو بھی مجلس وعظ میں موجود تھے۔ وعظ میں انہوں نے سورۂ مریم کی چند آیات تلاوت کیں اور حبشہ کے بادشاہ ہرقل کے دربار میں قریش مکہ کی سفارت کا ذکر کیا۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہٗ سے ہرقل نے جس انداز سے بات کی تھی اس کا ذکر کیا اور کلمہ شہادت کے بارے (میں) بتایا تو ساتھ ہی اس طرح زوردار اور پرکشش آواز میں کلمہ شہادت پڑھا کہ سننے والوں میں ایک تہلکہ بپا ہوگیا اور ہندو 'مسلمان' گورے عیسائی اور سکھ شدت تاثر سے تڑپ اٹھے۔ اس وعظ میں جتنے غیر مسلم موجود تھے، سب مسلمان ہو گئے۔ (برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن 424)

ہندو عورت کا مسلمان ہو جانا:۔ 2۔ لاہور ہی کا واقعہ ہے کہ مولانا ممدوح فجر کی نماز سے فارغ ہو کر وضو کرنے کی جگہ پر بیٹھے تھے کہ ایک سکھ عورت ''واہ گرو، واہ گرو'' کہتی ہوئی وہاں سے گزر رہی تھی۔ مولانا نے فرمایا'' وحدہٗ وحدہٗ '' کہو۔ اس عورت کی زبان پر اسی وقت واہ گرو واہ گرو کی بجائے'' وحدہٗ وحدہٗ '' کے الفاظ جاری ہو گئے۔ اسی طرح کہتی ہوئی گھر آ گئی۔ گھر والوں نے اسے بہت سمجھایا بھی اور مارا پیٹا بھی مگر وہ باز نہ آئی اور مسلمان ہوگئی۔ (برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن ص 424)

نگاہ ولی کی تاثیر:۔ 3۔ ایک مرتبہ ضلع گجرات (پنجاب) میں کہیں سفر پر جا رہے تھے کہ ایک سکھ ادھر سے آیا اور اس نے ان سے پوچھا ''ڈنگا'' کا راستہ کون سا ہے؟ فرمایا: مجھے ڈنگوں کا راستہ تو آتا نہیں البتہ سیدھوں کا راستہ معلوم ہے۔ اس نے کہا سیدھوں کا ہی بتا دو۔ فرمایا سیدھوں کا راستہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ''۔ ادھر مولانا کی زبان سے یہ کلمہ نکلا اور ادھر سکھ کی زبان سے جاری ہوگیا اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔ (برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن ص 424)

مولانا غلام رسول (قلعوی رحمہ اللہ) نے کئی کتابیں تصنیف کیں۔ انہوں نے ٹھیک 63 سال عمر پا کر 1291ھ (1874ء) کو جنت الفردوس کی راہ لی۔ (برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن ص425)

وضاحت: ہمارے اسلاف و اخلاف پر منکر کرامات اور گستاخان اولیاء کا الزام لگانے والے انصاف کے دن ان باکمال لوگوں کے سامنے کیا جواب دیں گے......!!! (از مرتب اثری)

مولانا محمد سلیمان روڑوی کی بیعتِ اصلاح:۔ ہندوستان کے صوبہ ہریانہ کے ضلع حصار کی تحصیل سرسہ میں ایک قصبہ روڑی ہے، جو کسی زمانے میں ایک عالم دین اور صاحب تقویٰ بزرگ مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ کا مسکن تھا۔ ان کے صاحب زادے مولانا حکیم عبداللہ تھے جو طب کی بہت سی کتابوں کے مصنف تھے۔ مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ نے حضرت حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ سے فیض حاصل کیا تھا اور حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ سے بیعت تھے۔

مولانا محمد عبدہ الفلاح فرماتے ہیں کہ حکیم عبداللہ مرحوم نے ان سے بیان کیا کہ: ''تحصیل سرسہ میں سب سے پہلے میرے والد مولوی محمد سلیمان اہل حدیث ہوئے تھے، جنہوں نے امام عبدالجبار رحمہ اللہ کی بیعت کی اور حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ سے مستفیض ہوئے۔'' مولانا محمد سلیمان کے جو حالات میسر آئے میں نے اپنی کتاب ''قافلۂ حدیث'' میں تحریر کر دیئے ہیں وہ صالحیت و تدین اور علم و عمل کی وجہ سے علاقے میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔ ان کے شب و روز کا زیادہ تر حصہ مسجد میں گزرتا تھا۔ کثیر تعداد میں لوگ ان کی خدمت میں حاضری دیتے اور حصول فیض کرتے تھے۔

مریدِ باکمال کا طریقہ وعظ:۔ ان (مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ) کا انداز وعظ اور طریق تبلیغ عام واعظین و مبلغین سے مختلف تھا۔ وہ نرم الفاظ میں بات کرتے اور لوگوں کو ان کے ذہنی سانچے کے مطابق دینی مسائل سمجھانے کی کوشش فرماتے تھے۔ ان کا واسطہ زیادہ تر دیہات کے ان پڑھ یا نیم خواندہ لوگوں سے پڑتا تھا۔ چنانچہ وہ انہی کی بولی میں اور انہی کی استعداد فہم کے مطابق ان سے مخاطب ہوتے تھے۔ مشکل بات کر کے انہیں مشکلات میں نہیں ڈالتے تھے۔

وہ مستجاب الدعوات عالم دین تھے اور ان کی زبان میں بے حد اثر تھا۔ لوگ اپنی مشکلات ان سے بیان کرتے اور دعا کی درخواست لے کر آتے، وہ اللہ کے حضور ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے اور اللہ ان کی دعا کو شرف قبولیت بخشتا۔ (برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن ص572)

قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ

شیخ نقشبندیہ سے عقیدت:۔ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری کا مختصر سلسلہ نسب یہ ہے محمد سلیمان بن احمد شاہ بن باقی باللہ بن معزالدین......!

قاضی صاحب کے پڑدادا قاضی معزالدین رحمہ اللہ کا اصل وطن موجودہ جغرافیائی اعتبار سے ہندوستان کے ضلع فرید کوٹ کا ایک گاؤں بڈھیمال تھا۔ وہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمہ اللہ کے حلقہ عقیدت سے تعلق رکھتے تھے۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ان کو منصور پور جانے اور اسے مرکز بنا کر اس علاقے میں تبلیغ دین کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہاں آ کر وہ تبلیغ میں مشغول ہو گئے۔ ان کے بیٹے قاضی باقی باللہ رحمہ اللہ نے بھی باپ کے ساتھ اللہ کے دین کی نشر و اشاعت کا سلسلہ جاری رکھا۔

تقسیم ہند سے قبل منصور پور ریاست پٹیالہ میں بھٹنڈا انبالہ ریلوے لائن پر پٹیالہ سے 23 میل کے فاصلے پر تھا۔ قاضی صاحب کے والد قاضی احمد شاہ نہایت صالح اور متدین بزرگ تھے۔ (برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن ص574)

وضاحت: شاہ غلام علی رحمہ اللہ سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ ہیں آپ کو مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ سے بیعت

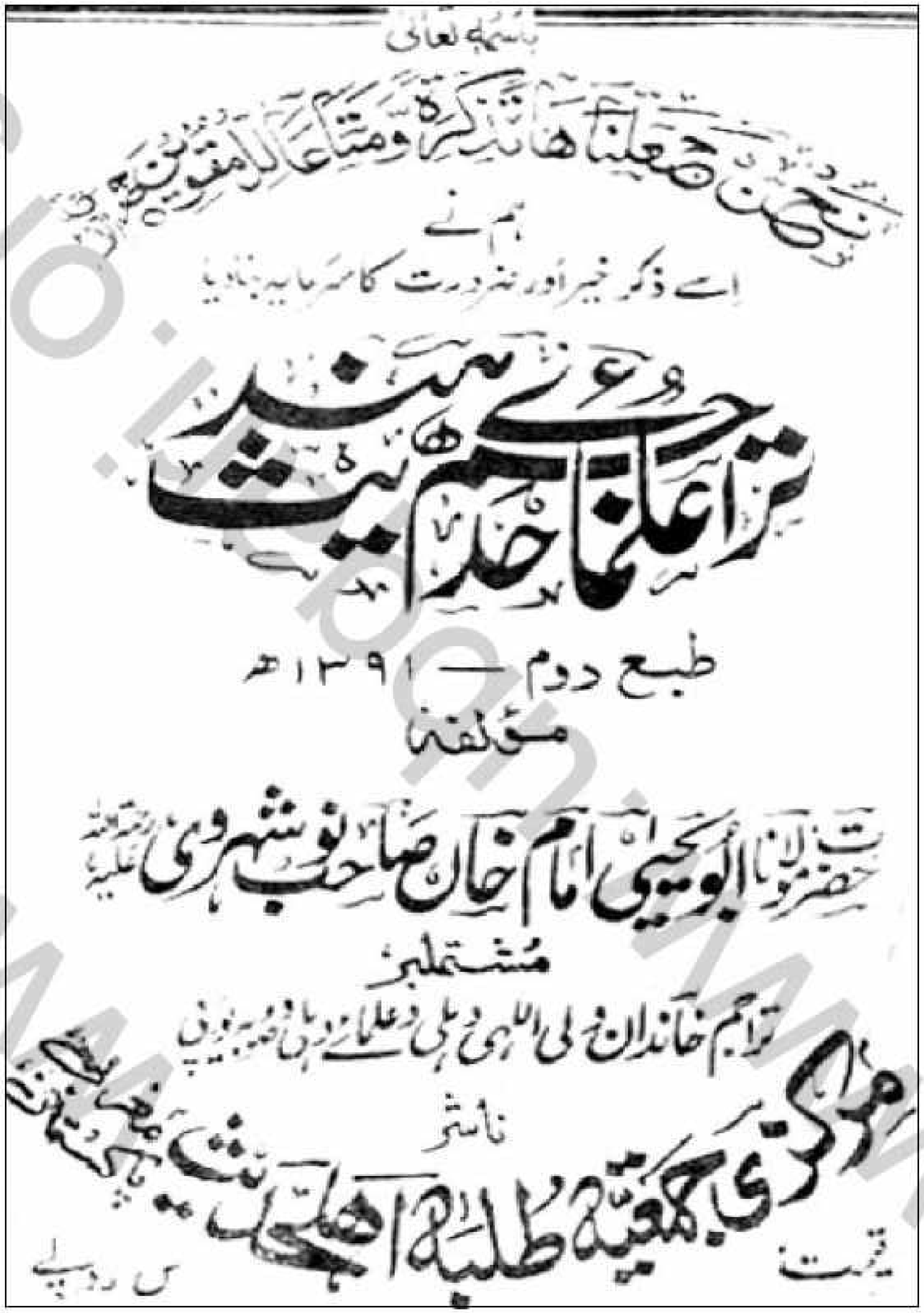
باسمہ تعالیٰ

نحن جعلناها تذكرة ومتاعا للمقوين

ہم نے
اسے ذکر خیر اور ضرورت کا سرمایہ بنا دیا

تراجم علمائے حدیث ہند

طبع دوم — ۱۳۹۱ھ

مؤلفہ

حضرت مولانا ابو یحییٰ امام خان صاحب نوشہروی رحمۃ اللہ علیہ

مشتمل بر
تراجم خاندان ولی اللہی دہلی و علمائے دہلی و صوبہ جات

ناشر

مرکزی جمعیۃ طلبۃ اہلحدیث مغربی پاکستان

قیمت ۵ روپے

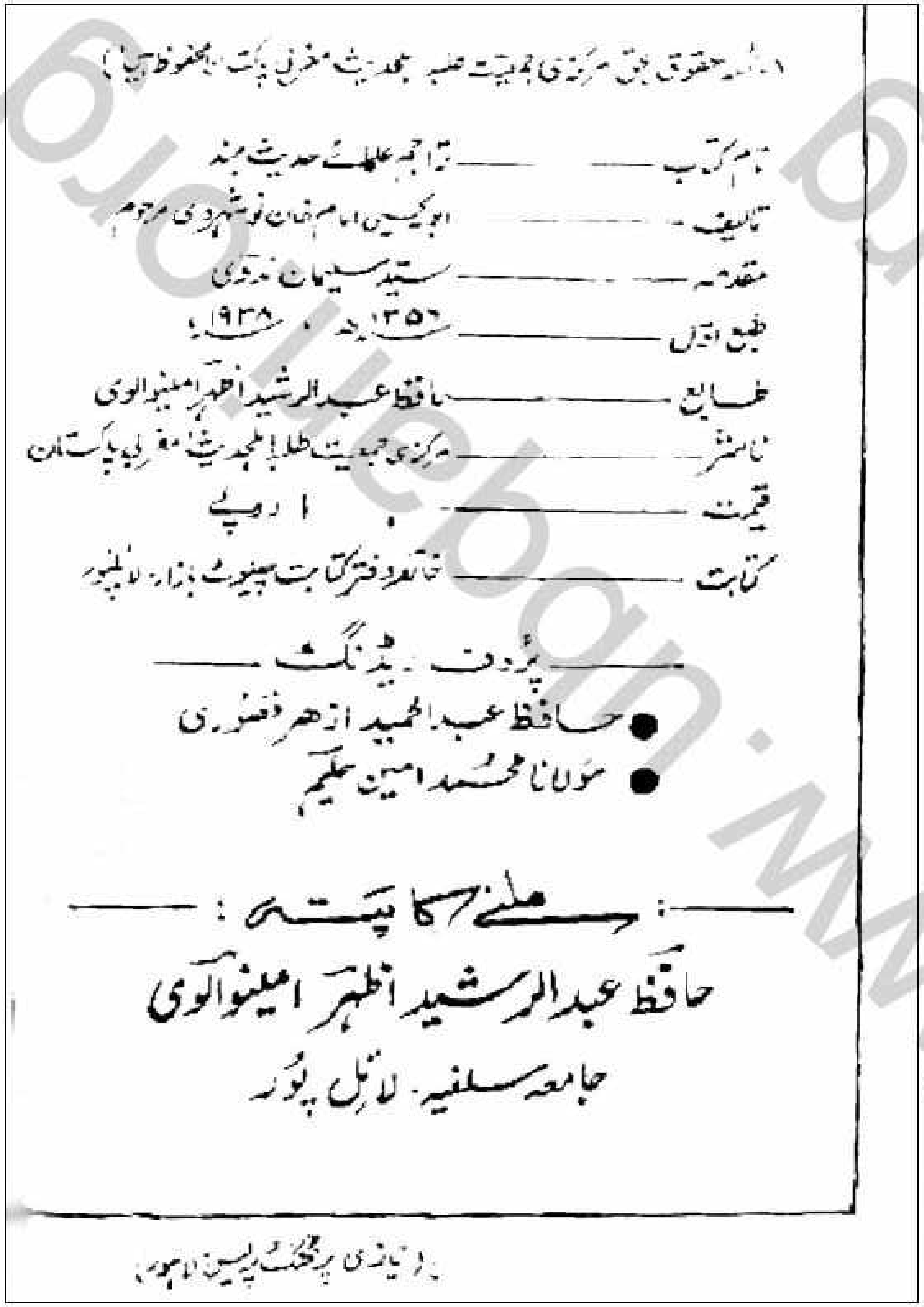
(جملہ حقوق بحق مرکزی جمعیت طلبہ اہلحدیث مغربی پاکستان محفوظ ہیں)

نام کتاب ——— تراجم علمائے حدیث ہند
تالیف ——— ابو یحییٰ امام خان نوشہروی مرحوم
مقدمہ ——— سید سلیمان ندوی
طبع اول ——— ۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۸ء
طابع ——— حافظ عبد الرشید اظہر امینوالوی
ناشر ——— مرکزی جمعیت طلباء اہلحدیث مغربی پاکستان
قیمت ——— ۱۰ روپے
کتابت ——— تا محمود فتر کتابت چنیوٹ بازار لائلپور

——— پروف ریڈنگ ———
- ● حافظ عبد الحمید ازہر قصوری
- ● مولانا محمد امین حکیم

——— ملنے کا پتہ : ———

حافظ عبد الرشید اظہر امینوالوی
جامعہ سلفیہ ۔ لائل پور

(نیازی پرنٹنگ پریس لاہور)

تصوف میں خلافت حاصل ہے۔ (از مرتب اثری)

مولانا ہدایت اللہ نوشہروی رحمہ اللہ کی بیعتِ اصلاح:۔ مولانا ہدایت اللہ ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں ''نوشہرہ ککے زیاں'' کے رہنے والے تھے' اور ککے زئی برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ والد کا نام بسے خاں تھا۔ مولانا کے آباؤ اجداد اپنے گاؤں میں گرم چادریں بننے کا کام کرتے تھے۔ مولانا ممدوح اپنے خاندان کے اولین شخص تھے' جنہوں نے دینی تعلیم حاصل کی اور حصول کیلئے بے حد جدوجہد فرمائی۔ ابتداء میں اپنے گاؤں کے بعض افراد سے چند ابتدائی کتابیں پڑھیں پھر سیالکوٹ آئے اور وہاں کے اہل علم سے مستفید ہوئے۔ بعد ازاں لاہور کا عزم کیا اور بعض حضرات سے اخذ فیض کیا۔

اس وقت دہلی میں حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کی مسند درس آراستہ تھی۔ لاہور سے پیدل دہلی گئے اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے۔ وہاں تعلیم مکمل کی اور میاں صاحب رحمہ اللہ سے سند حدیث لی۔ یہ 1857ء کی جنگ آزادی سے تھوڑا عرصہ بعد کا واقعہ ہے۔ دہلی ہی میں شریفی خاندان کے اطباء سے طب کی تعلیم حاصل کی۔

دہلی سے واپسی پر امرتسر آئے اور حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ حضرت سید صاحب اور ان کے صاحبزادۂ گرامی قدر حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا۔

(راولپنڈی) کی مسجد اہل حدیث میں خطابت و امامت کا فریضہ بھی انجام دیتے رہے۔ (برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن ص 679)

نام کتاب:۔ تراجم علمائے اہلحدیث.... مصنف:۔ حضرت مولانا ابویحیٰ امام خان صاحب نوشہروی

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف

خاندانی اسلاف کا ذوق تصوف:۔ اس خاندان کے جو بزرگ سب سے پہلے ہندوستان میں وارد ہوئے وہ شیخ شمس الدین مفتی تھے جو غالباً اسلامی حکومت کے آغاز ہی میں یہاں آ گئے۔ رہتک میں قیام فرمایا یہ اس وقت بھی ایک بارونق شہر تھا۔ شیخ ممدوح علوم ظاہری و باطنی دونوں کے حامل اور صاحب کشف بزرگ تھے۔ جیسا کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ (حضرت ولی اللہ) اپنے رسالہ ''امداد'' الخ میں فرماتے ہیں۔ (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۴۰)

شیخ وجیہہ الدین (شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کے دادا) عالم دین اور صاحب حال ہونے کے ساتھ ایک بہادر سپاہی بھی۔

(تراجم علمائے اہلحدیث ص ۴۱)

ان بزرگوار (شیخ وجیہہ الدین مرحوم) کے صاحبزادے سے شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمہ تھے۔ جن کے ۶۰ برس کی عمر تک اولاد نہ تھی اور اسی عہد میں آپ کو متعدد بار اولاد کی بشارتیں ہوئیں مگر اہلیہ کا آغاز پیری بھی ہو چکا تھا آخر آپ نے ابوالرضا شیخ محمد صاحب رحمہ اللہ (متوفی ۷ المحرم ۱۱۱۰ھ کی صاحبزادی سے عقد کر لیا، اس نیک بخت خاتون کے بطن سے جو مولود مسعود متولد ہوا، شاہ عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ نے ان بشارتوں کی بناء پر ولی اللہ نام رکھا خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ سے عقیدت کی وجہ سے دوسرا نام قطب الدین رکھا اور مادۂ تاریخ کی مناسبت سے عظیم الدین (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۴۲)

بیعتِ اصلاح و خلافت:۔ اپنے والد ماجد مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ کے علاوہ شیخ ابوطاہر ممدوح سے شیخ احمد شناوی سے، شیخ احمد قشاشی سے، سید عبدالرحمٰن ادریسی (المشہور رمجوب) سے، شیخ عیسیٰ جعفری مغربی سے، شیخ شمس الدین محمد بن عربی باہلی اور شیخ ابراہیم کردی مدنی سے شیخ حسین شیخ احمد النخلی اور شیخ عبداللہ بن سالم بصری سے رحمہم اللہ ان حضرات سے یہ شرف زمانہ قیام حجاز میں نصیب ہوا اور جب شاہ عبدالرحیم صاحب آپ کی تربیت روحانی پر متوجہ ہوئے تو اس وقت آپ کی عمر کا ۱۵واں سال شروع تھا جب ۱۷ سال کی عمر تک پہنچے تو آپ کے والد علیہ الرحمہ نے آپ کو بیعت و ارشاد کی اجازت مرحمت فرما دی اور خود اسی سال میں اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔ آپ رحمہ اللہ کی رحلت کے

بعد شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے ۲۵ سال تک اس مسند علم وارشاد کو مزین فرمایا اور آپ کے سفر آخرت پر آپ کے چاروں بیٹے اس محفل علم وعمل کی زینت کا سبب بنے آخر میں آپ کے پوتے مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ نے اس بزم کو اپنے خون سے لالہ گوں کر دیا۔ (ص۴۴)

مثالی خاندان:۔ حضرت والا جاہ السید نواب صدیق حسن خاں علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

اور اس خاندان کا ہر ایک فرد اپنے اسلاف اور اعمام کی طرح عالم دین صاحب مرتبت حکیم وفقیہہ تھا۔ کیوں نہ ہوتا یہ حضرات علم وعمل میں یکتائے زمانہ ہونے کے ساتھ نسب عالی فاروقی کے بھی تو حامل تھے۔ ولیکن کس قدر افسوس ہے کہ چیرہ دست زمانہ کی شوخی نے اس خاندان کو ایک سرے سے صفحۂ ہستی سے کھوڈالا۔ ’’انا لله وانا اليه راجعون‘‘۔

اس بیت العلم کے تمام افراد جملہ علوم نقلیہ وعقلیہ میں کامل ہونے کے ساتھ مشائخ وقت بھی تھے حتیٰ کہ ہندوستان بھر میں کوئی ایک گھرانہ بھی اس کا ہم پلہ نہ ہوسکا اور ایک وہ خاندان ہے جو معقولات میں کچھ اس طرح مشہور رہا کہ عوام بغیر سوچے سمجھے اس پر جھکنے لگے تو کون سی تعجب کی بات ہے‘‘۔ (تراجم علمائے اہلحدیث ص۴۵)

شاہ ولی اللہ صاحب نے نشر حدیث وفہم قرآن کے وہ وہ سامان بہم پہنچائے کہ جن کی بدولت مسلمانوں کے کان قال الله وقال الرسول سے حقیقی معنوں میں آشنا ہونے لگے۔ متفقہین (ہند) کا شور وغوغا کم ہونا شروع ہوا علمائے مصنفین نے اپنی تحریروں میں حدیث وتفسیر کو بھی جگہ دینا شروع کی ’’مدرسہ رحیمیہ دہلی‘‘ حدیث کا ادارۂ اولین تھا جس میں نصف صدی تک تو حضرت حجۃ اللہ البالغہ نے حدیث وتوابع حدیث پڑھائے، آپ کے بعد آپ کے جانشین ’’وخلیفہ بلافصل‘ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث رحمہ اللہ (حضرت کے فرزند اکبر) نے اسی مدرسہ میں ان علوم کی تجدید کی اور اس وقت مدرسہ کا نام شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ صاحب کا مدرسہ تھا۔ (تراجم علمائے اہلحدیث ص۶۰)

شاہ صاحب کی تصنیفات:۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تصانیف کی تعداد 127 تھی مگر زمانے کی دست بُرد نے پوری طرح محفوظ نہ رہنے دیں کہ بہت سی کتابوں کے تو نام بھی مٹا دیئے اس وقت ان میں سے بقدر ۵۱ ایسی کتابیں ہیں جن سے بقدر نصف کے ملتی ہیں اور باقی ابھی تک نایاب ونادر۔

تصوف پر علمی خدمات:۔ ۱۔ ھوامع شرح حزب البحر (دعائے حزب البحر کی شرح وخصوصیات) ۲۔ الدر الثمين في مبشرات النبي الكريم ۳۔ سطحات (عربی) ۴۔ شرح رباعیتین (خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ کی ۲ رباعیوں کی شرح) ۵۔ فیوض الحرمین (حرمین سے واپسی پر الہامات ومبشرات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل کتاب) ۶۔ العطیتہ الصمدیہ ۷۔ الانفاس المحمدیہ ۸۔ لمعات (عربی) ۹۔ ھمعات (فارسی) ۱۰۔ الخیر الکثیر (عربی) ۱۱۔ تفہیمات ۱۲۔ شفاء القلوب (عربی) ۱۳۔ زہراوین (عربی) ۱۴۔ عوارف ۱۵۔ القول الجمیل (عربی) ۱۶۔ الطاف القدس ۱۷۔ تاویل الاحادیث ۱۸۔ فیض عام (فارسی) ۱۹۔ مکتوبات المعارف (فارسی) ۲۰۔ رسالہ مکتوب مدنی (تراجم علمائے اہلحدیث ص۶۹، ۷۰)

شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ کی بیعت تصوف:۔ شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ کی بیعت محدث ابن حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ محدث سن وفات ۱۲۲۷ھ: امیر المؤمنین سید احمد صاحب بریلوی رحمہ اللہ سے آپ بھی بیعت تھے مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے آپ سے حدیث پڑھی۔ (تراجم علمائے اہلحدیث ص۸۶)

سیدنا محمد اسمٰعیل شہید ابن شاہ عبدالغنی کا ذوق تصوف

میاں اسمٰعیل رحمہ اللہ اور مولوی عبدالحئ رحمہ اللہ نے ایک نوجوان سید کی بیعت کر لی تو تمام شہر سید صاحب رحمہ اللہ کو دیکھنے کے لیے امنڈ آیا کہ ان صاحبوں نے جس کو اپنا امام تسلیم کر لیا ہے وہ کیسا انسان ہے۔

مبایعین میں تمام ولی اللہ خاندان بشمول حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمہ اللہ ومولانا محمد مخصوص اللہ .... یہاں یہ بیان کر دینا ضروری

ہے کہ سید صاحب کا سلسلہ بیعت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ سے ہی شروع ہوتا ہے۔

شاہ اسمعیل شہید رحمہ اللہ نے علم تصوف پر ایک نہایت مایہ ناز علمی کتاب "عبقات" تحریر فرمائی جسکا مختصر تعارف تراجم اہلحدیث کی زبانی سنئے:

علم تصوف پر مایہ ناز کتاب "عبقات":۔ عبقات علم تصوف کی کتاب ہے جس میں بہت سے مسائل علم کلام کے بھی آ گئے ہیں خوبی یہ ہے کہ کلام وتصوف کے مسائل کو بدیہات ومسلمات کی روشنی میں کتاب وسنت کے مطابق حل کیا ہے اور نہایت دقت نظر سے ان کو طے کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں ایک مقدمہ چار اشارہ اور ایک خاتمہ ہے۔

مقدمہ میں ۴ عبقات ہیں عبقہ اولیٰ میں علم کے اسباب وذرائع بتائے۔ عبقہ ثانیہ میں یہ بتایا ہے کہ علم نقلی نظریات سے ہے موجودہ حالت میں نظری علم معتدبہ کے اسباب ۳ ہیں تعقل، نقل، کشف ان میں سے ہر ایک میں خلل واقع ہوسکتا ہے لیکن جب خلل سے ہر ایک پاک ہوتو ان میں باہم تناقض نہیں ہوتا۔ عبقہ ثالثہ میں اس بات کی تردید ہے کہ نقل مفید یقین نہیں ہوتی فرماتے ہیں

"قد تفوه بعض من لم يرزق الفهم بامر فظيع ان النقل لايفيد العلم القطعي" (عبقات ۷ ص۶) ترجمہ: "بعض ایسے لوگوں نے جن کو سمجھ نہیں عطا کی گئی ہے ایک بہت بری بات کہی ہے کہ نقل علم قطعی یقینی کو مفید نہیں۔

عبقہ رابعہ میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ الہام سے بھی یقین حاصل ہوتا ہے، مقدمہ کے بعد کتاب کے عنوانات "اشارہ" کے لفظ سے شروع ہوتے ہیں پہلے اشارہ میں ۴۳ عبقات ہیں اور ایک خاتمہ آخر میں تنزل وجود حقیقی کے مراتب کا بیان ہے اور فرماتے ہیں:

"قد ظهران مراتب التحقيق ستة التحقيق نفسه بشرط لاوهولا هوت وسماه الامام الربانى لايقين" (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۵۴)

ترجمہ: یہ بات ظاہر ہے کہ تحقیق کے ۶ مرتبے ہیں تحقیق نفس بشرط لا اور یہی لاہوت ہے اور اسی کا نام امام ربانی نے لایقین رکھا ہے۔"

(تراجم علمائے اہلحدیث ص ۵۴)

اس کے خاتمہ میں صفات کے متعلق بہت مفید بحث ہے۔

دوسرے "اشارہ" میں ۲۵ عبقے اور ایک خاتمہ ہے اس میں تجلیات کی بحث علمائے ادیان کے لئے قابل دید ہے۔......

چوتھے "اشارہ" میں بھی ۱۲ عبقات ہیں، ان میں مراتب کمال نفس کی بحث ہے، اور معرفت قرب النوافل وقرب الفرائض کو ایک خوبی کے ساتھ بیان فرمایا، خاتمہ پر ارشاد ہوا۔

خلاصہ یہ کہ مولانا رحمہ اللہ کی یہ کتاب ان کے کمال دقت نظر اور عقلی ونقلی علوم کے مہارت کاملہ کی شہادت ہے۔ (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۱۱۹)

شاہ محمد مخصوص اللہ کی بیعت اور ذوق گوشہ نشینی:۔ شاہ محمد مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ متوفی ۱۲۷۳ھ =۱۸۵۷ء: مقدس بزرگ زاہد و عابد شب زندہ دار تدریس وتعلیم کے سوا کوئی مشغلہ نہ تھا اور یہ بزم روشن کی مسجد واقعہ قاضی واڑہ میں منعقد تھی عامل آمین ورفع الیدین تھے۔ (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۱۲۴)

طبیعت زیادہ تر عبادت دوست اور مزاج زہادت پرست واقع ہوئی تھی اس لئے آخر عمر میں سر رشتہ تدریس ہاتھ سے دے کر گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی اور ہمیشہ عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے، آپ کے اوقات اس درجہ مجموع تھے کہ شاید سلف صالحین کے زمرہ میں اولیائے کرام کے اوقات ایسے ہوں گے اور چونکہ آپ کی ساری ہمت عبادت الٰہی اور تقویٰ شعاری میں مصروف تھی۔

امیر المؤمنین سید احمد بریلوی رحمہ اللہ سے بیعت تھے۔ (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۱۲۵)

شاہ عبدالحیٔ بڈھانوی رحمہ اللہ کی بیعت اصلاح: شاہ عبدالحیٔ شہید بڈھانوی ثانی اثنین سیدنا شاہ محمد اسماعیل شہید متوفی ۸/شعبان ۱۲۴۳ = ۱۸۲۸ء (عدد ۱۲)۔ شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ اور مولانا عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ سے تکمیل علوم وفقہ وحدیث کی اور شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے خلافت بھی عطا فرمائی۔ (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۱۳۲)

سفر حجاز میں قاضی شوکانی امام محمد بن علی نے آپ کی شہرت علم وفضل سن کر اپنی تمام تصانیف مع سند واجازۂ حدیث از خود پیش کیں۔ سیدنا محمد اسمٰعیل رحمہ اللہ سے باہم محبت اس قسم کی تھی کہ دونوں ساتھ ساتھ پڑھے، ایک ہی امام کے ربقہ بیعت سے مشرف ہوئے دونوں کا متقصد زیست تجدید دین واعلائے کلمۃ اللہ تھا۔

آپ کی بیعت کا ماجرا یہ ہے کہ جب امیر المؤمنین السید احمد رحمہ اللہ دہلی تشریف لائے تو آپ انہیں سیر کیلئے دریا (جمن) کی طرف لے گئے اور اپنے اقتداء میں دو رکعت نماز نفل پڑھادی جس کے کیف سے متاثر ہو کر پھر کسی اور جگہ کے نہ رہے، امام حج بیت اللہ کے لئے گئے، تو آپ بھی ہمراہ تھے، تبلیغ کے لئے سیاحت فرمائی تو آپ ساتھ تھے، جہاد کے لئے نفیر عام ہوا، تو حضرت الامام رحمہ اللہ کے گھوڑے کی ایک رکاب پر سیدنا اسماعیل شہید کا ہاتھ تھا۔ تو دوسری رکاب سیدنا عبدالحئی پکڑے تھے۔ (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۱۳۳)

شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف

متصوفین علماء سے کسب علم: (شیخ الکل میاں نذیر حسین کی) تشنگی علم بڑھنے لگی مگر گھر سے نکلے پیاس نہ بجھ سکتی تھی اور گھر میں عسرت مسلط تھی جس کی وجہ سے والد سے سفر کی اجازت طلب کرنا بے سود تھا مگر تاہم کہ اپنے ہم عمر طالب علم بشیر الدین عرف مولوی مراد علی سے مل کر ان کے حفظ امانت کا اندازہ کرتے رہے، جب یقین ہو گیا تو ان سے ایک روز قسم لے کر راز کہہ ہی دیا۔ انہیں بجائے خود یہ لگن تھی۔ دونوں نے مشورہ کیا کتابوں کی گٹھڑی بغل میں دبا کر رات کو گھر سے چل نکلے اور صادقپور رملہ نمو ہیہ مولوی شاہ محمد حسین رحمہ اللہ (یہ صاحب مولوی ولایت علی کے خلیفہ تھے) کی درسگاہ میں پہنچے اس وقت صوبہ بہار کا یہی مرکزی مدرسہ تھا۔ یہاں دونوں نے مشکوۃ شریف وترجمہ قرآن مجید پڑھا یہ ۱۲۳۷ھ کا واقعہ ہے۔ اور عمر کے ۱۷ویں سال کی روئیداد، صادقپور صرف ۶ مہینے ٹھہرے اسی دوران میں امام الوقت حضرت السید احمد بریلوی رحمہ اللہ کا قافلہ پٹنہ وارد ہوا۔ جمعہ کی نماز پولیس لائن میں ہوئی۔ سیدنا شہید دہلوی رحمہ اللہ نے وعظ کیا یہاں میاں صاحب ان حضرات سے ملتے رہے یہ صحبتیں آخر کار دہلی کی طرف کھینچنے لگیں اس وقت مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کہ سید احمد بریلوی رحمہ اللہ کے بھی امام ومرشد تھے۔ بقید حیات موجود تھے۔ جن سے استفادہ کے شوق نے اور بھی بے قرار کر دیا۔ (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۱۳۸)

اب ۱۲۴۳ء میں دہلی میں نزول فرمایا۔ حضرت محمد اسحاق (خلیفہ ونواسہ) حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کا فیضان علم وعمل جاری تھا۔ مگر اس وقت آپ شامل حلقہ ہونے کی قابلیت نہ رکھتے تھے۔ اس لئے ابتداء دوسرے اساتذہ سے اکتساب کیا۔ (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۱۳۸)

صوفیائے متقدمین کی عزت واحترام: میاں صاحب مرحوم علمائے متقدمین کی بہت عزت کرتے۔ شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کا نام ''شیخ اکبر'' اور اکثر ''خاتم الولایۃ المحمدیہ'' کے خطاب کے ساتھ پکارتے اور اس پر علامہ قاضی بشیر الدین قنوجی رحمہ اللہ (استاد جناب السید نواب صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ والی بھوپال) کہ ابن عربی رحمہ اللہ کے اشد مخالفین میں سے تھے اور ابن عربی رحمہ اللہ کی برتری و بزرگی کے روادار نہ تھے۔ میاں صاحب سے صرف شیخ اکبر رحمہ اللہ پر مناظرہ کرنے کیلئے دہلی تشریف لائے، ۲ ہفتے متواتر گفتگو جاری رہی، مگر میاں صاحب نے شیخ اکبر رحمہ اللہ کا احترام ہاتھ سے نہ دیا، اور آخر کار قاضی صاحب بھی آپ سے متفق ہو گئے۔

اسی طرح علامہ شمس الحق ڈیانوی رحمہ اللہ نے بھی کئی روز شیخ اکبر رحمہ اللہ پر آپ کے ساتھ مناظرہ کیا اور دوران گفتگو میں ''فصوص الحکم'' پیش کرتے رہے۔ میاں صاحب نے پہلے تو اور طریقوں سے سمجھایا مگر جب دیکھا کہ آپ کسی طرح نہیں مانتے تو فرمایا کہ ''فتوحات مکیہ'' شیخ اکبر کی آخری تصنیف ہونے کی وجہ سے ان کی تمام کتابوں کی ناسخ ہے اس پر مولانا شمس الحق صاحب رحمہ اللہ حقیقت کو پا کر خاموش ہو گئے۔

(تراجم علمائے اہلحدیث ص ۱۴۶)

حفیظ اللہ خان رحمہ اللہ (متوفی ماہ شعبان ۱۳۲۴ھ)

نسبت اتحادی اور مقبول دعا:۔ مولد وطن دہلی، ۹ برس کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا، آپ کے والد مرحوم گاماں خاں جن کو شاہ عبدالقادر

صاحب رحمہ اللہ سے شرف ارادۃ ونسبت بیعت حاصل تھی، ایک مرتبہ ان کو حضرت کی خدمت میں لے جا کر درخواست کی کہ اس بچے کا قرآن سنیے، شاہ صاحب نے ایک مشکل رکوع کا ارشاد کیا جسے انہوں نے صاف پڑھ دیا، حضرت بہت خوش ہوئے اور تین مرتبہ ان کو سینے سے لگا کر دعا کی، جس کے اثر سے زمانہ کے مشہور واعظ اور عالم باعمل مولوی حفیظ اللہ خاں رحمہ اللہ کے نام سے موسوم ہوئے۔ (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۱۵۸)

قاضی ثناء اللہ نقشبندی پانی پتی رحمہ اللہ (متوفی رجب ۱۲۲۵)

بیہقی وقت کی بیعت اصلاح:۔ کبیر الاولیا شیخ جلال الدین رحمہ اللہ کی ۱۰ ویں پشت سے تھے، ۷ برس کی عمر میں قرآن کریم حفظ کرلیا اور ۱۶ ویں برس میں جملہ علوم (عقلیہ ونقلیہ) پر حاوی ہو گئے، تکمیل حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ سے اور بیعت ولی شاہ محمد عابد سناعی سے کی، ان کے وصال پر حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جس طرح شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ محدث (دہلوی) نے آپ کو بیہقی وقت کا خطاب بخشا اسی طرح مرزا صاحب (مظہر جان جاناں رحمہ اللہ نے آپ کو علم الہدی کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۱۸۸)

نقشبندی مجددی معارف کی باکمال ہستی:۔ درس وتدریس نے پوری شہرت نہیں پائی مگر تصنیف وتالیف اور حقائق ومعارف مجددیہ کے بیان میں آپ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سب سے فائق ہیں۔ (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۱۸۹)

''شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ آپ کو ''بیہقی وقت'' اور آپ کے پیر حضرت مرزا جانجاناں رحمہ اللہ آپ کو ''علم الہدی'' فرماتے تھے، اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی مجتہدانہ شان اگر آپ کے کسی شاگرد میں نمایاں ہے تو وہ صرف آپ کی ذات گرامی ہے۔ (ص ۱۸۹)

یوں تو آپ رحمہ اللہ کی بہت سی تصانیف ہیں مگر ''تفسیر مظہری'' عربی دنیا میں ایک بہترین تصنیف ہے۔ جس کی خوبی کا اندازہ تمام متقدمین ومتاخرین کی مطول ومختصر تفسیر کے مطالعہ کے بعد آپ کی خاص کتاب دیکھنے سے کیا جا سکتا ہے۔ (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۱۸۹)

تذکروں میں آپ سے استفادہ کرنیوالوں کا پتہ نہیں چلتا صرف آپ کے پیر بھائی حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچی آپ کو بجائے اپنے پیرومرشد حضرت مرزا صاحب رحمہ اللہ کے سمجھتے تھے، مگر آپ اس سے راضی نہ تھے بلکہ خود کو ''کمترین مستفیداں شما خود می دانند'' ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے۔ (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۱۹۳)

شاہ عبدالجلیل شہید کی خلافت:۔ علی گڑھ میں مولانا شاہ عبدالجلیل شہید علیہ الرحمۃ اکابر علماء سے تھے، علوم ظاہر کے ساتھ فیوض باطن سے بھی متمتع تھے، معقولات میں مولانا بزرگ علی مارہروی رحمہ اللہ کے شاگرد اور حدیث وفقہ میں مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی رحمہ اللہ سے مستفیض ہوئے۔ خلافت حضرت السید احمد بریلوی رحمہ اللہ نے عطا فرمائی جامع مسجد علی گڑھ کی امامت تفویض تھی۔ (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۲۰۰)

علمائے دیوبند کو تدریس حدیث کی بشارت:۔ مولوی سید احمد حسن قنوجی رحمہ اللہ سے صرف ونحو وفقہ کی ابتدائی کتابیں پڑھیں اور تکمیل مولوی فیض الحسن سہارنپوری سے کی جو اس وقت سرسید مرحوم کے دفتر میں ملازم تھے، حدیث کا شوق تھا، مگر والدہ مانع سفر تھیں، اس لئے یہ آرزو چندے دل ہی میں رہی کہ مولانا محمد قاسم مرحوم نانوتوی (جو اس وقت مطبع احمدی میرٹھ میں متعین تھے) نے خواب میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ ''قاسم علی گڑھ جاؤ اور ہمارے دوست عبدالجلیل رحمہ اللہ کے بیٹے اسمٰعیل کو حدیث پڑھاؤ''

مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ کا خلوص محبت مشہور ہے کہ مدرسہ دیوبند میں ۵۰ روپے مشاہرہ پر ملازم ہیں مگر صرف دس روپے لیتے ہیں اس پر بھی اگر کوئی ملاقاتی آ گیا تو گھڑی سامنے رکھ لی اسی طرح مہینے میں جتنا وقت صرف ہوتا اپنے حساب میں لگا لیتے۔ مولانا علی گڑھ تشریف لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست عبدالجلیل کے بیٹے کو نو مہینے میں صحاح ستہ کا دور ختم کرا کے واپس چلے گئے اس مدت کی اُجرت بجز نانِ جویں کے کچھ قبول نہ فرمائی۔ (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۲۰۱)

محمد یونس خان کی بیعت :۔ بن حاجی فیض احمد خاں بن عبدالرحمٰن خاں بن مراد خاں بن شجاعت خاں بن عمر خاں شیروانی...... جو سٹروانی کا مفرس ہے۔

تاریخ ولادت ماہ ربیع الاول ۱۲۸۳ھ نام یونس خاں لقب خاں صاحب۔ آپ کے ۴ بھائی اور تھے جن میں آپ کے سوا مولوی موسیٰ خان صاحب نے بھی عربی پڑھی...... مولوی سید محمد علی مونگیری بہاری رحمہ اللہ ناظم ندوۃ العلماء سے بیعت کی اور آپ نے حدیث پر عمل کی تلقین فرمائی، غرض اس طرح علم وفن کی کتابیں پڑھتے گئے۔ (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۲۰۷)

عبدالتواب غزنوی کے والد کی بیعت :۔ مولد غزنی (موضع گیروگاؤں) سن ولات ۱۲۸۸ھ آپ کے والد عبدالوہاب مرحوم بھی عبداللہ صاحب غزنوی رحمہ اللہ امرتسری کے اتباع میں سے تھے، جنہیں اپنے مرشد کے ہم عقیدہ ہونے کی پاداش میں غزنی سے ہجرت کرنا پڑی، یہ لوگ اس قافلہ میں آئے جس میں مولوی عبدالجبار مولوی عبدالواحد اور مولوی عبدالرحیم (صاحبزدگان صاحب مرحوم) تشریف لائے تھے۔
(تراجم علمائے اہلحدیث ص ۲۰۹)

علامہ سید نواب اولاد حسن کی بیعت اور ذوق تصوف

سید اولاد حسن بن نواب سید اولاد علی خاں جنگ بہادر

جن کی وجہ شرف ایک تو وہ سلسلہ نسب عالی ہے جس کی ایک کڑی بواسطہ امام جعفر صادق علیہ السلام ''فخر ولد آدم'' جناب ختمی مآب حضرت الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتی ہے...... ایک اور سبب مجددہ خلافت واجازت ہے جو آپ (سید اولاد حسن صاحب) کو مجاہد فی سبیل اللہ حضرت السید مولانا ومولی المسلمین الغزاۃ جناب سید احمد صاحب رحمہ اللہ سے عطا ہوا۔ (تراجم اہلحدیث ص ۲۳۰)

مولانا شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ سے کتب حدیث وفقہ وتفسیر کو ترتیب متداولہ کے ساتھ پڑھا، مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب سے تبرکاً بعض کتب حدیث ووظائف وادعیہ ماثورہ کی سند لی...... تکمیل کے بعد قنوج تشریف لے گئے، امیر المؤمنین سید احمد بریلوی رحمہ اللہ کا غلغلہ چار دانگ عالم میں بلند تھا، آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے سرفراز ہوئے۔ (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۲۳۱)

''شیخنا المرحوم کی آخری تالیف ''کتاب مقالات الاحسان'' ہے۔ یہ کتاب ترجمہ ہے ''فتوح الغیب'' کا جو کہ سیدنا ومولانا حضرت سید عبدالقادر گیلانی رضی اللہ عنہ کی تالیف ہے۔ (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۲۴۹)

معارف باطنی کے لیے روانگی قنوج :۔ ۱۳۰۵ھ میں حضرت والد محترم نے ریاست کے اندرونی سیاسی تغیرات اور زمانہ کے روز افزوں انقلابات کو پیش نظر رکھ کر اور'' مباش ایمن ازبازی روزگار ''عمل پیرا ہو کر از راہ درویشیہ یہ ارادہ کیا، کہ شہر قنوج میں جو قدیم آبائی وطن ہے، بطور یادگار سلف اور مصالح آئندہ کے لحاظ سے ایک مکان ہم لوگوں کی سکونت کے لئے تعمیر کیا جائے اور ساتھ ہی اس کے ان کی دین پرستی اور معارف نوازی اس کی مقتضی ہوئی کہ جس طرح وہ مجھ کو دنیوی مال ومتاع سے آسودہ حال دیکھتے ہیں اسی طرح وہ معارف باطنی کی دولت لازوال سے بھی میرے جیب ودامن کو مالا مال دیکھیں، اس لئے انھوں نے مجھ کو سفر قنوج کا ایماء کیا اور تعمیر مکان کو میری پسند ومرضی پر محمول کیا، اور سرخیل صوفیائے عصر شیخ وقت حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی قدس سرہ العزیز کے شرف حضوری اور برکات انفاس سے مستفید ہونے کی طرف توجہ دلائی، چنانچہ تیئیسویں ماہ جمادی الاول ۱۳۰۵ء کو دوشنبہ کے دن بھوپال سے روانہ ہو کر چہار شنبہ کے روز میں قنوج پہنچا اور اپنے جد بزرگوار حضرت سید علامہ مولانا اولاد حسن صاحب بخاری رحمہ اللہ خلیفہ حضرت مجدد عصر مولانا سید احمد صاحب بریلوی شہید قدس سرہ کے مزار پر انوار کی زیارت و فاتحہ سے شرف اندوز ہوا، نماز ظہر کے وقت باوجود غایت معذرت بعض مریدان ومعتقدان خاص جد مرحوم کے اصرار سے مجبور ہو کر جد مرحوم کی مسجد قدیم میں مجھ کو امامت کرنی پڑی فراغ نماز کے بعد حضرت جلال ثالث رحمہ اللہ وحضرت بالا پیر اور حضرت حاجی شریف زندنی کی زیارت مزارات وفاتحہ خوانی سے مشرف ہوا۔ (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۲۶۸)

طریقہ نقشبندیہ میں بیعت :۔ پھر وہاں سے چوتھی جمادی الثانی کو گنج مراد آباد روانہ ہوا، جمعہ کے دن مغرب کے وقت وہاں پہنچ کر حضرت مرشدنا ومولانا مولوی فضل رحمٰن صاحب رحمہ اللہ کی خدمت اقدس میں باریاب ہوا، حضرت طہارت گاہ سے برآمد ہو کر حجرہ کی صحنچی میں وضو کر رہے تھے، مجھ کو دیکھ کر فرمایا کہ حضرت عالمگیر رحمہ اللہ اپنے پیر کے پاس تنہا اور پیدل جایا کرتے تھے اور حضرت عمر اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں بہت دور سے پیادہ پا آیا کرتے تھے اس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ میں وضو کرتا ہوں تم دیکھتے جاؤ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی طرح وضو کیا کرتے تھے۔ غرض جب وضو اور نماز سے فارغ ہوئے تو ایک حاضر الوقت صاحب سے میری نسبت فرمایا کہ یہ امیر آدمی ہیں ان کو احمد میاں کے گھر میں ٹھہراؤ، تھوڑی دیر میں جناب احمد میاں صاحب خود آ کر مجھ کو اپنے مکان پر لے گئے، رات بھر وہاں قیام رہا، صبح کو نماز فجر کے بعد پھر مجھ کو حضرت کے دیدار فائض الانوار سے مستفیض ہونے کا موقع ملا اور میں نے ان کے دست شریعت وطریقت پناہ پر طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کی، قریباً نصف ساعت سے زائد حضرت مراقب رہ کر مجھ کو اپنی توجہ اور ہمت باطنی سے مستفید فرماتے رہے، اس کے بعد سر اٹھا کر اپنی زبان فیض ترجمان سے بیتابانہ عشق کے لہجے میں فرمانے لگے، ''اپنے پیا پر تن من واروں جو واروں سو تھوڑا رے'' اس وقت برق وروح کے اتصال اور جذبات اور تجلیات کے باہمی امتزاج سے میرے دل پر جو ایک پرسرور والہانہ وجدانی کیفیت طاری تھی، اس کو لفظوں میں ادا کرنا میرے لئے قطعاً ناممکن ہے۔

لطیفہا کہ بہ لفظ و بیان نمی گنجد تو چوں فرشتہ زغیب آمدی و داگفتی

بہر حال اس کے بعد حضرت بہت سے اشعار فارسی اور اردو اور ہندی کے دلکش انداز اور پرتاثیر لہجہ کے ساتھ ساتھ پڑھتے رہے ان میں سے صرف یہ دو شعر مجھ کو یاد رہ گئے۔

پروانہ نیستم کہ بہ یکدم عدم شوم شمعم کہ جان گدازم ودم برنیا درم
در کنز وہدایہ نتواں یافت خدارا بر صفحہ دل بیں کہ کتابے بہ ازیں نیست

(تراجم علمائے اہلحدیث ص ۲۶۸)

کرامات اولیاء پر تصنیفی خدمت :۔ تاریخ ولادت ۶ جمادی الاخریٰ ۱۲۸۴ھ تاریخی نام ''مظہر الحق'' والد کا اسم گرامی مولانا سید حمید الدین احمد بن سید جلال الدین احمد ہے۔

آپ صاحب تصانیف بھی تھے، ترجمہ شفاء، کرامات الاولیاء، تذکرۃ الاعلیٰ، تحفہ اخیار، مصادر ستہ وغیرہ آپ کی تصنیفات طبع ہو چکی ہیں۔ (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۲۸۶)

مولانا سخاوت علی کی بیعتِ نقشبندیہ :۔ سخاوت علی بن مولانا رعایت علی بن مولانا درویش علی فاروقی قصبہ مٹنڈیا میں جو شہر جونپور سے ۱۱ میل جنوب میں واقع ہے ۱۲۲۶ھ میں پیدا ہوئے...... ابتدائی کتابیں مولوی قدرت اللہ ردولوی مرحوم سے پڑھیں...... جناب سید احمد شہید بریلوی رحمہ اللہ سے بیعت تھی۔

خواب میں غیبی رہنمائی :۔ بھوپال میں مجدد العصر خاتمۃ المحدثین حضرت والا جاہی نواب صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ کا بابرکت زمانہ تھا، والیہ بھوپال حضرت علیا جناب نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ ریاست کے تمام امور اپنے لائق فخر زماں شوہر کے مشورہ سے سرانجام دیتیں، قاضی القضاۃ مولانا زید العابدین انتقال فرما چکے تھے، حضرت نواب صاحب رحمہ اللہ متلاشی تھے کہ اس تردد میں آپ نے حضرت عبداللہ صاحب غزنوی رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا جو ایک شخص کی طرف اشارہ کر کے فرما رہے کہ ان کو مقرر کر دو ان کا نام محمد ہے، بیدار ہوئے تو حلیہ اور نام دونوں محفوظ تھے، اتفاق سے قاضی صاحب بھوپال پہنچے، نواب صاحب سے ملاقات ہوئی۔ دیکھتے ہی فرمایا، بس

یہی صورت ہے، نام پوچھا تو وہی پایا، جس کی اطلاع خواب میں ہوئی تھی عہدہ قضاۃ پیش کیا، یہ ۱۵ جمادی الاخریٰ ۱۲۹۷ھ کا واقعہ ہے۔

(تراجم علمائے اہلحدیث ص ۳۰۶)

ابو الفیاض عبد القادر رحمہ اللہ کی بیعت وخلافت:۔ والد کا نام شیخ عبداللہ سن ولادت ۱۲۷۹ھ تعلیم کا ماجرا یہ ہے کہ کتب صرف ونحو اور منطق وغیرہ مولد ہی میں ملا حسام الدین رحمہ اللہ اور مولوی ابو المکارم محمد علی رحمہ اللہ سے پڑھیں...... دہلی سے رخصت ہونے کے بعد خلافت نامہ و اجازت اوراد ووظائف مولوی سید ضیاء النبی (رائے بریلوی) سے حاصل کئے۔ نور اللہ مرقدہ بانوار تام ۱۳۳۱ھ = ۱۹۱۳ء (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۳۳۹)

علمائے دیوبند سے علمی استفادہ:۔ ابتدائی کتب صرف ونحو (اور فارسی) تا شرح جامی اپنے والد ماجد سے پڑھ کر مدرسہ جامع العلوم کان پور میں ۳ سال تک کتب فنون پڑھیں اس وقت یہاں مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور مولوی محمد اسحاق ہردوانی رحمہما اللہ اصحاب مسند تھے جن سے آپ نے استفادہ کیا۔ (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۳۴۳)

مبارک خواب غیبی بشارت:۔ متوفی ۲۱ رصفر ۱۳۳۷ھ = ۲۶ نومبر ۱۹۱۸ء...... میں نے یہ خواب دیکھا کہ ایک مقام میں اژدہام کثیر ہے لوگ بکثرت چلے جا رہے ہیں اور مصافحہ کیلئے اس قدر اژدہام ہے، کسی نے کہا سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف رکھتے ہیں لوگ آپ سے شرف مصافحہ حاصل کر رہے ہیں، میں نے دیکھا کہ ایک شخص اس اژدہام سے باہر نکلا، میں نے پوچھا، کیا تم نے شرف مصافحہ حاصل کر لیا ہے؟ اس نے کہا: ہاں! میں نے کہا: مہربانی سے وہ اپنا ہاتھ مجھے دے دو۔ میں بھی مشرف ہو جاؤں۔ اور برکت حاصل کر لوں۔ اس نے ہمت دلائی اور کہا کہ واسطہ کی کیا ضرورت ہے تم خود ہمت کر کے آگے بڑھو اور اژدہام سے دل میں کچھ بھی ہراس نہ لاؤ۔ بلا واسطہ شرف مصافحہ حاصل کرو، چنانچہ اس کی ہمت دلانے پر آگے بڑھا، اور جناب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بلا واسطہ مصافحہ اور برکت حاصل کی، اس پر میں نے اس شخص کا جس نے ہمت دلائی تھی، شکریہ ادا کیا، اور مجھے نہایت مسرت حاصل ہوئی، بیدار ہوا تو وہی مسرت وہی سماں دل میں باقی تھا۔

(تراجم علمائے اہلحدیث ص ۳۶۱، بحوالہ اخبار اہلحدیث امرتسر ج ۱۷ ص ۱۶۷ بروایت مولانائے عبد السلام مرحوم مبارک پور)

بیعت اصلاح اور نواب صاحب کی سچی توبہ

خلیفۃ امیر المؤمنین الکرام السید احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ

ان مردان خدا سے ہیں جن کی گردنیں امام جہاد سید احمد رحمہ اللہ (مجدد ۱۳ ویں صدی) کے ربقہ بیعت سے مزین ہوئیں...... سید محمد علی صاحب رحمہ اللہ نے مدراس پہنچ کر وحدانیت کا ڈنکا بجایا۔ قیام گاہ مولوی عبد الرب خلف مولانا عبد العلی کا مدرسہ تھا۔ وعظ شروع ہوئے، گھر گھر یہی ذکر ہے۔ ہزاروں بندگان خدا نے شرک وبدعت سے تبرا کیا۔ ایک روز نواب محمد خاں عالم خاں تہور جنگ سو مصاحبوں کے جھرمٹ میں تحقیق حالات کیلئے حاضر ہوئے مگر یہاں آ کر پہلی ہی نبرد عشق میں پاؤں ایسے زخمی ہوئے کہ گویا۔

"نہ ٹھہرا جائے ہے مجھ سے نہ بھاگا جائے ہے مجھ سے"

شرف بیعت سے مفتخر ہوئے، اب تک ان نواب صاحب کی محفل سرور کا یہ عالم تھا کہ ایک کمرہ صرف آلات موسیقی کیلئے مختص ہے۔ مزامیر کے انواع واقسام اور ارباب موسیقی تعداد کہاں تک ہوگی۔ نواب صاحب (مرحوم) ایسے متاثر ہوئے کہ ان جملہ آلات کو توڑوانا شروع کرا دیا۔ بعض شوقین خریدنے پر مصر ہوئے، مگر آپ نے:۔

ایں خرقہ، بے معنی غرقِ مئے ناب اولیٰ کے مطابق سب کو چکنا چور کرا کے پھنکوا دیا۔

ان نواب صاحب کی والدہ سیدنا عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کی اولاد سے تھیں اور کچھ عرصہ گزرا کہ انہوں نے رؤیا میں اپنے جد بزرگوار

حضرت شاہ جیلان رحمہم اللہ سے بیعت کی درخواست کی مگر جناب نے اپنی بجائے ایک نوجوان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان کی بیعت کرنا۔ اس رؤیا کے بعد جب بیگم صاحبہ کسی بزرگ کی بیعت کرنا چاہتیں تو کسی حیلہ سے پہلے اسے دیکھ لیتیں مگر وہ شکل نظر نہ آتی۔ آخر اسی رؤیا کی بناء پر سید محمد علی صاحب کی دعوت بھی کی گئی۔ بیگم صاحبہ نے پردہ سے دیکھا تو وہی شکل پائی جو رؤیا میں دیکھی تھی اور بصد عجز و نیاز بیعت سے مشرف ہوئیں۔ (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۳۸۶)

دوران سفر لوگوں کی بیعت:۔ دوران سفر حج بیت اللہ بنارس میں نزول اجلال فرمایا۔ کلکتہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے عزت بخشی اور جہاں بھی قیام فرمایا وعظ کہا اور جہاں بھی وعظ کہا جوق در جوق لوگ بیعت سے مشرف ہوئے۔ (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۳۸۷)

مولوی سید محمد علی مولوی حیدر علی رام پوری کے بھائی تھے۔ سید احمد صاحب رحمہ اللہ کے خلیفہ اور حقیقی بھانجے تھے۔

(تراجم علمائے اہلحدیث ص ۳۸۷)

سید مفتی بشیر الدین رحمہ اللہ کی نسبتِ بیعت:۔ متوفی ۱۳۰۹ھ = ۱۸۹۱ء مولد و منشا شاجہاں پور محلّہ غلرئی، والد کا نام سید عبد اللہ عرف ننھے میاں جو سید عبد الرزاق خلف اکبر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کی اولاد سے تھے، نواب سید احمد علی بہادر کے عہد میں رام پور آئے، اور مفتی شرف الدین اور مولوی حیدر علی رحمہما اللہ سے تمام علوم پڑھے نسبت بیعت شاہ مشیر علی خلف سید غلام علی رزاقی سے تھی، صاحب تقویٰ بزرگ تھے، آخر دم تک ریاست رام پور میں مفتی عدالت فوجداری رہے، اور نہایت دیانت سے اس خدمت کو سرانجام دیا، کوچہ فرنگن میں رحلت فرمائی اور سرائے دروازہ کے باہر منا شاہ کے تکیہ میں دفن ہوئے۔

(تراجم علمائے اہلحدیث ص ۳۹۰ بحوالہ تذکرہ کاملان رام پور)

سید محمد شاہ کی بیعت اور وظائف کی اجازت:۔ سید محمد شاہ بن سید میاں حسن شاہ محدث بن سید شاہ محمد، متوفی ۲۳؍ شعبان ۱۳۳۸ھ = مئی ۱۹۲۰ء (جو بروایت مولوی محمد حیات صاحب قصوری عامل بالحدیث تھے)

ساکن محلّہ زینہ عنایت خاں رام پور میں تقریباً ۱۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے ابتداء میں اپنے والد سے صرف و نحو اور فارسی کتابیں پڑھیں اور مینا باز ار اور ظہوری شیخ احمد علی صاحب سے پڑھیں، فقہ حنفیہ کی کل کتابیں ابتداء سے آخر تک اپنے والد سے پڑھیں، بعض کتب اصول فقہ مولوی عزیز اللہ ولایتی اور بعض اپنے والد سے پڑھیں کتب تفسیر و صحاح ستہ و مشکوٰۃ و حصن حصین اور مؤطا امام مالک بھی والد سے پڑھیں۔ کچھ معقول کا استفادہ مولوی معظم شاہ ولایتی شاگرد مفتی سعد اللہ سے کیا، قصیدہ بردہ، حرز یمانی، اسماء بدریین، حزب البحر اور دیگر وظائف اپنے والد کو سنائے اور اجازت حاصل کی۔

دلائل الخیرات کی اجازت قاضی عبد السلام بدایونی سے (جو مولوی شمس الاسلام کے والد تھے) پائی، سفر و حضر میں کبھی اپنے والد کی خدمت سے علیحدہ نہ ہوئے، اولاً قادریہ طریقہ میں اپنے والد ہی سے ذکر و شغل سیکھا، اولیاء اللہ کے مزاروں کی زیارت کا شوق غالب ہوا، تو اجمیر، دہلی، گرہ، گنگوہ، کرنال، لکھنؤ، جون پور، بنگالہ، نارنول، گلبرگہ، دکن وغیرہ جملہ اہل اللہ کے مزارات پر شد رحال کرتے۔

مگر اب تک حدیث نہ پڑھی تھی جیسا کہ آگے مذکور ہے

آخر اسی دوران میں مولوی کرامت علی جونپوری خلیفہ حضرت سید احمد بریلوی رحمہ اللہ کی خدمت میں دو مہینے رہنے کا اتفاق ہوا، اسی اثناء میں خواب دیکھا کہ جامع مسجد دہلی کی سیڑھیوں پر خرما کا درخت ہے جس سے آپ خرمے توڑ رہے ہیں، غیب سے ندا آئی کہ آپ تو سیدہ (فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا) کے درخت سے خرمے توڑ رہے ہیں، جس کی تعبیر آپ نے یہ کی کہ جامع مسجد کی سیڑھیوں سے شاہ عبد العزیز صاحب کا خاندان مراد ہے اور خرمے کے درخت سے میرے والد اسی دن سے شوق حدیث کی تکمیل اور اشاعت کا خیال غالب آ گیا۔

صاحب ''تذکرہ کاملان رامپور'' نے آپ کے اساتذہ حدیث کا ذکر نہیں کیا، مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس خواب کے بعد آپ نے حدیث

اپنے والد بزرگوار سید میاں حسن شاہ محدث مرحوم سے پڑھی جو حضرت الصدر الحمید مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی مہاجر مکی کے شاگرد اور خود عالی پایہ محدث تھے۔ (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۳۹۲)

خرم علی بلہوری رحمہ اللہ کی خلافت طریقت:۔ متوفی ۱۲۶۰ھ = ۱۸۴۴ء: بقول صاحب تذکرہ علمائے ہند ’’در قلع بدعت و احیائے سنت مے کوشید‘‘ (ص ۵۶)

اس سعادت سے اس حد تک مستفید ہوئے کہ امیر المؤمنین سید احمد صاحب شہید رحمہ اللہ کے خلفاء کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔

(تراجم علمائے اہلحدیث ص ۳۹۶)

رجب علی (امروہہ) رحمہ اللہ کی بیعت اصلاح:۔ متوفی ۱۲۷۰ھ = ۱۸۵۴ء ساکن بریلی، ابتداً کتب فروشی کرتے، عامل بالحدیث تھے اور قاضی عوض علی کے مخلص دوست، فرمایا کرتے کہ مریدی میں کیا دھرا ہے؟ جو کتاب و سنت سے ثابت ہے وہی کافی ہے۔ اتفاق سے ایک روز قاضی صاحب کے ہمراہ حضرت شاہ رحمٰن بخش چشتی شاگرد شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ ’’مولانا یہاں کیا دھرا ہے خدا کے فضل و کرم سے آپ تو کتاب و سنت پر عامل ہیں‘‘ ندامت سے سر جھکالیا، آپ نے توجہ فرمائی ایک کیفیت ان پر طاری ہوگئی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ مکان میں آگ لگ گئی ہے کچھ دیر بعد سنبھلے، استدعائے بیعت کی۔‘‘ اتباع سنت اور رد بدعت میں بے نظیر تھے اور آخر عمر کے حصہ میں استغراق تام حاصل تھا۔ مگر آخر دم تک درس حدیث و قرآن میں مصروف رہے مزار احاطہ درگاہ حضرت شاہ داتا ولی میں ہے۔ (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۳۹۷)

مظہر علی کاکوروی رحمہ اللہ کی بیعت وخلافت:۔ متوفی ۴ر جمادی الاولیٰ ۱۲۸۱ھ = ۲۵ نومبر ۱۸۶۴ء قدمائے کاکوروی میں ایک بزرگ عالم و عامل صوفی باصفا نصیر الملتہ والدین مولانا شاہ محمد کاظم قلندر (م ۱۲۲۱ھ) ابن حضرت شاہ محمد کاشف چشتی رحمہ اللہ تھے۔ صاحب ترجمہ مولانا حافظ شاہ مظہر علی بن شیخ غالب علی بن شیخ غلام صفی شاہ محمد کاظم قلندر رحمہ اللہ کے نواسے تھے۔

سن ولادت (تقریباً) ۱۲۱۲ھ حافظ قرآن عالم و فاضل متشرع شافعی المذہب خوش اوقات درویش صفت متوکل اور خوشنویس تھے۔ انہوں نے علوم رسمیہ کی تکمیل مولوی عبدالحق ابن مولوی فضل اللہ نیوتنوی سے کی۔ پھر دہلی جا کر حدیث کی سند مولانا محمد اسحاق مہاجر نواسہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہما اللہ سے کی۔ بیعت و اجازت وخلافت ان کو سید احمد رحمہ اللہ مجاہد رائے بریلوی رحمہ اللہ سے تھی۔ اس قصبہ کے اکثر لوگ نیز اطراف کے ان کے مرید بھی تھے۔ اس جوار سے کسی رئیس نے کچھ زمین مع چند درخت ان کی گزر اوقات کیلئے نذر بھی کی تھی حکیم بخشش علی کاکوروی بھی ان کے مخلص عقیدت مند تھے۔

وفات ان کی بتاریخ ۴ جمادی الاولیٰ روز شنبہ ۱۲۸۱ء مطابق ۲۵ ر نومبر ۱۸۶۴ء ہوئی۔ قبرستان تکیہ شریف میں دفن ہوئے۔

(تراجم علمائے اہلحدیث ص ۳۹۹)

فریدالدین خاں کاکوروی رحمہ اللہ کی بیعت اور خواب:۔ متوفی ۱۱ محرم ۱۳۳۵ھ، ۸ر نومبر ۱۹۱۶ء

مولانا حاجی فریدالدین خاں محدث ابن مولوی مسیح الدین خاں بہادر میر منشی گورنر جنرل و سفیر شاہ اودھ بمقام لندن ماہ ربیع الاول روز دوشنبہ ۱۲۵۹ھ میں پیدا ہوئے۔...... کچھ (علم) تبرکاً حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر رحمہ اللہ سے پڑھا۔ پھر مفتی ریاض الدین مغفور کے ساتھ رام پور جا کر مولوی سعد اللہ مراد آبادی اور مولوی حسن شاہ محدث رام پوری رحمہ اللہ سے تحصیل تمام کی اور احادیث کی سند بھی حاصل کی۔ ان کو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مبشرہ میں اپنا خادم بھی فرمایا تھا چنانچہ یہ خود فرماتے تھے کہ میں نے ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ یہ بھی میرا خادم ہے۔

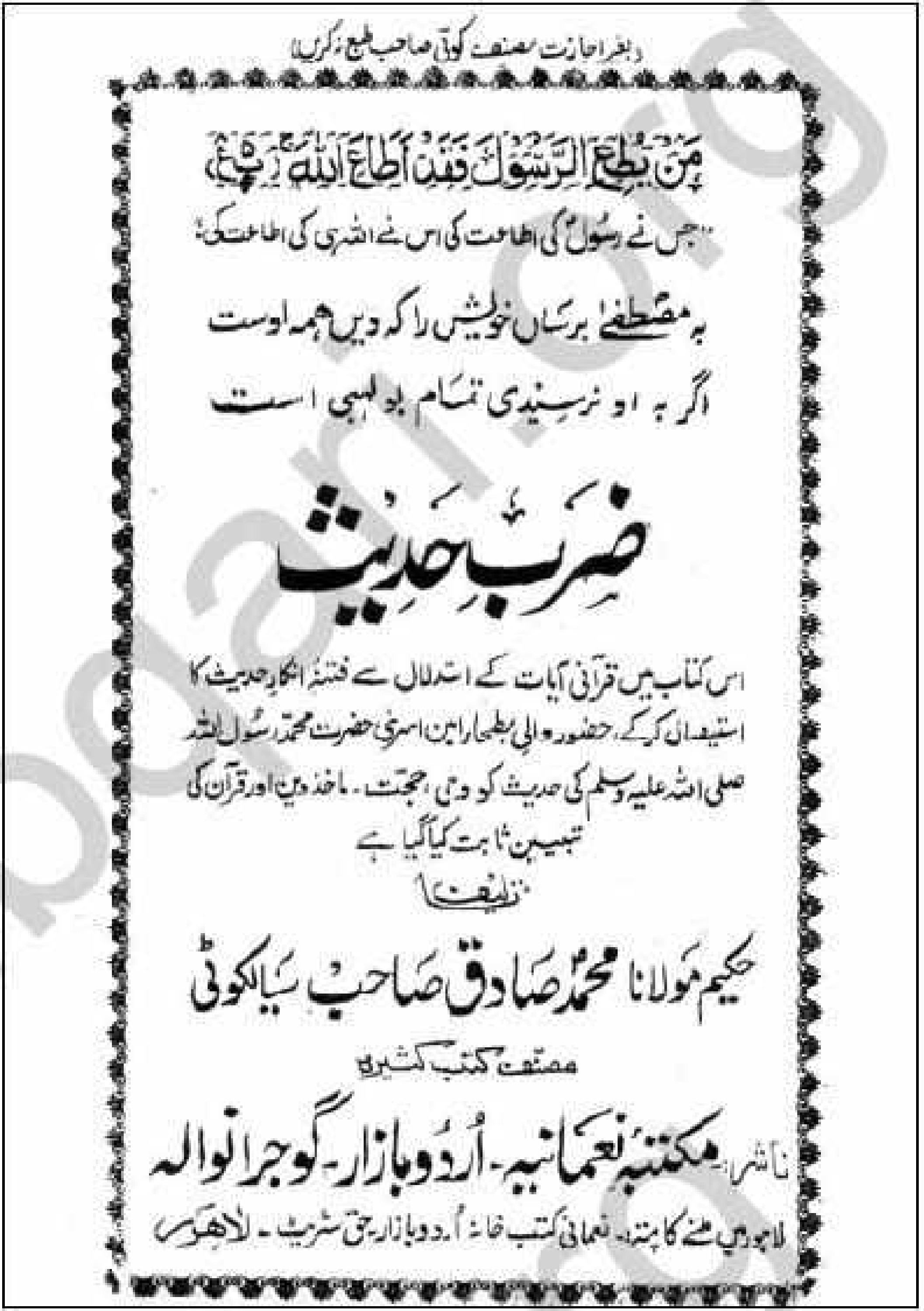

(بغیر اجازت مصنف کوئی صاحب طبع نہ کریں)

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ (پ۵ ع۸)

"جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی"

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

ضربِ حدیث

اس کتاب میں قرآنی آیات کے استدلال سے فتنۂ انکار حدیث کا استیصال کر کے، حضور والی بطحا ابن آمنہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو دینی حجت۔ ماخذ دین اور قرآن کی تبیین ثابت کیا گیا ہے

(تالیف)

حکیم مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی

مصنف کتب کثیرہ

ناشر: **مکتبہ نعمانیہ۔ اردو بازار۔ گوجرانوالہ**

لاہور میں ملنے کا پتہ: نعمانی کتب خانہ اردو بازار حق سٹریٹ۔ لاہور

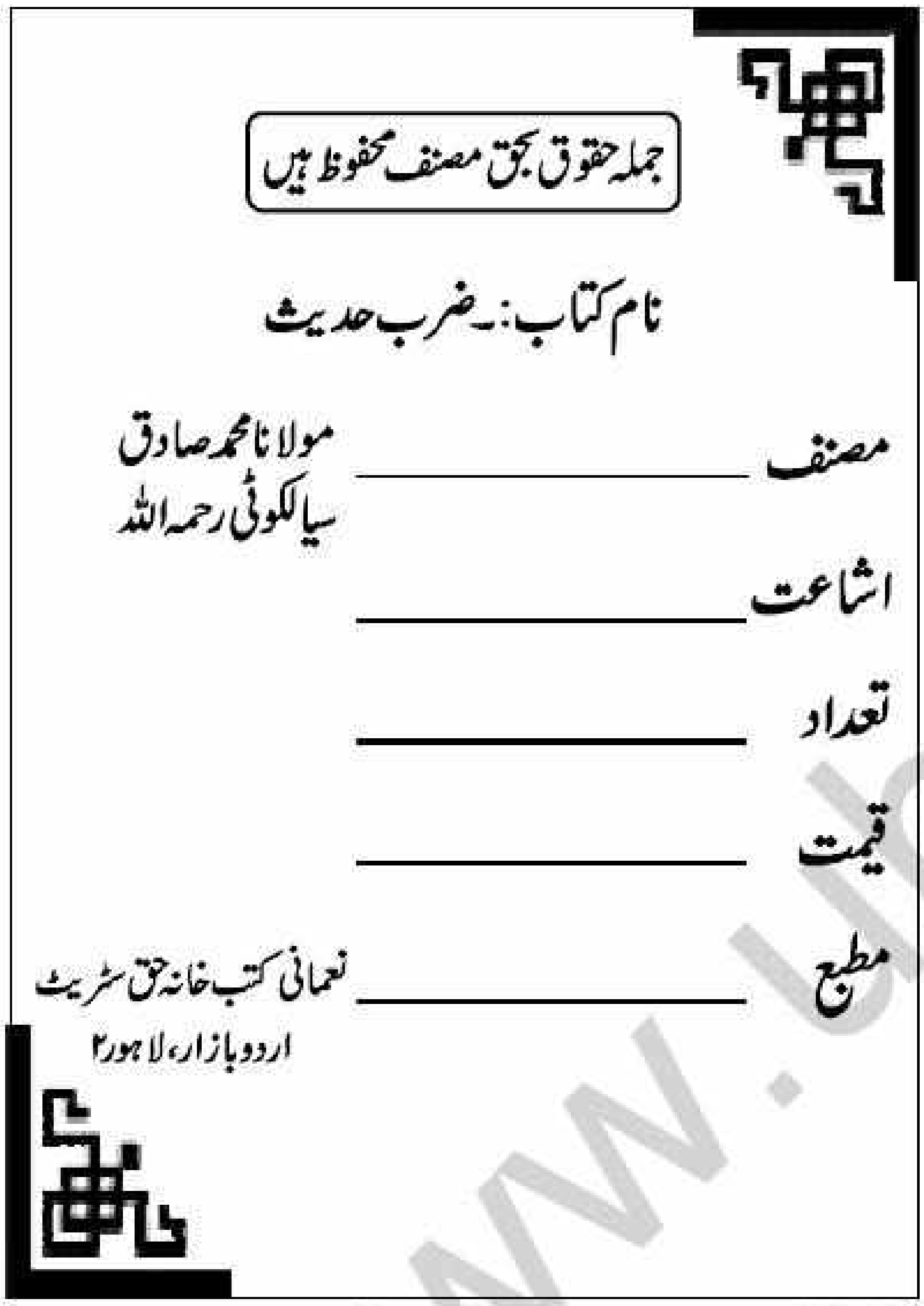

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب: ۔ضرب حدیث

مصنف ________ مولانا محمد صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ

اشاعت ________

تعداد ________

قیمت ________

مطبع ________ نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار، لاہور۲

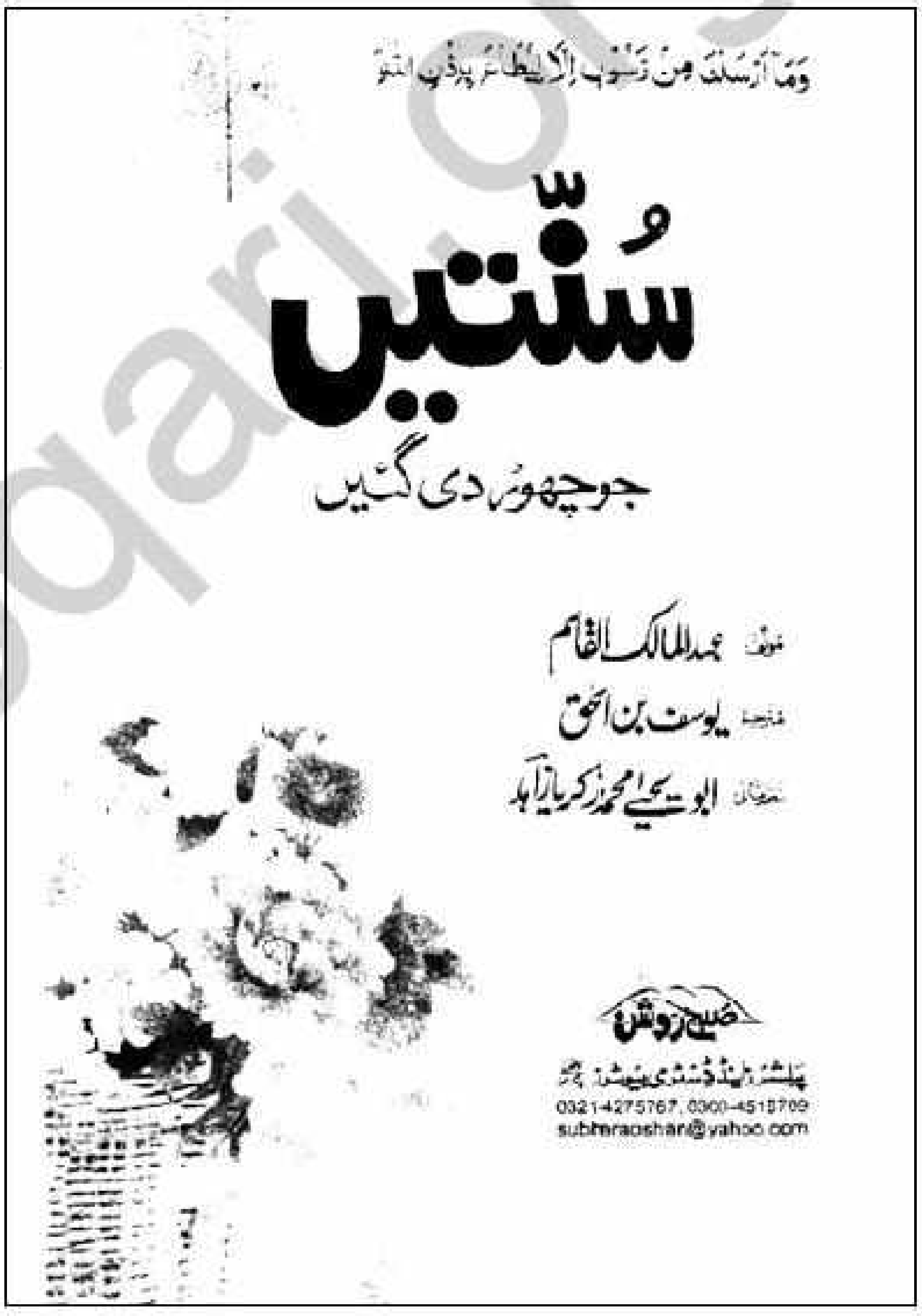

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ

سُنّتیں

جو چھوڑ دی گئیں

مؤلف: عبدالملک القاسم
مترجم: یوسف بن اسحٰق
نظر ثانی: ابو یحییٰ محمد زکریا زاہد

صبح روشن
پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز
0321-4275767, 0300-4515709
subheraoshan@yahoo.com

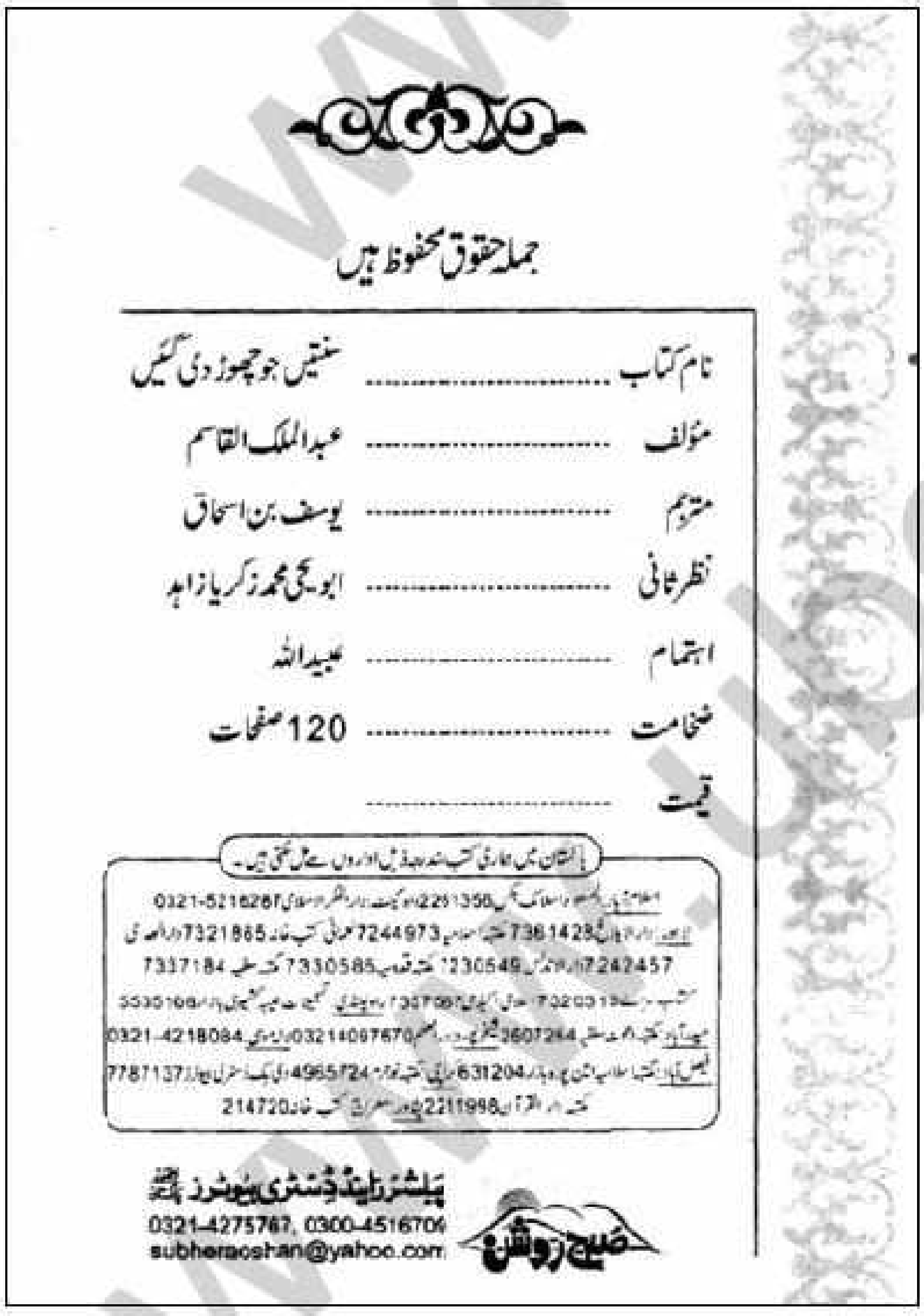

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب .... سنتیں جو چھوڑ دی گئیں
مؤلف .... عبدالملک القاسم
مترجم .... یوسف بن اسحاق
نظر ثانی .... ابو یحییٰ محمد زکریا زاہد
اہتمام .... عبیداللہ
ضخامت .... 120 صفحات
قیمت ....

پاکستان میں ہماری کتب مندرجہ ذیل اداروں سے مل سکتی ہیں۔

صبح روشن
پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز
0321-4275767, 0300-4516709
subheraoshan@yahoo.com

بخاری شریف قریب قریب ان کو حفظ تھی۔ حافظہ بہت قوی تھا...... بیعت ان کو حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے تھی۔ ثروت ظاہری کا یہ حال تھا کہ نانہال و دادھیال میں سب لوگ امیر کبیر تھے مگر یہ اپنے مشغلہ علمی میں مصروف رہے۔ (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۴۰۱)

سید ابوالحسن (علی) بن سید عبدالحیٔ ناظم ندوۃ العلماء:۔ علی نام ابوالحسن کنیت والد کا نام سید عبدالحیٔ (مولانا حکیم سید عبدالحیٔ صاحب ندوۃ العلماء و مصنف تصانیف کثیرہ) راقم کے نانا حضرت شاہ سید ضیاء النبی صاحب رحمہ اللہ تھے جو مولانا محمد ابراہیم صاحب آروی مرحوم اور دوسرے مشاہیر کے شیخ طریقت اور اپنے زمانہ کے مشہور بزرگ و مرشد تھے۔ (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۴۱۸)

رسالہ دربیان سلاسل خانوادہ نقشبندیہ: (ناظم مدرسہ ندوۃ العلماء لکھنؤ)

سید عبدالحیٔ بن فخر الدین بن عبدالعلی بن علی محمد اکبر شاہ بن محمد شاہ تا بہ آخر (سادات حسنی و حسینی) متوفی ۱۵/ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۱ھ ۲/ فروری ۱۹۲۳ء (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۴۱۹)

یہ رسالہ میری نظر سے نہیں گزرا میرے ماموں مولوی سید ابوالقاسم صاحب مرحوم نے برکات احمدیہ میں اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے

دربیان سلاسل خانوادہ نقشبندیہ رسالا یست از برادر عزیز القدر سلالۃ الاکابر خلاصہ ارباب المفاخر السید عبدالحیٔ رزقہا اللہ حظا وافرا من العلم العمل وبارک لہ فیما اعطاہ اجمع مافی الباب کہ جمیع سلاسل این خاندان درآں جمع نمودہ گویا کہ دُرِّ منشور را در ملک نظم آوردہ ویا بحر زخار در کوزہ بند ساختہ دیدنی است وقابل ہزار تحسین وآفرین۔ (تراجم علمائے اہلحدیث ص ۴۲۵)

نام کتاب:۔ ضرب حدیث...... مصنف:۔ مولانا محمد صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ
نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور ۲

مقام فنافی الرسول ﷺ کی تعلیم:۔

به مصطفیٰ برساں خویش را که دیں همه اوست　　اگر به او نرسیدی تمام بولهبی است

اس شعر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہے۔ یعنی علامہ اقبال کہتے ہیں کہ اگر تو ان تک نہ پہنچا یعنی حضور انور ﷺ تک تو پھر تو پورا ابولہب ہے گویا اطاعت رسول ﷺ کی از حد تاکید کی گئی ہے۔ فنافی الرسول ﷺ ہو جانے کا سبق دیا گیا ہے۔ (ضربِ حدیث ص ۴۱)

سنتیں جو چھوڑ دی گئیں..... مؤلف عبدالمالک القاسم....... مترجم یوسف بن اسحاق

صوفیاء کے کثرت مجاہدات کے دلائل

وضاحت: متقدمین صوفیاء کی زندگی میں کثرت صوم و ذکر و درود، قلت طعام و نوم، اجتماعی ذکر خفی وجلی کوئی من گھڑت اور خود ساختہ اعمال نہیں تھے بلکہ عین سنت سے ثابت شدہ منصوص اعمال تھے جن کی منشاء و انتہا دنیا سے بیزاری و قطع تعلقی اور بیوی بچوں سے علیحدہ ہونا نہیں تھی بلکہ نص قطعی پر عمل یعنی نفس امارہ کو نفس مطمئنہ سے تبدیل کرنا تھا تاکہ شریعت طبیعت کا حصہ بن جانے سے اوامر و نواہی میں سستی و کوتاہی کا ازالہ کیا جائے۔ (از مرتب اثری)

اللہ کی محبوب ترین عبادت:۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: احب الصلاۃ الی اللہ صلاۃ داؤد علیہ السلام، واحب الصیام الی اللہ صیام داؤد، وکان ینام نصف اللیل ویقوم ثلثہ وینام سدسہ، ویصوم یوما و یفطر یوما "(صحیح بخاری کتاب التہجد ح1131 صحیح مسلم کتاب الصیام ح1159)

''اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب نماز (یعنی رات کی نماز) داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور سب سے محبوب روزے داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں داؤد علیہ السلام آدھی رات سوتے تھے، تہائی حصہ قیام کرتے، رات کے چھٹے حصے میں (تہجد پڑھ کر) سوتے تھے۔ وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔'' (سنتیں جو چھوڑ دی گئیں ص ۳۳)

صوفیاء کی دنیا سے بے ثباتی کی دلیل:۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب انہیں یمن کی طرف بطور امیر روانہ کیا تو اس وقت فرمایا: " **ایاك والتنعم، فان عباد الله لیسوا بالمتنعمین** "

(**مسند احمد 2160، الحلیه لابی نعیم الاصبهانی ج 5 ص 155**)

''نازونعمت والی زندگی سے بچنا، اس لیے کہ اللہ کے بندے عیش وعشرت والی زندگی نہیں گزارتے''۔ (سنتیں جو چھوڑ دی گئیں ص ۴۸)

صوفیاء کے قلتِ طعام کی دلیل:۔ (۱) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

(**ماشبع آل محمد ﷺ من طعام ثلاثة ایام حتیٰ قُبض**)

''آل محمد (ﷺ) نے تین دن سے زیادہ سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا، یہاں تک کہ آپ ﷺ فوت کر دیئے گئے۔'' (بخاری و مسلم)

(۲) ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

لقد مات رسول اللہ ﷺ وما شبع من خبزٍ وزیتٍ فی یومٍ واحدٍ مرتین ''رسول اللہ ﷺ اس حال میں فوت ہوئے کہ آپ ﷺ نے کبھی ایک دن میں دو مرتبہ صبح وشام روٹی اور زیتون سیر ہو کر نہیں کھایا۔'' (صحیح مسلم)

(۳) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے (گھریلو زندگی کے بارے) میں فرمایا:

فراش للرجل، وفراش لامرأته، والثالث للضیف، والرابع للشیطان)

''(گھر میں) ایک بستر آدمی کا، ایک بستر عورت کا اور تیسرا مہمان کا بستر ہونا چاہیے، اس کے علاوہ چوتھا بستر شیطان کا ہوگا۔''
(صحیح مسلم بحوالہ سنتیں جو چھوڑ دی گئیں ص ۴۹)

اجتماعی ذکر کی فضیلت و دلیل:۔ (۱) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''**مثل الذی یذکر ربه والذی لایذکر ربه مثل الحی والمیت**''

''اس شخص کی مثال جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور جو اپنے رب کو یاد نہیں کرتا، زندہ اور مردہ کی طرح ہے''۔ (صحیح بخاری)

(۲) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو اللہ کا ذکر کرنے والوں کو تلاش کرتے ہوئے راستوں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ جب وہ کسی ایسی جماعت کو پاتے ہیں جو اللہ کے ذکر میں مصروف ہوتی ہے، تو ایک دوسرے کو پکار کر کہتے ہیں کہ ادھر آؤ، یہاں تمہاری حاجت (مطلوبہ چیز) ہے۔ پس وہ ان اللہ کا ذکر کرنے والوں کو آسمان دنیا تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں، (جب وہ وہاں سے فارغ ہو کر اللہ کے پاس جاتے ہیں تو) ان کا رب ان سے پوچھتا ہے، حالانکہ وہ خوب جانتا ہے، میرے بندے کیا کہتے تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: فرشتے جواب دیتے ہیں، وہ تیری تسبیح و تکبیر اور تیری تحمید و تمجید کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے: کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں: اللہ کی قسم! انہوں نے تجھے نہیں دیکھا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: فرشتے عرض کرتے ہیں: اے رب کریم! اگر وہ تجھے دیکھ لیں تو وہ تیری اس سے بھی زیادہ عبادت کریں، اس سے بھی زیادہ تیری بزرگی اور اس سے بھی زیادہ تیری پاکیزگی بیان کرتے۔ تو اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے: وہ کیا مانگتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: فرشتے جواب دیتے ہیں: اے اللہ! وہ تجھ سے جنت مانگتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کہتا ہے، کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے؟ فرشتے عرض

کرتے ہیں: اللہ کی قسم! اے رب انہوں نے جنت تو نہیں دیکھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ جنت کو دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو؟ فرمایا: فرشتے کہتے ہیں: اگر وہ اس کو دیکھ لیں تو اس کے لیے ان کی حرص اور طلب مزید بڑھ جائے اور اس میں ان کی رغبت اور زیادہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے وہ کس چیز سے پناہ مانگتے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: وہ جہنم کی آگ سے پناہ مانگتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کیا انہوں نے اسے دیکھا ہے؟ فرمایا: فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں اللہ کی قسم! انہوں نے اسے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ اسے دیکھ لیں تو کیا حال ہو؟ فرمایا: فرشتے عرض کرتے ہیں اگر وہ اسے دیکھ لیں تو اس سے کہیں زیادہ دور بھاگیں اور اس سے کہیں زیادہ ڈریں۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: پس میں تمہیں اس بات کا گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انہیں بخش دیا فرمایا: فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے: ان میں فلاں آدمی جو تھا، وہ ان میں سے نہیں تھا، وہ تو صرف ایک کام کے لیے آیا تھا (کہ ان کے ساتھ مجلس ذکر میں بیٹھ گیا) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ اللہ کو یاد کرنے والے ایسے ہم نشیں ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا''۔ (سنتیں جو چھوڑ دی گئیں ص ۵۲ تا ۵۵)

صوفیاء کے ذکر خفی واجتماعی کی دلیل:۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں جو وہ میرے ساتھ رکھتا ہے۔ اور جب وہ مجھے یاد کرے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرے، تو میں اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ کسی جماعت میں مجھے یاد کرے تو میں اسے ایسی جماعت میں یاد کرتا ہوں جو اس سے بہتر ہے...... الخ۔

(صحیح بخاری، کتاب التوحید، ح: ۷۴۰۵۔ صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء ح: ۲۶۷۵ بحوالہ سنتیں جو چھوڑ دی گئیں ص ۵۵)

صوفیاء کے کثرت ذکر کی دلیل:۔ سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اسلام کے احکام تو میرے لیے بہت ہیں، پس آپ مجھے ایسی بات بتلایئے جس کو میں مضبوطی سے پکڑ لوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

(لا یزال لسانك رطبا من ذکر الله)

''تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہے۔'' (ترمذی، ح ۳۳۷۵۔ ابن ماجہ، ح ۳۷۹۳ بحوالہ سنتیں جو چھوڑ دی گئیں ص ۵۶)

محاسبہِ صوفیاء کی دلیل:۔ امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اپنے آپ کا محاسبہ کرو، اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے۔ اپنے اعمال کا وزن کرو، اس سے پہلے کہ تمہارے اعمال کا وزن کیا جائے۔ بے شک کل (یعنی قیامت کے روز) حساب کے لحاظ سے آسانی میں وہ شخص ہوگا، جس نے آج اپنا محاسبہ کیا ہوگا، اور ایک بڑے دن کے آنے کی تیاری کرو، (یعنی قیامت کی، پھر دلیل میں یہ آیت تلاوت کی)۔ (یومئذٍ تعرضون لا تخفی منکم خافیةٌ) (الحاقة)

''اس دن جس میں تمہارے اعمال پیش کیے جائیں گے اور کوئی چیز مخفی نہیں ہوگی''۔ (اخرجه ابن ابی الدنیافی محاسبة النفس)

جناب میمون بن مہران رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ آدمی اس وقت متقی ہوتا ہے، جب وہ اپنا محاسبہ کرتا ہے، بالکل اسی طرح جس طرح وہ اپنے حصے دار کا محاسبہ کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ جان لے کہاں سے اس نے پہنا کہاں سے اس نے کھایا اور پیا۔

(اخرجه و کیع فی الزهد بحوالہ سنتیں جو چھوڑ دی گئیں ص ۵۷)

صوفیاء کے کثرت صوم کی دلیل: (۱) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوموار کے روزے کی بابت پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: (ذلك یوم ولدت فیه ویوم بعثت او انزل علی فیه)

''یہ وہ دن ہے جس میں میری ولادت ہوئی اور اسی دن میری بعثت ہوئی یا اسی دن مجھ پر وحی نازل کی گئی''۔

(صحیح مسلم بحوالہ سنتیں جو چھوڑ دی گئیں ص ۱۰۷)

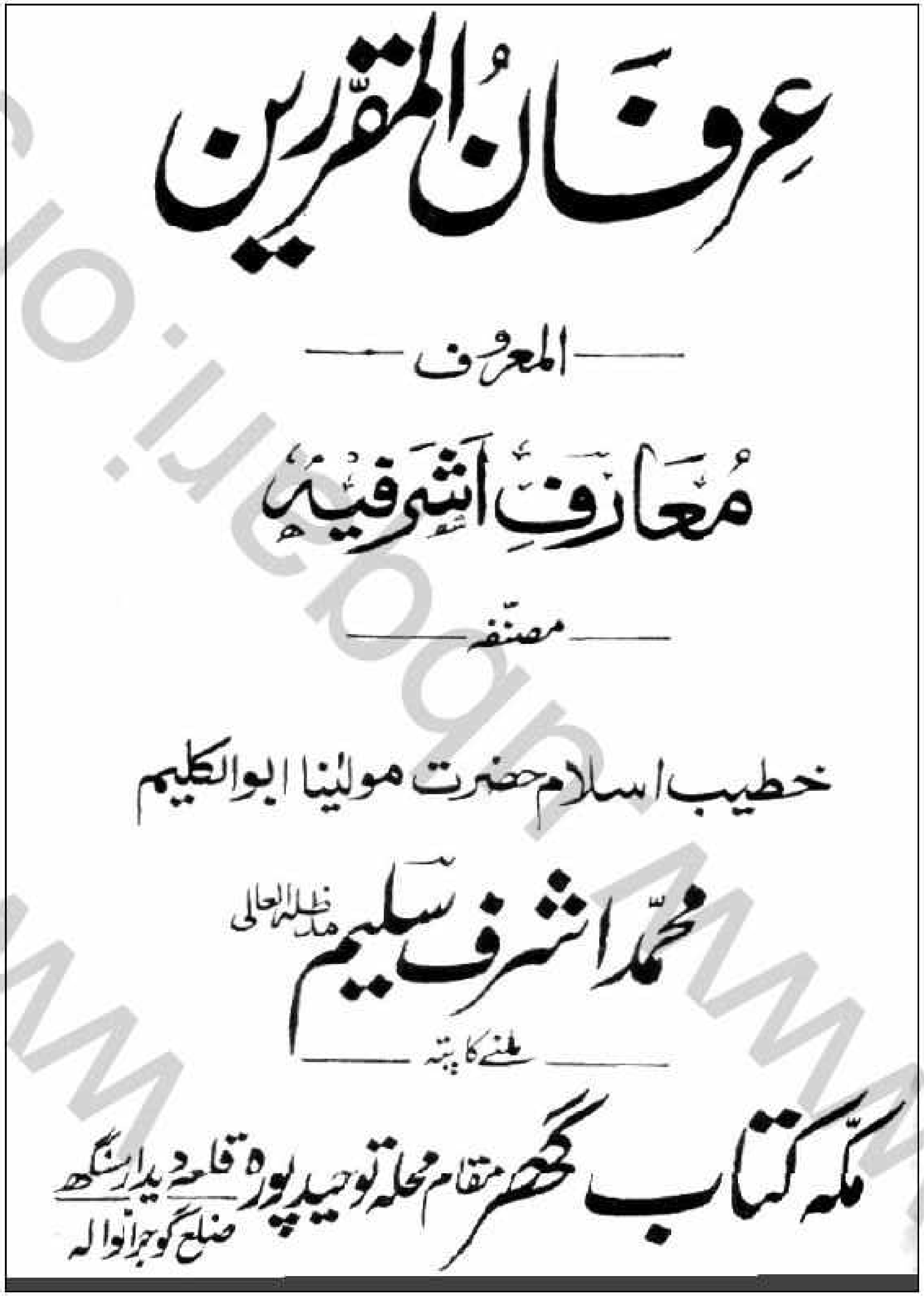

عِرفانُ المقرّبین

المعروف

مُعارفِ اشرفیہ

مصنّفہ

خطیب اسلام حضرت مولٰینا ابوالکلیم

محمّد اشرف سلیم مدظلہ العالی

ملنے کا پتہ

مکّہ کتاب گھر مقام محلہ توحید پورہ قلعہ دیدار سنگھ
ضلع گوجرانوالہ

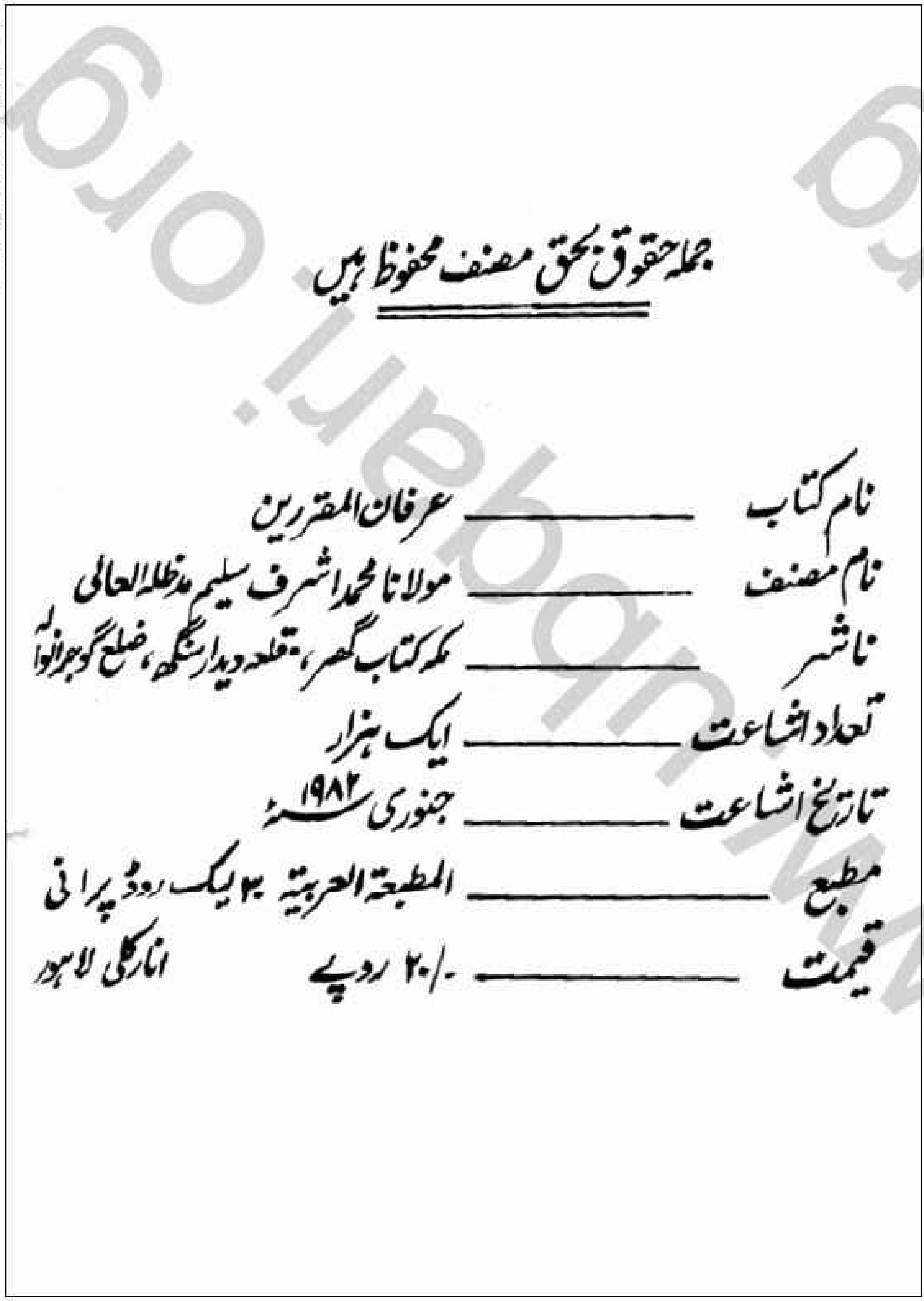

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب ــــــــــ عرفان المقربین
نام مصنف ــــــــــ مولانا محمد اشرف سلیم مدظلہ العالی
ناشر ــــــــــ مکہ کتاب گھر، قلعہ دیدار سنگھ، ضلع گوجرانوالہ
تعداد اشاعت ــــــــــ ایک ہزار
تاریخ اشاعت ــــــــــ جنوری ۱۹۸۲ء
مطبع ــــــــــ المطبعة العربیة ۳۰ ایبک روڈ پرانی انارکلی لاہور
قیمت ــــــــــ ۲۰/- روپے

(۲) ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کسی مہینے میں شعبان سے زیادہ (نفلی) روزے نہیں رکھتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ سوائے چند دنوں کے شعبان کے باقی روزے رکھتے تھے۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم بحوالہ سنتیں جو چھوڑ دی گئیں ص ۱۰۸)

شوال کے چھ روزے:۔ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(من صام رمضان ثم اتبعه ستاً من شوال كان كصيام الدهر)

”جس نے رمضان کے روزے رکھے، اس کے بعد شوال کے چھ (نفلی) روزے رکھے تو یہ پورے زمانے کے روزے رکھنے کی مانند ہے۔“ (صحیح مسلم بحوالہ سنتیں جو چھوڑ دی گئیں ص ۱۰۹)

وضاحت: صوفیاء کے کثرت صوم کی مستندترین روایت ہے جو صحیحین کے حوالے سے ماقبل نقل ہوئی (از مرتب اثری)

کثرت درود اور حیاۃ الانبیاء کی دلیل:۔ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(ان افضل ايامكم يوم الجمعة فاكثروا علي من الصلاة فيه فان صلاتكم معروضةٌ عليَّ)

”تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے، پس تم اس میں مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، اس لیے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا۔“

صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! آپ پر ہمارا درود کس طرح پیش کیا جائے گا؟ جب کہ آپ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ان الله حرم على الارض اجساد الانبياء“ (سنن ابی داؤد كتاب الصلاة، ح 1047، صححه الألبانی رحمه الله)

”اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے مبارک جسموں کو زمین پر حرام کر دیا ہے“۔ (سنتیں جو چھوڑ دی گئیں ص ۱۱۰)

وضاحت: ہمارے اسلاف کے ذوق درود کی صرف یہ ایک مثال ہے وگرنہ اسی کتاب میں سینکڑوں دلائل، حکایات و واقعات اسی ذوق کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ ہمارے اسلاف پر نہایت گستاخانہ جملہ ”مر گئے مردود نہ فاتحہ نہ درود“ کہنے والوں کو ہم کیا کہیں شاید ان کی نیتوں میں اخلاص ہو......!! لیکن اس کتاب کو پڑھنے کے بعد خدارا ایک مرتبہ ضرور سوچئے گا کہ کیا ہمارے یہ اسلاف ابھی بھی بے ادب اور گستاخ تھے۔ (از مرتب اثری)

نام کتاب:۔ عرفان المقربین المعروف معارف اشرفیہ
مصنف:۔ خطیب اسلام حضرت مولانا ابوالکلیم ...... محمد اشرف سلیم مدظلہ العالی
ملنے کا پتہ: مکہ کتاب گھر مقام محلّہ توحید پورہ قلعہ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ

بسم اللہ کے فضائل و برکات

وضاحت: اسلام ایک سچا مذہب ہے اس کی تعلیمات حقانیت پر مشتمل ہیں اس پاکیزہ مذہب میں ہر کام کی ابتداء حدیث مبارک: كل امر ذی بال لم يبدا ببسم الله فهو اقطع کے مطابق بسم اللہ سے کی گئی یہ حصول معرفت تک رسائی کیلئے بسم اللہ پہلا سبق ہے اور اس پہلے سبق کی کیا کیا برکات ہیں مختصر انداز میں پیش خدمت ہیں لیکن ......!! ایک بات ضرور سوچئے گا کہ آج سینکڑوں بار پڑھنے کے باوجود بھی ہم ان برکات سے کیوں محروم ہیں......؟؟

فرعون پر بسم اللہ کی برکت:۔ تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ فرعون نے خدائی دعویٰ سے پہلے ایک محل بنایا تھا اس کے باہر دروازے پر بسم اللہ لکھوایا تھا۔ بعدہٗ خدائی دعویٰ کیا اور پھر موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے تبلیغ توحید کی۔ اس نے انکار کر دیا

موسیٰ علیہ السلام نے بد دعا کی اور کہا یا اللہ! اس کا بیڑہ غرق کر، جواب الٰہی آیا کہ اے موسیٰ فرعون کا علاج تو ہلاکت ہی ہے لیکن دروازے پر بسم اللہ لکھی ہوئی ہے اسی کی برکت سے میرے عذاب سے بچا ہوا ہے۔ اسی وجہ سے فرعون پر گھر میں عذاب نہ آیا بلکہ وہاں سے نکال کر دریائے نیل میں ڈبویا گیا اور اپنے انجام بد کو پہنچ گیا۔ (عرفان المقر رین ص ۳۴)

ثواب بسم اللہ پر قبر میں رفع عذاب:۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک قبر پر گزرے۔ دیکھا کہ میت کو عذاب ہو رہا ہے واپسی پر پھر قبرستان سے گزرے اور اسی قبر پر گزر ہوا اور دیکھا قبر سے عذاب رفع ہو گیا ہے اور قبر نور و نور ہو گئی ہے اور خدا کی رحمت کی بارش ہو رہی ہے بہت حیران ہوئے اور بارگاہ الٰہی میں التجاء کی مجھے اس کا راز بتلایا جائے۔ جواب ملا اے روح اللہ! یہ قبر والا سخت گناہگار اور بدکردار تھا اسی وجہ سے عذاب میں مبتلاء تھا لیکن اس نے اپنی بیوی حاملہ چھوڑی تھی اس کی وفات کے بعد لڑکا پیدا ہوا تھا وہ پرورش پاتا رہا آج صبح وہی لڑکا اپنی والدہ کے کہنے پر اپنے استاد کے پاس گیا اور بسم اللہ کا سبق ملا وہ پڑھتا پڑھتا گھر کو آ رہا ہے ہمیں حیا آئی کہ میں زمین کے اندر اس شخص کو عذاب دوں جس کا بچہ زمین پر میرا نام جپ رہا ہے۔ (عرفان المقر رین ص ۳۵)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور بسم اللہ کی برکت:۔ میدان جنگ میں کفار نے مقابلہ کے وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے یہ شرط باندھی کہ ہمارے پاس زہر کا پیالہ ہے اگر تم اس زہر کے پیالہ کو پی کر زندہ و سلامت رہے اور آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا تو ہم جان لیں گے کہ واقعی آپ کا مذہب اسلام سچا ہے اس کا لانے والا محمد ﷺ عربی سچا ہے اس کو بھیجنے والا عرش والا خدا برحق ہے۔

تفسیر حقانی میں یہ سارا واقعہ موجود ہے آپ نے بسم اللہ شریف پڑھ کر فوراً وہ پیالہ سارے کا سارا پی لیا۔ خدا کے فضل اور بسم اللہ کی برکت سے کچھ نہ ہوا۔ اس وقت کے تمام دشمن کلمہ طیبہ پڑھ کر اسلام کے گلستان میں داخل ہو گئے۔

نکاتِ واقعہ (اولیاء کی اور عام لوگوں کی زبانوں میں فرق):۔ انہوں نے زہر پی لیا اور کچھ نہ ہوا۔ ہم تو بسم اللہ پڑھ کر بھاری غذا کھا لیں وہ بھی ہضم نہیں ہوتی آج کل بعض لوگوں کا یہ اعتراض ہے تو جواب یہ ہے کہ وہ بسم اللہ خدا کا قرآن تھی اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ صحابی رسول ﷺ اللہ کی پاک زبان تھی۔ تمام قرآنی دعائیں اور مسنون وظیفے مثل کارتوس کے ہیں اور پڑھنے والے کی زبان مثل بندوق کے ہے کارتوس یقیناً شیر کو مارتا ہے۔ مگر جب رائفل اچھی ہو۔ دعائیں تو وہی ہیں لیکن ہماری زبانیں اصحاب رسول ﷺ جیسی پاک نہیں ہم اسی زبان سے دن رات جھوٹ، غیبت، غلط گواہی بکتے رہتے ہیں پھر وہ تاثیر اور برکت کہاں سے آئے۔ خدا عمل کی توفیق بخشے، آمین۔ (عرفان المقر رین ص ۳۶)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بسم اللہ کی تاثیر:۔ بادشاہ روم ہرقل نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں خط لکھا کہ مجھے دردسر کی بہت شکایت ہے اور بڑی پرانی تکلیف ہے ہر قسم کے علاج کروائے مگر بے سود ثابت ہوئے تکلیف میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے، میرا ضرور کچھ علاج فرمائیے۔

خلیفہ ثانی جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک کپڑے کی ٹوپی سلوا کر بھیجی جب بادشاہ وہ اوڑھتا تو آرام ہوتا اور جب اتار دیتا تو پھر درد ہوتی تھی۔ اس کو سخت تعجب ہوا اس نے ٹوپی کو کھلوایا۔ دیکھا تو اس میں ایک پرچہ لکھا۔ جس میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' لکھا تھا یہ تمام بسم اللہ کی تاثیر تھی۔ (عرفان المقر رین ص ۳۷)

معراج مصطفیٰ ﷺ اور مقام بسم اللہ:۔ جب خاتم المرسلین جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا نے معراج کرایا اور پھر جنتوں کی سیر کرائی تو وہاں چار نہریں ملاحظہ فرمائیں: ایک پانی کی دوسری دودھ کی تیسری شہد کی چوتھی شراب کی اور جبرائیل سے پوچھا یہ نہریں کہاں سے آ رہی ہیں جبرائیل علیہ السلام نے کہا مجھے اس کا علم نہیں دوسرے نے کہا: ان کا منبع چلو میں آپ کو دکھاتا ہوں جہاں گئے وہاں درخت کے پاس ایک عمارت تھی اور دروازہ پر قفل پڑا ہوا تھا اس کے نیچے سے چاروں نہریں نکل رہی تھیں فرشتہ سے کہا قفل کھولو اس نے کہا: چابی آپ کے پاس ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' ہے حضور ﷺ نے ''بسم اللہ'' پڑھی دروازہ فوراً کھل گیا اندر گئے ملاحظہ کیا کہ اندر چار ستون ہیں اور چاروں ستونوں پر

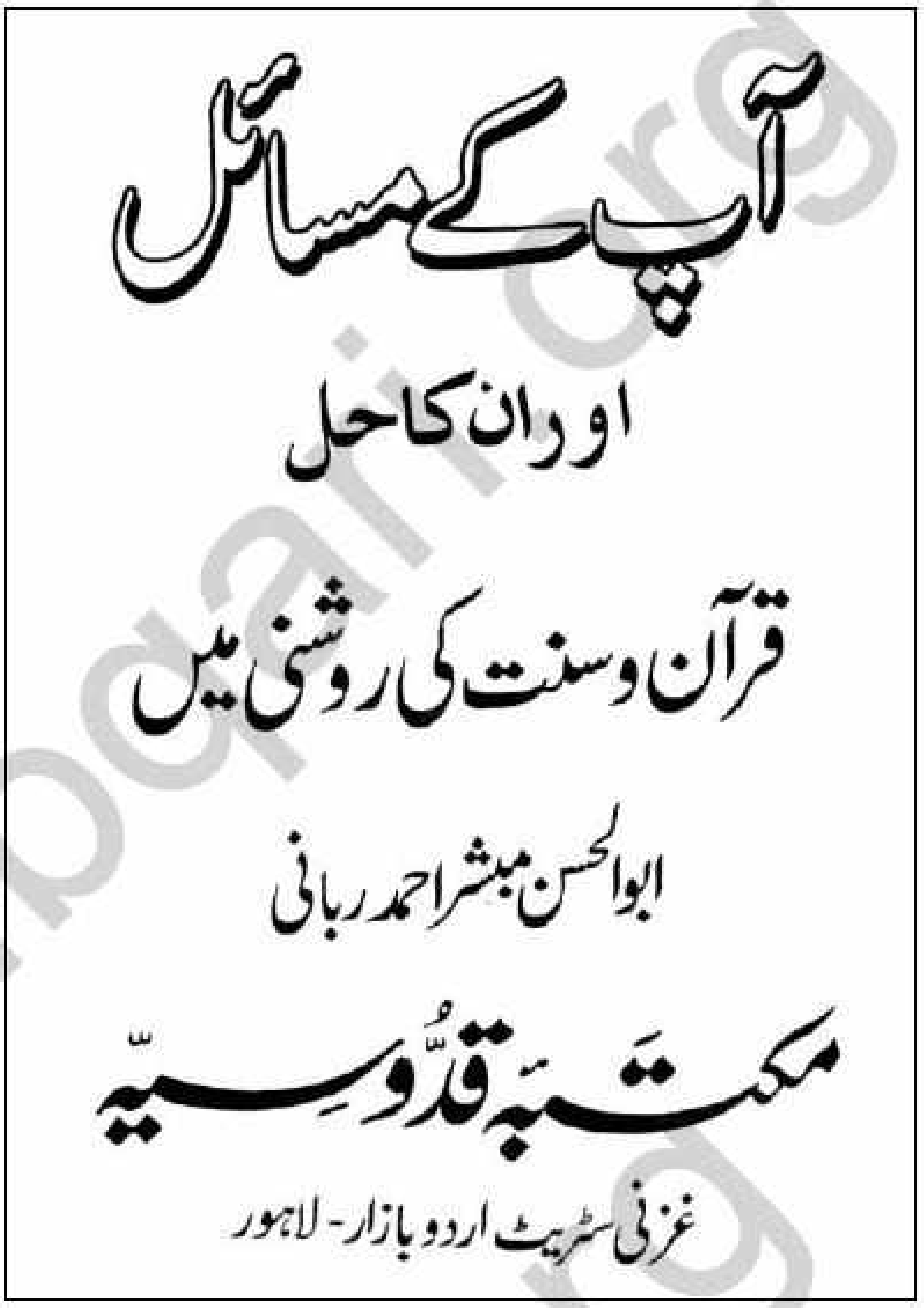

آپ کے مسائل

اور ان کا حل

قرآن وسنت کی روشنی میں

ابوالحسن مبشر احمد ربانی

مکتبہ قدوسیہ

غزنی سٹریٹ اردو بازار - لاہور

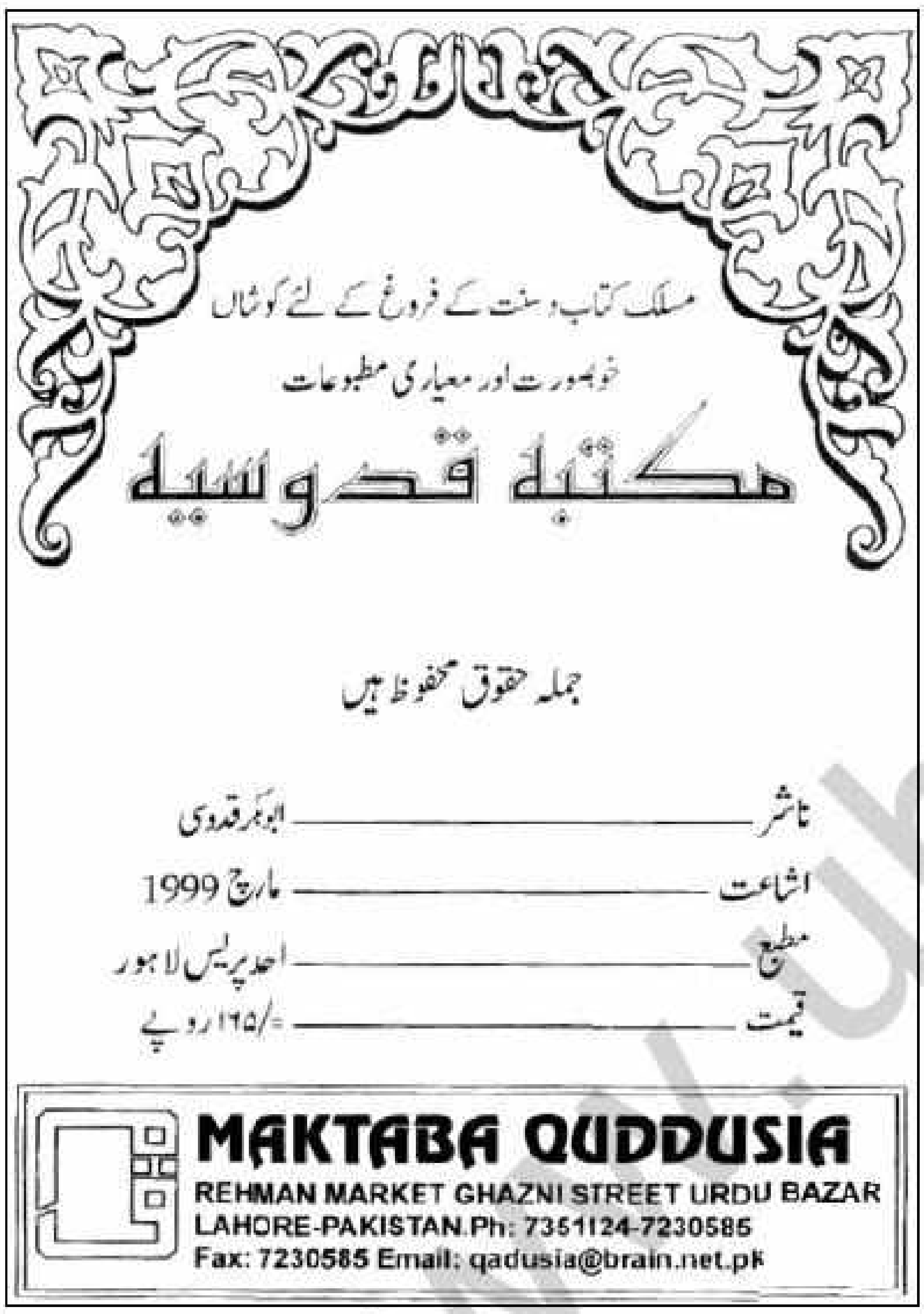

مسلک کتاب وسنت کے فروغ کے لئے کوشاں

خوبصورت اور معیاری مطبوعات

مکتبہ قدوسیہ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ناشر ———— ابوبکر قدوسی
اشاعت ———— مارچ 1999
مطبع ———— احمد پریس لاہور
قیمت ———— ۱۹۵/= روپے

MAKTABA QUDDUSIA
REHMAN MARKET GHAZNI STREET URDU BAZAR
LAHORE-PAKISTAN.Ph: 7351124-7230585
Fax: 7230585 Email: qadusia@brain.net.pk

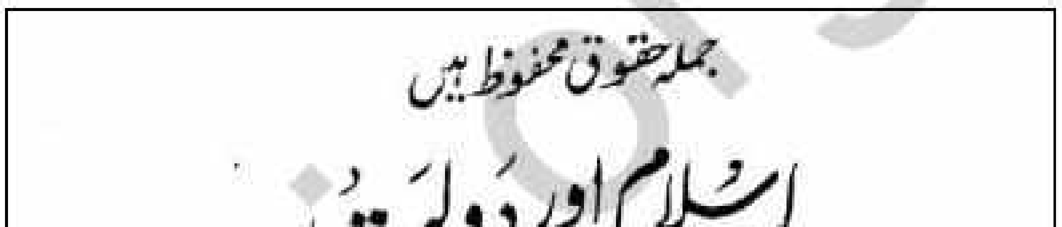

جملہ حقوق محفوظ ہیں

اسلام اور دولت

مع

دولتمند صحابہؓ

مرتبہ

مولانا عبدالمجید سوہدروی علیہ الرحمۃ

ملنے کا پتہ

مینیجر مسلم پبلی کیشنز ۱۵ قذافی مارکیٹ اردو بازار لاہور

بار سوم قیمت چھ روپے

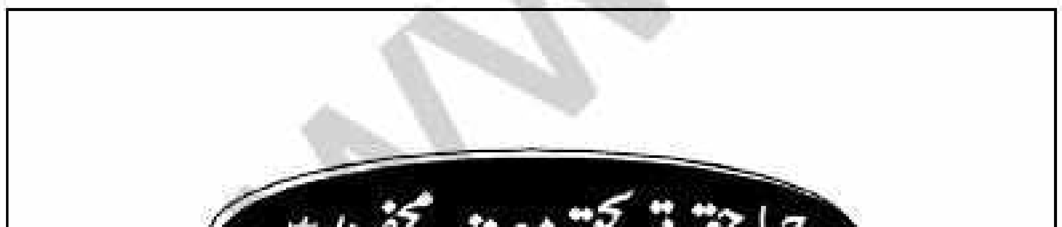

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب:۔ دولتمند صحابہ

مرتب ———— حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ

مطبع ———— مسلم پبلی کیشنز قذافی مارکیٹ اردو بازار لاہور

پوری ''بسم اللہ'' درج ہے اور ''بسم اللہ'' کی میم سے پانی کی نہر اچھل رہی ہے اللہ کی ''ہ'' کے نیچے دودھ کی نہر بہہ رہی ہے اور الرحمٰن کی ''میم'' کے نیچے شہد کی نہر اور الرحیم کی ''میم'' کے نیچے سے شراب کی نہر نکل رہی ہے حضور شافع یوم النشور ﷺ حیران و پریشان رہ گئے اندر سے آواز آئی کہ اے میرے محبوب! جو آپ کا ایماندار امتی ''بسم اللہ'' حضور قلب سے پڑھے گا وہ ان کا حقدار ہو گا۔ (عرفان المقربین ص ۳۷)

نام کتاب:۔ آپ کے مسائل اور ان کا حل
مصنف:۔ ابوالحسن مبشر احمد ربانی..... ناشر:۔ مکتبہ قدوسیہ

علمائے اہلحدیث کا ذوق کثرتِ درود شریف:۔ صبح وشام کے اذکار میں 10 بار درود شریف کا عدد صحیح ثابت ہے اسے معمول بنائیں اور پھر چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے درود شریف پڑھتے رہیں بلکہ اگر آپ اپنی ساری دعاؤں کی جگہ درود ہی پڑھتے رہیں تو یہ بھی درست ہے۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رات کا دو تہائی حصہ گزر جاتا تو رسول کریم ﷺ کھڑے ہو جاتے اور فرماتے لوگو! اللہ کو یاد کرو، اللہ کو یاد کرو۔ آ گیا زلزلے کا جھٹکا، اس کے پیچھے ایک اور جھٹکا۔ موت آ گئی اپنی ہولناکیوں کے ساتھ، موت آ گئی اپنی ہولناکیوں کے ساتھ۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ:

(انی اکثر الصلاۃ علیك فکم اجعل لك من صلاتی فقال ما شئت قال قلت الربع قال ما شئت فان زدت فهو خیرلك قال قلت فالثلثین قال ماشئت فان زدت فهو خیرلك قلت اجعل لك صلاتی کلها قال اذا تکفی همك ویغفرلك ذنبك)

''میں آپ ﷺ پر کثرت سے درود پڑھا کرتا ہوں۔ میں درود کی آپ ﷺ کیلئے کیا مقدار رکھوں (یعنی اور دعاؤں کے مقابلے میں) آپ ﷺ نے فرمایا: جس قدر تو چاہے عرض کیا کیا ایک چوتھائی؟ فرمایا جتنا تو چاہے۔ اگر زیادہ کرے تو بہتر ہے۔ عرض کیا نصف فرمایا، جتنا تو چاہے، اگر زیادہ کرے تو بہتر ہے عرض کیا دو تہائی فرمایا جتنا تو چاہے اگر زیادہ کرے تو بہتر ہے میں نے عرض کیا، میں تمام (وقت) آپ ﷺ کے درود کے لیے وقف کر دوں آپ ﷺ نے فرمایا: ایسی حالت میں تیرے مقاصد کی کفایت کی جائے گی اور تیرے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔''

(سنن الترمذی کتاب صفة القیامة (۲۴۵۷)مستدرك حاکم ۵۱۳/۲ مسند احمد ۱۳۶/۵، مسند عبد بن حمید بحوالہ جلاء الافہام ص ۴۰ رقم ۵۹ بحوالہ آپ کے مسائل ص ۵۲۸)

نام کتاب:۔ دولتمند صحابہ...... مصنف:۔ حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ
ناشر:۔ مسلم پبلی کیشنز قذافی مارکیٹ اردو بازار لاہور

سخاوت وفیاضیِ صوفیاء کی دلیل:

وضاحت: ولایت رنگ ولباس کا نام نہیں بلکہ دل کے سنور جانے کا نام ہے ہمارے اسلاف میں مالدار اور فقیر دونوں طرح کے اکابر موجود تھے جو ہمیں سمجھا گئے کہ مال اگر ہے اور بکثرت ہے تو اسے جیب میں تو رکھ سکتے ہو مگر دل میں اس مال کیلئے حضور ﷺ کے فرمان ''دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے، اور خدا کی محبت حرام اس شخص پر جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر دنیا کی محبت ہو'' کے مطابق خانۂ دل اللہ تعالیٰ کی محبت کیلئے خاص ہے۔ ان اسلاف صحابہ اور صوفیاء کے واقعات جنہوں نے دنیا کو جیب میں تو رکھا لیکن دل میں نہ آنے دیا۔ (از مرتب اثری)

حضرت عامر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ:۔ آپ بڑے مخیّر اور فیاض تھے مجاہدین اسلام کی خدمت کا خاص شوق تھا آپ کو دو ہزار وظیفہ ملتا تھا جس وقت ملتا راستہ میں گھر آتے آتے سب خرچ کر آیا کرتے تھے۔ (دولتمند صحابہ ص ۵۷ بحوالہ ابن سعد ص ۷۵)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سخاوت و دیانت :۔ اگر چہ ابھی بہت سے تابعین کے حالات باقی ہیں، مگر ہم طوالت کے خوف سے اب مضمون کو تبرکاً و تمیناً حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مبارک حالات پر ختم کرتے ہیں تا کہ آپ کو پتہ چل جائے کہ حضرت نعمان بن ثابت رحمہ اللہ بھی دیگر ائمہ ہدی کی طرح بہت بڑے متموّل اور تاجر تھے، آپ رحمہ اللہ کے مختصر حالات ''سیرت النعمان'' (علامہ شبلی) ''مناقب النعمان''، ''عقود المرجان''، ''خیرات الحسان''، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ کتب سے اخذ کر کے درج کئے جاتے ہیں آپ کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے، دور دراز شہروں میں آپ نے گماشتے مقرر کر کے رکھے تھے لاکھوں کا لین دین تھا بڑے بڑے سوداگروں سے معاملہ رہتا تھا اور کاروباری دیانت کے باعث آپ رحمہ اللہ اطراف و اکناف میں مشہور تھے۔

(۲) ایک رحمہ اللہ دفعہ آپ رحمہ اللہ نے اپنے منشی حفص بن عبدالرحمٰن سے کہا کہ دیکھو یہ ریشمی تھانوں کی گٹھ کچھ داغدار سی ہے جب بیچو تو خریدار کو آگاہ کر دینا اور اس کے دام بھی کچھ کم لینا تا کہ خریدار کو نقصان نہ پہنچے مگر حفص بھول گئے اور گٹھ پوری قیمت پر نکل گئی چند روز کے بعد جب آپ رحمہ اللہ نے حساب لیا تو معلوم ہوا کہ غلطی سے ملازم نے اس کی پوری قیمت چارج کر لی ہے آپ نے فرمایا: اچھا اب اس کی ساری قیمت (جو تیس ہزار درہم ہے) فقراء اور مساکین میں بانٹ دو میں اس مشکوک مال کو اپنے طیب مال میں شامل نہیں کر سکتا۔

(۳) ایک بار ایک عورت آپ کے پاس خَز (ریشمی کپڑے) کا ایک تھان لے کر آئی آپ نے قیمت پوچھی اس نے کہا: سو درہم۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: نہیں یہ تو پانچ سو درہم کا ہے اگر لینا ہو تو پانچ سو درہم لے لو وہ سمجھی کہ آپ مذاق کرتے ہیں مگر آپ نے پانچ سو درہم نکالے اور اسے دیدیئے اور فرمایا تمہاری غلطی سے میں ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہتا۔

(۴) ایک بار کچھ لوگ آپ سے ملنے آئے ان میں سے ایک شخص ظاہراً شکستہ حال معلوم ہوتا تھا جب سب رخصت ہو گئے تو آپ رحمہ اللہ نے اسے کہا ذرا ٹھہرو۔ پھر اندر گئے اور ایک ہزار کی تھیلی لا کر پیش کی اور فرمایا یہ لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو اس نے عرض کیا حضرت میں دولت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے اس کی ضرورت نہیں آپ رحمہ اللہ نے فرمایا اگر دولت مند ہو تو حالت خستہ کیوں بنا رکھی ہے؟ دوسروں کو خواہ مخواہ شبہ ہوتا ہے۔

(۵) آپ لباس بہت قیمتی پہنا کرتے تھے اکثر خوش لباس رہتے سنجاب اور قاقیم جیسے قیمتی کپڑوں کے جبّے استعمال کیا کرتے تھے ٹوپی خصوصاً بہت قیمتی ہوتی تھی دیگر رؤسا کے پاس صرف ایک آدھ درباری ٹوپی ہوتی مگر آپ رحمہ اللہ کے پاس بارہ ٹوپیاں تھیں جو ہزاروں روپیہ کی مالیت رکھتی تھیں۔

ابو مطیع بلخی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن آپ رحمہ اللہ کو سادہ لباس میں دیکھا مگر اس دن بھی آپ رحمہ اللہ ایسی قمیص اور چادر پہنے ہوئے تھے جن کی قیمت چار چار سو درہم تھی۔

(۶) نصر بن محمد رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ایک دن آپ کہیں جا رہے تھے راستہ میں میرا مکان تھا فرمایا اگر کوئی چادر ہو تو دینا میں گھر سے لانا بھول گیا میں نے اچھی سے اچھی چادر پیش کر دی واپس آئے تو چادر کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ناحق مجھے اس کی وجہ سے شرمندہ ہونا پڑا میں حیران ہوا کہ اتنی قیمتی چادر جو میں نے پانچ دینار (پانچ پونڈ) میں خریدی تھی پتہ نہیں امام صاحب کی نگاہ میں کیوں نہیں جچی؟ اتفاقاً دوسرے روز آپ کے ہاں گیا تو دیکھا آپ رحمہ اللہ ایک چادر اوڑھے بیٹھے ہیں جس کی قیمت تیس دینار کے قریب ہے جب میں نے اس سے بھی زیادہ قیمت کی چادریں آپ کے ہاں دیکھیں تو میرا استعجاب جاتا رہا۔

(۷) آپ رحمہ اللہ بڑے فیاض، علم نواز اور حق شناس تھے آپ رحمہ اللہ کے عہد میں ابراہیم نامی ایک بہت بڑے عالم تھے جو چار ہزار قرض کے نیچے دب گئے تھے اور اسی ندامت کی وجہ سے باہر نہیں نکلتے تھے ان کے ایک دوست نے چاہا کہ چندہ کر کے کسی طرح ان کا قرض اتار دیا جائے چنانچہ وہ اسی سلسلہ میں وہ آپ کے پاس پہنچا آپ نے فرمایا کہ اور کسی سے چندہ نہ مانگو اس میں ان کی فضیحت ہے چار ہزار مجھ سے لے جاؤ اور چپکے سے قرضہ ادا کر دو۔

(۸) ایک دفعہ آپ رحمہ اللہ کسی بیمار کی عیادت کو جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک شخص ملا جوان کا مقروض تھا وہ آپ کو دیکھ کر کترا گیا اور راستہ بدل لیا آپ نے بھی بھانپ لیا اسے آواز دی وہ ٹھہر گیا پوچھا کہ تم نے مجھے دیکھ کر راستہ کیوں کاٹا ؟ اس نے عرض کیا۔ میں نے آپ کا دس ہزار روپیہ دینا ہے جو بطور قرض لیا تھا چونکہ تنگ دستی کی وجہ سے ادا نہیں کر سکا اس لئے شرم کے مارے آپ رحمہ اللہ کے سامنے نہیں آتا آپ رحمہ اللہ نے فرمایا اچھا یہ بات ہے مجھے تو اس کا خیال بھی نہیں تھا جاؤ میں نے قرض معاف کر دیا مگر تم میل جول کے سابقہ تعلقات نہ توڑو۔

(۹) اسی طرح عبداللہ سہمی جو آپ کے دوست تھے ایک بار حج میں آپ رحمہ اللہ کے ساتھ تھے کہ کسی قرض خواہ نے عبداللہ کو آلیا عبداللہ نے کہا: ابھی میرے پاس کچھ نہیں جب ہو گا دے دوں گا اس نے برا بھلا کہا امام صاحب کو معلوم ہوا تو اس کا سارا قرضہ ادا کر دیا اور فرمایا کہ ہم دوستوں کی توہین برداشت نہیں کر سکتے۔

(۱۰) آپ رحمہ اللہ علماء شیوخ اور محدثین کی بکثرت خدمت کرتے تھے اور جو طلباء تحصیل علم کیلئے آپ رحمہ اللہ کے پاس آتے آپ ان کے وظائف مقرر کر دیتے تھے تا کہ وہ اطمینان سے علم حاصل کر سکیں۔

(۱۱) اہل علم کی قدر دانی کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ جس عالم کے پاس آپ رحمہ اللہ نے اپنے صاحبزادہ حماد رحمہ اللہ کو پڑھنے کیلئے بٹھایا جب اس نے حماد کو الحمد شریف ختم کرائی تو آپ نے پانچ سو درہم ان کی نذر کئے۔

(۱۲) خدا تعالیٰ نے جہاں آپ رحمہ اللہ کو علم و فضل اور مال و زر عطا فرمایا تھا وہاں استغناء بھی حد سے زیادہ تھا ایک بار حرّہ زوجہ شاہ منصور نے پچاس ہزار کی تھیلی بطور نذر بھیجی آپ رحمہ اللہ نے یہ کہہ کر واپس کر دی کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اللہ نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے۔

(دولتمند صحابہ ص ۷۶ تا ۸۰)

مالدار صوفیاء کرام

وضاحت از مرتب اثری: صوفیائے کرام کی تعلیمات سو فیصد شریعت کے موافق ہیں ان تعلیمات میں اس طرح کی تجرد پسندی نہیں ہے کہ تمام گھر واسباب اور اہل و عیال کو چھوڑ کر ساری زندگی جنگلوں میں تنہا بسر کرو بلکہ اعتدال اور میانہ روی اولیاء کا خاصہ ہے بس وہ اتنا ضرور فرماتے کہ دنیا جیب میں تو ہو لیکن دل میں نہ ہو کیونکہ خانۂ دل محبت الٰہی کیلئے خاص ہے:

حضرت خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ:۔ مشاہیر صوفیاء میں حضرت خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ کی ذات گرامی بھی محتاج بیان نہیں۔ آپ رحمہ اللہ کی سیرت سے آپ کی دولت و ثروت اور شوکت و صولت بھی اظہر من الشّمس ہے۔ آپ ہمیشہ شاہانہ تزک و احتشام سے رہتے تھے۔ موتیوں کی تجارت کیا کرتے تھے۔ اسی لئے آپ کو حسن لولوی کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ (دولتمند صحابہ ص ۸۵)

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ:۔ سید الاتقیاء حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ کے نام نامی و اسم گرامی سے کون مسلمان واقف نہیں؟ ان کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا تموّل اور تجمّل حد سے بڑھا ہوا تھا آپ کے گھوڑے طلائی اور نقرئی میخوں سے بندھا کرتے تھے اور گھوڑوں کی گردنوں میں سونے کے ہار ہوا کرتے تھے۔ (دولتمند صحابہ ص ۸۶)

خدمتِ ولی پر مغفرت کی بشارت:۔ علامہ ابن خلکان رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ کسی نے یحییٰ برمکی رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدائے تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ اس نے کہا کہ خدا نے مجھے حضرت سفیان رحمہ اللہ کی دعا کی بدولت بخش دیا کیونکہ میں ایک ہزار درہم ماہوار سفیان رحمہ اللہ کو دیا کرتا تھا وہ میرے لئے دعا فرمایا کرتے تھے مطلب یہ کہ آپ چھپ چھپ کر ضرورت منداصحاب کی مدد فرمایا کرتے تھے۔ (دولتمند صحابہ ص ۸۷)

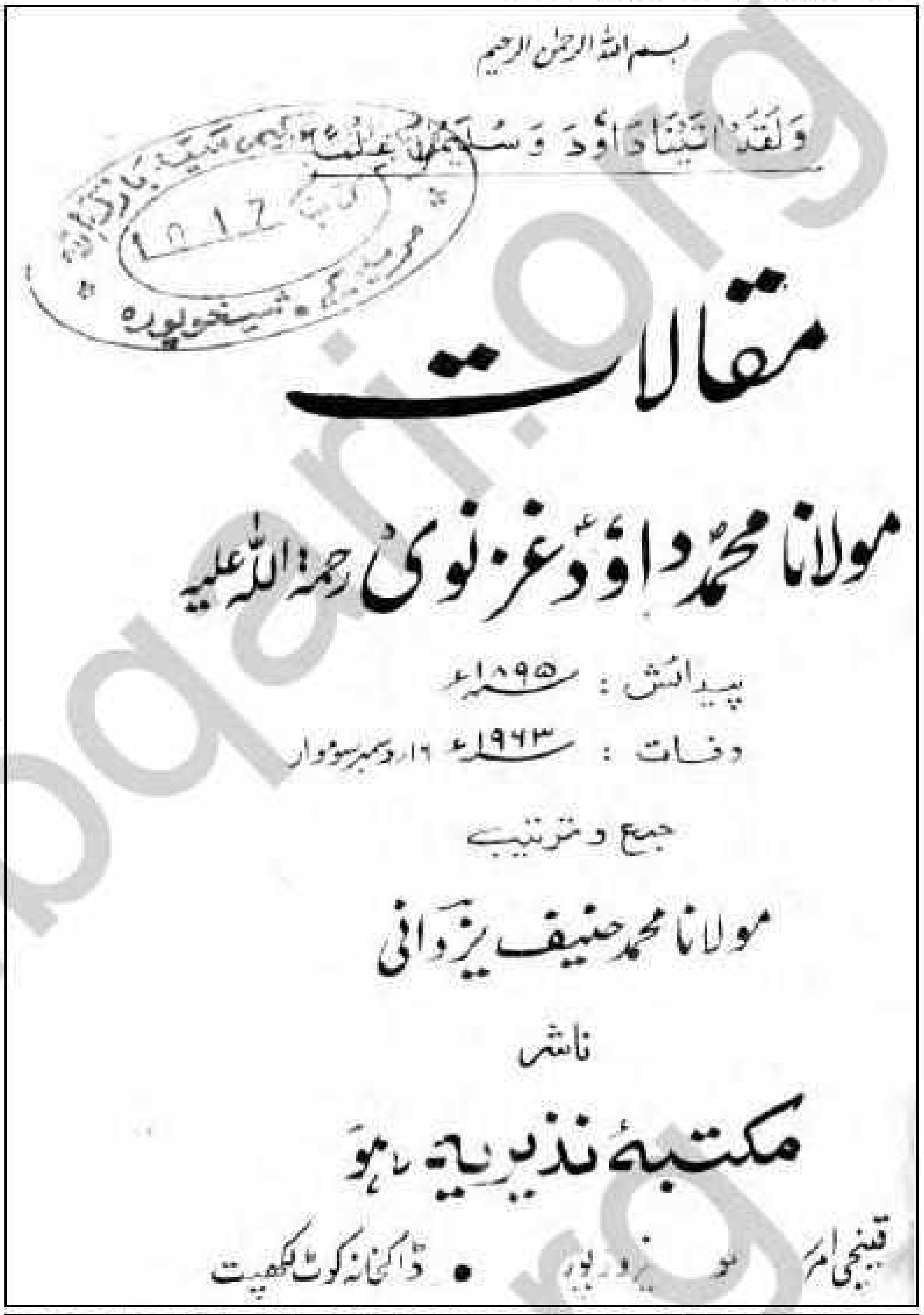

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا

1012 شیخوپورہ

مقالات

مولانا محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش : ۱۸۹۵ء

وفات : ۱۹۶۳ء ۱۶ دسمبر سوموار

جمع و ترتیب

مولانا محمد حنیف یزدانی

ناشر

مکتبہ نذیریہ لاہور

قینچی امر[illegible] [illegible]یروز پور • ڈاکخانہ کوٹ لکھپت

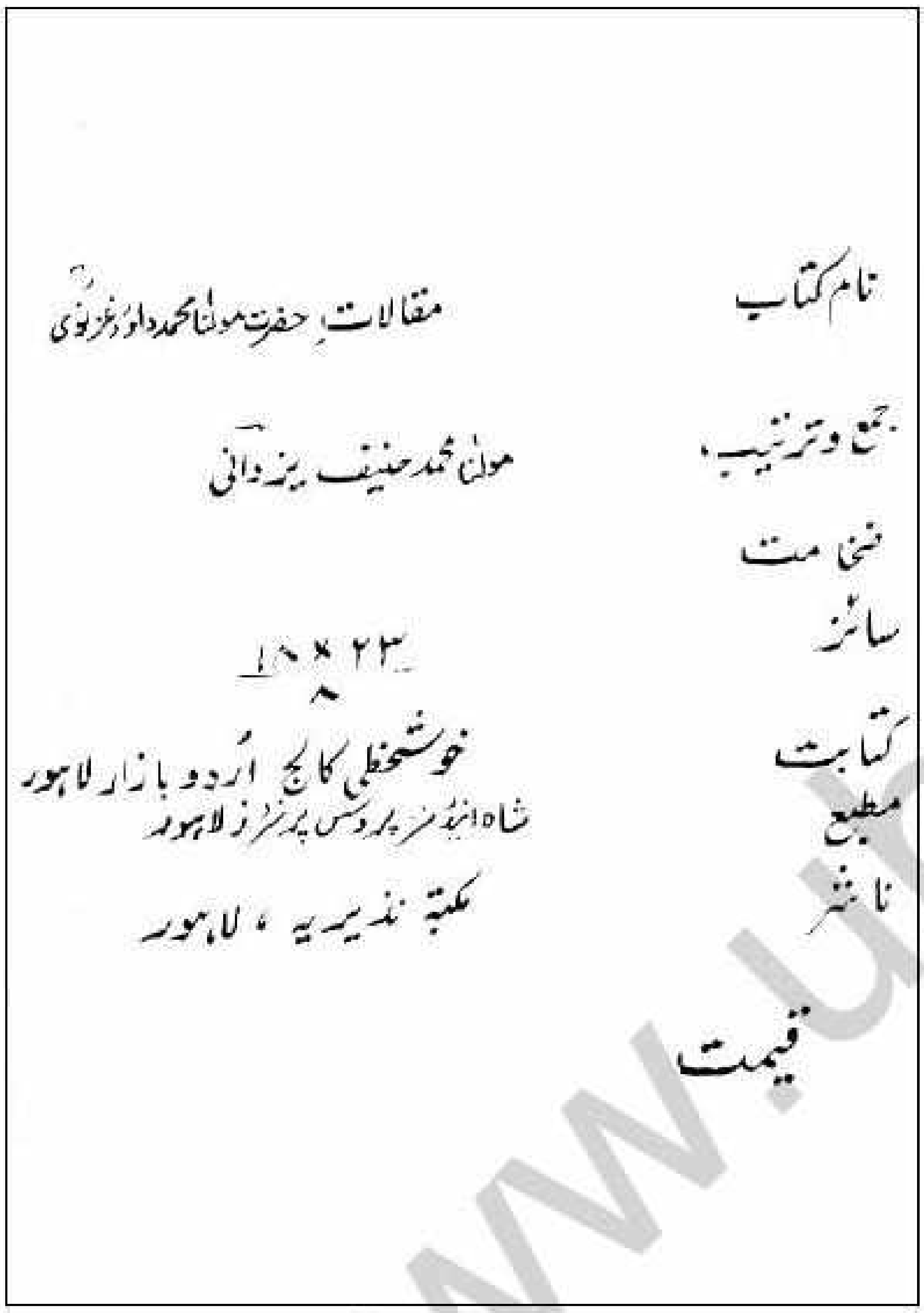

نام کتاب	مقالات حضرت مولانا محمد داؤد غزنوی
جمع و ترتیب	مولانا محمد حنیف یزدانی
ضخامت	
سائز	۸/۲۳×۱۸
کتابت	خوشخطی کالج اردو بازار لاہور
مطبع	شاہ اینڈ سنز پروگریس پرنٹرز لاہور
ناشر	مکتبہ نذیریہ ، لاہور
قیمت	

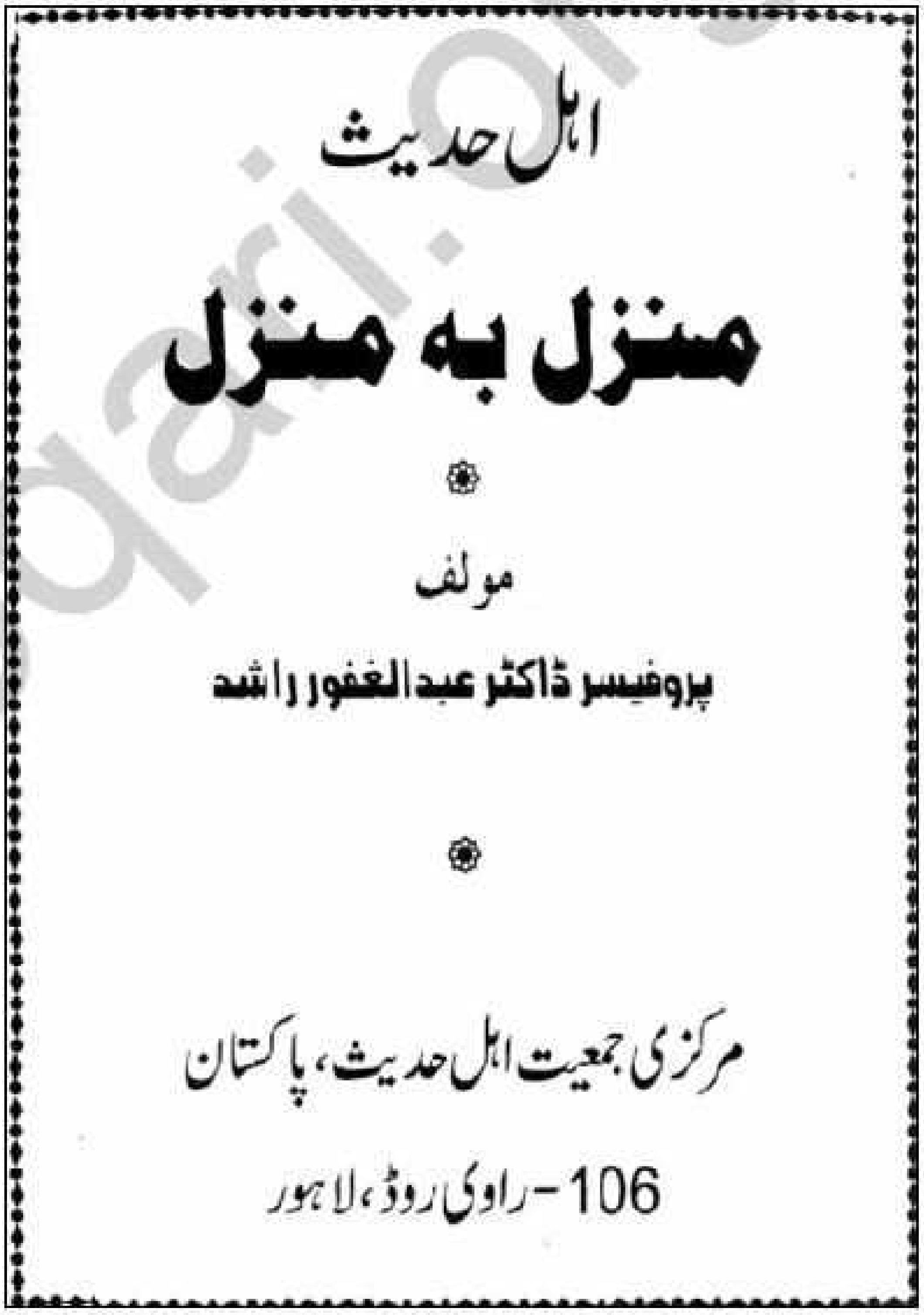

اہل حدیث

منزل بہ منزل

مولف

پروفیسر ڈاکٹر عبدالغفور راشد

مرکزی جمعیت اہل حدیث، پاکستان

106-راوی روڈ، لاہور

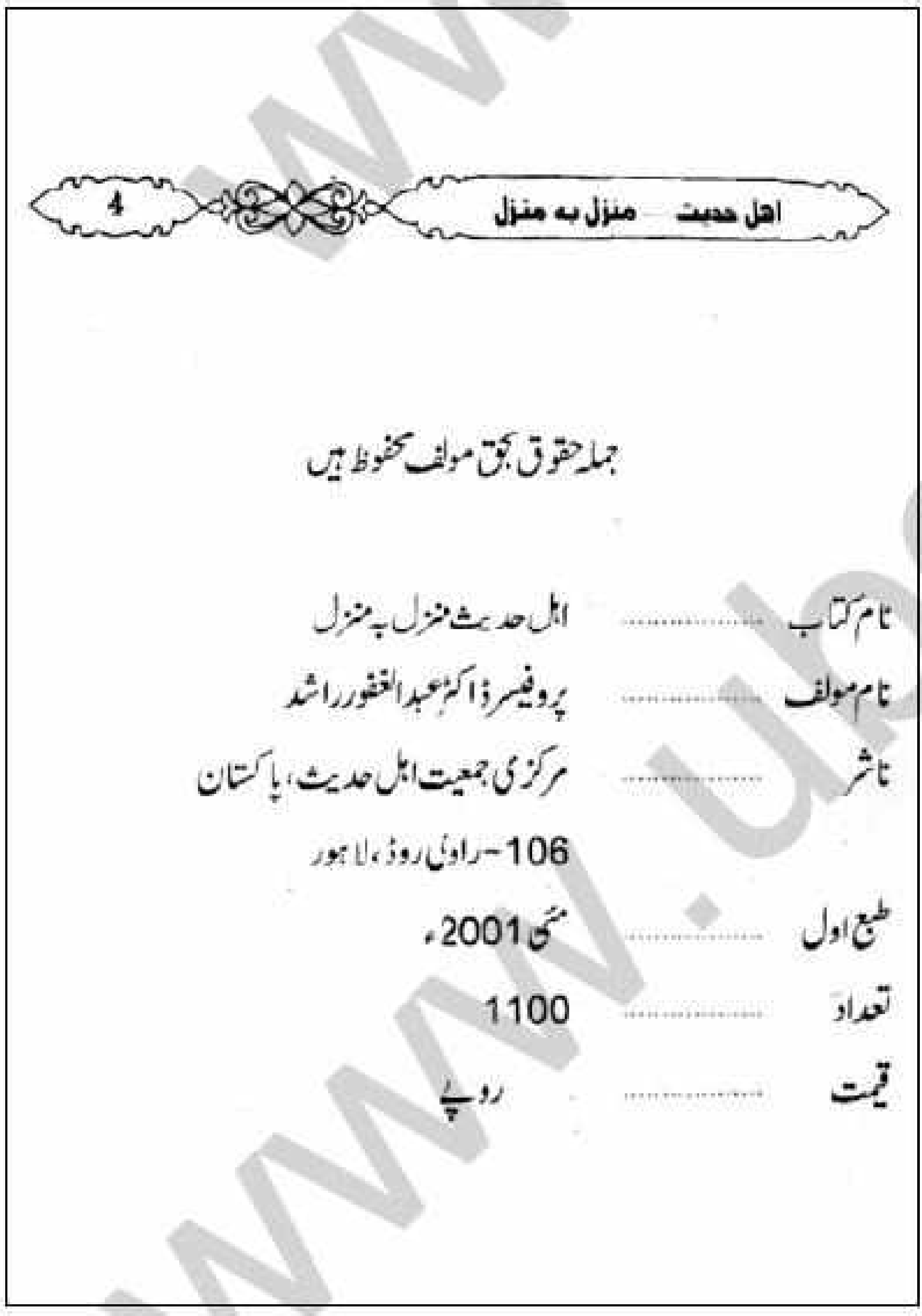

4 — اہل حدیث منزل بہ منزل

جملہ حقوق بحق مولف محفوظ ہیں

نام کتاب	اہل حدیث منزل بہ منزل
نام مولف	پروفیسر ڈاکٹر عبدالغفور راشد
ناشر	مرکزی جمعیت اہل حدیث، پاکستان 106-راوی روڈ، لاہور
طبع اول	مئی 2001ء
تعداد	1100
قیمت	روپے

نام کتاب: ۔ مقالات محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ
جمع و ترتیب: ۔ مولانا محمد حنیف یزدانی.... ناشر: ۔ مکتبہ نذیریہ لاہور

امام اعظم مولانا ابراہیم سیالکوٹی کی نظر میں: ۔ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ ہماری جماعت کے مشہور مقتدر علماء میں سے تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب تاریخ اہلحدیث میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مدح و توصیف اور ان کے خلاف ارجاء وغیرہ الزامات کے دفعیہ میں ۸/۲۳×۲۹ سائز کے ۸ صفحات وقف کئے اور مقتدر مشاہیر علماء سلف مثلاً امام ابن تیمیہ، امام ذہبی، حافظ ابن حجر اور علامہ شہرستانی رحمہم اللہ کے اقوال نقل کر کے یہ بتایا ہے۔ ”الناس فی ابی حنیفة حاسد او جاهل“ یعنی حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حق میں بری رائے رکھنے والے کچھ لوگ تو حاسد ہیں اور کچھ ان کے مقام سے بے خبر ہیں۔

پھر کسی جگہ ان کا ذکر امام اعظم رحمہ اللہ کے نام سے کرتے ہیں کسی جگہ سیدنا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہہ کر ادب و احترام سے ذکر کرتے ہیں اور حضرت الامام الاعظم رحمہ اللہ کے خلاف جو سب سے زیادہ سنگین جملہ امام سفیان کے حوالہ سے بروایت نعیم بن حماد کیا جاتا ہے اس پر معقول اور مدلل جرح کر کے ثابت کیا ہے کہ نعیم بن حماد سنت کی تقویت میں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی بدگوئی میں جھوٹی حدیثیں اور من گھڑت حکایات وضع کر لیا کرتا تھا اور اس ساری بحث کو آخر میں مولانا محمد ابراہیم اس فقرہ کے ساتھ ختم کرتے ہیں۔

خلاصۃ الکلام یہ کہ نعیم کی شخصیت ایسی نہیں ہے کہ اس کی روایت کی بناء پر حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسے بزرگ امام کے حق میں بدگوئی کریں جن کو حافظ ذہبی جیسے ناقد الرجال امام اعظم کے معزز لقب سے یاد کرتے ہیں اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ”البدایہ والنہایہ“ میں آپ کی تعریف کرتے ہیں اور آپ کے حق میں فرماتے ہیں۔

(احد ائمة الاسلام و سادة الاسلام واحد ارکان العلماء واحد الائمة الاربعة اصحاب المذاهب المتبوعه)

نیز حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ عبداللہ بن داؤد حرینی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا لوگوں کو مناسب ہے کہ اپنی نماز میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے لیے دعا کیا کریں۔ کیونکہ انہوں نے ان پر فقہ اور سنن (نبویہ) کو محفوظ رکھا۔

(البدایہ والنہایہ ج دوم، ص ۱۰۷، بحوالہ مولانا محمد داؤد غزنوی ص ۵۵، ۵۶)

امام اعظم رحمہ اللہ اور علمائے اہلحدیث: نواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہ جن کا ذکر بعض حلقوں میں اہانت اور تحقیر کے ساتھ کیا جاتا ہے اپنی مشہور تصنیف ”الحطه فی ذکر الصحاح الستّه“ میں تبع تابعین کے ذکر میں فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے یہ تیسرا طبقہ ہیں اور اس طبقے کے اکابر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”منهم الامام جعفر الصادق وابو حنیفة النعمان بن ثابت و الامام الاشجعی ومالك والاوزاعی والثوری وابن جریج ومحمد بن ادریس الشافعی وغیرهم وهذه الطبقات الثلاثة هی المشهود لها بالخیر علی لسان نبینا صلی الله علیه وسلم وهم الصدر الاوّل والسلف الصالح والمحتج بهم فی کل باب“

کہ ان تبع تابعین میں سے امام جعفر صادق، امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام اوزاعی رحمھم اللہ وغیرھم ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق یہ تین زمانے (صحابہ تابعین، تبع تابعین) خیر و برکت کے ہیں اور یہی اسلام کے صدر اول اور ہمارے سلف صالح ہیں جن سے ہر باب میں سند پیش کی جا سکتی ہے۔ (مولانا محمد داؤد غزنوی ص ۵۶)

امام اعظم شیخ الکل کی نظر میں: مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ جو امام عرب و عجم اور استاذ العلماء ہیں اپنی کتاب ”معیار الحق“ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تابعی ہونے کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”ہر چند کہ فضائل سے امام صاحب رحمہ اللہ کے ہم کو عین عزت اور فخر ہے اس لئے کہ وہ ہمارے پیشوا ہیں اور ہم ان کے امر حق میں پیرو ہیں ان فضائل سے جو فی الواقع بھی ہوں اور ساتھ اسناد صحیح کے ثابت ہوں ...... اور اس میں امام صاحب کی کسر شان اور مذمت نہیں ہے اس لیے کہ ان کی فضیلت تابعی ہونے پر موقوف نہیں ان کا مجتہد ہونا اور متبع سنت اور متقی پرہیز گار ہونا کافی ہے ان کے فضائل میں اور آیۂ کریمہ ”ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم“
>
> (زینت بخش مراتب ص ۵ بحوالہ مولانا محمد داؤد غزنوی ص ۵۷)

علمائے اہلحدیث اور دیوبند میں رواداری: مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ علماء دیوبند میں ممتاز مقام رکھتے ہیں ان سے دو واقعات ان کے خلیفہ مجاز خواجہ عزیز الحسن صاحب اشرف السوانح میں نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کہ حضرت والا جناب مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی رحمہ اللہ سے جو اہلحدیث کے بہت سر برآوردہ علماء میں سے تھے دو بار ملے ایک بار دہلی میں طالب علمی کے زمانے میں اور ایک بار آرہ (بہار) میں دہلی کی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔

اس زمانہ میں ایک غیر مقلد طالب علم مدرسہ دیوبند میں پڑھتا تھا اس نے حضرت امام محمد رحمہ اللہ کی شان میں کچھ گستاخانہ کلمات استعمال کیے اس پر اور طالب علموں نے اسے پیٹ دیا تھا۔ اس واقعہ کی (مولانا نذیر حسین صاحب سے) شکایت بھی کی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اس نے امام محمد کی شان میں گستاخانہ کلمات استعمال کئے تھے اس پر طلباء کو غصہ آ گیا یہ سن کر مولوی صاحب نے فرمایا کہ واقعی یہ اس کی بڑی بے جا حرکت تھی۔

دوسرا واقعہ آرہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس وقت ایک غالی غیر مقلد مولوی صاحب نے جو ان کے پاس بیٹھے تھے۔ دوران گفتگو حضرت ابن ہمام رحمہ اللہ کی کچھ تنقیص کی مولوی صاحب یعنی مولانا نذیر حسین رحمہ اللہ نے ان کو ڈانٹا کہ یہ بڑے لوگ تھے ہمارا منہ نہیں کہ ہم ان کی شان میں کچھ کہہ سکیں۔

یہ دونوں واقعات اہلحدیث علماء کی روایت سے نہیں بلکہ اکابر علماء دیوبند کے واسطے سے ہیں۔ ان سے کس قدر وضاحت سے ثابت ہوتا ہے کہ اکابر علماء اہلحدیث امام ابوحنیفہ امام محمد اور ان کے بہت بعد کے علماء جیسا کہ علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ کیلئے کس درجہ ادب و احترام رکھتے تھے۔

(مولانا محمد داؤد غزنوی ص ۵۸ بحوالہ اشرف السوانح حصہ اول ص ۱۲۳، ۱۲۴)

گستاخی اور بے ادبی اہلحدیث کا مسلک نہیں:۔ اگر ہم ان تمام عبارات کو نقل کریں جو علماء اہلحدیث اور اکابر اہلحدیث نے اپنی تصنیفات میں تحریر فرمائی ہیں تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہو جائے۔ یہ سب کی سب اس پر شاہد عدل ہیں کہ انہوں نے ائمہ دین کے ادب و احترام کے اظہار میں کبھی کوتاہی نہیں کی اور اپنے تلامذہ اور وابستگان دامن کے دلوں میں ائمہ کرام کی تعظیم و تکریم کے نیک جذبات پیدا کرنے میں ہمیشہ کوشش کی۔

لیکن اگر کوئی شخص اہلحدیث کہلا کر کسی امام کے حق میں سوء ظن رکھتا ہے یا ادب و احترام سے ذکر نہیں کرتا ہے تو اس کا طرز عمل جماعت اہلحدیث کا مسلک نہیں بن جائے اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسا کہ کوئی حنفی کہلا کر امام شافعی رحمہ اللہ کی شان میں گستاخی کے کلمات کہے۔

(مولانا محمد داؤد غزنوی ص ۵۷، ۵۹)

امام صاحب کی گستاخی پر سوئے خاتمہ: عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے درس بخاری میں ایک طالب علم نے کہہ دیا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو پندرہ حدیثیں یاد تھیں مجھے ان سے زیادہ حدیثیں یاد ہیں۔ والد صاحب کا چہرۂ مبارک غصہ سے سرخ ہو گیا اس کو حلقہ درس سے نکال دیا اور مدرسہ سے بھی خارج کر دیا اور بفحوائے ”اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ“ فرمایا کہ اس شخص کا خاتمہ دین حق پر نہیں ہوگا ایک ہفتہ نہیں گزرا تھا کہ معلوم ہوا کہ وہ طالب علم مرتد ہو گیا ہے۔ ”اعاذنا اللہ من سوء الخاتمہ“ یہ ہے جو آپ سے کہہ رہا ہوں کہ جس طرح

ایک حنفی عالم یا حنفی درس گاہ اگر امام شافعی رحمہ اللہ کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرے تو اس کو احناف کا من حیث الجماعت مسلک نہیں قرار دیا جا سکتا اسی طرح اگر کوئی اہلحدیث امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حق میں کوئی نا شائستہ لفظ استعمال کرتا ہے یا دل میں سوءظن رکھتا ہے تو یہ اہلحدیث کا مسلک نہیں کہلائے گا۔ (مولانا محمد داؤد غزنوی ص ۶۱، ۶۲)

نام کتاب:۔ اہلحدیث منزل بہ منزل...... مؤلف:۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالغفور راشد
مرکزی جمعیت اہلحدیث، پاکستان، 106 راوی روڈ، لاہور

علماء وصوفیاء کی حدیثی خدمات

متاخرین میں شیخ محمد عابد سندی اور شیخ محمد حیات سندی رحمہما اللہ گزرے ہیں۔ شیخ حسن بن محمد صنعانی مولف مشارق الانوار ۵۷۷ھ میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ (ابجد العلام)

شیخ علی مہاتمی اور شیخ علی متقی جونپوری صاحب کنز العمال، شیخ محمد طاہر گجراتی رحمہم اللہ'' صاحب مجمع البحار فی لغة الحدیث و تذکرة الموضوعات'' شیخ وجیہہ الدین گجراتی شارح نخبۃ، شیخ احمد سرہندی، شیخ عبدالرحمٰن خازن الرحمت، شیخ محمد سعید چشتی محشی مشکوٰۃ، شیخ سلام اللہ رحمہم اللہ شارح مؤطا جیسی شخصیات نے فکر محدثین کی شمع کو فروزاں کیے رکھا۔

۵۷۰ھ سے قبل تک سرزمین ہند کے علماء ومحدثین نے جو کتب حدیث تالیف کیں ان کی تعداد ۲۲۲ ذکر کی گئی ہے۔

شیخ رضی الدین حسن صنعانی رحمہ اللہ:۔ آپ ۵۷۷ھ میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ ۶۱۵ میں بغداد، عراق چلے گئے کچھ مدت مکہ معظمہ میں رہے پھر بغداد پلٹ گئے۔ ۶۱۷ھ میں خلیفہ معتصم باللہ عباسی کی طرف سے سفیر بن کر ہندوستان آئے۔ ۶۲۴ھ تک اپنی ذمہ داری نبھائی دوبارہ آئے تو ۶۳۷ھ تک بطور سفیر رہ کر واپس بغداد چلے گئے۔ آپ نے ۶۵۰ھ میں بغداد میں رحلت فرمائی آپ نے تدریسی اور تالیفی میدان میں بڑی خدمات انجام دیں۔ حدیث میں مشارق الانوار کے علاوہ صحیح بخاری کی شرح اور معرکة الآراء کتب تالیف کیں۔

(اہلحدیث منزل بہ منزل ص ۳۵ تا ۳۹)

شیخ علی متقی جونپوری کی بیعت اصلاح: نویں صدی ہجری کے رجل عظیم علی متقی رحمہ اللہ برہان پور میں ۸۸۵ھ میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی صوفی مزاج تھے، لہٰذا انہوں نے اپنے لخت جگر کو ایام طفولیت میں ہی اپنے مرشد شیخ باجن کی بیعت سے منسلک کر دیا۔ شیخ علی رحمہ اللہ جب سن بلوغت کو پہنچے تو والد گرامی اور اپنے مرشد کے سایہ سے محروم ہو گئے۔ اپنے پیر کی وفات کے بعد ان کے بیٹے شیخ عبدالحکیم رحمہ اللہ کی بیعت اختیار کر لی۔ تصوف کی جو چاٹ بچپن میں لگی وہ تادم آخر موجود رہی۔ آپ مدت مدید تک ملتان، پنجاب میں شیخ حسام الدین متقی رحمہ اللہ کی خدمت میں بھی رہے۔ ۹۵۳ھ میں حج کے ارادہ سے مکہ معظمہ چلے گئے جہاں اپنی علم دوستی اور فاقہ مستی برقرار رکھی۔ ۹۷۵ھ مکہ معظمہ میں ہی انتقال کیا۔ شیخ علی رحمہ اللہ کی ایک سو سے زیادہ تصانیف منصۂ شہود پر آئیں جن میں امام سیوطی رحمہ اللہ کی ''جمع الجوامع'' کو فقہی ابواب میں ترتیب دینا ایک بڑا کارنامہ ہے۔ (اہلحدیث منزل بہ منزل ص ۳۹، ۴۰)

دشمن پر نسبت آل رسول ﷺ کے اثرات: آپ (شیخ الکل مولانا نذیر حسین رحمہ اللہ) عقیدہ صحیحہ کے حامل ہونے کے ساتھ بے خوف ولی کامل بھی تھے کیونکہ ولی وہ ہوتا ہے جس کو خوف وحزن دامن گیر نہیں ہوتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون''

ایک رات حضرت میاں صاحب عشاء کی نماز ادا کرنے کیلئے گھر سے نکلے تو راستہ میں ایک تلوار سے مسلح ملا جو قتل کا ارادہ رکھتا تھا، حضرت

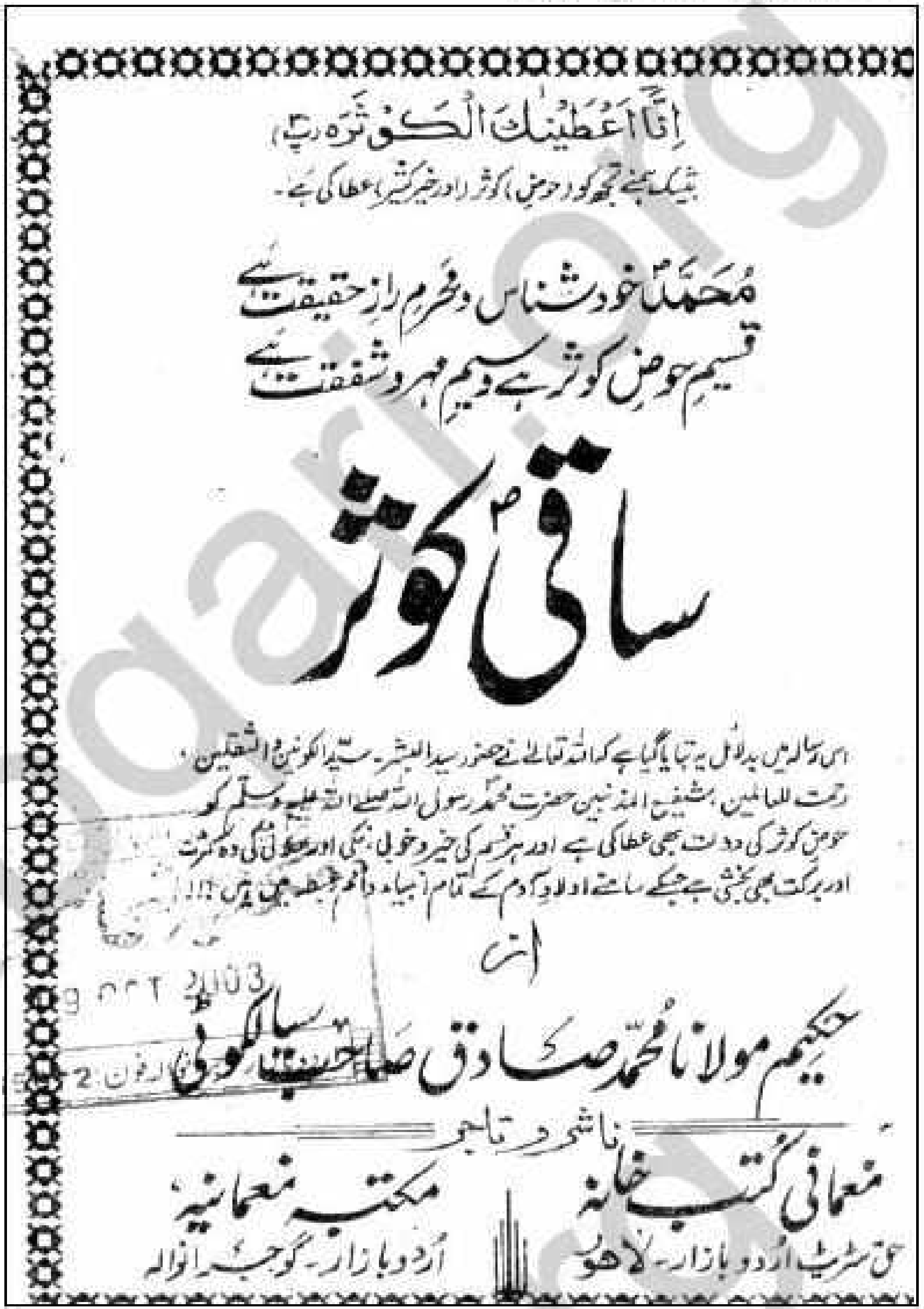

إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ (پ)

بیشک ہم نے تجھ کو (حوضِ) کوثر (اور خیر کثیر) عطا کی ہے۔

مُحَمَّدؐ خود شناس و محرمِ رازِ حقیقت ہے
قسیمِ حوضِ کوثر ہے وسیمِ مہر و شفقت ہے

ساقی کوثر

اس رسالہ میں بدلائل یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالٰے نے حضور سید البشر، سید الکونین والثقلین، رحمت للعالمین، شفیع المذنبین حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حوضِ کوثر کی دولت بھی عطا کی ہے اور ہر قسم کی خیر و خوبی، نیکی اور بھلائی کی وہ کثرت اور برکت بھی بخشی ہے جسکے سامنے اولادِ آدم کے تمام انبیاء و ائمہ ہیچ ہیں!!!

از

حکیم مولانا محمدؐ صادق صاحب سیالکوٹی

ناشر و تاجر

نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ اردو بازار۔ لاہور

مکتبہ نعمانیہ
اردو بازار۔ گوجرانوالہ

9 OCT 2003

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب:۔ ساقی کوثر

مصنف ________ حکیم مولانا محمد صادق
________ صاحب سیالکوٹی رحمہ اللہ

اشاعت ________

تعداد ________

قیمت ________

مطبع ________ نعمانی کتب خانہ حق

سٹریٹ اردو بازار لاہور

مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ

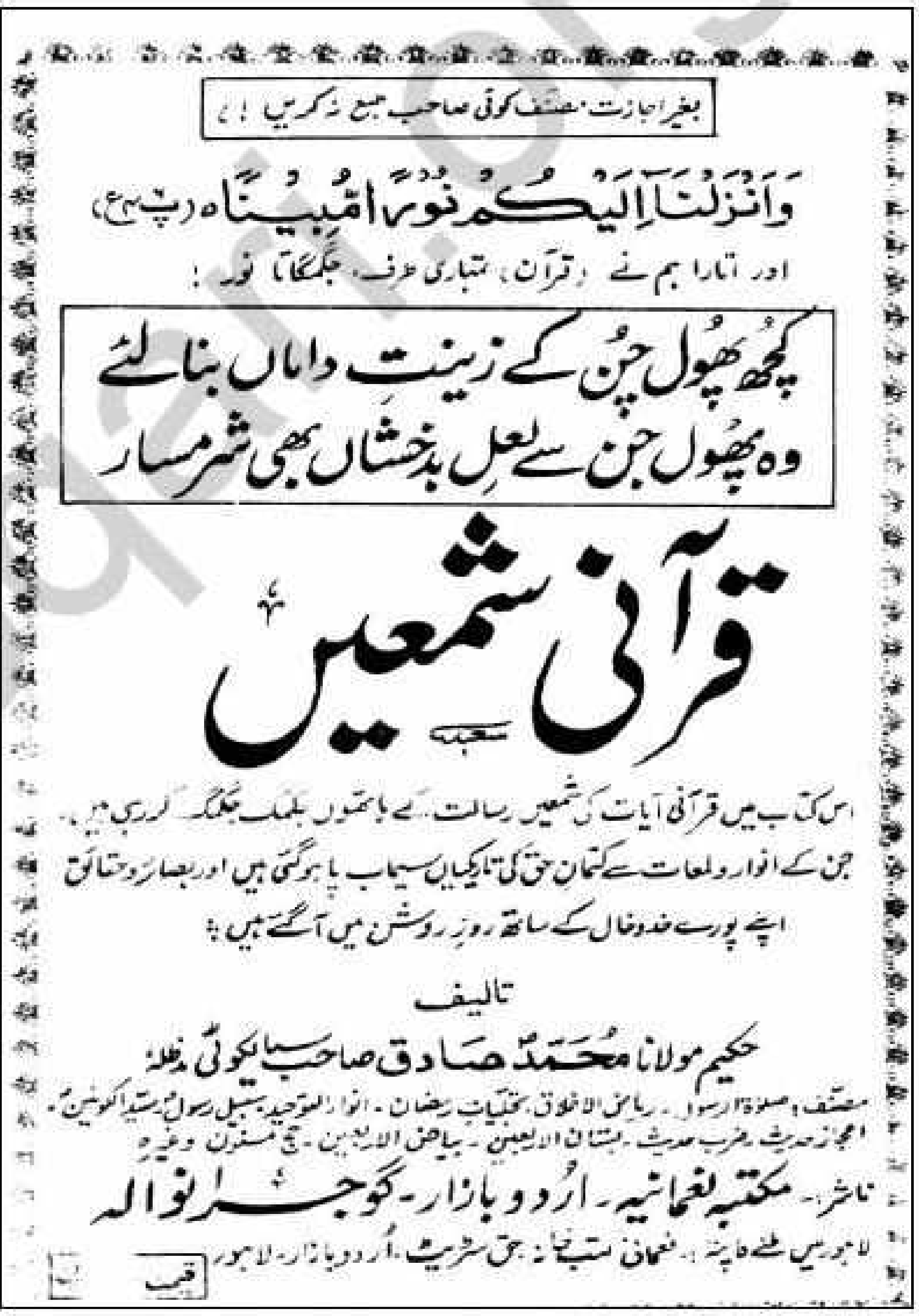

بغیر اجازت مصنف کوئی صاحب طبع نہ کریں!!

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا (پ ع)

اور اتارا ہم نے (قرآن) تمہاری طرف جگمگاتا نور!

کچھ پھول چمن کے زینتِ داماں بنا لئے
وہ پھول جن سے لعلِ بدخشاں بھی شرمسار

قرآنی شمعیں

اس کتاب میں قرآنی آیات کی شمعیں رسالت کے ہاتھوں جگمگ جگمگ کر رہی ہیں، جن کے انوار و لمعات سے کتمانِ حق کی تاریکیاں سیماب پا ہو گئی ہیں اور بصائر و حقائق اپنے پورے خدوخال کے ساتھ روزِ روشن میں آ گئے ہیں!

تالیف

حکیم مولانا مُحَمَّدؐ صادق صاحب سیالکوٹی مدظلہ

مصنف صلوٰۃ الرسول۔ ریاض الاخلاق۔ تجلیات رمضان۔ انوار التوحید۔ سبیل رسول۔ سید الکونین۔ اعجاز حدیث۔ ضرب حدیث۔ بستان الاربعین۔ ریاض الاربعین۔ حج مسنون وغیرہ

ناشر:۔ مکتبہ نعمانیہ۔ اردو بازار۔ گوجرانوالہ

لاہور میں ملنے کا پتہ:۔ نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

قیمت

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب:۔ قرآنی شمعیں

مصنف ________ مولانا محمد صادق سیالکوٹی

اشاعت ________

تعداد ________

قیمت ________

مطبع ________ نعمانی کتب خانہ حق

سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

میاں صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرا تعلق بنی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے تو مجھے قتل نہیں کر سکتا۔ جب یہ الفاظ اس کے کانوں میں پڑے تو اس پر اس قدر لرزہ طاری ہوا کہ اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی حتیٰ کہ وہ شخص پیٹ درد میں مبتلا ہوا۔ گھر پہنچا تو سارا واقعہ گھر والوں کو سنایا اور اسی رات وہ شدت درد ومرض سے انتقال کر گیا۔ اس واقعہ نے بھی یہ ثابت کیا کہ رب کائنات کسی طرح خدام حدیث کی حفاظت فرماتا ہے۔

(اہلحدیث منزل بہ منزل ص ٦٦)

نام کتاب:۔ ساقی کوثر..... مصنف:۔ حکیم مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی رحمہ اللہ
ناشر وتاجر، نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور، مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ

حضور ﷺ کی افضلیت کے دلائل

وضاحت: جی ہاں......! میں اور میرے اسلاف اہلحدیث کا یہی عقیدہ ہے کہ آپ علیہ السلام افضل البشر خاتم النبیین کو تمام مخلوق میں سے افضل، اعلیٰ، ارفع، واکمل خلاصہ کلام کہ ''بعد از خدائے بزرگ توئی قصہ مختصر'' مانتے ہیں یہ کتاب ہم پر بے ادبی اور گستاخی کے الزام کی وضاحت ہے انصاف کا دن آپ سے انصاف کے فیصلے کا سوال کر رہا ہے۔ (از مرتب اثری)

رحمت للعالمین کے فضائل کی خیر کثیر:۔ خدا کے تمام رسول علیہم السلام سچے اور برحق تھے خدا نے ان کو بڑے بڑے درجے اور مرتبے دیئے تھے لیکن ان میں ہمارے پیارے رسول ﷺ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب رسولوں سے بڑے مرتبے کے ہیں خدا تعالیٰ رسولوں کے درجات کے متعلق فرماتا ہے۔ ''تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض'' (پ۳ع۱)

یہ پیغمبر (جو ہم نے بھیجے ہیں) بزرگی دی ہم نے ان کے بعضے کو بعض پر۔

معلوم ہوا اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں میں سے بعض کو بعض پر بزرگی اور فضیلت دی ہے جیسے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب انبیاء پر بزرگی دی چنانچہ ہادی عالم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ

''وعن ابی هريرة قال قال رسول الله صلّى اللّٰه عليه و آله وسلّم انا سيّد ولدادم يوم القيمة و اوّل من ينشقّ عنه القبر واوّل شافعٍ وّ اوّل مشفعٍ'' (صحيح مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں سردار ہوں اولاد آدم کا قیامت کے دن اور سب سے پہلے میں قبر سے اٹھایا جاؤں گا اور میں ہوں اول شفاعت کرنے والا اور اول شفاعت قبول کیا گیا۔

رحمت عالم ﷺ سید ولد آدم:۔ حضرت انور اولاد آدم کے سردار ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ مرتبہ اللہ نے حضور کو بخشا۔

اور حضور ﷺ ہی سب سے پہلے قبر مبارک سے اٹھائے جائیں گے جب خواجہ محشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر سے اٹھیں گے ان کے بعد آناً فاناً خدا تعالیٰ تمام مردے زندہ کر دے گا۔

شفاعت کبریٰ کی خیر کثیر:۔ حضور ہی سب سے پہلے شافع ہیں تمام اہل ایمان میدان محشر میں کھڑے ہوں گے آفتاب محشر سر پر ہو گا اور زمین تانبے کی سب چاہیں گے کہ جلد ترازو لگے اور حساب شروع ہو، تاکہ جو نتیجہ نکلنا ہے نکل آئے پھر کون کہے کہ اے اللہ! حساب شروع کر کہ سب بے حال و بے چین ہیں تمام مسلمان حضرت آدم علیہ السلام کو کہیں گے اے ہمارے باپ! اللہ کو کہہ کہ وہ حساب شروع کرے تاکہ حشر کے میدان کی دشواری سے چھوٹیں حضرت آدم علیہ السلام درخت کے پھل کھانے کا واقعہ یاد کر کے کہیں گے کہ میرا یہ مقام ومرتبہ نہیں ہے تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ خلقت حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جا کر وہی عرض کرے گی لیکن حضرت نوح علیہ السلام بھی اپنے

بیٹے کو غرق ہونے سے بچانے کے لئے خدا سے سوال کرنے کے واقعہ کو یاد کر کے کہیں گے میں اس مقام و مرتبہ میں نہیں ہوں غرض خلقت دیگر انبیاء کے پاس جا کر سب سے جواب پا کر بالآخر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوگی حضرت انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ سے مقام محمود میں حاضر ہونے کا اذن مانگیں گے اللہ آپ کو اذن دے گا پھر حضور مقام محمود میں پہنچ کر اللہ کے آگے سجدہ میں گر جائیں گے اور اللہ کی تعریف کریں گے جو اس وقت اللہ آپ کو سکھائے گا۔ آپ دیر تک سجدہ میں رہیں گے۔ (اور اذن شفاعت چاہیں گے) پھر اللہ فرمائے گا" ارفع محمد و قل تسمع واشفع تشفع وسل تعطه" سر اٹھا اے محمد ﷺ! اور کہہ جو چاہے قبول کی جائے گی عرض تیری اور شفاعت کر قبول کی جائے گی۔ اور مانگ جو چاہے دیا جائے گا پھر سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی مرضی سے شفاعت کریں گے۔ (ان گناہگاروں کی جنہوں نے شرک اور بدعت کا جرم نہیں کیا ہوگا)۔

خداوند! ہم سب بھائیوں اور بہنوں کو حضور شافع روز جزا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب فرما ہمیں کتاب وسنت پر تا زیست چلا حضور ﷺ کا فرماں بردار بنا اور شرک اور بدعت سے بال بال بچا۔ پس حضور انور نبی اول شافع اور اول مشفع ہوئے۔

جنت کے چابی بردار:۔ "وعن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انا اکثر الانبیآء تبعاً یوم القیمة و انا اوّل من یقرع باب الجنّة "(صحیح مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں زیادہ ہونگا پیغمبروں میں از روئے تابعوں کے قیامت کے دن اور پہلا شخص ہوں گا جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا یعنی کھلواؤں گا۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی امت تمام انبیاء علیہم السلام کی امتوں سے بہت زیادہ ہوگی۔ حدیث میں آیا ہے کہ اہل جنت کی دو ثلث ہوگی۔ پھر کتنی خیر کثیر ملی ہے خواجہ محشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سب سے پہلے حضور ﷺ ہی جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور کھلوائیں گے چنانچہ دوسری حدیث میں حضور ﷺ یوں فرماتے ہیں:"اتی باب الجنة یوم القیمة فاستفتح فیقول الخازن من انت فاقول محمد فیقول بك امرت ان لآ افتح لاحد قبلك "(صحیح مسلم)

آؤں گا میں بہشت کے دروازہ پر قیامت کے دن پھر کھلواؤں گا میں تو دربان بہشت کا کہے گا کون ہے تو؟ میں کہوں گا کہ میں محمد ﷺ ہوں پھر وہ کہے تیرے سبب میں حکم دیا گیا ہوں کہ نہ کھولوں میں دروازہ کسی کے لیے پہلے تیرے۔

یعنی بہشت کے دربان کو خدا نے حکم دے رکھا ہے سب سے پہلے سوائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہشت کا دروازہ کسی کے لئے نہ کھولنا چنانچہ اس حکم کے مطابق ہمارے پیشوائے اعظم، امت کے رؤف رحیم رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سب سے پہلے بہشت کا دروازہ کھلوائیں گے۔ یا رب صل وسلّم دائماً ابدًا علی حبیبك من زانت به العصر

معجزہ قرآن قیامت تک رہے گا:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں ہے کوئی پیغمبر، پیغمبروں میں مگر دیا گیا ہے معجزات میں سے اسی قدر کہ جس پر بشر ایمان لا سکے۔ (یعنی ہر پیغمبر کا معجزہ اس کی زندگی تک تھا، اس کے بعد منقطع ہوگیا)" وان ما کان الذی اوتیت وحیا اوحی الله الی فارجوا ان اکون اکثرهم تابعاً" اور بیشک میں وحی کیا گیا ہوں کہ وحی کی اللہ تعالیٰ نے میری طرف (یعنی قرآن مجید) پس امید رکھتا ہوں میں کہ ہوں میں زیادہ پیغمبروں میں از روئے تابعوں کے قیامت کے دن۔ (صحیح بخاری و مسلم)

مطلب یہ کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کے معجزے ان کے زمانے تک تھے لیکن حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ قرآن مجید قیامت تک رہے گا اور نبوت محمدیہ کی صداقت کی شہادت دیتا رہے گا یہ معجزہ بھی عجب خیر کثیر حضور ﷺ کو ملی ہے۔

دوسری بات یہ کہ حضرت انور از روئے تابعوں کے تمام نبیوں سے بڑھ کر ہیں جس قدر بنی آدم نے حضور ﷺ کی تصدیق کی ہے کسی نبی

کی اتنی کثیر تعداد میں تصدیق نہیں کی گئی چنانچہ حضور ﷺ نے خود فرمایا: ”لم یصدّق نبیّ من الانبیآء ماصدّقت وانّ من الانبیآء نبیّا ما صدّقه من امّته الّا رجل واحد“ (صحیح مسلم) نبیوں میں کوئی نبی نہیں تصدیق کیا گیا۔ جس قدر کہ میں تصدیق کیا گیا ہوں (یعنی میری امت سب سے زیادہ ہے) اور ایک نبی علیہ السلام ایسا بھی ہوا ہے کہ اس کی امت میں صرف ایک آدمی نے ہی تصدیق کی ہے یعنی ایک ہی مسلمان ہوا ہے۔

کتنی خیر و برکت (کوثر) ملی ہے حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو!

حضرت انور ﷺ پر پانچ خصوصی انعام:۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ ایسی خصلتیں عطا کی ہیں جو پہلے کسی نبی علیہ السلام کو نہیں ملیں۔

(۱) ”نصرت بالرّعب مسیرة شهرٍ“ میں فتح دیا گیا ہوں ایک مہینے کی مسافت سے۔

یعنی ایک مہینے کی راہ سے خدا تعالیٰ میرا رعب دشمن کے دل میں ڈال دیتا ہے کہ وہ گھبراتے اور بھاگتے ہیں مجھ سے۔

(۲) ”جعلت لی الارض مسجدا وّطهورا“ بنالی گئی ہے میرے لئے روئے زمین سجدہ گاہ اور پاک کرنے والی۔

پہلی امتوں کی نماز صرف ان کے عبادت خانوں میں ہی درست ہوتی تھی لیکن حضرت انور ﷺ کی امت کے لیے روئے زمین پر جہاں وقت آجائے نماز پڑھ لینی درست ہے (سوائے حمام اور قبرستان کے) گویا حضور ﷺ کی امت کے لئے ساری زمین سجدہ گاہ ہے۔

اور زمین پاک کرنے والی ہے یعنی پانی نہ ملنے کی صورت میں مٹی سے تیمم کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں مٹی پانی کے قائم مقام طہارت ہے پہلی امتوں میں طہارت صرف پانی پر موقوف تھی۔ (۳) ”واحلت لی الغنائم ولم تحل لاحد قبلی“

اور میرے لئے غنیمتیں (جہاد کی) حلال کی گئی ہیں جو پہلے مجھ سے کسی کے لئے حلال نہ کی گئیں۔

(۴) ”واعطیت الشفاعة“ اور دیا گیا ہے مجھ کو مرتبہ شفاعت عظمیٰ عامہ کا۔

آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں کہ خدا تعالیٰ حضور ﷺ کو شفاعت کی اجازت دے گا اور آپ خدا کی مرضی سے شفاعت کریں گے ایسی شفاعت کبریٰ صرف حضور ہی کا درجہ ہے۔

(۵) ”وکان النبی یبعث الی قومه وبعثت الی الناس عامّة“ اور ہر نبی علیہ السلام اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں (سارے جہان) کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

ہر نبی علیہ السلام قبیلے قبیلے اور بستی بستی کی طرف بھیجا جاتا تھا لیکن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روئے زمین کے لئے نبی ہیں اور قیامت تک آپ ﷺ کی نبوت اور رسالت جاری ہے کوئی نیا نبی نہیں آئے گا حضور ﷺ کی نبوت اور نبوت کا معجزہ قرآن دونوں خیر کثیر ین قیامت تک نور افشاں رہیں گی۔

تمام انبیاء حضور ﷺ کے لواء الحمد کے نیچے ہونگے: حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (خدا کی بخشی ہوئی نعمتیں بیان کرتے ہوئے) فرمایا کہ میں اولا د آدم کا سردار ہوں قیامت کے روز اور فخر سے نہیں کہتا اور میرے ہاتھ میں ہوگا لواء الحمد (تعریف کا جھنڈا) اور میں فخر سے نہیں کہتا۔ ”وما من نبی یومئذ ادم فمن سواه الاتحت لوائِی“ اور نہیں کوئی پیغمبر قیامت کے دن، کیا آدم علیہ السلام اور کیا ان کے سوا مگر میرے جھنڈے کے نیچے آئیں گے (اور میرے تابع ہونگے) اور سب سے پہلے میں ہی قبر سے نکلوں گا اور نہیں فخر مجھ کو اس پر۔ (ترمذی)

قیامت کے روز حضور انور ﷺ کو خدا تعالیٰ لواء الحمد (حمد کا نیزہ یا جھنڈا) عطا فرمائے گا جو کوئی حضور ﷺ کے جھنڈے تلے آئے گا اس کو گھبراہٹ، کرب، خوف اور ہول محشر سے امن ہوگا پس تمام انبیاء اور ان کی صالح امتیں اور امت محمد یہ خواجہ محشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لواء الحمد کے نیچے سکون پائیں گے کیسی خیر کثیر ملی ہے حضرت انور ﷺ کو!

محشر کو حضرت انور ﷺ قائد المرسلین ہونگے: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انا قائد المرسلین ولا فخر وانا خاتم النبیین ولا فخر۔ (مسند دارمی)

میں (محشر میں) آگے چلوں گا اور سب رسول علیہم السلام میرے پیچھے پیچھے آئیں گے۔ (بہشت کو) اور نہیں کہتا میں فخر سے اور میں ختم کرنے والا ہوں نبیوں کا اور نہیں کہتا میں فخر سے۔

معلوم ہوا حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محشر کو سب رسولوں کے قائد ہوں گے ان کو اللہ کے حضور لے کر چلیں گے اور حساب ہو چکنے کے بعد قائد المرسلین الی الجنتہ ہوں گے۔

کتنی خیر کثیر عطا کی ہے خدا تعالیٰ نے حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ حشر کے روز بھی آپ ﷺ قائد خطیب، شفیع، صاحب لواء الحمد اور ساقی کوثر ہیں اور دنیا میں بھی صاحب خیر کثیر، ہادی خلق اور پیشوائے جن وانس ہیں۔ (ساقی کوثر ص ۳۵ تا ۴۶)

محمد ﷺ رہبرِ راہِ طریقت

محمد ﷺ پیکر ایثار و الفت   محمد ﷺ مصدر مہر و مروت
محمد ﷺ مرکز اوصاف حسنہ   محمد ﷺ منبع بحر شریعت
محمد ﷺ رونق گلزارِ ہستی   محمد ﷺ زینتِ بزم رسالت
محمد ﷺ ساقی تسنیم و کوثر   محمد ﷺ شافع روز قیامت
محمد ﷺ شاہِ اقلیم زمانہ   محمد ﷺ فاتح ابوابِ جنت
محمد ﷺ مخزنِ گنجِ معانی   محمد ﷺ مشعلِ راہِ حقیقت
محمد ﷺ باعثِ تکوینِ عالم   محمد ﷺ حاصلِ اظہارِ قدرت
محمد ﷺ مصلحِ اقوام ہستی   محمد ﷺ رہبرِ راہِ طریقت
محمد ﷺ باعثِ تسکینِ راسخ   محمد ﷺ چارہ سازِ دردِ ملت

(راسخ عرفانی) (ساقی کوثر ص ۴۶)

حضور ﷺ کے لئے جنت کا بلند درجہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "سلوا اللہ لی الوسیلة" اللہ سے مانگو میرے لئے وسیلہ۔ "قالوا یا رسول اللہ وما الوسیلة" صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اور کیا ہے وسیلہ؟ "قال اعلیٰ درجة لاینا لها الا رجل واحد وارجو ان اکون اناهو" آپ ﷺ نے فرمایا: وسیلہ بہت بلند درجہ ہے جنت کا نہ پائے گا اس کو سوائے ایک آدمی کے اور امید رکھتا ہوں میں کہ وہ آدمی میں ہوں۔ (ترمذی بحوالہ ساقی کوثر ص ۴۸)

نام کتاب:۔ قرآنی شمعیں..... مصنف:۔ مولانا محمد صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ
نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

رحمت عالم ﷺ کا مقدس مقام:۔ کوئی کج بین، مظفر، منصور، مبشر جماعت اہلحدیث (کثر اللہ سوادھم) کے متعلق یہ کہہ کر عوام کو بدظن نہ کرے کہ یہ لوگ حضور ﷺ کی ذات یا شخصیت کو (معاذ اللہ) بزرگ نہیں سمجھتے کیونکہ ان کی ذات یا شخصیت کو وسیلہ قرب نہیں مانتے ہم اس مردود پر لعنت بھیجتے ہیں اسے ابوجہل کا ساتھی جہنمی مانتے ہیں جو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات یا شخصیت کی بزرگی پر شک کرے آپ کے وجود اطہر پر تمام آدم کی اولاد، ایک لاکھ کئی ہزار پیغمبروں (صلوٰۃ اللہ علیہم) تمام بزرگوں، شہیدوں، ولیوں، تمام فرشتوں کی بزرگی قربان حوران خلد کی عصمت نچھاور

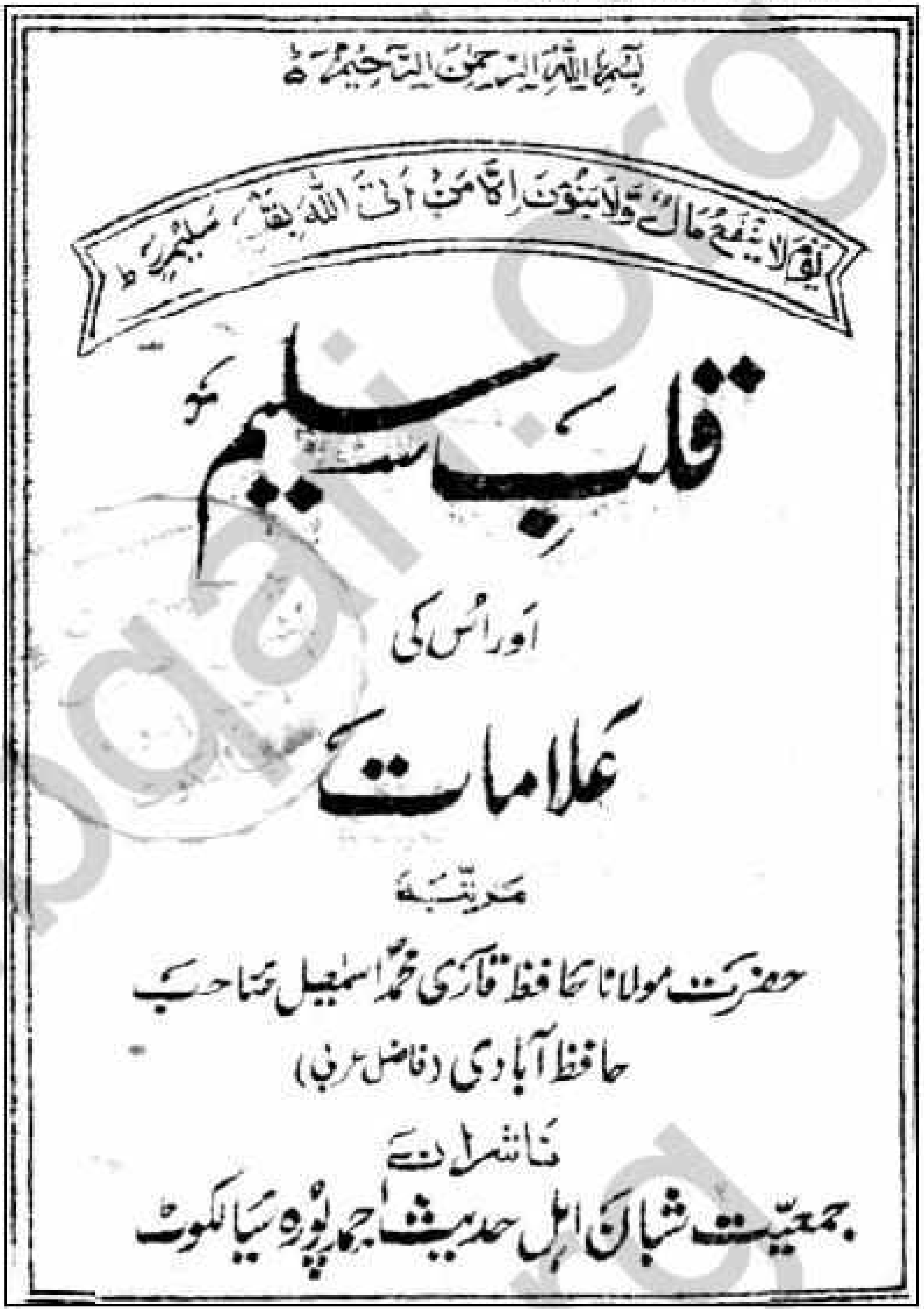

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ؕ

قلب سلیم

اور اُس کی

علامات

مرتبہ

حضرت مولانا حافظ قاری محمد اسمٰعیل صاحب
حافظ آبادی (فاضل عربی)

ناشران

جمعیت شبان اہل حدیث احمد پورہ سیالکوٹ

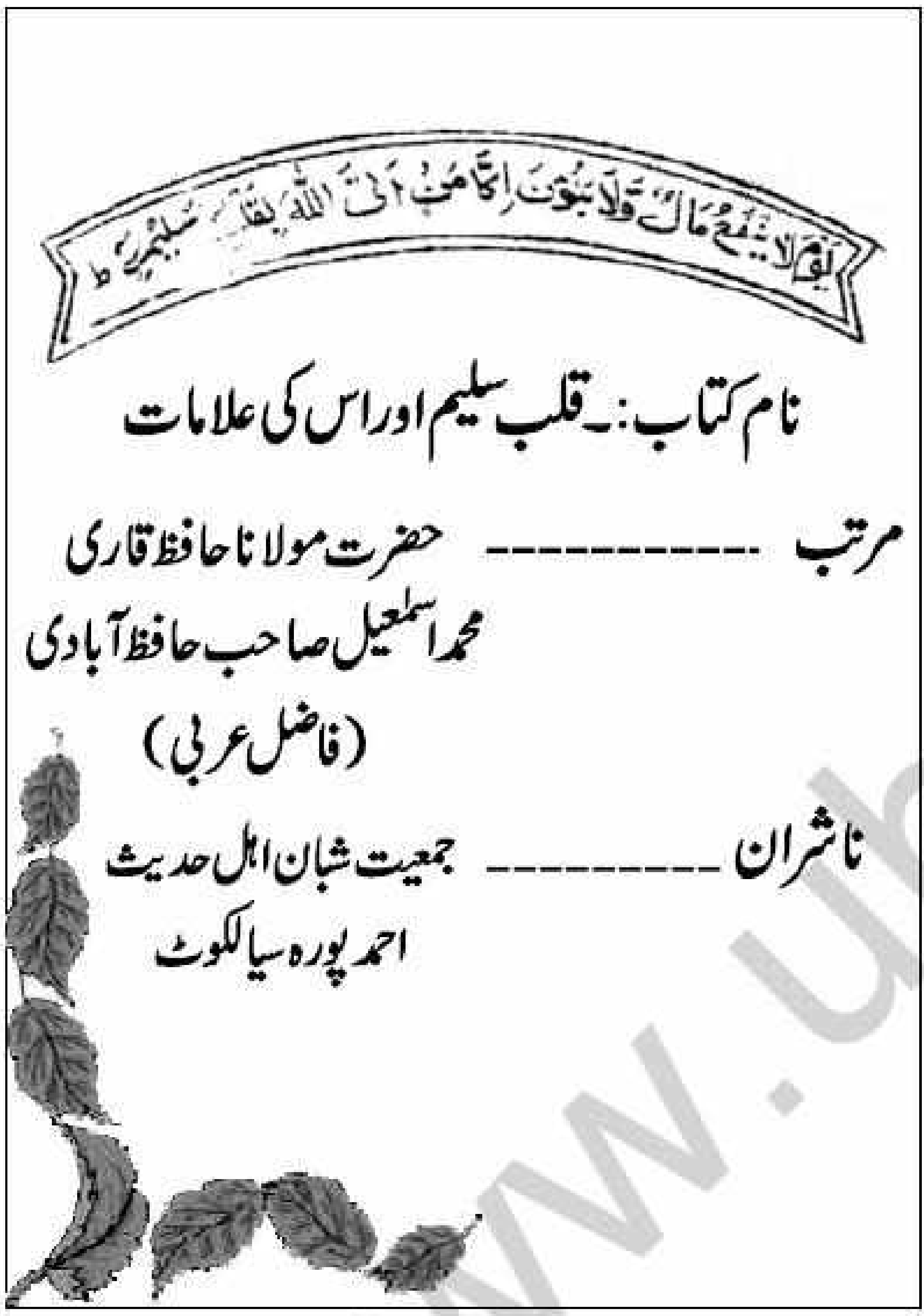

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ؕ

نام کتاب:۔ قلب سلیم اور اس کی علامات

مرتب ---------- حضرت مولانا حافظ قاری
محمد اسمٰعیل صاحب حافظ آبادی
(فاضل عربی)

ناشران -------- جمعیت شبان اہل حدیث
احمد پورہ سیالکوٹ

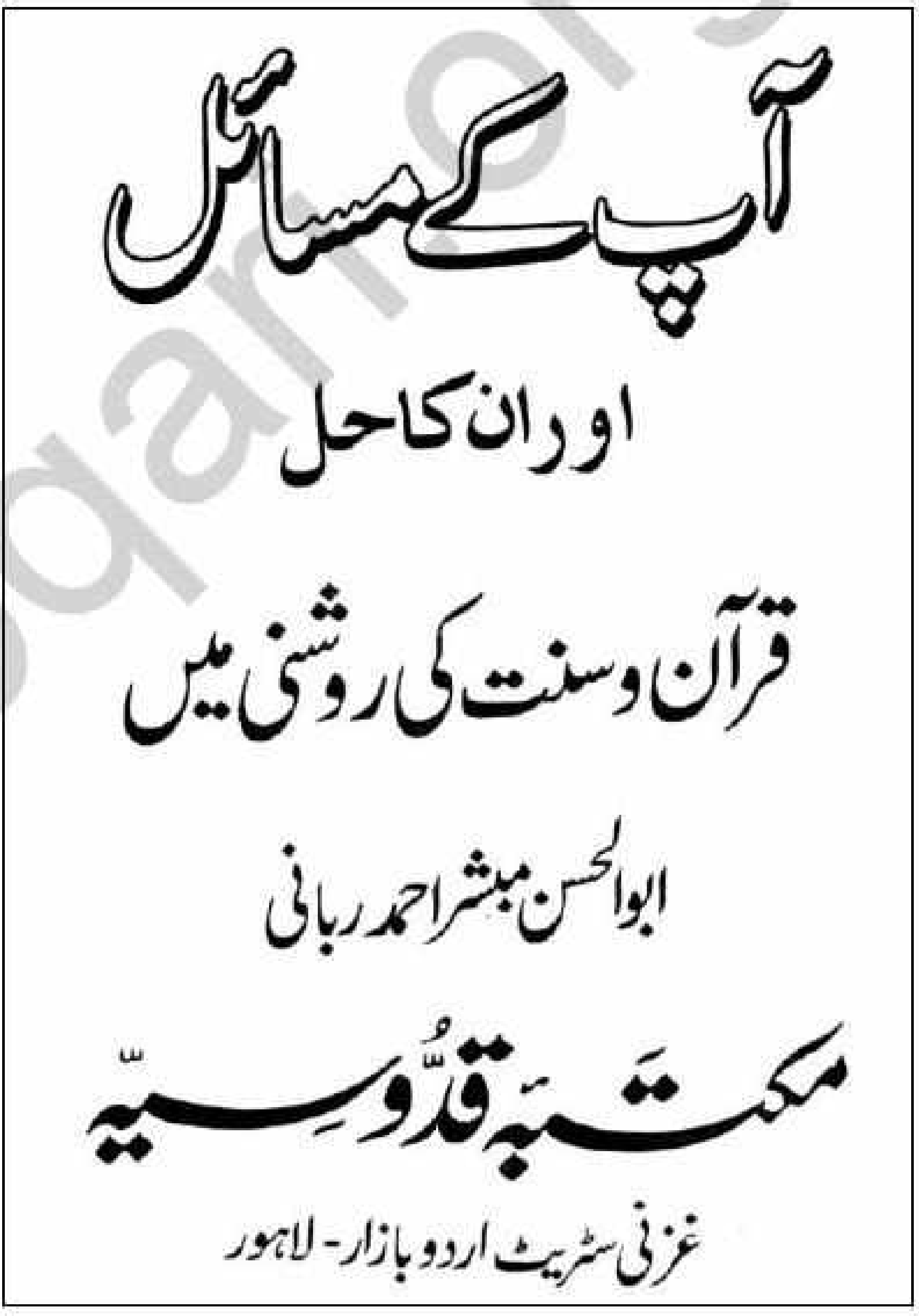

آپ کے مسائل

اور ان کا حل

قرآن وسنت کی روشنی میں

ابوالحسن مبشر احمد ربانی

مکتبہ قدوسیہ

غزنی سٹریٹ اردو بازار - لاہور

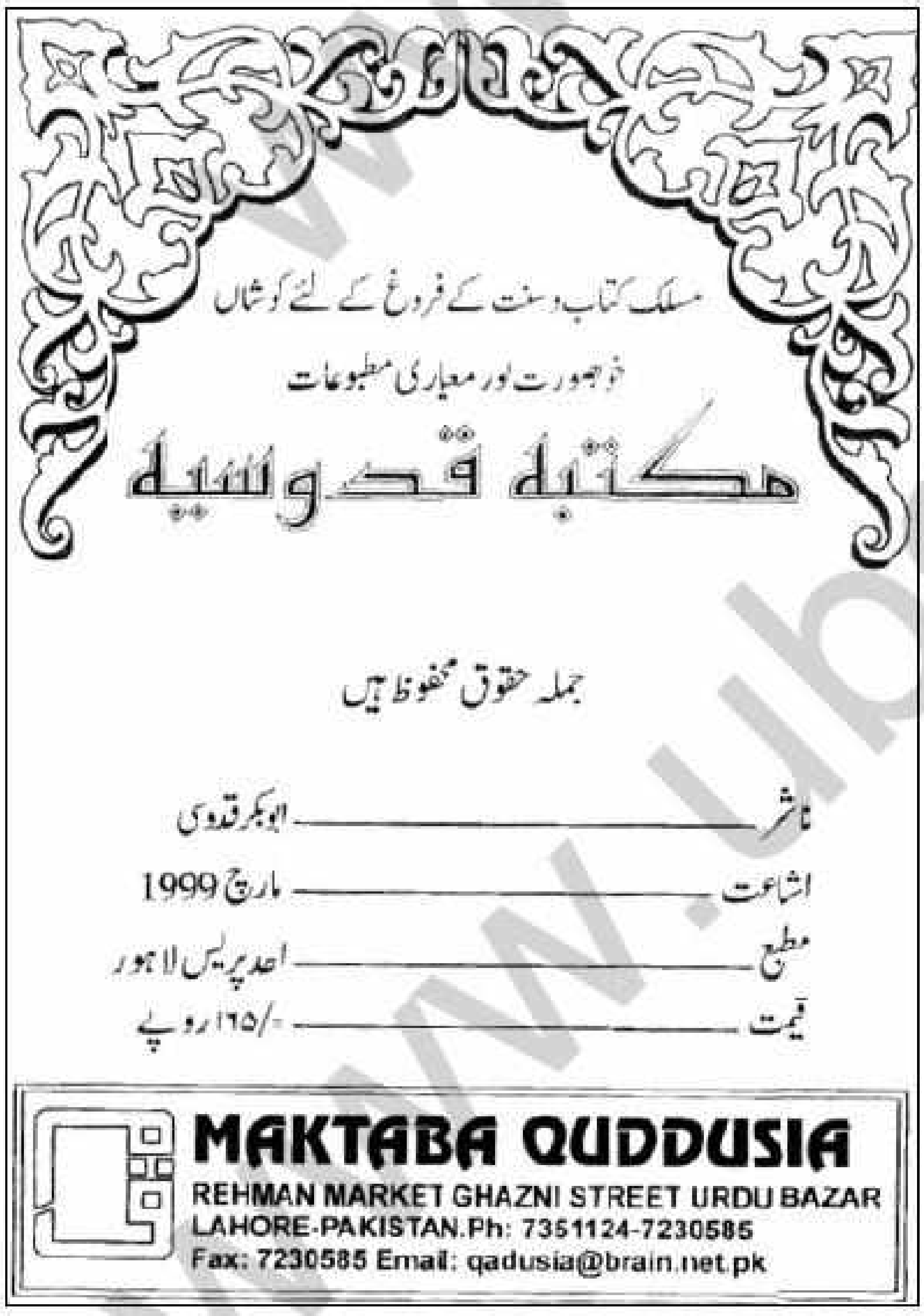

مسلک کتاب وسنت کے فروغ کے لئے کوشاں

خوبصورت اور معیاری مطبوعات

مکتبہ قدوسیہ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ناشر ———— ابوبکر قدوسی
اشاعت ———— مارچ 1999
مطبع ———— احد پریس لاہور
قیمت ———— ۱۶۵/- روپے

MAKTABA QUDDUSIA
REHMAN MARKET GHAZNI STREET URDU BAZAR
LAHORE-PAKISTAN.Ph: 7351124-7230585
Fax: 7230585 Email: qadusia@brain.net.pk

،جسم اقدس کے ایک قطرۂ خون کی قیمت میں دونوں جہان ہیچ ہماری جانیں اور ہمارے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان بڑے مرتبے کے ہیں **حضرت محمد** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضور ﷺ کا سارا سراپا طیب وطاہر، رواں رواں اور بال بال پاک، آپ ﷺ اُمت کے غمخوار، رسولوں علیہم اسلام کے سردار، حشر میں انبیاء علیہم اسلام کے قائد، شافع محشر، ساقی کوثر پہلے شافع اور پہلے مشفع ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (قرآنی شمعیں ص ۱۵۰، ۱۵۱)

ولی کی تعریف:۔ اولیاء ولی کی جمع ہے اور ولی ولایت سے ہے۔ ولایت کے معنی قرب اور محبت کے ہیں، پس ولی وہ ہوتا ہے جو خدا کے نزدیک اور قریب ہو جیسا کہ کہا جاتا ہے "هذا يلي هذا" یہ چیز قریب ہے اس چیز کے۔

اولیاء کی زندگی سنتوں کا عکس:۔ ولی اللہ کی اپنی زندگی روشنی، یعنی کتاب وسنت کے اجالے میں گزرتی ہے اس کا ہر قول وفعل حدیث مصطفیٰ ﷺ اور سنت خیر الوریٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عین مطابق ہوتا ہے اس کی دینی مذہبی، اخلاقی، تمدنی، معیشی، معاشرتی زندگی اسوۂ حسنہ کی ڈگر پر چلتی ہے ثابت ہوا کہ جس سے خدا دوستی کرتا ہے اسے کھینچ کر اسی روشن ڈگر پر لاتا ہے سبیل رسول ﷺ کا راہی بناتا ہے۔
(قرآنی شمعیں ص ۳۳۹، ۳۴۰)

نام کتاب:۔ قلب سلیم اور اس کی علامات
مرتبہ:۔ حضرت مولانا حافظ قاری محمد اسمٰعیل صاحب حافظ آبادی (فاضل عربی)
ناشران:۔ جمعیت شبان اہل حدیث احمد پورہ سیالکوٹ

صوفیاء کی محنت کا مرکز ومحور:۔ قلب عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی دل کے کئے جاتے ہیں...... اعضائے جسم میں دل کی حیثیت رئیس اعظم کی ہے گویا جسم انسان میں دل مرکز ومحور ہے جس پر جسم کی صحت وسقم حتیٰ کہ موت وحیات کا دارومدار ہے۔
(قلب سلیم اور اس کی علامات ص ۳)

صوفیاء کی محنت کا نتیجہ قلب سلیم:۔ جس طرح اعمال صالح دل کو سلیم اور روشن ومنور کرتے ہیں اسی طرح گناہ براہ راست دل پر اثر انداز ہوتے ہیں جس کے نتیجہ میں دل سے ایمان کی نورانیت محو ہونا شروع ہو جاتی ہے حتیٰ کہ گناہوں کی کثرت وبہتات سے دل کلیتہ سیاہ ہو جاتا ہے اور اس پر ظلمتوں کے اس قدر دبیز پردے پڑ جاتے ہیں کہ اس میں نور ایمان کے داخلہ کیلئے کوئی منفذ ومسلک باقی نہیں رہتا۔
(قلب سلیم اور اس کی علامات ص ۵)

قلب سلیم کی علامات:۔ محدثین عظام، ائمہ دین اور اولیاء اللہ رحمہم اللہ کے اس بارہ میں بہت سے اقوال ہیں ان میں سے چند بیان کئے جاتے ہیں جناب حضرت العلام حافظ ابن قیم رحمہ اللہ اپنی مایہ ناز کتاب "اغاثة اللهفان" میں بایں الفاظ ذکر فرماتے ہیں۔

"ان لايفتر عن ذكر ربه ولا يسئام من خدمته ولايانس بغيره الابمن يدله عليه و يذكره به" الخ (اغاثة)

یعنی صحیح وسالم دل کی یہ علامت ہے کہ وہ اپنے پروردگار کی یاد میں سست اور اس کے دین کی خدمت میں ملول نہ ہوا اور اس کی محبت اور انسیت فقط اپنے مالک حقیقی سے ہو اور اس کی مخلوق میں سے صرف اس سے اس کا علاقہ ہو جو خالق کائنات کی طرف راہنمائی کرتا ہو اور اسی کی نصیحت کرتا ہو وغیرہ۔ (قلب سلیم اور اس کی علامات ص ۶)

امام ابوالحسین وراق رحمہ اللہ کا بیان: حيات القلب في ذكر الحي الذى لايموت (اغاثة)
(دل کی زندگی اسی حی وقیوم کی یاد میں ہے جس کے لئے کبھی موت نہیں)

علامت نمبر ۲، کہ اس کو عبادت اور درود وظائف کے فوت ہونے سے اس بخیل سے بھی زیادہ رنج پہنچے جو اپنے مال کے ضیاع اور فقدان

سے انتہائی کرب والم میں مبتلا ہوتا ہے۔ اسی لئے خدا کے مخلص عارف بندوں کیلئے ذکر وعبادت کا فوت ہوجانا موت سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔ (قلب سلیم اوراس کی علامات ص ۷)

اسکا سبب: علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اس تکلیف کی وجہ سے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”لان الفوت انقطاع عن الحق والموت انقطاع عن الخلق فکم بین الانقطاعین“

ذکر وعبادت کا فوت ہوجانا موت سے بھی زیادہ سخت اس لئے ہے کہ اس سے بندے کا علاقہ حق تعالیٰ سے منقطع ہوجاتا ہے اور موت اک معاملہ اس سے کہیں کمتر ہے کیونکہ حد سے حد اس سے یہی ہوتا ہے کہ انسان کا تعلق مخلوقات سے کٹ جاتا ہے فکم بین الانقطاعین؟ اب خود اندازہ کیجئے خدا سے تعلق کا منقطع ہوجانا زیادہ تکلیف ہے یا مخلوق سے یقیناً ہر ذی شعور انسان کے لئے خدا تعالیٰ سے ربط وتعلق کا ٹوٹ جانا موت سے زیادہ شدید ہے۔

علامت نمبر۳۔ صحت مند دل کی علامتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ خدمت دین اور خدمت خلق کا ایسے مشتاق ہوتا ہے جیسے بھوک کا ستایا ہوا کھانا پینے کا مشتاق۔

علامت نمبر۴۔ اور جب وہ نماز میں داخل ہوتو دنیا کے تمام ہم وغم جاتے رہیں اور اس کیف وسرور کے عالم میں اس کا نماز سے نکلنے کو قطعاً دل نہ چاہے اور اس کی قلبی کیفیت الابذکر اللہ تطمئن القلوب کی آئینہ دار ہو۔

علامت نمبر۵۔ ”ومن علامات صحته ان یکون همته واحداً وان یکون فی الله“

ایک علامت یہ ہے کہ اس کا مطلوب ومقصود صرف ایک ہو اللہ کی محبت اور اس کی رضا وخوشنودی جیسا کہ حدیث پاک میں یہ مفہوم بایں الفاظ ذکر ہے۔ من جعل الهموم هما واحداهم اخرته کفاه الله هم دنیاه

حضرت محمد اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے صرف آخرت کی کامیابی کو اپنا واحد مقصود حیات بنالیا اللہ تعالیٰ اس کے ہموم دنیا کیلئے خود کافی ہوجاتا ہے۔

نوٹ: ۔آخرت کی کامیابی کا انحصار اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا پر ہے چنانچہ حدیث پاک کا معنی یوں ہوگا کہ اخروی فلاح وکامرانی کیلئے خدا کی رضا اس کا مطلوب ہو۔ (قلب سلیم اوراس کی علامات ص ۸)

مسکین کون؟ اس سلسلہ میں حافظ ابن قیم رحمہ اللہ ایک بندہ عارف کا ارشاد ذکر فرماتے ہیں:

مساکین اهل الدنیا، خرجوا من الدنیا وماذا قوا اطیب مافیها۔ قیل وما اطیب ما فیها؟ قال محبة الله والانس به والشوق الیٰ لقائه الخ

اہل دنیا میں سے مسکین وہ ہیں جو دنیا سے چل بسے لیکن اس دنیا کی پاکیزہ اور عمدہ ترین چیز کو چکھا تک نہیں پوچھا گیا اس دنیا کی سب سے عمدہ چیز کیا ہے فرمایا اللہ کی محبت اور اس کی انسیت کا دل میں جاگزین ہونا اس کی ملاقات کا شوق، اس کی یاد اور اطاعت ایسی اعلیٰ نعمت سے بہرہ ور ہونا۔ (قلب سلیم اوراس کی علامات ص ۸)

قلب سلیم کے فوائد: ۔قرآن حکیم میں اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں یوم لاینفع مال ولا بنون الامن اتی الله بقلب سلیم (۱۹)
قیامت کا دن وہ ہے جس دن مال اور بیٹے نفع نہیں دیں گے ہاں جو شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں دل سلیم لے کر آیا وہ کامیاب ہوگا۔

اس آیت سے واضح ہوگیا جس دن ساری مخلوق ترساں لرزاں ہوگی خدا کے برگزیدہ پیغمبر علیہم السلام گھٹنوں کے بل ہوں گے حاملین عرش پر خدا کے رعب وجلال کی بناء پر رعشہ طاری ہوگا۔ اس دن اولاد، خویش واقارب سب ساتھ چھوڑ دیں گے۔ نجات پانے والے وہ خوش نصیب انسان ہوں گے جو خدا تعالیٰ کے ہاں قلب سلیم لے کر حاضر ہوں گے۔ (قلب سلیم اوراس کی علامات ص ۹)

نام کتاب: ۔ آپ کے مسائل اور ان کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں
مصنف: ۔ ابوالحسن مبشر احمد ربانی.... ناشر: ۔ مکتبہ قدوسیہ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

قرآنی تعویذات شرک نہیں: ۔ اگر کوئی شخص اللہ کا نام یا قرآن مجید کی آیت لکھ کر گلے میں لٹکائے تو اسے شرک کہنا درست نہیں کیونکہ اس میں اس نے کسی غیر سے مدد نہیں مانگی۔ اگر کوئی کہے کہ اس نے کاغذ گلے میں لٹکایا ہے تو یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ تعویذ لکھنے والا یا گلے میں ڈالنے والا کوئی موحد کاغذ میں نفع نقصان کی کوئی تاثیر نہیں سمجھتا۔ بلکہ اس کاغذ میں لکھے ہوئے اللہ کے نام یا اس کے کلام کی برکت سے شفاء کا عقیدہ رکھتا ہے۔ اللہ کا کلام دم کی صورت میں انسانی آواز میں ادا ہو تب بھی اللہ کا کلام اور اس کی صفت ہے اور غیر مخلوق ہے اور انسانی قلم و دوات سے کاغذ پر لکھا جاتا ہے تب بھی اللہ کا کلام اس کی صفت اور غیر مخلوق ہے اس لیے جو لوگ اسے شرک قرار دیتے ہیں، ان کی بات بالکل بے دلیل ہے اور وہ غلو کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

جواز کے قائلین اسے علاج کی ایک صورت قرار دیتے ہیں جس میں کوئی شرک نہیں اور شرک سے پاک دم کی طرح اس کی کوئی ممانعت نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۴۳۲)

سفید وسیاہ عمامہ مسنون ہے: ۔ (۱) ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو سفید عمامہ بندھوایا (صحیح جامع صغیر) اور عمامہ جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باندھا کرتے تھے اس کا رنگ حدیث میں سیاہ مذکور ہوا ہے جیسا کہ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: (**دخل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم الفتح وعلیہ عمامة سوداءُ**) ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ والے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سیاہ پگڑی تھی“۔ (مسلم، ابوداؤد، ۴۰۷۶، ابن ماجہ ۸۵۸۵، ترمذی ۱۷۳۵، احمد ۳/۳۶۳ـ۳۸۷، دارمی ۲/۸۴)

(عن عمرو بن حریث ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطب الناس وعلیہ عمامة سوداءُ)

عمر بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سیاہ پگڑی تھی“۔

ابوداؤد میں اس طرح ہے: (**رایت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی المنبر وعلیہ عمامة سوداءُ قد ارخٰی طرفھا بین کتفیہ**) ”عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سیاہ پگڑی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے شملہ کو اپنے کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا۔ (مسلم ۱۳۵۹، ابن ماجہ ۳۵۸۴، ابوداؤد ۴۰۷۷، شمائل ترمذی ۹۳)

(عن ابن عمر قال کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا اعتم سدل عمامته بین کتفیہ قال نافع وکان ابن عمر یفعل ذلك قال عبیداللہ رایت القاسم بن محمد وسالماً یفعلان ذلك)

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب پگڑی باندھتے تو اس کے شملہ کو اپنے کندھوں کے درمیان لٹکا دیتے۔ نافع نے کہا: ابن عمر رضی اللہ عنہ اسی طرح کرتے تھے۔ عبید اللہ نے کہا: میں نے قاسم بن محمد بن ابی بکر اور سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کو اسی طرح کرتے دیکھا“ (شمائل ترمذی ۹۴، جامع ترمذی ۱۷۳۶) مذکورۃ الصدر احادیث سے معلوم ہوا کہ سیاہ عمامہ باندھنا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۴۹۶)

ٹوپی وپگڑی پر ابن القیم کی شہادت: ۔ کئی روایتیں امام ابونعیم اصبہانی نے کتاب ”اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم وآدابہ“ میں نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹوپی عمامہ کے بغیر بھی پہنتے تھے امام ابن قیم رحمہ اللہ ”زادالمعاد“ ۱/۱۳۵ پر رقم طراز ہیں:

کانت له عمامة تسمٰی السحاب کساھا علیا وکان یلبسھا ویلبس تحتھا القلنسوة وکان یلبس القلنسوة بغیر عمامة ویلبس العمامة بغیر قلنسوة۔

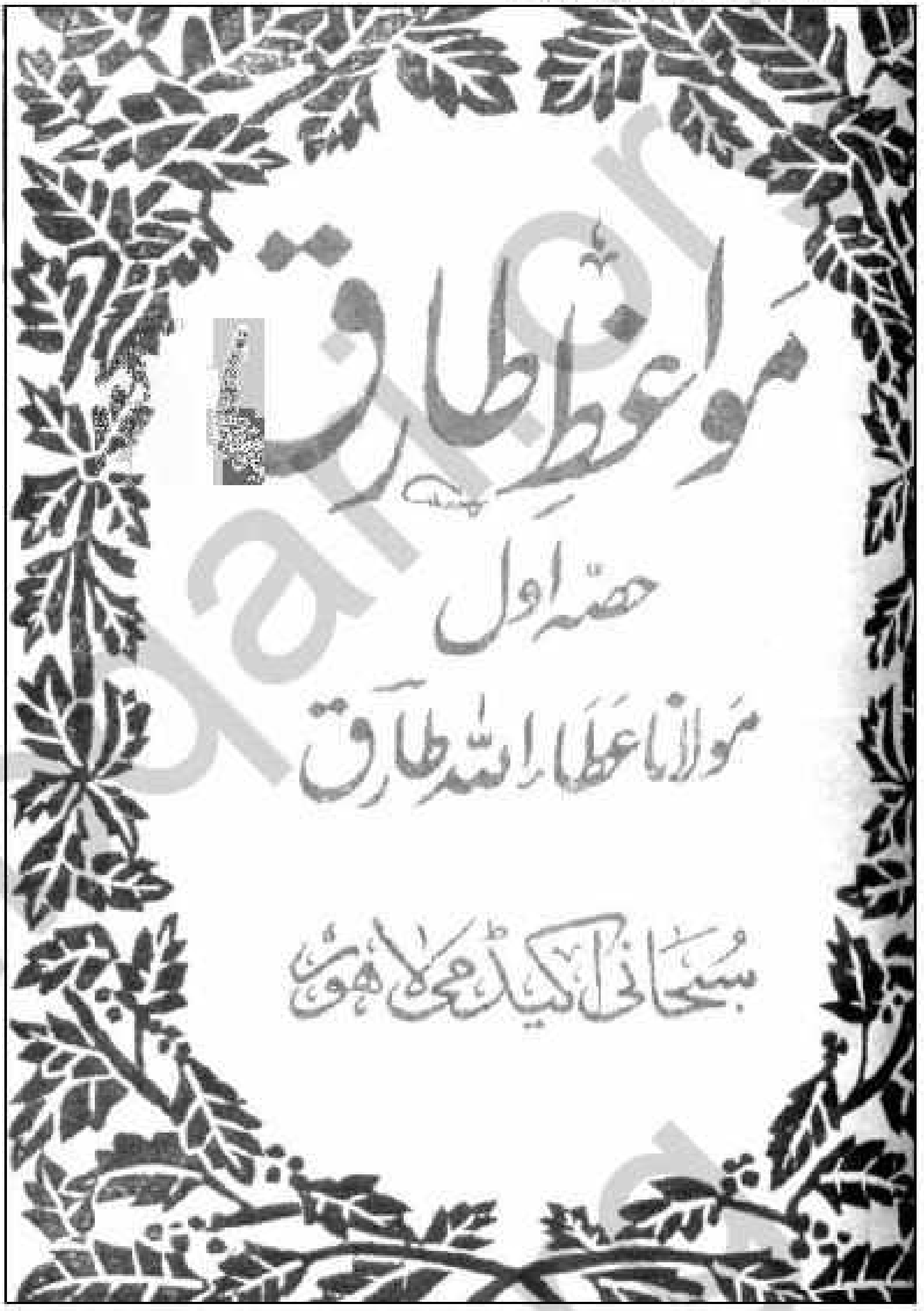

مواعظ طارق

حصہ اول

مولانا عطاء اللہ طارق

سبحانی اکیڈمی لاہور

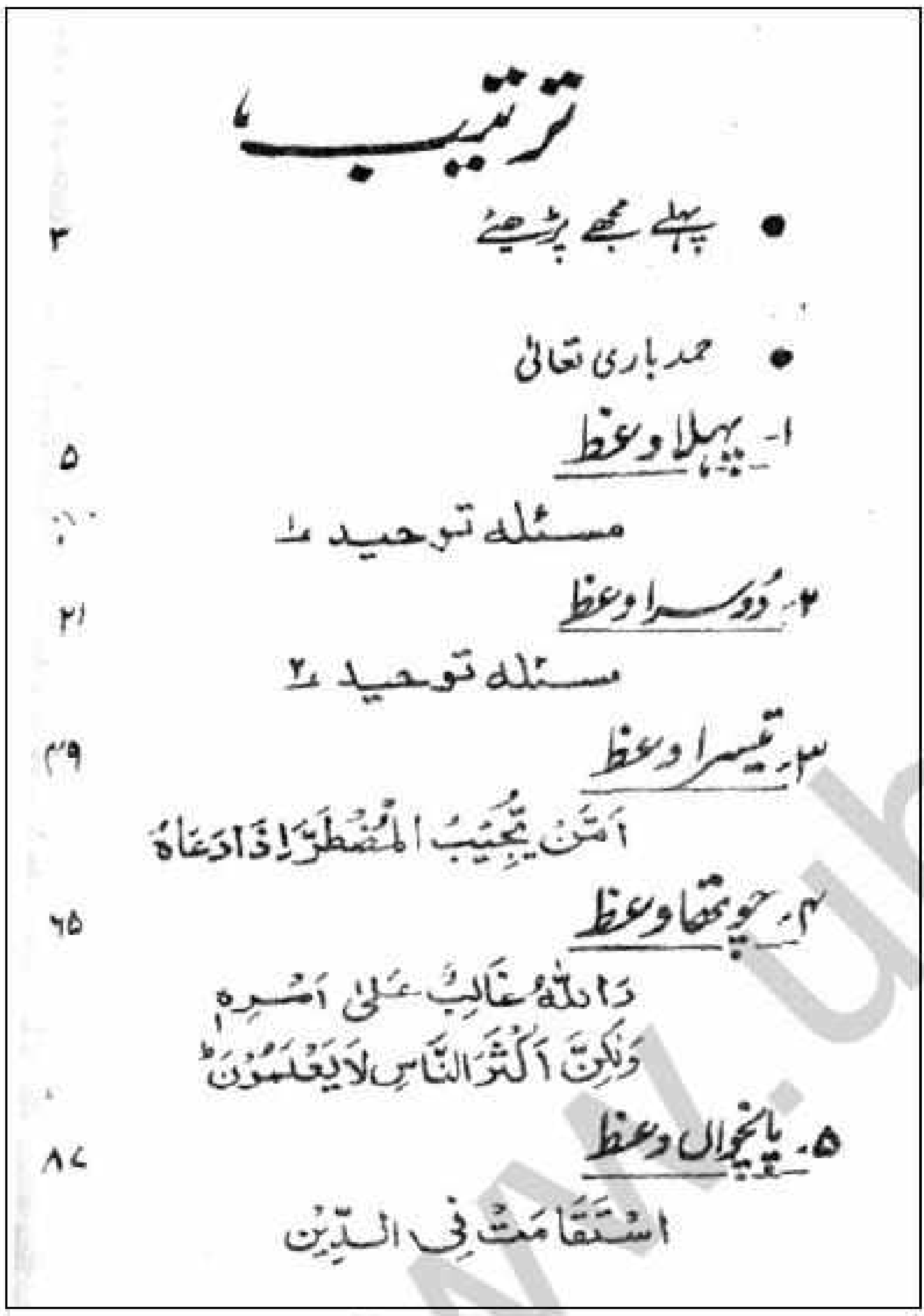

ترتیب

- پہلے مجھے پڑھیے ۳
- حمد باری تعالی

۱۔ پہلا وعظ ۵

مسئلہ توحید ۱

۲۔ دوسرا وعظ ۲۱

مسئلہ توحید ۲

۳۔ تیسرا وعظ ۴۹

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ

۴۔ چوتھا وعظ ۶۵

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ

۵۔ پانچواں وعظ ۸۷

اِسْتِقَامَتْ فِي الدِّيْن

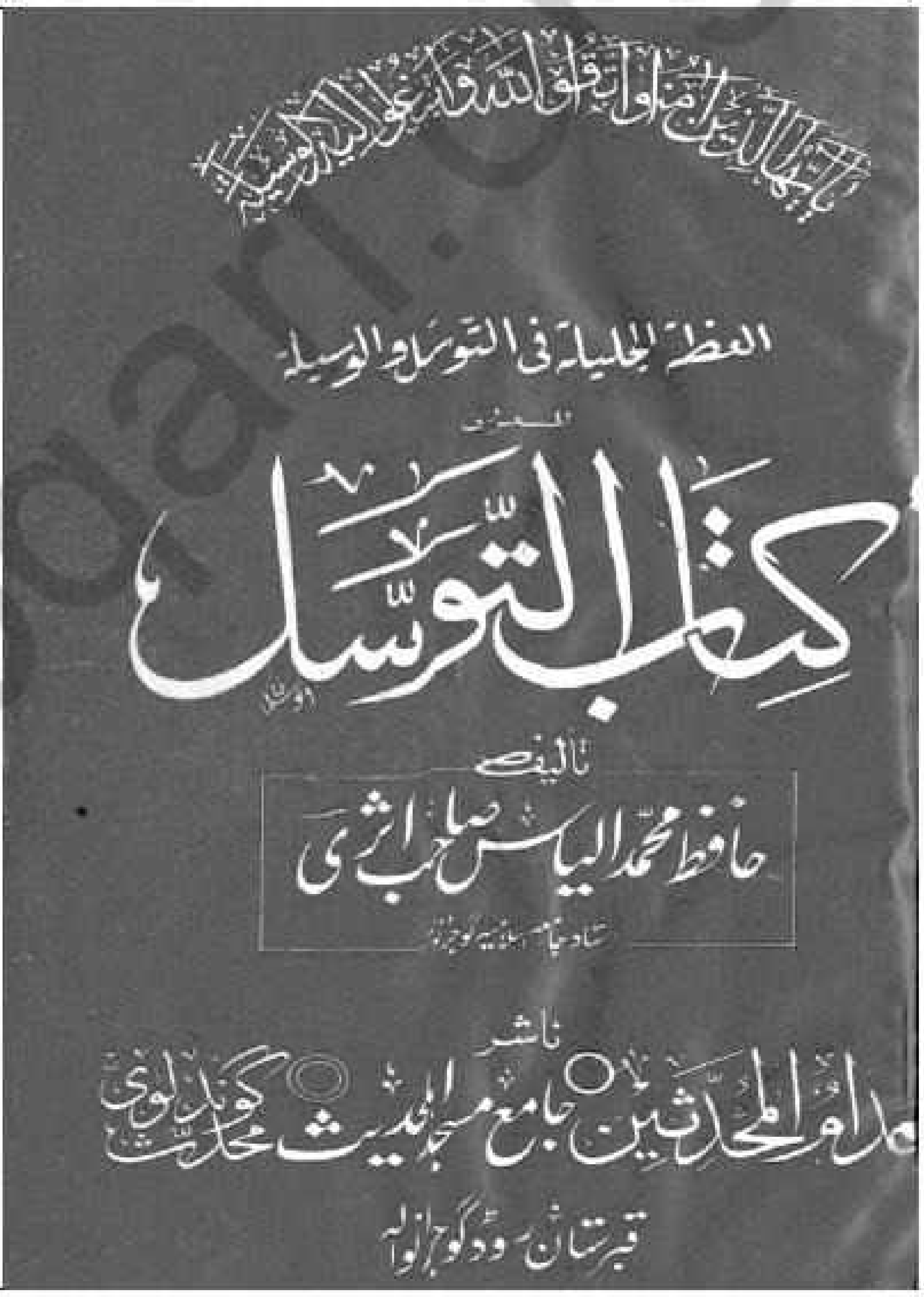

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ

العظة الجليلة في التوسل والوسيلة

المعروف

کتاب التوسل

تالیف

حافظ محمد الیاس صاحب اثری

استاد جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ

ناشر

خدام المحدثین جامع مسجد اہلحدیث محدث گوندلوی

قبرستان روڈ گوجرانوالہ

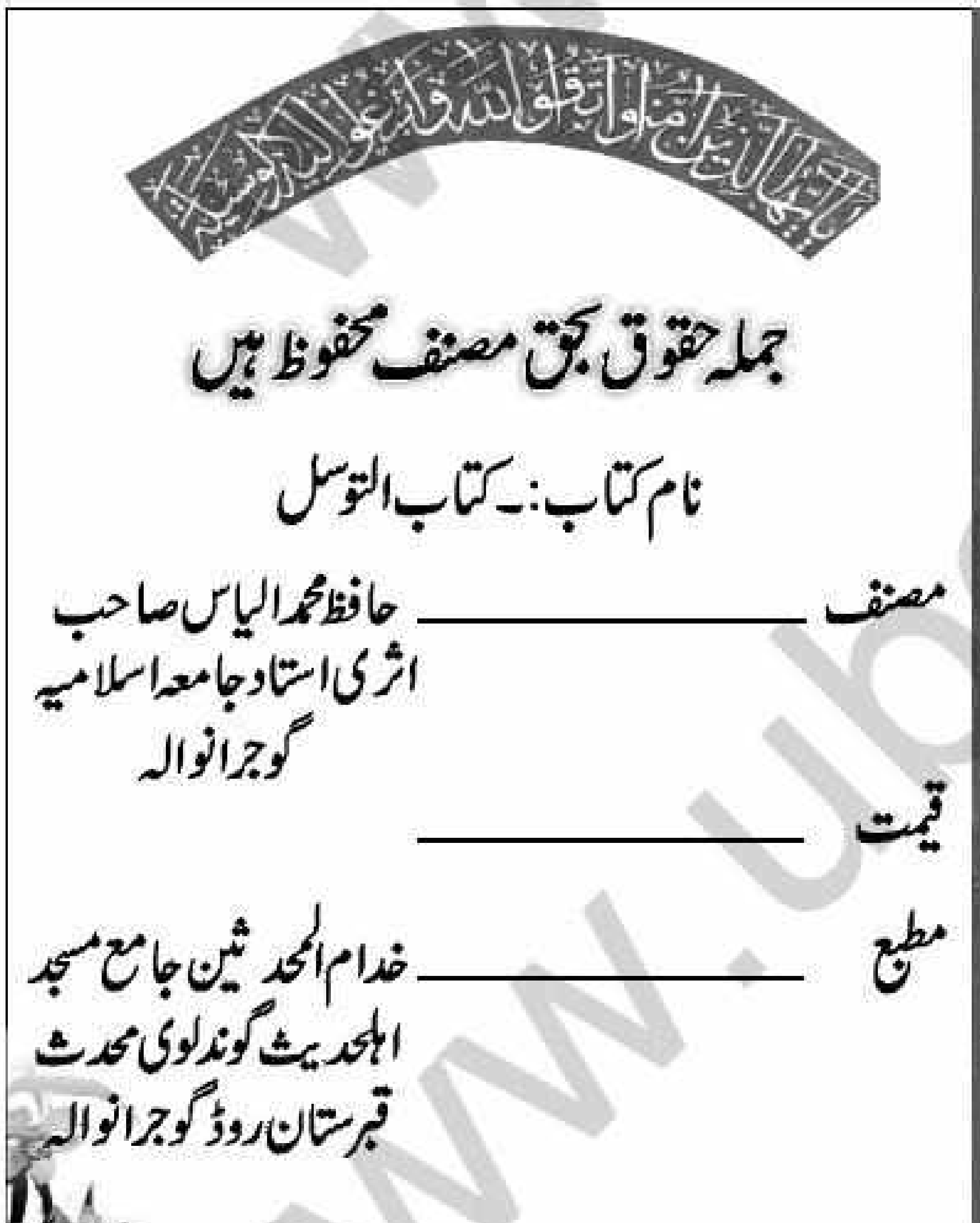

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب:۔ کتاب التوسل

مصنف ________ حافظ محمد الیاس صاحب
اثری استاد جامعہ اسلامیہ
گوجرانوالہ

قیمت ________

مطبع ________ خدام المحدثین جامع مسجد
اہلحدیث گوندلوی محدث
قبرستان روڈ گوجرانوالہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک پگڑی تھی جس کا نام سحاب تھا آپ ﷺ نے وہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنائی۔ اسے آپ ﷺ پہنتے اور کبھی اس کے نیچے ٹوپی ہوتی اور کبھی ٹوپی بغیر پگڑی کے اور پگڑی بغیر ٹوپی کے پہن لیتے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ کی اس تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف پگڑی باندھنا یا صرف ٹوپی لینا یا ٹوپی پر پگڑی باندھ لینا، تینوں طرح جائز و صواب ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۴۹۸)

نام کتاب: ۔ مواعظ طارق، حصہ سوم...... مصنف: ۔ مولانا عطاء اللہ طارق

صوفیاء کی دنیا سے بے رغبتی کی دلیل:۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی کیفیت یہ ہے کہ دنیا میں ایک مسافر کی طرح اپنی ساری زندگی گزاردی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن ایک چٹائی پر سو کر اٹھے تو آپ ﷺ کے جسم مبارک پر چٹائی کے نشان پڑ گئے میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر آپ ﷺ فرمائیں تو آپ کے لئے ایک بستر تیار کر دیں تاکہ سونے کے وقت اس کو نیچے بچھا دیا کریں تو آپ نے فرمایا۔

میں تے دنیا سیر نہ کوئی حضرت آکھ سنایا   دنیا رہن مثال اینویں جیویں راہ وچ رکھ دا سایہ
سائے بیٹھ لوے دم راہی ہووے فیر روانہ   اس دم کارن کد کوئی عاقل طاب کرے سمیانہ

اے عبداللہ! مجھے دنیا کی آسائش سے کیا تعلق، میرا حال تو دنیا میں اس سوار کی طرح ہے جس نے ایک درخت کے سایہ میں گھڑی بھر آرام کیا اور پھر درخت کو وہیں چھوڑ کر آگے چل دیا۔

ہماری حالت یہ ہے کہ ہم اپنے لئے بڑے بڑے مکان، بڑی بڑی بلڈنگیں، بڑی بڑی کوٹھیاں، بڑی بڑی دکانیں غرضیکہ ہر قسم کی آسائش کا سامان مہیا کرتے ہیں جیسا کہ ہم نے مرنا ہی نہیں ہے کسی بزرگ نے کیا ہی خوب کہا ہے کہ بندوں کو اگر اپنی موت معلوم ہوتی تو بڑے بڑے اونچے گنبدوں والے محل نہ بنتے نہ کبھی بازار لگتا نہ کبھی خرید و فروخت ہوتی اور نہ ہی باہمی عداوت ہوتی، بلکہ سب یاد خدا میں ہی مصروف رہتے۔ یہ سب کام موت کے بھولنے سے ہی ہو رہے ہیں۔ حافظ محمد صاحب لکھوی رحمہ اللہ نے کیا ہی خوب لکھا ہے۔

رنگ محل بناون احمق خرچن مال ربانا   آئی موت سب چھوڑ علاقہ قبریں کرن ٹکانا
حق حقوق خدا ہور بندیاں مالوں ادا نہ کردے   مال ربانا خاک رلاون بچھو تا وسن مردے
دنیا نال محبت کوڑی دنیا چار دھاڑے   ایہ نال کسے دے رہی نہ رہسی دنیا دین وگاڑے

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ’’اکثروا ذکر ھاذم اللذات الموت‘‘ کو دنیاوی لذتوں کو توڑ دینے والی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ (مواعظ طارق حصہ سوم، ص ۳۸، ۳۹)

نام کتاب: ۔ کتاب التوسل... تالیف: حافظ محمد الیاس صاحب اثری استاد جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ خدام المحد ثین جامع مسجد اہلحدیث گوندلوی محدث قبرستان روڈ گوجرانوالہ

دعا کی غرض سے بزرگوں کے پاس حاضری:۔ قال شهاب حدثنا حمادبن سلمة عن ابی جعفر الحظبی، عن عمارة ابن خزيمة بن ثابت عن عثمان بن حنيف اتی اعمی النبی صلی الله عليه وسلم فقال ادع الله تعالیٰ ان يرد بصری قال او ادعك قال بل ادع قال ثلاثاثم قال توضا وصل ركعتين و قل اللهم انی اسئلك و اتوجه اليك ففعل فردبصره،

(توحید خالص ص ۵۹۲)

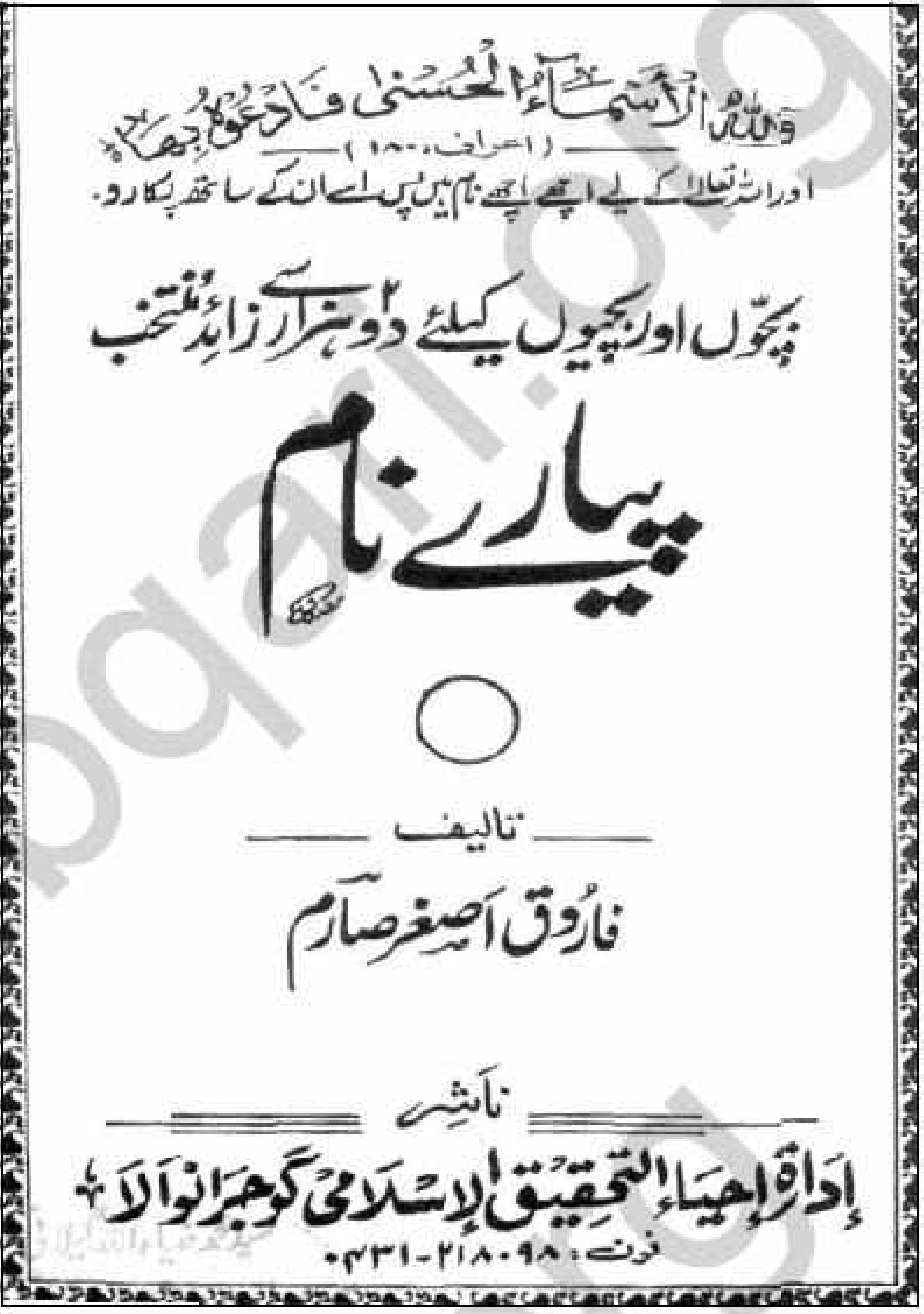

وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا
(اعراف : ۱۸۰)
اور اللہ تعالیٰ کے لیے اچھے اچھے نام ہیں پس اسے ان کے ساتھ پکارو۔

بچوں اور بچیوں کیلئے دو ہزار سے زائد منتخب

پیارے نام

تالیف

فاروق اصغر صارم

ناشر

ادارہ احیاء التحقیق الاسلامی گوجرانوالہ
فون: ۰۴۳۱-۲۱۸۰۹۸

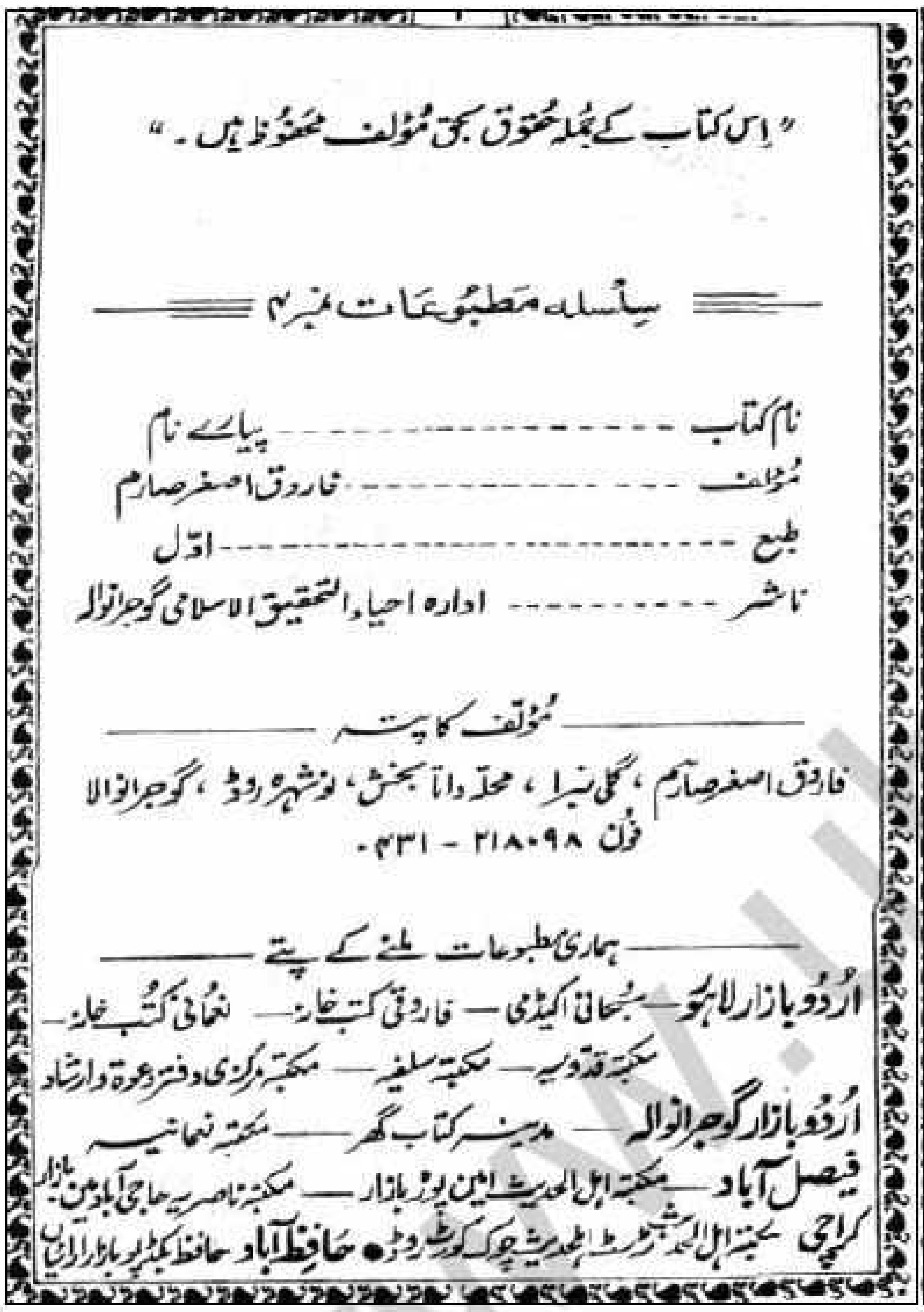

"اس کتاب کے جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں۔"

سلسلہ مطبوعات نمبر ۴

نام کتاب ---------- پیارے نام
مؤلف ---------- فاروق اصغر صارم
طبع ---------- اوّل
ناشر ---------- ادارہ احیاء التحقیق الاسلامی گوجرانوالہ

مؤلف کا پتہ

فاروق اصغر صارم، گلی نمبر ۱، محلہ داتا بخش، نوشہرہ روڈ، گوجرانوالہ
فون ۰۴۳۱ - ۲۱۸۰۹۸

ہماری مطبوعات ملنے کے پتے

اردو بازار لاہور — سبحانی اکیڈمی — فاروقی کتب خانہ — نعمانی کتب خانہ — مکتبہ قدوسیہ — مکتبہ سلفیہ — مکتبہ مرکزی دفتر دعوۃ وارشاد
اردو بازار گوجرانوالہ — مدینہ کتاب گھر — مکتبہ نعمانیہ
فیصل آباد — مکتبہ اہل الحدیث امین پور بازار — مکتبہ ناصریہ حاجی آباد مین بازار
کراچی مکتبہ اہل الحدیث ٹرسٹ اہلحدیث چوک کورٹ روڈ۔ حافظ آباد حافظ بکڈپو بازار اردیانہ

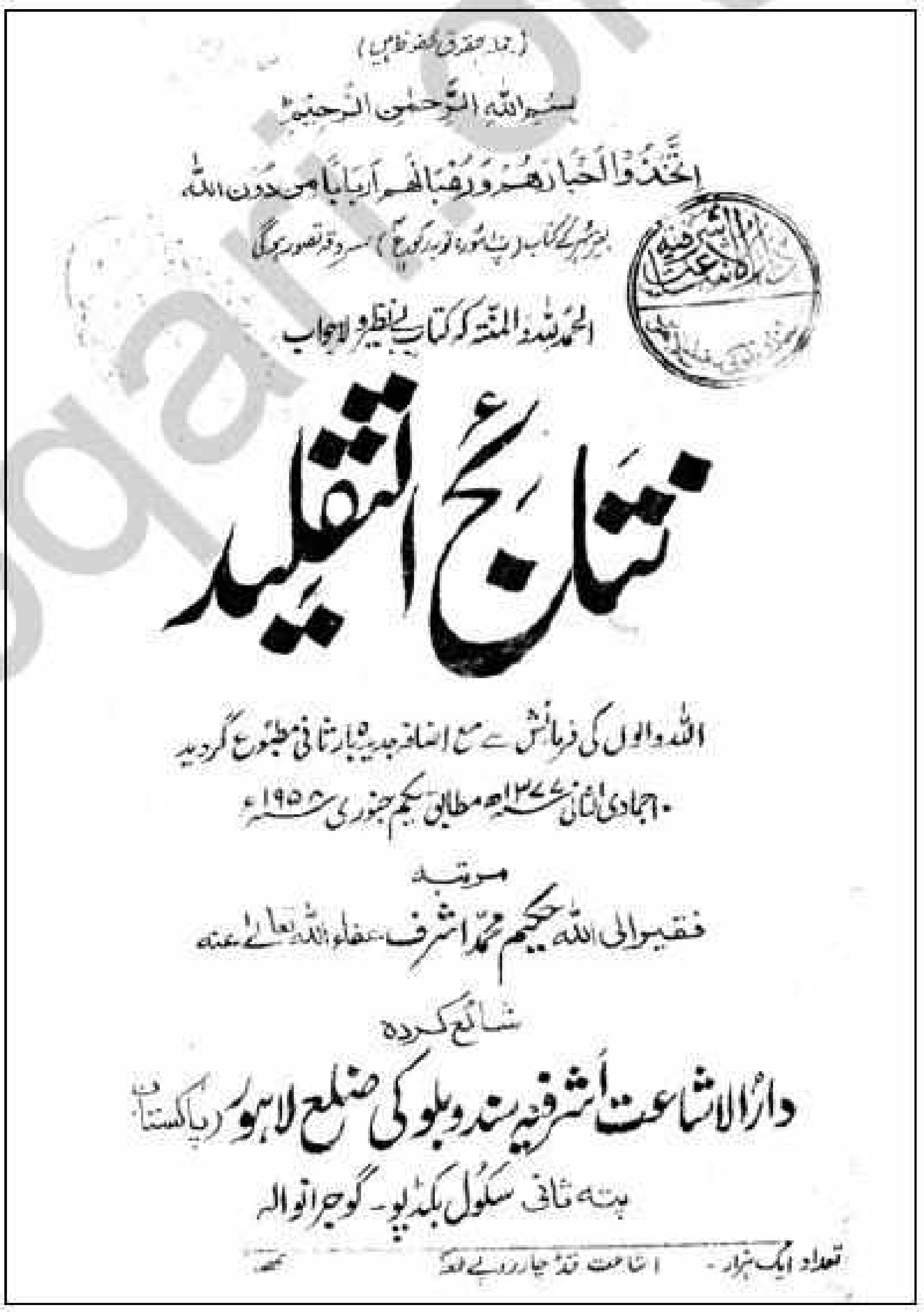

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ

[illegible] (پ سورہ توبہ رکوع) [illegible]

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب بے نظیر ولاجواب

نتائج التقلید

اللہ والوں کی فرمائش سے مع اضافہ جدید بار ثانی مطبوع گردید
۰ جمادی الثانی ۱۳۷۴ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۵۵ء

مرتبہ
فقیر الی اللہ حکیم محمد اشرف عفا اللہ تعالیٰ عنہ

شائع کردہ
دارالاشاعت اشرفیہ سندو بلوکی ضلع لاہور (پاکستان)
پتہ ثانی سکول بکڈپو۔ گوجرانوالہ

تعداد ایک ہزار ۔ اشاعت [illegible] چار روپے [illegible]

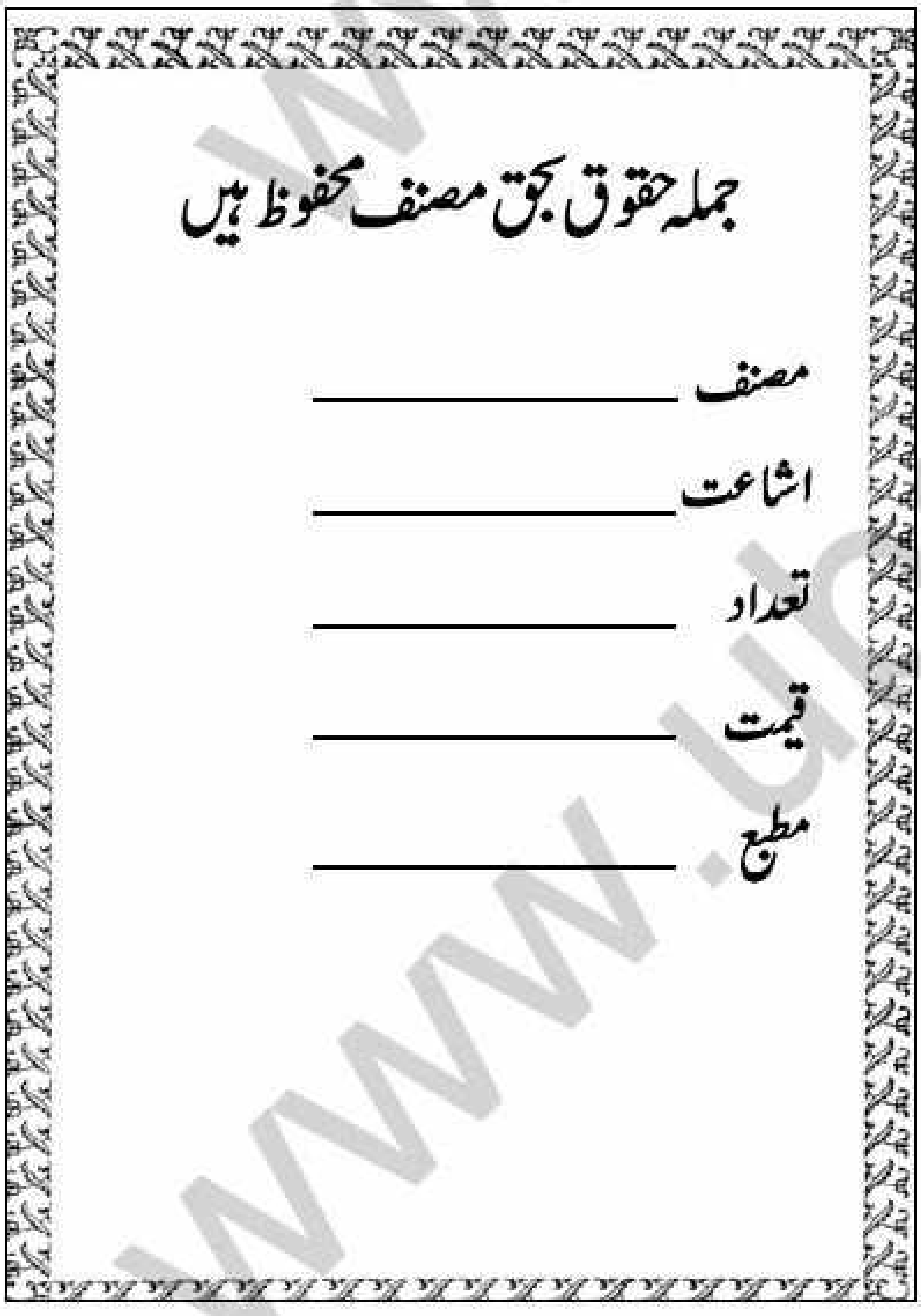

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

مصنف ____________
اشاعت ____________
تعداد ____________
قیمت ____________
مطبع ____________

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک نابینا حاضر ہوا عرض کیا کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ صحت دے دیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ دعا کروں تین دفعہ تکرار ہوا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو وضو کر اور دو رکعت نماز ادا کر اور ''اللھم انی'' الیٰ آخرہ، دعا پڑھ اس نے پڑھی تو وہ صحت مند ہو گیا.... حدیث مذکور کی سند صحیح ہے (کتاب التوسل ص ۱۴۱،۱۴۲)

نام کتاب:۔ پیارے نام، فاروق اصغر صارم
ناشر:۔ ادارۃ احیاء التحقیق الاسلامی گوجرانوالہ

ناموں کے زندگی پر اثرات:۔ نام سے ہی مسمّی ممتاز ہوتا ہے، نام کی اہمیت اس لیے بھی ہے کہ کسی بھی انسان کا نام اس کی شخصیت کا آئینہ ہوتا ہے اس کے دین و مذہب کی شناخت ہوتا ہے، نیز نام سے مسمّی کی زندگی پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ (پیارے نام ص ۴)

اچھے برے نام کا اثر مسمّی کی شخصیت پر:۔ شخصیت کا اپنے نام کے ساتھ ایک خاص اور گہرا تعلق ہوتا ہے اچھے ناموں کے اچھے اثرات ہوتے ہیں جب کہ برے ناموں کے برے اثرات ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اچھا نام رکھنے کی تلقین فرماتے اور اچھا نام سنتے تو خوش ہوتے جب کہ برا نام رکھنے سے منع کرتے اور برا نام سنتے تو کراہت فرماتے اور اسے تبدیل کر دیتے تا کہ اس شخص کی زندگی پر برے اثرات مرتب نہ ہوں۔ اس بارے میں چند روایات ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) حضرت سعید بن میسّب بن حزن رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا تیرا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا 'حزن' (سخت زمین) آپ ﷺ نے فرمایا تو سہل (آسان، نرم) ہے، انہوں نے کہا: جو نام میرے والد نے رکھ دیا ہے میں اسے نہیں بدلوں گا۔ حضرت سعید بن میسّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (اس نام کے سبب) پھر ہمارے خاندان پر مسلسل سختی اور مشکل چھائی رہی۔ (صحیح بخاری مع فتح الباری ۱۰/۵۷۴)

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک لڑکا لایا گیا۔ آپ ﷺ نے اس کا نام دریافت فرمایا تو جواب ملا ''سائب'' (آزاد) آپ ﷺ نے فرمایا اس کا نام سائب کی بجائے عبداللہ رکھو..... راوی کا بیان ہے کہ ان لوگوں نے اس بچے کا نام سائب ہی رہنے دیا۔ (جس کی وجہ سے) وہ اس وقت تک نہیں مرا جب تک اس کی عقل نہ چلی گئی اور دیوانہ ہو گیا۔ (جامع ابن وہب بحوالہ تحفۃ المودود ص ۸۵)

(۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین قبائل کے نام سنے۔ اسلم، غفار اور عصیہ (جن کے بالترتیب لغوی معانی یہ ہیں محفوظ، معافی اور نافرمانی) تو زبان مبارک سے نکلا اسلم کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ فرما لیا اور غفار کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا جب کہ عصیہ نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی (صحیح بخاری ۱/۴۹۸) اور پھر ویسا ہی ہوا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔

(۴) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص سے دریافت فرمایا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ جمرہ (چنگاری) پھر انہوں نے پوچھا: تو کس کا بیٹا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ شہاب (آگ کے ستارے) کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تیرا قبیلہ کون سا ہے؟ اس نے جواباً کہا حرقہ (آگ جلانے والوں کا) امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے پوچھا تیرا مسکن کہاں ہے؟ تو اس نے کہا حرۃ النار (آگ کی گرمی) میں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا تم کس علاقے سے ہو؟ اس شخص نے جواب دیا ذات لظی (شعلوں والی سرزمین) میں یہ سن کر آپ رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا جا اپنے گھر والوں کی خبر لے وہ جل گئے ہیں یا ہلاک ہو چکے ہیں راوی بیان کرتا ہے کہ جب اس شخص نے جا کر دیکھا تو بالکل ویسا ہی پایا جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا (موطا امام مالک، ما یکرہ من الاسماء ص ۷۲۸)

(۵) کتب تواریخ میں ہے کہ جب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی مقام کربلا پر اترے تو انہوں نے لوگوں سے اس

مقام کا نام پوچھا لوگوں نے بتایا اس مقام کا نام کربلا (مشکلات ومصائب) ہے یہ سن کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کرب وبلا (ہائے مشکلیں اور مصیبتیں آ گئیں) کون نہیں جانتا کہ پھر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر کیا گزری۔

(تحفۃ المودود ص ۸۵ بحوالہ پیارے نام ص ۲۳ تا ۲۵)

نام سے اچھا شگون لینا:۔ دین اسلام میں جاہلانہ ومشرکانہ نظریات کے اچھے اور برے شگون کی قطعی حرمت ہے البتہ اچھے ناموں سے نیک فال (خیر کا سبب سمجھنا) حاصل کرنا شریعت اسلام میں جائز قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش مکہ کے نمائندہ سہیل کی آمد سے نیک فال حاصل کی اور فرمایا ہمارا کام اب آسان ہو جائے گا واضح رہے سہیل کے معنی آسانی کے ہیں۔ (تحفۃ المودود ص ۸۳)

مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے نواسوں کے نام حسن وحسین رضی اللہ عنہما تجویز فرمائے حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دونوں کا نام حرب (جنگ وجدال رکھا تھا اور آپ ﷺ کو جنگ وجدال پسند نہ تھا۔ (الادب المفرد للبخاری ۲۴۴، مستدرك للحاكم ۳/۱۶۵)

اگر کسی کی اولاد بچپن میں ہی فوت ہو جاتی ہو تو ولادت کے بعد بچے کا نام اللہ رکھا یا بچی کا نام اللہ رکھی رکھ دے اور نیک فال کے طور پر اللہ تعالیٰ سے اس کی زندگی کی امید رکھے تو درست ہے۔ (پیارے نام ص ۲۵)

انبیا کے نام خیر وبرکت کا ذریعہ:۔ جس طرح انبیاء ورسل علیہم السلام اپنے اپنے وقت کی عظیم اور اعلیٰ شخصیات تھیں۔ اسی طرح ان کے نام بھی اعلیٰ اور بہترین تھے۔ ان ناموں کا رکھنا نہ صرف ان کی یاد تازہ کرتا ہے بلکہ خیر وبرکت کا بھی باعث ہے۔

نام کتاب:۔ نتائج التقلید .... مصنف:۔ فقیر الی اللہ حکیم محمد اشرف عفاء اللہ تعالیٰ عنہ
دار الاشاعت اشرفیہ سندوبلو کی ضلع لاہور پاکستان، پتہ ثانی سکول بکڈ پو، گوجرانوالہ

خلیفہ وجانشین کی تائید وتوثیق: حضرت مولانا امام عبدالجبار صاحب غزنوی رحمہ اللہ کے خلیفہ وجانشین شیخ الحدیث مولانا نیک محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الحمدلله والسلام على عباده الذين اصطفى امابعد

پس واضح آنکہ میں نے رسالہ ’’نتائج التقلید‘‘ کو متفرق مواضع سے بغور پڑھا اور اسم بامسمیٰ پایا مجھے اس میں کوئی خامی نظر نہیں آئی۔ (نتائج التقلید ص، ن)

بزرگان دین کا ادب:۔ پھر ایک بار حضرت والا بمقام (مولانا تھانوی رحمہ اللہ) آرہ مقیم تھے کہ اتفاق سے مولوی نذیر حسین صاحب رحمہ اللہ وہاں تشریف لے آئے حضرت والا ان کے قیام گاہ پر ملنے کے لئے تشریف لے گئے اس وقت ایک غالی غیر مقلد مولوی صاحب نے جو ان کے پاس بیٹھے تھے دوران گفتگو میں حضرت ابن ہمام رحمہ اللہ کی کچھ تنقیص کی مولوی صاحب رحمہ اللہ نے ان کو ڈانٹا کہ یہ بڑے لوگ تھے ہمارا منہ نہیں کہ ہم ان کی شان میں کچھ کہہ سکیں‘‘۔ (نتائج التقلید ص ۳۱ بحوالہ اشرف السوانح ص ۱۲۴)

انہیں دنوں دیوبند کے مدرسہ میں ایک اہلحدیث طالب علم کے پیٹنے (مار کھانے) اور مدرسہ سے خارج ہونے کی خبر مشہور ہو رہی تھی حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ نے مولوی اشرف علی صاحب رحمہ اللہ سے اس کی حقیقت پوچھی تو اس پر حضرت والا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس نے امام محمد رحمہ اللہ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے تھے اس پر طلبا کو غصہ آ گیا یہ سن کر مولوی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ واقعی یہ امر اس کی بے جا حرکت تھی۔ (اشرف السوانح جلد ۱، ص ۱۲۳ بحوالہ نتائج التقلید ص ۳۱)

اللہ کے دوست کا دشمن اللہ کی پکڑ میں:۔ ایک روز رات کو نماز عشاء کے لئے جب مسجد میں نماز کے لئے گئے تو ایک شخص پھاٹک حبش خاں کے ایک موڑ (کونہ) گلی میں ننگی تلوار لئے قتل کے ارادہ سے چھپ رہا تھا جب حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ اس کی زد میں پہنچے تو

اس نے وار کرنا چاہا حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ نے اس کی حالت دیکھ کر فرمایا کہ اگر میں بنو فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوں تو تو مجھے قتل نہیں کر سکتا یہ سن کر وہ کانپ گیا اور اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ پورے اطمینان سے چلے گئے اور کسی سے اس واقعہ کا ذکر تک نہ کیا شخص مذکور جب تلوار اٹھا کر پہنچا تو اسے پیٹ کا درد اس شدت سے ہوا کہ اسے اپنی زندگی سے مایوسی ہوگئی۔ اس حال میں اس نے اپنے گھر والوں اور تیمارداروں سے کہا کہ یہ درد شکم نہیں بلکہ میں خدا کے قہر اور غضب میں گرفتار ہوں اس لئے کہ میں چھپ کر میاں صاحب رحمہ اللہ کے قتل کرنے کو کھڑا تھا جب وہ میرے پاس سے گزرے اور میں نے ان کے قتل کو تلوار اٹھائی تو انہوں نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ اگر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوں تو تو مجھے قتل نہیں کر سکتا یہ سن کر میری ہوش اڑ گئی اور میں کانپ گیا اور تلوار گر پڑی میاں صاحب رحمہ اللہ خاموشی سے گزر گئے جب میں وہاں سے گھر پہنچا ہوں تو قہر الٰہی نے دبوچ لیا ہے اب جان بر ہونے کی امید نہیں۔ بالآخر وہ اسی رات مر گیا چنانچہ یہ واقعہ سننے والوں نے جبکہ دوسروں سے آگے بیان کیا اور عام شہرت و چرچا ہوا تو لوگوں نے حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ سے تصدیق کی غرض سے دریافت کیا تو حضرت والا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہاں ایک رات ایک شخص نے قتل کے ارادہ سے تلوار اٹھائی تو تھی لیکن مجھے اس سے کچھ ڈر اور خوف نہ ہوا اور میں پورے اطمینان سے گزر گیا۔ (نتائج التقلید ص ۳۴،۳۵)

گستاخ ولی کی توبہ اور بیعت اصلاح:۔ مولوی بدر الحسن کہتے ہیں میں نے ایک دن حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کی دعوت کی جب آپ رحمہ اللہ تشریف لا کر بیٹھ گئے تو کھانے سے قبل ہی آپ کو متلی اور ابکائیاں اور قے شروع ہوگئیں لہٰذا آپ بغیر کھانا کھائے واپس تشریف لے گئے آپ کے چلے جانے کے بعد میرے نوکر عبدالنبی کے پیٹ میں درد شدید شروع ہوگیا جب وہ شدت درد سے تڑپنے لگا اور اسے جان سے مایوسی ہوگئی تو اس نے مجھے نہایت عاجزی اور منت سے کہا کہ آپ میاں صاحب سے میرا قصور معاف کرا دیجئے یہ میرا درد نہیں بلکہ میری شامت اعمال کے نتیجہ میں خدا کی طرف سے سزا ہو رہی ہے میں یہ سن کر حیران ہوا اور کیفیت واقعہ دریافت کی تو اس نے ڈرتے ڈرتے کہا کہ میں نے میاں صاحب کو غائت عداوت اور دشمنی کے سبب حرام کھلانے کی غرض سے بکرے کے گوشت کی جگہ سور کا گوشت لا کر پکایا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت میاں صاحب کو تو حرام سے بچا لیا اور مجھ پر بصورت غضب پیٹ درد کو مسلط کر دیا یہ سن کر میں عبدالنبی کو ساتھ لے کر میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا تو آپ بالکل تندرست اور آرام سے تشریف فرما ہیں الغرض میں نے پورا واقعہ آپ کی خدمت میں عرض کیا اور عفو تقصیر اور اس کی معافی کیلئے سفارش کی آپ نے دعا کی اے مجیب الدعوات! تیرے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لوگوں نے کیا کچھ نہیں کیا دھوکے بھی دیئے جھوٹے بہتان بھی باندھے، شعبدے بھی کئے پھر اگر مجھ ناچیز بندے کے ساتھ کسی نے کچھ کیا تو تو ارحم الراحمین ہے پس تو اسے ہدایت کر تو ہادی الضالین ہے چنانچہ اسی وقت خدا تعالیٰ نے عبدالنبی کو درد سے نجات دے دی اور اس نے حضرت میاں صاحب کے حضور سچی توبہ کر کے حضرت میاں صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پس حضرت میاں صاحب نے اس کا نام عبداللہ رکھا اور پھر وہ تھوڑے دنوں بعد ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلا گیا اور وہیں رہائش اختیار کر لی اور دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں اس کا خاتمہ ہوا۔ (نتائج التقلید ص ۳۵)

شاگرد جنات کا فرمائش وعظ:۔ انسان تو رہے درکنار مسلمان جن بھی آپ کے شاگرد گرویدہ اور عاشق تھے قرآن و حدیث اور آپ کا وعظ سننے کے لیے دور دراز ملکوں سے سفر کر کے آتے تھے مرض الموت میں ملاقات عیادت اور وصیت سننے کی غرض سے اس کثرت سے آئے کہ خود آپ فرماتے تھے کہ تمام مکان میں چھا رہے ہیں اور نہایت عاجزی اور منت سے وعظ کی درخواست کرتے ہیں نہ صرف یہی بلکہ تیمارداروں نے حضرت میاں صاحب (شیخ الکل) سے بس بس کے کلمات سنے تو عرض کیا کہ حضرت کیا ہے اس پر آپ نے فرمایا کہ جنات وعظ کی فرمائش کرتے ہیں ان کے جواب میں کہہ رہا ہوں بس معاف کرو وعظ ہو نہیں سکتا۔ (نتائج التقلید ص ۳۷)

اہلحدیث جنات کی بیعت اور دشمن سے انتقام:۔ حالات و واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت میاں صاحب کی کوشش سے

جنات میں بھی اہلحدیث کثرت سے ہو چکے ہیں چنانچہ حضرت سید محمد شریف صاحب گھڑیالوی رحمہ اللہ جب امیر اہلحدیث منتخب ہوئے تو اہلحدیث جنوں نے بھی آپ سے آ کر بیعت کی مرحوم نے خود اس کا اظہار مجھ سے کیا تھا مولانا عبدالواحد صاحب غزنوی رحمہ اللہ کے پاس ایک خاص جن انتہائی محبت عقیدت کی بناء پر رہتا تھا جو کہ بعض دفعہ سردیوں میں تہجد کے وقت گرم پانی کا انتظام کر دیتا تھا۔ اوران کے بڑے بھائی حضرت امام صاحب عبدالجبار اور عبدالرحیم صاحب رحمھما اللہ کے بھی کئی جن شاگرد و عقیدت مند تھے۔ مولانا عبدالواحد کی وفات کے بعد بھی مسجد چینیاں والی لاہور کے بائیں کمرہ میں تہجد کے وقت اکثر لوگوں کو بیدار کرتا ہوا پایا گیا۔ ملک پور (روپڑ ضلع انبالہ) کی مشہور لڑائی جو گائے کی قربانی سے متعلق سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان ۱۹۲۸ء میں ہوئی۔ اکثر سکھوں کو جنوں ہی نے قتل کیا تھا۔ جسکا اظہار خود جنات نے اکثر موقعوں پر کیا ہے: ایک واقعہ حضرت شاہ صاحب گھڑیالوی نے خود مجھ سے بیان کیا کہ ایک جن نے کہا کہ روپڑ (ملک پور) میں ہم نے مسلمانوں کی خوب مدد کی۔ اور دوسرا واقعہ میاں لال الدین صاحب پنسانویں کمیر پوری نے ذکر کیا کہ میرے لڑکے کو آسیب کی شکایت ہوگئی میں نے کہا حضرت مولانا عبداللہ صاحب روپڑی رحمہ اللہ سے تعویذ لے آتے ہیں۔ جن نے کہا ماشاءاللہ حافظ صاحب تو ہمارے خاص محترم بزرگ ہیں، ملک پور کے میدان میں ہم نے ان کی خوب مدد کی تھی اور سکھوں کو جہنم رسید کیا حتی کہ خود سکھوں نے بھی عدالت میں یہ بیان دیا کہ ماخوذین میں سے کوئی بھی ہمارے ساتھ لڑنے والا اور قاتل نہیں ہمارے قاتل تو سفید لباس میں خوش رنگ نوجوان تھے حتی کہ بعض مسلمانوں کا بیان ہے کہ بارہا ایسا ہوا کہ ہم ایک سکھ پر حملہ آور ہونے کو دوڑے لیکن ہمارے حملہ سے پیشتر سکھ خون سے لت پت زمین پر تڑپتا ہوا ہم نے پایا۔ خود حافظ عبداللہ صاحب نے جو مکتوب واقعہ ملک پور سے متعلق حضرت امیر جماعت شاہ صاحب گھڑیالوی رحمہ اللہ کو لکھا اس کا یہ اقتباس حضرت شاہ صاحب نے مجھے بتایا کہ ملک پور کی لڑائی میں جنگ بدر کی مانند اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد فرمائی۔ مؤلف (نتائج التقلید ص ۳۷)

امام بخاری کی دنیا سے بے نیازی:۔ حضرت امام بخاری رضی اللہ تعالی عنہ جو فن حدیث کے سب سے زیادہ با کمال امام ہیں نہ صرف یہی بلکہ ان کے حالات زندگی خود اس امر کی زندہ دلیل اور مجسم نمونہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خدمت حدیث کے لیے ہی پیدا کیا ہے چنانچہ دنیوی زندگی کے متعلق خود ان کا ایک مصرع کلام "طبقات الحنابلہ" میں یوں موجود ہے۔ **منذ ولدت مااشتريت من احدبدرهم شيئاقط ولا بعت من احدبدرهم شيئاالخ** (طبقات الحنابلۃ ترجمہ امام بخاری) یعنی اپنی ساری عمر میں ہم نے نہ تو اپنے ہاتھوں کسی سے کوئی چیز خریدی ہی ہے اور نہ ہی تمام عمر کسی کے ہاتھ بیچی ہے۔ اہل مجلس نے اس تعجب خیز بیان کو سن کر کہا تو پھر بخاری شریف وغیرہ کا سامان کتابت و کاغذ کیونکر مہیا ہوا؟ سلطان المحدثین نے فرمایا کہ دوسروں کے ہاتھ سے منگوالیا جاتا تھا سبحان اللہ! جو دینوی زندگی میں ہی اس درجہ بے پرواہ ہو کہ جس نے ضروریات زندگی تو کجا بلکہ خود دینی ضرورت کے سامان بھی عمر بھر بازار سے نہ خریدے ہوں اسے بھی دنیا کا انسان کہا جا سکتا ہے۔ (نتائج التقلید ص ۱۸۴)

خوابوں میں بشارات غیبیہ:۔ آپ کے مذکورہ اعلانات کے علاوہ خود آپ کی عظمت شان کا بالکل انوکھا نرالا زندہ واقعہ بھی آپ کی زبان فیض ترجمان سے سنتے چلئے ابومحمد المؤذن کہتے ہیں کہ میں نے بارہا اپنے استاد معظم سے یہ کہتے سنا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی آنکھیں بچپن کی حالت میں جاتی رہی تھیں (یعنی والدہ کی گود ہی میں اندھے ہو گئے) **فرأت والدته فى المنام ابراهيم خليل الله عليه السلام فقال لهايا هذه قدرد الله على ابنك بصره بكثرة دعائك** (طبقات الحنابلہ ص ۲۰۲ مطبوعہ دمشق) یعنی آپ کی والدہ نے خواب میں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو یہ بشارت دیتے ہوئے پایا کہ اے بی بی! تیری کثرت دعا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تیرے لخت جگر کی آنکھیں روشن کر دی ہیں پس جب صبح ہوئی تو امام بخاری رحمہ اللہ کی آنکھیں بالکل روشن پائی گئیں۔ (نتائج التقلید ص ۱۸۴)

وضاحت: سلطان المحدثین کی دنیا سے بے ثباتی و بے رغبتی کے واقعات کے بارے میں جو وضاحت یا

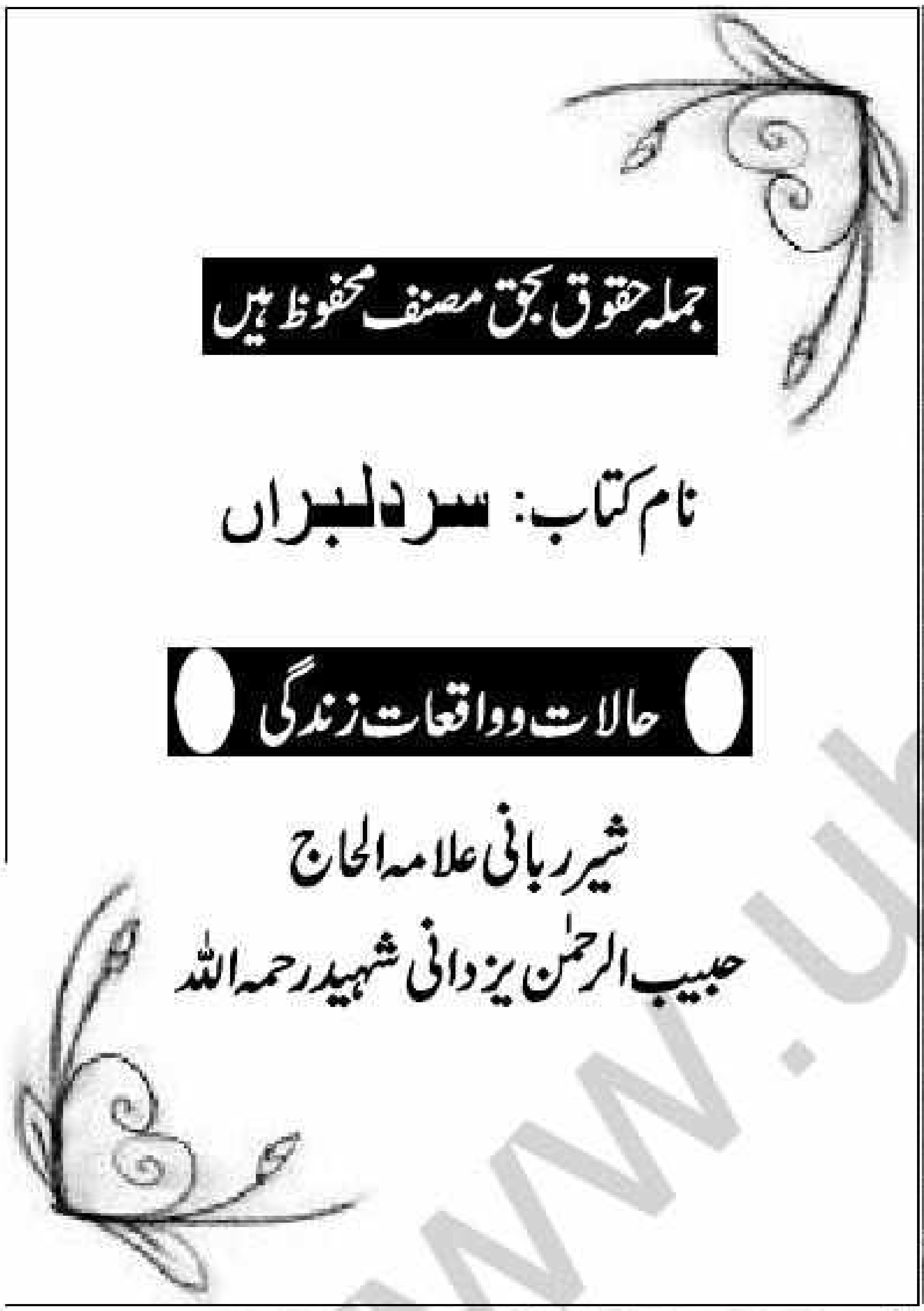

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب: سردلبراں

حالات وواقعات زندگی

شیر ربانی علامہ الحاج
حبیب الرحمٰن یزدانی شہید رحمہ اللہ

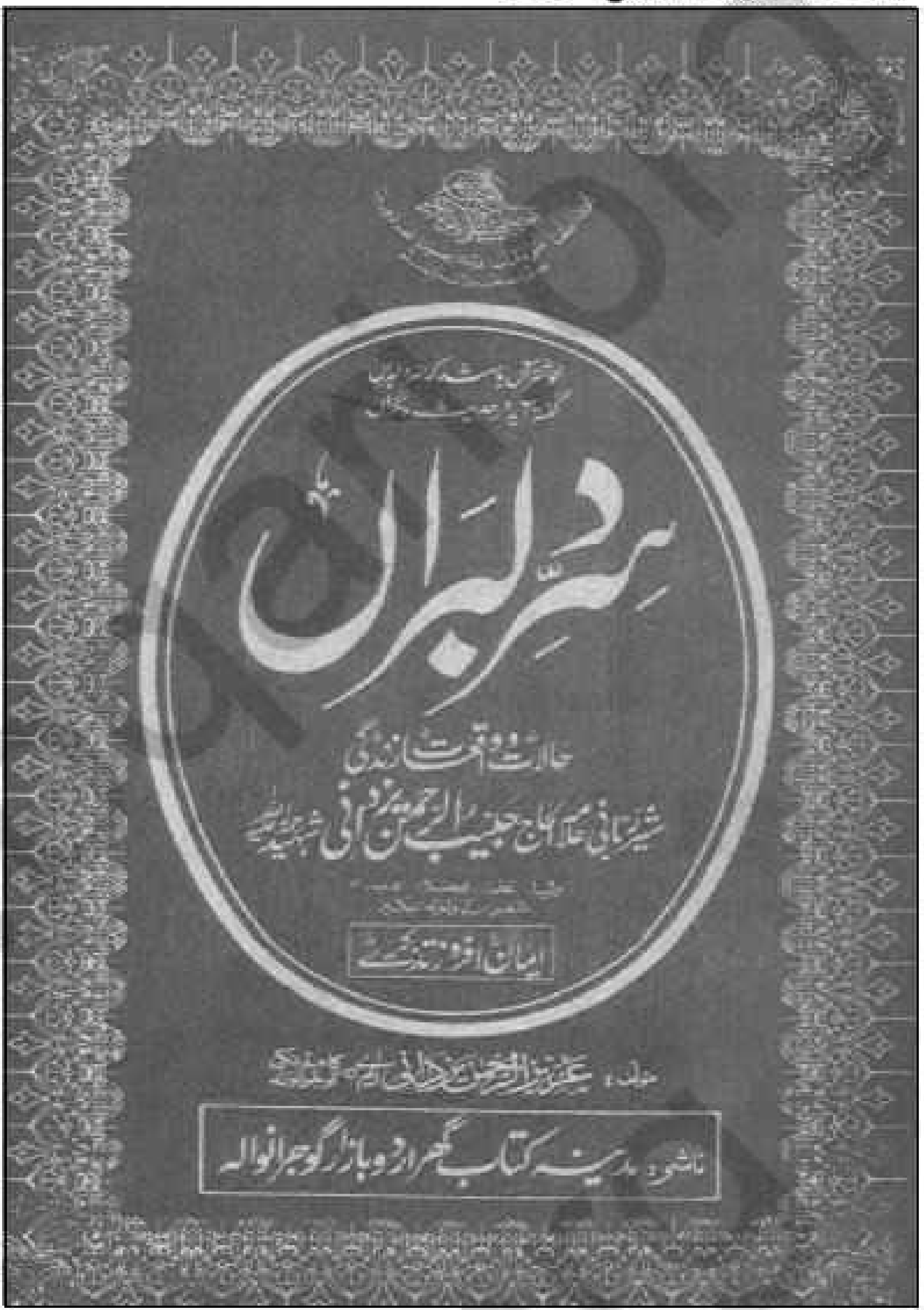

سر دلبراں

حالات وواقعات زندگی
شیر ربانی علامہ الحاج حبیب الرحمٰن یزدانی شہید رحمہ اللہ

ایمان افروز تذکرے

مؤلف: عزیز الرحمن یزدانی

ناشر: مدینہ کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ

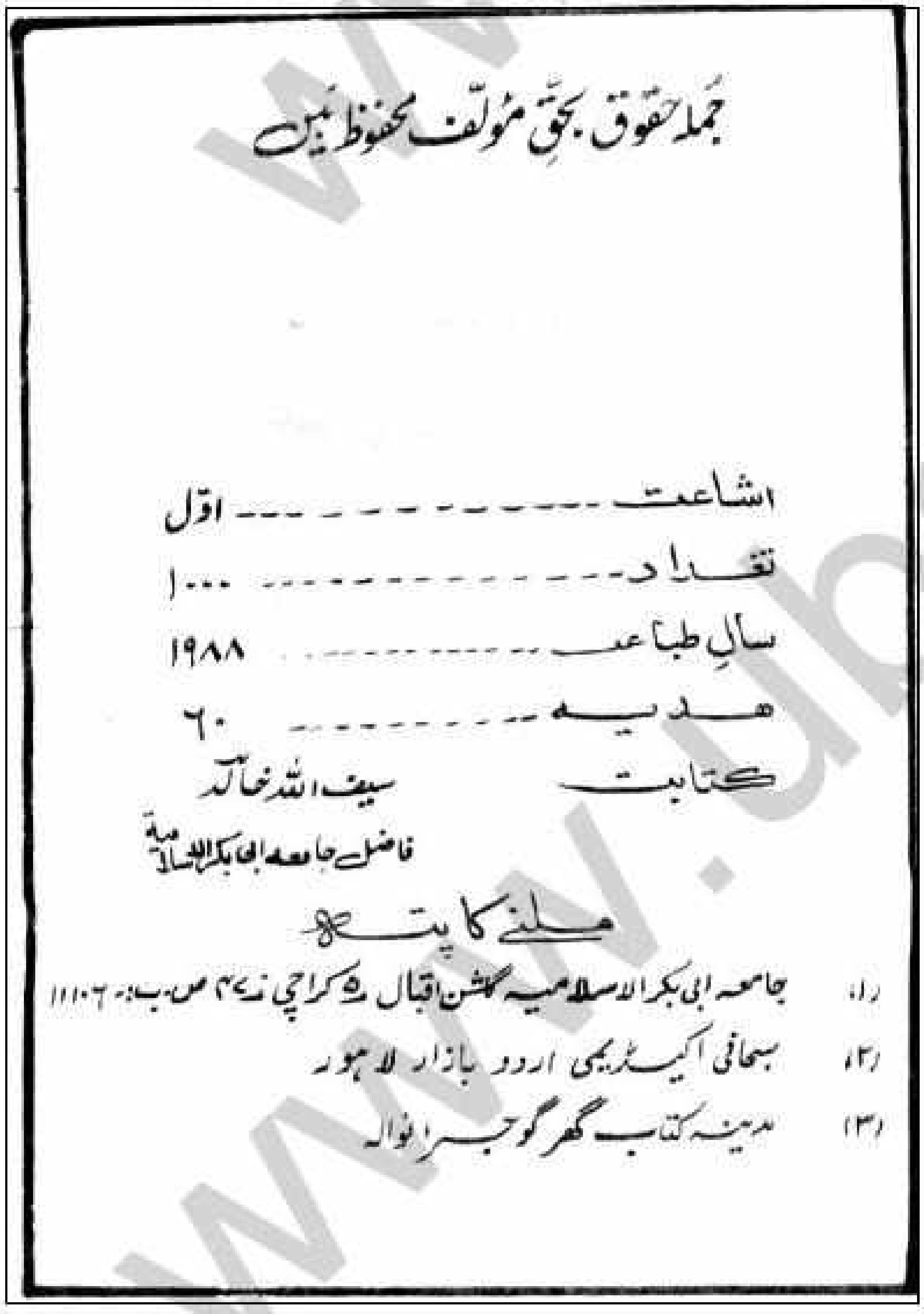

جُملہ حقوق بحقِ مؤلف محفوظ ہیں

اشاعت ـــــــ اوّل
تعداد ـــــــ ۱۰۰۰
سالِ طباعت ـــــــ ۱۹۸۸
ھدیہ ـــــــ ۶۰
کتابت ـــــــ سیف اللہ خالد
فاضل جامعہ ابی بکر الاسلامیۃ

ملنے کا پتہ

(۱) جامعہ ابی بکر الاسلامیہ گلشن اقبال ۵ کراچی نمبر ۴۷ ص۔ب: ۱۱۱۰۶
(۲) سبحانی اکیڈیمی اردو بازار لاہور
(۳) مدینہ کتاب گھر گوجرانوالہ

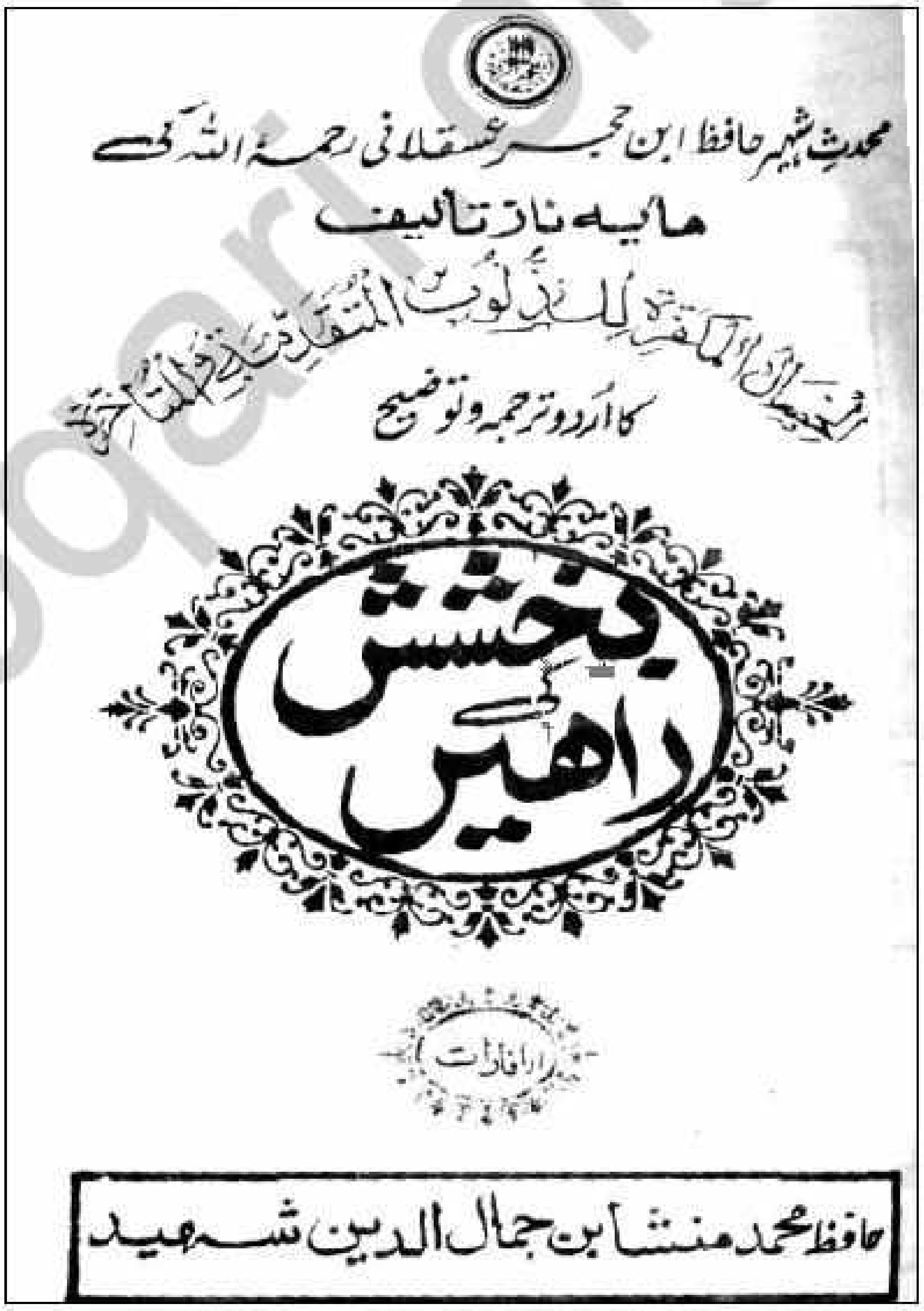

محدثِ شہیر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ کی
مایہ ناز تالیف
الخصال المکفرۃ للذنوب المتقدمۃ والمتأخرۃ
کا اردو ترجمہ و توضیح

بخشش کی راہیں

از افادات

حافظ محمد منشا ابن جمال الدین شہید

تاویل کی جائے اگر وہی تاویل صوفیاء کے بھی انہی حالات میں کرلی جائے تو کیا مناسب نہیں رہے گا........!!

امام بخاری کی قبر سے جنتی خوشبو:۔ دوسرے واقعات سے قطع نظر یہ کرامت زندہ شہادت ہے کہ حضرت امام رحمہ اللہ کو جب سپرد خاک کیا گیا تو ایک مدت تک آپ کے مرقد انور سے کستوری سے زیادہ خوشبو اور مہک اٹھتی رہی دور دراز سے سفر کر کے مشتاقین یہ ماجرا دیکھنے اور دماغ کو معطر کرنے کی غرض سے آتے رہے بلکہ لوگ اس مقدس خاک کو اٹھا کرلے جانے لگے حتیٰ کہ حکومت کی طرف سے اس پر لکڑی کا تابوت بنوادیا گیا۔ (نتائج التقلید ص ۱۸۵)

تاریخی واقعات سننے حضور ﷺ کا تشریف لانا:۔ علامہ ذھبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: الذهلی والخطيب امام مصنف حافظ لم يدرك مثله (تذكرة الحفاظ ج ۳ ص ۳۱۷) یعنی امام ذھلی رحمہ اللہ اور خطیب کی مثل تصانیف کثیرہ کا مصنف اور حافظ کتاب وسنت دیکھا اور پایا نہیں گیا۔ نیز علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں قال غيث الامسارى قال مكى الرميلى كتب ببغداد نائمافے ليلة ثانى عشر فى ربيع الاول سنة ثلاث وستين فرايت كان عند الخطيب لقراة تاريخه على العادة الشيخ نصربن ابراهيم المقدسى عن يمينه وعن يمين نضر رجل سالت عنه فقيل هذه رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم جاء يسمع التاريخ فقلت فے نفسى هذه جلالة ابى بكر (تذكرة الحفاظ جلد ۳ ص ۳۲۱) حاصل ترجمہ یہ کہ خواب میں دیکھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی تاریخ سننے کے لیے تشریف فرما ہوئے ہیں۔ (نتائج التقلید ص ۲۰۰)

جنت کی بشارت:۔ ایسے ہی ایک دوسرا خواب ذہبی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ: قال على ابن حسين بن حذاء رايت بعد موت الخطيب كان شخصا قائما بحذائى فاردت ان اساله عن الخطيب فقال لى ابتداء انزل وسط الجنة حيث يتعارف الابرار۔ (تذكره الحفاظ ج ۳ ص ۳۲۱) یعنی امام خطیب رحمہ اللہ کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا گیا کہ ایک شخص کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خطیب رحمہ اللہ کو جنت الماوی کے وسط میں خاص الخاص ابرار کے طبقہ میں جگہ عطا فرمائی ہے۔ (نتائج التقلید ص ۲۰۰)

نام کتاب: سردلبراں

حالات وواقعات زندگی شیر ربانی علامہ الحاج حبیب الرحمٰن یزدانی شہید رحمہ اللہ

قدوۃ السالکین ولی کامل حضرت دہلوی رحمہ اللہ:۔ (امام الائمہ تاج المجتہدین قدوۃ السالکین سید الطائفہ ولی کامل شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ کی ہمہ گیر شخصیت) کسی شخص کیلئے تمام اعلیٰ صفات کا جامع ہونا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ مشاہدہ کی بات ہے کہ اکثر شخصیات ایک آدھ پہلو ہی میں نمایاں ہوتی ہیں اگر کوئی اچھا مقرر ہے تو اچھا مدرس نہیں اور اگر کوئی اچھا مدرس ہے تو اچھا مصنف نہیں۔ ارسطو بہت بڑا فلسفی تھا مگر فاتح نہ تھا۔ سکندر اعظم دنیا کا بہت بڑا فاتح تھا مگر فلسفی نہ تھا مگر شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے۔ آپ مفسر تھے، محدث تھے، فقیہہ تھے، متکلم تھے، صاحب سلوک وطریقت تھے، مجدد تھے، مجتہد تھے، بیدار مغز، معاملہ فہم، دور اندیش، امت کے نبض شناس، وسیع الظرف، رمز شناس، نکتہ داں، عظیم مدبر اور سیاستدان تھے۔

ان کی مثال ایک مکان کی مثال ہے جس کے کئی دروازے ہیں۔ ہر دروازے میں ایک صاحب کمال بیٹھا ہے۔ ایک دروازے میں سکندر ذوالقرنین بیٹھا ہے جو ملک فتح کر رہا ہے دوسرے دروازے میں نوشیروان عادل بیٹھا ہے جو عدل وانصاف کر رہا ہے۔ تیسرے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ یا امام مالک رحمہ اللہ بیٹھے ہیں جو مسائل حل کر رہے ہیں۔ چوتھے میں سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ یا خواجہ بہاؤالدین رحمہ اللہ بیٹھے ہیں جو مردہ دلوں کی مسیحائی کر رہے ہیں۔ پانچویں میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ علیہ یا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہیں جو حدیث بیان کر رہے ہیں۔ چھٹے میں نافع رحمہ اللہ یا عاصم رحمہ اللہ بیٹھے ہیں جو قرأت قرآن کے اصول بتا رہے ہیں اور ساتویں میں مولانا جلال الدین

رومی رحمہ اللہ یا شیخ فرید الدین عطار رحمہ اللہ ہیں جو عقل کے مقابلہ میں عشق کا راگ الاپ رہے ہیں۔ آپ وعظ و ارشاد درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کے لحاظ سے بے مثل تھے۔

نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ نے ''اتحاف النبلاء'' میں لکھا ہے:۔

اگر وجود او در صدر اول و در زمانہ ماضی می بود امام الآئمہ و تاج المجتہدین شمردہ می شد۔

''اگر آپ پہلے زمانہ میں پیدا ہوتے تو آپ کو اماموں کے امام اور مجتہدین میں باعث فخر سمجھا جاتا۔'' (سر دلبراں صفحہ نمبر 37,38)

بذریعہ کشف رہنمائی:۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے ''فیوض الحرمین'' میں اپنے ایک مکاشفہ کا ذکر کیا ہے۔ جس میں وہ حضور ﷺ کے ساتھ ملاقات کے دوران سوال کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ ہندوستان میں اسلامی نظام کیسے قائم ہو سکتا ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا ''فك كل نظام'' یعنی اس کافرانہ نظام کے ایوان کی ایک ایک اینٹ اکھاڑ کر پھینک دی جائے اور نئے سرے سے اسلامی نظام کی بنیاد رکھی جائے۔ (سرِ دلبراں 40)

بذریعہ خواب ادب کی رہنمائی:۔ آج سے چند سال قبل راقم آثم (مولوی عزیز الرحمٰن یزدانی) کو خواب میں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی زیارت ہوئی۔ میں نے محسوس کیا کہ حضرت نے نماز تہجد کے بعد نماز فجر ادا کی ہے۔ فجر سے لے کر طلوع آفتاب تک وظائف میں مشغول رہے ہیں اور اب نماز اشراق سے فارغ ہوئے ہیں تھکاوٹ محسوس کر رہے ہیں اور اونگھ رہے ہیں۔ میں نے سلام کہا اور پاؤں دبانے شروع کر دیئے۔ انہوں نے آنکھیں کھولیں، میری طرف بغور دیکھا اور سلام کا جواب دیا۔ میں نے عرض کی ''حضرت مجھے کوئی وظیفہ ارشاد فرمائیں'' تو انہوں نے فرمایا: ''بیٹا ہمارا سب سے بڑا وظیفہ ادب ہے، بڑوں کا ادب کریں اور چھوٹوں کا بھی'' میں نے عرض کی ''حضرت چھوٹوں کے ادب کا مفہوم میں نہیں سمجھ سکا'' تو فرمایا: ''اس کا مفہوم یہ ہے کہ حقوق ادا کریں۔''

یقیناً یہ ادب کا نہایت ارفع و اعلیٰ مفہوم ہے۔ ادب کا مطلب یہ ہے کہ جس کا ادب کیا جائے اگر وہ بزرگ ہے تو اس کی فرمانبرداری کی جائے، کہا مانا جائے اس کے نقش قدم پر چلا جائے اور اس کی تعلیمات کو اپنایا جائے۔ محض چوما چاٹی کا نام ادب نہیں اور اہلحدیث تو ماشاء اللہ سب سے زیادہ اور صحیح ادب کرنے والے ہیں۔

محدث مدینہ امام مالک رحمہ اللہ طلباء کو حدیث کا درس دے رہے تھے۔ طلباء نے دیکھا کہ ان کا رنگ بار بار بدلتا ہے سبق کے بعد انہوں نے عرض کی ''حضرت دوران سبق آپ کا رنگ بدلتا تھا'' آپ نے فرمایا میری پشت پر بچھو نے سترہ ڈنگ کیے ہیں مگر میں نے حرکت نہیں کی کہ حدیث رسول ﷺ پڑھ رہا تھا اگر حرکت کرتا تو ادب کے خلاف ہوتا۔

از خدا جوئیم توفیق ادب بے ادب محروم ماند از فضل رب
بے ادب محروم ماند از فضل رب (مولانا روم)

ادب کی تشریح کرنے کے بعد کچھ دیر بیٹھے رہے اور پھر اٹھ کر ایک ایسی جگہ چلے گئے جہاں بکائن کے درختوں کا گھنا اور ٹھنڈا سایہ تھا اور وہاں پانی کی ایک صراحی بھی تھی۔ آپ کے پاس وہاں لوگوں نے آنا شروع کر دیا۔ اتنے میں فجر کی اذان شروع ہوگئی اور راقم الحروف جاگ اٹھا۔ (سر دلبراں ص 40 سے 42)

عصر سے مغرب تک قرآن ختم کرنا:۔ ایک دفعہ مولانا عبدالحیٔ بڈھانوی رحمہ اللہ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے اوقات میں برکت فرما دیتا ہے۔ وہ بڑے بڑے کام تھوڑے سے وقت میں کر لیتے ہیں اور فرمایا میں اور مولانا اسماعیل رحمہ اللہ عصر سے مغرب تک پورا قرآن ختم کر لیتے ہیں بلکہ مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے عملاً اس کا مظاہرہ کیا اور گومتی کے پل پر ہزاروں کے مجمع میں عصر سے مغرب تک قرآن ختم کر لیا۔ (سرِ دلبراں ص نمبر 54)

شاہ شہید کی ایک اور کرامت: آپ بحری جہاز میں سفر کر رہے تھے دوران سفر جہاز میں پانی ختم ہو گیا۔ شاہ شہید رحمہ اللہ سے

لوگوں نے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کرلی۔ بہت اونچائی میں بہتے پانی کی ایک لہر جہاز کے قریب نمودار ہوئی۔ لوگوں نے اپنے پینے کیلئے پانی بھرلیا۔ (سرِ دلبراں ص55)

طوائفوں کے کوٹھے پر شاہ شہید رحمۃ اللہ کا وعظ:۔ ایک دفعہ شاہ شہید رحمہ اللہ نے دیکھا کہ چند مرد اور عورتوں زرق برق لباس پہنے بیل گاڑیوں پر سوار ہوکر کہیں جارہے ہیں۔ آپ نے لوگوں سے ان کے متعلق پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں اور کدھر جارہے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ طوائفیں اور انکے آشنا ہیں جو دہلی کی بڑی طوائف کے پاس ایک تقریب میں شمولیت کیلئے جارہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں آج وہاں جاکرانہیں وعظ کروں گا۔ لوگوں نے کہا: وہاں جانا مناسب نہیں مگر آپ نے کسی کی نہ سنی اور بڑی طوائف کے مکان پر چلے گئے۔ دستک دی نوکر نے کہا تم کون ہو اور کیا کام ہے؟ آپ نے فرمایا: بڑی بی سے کہہ دو کہ ایک درویش آیا ہے جو تماشا دکھائے گا۔ بڑی بی نے اجازت دے دی۔ اندر داخل ہوئے اور پتہ چلا کہ سب لوگ بالا خانے میں جشن منا رہے ہیں۔ آپ بالا خانے میں تشریف لے گئے۔ چونکہ مشہور و معروف خاندان کے فرد تھے۔ اس لیے ان لوگوں نے آپ کو پہچان لیا ادباً سب کھڑے ہوگئے اور کہا حضور! آپ نے ہمارے ہاں آنے کی زحمت کیوں اٹھائی؟ آپ ارشاد فرماتے تو ہم خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوجاتے۔

آپ نے پہلے قرآن کی تلاوت کی۔ تلاوت سن کر سب نے زاروقطار رونا شروع کردیا۔ پھر آپ نے زنا کی مذمت کی اور آخرت کے عذابات کا ذکر کیا اور فرمایا' بتاؤ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گی اور جس جس رنڈی کے ساتھ جتنے مردوں نے بدکاری کی ہوگی وہ اس کے ساتھ ہوں گے' پھر آپ نے توبہ کی فضیلت بیان کی اور " التائب من الذنب کمن لا ذنب له" ۔ کی پرتاثیر انداز میں تشریح کی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سی طوائفوں نے بدکاری سے توبہ کرکے نکاح کرلیے اور پاکیزہ زندگی اختیار کی۔

غالباً یہی وہ بڑی طوائف تھی جس کا نام موتی تھا یہ تائب ہوئی اور مجاہدین کی خدمت کیلئے سید احمد شہید رحمہ اللہ اور شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے لشکر کے ساتھ روانہ ہوئی۔ چنانچہ دوران جہاد مجاہدین کے گھوڑوں کیلئے دانہ ڈالتی رہی۔

عجیب بات ہے کُجا طوائف اور کُجا چکی پیسنا۔ مگر جب طبائع میں انقلاب آتا ہے تو ایسے ہی ہوتا ہے۔ (سرِ دلبراں ص57,58)

نام کتاب:۔ بخشش کی راہیں...... افادات:۔ حافظ محمد منشاء بن جمال الدین شہید
ملنے کا پتہ:۔ جامعہ ابی بکر الاسلامیہ گلشن اقبال نمبر ۵ کراچی نمبر ۴۷

ائمہ اربعہ مصنفین اہلحدیث کی نظر میں

حضرت امام مالک بن انس رحمہ اللہ:۔ امام مالک رحمہ اللہ کی ولادت ۹۳ھ میں ہوئی اور وفات ۱۷۹ھ میں ہوئی عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ کی طرح امام مالک رحمہ اللہ کی بھی مونچھیں بڑی تھیں جو بال لبوں کے کنارے پر آجاتے تھے تو انکو کترادیا کرتے تھے۔

فرمایا کرتے تھے کہ جس آدمی کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت دیا ہے اور پھر وہ اپنے اوپر اس کا اثر ظاہر نہیں کرتا تو یہ بھی کفران نعمت ہے کیونکہ اس نے اللہ کی دی ہوئی نعمت کو چھپایا ہے آپ اکثر نفیس اور سفید کپڑا پہنتے تھے اور اکثر اوقات عطر بھی لگاتے تھے خاص کر جب کہ حدیث کا درس دیتے اور طلباء کو پڑھاتے تھے۔ امام صاحب جب سرمہ لگاتے تو باہر نہ نکلتے تھے بلکہ گھر میں ہی رہتے تھے۔ ایک چاندی کی انگوٹھی تھی۔ جس میں سیاہ رنگ کا نگینہ تھا اور اس میں "و قالوا حسبنا الله ونعم الوکیل" کندہ کیا ہوا تھا۔

مجتہدانہ بصیرت کا حیرت انگیز واقعہ:۔ ایک واقعہ ہے کہ مدینہ میں کسی نیک عورت کی وفات ہوئی جب کسی عورت نے اس کو غسل دیا اور اسکی شرمگاہ پر ہاتھ رکھا تو یہ کہہ دیا کہ یہ فرج کسقدر زنا کار تھا تو یہ کہتے ہی اسکا ہاتھ فرج پر چمٹ گیا اور ایسا چمٹا کہ باوجود ہر کوشش کے

جدا نہ ہوا علماء اور فقہاء سب دیکھ کر حیران رہ گئے اور کوئی اسکی تدبیر نہ سوجھی لیکن امام صاحب اس راز کو سمجھ گئے فرمایا اس غسل دینے والی عورت کو وہ حد لگاؤ جو تہمت لگانے والی کو لگائی جاتی ہے چنانچہ جب اس کو اسی درّے لگائے گئے تو اسکا ہاتھ چھوٹ گیا لوگوں نے دیکھا تو حیران رہ گئے پھر ہر چھوٹا بڑا امام مالک رحمہ اللہ کو بیحد عزت و اکرام کی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ اور انکا ادب و احترام ہر آدمی کے دل میں راسخ ہو گیا۔

حدیث کا ادب واحترام :۔ حدیث کا اسقدر احترام کرتے تھے کہ لوگ دیکھ کر حیران رہ جاتے جیسا کہ ان کے شاگرد عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ایک روز میں امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ حدیث پڑھا رہے تھے تو ایک بچھو نے آپ کو نیش زنی شروع کی تو شاید اس نے دس مرتبہ آپ کو کاٹا ہوگا۔ جسکی وجہ سے آپ کا چہرہ متغیر اور سرخی مائل ہوتا جاتا لیکن آپ نے حدیث کا احترام اور اسکی عظمت سمجھتے ہوئے حرکت تک کی اور نہ ہی حدیث کو قطع کیا جب سب لوگ چلے گئے تو میں نے عرض کیا کہ آج آپ کا چہرہ متغیر ہو رہا تھا تو آپنے فرمایا کہ میرا اسقدر صبر کرنا صرف رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی تعظیم کی وجہ سے تھا۔ (بخشش کی راہیں ص ۴۴۶، ۴۴۷)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ

نام نعمان بن ثابت ہے، ان کے باپ ثابت بچپن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کیلئے برکت کی دعا کی تھی پھر ۸۰ھ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی انکے زمانہ میں صرف چار صحابہ زندہ تھے باقی سب فوت ہو گئے تھے، حضرت انس بن مالک بصرہ میں عبداللہ بن ابی اوفی کوفہ میں سہل بن سعد الساعدی مدینہ میں اور ابوطفیل عامر بن واصلہ رضوان اللہ علیہم مکہ میں تھے۔

امام صاحب رحمہ اللہ کا تقویٰ :۔ ایک دفعہ منصور نے انکو قاضی بننے پر اتنا مجبور کیا کہ حلفاً کہہ دیا کہ میں آپ کو ضرور قاضی بنا دوں گا تو امام صاحب نے بھی قسم اٹھالی کہ میں نہیں بنوں گا تو آخر جب امام صاحب رحمہ اللہ نہ مانے تو منصور نے قید کر دیا۔ اور پھر قید میں ہی وفات پائی حکم بن ہشام کا بیان ہے کہ شام میں مجھے یہ خبر پہنچی کہ امام صاحب رحمہ اللہ بہت بڑے امانت دار تھے اسی وجہ سے بادشاہ نے امام صاحب کو کہا کہ آپ خزانے کی چابیاں قبول کر لیں ورنہ آپ کو سزا دی جائے گی تو امام صاحب رحمہ اللہ نے کہا کہ میں آخرت کے حساب پر دنیا کے عذاب کو پسند کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے پاس ایک دفعہ امام صاحب کا ذکر ہوا تو عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے کہا تم ایسے آدمی کا ذکر کر رہے ہو۔ کہ جس پر ساری دنیا پیش کی گئی لیکن وہ اس سے بھاگ گیا۔

ساری رات عبادت کرنا :۔ ابوحامد غزالی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ نصف رات عبادت کرتے تھے کسی نے کہہ دیا کہ امام صاحب پوری رحمہ اللہ رات عبادت کرتے تو پھر انہوں نے پوری رات کی عبادت شروع کر دی کہتے تھے کہ اب مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ لوگ جتنا مجھے عابد خیال کریں اتنا میں نہ ہوں۔

اسی طرح اور بھی امام صاحب رحمہ اللہ کی نیکی اور انکی پرہیز گاری کے کافی واقعات ہیں آخر بغداد میں ۱۵۰ھ میں یہ فقہ کا آفتاب غروب ہو گیا۔
(بخشش کی راہیں ص ۴۴۸، ۴۴۹)

امام شافعی رحمہ اللہ

نام محمد بن ادریس ہے تقریباً سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کی ولادت 150 ھ کو ہوئی گویا یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس سال امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی اسی سال امام شافعی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عطاء اور اسکی نوازش ہے کہ ایک علم کا چراغ غروب ہوا اور دوسرا اسکی جگہ پر آ گیا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کی والدہ کا خواب :۔ محمد بن حکیم کا بیان ہے کہ جب امام شافعی رحمہ اللہ کی والدہ محترمہ امام شافعی سے حاملہ ہوئیں تو انکا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مشتری ستارا میرے پیٹ سے نکلا جس نے ہر شہر کو منور کر دیا تو معبرین نے اسکی تعبیر کی کہ

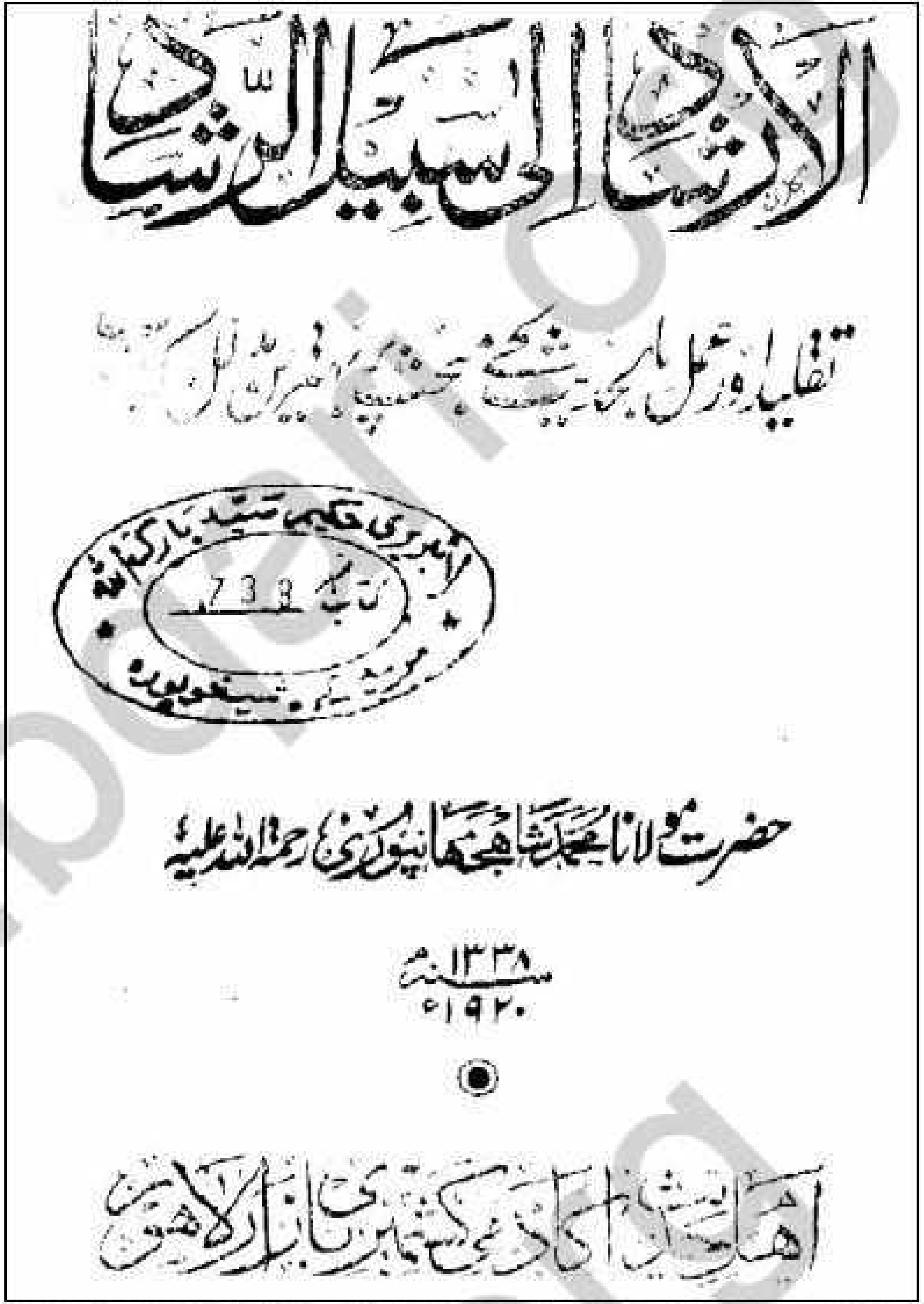

الارشاد الی سبیل الرشاد

تقلید اور عمل بالحدیث کی تحقیق [illegible]

لائبریری حکیم سید بارک اللہ
کتاب نمبر 738
[illegible] شیخوپورہ

حضرت مولانا محمد شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ

سنہ ۱۳۳۸ھ
۱۹۲۰ء

اہل حدیث اکادمی کشمیری بازار لاہور

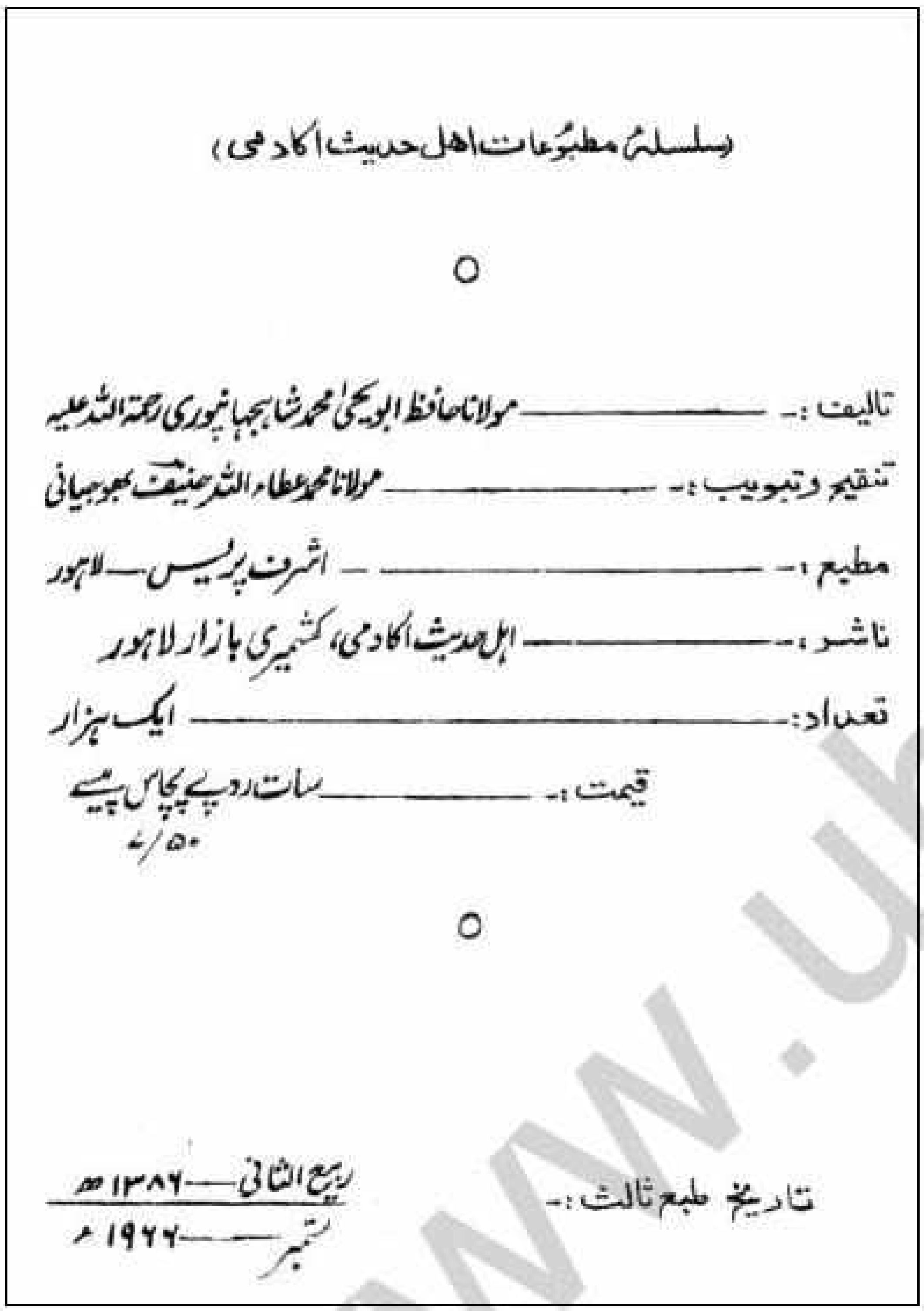

(سلسلہ مطبوعات اہل حدیث اکادمی)

تالیف :- مولانا حافظ ابو یحییٰ محمد شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ
تنقیح و تبویب :- مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی
مطبع :- اشرف پریس — لاہور
ناشر :- اہل حدیث اکادمی، کشمیری بازار لاہور
تعداد :- ایک ہزار
قیمت :- سات روپے پچاس پیسے
۵۰/۷

تاریخ طبع ثالث :- ربیع الثانی — ۱۳۸۶ھ
ستمبر — ۱۹۶۶ء

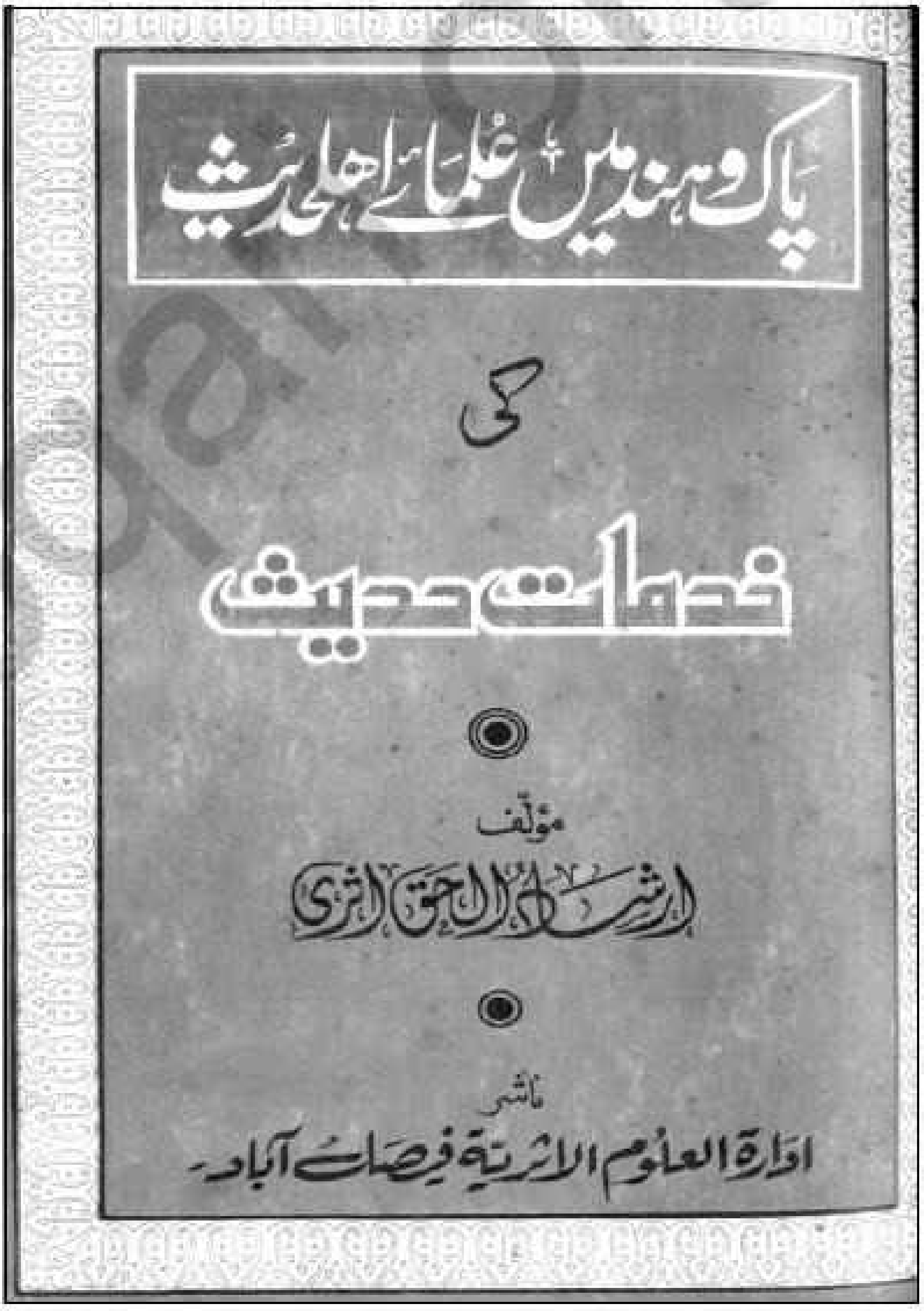

پاک و ہند میں علمائے اہلحدیث

کی

خدمات حدیث

مؤلف
ارشاد الحق اثری

ناشر
ادارۃ العلوم الاثریۃ فیصل آباد

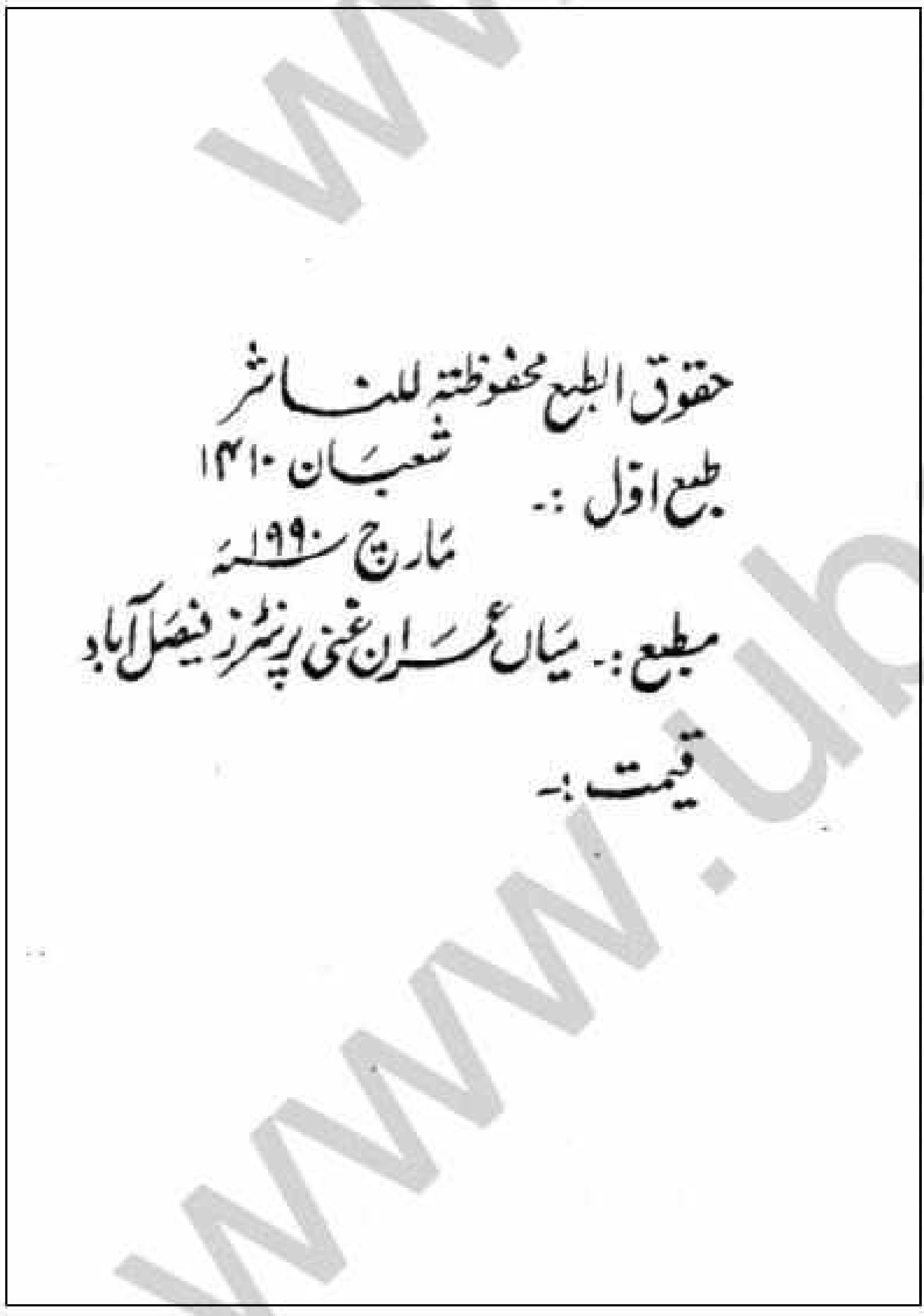

حقوق الطبع محفوظۃ للناشر
طبع اول :- شعبان ۱۴۱۰
مارچ ۱۹۹۰ء
مطبع :- میاں عمران غنی پرنٹرز فیصل آباد
قیمت :-

تیرے ہاں ایک لڑکا ہوگا۔ جو علم وفضل کا چراغ اور اپنے وقت کا امام ہوگا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا خواب:۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا خود اپنا بیان ہے کہ میں نے خواب میں نبی ﷺ کو دیکھا تو آپ ﷺ نے کہا تو کون ہے۔ میں نے کہا: میں آپکے نسب سے ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا آپ میرے قریب ہو جب میں قریب ہوا تو آپ نے لب لی اور اسکو پکڑ کر میری زبان ہونٹوں اور منہ پر مل دی اور کہا ''مش بارك الله فيك '' جا اللہ تعالیٰ آپ میں برکت کرے پھر حافظے کا یہ عالم تھا کہ جس کو ایک مرتبہ پڑھ لیتے وہ ازبر ہو جاتی۔ (بخشش کی راہیں ص 450)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بغداد میں 164 ہجری میں پیدا ہوئے پھر تحصیل علم کیلئے کوفہ' بصرہ' مکہ' مدینہ' یمن اور شام کا سفر کیا اپنے زمانہ میں حدیث' فقہ اور دیگر علوم کے بہت بڑے امام تھے۔ اسی طرح زہد وتقویٰ اور عبادت میں بھی ایک مثالی انسان تھے۔ جیسا کہ اسحاق بن راھویہ رحمہ اللہ کا بیان ہے۔ (احمد بن حنبل حجة بين الله وبين عباده في ارضه) کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان اس کی زمین پر ایک برھان ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ کی نظر میں:۔ ''قال خرجت عن بغدادٍ وماخلفت بها احدًا اتقى او اورع ولا افقه ولا اعلم من احمد بن حنبل'' میں جب بغداد سے نکلا تو اپنے پیچھے زہد وتقویٰ اور علم وفقہ میں امام احمد رحمہ اللہ سے بڑھ کر کسی اور کو نہیں چھوڑا۔ ابوداؤد سختیانی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی کوئی ایسی مجلس نہیں دیکھی کہ جس میں علمی گفتگو کی بحث کے علاوہ کوئی دنیاوی بات چیت ہوتی ہو۔

احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بارگاہ الٰہی میں اعزاز: ''رايت امام احمد بن حنبل فى المنام فقلت ماصنع الله بك قال غفرلى ثم قال يااحمد ضربت فى قال قلت نعم ياربّ قال يااحمد هذا وجهى فانظر اليه فقد ابحتك اليه۔

خواب میں زیارت:۔ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور پھر کہا کہ اے احمد تو میری خاطر مارا گیا تھا تو میں نے کہا ہاں تو فرمایا اچھا یہ میرا چہرہ ہے اب تو اس کیطرف دیکھ اور تحقیق میں نے تم کو اس کی طرف دیکھنے کیلئے خالص کر لیا ہے۔

عبدالرحمن بن احمد کا بیان ھے: ''كنت اسمع ابى كثيراً يقول دبر صلاته اللّٰهم كما صنت وجهى عن السجود لغيرك فصن وجهى عن المسألة لغيرك۔

کہ میں نے اپنے باپ سے نماز کے بعد کئی مرتبہ یہ کہتے ہوئے سنا۔ اے اللہ! جس طرح تو نے میرا چہرہ غیر کے سامنے جھکنے سے محفوظ رکھا ہے اسی طرح میرے چہرے کو اس سے بھی بچانا کہ یہ تیرے سوا کسی اور سے سوال کرے۔ (بخشش کی راہیں ص 453,454)

نام کتاب:۔ الارشاد الی سبیل الرشاد....... مصنف:۔ حضرت مولانا محمد شاہجہانپوری رحمہ اللہ

اولیاء واجب التعظیم:۔ ہر ایک کو اسی کے مرتبہ پر رکھنا چاہتے ہیں۔ (ہم) ولی کو ولی اور واجب التعظیم سمجھتے ہیں اور کیسے نہ سمجھیں حدیث قدسی میں خود اللہ تعالیٰ ہی نے فرمادیا ہے۔ ''من عادى لى ولياً فقد أذنته بالحرب'' جو میرے کسی ولی کے ساتھ عداوت کرے اس کے ساتھ میں لڑائی کا اعلان کرتا ہو۔ (صحیح بخاری) (الارشاد الی سبیل الرشاد ص 30)

ائمہ کا احترام:۔ ائمہ اربعہ کی نسبت کئی ناپسندیدہ باتیں لوگوں نے جوڑ دی تھیں اور خود امام اعظم صاحب رحمہ اللہ کی نسبت تہمت لگائی گئی تھی کہ وہ کرامات اولیاء کے قائل نہیں اور یہ بھی مشہور تھا کہ مبتدع اور نئی نئی باتیں نکالنے والے ہیں اور یہ بھی مشہور تھا کہ قیاس کی بناء پر دانستہ حدیث کا رد کرتے ہیں حالانکہ یہ سب غلط تھا' کوئی ربانی عالم ایسا نہیں کر سکتا۔ (الارشاد الی سبیل الرشاد ص 34)

تنقیص ائمہ کرام رحمہم اللہ اہلحدیث کا کام نہیں:۔ پھر بھلا وہ کس طرح ایسا کر سکتے ہیں کہ ائمہ کو برا کہیں۔ قرآن وحدیث میں ایک طرح سے نہیں بلکہ مختلف طور پر اس کی ممانعت ثابت ہورہی ہے۔ اول تو عموماً کسی مومن کو گالی دینا فسق بتایا' ادنیٰ مومن کو برا کہنا فسق ہے۔ دوسرے عموماً اموات کو برا کہنا صریح منع ہے۔ تیسرے عام مومن پر بہتان باندھنا حرام ہے۔ چوتھے عموماً محسن کی شکرگزاری واجب ہے۔ پھر بھلا کس کا منہ ہے کہ وہ ان ائمہ کو جو پیشوایان مؤمنین اور مسلمانوں کے افراد کاملین سے ہیں کوئی گالی دے یا برا کہے یا ان کی برائی کرکے ان پر بہتان باندھے۔ اس لیے کہ وہ بڑے بڑے پاکیزہ نفوس تھے ہم جو عیب گیری کریں وہ اس سے پاک تھے برا کہنا تو درکنار ہم ان کے شکریہ ہی سے سبکدوش نہیں ہوسکتے۔ ان ہی سب کی خدمتوں کا نتیجہ ہے جو ہم دین کو کیسا آسانی کے ساتھ موجود اور مرتب پارہے ہیں اس سب کے بعد بڑا مردود ہوگا جو ان کو برا کہے۔ اہل حدیث کا ہرگز یہ کام نہیں اور اگر بالفرض کوئی ایسا ہو بھی تو یہ اس کا ذاتی فعل ہے جس کا وہ خود ذمہ دار ہے اور اسی کے نفس پر اس کا وبال ہے۔ اس کے اس فعل سے جو اہل حدیث کے اصول مذہب کے خلاف ہے۔ اہل حدیث کے مذہب پر کوئی دھبہ نہیں آسکتا بلکہ اس کا الزام خاص اس شخص کی ذات تک محدود رہے گا نہ یہ کہ اسلام جھوٹوں' چوروں' زنا کاروں کا مذہب کہلائے بلکہ اگر غیر مقلدوں میں سے کوئی اس قسم کا پایا بھی جائے تو وہ قابل اعتبار افراد ہی سے خارج ہے جس کا فعل ساقط الاعتبار ہے۔ وہ بانسبت اس کے کہ اہل حدیث کہا جائے زیادہ مستحق ہے کہ اہل حدیث سے خارج ٹھہرایا جائے۔ چنانچہ پیغمبر ﷺ نے خود بعض بعض جرموں پر "لَیْسَ مِنَّا" فرمایا۔

غرض اس قسم کی تمام وہ ناپسندیدہ باتیں جو اہل حدیث کی طرف منسوب کی جاتی ہیں اگر نفس الامر میں وہ قرآن وحدیث سے ثابت ہیں تو ان کے ساتھ عیب گیری جائز نہیں بلکہ اس صورت میں عیب گیری کرنے والا سخت مخالف اسلام ہے اور اگر ثابت نہیں تو ان کی نسبت اہل حدیث کی طرف صحیح نہیں۔ کیونکہ یہ دراصل ان کا مذہب نہیں اور نہ وہ اس کے قائل ہیں اور اگر ثابت نہیں ہے اور غلطی سے وہ اس کے قائل ہیں تو یہ ان کی اجتہادی غلطی ہے۔ (الارشادالی سبیل الرشاد ص ۳۴)

مقام فنافی رسول ﷺ کی بشارتیں:۔ شیخ ابن عربی رحمہ اللہ "فتوحات مکیہ" میں لکھتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ نے ابن حزم رحمہ اللہ سے معانقہ کیا اور ایک دوسرے میں غائب ہوگئے اور صرف رسول اللہ ﷺ ہی نظر آتے تھے۔ یہ غایت درجہ کا وصل واتحاد ہے۔" انتہی۔ یہ ان کے اتباع حدیث کا طفیل تھا۔ (الارشادالی سبیل الرشاد ص 378)

مقام فنائیت پر محشی کی تائید:۔ اسی کے قریب وہ خواب ہے جو میرے والد ماجد (حضرت مولانا عنایت اللہ صاحب مدظلہ العالی) کو جو ہمیشہ سے ایک عجیب زاہد اور دین دار آدمی ہیں حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب دھلوی مدظلہ العالی کی نسبت نظر آیا۔ جب والد ماجد تمام فنون درسیہ سے فارغ ہوگئے اور حدیث کی تحصیل کا عزم کیا تو چونکہ جناب میاں صاحب اس فن میں نہ صرف کمال کے ساتھ بلکہ اپنے زمانہ میں تقریباً تفرد کے ساتھ مشہور ہیں لہٰذا انہیں کی خدمت میں حاضری کا قصد کیا اور دہلی پہنچے۔ دہلی پہنچنے کے بعد بعض ان کے پرانے احباب اس بات پر مصر ہوئے کہ میاں صاحب سے نہ پڑھیں اس لیے کہ کہیں بگڑ نہ جائیں۔ اور بعض دیگر مولویوں کے پاس جانے کی تحریص کی۔ کہے سنے سے ان کے ارادے میں بھی تزلزل ہوا اور وہ خود بھی میاں صاحب کے پہلے سے ہم مسلک نہ تھے۔ خواب میں دیکھتے ہیں کہ ایک مقام پر جناب رسول اللہ ﷺ تشریف رکھتے ہیں۔ پھر حضور پرنور ﷺ کی بجائے میاں صاحب نظر آنے لگے اور اب اسی جگہ پر میاں صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ اس خواب کے بعد انہوں نے انہیں سے استفادہ پر کمر بستہ کی اور وہیں تحصیل حدیث سے فراغت حاصل کی۔ یہ انکو میاں صاحب کا کمال اتباع اور سچی جانشینی دکھائی گئی۔ (الارشادالی سبیل الرشاد ص 378 سے 379)

پیران پیر کی مجتہدانہ بصیرت:۔ شیخ المشائخ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ گو حنبلی مشہور ہیں لیکن دراصل وہ کسی کے مقلد نہ تھے۔ چنانچہ امام شعرانی رحمہ اللہ کے قول میں گزر چکا ہے اور "بہجۃ الاسرار" میں ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ انتہی۔ معلوم ہوا بلا پابندی کسی ایک مذہب کے جس بات کو قوی پاتے تھے اسی پر فتویٰ دیتے تھے اور "فتوح الغیب" میں فرماتے

ہیں قرآن وحدیث کو اپنے پیش نظر رکھو اور ان کو غور وتامل کے ساتھ دیکھو اور کسی کے قول سے دھوکہ نہ کھانا۔ انتہی۔

اور ’’غنیۃ الطالبین‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں اہل بدعت کی کتنی علامات ہیں جن سے وہ پہچان لیے جاتے ہیں۔ ایک علامت ان کی اہلحدیث کی بدگوئی کرنا ہے۔ انتہی

شیخ موصوف کا صاحب کرامات ہونا ہمارے بیان کا محتاج نہیں۔ 491ھ میں پیدا ہوئے اور 561ھ میں انتقال فرمایا۔

حسن بن مسلم صاحب کرامت ابدال وقت :۔ حسن بن مسلم رحمہ اللہ نے حضرت پیران پیر صاحب کی صحبت اٹھائی تھی۔ صاحب کرامات تھے۔ امام ابوشامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ ابدال میں سے تھے اور سلف کے مسلک عمل بالحدیث کو پکڑے ہوئے تھے۔ انتہی۔ درندوں کا بھی ان کے تابع ہونا بیان کیا گیا ہے۔ 504ھ میں پیدا ہوئے اور 594ھ میں انتقال فرمایا۔ (الارشاد الی سبیل الرشاد ص 380)

صاحب کرامات حافظ الحدیث :۔ حافظ الحدیث تقی الدین عبدالغنی مقدسی رحمہ اللہ ایک لاکھ سے بھی زائد حدیثیں ان کو حفظ تھیں۔ تلاش حدیث کا شغل رکھتے تھے، رقیق القلب تھے، حدیث پڑھاتے وقت رویا کرتے تھے اور لوگ بھی ان کے اثر سے رونے لگتے تھے۔ عابد آدمی تھے اپنے وقت کو ضائع نہیں ہونے دیتے تھے۔ صاحب کرامات تھے۔ ان کی کئی مقبول اور نہایت مفید تصانیف ہیں۔

محمد بن احمد قدامہ مقدسی عابد وزاہد بزرگ :۔ محمد بن احمد قدامہ مقدسی بڑے عابد وزاہد تھے۔ بعض بزرگوں کا مقولہ ہے ان کے وقت میں اگر کوئی نبی ہونے والا ہوتا تو یہ ہوتے۔ حافظ ضیاء مقدسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں جو حدیث پاتے اس پر ضرور عمل کر لیتے۔ (الارشاد الی سبیل الرشاد ص 381)

صوفیاء اہلحدیث کے شاذلی بزرگ :۔ احمد بن ابراہیم واسطی خرامی رحمہ اللہ عارف وزاہد ومحدث تھے۔ ابتداء میں یہ فقہاء شافعیہ اور بعض فقراء سے ملے مگر دل کو تسکین نہ ہوئی پھر اسکندریہ میں شاذلیوں سے ملے ان سے آثار محبت الٰہی اور معرفت سلوک کے پاکران سے متنفع ہوئے۔ پھر دمشق پہنچے تو شیخ تقی الدین بن تیمیہ رحمہ اللہ سے ملے اور ان کی صحبت میں رہے۔ انہوں نے ’’سیرت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم‘‘ کے مطالعہ کی ہدایت کی۔ پس یہ کتاب حدیث کے مطالعہ میں مشغول ہوئے اور تمام طریقوں اور ذوقوں کو چھوڑ کر احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور جو آپ کی چال ڈھال کتب احادیث میں مروی ہوئی ہے اس کے تابع ہو گئے۔ اصول وفروع ہر دو میں حدیث کے ہو رہے۔ جو حدیث میں پاتے اس پر عمل کرتے اور طوائف مبتدعہ مثل اتحادیوں وغیرہ کا رد کیا کرتے۔ امام احمد رحمہ اللہ صاحب کا مذہب عقائد میں اختیار کر لیا۔ طریقت اور فقر محمدی اور حدیث کے موافق سلوک کے بیان میں متعدد کتابیں لکھیں جن سے صوفیہ اہلحدیث نے بہت فائدہ اٹھایا۔ 657ھ میں پیدا ہوئے اور 711ھ میں انتقال کیا۔ (الارشاد الی سبیل الرشاد ص 383، 384)

نام کتاب:۔ پاک وہند میں علمائے اہل حدیث کی خدمات حدیث..... مؤلف: ارشاد الحق اثری

شیخ الکل مشائخ بریلویہ کی نظر میں :۔ حضرت میاں صاحب کے فضائل ومناقب اور علو مرتبت کی تفصیل کا نہ یہ موقع ہے اور نہ ہی اس مختصر رسالے میں اس کی گنجائش ہے۔ ہم یہاں صرف دو قول ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ جن سے حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کی جلالت شان کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ان میں ایک قول معروف پیر صوفی خواجہ غلام فرید رحمہ اللہ کا ہے۔ خواجہ صاحب کے اقوال اور مجالس کا تذکرہ ’’اشارات فریدی‘‘ کے نام سے مطبوع ہے۔ اصل کتاب فارسی میں ہے مگر چند سال قبل صوفی فاؤنڈیشن بہاولپور کی طرف سے اس کا ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ جن میں منقول ہے:

’’حضرت خواجہ محمد بخش نے عرض کیا کہ حضور لوگ مولوی نذیر حسین رحمہ اللہ کو غیر مقلد اور وہابی کہتے ہیں وہ کیسے آدمی تھے؟ آپ نے فرمایا سبحان اللہ وہ تو ایک صحابی معلوم ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کسی شخص کی عظمت کیلئے یہی کافی ہے کہ دنیا میں اس کی مانند کوئی نہ ہو۔ چنانچہ آج کل کے زمانے میں علم حدیث میں ان کی کوئی نظیر نہیں۔ نیز وہ اس قدر بے نفس ہیں کہ اہل اسلام کے کسی فرقے کو برا نہیں کہتے۔

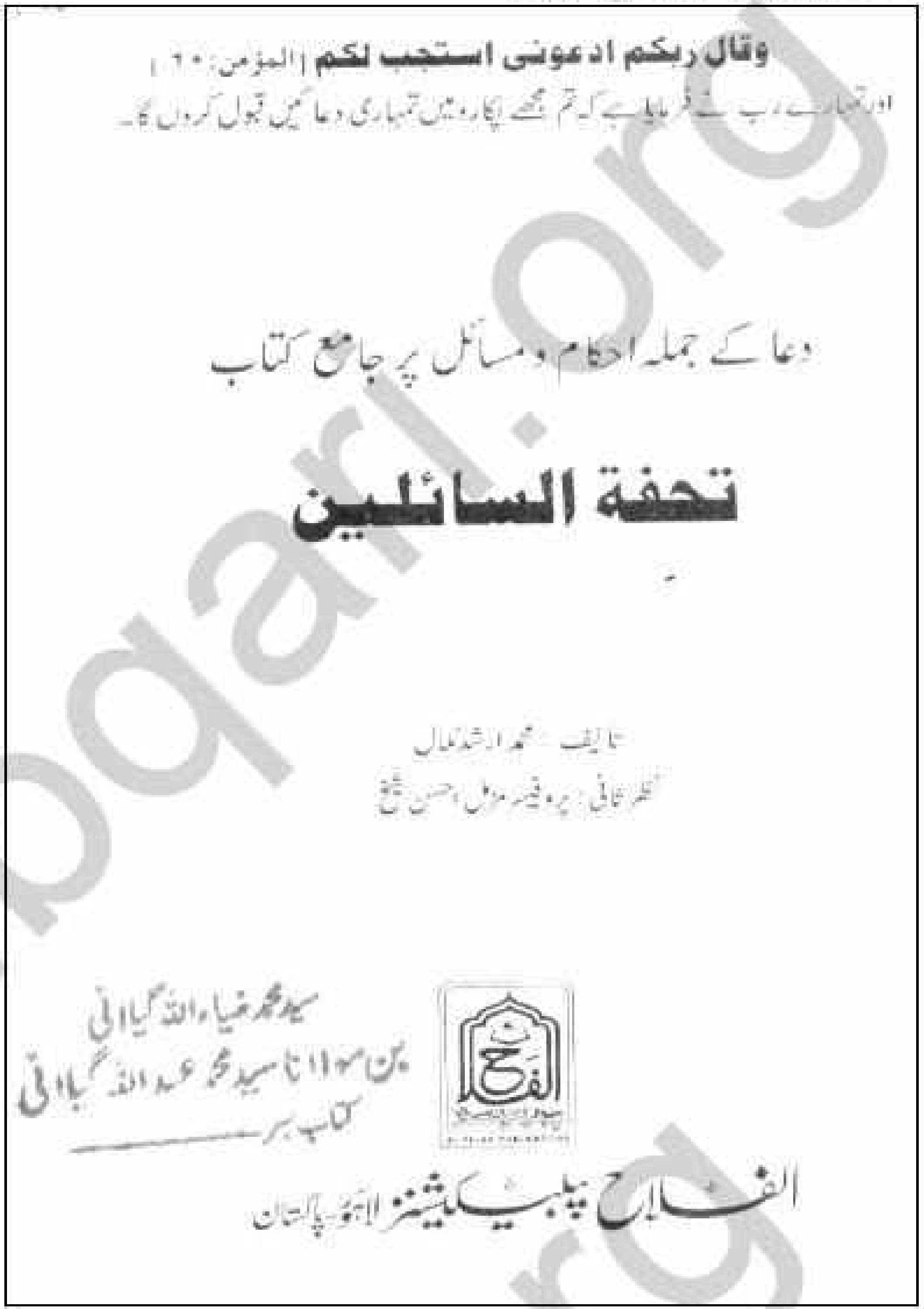

وقال ربکم ادعونی استجب لکم (المؤمن: ٦٠)
اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ تم مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔

دعا کے جملہ احکام و مسائل پر جامع کتاب

تحفة السائلين

تالیف: محمد ارشد کمال
نظر ثانی: پروفیسر مزمل احسن شیخ

سید محمد ضیاء اللہ گیلانی
بن مولانا سید محمد عبداللہ گیلانی
کتاب بر

الفلاح پبلیکیشنز لاہور۔ پاکستان

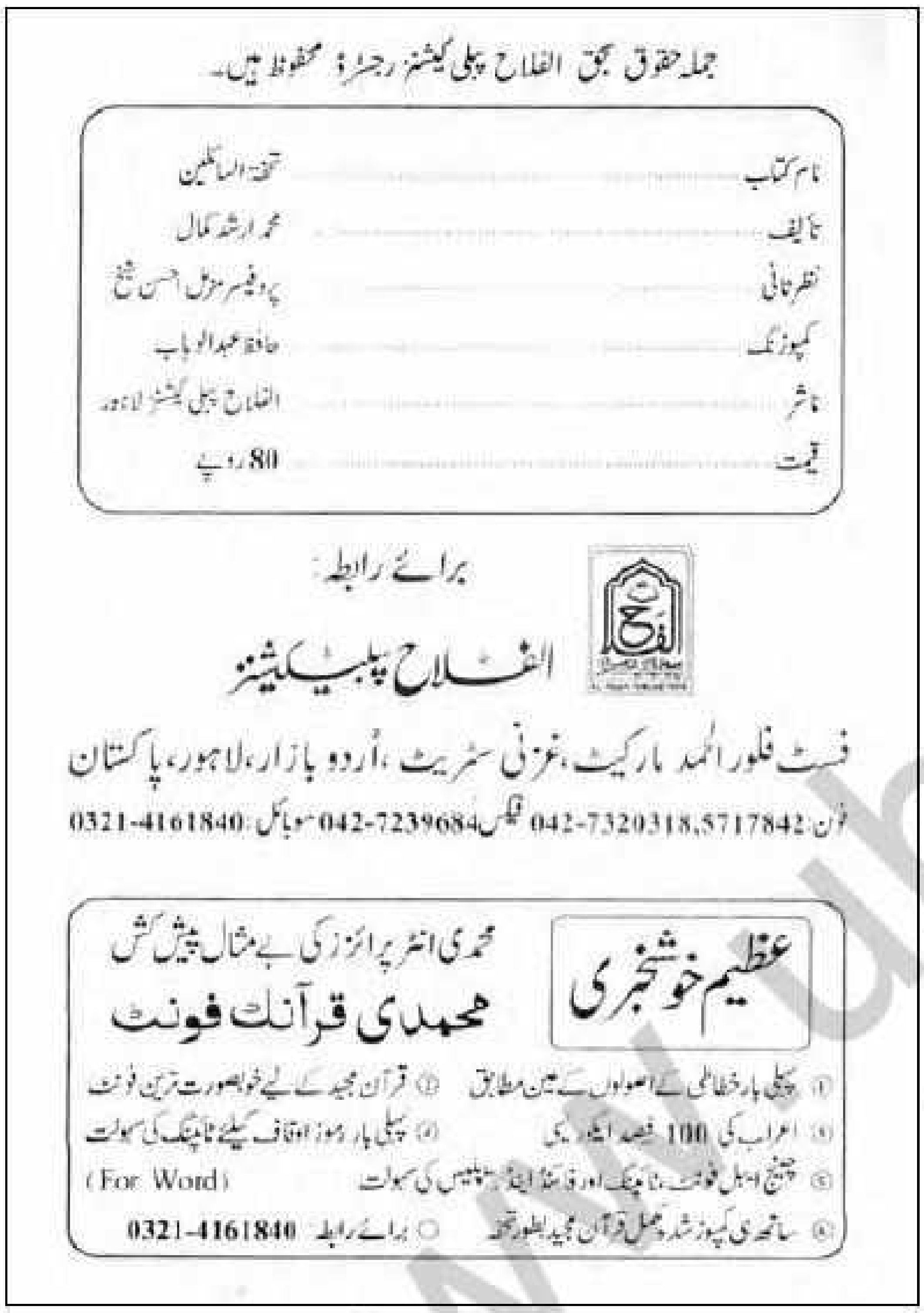

جملہ حقوق بحق الفلاح پبلی کیشنز رجسٹرڈ محفوظ ہیں۔

نام کتاب	تحفۃ السائلین
تالیف	محمد ارشد کمال
نظر ثانی	پروفیسر مزمل احسن شیخ
کمپوزنگ	حافظ عبدالوہاب
ناشر	الفلاح پبلی کیشنز لاہور
قیمت	80 روپے

برائے رابطہ:
الفلاح پبلیکیشنز
فسٹ فلور الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، پاکستان
فون: 042-7320318,5717842 فیکس 042-7239684 موبائل: 0321-4161840

عظیم خوشخبری
محمدی انٹرپرائزز کی بے مثال پیش کش
محمدی قرآنک فونٹ
① پہلی بار خطاطی کے اصولوں کے عین مطابق ② قرآن مجید کے لیے خوبصورت ترین فونٹ
③ اعراب کی 100 فیصد ایکوریسی ④ پہلی بار رموز اوقاف کیلئے ٹائپنگ کی سہولت
⑤ چینج ایبل فونٹ، ٹائپنگ اور فونٹ ایڈجسٹمنٹ کی سہولت (For Word)
⑥ ساتھ ہی کمپوز شدہ مکمل قرآن مجید بطور تحفہ ○ برائے رابطہ 0321-4161840

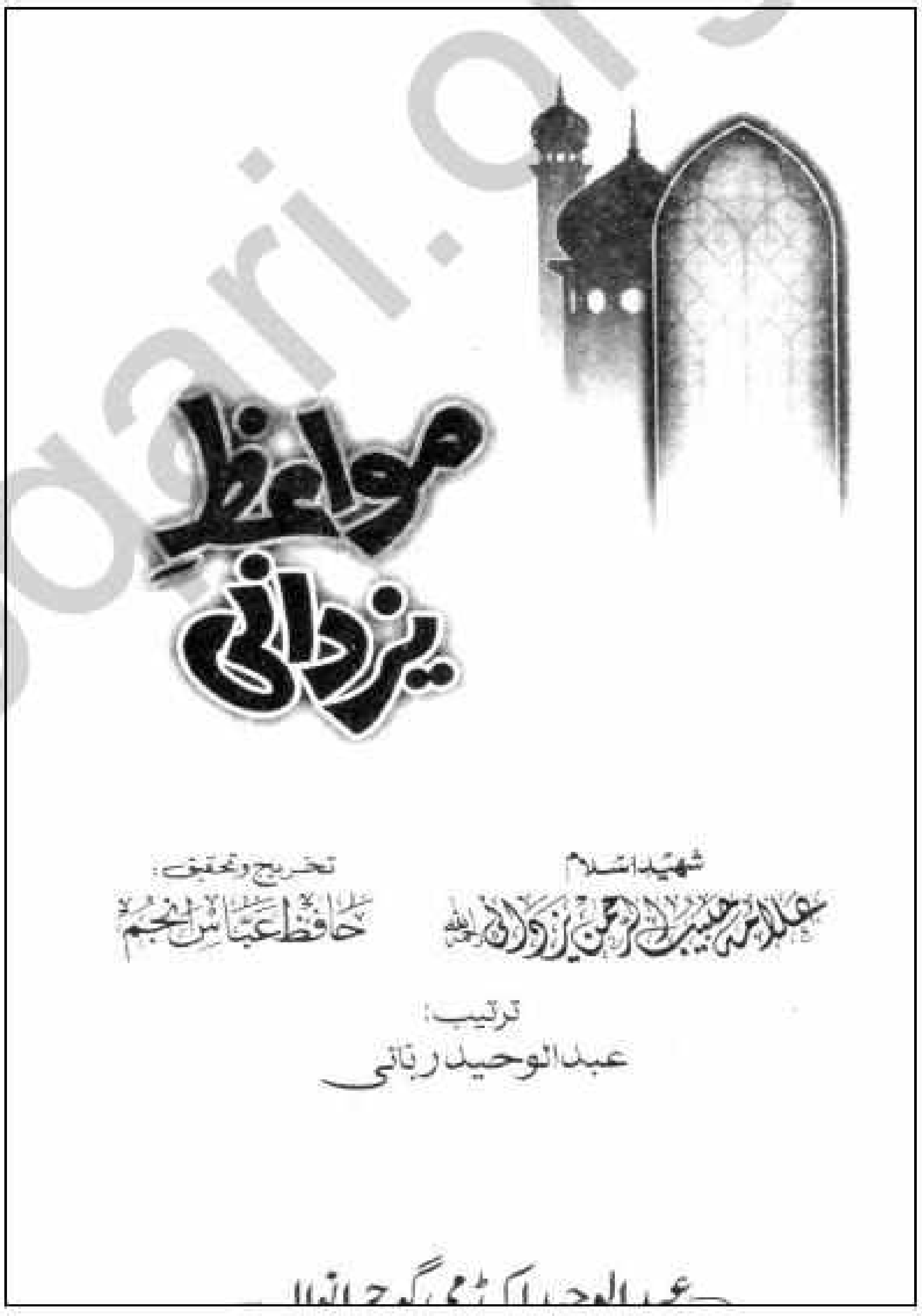

شہید اسلام
علامہ حبیب الرحمٰن یزدانی رحمہ اللہ

تخریج وتحقیق:
حافظ عباس انجم

ترتیب:
عبدالوحید ربانی

عبدالوحید اکیڈمی گوجرانوالہ

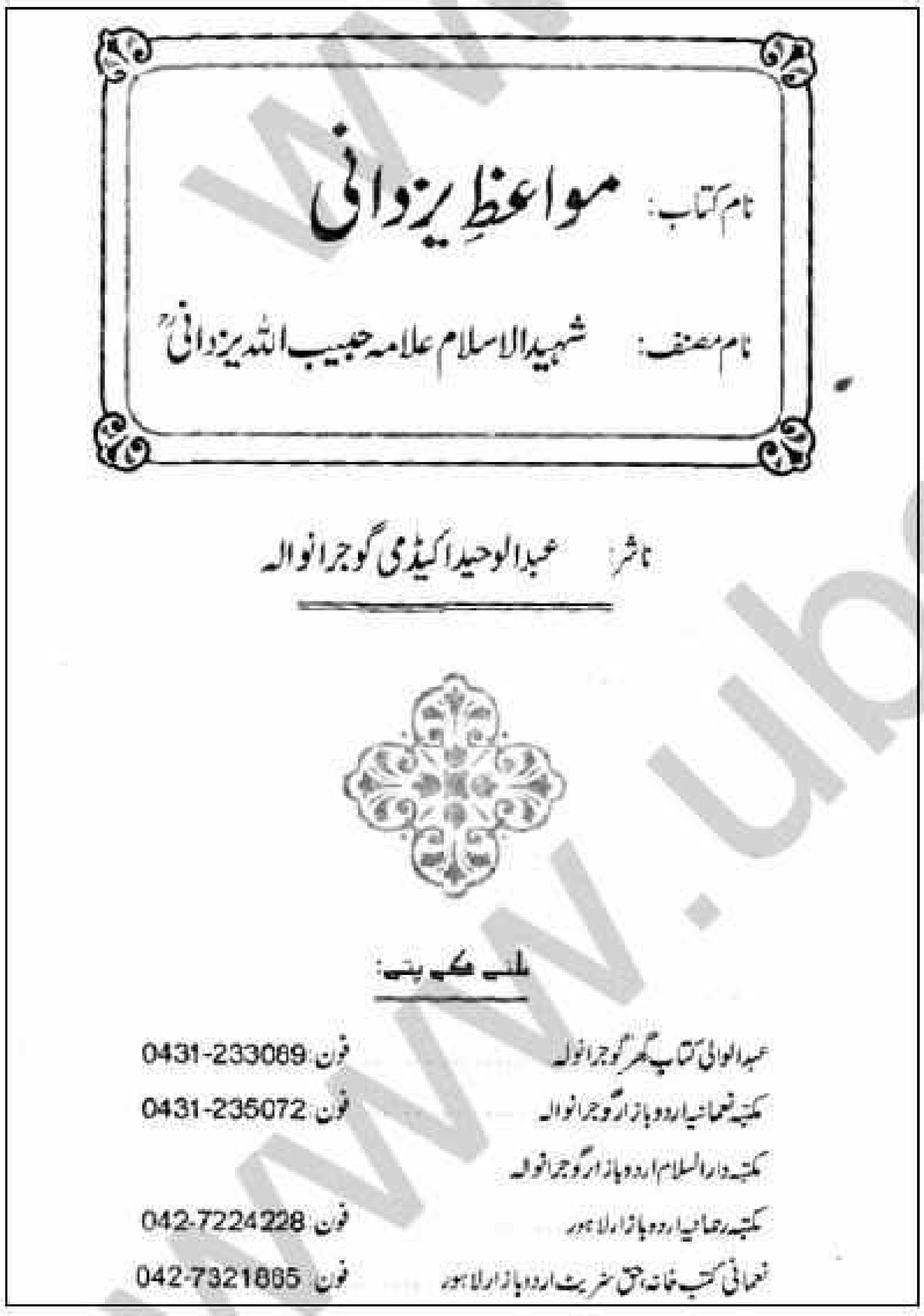

نام کتاب: مواعظِ یزدانی

نام مصنف: شہید الاسلام علامہ حبیب اللہ یزدانیؒ

ناشر: عبدالوحید اکیڈمی گوجرانوالہ

ملنے کے پتے:

عبدالوالی کتاب گھر گوجرانوالہ	فون: 0431-233089
مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ	فون: 0431-235072
مکتبہ دارالسلام اردو بازار گوجرانوالہ	
مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور	فون: 042-7224228
نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور	فون: 042-7321885

اگر چہ لوگ ان کو منہ پر برا بھلا کہتے ہیں لیکن وہ کسی کو برا نہیں کہتے۔

(ارشادات فریدی مترجم مقبوس نمبر 85 ص 796 بحوالہ پاک و ہند میں علمائے اہل حدیث کی خدمات حدیث ص نمبر 34)

نام کتاب: تحفۃ السائلین........ تالیف محمد ارشد کمال

دعا میں ہاتھ اٹھانے کے دلائل

پہلا طریقہ:۔ دعا کرتے وقت دونوں ہتھیلیوں کا رخ اپنے منہ کی جانب کریں۔

سیدنا سائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ”كان اذا سال الله جعل باطن كفيه اليه“ (صحيح الجامع)

”جب آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تو ہتھیلیوں کا اندرونی حصہ اپنی طرف کر لیتے تھے۔“

سیدنا مالک بن یسار السکونی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (اذا سالتم الله فاسئلوه ببطون اكفكم ولا تسالوه بظهورها) (ابوداؤد، كتاب الصلاة حسنه الالباني رحمه الله)

”جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو (دعا مانگو) تو اس سے ہتھیلیاں سامنے کر کے مانگو اور ہاتھوں کی پشت اوپر کر کے دعا نہ مانگو“

(تحفۃ السائلین ص 22)

دعا میں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھانا:۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

(المسالة ان ترفع يديك حذو منكبيك او نحوهما' والاستغفار ان تشير باصبع واحدة والابتهال ان تمد يديك جميعا) (ابو داؤد، باب الدعاء، صححه الالباني رحمه الله)

دعا مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر یا ان کے قریب تک اٹھائے اور استغفار کا طریقہ اس طرح ہے کہ تو ایک انگلی سے اشارہ کرے اور ابتہال اس طرح ہے کہ تو اپنے دونوں ہاتھوں کو خوب پھیلا دے۔“

وضاحت: استغفار پڑھتے وقت شہادت کی انگلی اپنے نفس کی طرف کر کے عرض کرے ”اے اللہ! یہ نفس امارہ مجرم ہے' میں تیرا گنہگار بندہ حاضر ہوں' مجھے معاف کر دے' ابتہال دعا میں مبالغہ کرنے کو کہا جاتا ہے۔ یعنی انتہائی عاجزی اور انکساری سے مانگتے وقت دونوں ہاتھوں کو خوب پھیلا دے۔ واللہ اعلم۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: والابتهال هكذا' ورفع يديه وجعل ظهور هما مما يلي وجهه ”اور ابتہال (مبالغہ آرائی سے دعا کرنا) اس طرح ہے اور انہوں (ابن عباس رضی اللہ عنہ) نے اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کیا اور دونوں ہتھیلیوں کے اندرونی حصے کو اپنے چہرے کی جانب کیا۔ (ابو داؤد، باب الدعاء صححه الالباني رحمه الله)

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ”كان يجعل اصبعيه حذاء منكبيه' ويدعو“ (مشكوة المصابيح)

”آپ ﷺ دعا کرتے وقت اپنی انگلیاں کندھوں کے برابر بلند کرتے تھے۔“

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ”انه رفع يديه حتىٰ رأيت بياض ابطيه“ (صحيح بخاری)

بے شک آپ ﷺ نے دعا میں اس قدر ہاتھوں کو اٹھایا حتیٰ کہ میں نے آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی دیکھ لی۔

عموماً دعا کے بعد اگر کوئی چہرے پر ہاتھ پھیر لیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر اسلاف سے یہ ثابت ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور سید عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما دعا کے بعد اپنی ہتھیلیاں منہ پر مل لیا کرتے تھے۔

(الادب المفرد للبخاری، رقم صححه الحافظ ابن حجر رحمه الله بحواله تحفۃ السائلین ص 24,25)

ہاتھ اٹھا کر مانگنا آداب دعا میں سے ہے:۔ کیونکہ دعا میں ہاتھ اٹھانا بلاتخصیص آداب دعا میں سے ہے جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب بندہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس بات پر شرم آتی ہے کہ اپنے بندے کے ہاتھ خالی لوٹائے۔

یہ حدیث اپنے عموم پر دلالت کرتی ہے۔ جس کی تخصیص بلا دلیل جائز نہیں اور پھر یہ کہ فرض نمازوں کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانے کی ممانعت بھی کسی صحیح اور صریح حدیث سے ثابت نہیں بلکہ کئی ایک روایات سے تو اس کے ثبوت پر صریحاً جواز ملتا ہے گو وہ روایات ضعیف ہی ہیں۔

علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوری رقمطراز ہیں: قلت: الراجح عندی ان رفع الیدین فی الدعاء بعد الصلاۃ جائز' لوفعلہ احد لابأس علیہ ان شاء اللہ واللہ اعلم۔ (تحفۃ الاحوذی' ج ۱ ص 445)

میں (عبدالرحمٰن) کہتا ہوں کہ میرے نزدیک راجح بات یہی ہے کہ بلاشبہ نماز (فرضی ہو یا نفلی) کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانے جائز ہیں اگر کوئی یہ کام (دعا میں ہاتھ اٹھانا) کر لیتا ہے تو اس پر کوئی حرج نہیں' ان شاء اللہ (باقی) اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔''

اگر کوئی انفرادی طور پر نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ لیتا ہے تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔

(القول المقبول ص 499 بحوالہ تحفۃ السائلین ص 128)

مرشد کا دعا کی تلقین کرنا:۔ ''ان دعوۃ الاخ فی اللہ تستجاب''(الادب المفرد للبخاری، صححہ البانی رحمہ اللہ)

ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ رحمہ اللہ نے اپنے خطبات میں سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کا اسی قسم کا ایک بڑا دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے جو ڈاکٹر صاحب کے الفاظ میں سنیے: ''مرشدی حضرت سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ان کی اہلیہ محترمہ بیمار پڑ گئیں اور کوئی علاج کارگر نہ ہو رہا تھا مندرجہ بالا حدیث کی روشنی میں انہوں نے اپنی اہلیہ محترمہ کو تلقین فرمائی کہ وہ تمام مومنین و مومنات کی شفا کیلئے ہر وقت دعا کرتی رہا کریں' اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تین چار روز میں ہی اللہ تعالیٰ نے انہیں شفا عطا فرما دی۔ (خطبات حرم' ص 420)

نام کتاب:۔ مواعظ یزدانی...... مصنف:۔ شہید اسلام: علامہ حبیب الرحمٰن یزدانی رحمہ اللہ
تخریج و تحقیق: حافظ عباس انجم، ترتیب: عبدالوحید ربانی

حضور ﷺ کی شان میں علمائے اہلحدیث کا عقیدہ

وضاحت:۔ علمائے اہلحدیث میں شہید اسلام حضرت مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی رحمہ اللہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں آپ کے جسم میں جذبہ توحید، اشاعت قرآن و حدیث اور محبت خدا و رسول ﷺ کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی آپ اپنی تقاریر میں صداقت کا اظہار بلاخوف لومۃ لائم کیا کرتے نبی ﷺ کی شان اعلیٰ و ارفع کا اظہا کچھ اس انداز میں فرماتے ہیں: (از مرتب اثری)

میرا عقیدہ نوٹ کر لو۔ آمنہ کے لال نسل اور جنس کے لحاظ سے انسان ہیں لیکن شان کے لحاظ سے سارے جہان سے افضل ہیں۔

بشر ان سا جہاں میں پھر نہیں آیا نہ آئے گا
نبی ان سا جہاں میں پھر نہیں آیا نہ آئے گا

بہت آئے ہدایت کیلئے دنیا میں پیغمبر
محمد ﷺ جیسا پیغمبر' نہیں آیا نہ آئے گا

خلیل اللہ بھی آئے کلیم اللہ بھی لیکن
محمد ﷺ پاک سا مظہر نہیں آیا نہ آئے گا

بہت آئے جہاں میں ساقیان دلربا لیکن
مثال ساقی کوثر نہیں آیا نہ آئے گا

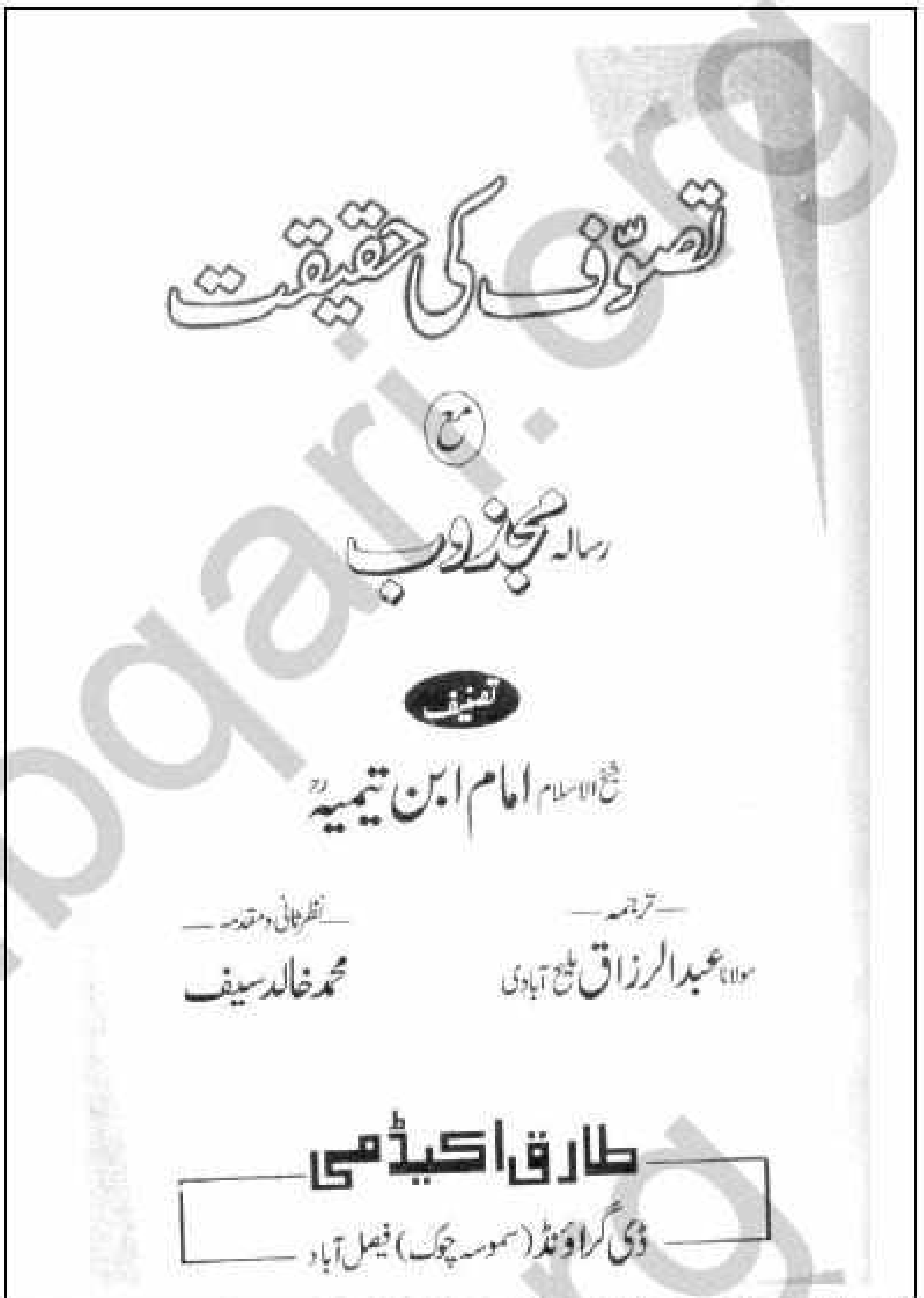

تصوف کی حقیقت

مع

رسالہ مجذوب

تصنیف

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رح

ترجمہ

مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی

نظر ثانی و مقدمہ

محمد خالد سیف

طارق اکیڈمی

ڈی گراؤنڈ (سوسہ چوک) فیصل آباد

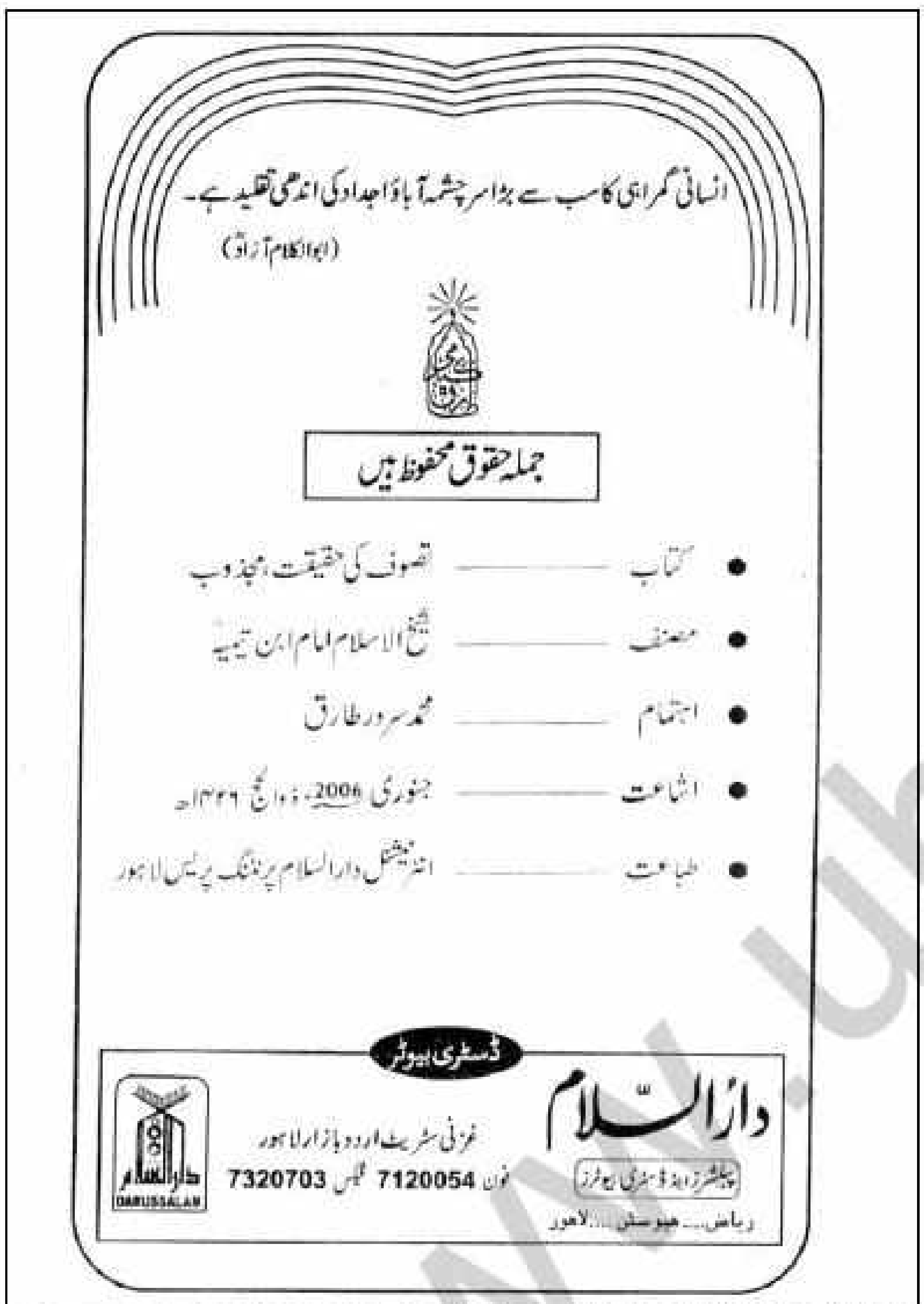

انسانی گمراہی کا سب سے بڑا سرچشمہ آباؤ اجداد کی اندھی تقلید ہے۔

(ابوالکلام آزاد)

جملہ حقوق محفوظ ہیں

- کتاب ——— تصوف کی حقیقت مع مجذوب
- مصنف ——— شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ
- اہتمام ——— محمد سرور طارق
- اشاعت ——— جنوری 2006ء، ذوالحج ۱۴۲۶ھ
- طباعت ——— انٹرنیشنل دارالسلام پرنٹنگ پریس لاہور

ڈسٹری بیوٹر

دارالسلام

پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

ریاض ... ہیوسٹن ... لاہور

غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

فون 7120054 فیکس 7320703

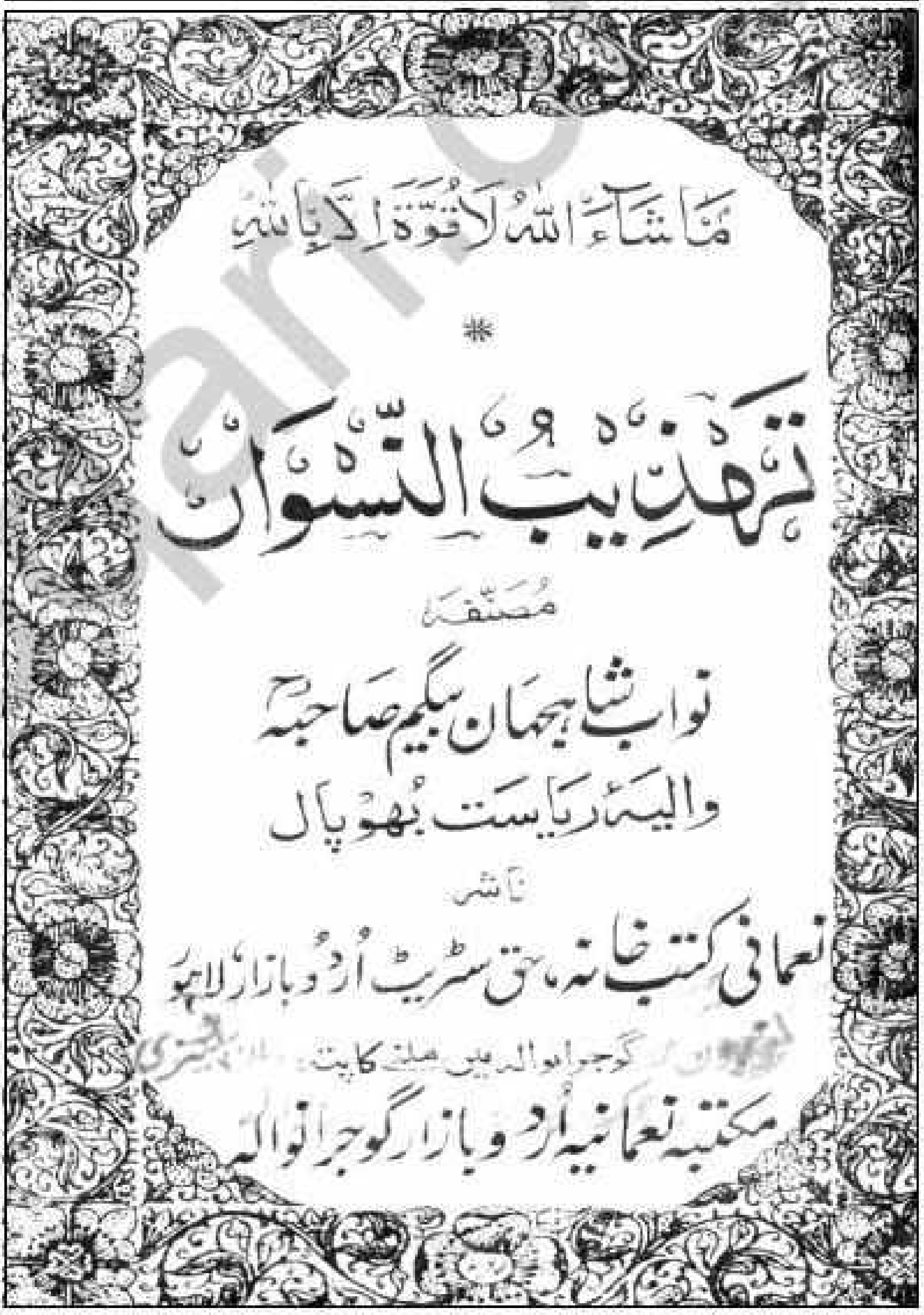

مَا شَاءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

*

تہذیب النسواں

مصنفہ

نواب شاہجہان بیگم صاحبہ

والیہ ریاست بھوپال

ناشر

نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

گوجرانوالہ میں ملنے کا پتہ:

مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ

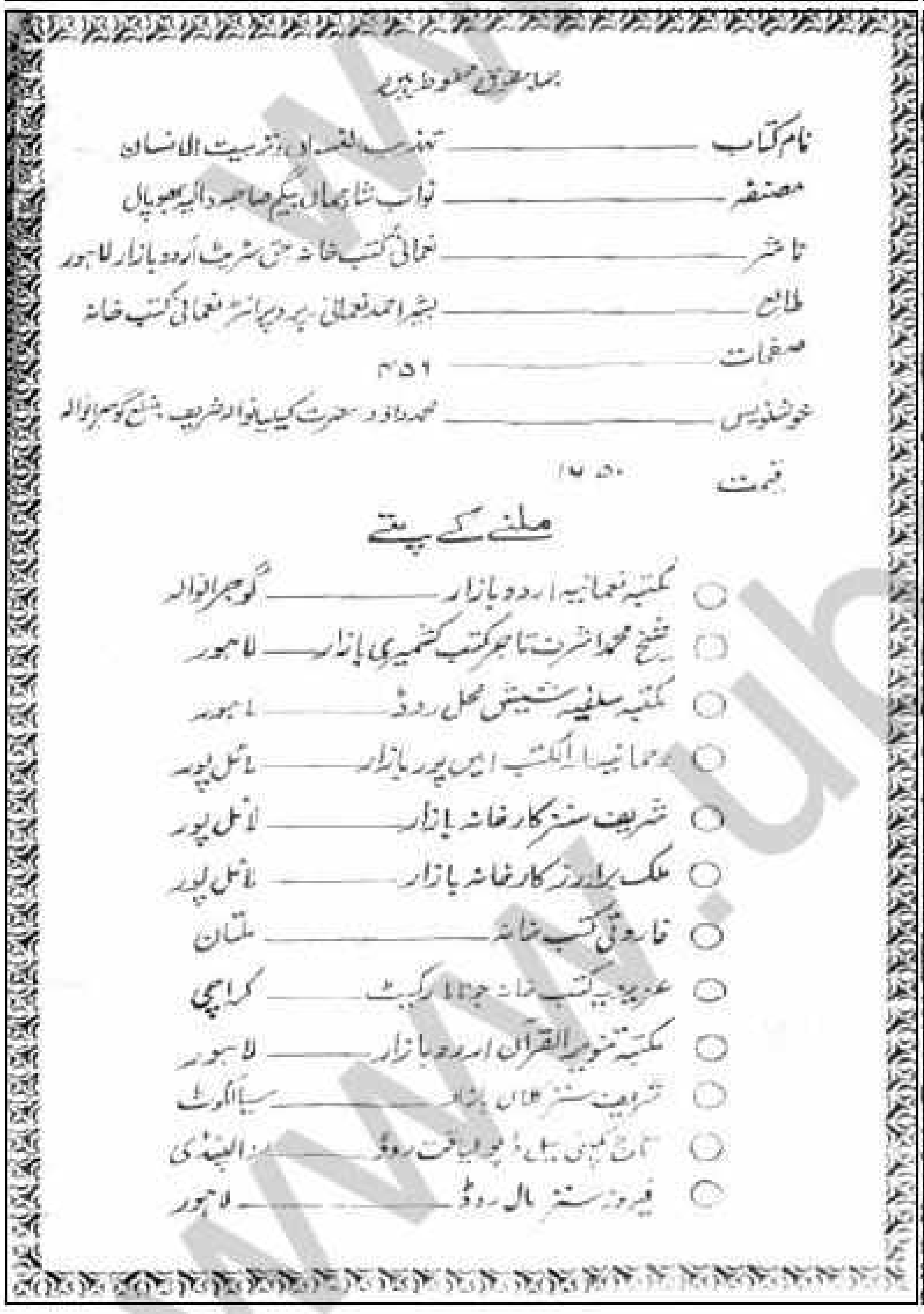

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب ——— تہذیب النسواں و تربیت الانسان

مصنفہ ——— نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ والیہ بھوپال

ناشر ——— نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

طابع ——— بشیر احمد نعمانی پروپرائٹر نعمانی کتب خانہ

صفحات ——— ۴۵۶

خوشنویس ——— محمد داؤد حضرت کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ

قیمت ۱۶/۵۰

ملنے کے پتے

○ مکتبہ نعمانیہ اردو بازار ——— گوجرانوالہ
○ شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار ——— لاہور
○ مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ ——— لاہور
○ رحمانیہ الکتب امین پور بازار ——— لائل پور
○ شریف سنز کارخانہ بازار ——— لائل پور
○ ملک برادرز کارخانہ بازار ——— لائل پور
○ فاروقی کتب خانہ ——— ملتان
○ عربیہ کتب خانہ جوبلی مارکیٹ ——— کراچی
○ مکتبہ تنویر القرآن اردو بازار ——— لاہور
○ شریف سنز [illegible] بازار ——— سیالکوٹ
○ تاج کمپنی [illegible] لیاقت روڈ ——— راولپنڈی
○ فیروز سنز مال روڈ ——— لاہور

یوں تو حسن یوسف کا چرچا ہے زمانے میں　　محمد ﷺ سا حسین پیکر نہیں آیا نہ آئے گا
میرا اعلان ہے لوگو، میرا پیغام ہے لوگو　　محمد ﷺ سے نبی بہتر، نہیں آیا نہ آئے گا

(مواعظ یزدانی ص193، 194)

نام کتاب:۔ تصوف کی حقیقت، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ
ترجمہ:۔ مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی......... نظر ثانی:۔ محمد خالد سیف

ولی اللہ کی پہچان اور مقام:۔ ولایت کی دلیل فقط ایک ہے اور وہ محمد ﷺ کی غلامی ہے۔ جو جتنا ان کے قریب ہوا وہ اتنا بڑا ولی ہوا۔ جو جتنا ان کی ذات اور ان کی سنت میں فنا ہوا وہ اتنا ہی مقرب بارگاہ الٰہی ہوا۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم واللہ غفور رّحیم (آل عمران 31)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو، اگر تم اس کی ولایت کا دم بھرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں مقام محبوبیت پر سرفراز کر دے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا اور کرم کرنے والا ہے۔ (تصوف کی حقیقت ص5)

سلاسل طریقت کا مختصر تعارف

سلسلہ چشتیہ کا تعارف:۔ سلسلہ چشتیہ کے بانی خواجہ احمد ابدال رحمہ اللہ کا تعلق چوتھی صدی ہجری سے ہے ان کی وفات 965ء اور 355ھ میں ہے اور بعض کے نزدیک اس سلسلہ کے بانی خواجہ ابو اسحاق شامی رحمہ اللہ ہیں ان کی وفات 940 عیسوی اور 329 ہجری میں ہے۔ یاد رہے اس سلسلہ کو برصغیر پاک و ہند میں خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ نے جاری کیا تھا۔ خواجہ صاحب نے 16 مارچ 1236ء، 6 رجب 633 ہجری کو انتقال فرمایا تھا۔

سلسلہ سہروردیہ کا تعارف:۔ سلسلہ سہروردیہ کے بانی اگرچہ شیخ ابو النجیب سہروردی رحمہ اللہ تھے لیکن اس سلسلہ کو فروغ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ کی وجہ سے ہوا۔ جن کا سال وفات 1234ء اور 632 ہجری ہے۔

سلسلہ قادریہ کا تعارف:۔ سلسلہ قادریہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ (م۔1166ء) کی طرف منسوب ہے۔ برصغیر میں یہ سلسلہ آپ کے فرزند شیخ عیسیٰ رحمہ اللہ کی وجہ سے داخل ہوا لیکن اس سلسلہ کو فروغ دینے والے شیخ محمد حسین گیلانی رحمہ اللہ تھے جو 1488ء میں فوت ہوئے۔

سلسلہ نقشبندیہ کا تعارف:۔ سلسلہ نقشبندیہ کے بانی خواجہ محمد یسوی رحمہ اللہ (1166ء، 562ھ) ہیں لیکن اسے فروغ دینے والے خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمہ اللہ ہیں جو (1388ء، 692ھ) میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ (تصوف کی حقیقت ص10)

قبروں پر حاضری:۔ سنت یہ ہے کہ جب کسی مسلمان کی قبر کی زیارت کی جائے، خواہ وہ کسی نبی کی ہو یا کسی ولی کی ہو تو سلام کیا جائے اور اللہ سے صاحب قبر کیلئے دعا مانگی جائے یہ دعا بمنزلہ جنازہ کے ہے۔ (تصوف کی حقیقت ص81)

نام کتاب:۔ تہذیب نسواں..... مصنفہ: نواب شاہجہان بیگم صاحبہ والیہ ریاست بھوپال

صاحب قبر کے ادراک اور شعور کی دلیل:۔ حارث ابن ابی اسامہ نے اپنی مسند میں جابر رضی اللہ عنہٗ سے روایت کیا ہے: ”یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اچھا کفن دو اپنے مردوں کو پس تحقیق وہ فخر کرتے ہیں آپس میں اور ایک دوسرے کی ملاقات کرتے ہیں اپنی قبروں میں۔“ (تہذیب نسواں ص383)

عبادت کا ایصال ثواب:۔ عبادت مالی کے ثواب پہنچنے میں کسی کا اختلاف نہیں اور کیوں کر اختلاف ہو اس لیے کہ یہ امر صحیح حدیثوں سے ثابت ہے جیسا کہ بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے: ’’یعنی بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ بیشک ایک آدمی نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ تحقیق ماں میری ناگہاں مرگئی اور میں گمان کرتا ہوں اس کو کہ اگر وہ بولتی تو کچھ للہ دینے کی وصیت کرتی پس کیا ہے واسطے اس کے ثواب اگر صدقہ دوں میں اس کی طرف سے۔ فرمایا: ہاں!۔

عبادت بدنیہ کا ایصال ثواب:۔ اور عبادت بدنی جیسے نماز، روزہ‘ قرآن شریف کی تلاوت‘ ذکر اللہ‘ درود شریف کے ثواب پہنچنے میں بعض علماء نے اختلاف کیا ہے لیکن صحیح قول ہے کہ بدنی عبادت کا بھی میت کو ثواب پہنچتا ہے جیسا کہ ’’مسلم‘‘ نے بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: ۔قال کنت جالسا عندالنبی ﷺ اذا اتته امراة فقالت یارسول الله انی تصدقت علی امی بجارية وانها ماتت قال وجب اجرك وردها عليك الميراث قالت يارسول الله انه كان عليها صوم شهر افا صوم عنها قال صومی عنها قال انها لم تحج قط افا حج عنها قال نعم حجی عنها (صحیح مسلم)

یعنی بریدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نبی ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ناگہاں ان کے پاس ایک عورت آئی پھر کہا یارسول اللہ ﷺ! تحقیق میں نے صدقہ دی تھی ایک لونڈی اپنی ماں کو اور تحقیق میری ماں مرگئی یعنی پس آیا لوں اور عود کرے گی میری ملک میں یا نہیں فرمایا ثابت ہوا ثواب تیرا یعنی بسبب صدقہ کرنے کے اور پھیر دیا لونڈی کو تجھ پر میراث نے، عورت نے کہا: اے رسول اللہ ﷺ! کے تحقیق تھے ماں پر روزے مہینہ بھر کے کیا روزے رکھوں میں اس کی طرف سے یعنی حقیقتاً یا حکماً فرمایا کہ روزے رکھ اس کی طرف سے۔ کہا اس عورت نے کہ تحقیق ماں میری نے کبھی حج نہیں کیا کیا حج کروں میں اس کی طرف سے؟ فرمایا کہ ہاں حج کر اس کی طرف سے۔ (صحیح مسلم)

ان دونوں حدیثوں سے صاف ظاہر ہے کہ عبادت مالی ہو یا بدنی خواہ دونوں سے مرکب تینوں قسموں کا ثواب بلا شک میت کو پہنچتا ہے اس لیے کہ آنحضرت ﷺ نے پہلی حدیث میں صدقے کے ثواب پہنچنے کی تصریح فرمائی اور دوسری حدیث میں روزے کے ثواب پہنچنے پر بدنی عبادت کی تصریح فرمائی اور حج سے مالی اور بدنی دونوں سے مرکب کے ثواب پہنچنے پر اطلاع بخشی پس تینوں طرح کی عبادتوں کا ثواب پہنچنا صریح حدیثوں سے ثابت ہے پس اگر میت کے وارث مال والے ہوں تو بہتر صدقہ مالی میں صدقہ جاریہ یعنی وہ خیرات ہے جس کا ثواب میت کو ہمیشہ پہنچتا رہے جیسے کنواں کھدوانا یا پل خواہ مسجد یا سرا بنوانا حاصل یہ کہ دولت مندوں کے واسطے افضل یہی ہے کہ ایسی کوئی چیز بنوا کے میت کے نام پر وقف کریں کہ اس چیز کے باقی رہنے تک اس کا ثواب میت کی روح کو پہنچتا رہے۔

(تہذیب نسواں ص 426 تا 428)

سورۂ اخلاص کے ایصال ثواب پر دلائل:۔ جو کسی طرح کی قدرت نہ ہو تو قرآن مجید کی تلاوت اور استغفار اور درود اور دعا ہی سے میت کو فائدہ پہنچاتے رہیں اس لیے کہ میت کے حق میں یہ بھی بہت مفید ہے دیکھو ابو محمد سمرقندی رحمہ اللہ نے سورۂ اخلاص کے فضائل میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے: ’’قال من مر علی المقابر وقرأ قل هوالله احد عشرة مرة ثم وهب اجره للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات‘‘ ترجمہ: یعنی جو شخص کہ قبرستان پر گزرا اور قل ھو اللہ احد گیارہ بار پڑھا اس کا اجر مردوں کو بخشا، تو دیا جاوے گا وہ ثواب سے برابر گنتی مردوں کے۔

اور قاسم ابن سعد بن علی زنجانی رحمہ اللہ نے اپنے فوائد میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: ۔

قال رسول الله ﷺ من دخل المقابر ثم قرأ فاتحة الكتاب وقل هو الله احدٌ والها كم التكاثر ثم قال اللّٰهم انی جعلت ثواب ماقرات من كلامك لاهل المقابر من المؤمنين والمؤمنات الا كانوا شفعآء لهٗ الی الله۔

ترجمہ: یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص کہ قبرستان میں داخل ہوا پھر ’’فاتحہ الکتاب‘‘ اور ’’قل ھو اللہ احد‘‘ اور ’’الھاکم

التکاثر" کو پڑھا پھر کہا الٰہی کیا میں نے ثواب اس چیز کا کہ پڑھا میں نے تیرے کلام سے واسطے قبرستان والوں کے مومن مرد اور مومن عورتوں سے مگر ہوں گے وہ شفاعت کرنے والے واسطے اس کے طرف اللہ کے۔

بدنی عبادت پر صریح دلالت :۔ امام یافعی رحمہ اللہ نے ''روض الریاحین'' میں لکھا ہے کہ علامہ عالی مقام ابن عبدالسلام رحمہ اللہ کو مرنے کے بعد کسی شخص نے خواب میں دیکھا ان سے پوچھا کہ آپ دنیا میں یہ کہتے تھے کہ مردے کو قرآن شریف کی تلاوت کا ثواب نہیں پہنچتا کیا ایسا ہی ہے انہوں نے کہا کہ ہم نے اس عالم میں اس کے خلاف پایا یعنی ان کو ثواب پہنچتا ہے پس یہ حدیثیں اور صالحین کے خواب اس بات پر صریح دلالت کرتے ہیں کہ قرآن شریف کی تلاوت کا اجر مردوں کو پہنچتا ہے اور پڑھنے والوں کو بھی اسی قدر ثواب ملتا ہے تو مسلمان مرد اور عورتوں کو چاہیے کہ قرآن شریف پڑھ کر اس کا ثواب خاص اپنے لیے ذخیرہ نہ رکھیں بلکہ عزیز و اقاریب وغیرہ مردوں کو بخشتے رہیں تا کہ دونوں کو فائدہ پہنچتا رہے۔ چه خوش بود که بر آید بیک کرشمه دو کار (تہذیب نسواں، 438، 430)

قبرستان حاضری پر خاص عمل: زائر کو چاہیے کہ زیارت کے وقت سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھ کے اس کا ثواب میت کو بخشے پھر اس کیلئے دعا کرے۔

مردے کا ادب زندوں کی طرح کیا جائے :۔ اور زائر کو یہ بھی چاہیے کہ میت کا ویسا ہی ادب ولحاظ کرے جیسا کہ اس کی زندگی میں کرتا تھا یعنی اگر دنیا میں بسبب اس کی بزرگی کے ادب کی راہ سے اس سے دور بیٹھتا تھا تو زیارت کے وقت بھی اس کی قبر سے دور کھڑا رہے یا بیٹھ جاوے اور جو زندگی میں اس کے پاس بیٹھتا تھا تو اب بھی قریب بیٹھے اور مراد بزرگی سے یہ ہے کہ متوفی ناتے کی راہ سے بڑا ہو جیسے والدین وغیرہ یا دین کی جہت سے بزرگ ہو جیسے استاد، پیر، عالم، درویش وغیرہ اور سلام پڑھتے وقت اس لیے ادب کرنا چاہیے کہ میت سلام کرنے والے کو پہچانتا ہے اور اس کا جواب دیتا ہے جیسا کہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے ''استذ کار والتمهید'' میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:۔

قال رسول اللهﷺ ما من احد يمر بقبر اخيه المؤمن كان يعرفه فی الدنيا فسلم عليه الا عرفه ورد عليه السلام۔

ترجمہ: یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نہیں ہے کوئی شخص کہ گزرے اپنے مومن بھائی کی قبر پر اور وہ اس کو دنیا میں پہچانتا تھا پھر اس پر سلام پڑھے مگر وہ اس کو پہچانتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔

اور قبروں پر بیٹھنا یا ان پر تکیہ کرنا اور ان کی طرف نماز پڑھنا ان کے نزدیک سو منع ہے اسی طرح ان کو روندنا اور ان پر پیشاب اور پاخانہ پھرنا بھی منع ہے۔

تعین دن کے ساتھ زیارت قبور :۔ اور قبرستان میں ننگے پاؤں جانا مستحب ہے اور والدین کی زیارت کے لیے جمعے کے دن یا ہر ہفتے میں ایک بار جانا بہتر ہے جیسا کہ ''بیہقی'' نے ''شعب الایمان'' میں مرسلاً روایت کیا ہے: **عن محمد بن النعمان يرفع الحديث الى النبی ﷺ قال من زار قبر ابويه او احدهما فی كل جمعةٍ غفر لهٗ و كتب برّاً۔** یعنی روایت ہے **محمد بن نعمان** سے پہنچاتے تھے حدیث کو طرف نبی ﷺ کے فرمایا جو کوئی زیارت کرے اپنے ماں باپ کی قبر کی یا ایک کی ان میں سے ہر روز جمعہ میں یا ہر ہفتے میں بخشش کی جاتی ہے واسطے اس کے اور لکھا جاتا ہے یعنی دیوان اعمال میں نیکی کرنے والا ساتھ ماں باپ کے۔ (تہذیب نسواں ص 439، 440)

اہل قبور کے شعور وادراک کی دوسری دلیل :۔ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے:

یعنی بی بی عائشہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں داخل ہوتی اپنے گھر میں کہ اس میں مدفون تھے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہٗ بھی مدفون تھے اس حالت میں کہ تحقیق رکھتی ہیں یعنی اتارتی بدن سے کپڑا اپنا یعنی چادر اور کہتی یعنی اپنے دل میں سوائے اس کے نہیں شان یہ ہے کہ مدفون ہیں خاوند میرے یعنی رسول ﷺ اور میرا باپ یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہٗ اور دونوں اجنبی نہیں ہیں پس جب کہ دفن کیے گئے عمر رضی اللہ عنہٗ ساتھ ان کے یعنی اس مکان میں پس قسم ہے اللہ کی نہیں داخل ہوئی میں گھر میں مگر میں باندھے ہوئے ہوتی اپنے اوپر کپڑے اپنے واسطے

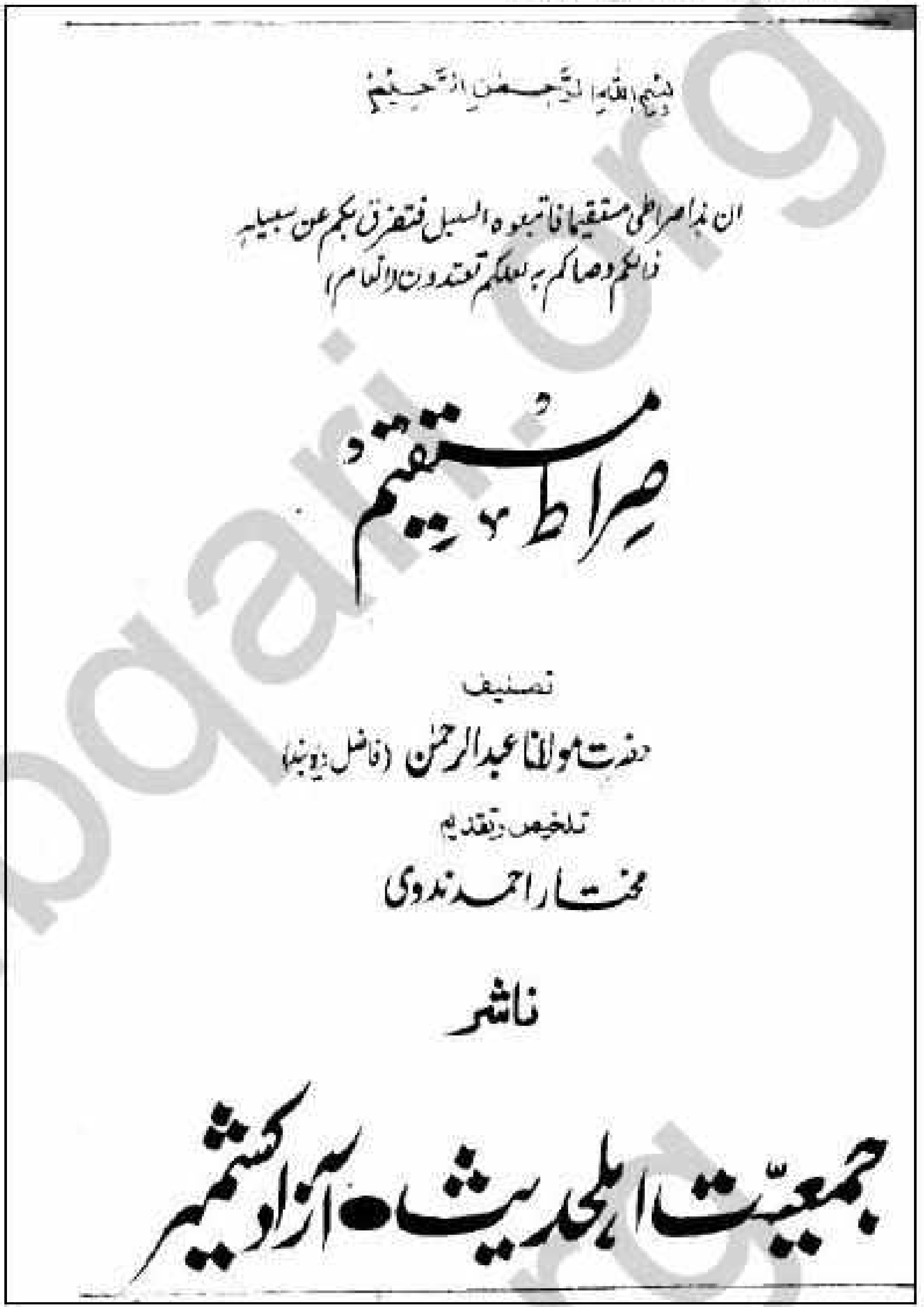

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان ہذا صراطی مستقیما فاتبعوہ السبل فتفرق بکم عن سبیلہ
ذالکم وصاکم بہ لعلکم تعتدون (الانعام)

صراط مستقیم

تصنیف
حضرت مولانا عبدالرحمن (فاضل دیوبند)
تلخیص وتقدیم
مختار احمد ندوی

ناشر
جمعیت اہلحدیث • آزاد کشمیر

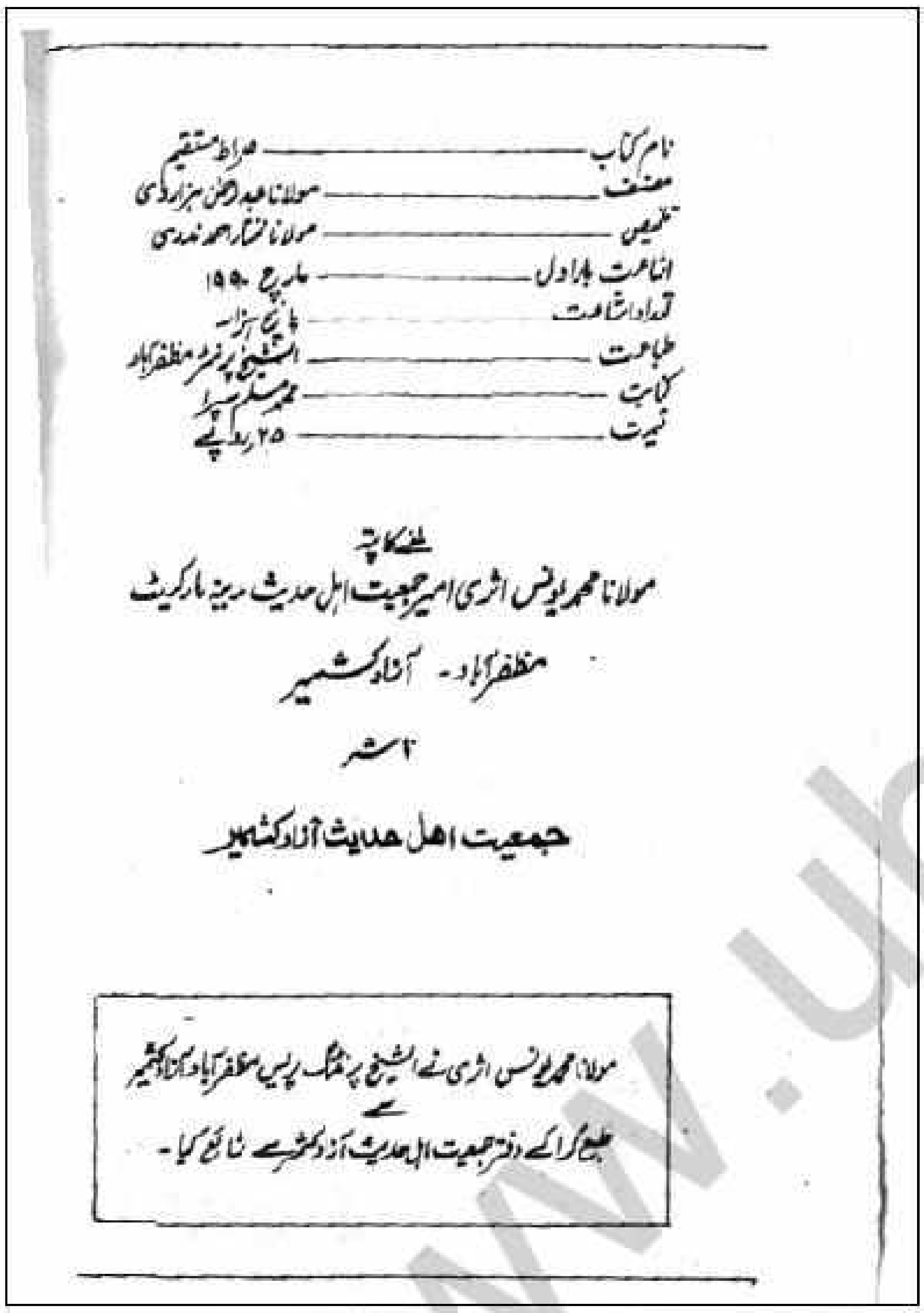

نام کتاب	صراط مستقیم
مصنف	مولانا عبدالرحمن ہزاروی
تلخیص	مولانا مختار احمد ندوی
اشاعت بار اول	مارچ ۱۹۹۰
تعداد اشاعت	پانچ ہزار
طباعت	الشیخ پرنٹرز مظفرآباد
کتابت	محمد مسلم [illegible]
قیمت	۲۵ روپے

ملنے کا پتہ
مولانا محمد یونس اثری امیر جمعیت اہل حدیث مدینہ مارکیٹ
مظفرآباد - آزاد کشمیر

ناشر
جمعیت اہل حدیث آزاد کشمیر

مولانا محمد یونس اثری نے الشیخ پرنٹنگ پریس مظفرآباد آزاد کشمیر
سے
طبع کرا کے دفتر جمعیت اہل حدیث آزاد کشمیر سے شائع کیا۔

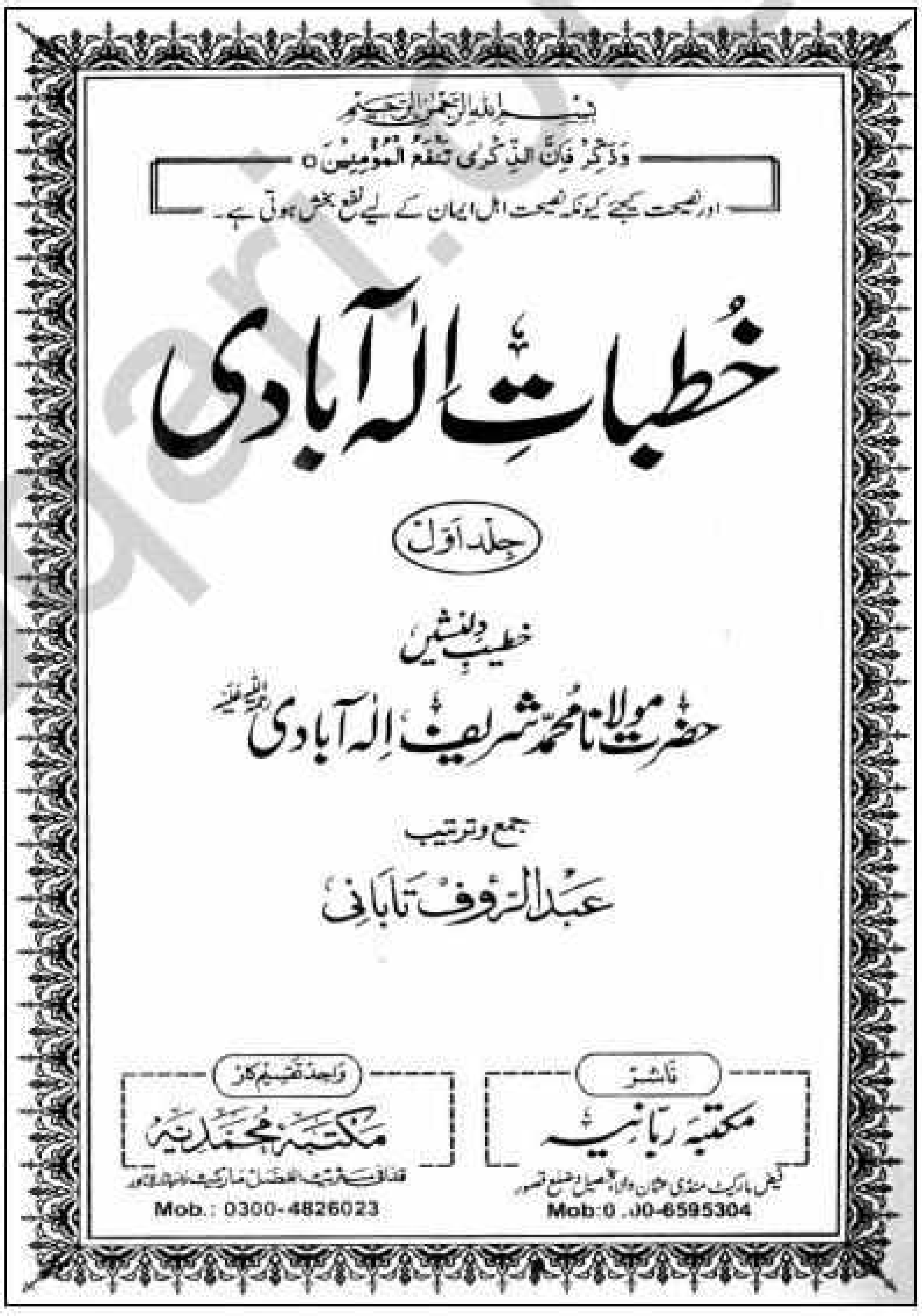

بسم اللہ الرحمن الرحیم
وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ○
اور نصیحت کیجئے کیونکہ نصیحت اہل ایمان کے لیے نفع بخش ہوتی ہے۔

خطباتِ الٰہ آبادی

جلد اول

خطیب دلنشیں
حضرت مولانا محمد شریف الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

جمع وترتیب
عبدالرؤف تابانی

ناشر
مکتبہ ربانیہ
فیض مارکیٹ منڈی عثمان والا تحصیل وضلع قصور
Mob:0 .00-6595304

واحد تقسیم کار
مکتبہ محمدیہ
قذافی سٹریٹ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور
Mob.: 0300-4826023

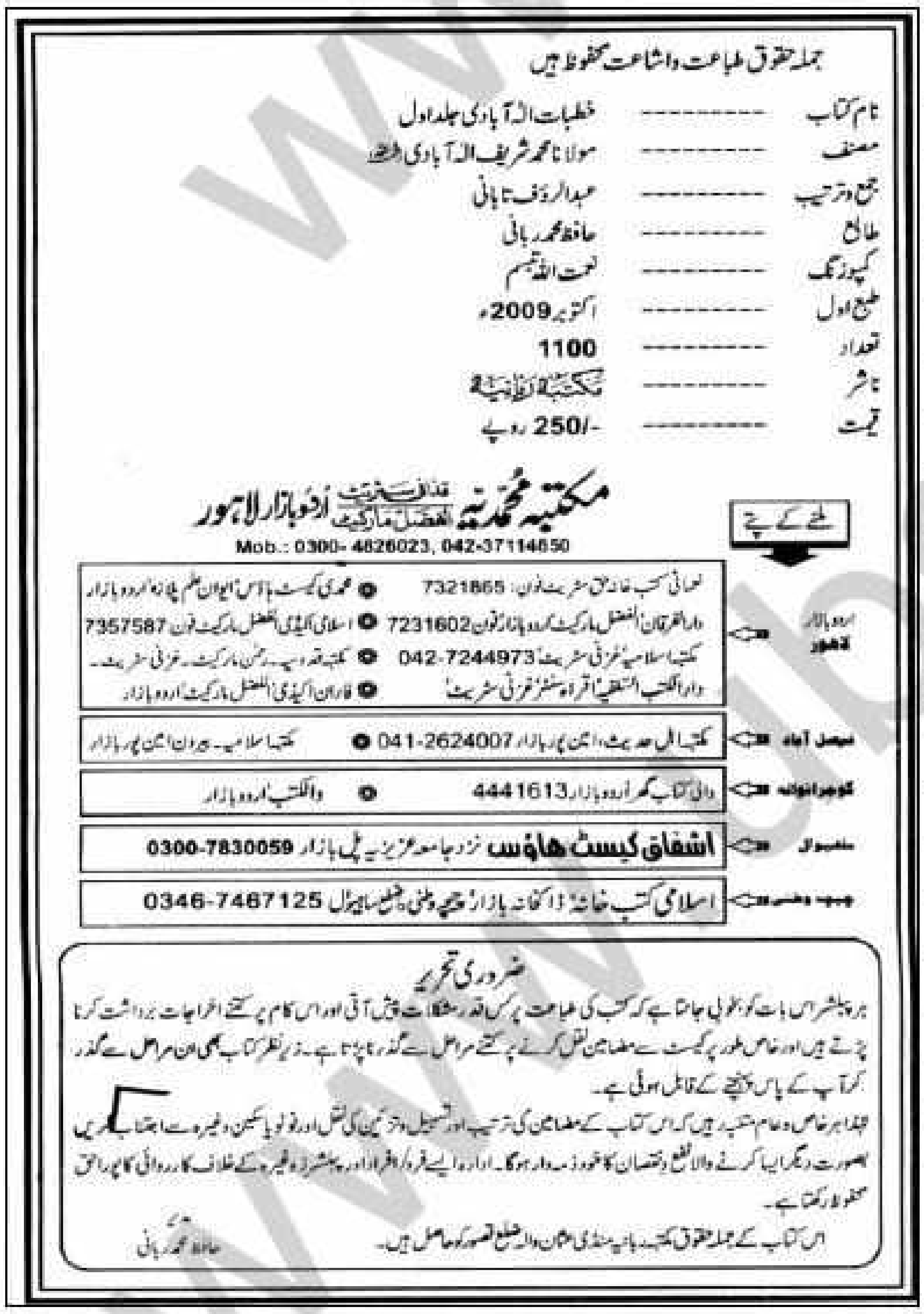

جملہ حقوق طباعت واشاعت محفوظ ہیں

نام کتاب	خطبات الٰہ آبادی جلد اول
مصنف	مولانا محمد شریف الٰہ آبادی رحمہ اللہ
جمع وترتیب	عبدالرؤف تابانی
طابع	حافظ محمد ربانی
کمپوزنگ	نعمت اللہ تبسم
طبع اول	اکتوبر 2009ء
تعداد	1100
ناشر	مکتبہ ربانیہ
قیمت	250/- روپے

مکتبہ محمدیہ قذافی سٹریٹ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور
Mob.: 0300- 4826023, 042-37114650

ملنے کے پتے

اردو بازار لاہور
نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ فون: 7321865 ● محمدی کیسٹ ہاؤس ایوان علم پلازہ اردو بازار
دار القرآن الفضل مارکیٹ اردو بازار فون 7231602 ● اسلامی اکیڈمی الفضل مارکیٹ فون 7357587
مکتبہ اسلامیہ غزنی سٹریٹ 042-7244973 ● مکتبہ قدوسیہ رحمن مارکیٹ غزنی سٹریٹ۔
دار الکتب السلفیہ اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ ● فاران اکیڈمی الفضل مارکیٹ اردو بازار

فیصل آباد
مکتبہ اہل حدیث امین پور بازار 041-2624007 ● مکتبہ اسلامیہ بیرون امین پور بازار

گوجرانوالہ
والی کتاب گھر اردو بازار 4441613 ● والکتب اردو بازار

ساہیوال
اشفاق کیسٹ ہاؤس نزد جامعہ عزیزیہ ٹی بازار 0300-7830059

چیچہ وطنی
اسلامی کتب خانہ ڈاکخانہ بازار چیچہ وطنی ضلع ساہیوال 0346-7467125

ضروری تحریر

ہر پبلشر اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ کتب کی طباعت پر کس قدر مشکلات پیش آتی اور اس کام پر کتنے اخراجات برداشت کرنا پڑتے ہیں اور خاص طور پر کیسٹ سے مضامین نقل کرنے پر کتنے مراحل سے گذرنا پڑتا ہے۔ زیر نظر کتاب بھی ان مراحل سے گذر کر آپ کے پاس پہنچنے کے قابل ہوئی ہے۔

لہٰذا ہر خاص وعام متنبہ رہیں کہ اس کتاب کے مضامین کی ترتیب اور تسہیل وتزئین کی نقل اور فوٹو اسکین وغیرہ سے اجتناب کریں بصورت دیگر ایسا کرنے والا نفع ونقصان کا خود ذمہ دار ہوگا۔ ادارہ ایسے افراد اور پبلشرز وغیرہ کے خلاف کارروائی کا پورا حق محفوظ رکھتا ہے۔

اس کتاب کے جملہ حقوق مکتبہ ربانیہ منڈی عثمان والا ضلع قصور کو حاصل ہیں۔

مدیر
حافظ محمد ربانی

حیاء کے عمر رضی اللہ عنہ سے کہ وہ اجنبی تھے۔

فائدہ: اس میں دلیل ہے اس پر کہ لحاظ میت کا کرے وقت زیارت کے مانند اس کے لحاظ کے حالت حیات میں۔

(تہذیب النسواں ص 441، 442)

کتاب تہذیب نسواں کی تائید وتوثیق:۔ حضرت رفیع المنزلت ناقد ہر سخن، ماہر ہر فن وسادہ آرائے امارت علم افراز امامت، ہدایت روش، افادت منش، درستی پسند، راستی پیوند، روشن دماغ، حقیقت سراغ، والا خطاب معلے انقلاب حضرت والا جاہ امیر الملک نواب سید محمد صدیق حسن خاں رحمہ اللہ بہادر نے اس کو اول سے آخر تک ملاحظہ کیا نہایت پسند کر کے قابل افاضہ انام وافادہ خاص وعام سمجھا اس لیے بحکم جناب مؤلفہ عالی وقار والا تباز تصحیح علامہ بزرگی نہاد فضیلت بنیاد جامع ملکات بے حد ابوالحسن سید ذوالفقار احمد وشرکت المعنی بالغ نظر فطانت اثر، تحقیق پسند، تدقیق پیوند، حافظ محمد احمد وبکتابت مورد مراحم رؤف رحیم منشی محمد عبدالرحیم یہ صحیفہ حکمت نصاب ہدایت مآب مطبع صدیقی میں طبع ہو کر مطبوع طبائع اعلام منظور نظر دانشوران عالی مقام ہوا۔ (تہذیب النسواں ص 444، 445)

نام کتاب:۔ صراط مستقیم .... تصنیف:۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن

تلخیص وتقدیم، مختار احمد ندوی، ناشر: جمعیت اہلحدیث آزاد کشمیر

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور اہمیت حدیث:۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اترکوا قولی بخبر رسول الله۔ حدیث رسول ﷺ کے سامنے میرے قول کو چھوڑ دو۔ (میزان شعرانی)

مطلب یہ کہ اگر تمہارے پاس میرا کوئی قول موجود ہو اور تم اس کے مطابق عمل کر رہے ہو کہ تمہیں رسول کریم ﷺ کی حدیث مل جائے تو میرے قول کو چھوڑ دو اور حدیث رسول ﷺ پر عمل کرو۔

اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں: حدیث رسول ﷺ کے بالمقابل میرے قول کو دیوار پر دے مارو یعنی اس پر عمل نہ کرو۔ بلکہ رسول کریم ﷺ کی حدیث پر عمل کرو۔ آپ کا یہ قول ان لوگوں کیلئے تازیانہ عبرت ہے جو حدیث رسول ﷺ کی موجودگی میں دوسرے لوگوں کے اقوال کو ترجیح دیتے ہیں نیز اس سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ عامل بالحدیث تھے۔

ایک مقام پر اپنے اہل حدیث ہونے کا کس شاندار طریق سے اظہار فرماتے ہیں:

”اذا صح الحدیث فھو مذھبی“ کہ صحیح حدیث میرا مذہب ہے۔ (کتاب شامی)

اس کا مطلب یہ ہے کہ صحیح حدیث پر عمل کرنا میرا مذہب ہے چنانچہ ثابت ہوا کہ آپ حدیث رسول ﷺ کے سچے پیروکار تھے۔

حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو اہل حدیث کس نے بنایا ہے۔ فرمانے لگے مجھے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اہل حدیث بنایا ہے۔ (حدائق الحنفیہ بحوالہ صراط مستقیم ص 181، 182)

علمائے اہلحدیث اور آداب رسالت ﷺ کی اہمیت:۔ عام طور پر ہمارے حنفی بریلوی حضرات اہل حدیث پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ سید الرسل سرور کائنات ﷺ کے بے ادب ہیں اور محبوب خدا ﷺ کا احترام نہیں کرتے۔

اہل حدیث کا مسلک یہ ہے کہ پیغمبر ﷺ کا ادب اسی طرح کرنا چاہیے جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کیا کرتے تھے کیونکہ اصحاب رسول ﷺ سے زیادہ محبّ رسول ﷺ نہ کوئی ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پیغمبر خدا ﷺ سے براہ راست فیض یافتہ تھے اور اللہ نے ان کو ازل سے ہی پیغمبر ﷺ کی رفاقت اور متابعت کیلئے منتخب کر لیا تھا، اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب امت سے زیادہ مقام پیغمبر ﷺ کو جاننے اور ماننے والے تھے اور سب سے زیادہ پیغمبر ﷺ کا ادب کرنے والے تھے اسی لیے انہوں نے

اپنے رشتے داروں اور دوستوں کو بھی پیغمبر ﷺ کی خاطر اپنا دشمن بنالیا اور پیغمبر ﷺ کی خاطر اپنا ملک گھر بار سب کچھ قربان کر دیا یہاں تک کہ اپنی قیمتی جانیں بھی پیغمبر ﷺ کے فرمان پر نچھاور کر کے دکھا دیں اور دنیا کی سب مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کیں مگر پیغمبر ﷺ کا دامن نہ چھوڑا۔ اس وجہ سے جماعت اہل حدیث کا یہ عقیدہ ہے کہ پیغمبر ﷺ کا ادب اسی طرح کرنا چاہیے جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کیا کرتے تھے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آداب رسول ﷺ کتب احادیث میں موجود ہیں ہم ذیل میں اپنے حنفی بھائیوں کی ہدایت کی خاطر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آداب رسول ﷺ کے چند واقعات پیش کرتے ہیں ورنہ یہ ادب احترام مصطفیٰ ﷺ کا مضمون نہایت طویل اور روح پرور ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آداب کے متعلق یہ الفاظ بیان فرمائے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ حال ہوتا کہ: گویا کہ ان کے سروں پر کوئی پرندہ بیٹھا ہوا ہے اس لیے وہ حرکت نہیں کرتے۔ (صراط مستقیم ص196 تا 199)

صوفیائے کرام کی زندگی میں کتاب وسنت کی پابندی

پیران پیر قادری رحمہ اللہ کی شہادت:۔ شاہ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا فتویٰ کہ صرف قرآن وسنت پر عمل کرو:

واجعل الكتاب والسنة اماما لك وانظر فيهما بتآ ملٍ وتدبرٍ واعمل بهما ولا تغتربالقال والقيل والهوس۔

(فتوح الغیب)

اور تو کتاب وسنت کو اپنا رہنما بنالے اور ان دونوں میں تامل وتدبر سے غور وفکر کر اور ان کے مطابق عمل پیرا ہو اور قیل وقال اور خواہشات سے دھوکہ نہ کھا۔ (صراط مستقیم ص223)

حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ کی شہادت: قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، فخر الواصلین، فنافی ہو۔ حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اور جن فقیروں کا دل حضوری میں ہو، ان کا دفتر معرفت الٰہی سے ہوتا ہے اس واسطے عارفوں کا کوئی گناہ ظاہر اور باطن کے دفتر میں ملائک نہیں لکھتے ہیں کیونکہ ان کے دل میں ذکر اللہ زبان پر مطلق قال اللہ وقال رسول اللہ ﷺ ہوتا ہے۔ یہ لوگ اہل حدیث ہوتے ہیں اور دنیا کی طلب میں ابلیس خبیث کے طالب نہیں ہوتے۔ (محک الفقراء مترجم ص10۔ بحوالہ صراط المستقیم ص253)

نام کتاب:۔ خطبات الہ آبادی (جلد اول)...... خطیب دلنشیں:۔ حضرت مولانا محمد شریف الہ آبادی
جمع وترتیب:۔ عبدالرؤف تابانی، مکتبہ رحمانیہ عثمان والا (قصور)

صوفیائے کرام کے کثرت ذکر کی دلیل

الذین یذ کرون الله قیما وقعودا وعلی جنوبهم (آل عمران:191)

”میرے بندے وہ ہیں جو مجھے کھڑے بھی یاد کرتے ہیں، بیٹھے بھی یاد کرتے ہیں، لیٹے بھی یاد کرتے ہیں“ چلتے پھرتے بھی یاد کرتے ہیں، وہ کام میں بھی یاد، مکان میں بھی یاد، کاروبار میں بھی یاد جب ہر وقت یہ انسان اللہ کو یاد کرتا ہے۔ پھر اللہ فرماتے ہیں۔ اے میرے بندے! تو مجھے یاد کر، میں تجھے یاد کروں گا، تو مجھے زمین پر یاد کر میں تجھے عرش عظیم پر یاد کروں گا۔

اللہ کریم فرماتے ہیں اے میرے بندے! جب تجھے غصہ آجائے تو اس وقت مجھے یاد کر اور جب قیامت کے دن مجھے غصہ آئے گا میں

اس وقت تجھے یاد کروں گا‘ یہ نہ ہو کہ کاروبار چل پڑے تو الحمدللہ اور اگر نہ چلے تو پھر نہیں۔

میرے بھائی‘ دوکان چلے نہ چلے‘ رب کا ذکر زبان سے نہیں ہٹنا چاہیے۔‘‘

کثرت مجاہدہ اور ذکر کی دلیل:۔ جناب موسیٰ علیہ السلام اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ یا اللہ! مجھے اپنا کوئی ولی دکھا میں تیرا ولی دیکھنا چاہتا ہوں؟ اللہ پاک فرماتے ہیں اے میرے نبی موسیٰ (علیہ لسلام)! فلاں جگہ پر چلا جا‘ وہاں میرا ایک ولی اور دوست ہے‘ موسیٰ علیہ السلام گئے‘ جا کر دیکھا کہ ایک آدمی لیٹا ہوا ہے‘ ہڈیوں کا ڈھانچہ ہے‘ بیماری اس کو کھا گئی ہے‘ موسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں‘ یا اللہ! کیا تیرا یہ ولی ہے؟ اللہ پاک فرماتے ہیں‘ ہاں یہی میرا ولی ہے‘ موسیٰ علیہ السلام دیکھتے ہیں کہ اس میں ولایت کی نشانی کیا ہے؟ دیکھا کہ اس کے لب حرکت کر رہے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کے لبوں سے اپنا کان لگایا تو آواز یہ آ رہی تھی ’’الحمدللہ‘‘ اللہ تیرا شکر ہے۔ تمام تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں۔

جب موسیٰ علیہ السلام اس کی زبان سے الحمدللہ سنتے ہیں تو کہتے ہیں اے اللہ والے یہ تو شکر کا کلمہ ہے‘ تیرے پاس تو جسمانی نعمت بھی کوئی نہیں تو چل پھر بھی نہیں سکتا‘ اٹھ کر بیٹھ بھی نہیں سکتا‘ تو کون سی نعمت کا شکرانہ ادا کر رہا ہے؟

یہ بندہ کہتا ہے‘ یہاں سے چلا جا‘ میری رب سے ملی ہوئی کال کو توڑنے والا تو کون ہوتا ہے‘ مجھے تو بڑی لذت اور سرور آ رہا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں آخر تو کون سی نعمت کا شکرانہ ادا کر رہا ہے؟

یہ کہتا ہے سرکار! اللہ نے میری زبان صحیح رکھی ہے‘ اگر رب میری زبان بند کر دے تو میں نے رب کا کیا کر لینا ہے‘ زبان درست ہونے کی بناء پر میں اس کا شکرانہ ادا کر رہا ہوں۔ (ایضاً)

نبی علیہ السلام کو تکرار نفی اثبات کا حکم: موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے: یا اللہ! مجھے کوئی ایسا وظیفہ بتا دے جو میں کروں اور تو راضی ہو جائے۔ اللہ پاک فرماتے ہیں‘ اے میرے نبی موسیٰ علیہ السلام لا الہ الا اللہ پڑھا کر۔

موسیٰ علیہ السلام عرض کرتے ہیں‘ یا اللہ! یہ کلمہ تو سارا جہان پڑھتا ہے‘ میں تو وہ وظیفہ پوچھنا چاہتا ہوں جو صرف میں ہی کروں اور تو خوش ہو جائے‘ میرے سوا اور کوئی بھی یہ کلمہ نہ پڑھتا ہو۔ اللہ پاک فرماتے ہیں اے میرے نبی موسیٰ (علیہ السلام) تو نے اس کلمے کو معمولی سمجھا ہوا ہے‘ یہ اتنا بھاری اور وزنی کلمہ ہے کہ ترازو کے ایک پلڑے میں ساتوں آسمان اور زمین رکھ دیئے جائیں اور ایک پلڑے میں لا الہ الا اللہ رکھ دیا جائے تو پھر بھی لا الہ الا اللہ کا وزن زیادہ ہے۔

چلتے پھرتے کثرت ذکر کی دلیل:۔ چلتے پھرتے‘ ’’لاالہ الا اللہ‘ استغفر اللہ‘ الحمدللہ‘ سبحان اللہ‘ اللہ اکبر‘ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ‘‘پڑھا کر۔ یہ کلمات معمولی نہیں‘ یہ اللہ کا ذکر ہے اور یہ اتنا قیمتی ذکر ہے‘ اسے معمول بنالو اللہ کی قسم ہے دنیا بھی بنے گی اور اگلا جہان بھی بنے گا۔ (خطبات الہ آبادی ج اص 28 تا 29)

صوفیاء کے فقیرانہ لباس کی دلیل:۔ داؤد نبی علیہ السلام کہتے ہیں‘ میں چاہتا ہوں کہ 24 گھنٹے میرے گھر سے اللہ‘ اللہ کی آواز آئے‘ ویسے بھی اللہ نے حکومت دی ہوئی ہے‘ آپ خود بھی اللہ کا بڑا ذکر کرتے ہیں‘ بیویاں اور اولاد بھی ذکر کرتی ہے‘ نبی شاہانہ لباس اتار کر اور سادہ لباس پہن کر باہر سڑکوں اور بازاروں میں چلا جاتا ہے اور لوگوں سے پوچھتے ہیں تمہارا بادشاہ اور حکمران کیسا ہے؟ ہر بندہ یہی کہتا ہے‘ جی ہمارے حکمران کے کیا کہنے‘ آپ ایک طرف نبی علیہ السلام ہیں اور دوسری طرف آپ بادشاہ بھی ہیں۔ ہر طرف انصاف ہی انصاف ہے‘ عوام کی خبر گیری ہے۔ (خطبات الہ آبادی ص 40)

علمائے اہلحدیث اور درود شریف کی فضیلت

تعداد مقررہ میں درود کی دلیل:۔ صحیح مسلم کی روایت ہے۔ آمنہ کے لال اور ساری کائنات کے سردار ﷺ فرماتے ہیں: ’’من صلی علی واحدۃ صلی اللہ علیہ عشرا‘‘

24 گھنٹے درود پڑھنے کی دلیل :۔ ایک دن حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ میرے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کرتے ہیں سوہنیا میں آپ پر کتنا درود پڑھوں؟

آپ ﷺ فرماتے ہیں اے ابی تو جتنا زیادہ پڑھ لیں تیرے لیے بہتر ہے' یہ کہتا ہے سرکار ﷺ میں نے چار گھنٹے دعا کے لیے وقف کیے ہیں میں چار گھنٹوں میں سے ایک گھنٹہ درود ہی پڑھتا جاؤں گا اور کوئی دعا نہیں مانگوں گا۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں یہ بہتر ہے مگر تو اور زیادہ کرلے صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں دو گھنٹے پڑھ لیا کروں گا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں اور زیادہ کرلے صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں تین گھنٹے پڑھا کروں گا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں اور زیادہ کرلے۔ یہ کہتے ہیں حضرت وہ جو دعا کا وقت ہے میں وہ بھی درود کیلئے ہی وقف کردوں گا۔

اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں اے میرے ابی' جب تیری حالت یہ بن گئی کہ تو ہر وقت مجھ پر درود پڑھے گا پھر تجھے کوئی چیز رب سے مانگنے کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔ سب کام رب خود ہی سیدھے کردیں گے۔ تیری ضرورتیں بھی پوری ہوجائیں گی اور تیری دعائیں بھی قبول ہوجائیں گی۔ (خطبات الہ آبادی ج 1 ،ص 246،247)

درود پر بخشش کی بشارت :۔ آؤ میں آپ کو بتاؤں کہ درود کے کیا فوائد ہیں فقیہہ ابو اللیث رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری رحمہ اللہ سے سنا' حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی بیت اللہ کا طواف کررہا تھا اور پڑھ رہا تھا "اللھم صل علی محمد"۔ جب وہ طواف سے فارغ ہوجاتا تب بھی یہی پڑھتا وہ ہر وقت درود ہی پڑھتا جاتا ہے۔ میں نے اس کو پوچھا اے بھائی کوئی بندہ کوئی دعا کررہا ہے کوئی کوئی دعا کررہا ہے اور تو درود ہی پڑھتا جارہا ہے تو کون ہے اپنا تعارف تو کروا۔

یہ کہتا ہے لوگ مجھے سفیان ثوری (رحمہ اللہ) کہتے ہیں یہ بندہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کو جانتا تھا آپ اللہ کے بہت بڑے ولی تھے یہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کو کہتا ہے اگر مجھے یہ پتہ نہ ہوتا کہ تم اتنی اُونچی شان والے ہو تو میں نے تم کو بات نہیں بتانی تھی۔ سنو! میں نبی پاک پر زیادہ درود کیوں پڑھ رہا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ایک سفر میں تھا میرا باپ میرے ساتھ تھا میرا باپ بیمار ہوگیا میں نے اس کا سر اپنی جھولی میں رکھ لیا۔ میں اپنے باپ کا علاج کرواتا رہا۔ لیکن زندگی نے وفا نہ کی۔ میرا باپ فوت ہوگیا۔ میں نے دیکھا کہ میرے باپ کا منہ سیاہ ہوگیا ہے۔ میں نے باپ کے چہرے پر کپڑا ڈال دیا میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بڑا خوبصورت آدمی ہے میں نے کبھی اس جیسا خوبصورت آدمی نہیں دیکھا تھا، جب میں نے اس کے کپڑے دیکھے تو کپڑے بھی بڑے خوبصورت تھے۔ میں نے آج تک اس طرح کا سوہنا بھی نہیں دیکھا اور اس طرح کا لباس بھی نہیں دیکھا۔ وہ آدمی جو خوبصورت چہرے اور اعلیٰ لباس والا تھا اس نے میرے باپ کے چہرے پر آکر ہاتھ پھیرا تو میرے باپ کا چہرہ اس طرح چمکا جیسے آسمان کا چاند چمکتا ہے، میں نے کہا: اللہ والے! تو یہ تو بتا تو کون ہے اپنا تعارف تو کروا۔ میں تو بڑا پریشان تھا کہ میرے بابا کا چہرہ کالا کیوں ہوگیا ہے؟

یہ کہتا ہے تو مجھے نہیں جانتا میں محمد (ﷺ) بن عبداللہ ہوں میں اللہ کا سچا نبی ﷺ ہوں' مجھے خواب میں اللہ کے نبی ﷺ نے بتایا کہ تیرے بابا سے بڑی غلطیاں اور گناہ سرزد ہوجاتے تھے لیکن تیرا باپ مجھ پر کثرت سے درود پڑھتا تھا اس درود کی برکت کی وجہ سے اللہ نے تمام گناہ ہی معاف کردیئے ہیں۔

کتابت درود پر نزول رحمت :۔ علامہ منذری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ جو بندہ کسی کتاب میں کسی کاپی پر یا کسی کاغذ پر درود شریف لکھ کر رکھ دیتا ہے جب تک اس کی یہ درود والی تحریر موجود رہے گی اللہ اس پر اپنی رحمتیں نازل فرماتے رہیں گے۔

فضیلت درود کے دلائل :۔ اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ نے مجھے خواب میں دکھایا کہ لوگ پل صراط کی گھاٹی سے گزر رہے ہیں میری نظر میرے ایک اُمتی پر پڑی میں نے اس کو دیکھا کہ وہ پل صراط کی گھاٹی پر کبھی کھڑا ہوتا ہے اور کبھی بیٹھتا ہے بڑا ہی پریشان ہے اور

رب سے دعا کر رہا ہے یا اللہ! اتنی مشکل گھاٹی سے میں کس طرح پار جاؤں۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے میرے اس اُمتی کا میرے اُوپر درود پڑھنا آیا جو وہ پڑھا کرتا تھا۔ اس درود نے میرے اُمتی کو بازو سے پکڑ کر پل صراط کی گھاٹی سے پار کر کے کھڑا کر دیا۔

درود کے بغیر دعا قبول نہیں ہوتی:۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں اے بھائی! اللہ نے تیری دعا قبول نہیں فرمائی کہتا ہے سرکار پھر کس طرح قبول ہوگی؟ آپ ﷺ فرماتے ہیں پہلے اللہ کی تعریف کر اور کچھ نہیں آتا تو کم از کم اتنا ہی کہہ۔

”الحمدلله رب العلمين يارب لك الحمد كما ينبغي لجلال وجهك ولعظيم سلطانك“

یعنی کے اللہ کی بڑائی اور تعریف بیان کر پھر مجھ پر درود پڑھ اس کے بعد تو جو دعا کرے گا اللہ قبول فرمائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو دعا بغیر درود کے مانگی جائے وہ آسمان اور زمین کے درمیان لٹکی رہتی ہے۔ اوپر جاتی ہی نہیں۔

جب تو درود پڑھے گا پھر وہ دعا آسمان پر جائے گی تو اللہ قبول فرمالیں گے۔

آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک اور صحابی مسجد نبوی ﷺ میں آیا۔ اس نے آ کر نماز پڑھی، نماز پڑھ کر پھر اس نے اللہ کی تعریف بیان کی۔ پھر نبی پاک ﷺ پر درود پڑھا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں اب اللہ سے مانگتا جا رب دیتا جائے گا۔ یعنی کہ یہ دعا کا طریقہ ہے۔

درود نہ پڑھنے والا بخیل ہے:۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ نے زمین پر فرشتوں کی ڈیوٹی لگائی ہوئی ہے۔ رب کے فرشتے زمین پر پھر رہے ہیں۔ اگر ان کو کوئی ایسا شخص مل جائے جو نبی پاک پر درود پڑھ رہا ہے وہ فرشتے اس کا درود مجھ پر پہنچا دیتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں۔ ”البخيل الذى ذكرت عنده فلم يصل علي“ ۔ اے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم اگر آپ نے سب سے بڑا بخیل اور کنجوس دیکھنا ہے تو اس کو دیکھ لو جس کے سامنے میرا نام آئے اور وہ میرا نام سن کر مجھ پر درود نہ پڑھے۔ مولانا نے لکھا ہے

اور جو نام نبی ﷺ دا سن کر نئیں درود پوچاندے ملک نورانی حق اوناں دے اے دعا فرماندے فرشتے کہتے ہیں:

رب نہ بخشے نت تینوں نے نہ توں رحمت پانویں جنت ہو یا حرام بخیلا توں کیونکر جنت جانویں

درود رضائے مصطفی ﷺ کا ذریعہ:۔ جو نبی ﷺ پاک کا نام سن کر درود پڑھتے ہیں ان کے حق میں فرشتے دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں:

نام نبی ﷺ دا سن کر مومن جو درود پوچاون ملک نورانی حق اوناں دے اے دعا فرماون
اللہ بخشے جنت تینوں نے ساتھ رسول الٰہی دعا منظور نورانی ملکاں، وچ دربار الٰہی

جب بندہ درود پڑھتا ہے تو آسمان پر رب خوش ہوتا ہے۔ فرشتے خوش ہوتے ہیں اور آمنہ کے لال علیہ السلام خوش ہوتے ہیں۔

درود نہ پڑھنے والوں کی بربادی:۔ اور جو درود نہیں پڑھتا وہ اپنی سزا سن لے! ایک دفعہ اللہ کے نبی ﷺ خطبہ ارشاد فرمانے کیلئے منبر پر تشریف لے گئے۔ مسجد نبوی ﷺ ہے اور آپ کا شہر مدینہ طیبہ ہے۔ جب حضرت ﷺ نے منبر کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو آپ ﷺ زبان نبوت سے فرماتے ہیں۔ اللھم آمین۔

پھر آپ نے دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو فرمایا۔ آمین۔ پھر آپ نے منبر کی تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو فرمایا۔ آمین

حضرت ﷺ خطبہ ارشاد فرما کر فارغ ہوئے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بیٹھے ہوئے ہیں ایک صحابی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر کہتے ہیں سرکار ﷺ آج ہم نے ایک بڑی عجیب ہی بات دیکھی ہے۔ جو پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ ہم نے دیکھا ہے کہ آپ ﷺ نے منبر کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو زبان نبوت سے آمین فرمایا۔ پھر دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو پھر آمین فرمایا۔ پھر تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو پھر آمین فرمایا۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں اے میرے صحابہ! سنو میں نے کیوں آمین کہی ہے جب میں نے منبر پر قدم رکھا تو جبرائیل علیہ السلام آ گئے آ کر

کہتے ہیں سونبیا جس کے سامنے آپ ﷺ کا نام مبارک لیا جائے اور وہ سن کر آپ ﷺ پر درود نہ پڑھے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ وہ تباہ و برباد اور ذلیل ہو جائے میں نے فرمایا۔ آمین۔

میرے بھائی! جبرائیل علیہ السلام بد دعا کر رہے ہیں اور میرے محمد ﷺ آمین کہہ رہے ہیں' ذرا دیکھ تو سہی کہ بد دعا کی تائید کون سی ہستی کر رہی ہے۔ کتنا بد بخت ہے وہ انسان جس کے حق میں جبرائیل علیہ السلام اور اللہ کے رسول ﷺ بد دعا کریں۔ اللہ نبی پاک ﷺ کی دعائیں لینے کی توفیق عطا فرمائے۔

میرے بھائیو! نبی پاک ﷺ کی دعا لیا کرو بد دعا سے بچو۔ آج بھی اگر کوئی آدمی چاہے تو وہ اللہ کے نبی ﷺ کی دعا لے سکتا ہے۔ (خطبات الہ آبادی ص 247 تا 250)

اولیاء کا اہتمامِ سنت اور کشف:۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو بندہ عصر کی نماز یعنی فرضوں سے پہلے چار رکعتیں پڑھتا ہے میں دعا کرتا ہوں اللہ اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ اللہ ہم کو بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ فوت ہونے سے پہلے اپنا وصیت نامہ لکھ رہے ہیں آپ کا جنازہ آ گیا چارپائی پڑی ہوئی ہے لوگ اس پیر کا جنازہ پڑھنے کیلئے اکٹھے ہوئے ہیں لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے' بڑے بڑے علماء کرام اور گدی نشین موجود ہیں' آپ کی وصیت پڑھ کر سنائی جا رہی ہے۔

لکھتے ہیں کہ میری نماز جنازہ وہ آدمی پڑھائے جس کی زندگی میں کبھی نماز تہجد بھی قضا نہ ہوئی ہو۔ میرے بھائی غور کر! تیرا پیر فرض نہ پڑھے تو وہ تب بھی ولی ہے' نماز' روزے کے قریب نہ جائے تو وہ پھر بھی پہنچی ہوئی ہستی ہے۔

۲۔ لکھتے ہیں میری نماز جنازہ وہ آدمی پڑھائے جس کی کبھی عصر کی نماز سے پہلے چار رکعتیں نہ چھوٹی ہوں۔

۳۔ فرماتے ہیں میری نماز جنازہ وہ آدمی پڑھائے جس کی کبھی تکبیر اولیٰ نہ رہی ہو۔

۴۔ چوتھی وصیت یہ لکھتے ہیں کہ میری نماز جنازہ وہ آدمی پڑھائے جس نے اپنی ہوش سنبھالنے کے بعد کبھی کسی غیر محرم عورت کی طرف نہ دیکھا ہو۔

ولی اور پیر کا جنازہ پڑا ہوا ہے۔ بڑے بڑے علماء اور گدی نشین موجود ہیں لیکن حضرت کا جنازہ کون پڑھائے۔

خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ میرا جنازہ وہ پڑھائے جس میں چار اوصاف پائے جائیں۔ اب کوئی آدمی آگے ہونے کیلئے تیار ہی نہیں۔ اس رب کے ولی کا جنازہ کون پڑھائے کبھی تو تہجد رہ ہی جاتی ہے' کبھی بندہ پہلی صف میں کھڑے ہونے سے رہ ہی جاتا ہے' کبھی عصر سے پہلے چار رکعتیں رہ ہی جاتی ہیں۔ لیکن ایک بات میں تجھے بتا دیتا ہوں' اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں۔ پہلی صف والوں پر اللہ آسمان سے اپنی خصوصی رحمتیں نازل کرتے ہیں۔ اسی لیے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بعض دفعہ قرعہ اندازی تک نوبت آ جاتی ایک کہتا میں نے پہلی صف میں کھڑے ہونا ہے' دوسرا کہتا میں نے کھڑے ہونا ہے اس کے بعد دائیں طرف کھڑے ہونے کیلئے ایک کہتا کہ ادھر میں نے کھڑے ہونا ہے حتیٰ کہ قرعہ تک نوبت آ جاتی۔

خواجہ صاحب کی میت پڑی ہوئی ہے کوئی بندہ جنازہ پڑھانے کیلئے تیار نہیں وقت کا حکمران شمس الدین التمش رحمہ اللہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ کا مرید تھا۔ وہ آگے ہو کر رو پڑتا ہے۔ اس کی آنکھوں سے سیل رواں جاری ہو جاتے ہیں یہ کہتا ہے۔ خواجہ صاحب آپ جاتے وقت مجھے بھی ننگا کر گئے ہیں۔ حضرت کو پتہ تھا کہ یہ چاروں صفات اللہ نے میرے اندر پیدا کر دی ہیں۔ (خطبات الہ آبادی ص 251،253)

ولیہ کی موت پر پیشگی اطلاع کی دلیل:۔ میرے بھائی! پہلے لوگ اتنے اللہ والے ہوتے تھے میرے نبی ﷺ کی پیاری بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بابا ﷺ کے دنیا سے چلے جانے کے بعد اتنی پریشان رہتی تھیں کہ بابا ﷺ کا صدمہ دل سے جاتا ہی نہیں۔ میرے نبی ﷺ کے دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صرف چھ مہینے زندہ رہیں۔ ایک دن حضرت فاطمہ

رضی اللہ عنہا صبح صبح اٹھ کر حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنھما کو نہلاتی ہیں۔ بیٹی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پیار کرتی ہیں اور فرماتی ہیں اے میرے حسن وحسین رضی اللہ عنہما آج مجھے جی بھر کر امی امی کہہ لو۔ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ آجاتے ہیں۔ فرماتے ہیں فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیا بات ہے؟

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں: اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) جی! سن لو میری اور آپ کی زندگی کے ایام گزر رے ہیں۔ اس دوران اگر مجھ سے کوئی غلطی اور گستاخی ہوگئی ہو تو اللہ کیلئے معاف کردو۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں اے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کوئی بات نہیں۔ اللہ شفاء عطا فرمائے گا۔

بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں اب شفاء والی کوئی بات نہیں، جو بات میں بتانا چاہتی ہوں وہ سن لو، فرماتی ہیں۔ اے علی! (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) جی! جب سے مجھے ہوش آئی ہے اس وقت سے لے کر آج تک میں نے ان آنکھوں سے کسی غیر محرم آدمی کو دیکھا ہی نہیں۔ اگر میں ابھی فوت ہو جاؤں تو سارا دن میرا جنازہ گھر رکھ کر شام کے بعد میری چارپائی قبرستان لے کر جانا اور ساتھ چراغ لے کر نہ جانا میں نہیں چاہتی کہ میرا کفن بھی غیر محرم آدمی دیکھ لیں۔ (خطبات الہ آبادی، ص، 252)

ولیات اہلحدیث خواتین کا تقویٰ:۔ آؤ میں تجھے بتاؤں پہلے حکمران کس طرح کے ہوتے تھے، خلیفہ ہارون الرشید رحمہ اللہ کی بیگم جس کا نام زبیدہ تھا۔ اللہ تجھے مکے لے جائے تو عرفات اور مزدلفہ چلا جا۔ وہاں تجھے زبیدہ کے نام پر ایک نہر ملے گی۔ اس نے وہ نہر کھدوائی۔ تاکہ وہاں سے حاجی بھی پانی پئیں اور جانور بھی پانی پئیں۔ وہ اتنی نیک اللہ والی تھی اس نے اپنے گھر میں سو خاتون صرف اس لیے رکھی ہوئی تھیں کہ وہ سارا دن اس کے گھر قرآن ہی پڑھتی رہتی تھیں۔ زبیدہ سو بی بی کو اس بات کی تنخواہ دیتی ہے ان کو اس چیز کا خرچ دیتی ہے کہ یہ سو بی بی صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک میرے گھر قرآن کی تلاوت ہی کرتی رہیں۔

میرے بھائی! پہلے لوگ اس طرح کے تھے حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ کے والد حافظ بارک اللہ رحمہ اللہ کی والدہ ایک نواب کی بیٹی تھیں وہ نواب کی بیٹی ہونے کے باوجود حافظ صاحب کو دودھ تب پلاتی تھیں جب پہلے وضو کر لیتی، اب تو یہاں تک نوبت ہی نہیں آتی۔ ماں بچے کو دودھ پلانے کیلئے تیار ہی نہیں۔ (خطبات الہ آبادی، ص 253)

دنیا کا نظام اولیاء کے دم سے:۔ غالباً حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا زمانہ ہے فرماتے ہیں آسمان سے بارش بند ہوگئی لوگوں نے بیت اللہ کا غلاف پکڑ کر دعائیں کی یا اللہ! اپنی رحمت کی بارش برسا دے، لیکن بارش نہ ہوئی، لوگ مینہ مانگ مانگ کر تھک گئے ایک دن میں نے دیکھا کہ ایک کالے رنگ کا ہڈیوں کا ڈھانچہ کمزور سا آدمی ہے۔ یہ آکر بیت اللہ کے غلاف کو پکڑ کر کہتا ہے یا اللہ! تیرے بندوں نے بڑی دعائیں مانگی ہیں لیکن تو نے قبول نہیں کیں۔ میں تیرا کمزور سا بندہ ہوں اللہ! میری دعا قبول کر لے۔

امام صاحب فرماتے ہیں میں دیکھ رہا تھا، یہ دعائیں مانگ رہا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے یہ رو رو کر رب سے باتیں کر رہا تھا۔ یہ دعا مانگ کر ہٹ گیا بندوں میں گھل مل گیا۔ میں نے دیکھا کہ اسی وقت رحمت کی بارش شروع ہوگئی میں نے اس کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ آخر ایک دن وہ پھر مجھے مل گیا یہ آگے آگے اور میں اس کے پیچھے پیچھے تھا میں نے سوچا کہ پتہ کروں یہ کون ہے۔ یہ ایک حویلی میں داخل ہوگیا وہاں ایک چوہدری صاحب بیٹھے ہوئے تھے میں نے اس سے پوچھا کہ یہ کالا اور کمزور سا آدمی کون ہے؟ وہ کہتا ہے حضرت یہ میرا غلام ہے امام صاحب فرماتے ہیں یہ بندہ مجھے قیمتاً دے دو۔ وہ چوہدری کہتا ہے حضرت میں تو اس کو غریب اور درویش سمجھ کر روٹی دیدیتا ہوں یہ دیکھو میرے اور کتنے غلام پھر رہے ہیں آپ وہ غلام لیجائیں جو تمہاری خدمت کرے۔ امام صاحب فرماتے ہیں ہم اس سے خدمت نہیں کروائیں گے بلکہ اس کی خدمت کریں گے۔

چوہدری آواز دے کر کہتا ہے اے غلام! بات سن یہ کالا آدمی امام صاحب کے پاس آیا۔ چوہدری کہنے لگا: تو حضرت کیساتھ چلا جا۔ ان

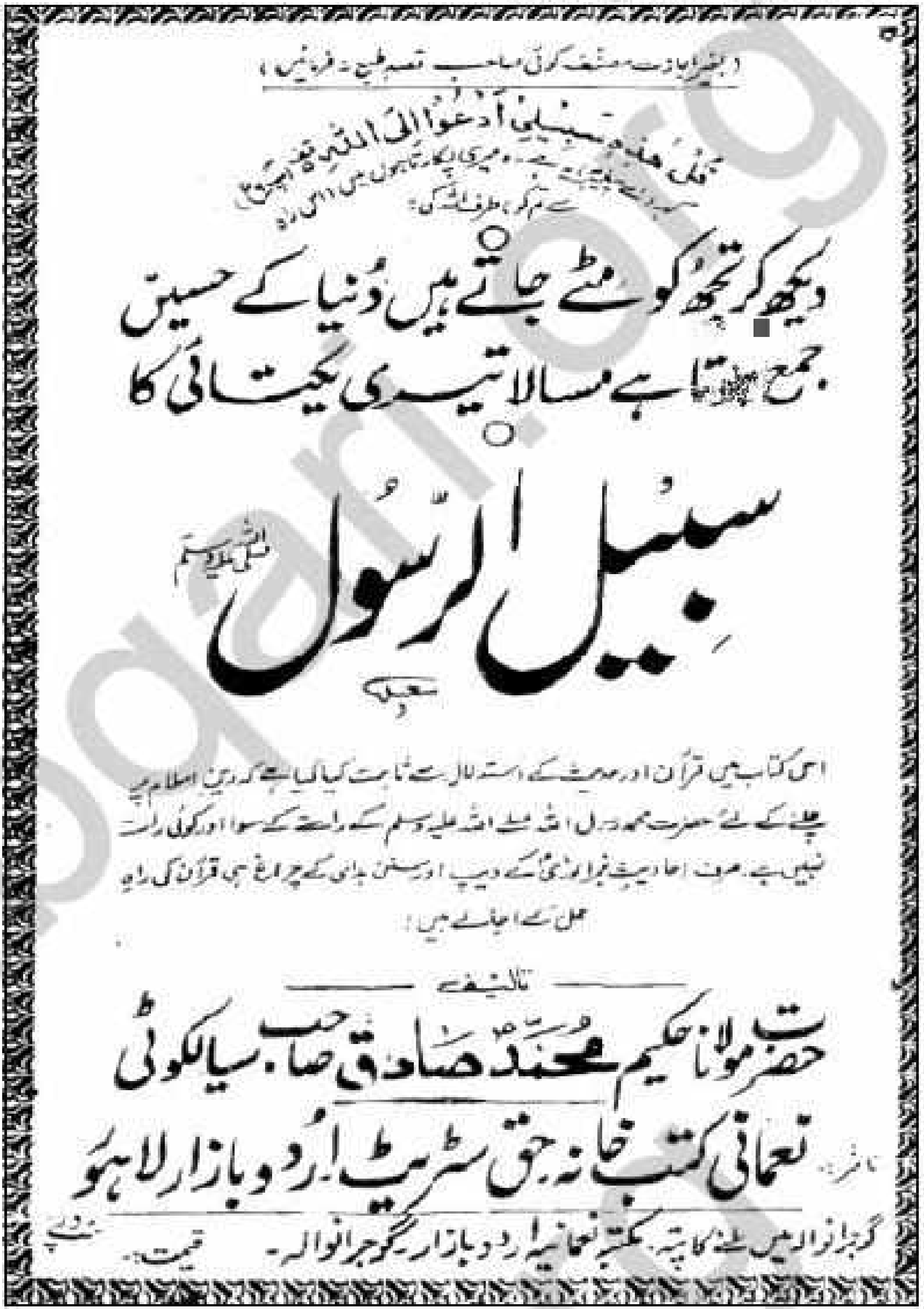

(بغیر اجازت مصنف کوئی صاحب قصد طبع نہ فرمائیں)

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ [illegible]

دیکھ کر تجھ کو مٹے جاتے ہیں دنیا کے حسین
جمع ہوتا ہے مسالا تیری یکتائی کا

سبیل الرسول ﷺ

اس کتاب میں قرآن اور حدیث کے استدلالات سے ثابت کیا گیا ہے کہ دین اسلام پر چلنے کے لئے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے راستے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ صرف احادیث نبوی کے دیپ اور سنن ہدای کے چراغ ہی قرآن کی راہ عمل کے اجالے ہیں!

تالیف

حضرت مولانا حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی

ناشر: نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

گوجرانوالہ میں ملنے کا پتہ: مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ۔ قیمت: [illegible]

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

مصنف ______
اشاعت ______
تعداد ______
قیمت ______
مطبع ______

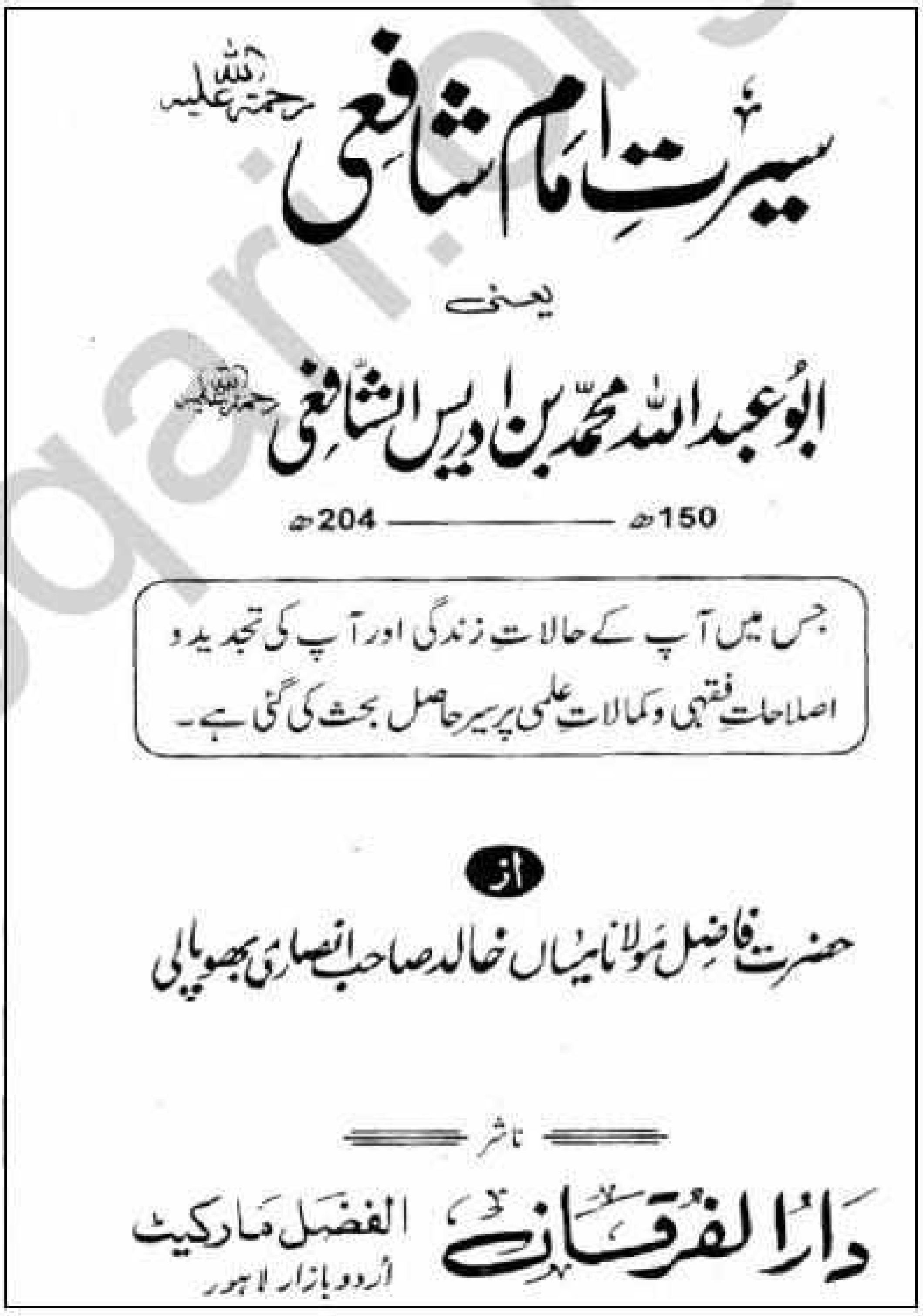

سیرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

یعنی

ابو عبداللہ محمد بن ادریس الشافعی رحمۃ اللہ علیہ

150ھ ———— 204ھ

جس میں آپ کے حالات زندگی اور آپ کی تجدید و اصلاحات فقہی و کمالات علمی پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

از

حضرت فاضل مولانا میاں خالد صاحب انصاری بھوپالی

ناشر

دار الفرقان
الفضل مارکیٹ
اردو بازار لاہور

نام کتاب : سیرت الشافعیؒ
تالیف :
طبع اول : رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ
تعداد : ۳۰۰
قیمت : =/165 روپے

کی خدمت کرتے رہنا۔ غلام راستے میں کہتا ہے حضرت صاحب میں تو بالکل کمزور ہوں۔ کچھ نہیں کرسکتا کاروبار بھی مجھ سے نہیں ہوسکتا آپ کوئی طاقتور غلام لیکر جاتے۔

امام صاحب فرماتے ہیں اے بھائی! اللہ والے ہم تجھ سے خدمت نہیں کروائیں گے بلکہ تیری خدمت کریں گے۔ یہ کہتا ہے جی آپ میری خدمت کیوں کریں گے؟

آپ فرماتے ہیں۔ سارا جہان زور لگا کر تھک گیا لیکن مینہ نہیں پڑا تو نے ایک دفعہ کہا تو بارش پڑ گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ تو اللہ کا ولی ہے غلام کہتا ہے حضرت آؤ پھر بیت اللہ سے ہو کر جائیں اس نے جا کر بیت اللہ کا غلاف پکڑ لیا۔ کعبۃ اللہ کا غلاف پکڑ کر کہتا ہے یا اللہ! پہلے تو تیرا اور میرا پردہ تھا مجھے پتہ تھا یا تجھے پتہ تھا اب راز کھل گئے ہیں اب میں دنیا پر نہیں رہنا چاہتا اس نے ہائے ماری اور جان نکل گئی۔

میرے بھائی! کئی اللہ کے نیک بندے ہیں جن کی وجہ سے جہان کا نظام قائم ہے۔ (خطبات الہ آبادی ص 253,254)

خدمت ماں پر ہاتف غیبی کا کلام:۔ امام غزالی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ایک آدمی نے اپنی ماں کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر سات حج کروائے یہ ساتویں حج کا طواف کروا کر آسمان کی طرف منہ کر کے کہتا ہے یا اللہ! میں نے اپنی ماں کو سات حج کروا دیئے ہیں اب تو میری ماں کا حق ادا ہو گیا ہوگا۔

آواز آتی ہے: اے ماں کے حق ادا کرنے والے سن! سردی کا موسم تھا تو نے بستر پر پیشاب کر دیا تیری ماں نے اٹھ کر تجھے صاف کیا گھر میں بڑی غربت تھی کوئی اور کپڑا نہیں تھا۔ جو نیچے بچھا کر تجھے اوپر لٹاتی تیری ماں خود گیلی جگہ پر لیٹی اور تجھے سینے پر لٹا لیا۔ ابھی تو تو اس کی ایک رات کا حق بھی ادا نہیں کر سکا۔ (خطبات الہ آبادی ص 255)

نام کتاب:۔ سبیل رسول ﷺ
مصنف:۔ مولانا محمد صادق سیالکوٹی ...... ناشر:۔ نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قادری رحمہ اللہ کی تعلیم:۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں:۔ واجعل الكتاب والسنة امامًلك وانظر فيهما بتامل وتدبر واعمل بهما ولا تغتر بالقال والقيل والهوس۔ (فتوح الغیب)

اور کتاب اور سنت کو اپنا امام (پیشوا) بنالے اور دونوں کو غور اور تدبر سے پڑھا کر (خبردار) ان دونوں پر (ہی) عمل کرنا کسی کے قول قیاس رائے پر نہ چلنا۔'' (سبیل رسول ﷺ ص 84)

امام اعظم کے حالات زندگی:۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ 80 ہجری میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ اس وقت خلیفہ عبدالملک بن مروان بن الحکم کا عہد تھا۔ آپ کے دادا زوطی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت میں اسلام قبول کیا آپ کے والد ثابت اسلام میں پیدا ہوئے۔

آپ نساج تھے ریشمی پارچہ بانی کا بہت بڑا کارخانہ آپ کے گھر میں تھا اور پشت ہا پشت سے کپڑے کی تجارت کا یہ کام آپ کے خاندان میں ہوتا چلا آتا تھا۔ شروع شروع میں آپ بھی اپنے آبائی پیشے میں مصروف رہے۔ حلال کی روزی کما کر کھانی آپ کی گھٹی میں تھی مشکوک لقمہ تک آپ کے پیٹ میں نہیں گیا۔

تعلیم کا دور:۔ خدا تعالیٰ جب کسی سے کوئی کام لینا چاہے تو اس کی طبیعت میں اس کا رجحان و میلان پیدا کر دیتا ہے۔ آپ کی طبیعت نے یک لخت پلٹا کھایا اور آپ تحصیل علم کی طرف مائل ہو گئے۔ حافظہ بلا کا تھا، طبیعت علم کو ایسے جذب کرتی گئی جیسے مٹی پانی کو۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا کی توفیق اور اس کا فضل آپ کے شامل حال تھا اس کو منظور تھا کہ انہیں دنیا میں علم کا ایک خاص مرتبہ عطا کرے زمانے کا مجتہد بنائے۔

آپ کی پیدائش کے ایام میں کئی اصحاب رضی اللہ عنہم زندہ تھے۔ حضرت انس بن مالک بصرہ میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کوفہ میں

سہل بن ساعدی مدینہ میں اور ابو طفیل رضی اللہ عنہم مکہ میں موجود تھے۔

آپ نے فقہ کا علم حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ سے حاصل کیا اور حدیث عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ، ابو اسحاق رحمہ اللہ، محمد بن منکدر رحمہ اللہ، ہشام بن عروہ رحمہ اللہ، نافع مولا ابن عمر وغیرہم سے سماعت کی۔ امام مالک رحمہ اللہ سے بھی آپ کی سماعت حدیث ثابت ہے۔

آپ کی طبیعت کی صفائی، پاکیزگی اور ذہن کی رسائی مشہور تھی۔ دماغ بڑا موزوں، حافظہ بلا کا اور قوت استدلال بہت زبردست تھی۔ تائید ایزدی سے آپ علم کی معراج کو پہنچ گئے۔ آپ کے ہم عصر لاینحل مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ علم کی خوبیوں اور بلندیوں کے سبب آپ امام اعظم کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے علم کی دولت پائی۔ آپ کے شاگرد امامت علم کے مرتبوں کو پہنچ گئے۔ جن میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ، امام محمد رحمہ اللہ اور امام زفر رحمہ اللہ بہت مشہور ہیں۔ (سبیل رسول ﷺ ص 275 سے 278)

سنت کی اہمیت:۔ آپ فرماتے ہیں ”اذا صحح الحليث فهو مذهبی“ ”جب حدیث صحیح (ثابت) ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔“

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔ اذا قلت قولا و كتاب الله يخالفه فاتر كوا قولی بكتاب الله۔ فقيل اذا كان خبر الرسول صلى الله عليه وسلم يخالفه قال اتر كو قولی بخبر الرسول فقيل اذا كان قول الصحابة يخالفه قال اتر كو قولی بقول الصحابة۔ جب میرا قول قرآن مجید کے خلاف ہو تو اسے چھوڑ دو آپ سے پوچھا گیا جب آپ کا قول حدیث کے خلاف ہو؟ فرمایا چھوڑ دو، پھر سوال ہوا۔ اگر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے خلاف ہو؟ فرمایا: پھر بھی چھوڑ دو۔“ (سبیل رسول ﷺ ص 280، 281)

پیران پیر کی ہمہ گیر شخصیت:۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آپ کے علم و فضل اور زہد و ورع کا آفتاب نصف النہار پر ہے اور آپ کی ذات احناف اور اہل حدیث میں یکساں عزت اور مرتبہ کی نظر سے دیکھی جاتی ہے۔ نجات پانے اور تا قیامت حق پر رہنے والی مظفر و منصور۔ ”ما انا علیه و اصحابی“ کی روشن راہ پر چلنے والی جماعت کے متعلق آپ اپنی مایہ ناز کتاب ”غنیۃ الطالبین“ میں ارشاد فرماتے ہیں: واما الفرقة الناجية فهی اهل السنة والجماعة۔ (غنیۃ الطالبین)

”اور لیکن نجات پانے والا (حق پر ثابت) گروہ اہل سنت والجماعت ہے۔“ (سبیل رسول ﷺ ص 327، 328)

پیران پیر اور سنت کی اہمیت:۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں ”واجعل الكتاب والسنة امامالك وانظر فيهما بتأمل وتدبر واعمل بهما۔ اور صرف کتاب وسنت (قرآن و حدیث) کو اپنا امام بنا اور غور اور تدبر سے ان دونوں کو پڑھا کر، اور ان دونوں ہی پر عمل کیا کر۔ (سبیل رسول ﷺ ص 347)

نام کتاب:۔ سیرت امام شافعی رحمہ اللہ یعنی ابو عبداللہ محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ
مصنف:۔ از مولانا میاں خالد انصاری بھوپالی رحمہ اللہ... ناشر:۔ دار الفرقان الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

خواب میں زیارت النبی ﷺ:۔ آپ فرماتے ہیں میں نے خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے لڑکے تو کس خاندان سے ہے۔ میں نے عرض کیا حضور ﷺ کے خاندان سے۔ فرمایا میرے قریب آ۔ جب میں آپ ﷺ کے قریب پہنچا آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن میری زبان پر ہونٹوں پر اور منہ میں ڈال دیا۔ پھر فرمایا جا خدا تجھ پر برکت نازل فرمائے۔ آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے اسی عمر میں پھر حضور ﷺ کو خانہ کعبہ میں نماز پڑھاتے دیکھا۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کو تعلیم دیتے رہے پھر میں بھی آپ ﷺ کے قریب پہنچا اور آپ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے بھی کچھ سکھایئے۔ آپ ﷺ نے اپنی آستین سے میزان (ترازو) نکال کر عطا فرمائی۔ اور فرمایا: تیرے لیے میرا یہ عطیہ ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے ایک معبر سے اس کی تعبیر دریافت کی۔ اس نے کہا کہ تم دنیا میں حضور علیہ السلام کی سنت مطہرہ کی نشر و اشاعت میں امام بنو گے۔ (اکمال صفحہ 41) (سیرت شافعی ص 14)

امام شافعی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد بشارتیں:۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ میں نے امام شافعی رحمہ اللہ کو خواب میں پوچھا۔ آپ سے پوچھا فرمائیے خدا نے کیا کیا؟ ۔ فرمایا: مجھے اپنے کرم سے بخش دیا۔ اور میرے سر پر تاج رکھا، میرا نکاح بھی کرا دیا اور پھر یہ ارشاد فرمایا: شافعی تجھ پر ہمارا کرم اس لیے ہے کہ تو نے نہ کبھی تکبر کیا اور نہ بیشمار انعامات الٰہی پر نخوت کا مظاہرہ کیا۔ (ابن عساکر)

۲۔ ربیع بن سلیمان فرماتے ہیں میں نے امام شافعی علیہ الرحمہ کو خواب میں دیکھا عرض کیا فرمائیے کیا ہوا؟ جواب دیا ربیع خدا نے مجھے اپنے انعام سے بخش دیا سونے کی کرسی پر بٹھا کر فرشتوں سے مجھ پر موتی نثار کرائے۔ (ابن عساکر)

۳۔ محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ جب امام ابوزرعہ کا انتقال ہوا تو میں نے خواب میں ان کو دیکھا پوچھا کہیے خدا نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا: یہ حکم دیا کہ ابوعبداللہ اور ابوعبداللہ اور ابوعبداللہ کے ساتھ رکھو۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں کہا پہلے ابوعبداللہ امام مالک' دوسرے ابوعبداللہ امام شافعیؒ تیسرے ابوعبداللہ امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ۔

۴۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے عثمان رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہوگئی اور حشر برپا ہے۔ عرش کے نیچے سے ایک پکارنے والے نے آواز دی کہ ابوعبداللہ اور ابوعبداللہ اور ابوعبداللہ اور ابوعبداللہ کو جنت میں داخل کرو۔ میں نے ایک فرشتہ سے جو میرے پہلو میں کھڑا تھا پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ اس نے کہا امام مالک۔ امام سفیان ثوری۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم ہیں۔
(سیرت شافعی ص 51)

بزرگوں کا ادب واحترام:۔ کسی نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا تذکرہ کیا۔ فرمایا: سنو! لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کی اولاد ہیں۔ کسی نے امام سفیان بن عینیہ وامام مالک رحمہما اللہ کے متعلق دریافت کیا۔ فرمایا اگر یہ دونوں نہ ہوتے تو حجاز سے علم حدیث ناپید ہو جاتا۔ جب امام مالک رحمہ اللہ کا کوئی قول نقل کرتے تو فرماتے ''هذا قول استاذ ناالامام مالك'' یہ ہمارے استاد امام مالک کا قول ہے۔ کسی نے پوچھا آپ نے امام مالک جیسا آدمی بھی دیکھا ہے۔ فرمایا: ہماری کیا حقیقت ہے جو علم اور عمل میں ہم سے زیادہ ہیں وہ یہی کہتے رہے کہ امام مالک رحمہ اللہ جیسا آدمی ہم نے نہیں دیکھا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق فرماتے تھے ''والصحابة فوقنافی کل علم واجتهادو ورع وعقل۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم ہم سے علم اجتہاد۔ تقویٰ اور عقل میں بڑھے ہوئے ہیں۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے مسئلہ دریافت کیا کہ اگر کسی شخص نے کعبہ تک پیدل جانے کی نذر مانی اور پھر اس نذر کو پورا نہ کر سکا تو کیا کرے؟ فرمایا: قسم کا کفارہ ادا کرے اور ہم سے بہتر شخص حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے بھی یہی کیا ہے۔ (سیرت شافعی ص 58،59)

بشر حافی رحمہ اللہ کو خواب میں زیارت:۔ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے بحوالہ ابراہیم حربی بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت بشر حافی رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا۔ ان کی آستین میں کوئی چیز حرکت کر رہی ہے۔ میں نے پوچھا فرمائیے آپ کے ساتھ کیا ہوا۔ فرمایا خدا نے مجھے بخش دیا۔ میں نے کہا کہ آستین میں کیا چیز ہے۔ فرمایا رات کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ پر موتی ویاقوت نثار کیے گئے۔ ان میں سے کچھ میں نے بھی اٹھا لیے۔ یہ وہ ہیں۔

ابوبکر مروزی رحمہ اللہ کو خواب میں زیارت:۔ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ابوبکر مروزی رحمہ اللہ نے آپ (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ایک روز میں جلوہ افروز ہیں اور دو سبز چادریں پہنے ہوئے ہیں اور آپ کے سر پر ایک ایسا تاج ہے جو بقعہ نور معلوم ہوتا ہے اور آپ نئی چال سے چل رہے ہیں میں نے پوچھا حضرت یہ کیسی چال ہے: فرمایا دارالسلام کے خدام کی چال یہی ہے۔ میں نے پوچھا تاج کیسا ہے فرمایا میرے خدا نے مجھ سے بڑا ہی آسان حساب لے کر میری مغفرت فرمائی۔ اور مجھے اپنے دیدار کی اجازت سے ممتاز فرمایا اور یہ تاج پہنا کر فرمایا۔ اے احمد یہ وقار کا تاج ہے جس طرح تو نے صبر واستقامت سے میرے کلام کو غیر مخلوق کہا اس کا یہ صلہ ہے۔

230 برس بعد بھی لاش کا سالم رہنا:۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ''تہذیب التہذیب'' ج، 1 ص 76 میں فرمایا ہے ابوالحسن زاغوانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب شریف ابوجعفر بن ابی موسیٰ کی قبر امام احمد رحمہ اللہ کے پہلو میں کھودی گئی تو حضرت امام رحمہ اللہ کی

قبر کا پہلو بھی کھل گیا۔ دیکھا گیا تو کفن ویسا ہی تھا اور آپ کا پہلو جسم اقدس ویسا ہی محفوظ تھا اور یہ واقعہ آپ کے دفن سے دو سو تیس برس بعد پیش آیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (سیرت شافعی ص 94,95)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی کرامات اور آپ کا شیخ الطریقت ہونا

اصطلاح صوفی کی ابتدا:۔ طریقت یا تصوف کے الفاظ خیر القرون میں نہ تھے۔ چنانچہ امام قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کے سوا اور کوئی لفظ ایجاد نہیں ہوا تھا۔ چونکہ حضور ﷺ کی شرف صحبت سے بڑھ کر کوئی اور شرف نہیں ہو سکتا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین اور تبع تابعین کے القاب پیدا ہوئے۔ اس کے بعد صلحائے امت زاہد، عابد اور متبع سنت کے القاب سے ممتاز ہوئے لیکن زہد و عبادت کا دعویٰ جب اہل بدعت نے بھی کیا تو اہل سنت میں جو لوگ زاہد و عابد تھے وہ صوفی کہلانے لگے اور یہ لقب دوسری صدی ہجری کے ختم ہونے سے پہلے رائج ہو چلا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے ''ازالۃ الخفا'' مقصد دوم ص 185 پر نہایت عمدہ تصریح فرمائی ہے۔

''اس مقام پر ایک نکتہ ہے جس کو لازمی طور پر پیش نظر رکھنا چاہیے اور وہ یہ کہ عہد صحابہ، عہد تابعین اور عہد تبع تابعین تک مشائخ کیساتھ تلامذہ کا تعلق بیعت اور خرقہ پوشی کے ذریعہ سے نہ تھا بلکہ صرف صحبت کے ذریعہ سے تھا اور وہ لوگ ایک شیخ یا کسی خاص سلسلہ پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ ہر شخص بہت سے مشائخ کی صحبت اختیار کرتا تھا۔ اور بہت سے سلسلوں کے ساتھ تعلق پیدا کرتا تھا۔ اس لیے ان کا سلسلہ مخصوص طور پر کسی ایک صحابی تک نہیں پہنچایا جا سکتا۔ بجز اس کے کہ وہ خود ہی اس کو بیان کریں کہ ان کو ایک ہی صحابی کے فیض صحبت سے سب کچھ حاصل ہوا۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سامنے صرف حضور ﷺ کی ذات پاک تھی جو انسانیت و اخلاق کا سرچشمہ تھی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسی شمع ہدایت سے اقتباس نور کیا۔ اس لیے ان کے اجزائے تصوف میں روحانیت، اخلاق، عمل، عبادت، زہد، توکل، صبر، استقامت وغیرہ کے سوا کوئی فلسفیانہ عقیدہ شامل نہیں تھا۔ یہی حال تابعین اور دوسری صدی کے آخر کے صلحائے امت کے پیش نظر بھی یہی نظریہ تھا۔ وہ کسی ادنیٰ سی بدعت کے متحمل نہ تھے اور ہر صالح، عابد، زاہد کے اعمال میں ان کی صحیح تنقید بھی ہوتی تھی کہ وہ جادۂ شریعت اور اتباع سنت سے تو تجاوز نہیں کر رہا ہے۔

چنانچہ کتب اسماء الرجال کے مطالعہ سے اس کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ ناقدین فن حدیث نے بلا خوف و خطر اور بلا کسی شخصی اثر کے صاف صاف ہر شخص کے عیب و ہنر کو اس لیے نمایاں کر دیا کہ حضور ﷺ کے ارشادات عالیہ ہر قسم کی گندگیوں سے منزہ و پاک رہیں۔ اس اصول کے تحت ہم کو حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی مقدس زندگی کے اس پہلو کو بھی واضع کرنا ضروری ہے۔

عسرت اور تنگدستی کی زندگی:۔ آپ کی ابتدائی زندگی بے حد عسرت اور تنگدستی کی رہی۔ اس دور میں جب آپ سے لوگوں نے کہا کہ یہ کیا حالت ہے تو آپ نے فرمایا۔ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نہیں سنا جو آپ ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:۔

''کن فی الدنیا کانك غریب اوعابر سبیل وعد نفسك من اهل القبور''

دنیا میں اس طرح زندگی بسر کرو جیسے ایک غریب شخص یا مسافر اور خود کو یہ سمجھتے رہو کہ ایک روز قبر میں جانا ہے۔

اس لیے اس حدیث پر غور کرو تو لذات و مکروہات دنیا کی خواہش خود ہی جاتی رہتی ہے۔ یہ تو عسرت کے وقت کا جواب تھا لیکن جب خدا نے اپنے فضل و کرم سے دولت کے خزانے کھول دیئے اس وقت حضرت امام نے اس دولت کو غرباء، نادار، یتامیٰ، بیوگان، سقیم الحال طلباء اور علماء پر بے دریغ صرف فرمایا اور اپنے لیے بمشکل چوتھائی کے حساب سے رکھا۔ اس وقت اکابر محدثین نے عرض کیا کہ حضرت اس قدر راوروں پر خرچ فرما رہے ہیں تو فرمایا: ہم اتباع سنت کا دعویٰ کرتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل و عیال کیلئے کیا چھوڑا تھا۔ وہ بھی آپ حضرات کو یاد ہے جب حضور ﷺ نے آپ سے دریافت کیا تو عرض کیا خدا کا نام اور رسول ﷺ کا نام۔ یہ اہل توحید کیلئے اشارہ ہے۔

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس   صدیق کیلئے ہے خدا کا رسول ﷺ بس

صوفیاء کی زندگی کا مجاہدہ :۔ آپ کے زہد و ورع، شب بیداری اور احتساب نفس کا یہ حال تھا کہ آپ خود فرماتے ہیں کہ میں نے بیس سال کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا اور کبھی میں نے جھوٹی یا سچی قسم نہیں کھائی۔ رات کا ایک تہائی حصہ نوافل، ذکر الٰہی اور استغفار میں صرف ہوتا تھا۔ ایک تہائی حصہ میں قرآن و حدیث و فقہ کا مطالعہ اور تالیف و تصنیف میں صرف ہوتا تھا کبھی آپ نے کسی کی غیبت نہیں فرمائی آپ کے شاگرد باہمی زہاد و عباد کا تذکرہ کر رہے تھے۔ عمرو بن تباتہ نے کہا میں نے تو امام شافعی رحمہ اللہ سے بڑھ کر کسی کو متقی و پرہیز گار نہیں پایا۔

علامہ ابن جوزی نے ”صفۃ الصفوۃ“ جلد ۲ صفحہ ۱۴۲ میں بحوالہ عبداللہ بن امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ یہ واقعہ روایت کیا ہے کہ عبداللہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا۔ یہ امام شافعی رحمہ اللہ آخر کون ہیں؟ جن کیلئے آپ اکثر دعائے خیر فرمایا کرتے ہیں آپ نے فرمایا جان پدر امام شافعی رحمہ اللہ کی مثال ایسی ہے جیسی آفتاب دنیا کیلئے۔ اور جیسے صحت و تندرستی انسان کے لیے۔

آپ کو حضرت ادریس عابد و حضرت سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہما سے خاص عقیدت تھی۔

امام شافعی رحمہ اللہ کی کرامتیں بسند صحیح :۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی متعدد کرامتیں بسند صحیح ثابت ہیں۔

ا۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے مالکیہ کے بعض مسائل کے رد میں جب ایک کتاب مرتب فرمائی تو اس کی شکایت والی مصر سے کی گئی۔ اور والی پر زور ڈالا گیا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا اگر مصر سے اخراج نہ کیا گیا تو شہر میں عام بدامنی ہو جائے گی۔ والی نے آپ کو بلوا کر حکم دیا کہ آپ مصر چھوڑ دیجئے۔ امام شافی رحمہ اللہ نے والی کے چہرہ کو دیکھ کر فرمایا اگر حرج نہ ہو تو مجھے تین دن کی مہلت عنایت فرمایئے۔ والی نے غور کرتے ہوئے حکم دیا کہ بہتر ہے۔ تیسری شب کو اس کا دفعتاً انتقال ہو گیا۔ لوگوں کو اس پر استعجاب ہوا۔ فرمایا۔ ”**یمحوا اللہ مایشاء ویثبت**“۔ خدا جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے۔

امام ربیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سب شاگرد آپ کے دفن کے بعد آپ کے حلقہ درس کے مقام پر جمع تھے۔ دفعتاً ایک بدو آیا۔ سلام کیا۔ پھر ہم سے کہا۔ اس مجلس کا شمس و قمر کہاں چھپ گیا۔ ہم نے کہا ان کا انتقال ہو گیا۔ وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ اور کہنے لگا خدا ان پر رحم فرمائے اور ان کی مغفرت فرمائے۔ وہ بات کیا کرتے تھے موتی پروتے تھے۔ دلائل ایسے بیان کرتے تھے کہ سر تسلیم خم کرنا پڑتا تھا۔ وہ شرمسار چہروں سے شرمندگی دور کر دیتے تھے اور وہ تاریک دلوں میں نور صفا بھر دیتے تھے افسوس آج وہ آفتاب علم و حکمت چھپ گیا۔ وہ چیختا روتا ہوا چلا گیا۔

امام شافعی کی بارگاہ رسالت ﷺ میں قبولیت :۔ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ صفۃ الصفوہ جلد ۱۴۶/۲ میں بحوالہ بیان الاصفہانی روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کے چچا کی اولاد میں محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہو گیا ہے کیا حضور انور ﷺ نے ان کیلئے کچھ شفاعت فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں میں نے خدا سے عرض کیا۔ پروردگار عالم محمد ابن ادریس شافعی کو تو بغیر حساب و کتاب کے بخشدے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ایسی شفاعت کس عمل کی وجہ سے فرمائی گئی ارشاد فرمایا شافعی مجھ پر ایسا درود پڑھا کرتا تھا جو آج تک کسی نے نہیں پڑھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ درود کیا ہے فرمایا! ”**اللھم صل علی محمد کلماذکرہ الذاکرون وصل علی محمد کلماغفل عنہ الغافلون**“

اس واقعہ کے بعد ہمیں اس حدیث پر غور کرنا چاہیے جو حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے اور جس کو امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ و امام ترمذی، ابوداؤد رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ میری امت میں سے ستر ہزار اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور تین لپ پروردگار کے لپوں سے بغیر حساب و کتاب کے جنت میں جائیں گے۔ اس لحاظ سے یہ بشارت عظمیٰ حضرت امام عالی مقام کے علوء شان کی دلیل ہے۔ (سیرت شافعی ص 96 تا 101)

آپ کے شیوخ صوفیاء کا تذکرہ

حضرت فضیل بن عیاض بن مسعود رضی اللہ عنہ:۔ آپ اولیاء کرام ومحدثین میں ممتاز ہیں۔ خراسان کے رہنے والے تھے اور مکہ میں مستقل سکونت اختیار فرمائی۔ ''تہذیب التہذیب'' ج 8 ص 294 وصفۃ الصفوہ ج 2 ص 134 کا حاصل یہ ہے آپ نے اعمش یحییٰ بن سعید انصاری، امام جعفر صادق سے اور حمید الطویل رحمہم اللہ سے روایتیں کی ہیں اور آپ سے عبداللہ بن مبارک، قتیبۃ بن سعید، اصمعی اور امام شافعی رحمہم اللہ وغیرہم نے روایتیں کی ہیں۔ مکہ مکرمہ میں 187 ہجری میں انتقال ہوا۔ تمام محدثین آپ کی جلالت شان کے معترف ہیں۔ محدثین کے آپ کے متعلق یہ الفاظ ہیں: ثقتہ نبیلا، فاضلاً، عابداً، ورعاً، کثیر الحدیث آپ دنیا واہل دنیا کے مقابلہ میں خلوت کو پسند فرماتے تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ سے آپ کو بے حد محبت تھی۔ زہد وورع کی تعلیم حضرت امام رحمہ اللہ نے آپ ہی سے حاصل فرمائی اور یہ واقعہ ہے کہ حضرت فضیل رحمہ اللہ کے تعلیمی تاثرات امام شافعی رحمہ اللہ کی زندگی میں آخر عمر تک نمایاں رہے۔ (سیرت شافعی 105 تا 106)

امام شافعی رحمہ اللہ بحیثیت مجدد

حدیث صحیح سے مجدد ہونے کا ثبوت:۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ باری تعالیٰ ہر صدی پر ایک شخص پیدا فرماتا ہے جو مخلوق کو صحیح دین کی تعلیم دیتا ہے اور منکرات وبدعات کو مٹاتا ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں پہلی صدی میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تھے اور دوسری صدی میں امام شافعی رحمہ اللہ ہیں اور حضور ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ قریش میں ایک عالم ایسا پیدا ہوگا جو دنیا کو علم سے مالا مال کر دیگا ان دونوں روایتوں کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے مختلف شیوخ کے واسطہ سے روایت کیا ہے اور آپ نے یقین کے ساتھ یہ فرمایا کہ اس صدی میں ان دونوں روایتوں کے مصداق حضرت امام شافعی رحمہ اللہ ہیں۔ (سیرت شافعی ص 117)

باہمی رواداری:۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جو حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے ممتاز شاگرد ہیں اور دنیائے اسلام کے ممتاز مسلمہ امام ہیں۔ آپ نے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے معینہ اصولوں کو کلیتاً تسلیم کیا اور عمل کیا۔ (سیرت شافعی ص 254)

مذہب مالکی کا تعارف:۔ اس مذہب کے مشہور وممتاز امام حضرت امام مالک بن انس رحمہ اللہ ہیں جو بالخصوص مدینہ میں اور بالعموم ساری دنیا میں امام اہلحدیث تسلیم کیے گئے۔ آپ امام شافعی رحمہ اللہ کے استاد ہیں اور ہزارہا محدثین کرام نے آپ سے استفادہ کیا ہے۔ (سیرت شافعی ص 327)

امام مالک رحمہ اللہ کے پاس زیادہ تر مصری اور مغربی یعنی افریقہ واندلس کے لوگ آئے اور انہیں لوگوں نے تمام شمالی افریقہ اندلس اور مصر میں امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب کی اشاعت کی۔ یہی لوگ اکابر تلامذہ امام مالک رحمہ اللہ ہیں۔ (سیرت شافعی ص 330)

مذہب حنبلی کا تعارف:۔ اس مذہب کے امام حضرت امام احمد بن حنبل بن ہلال الذہلی الشیبانی المروزی ثم البغدادی ہیں۔ آپ 164 ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ کا مفصل تذکرہ ہو چکا ہے آپ نے امام شافعی رحمہ اللہ سے فقہ کی تعلیم پائی اور حضرت امام کے بغدادی شاگردوں میں آپ سب سے زیادہ ممتاز تھے۔ آپ امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک کے بالکل مطابق تھے انہی اصولوں کو تسلیم فرماتے تھے۔ انہی کی طرح صحیح السند ہونے کی حالت میں خبر واحد پر بلاشرط عمل کرتے تھے آپ نے خود اجتہاد کیا۔

آپ کے صاحبزادے نے آپ کا مجموعہ حدیث از نام ''مسند امام احمد'' مرتب فرمایا۔ اصول میں آپ کی کتاب ''طاعۃ رسول ﷺ'' کتاب الناسخ والمنسوخ اور کتاب العلل ہے۔ مسئلہ خلق قرآن کی ابتلاء وآزمائش میں آپ ہی ثابت قدم رہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے بعد آپ 37 سال زندہ رہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ باوجود مجتہد ہونے کے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی رائے کو اپنی رائے پر مقدم سمجھتے تھے۔ آپ کے مسلک کے مطابق متاخرین میں علامہ ابن تیمیہ وشمس الائمہ امام ابن قیم رحمہما اللہ کے وجود مقدس ممتاز ترین ہیں۔ حافظ

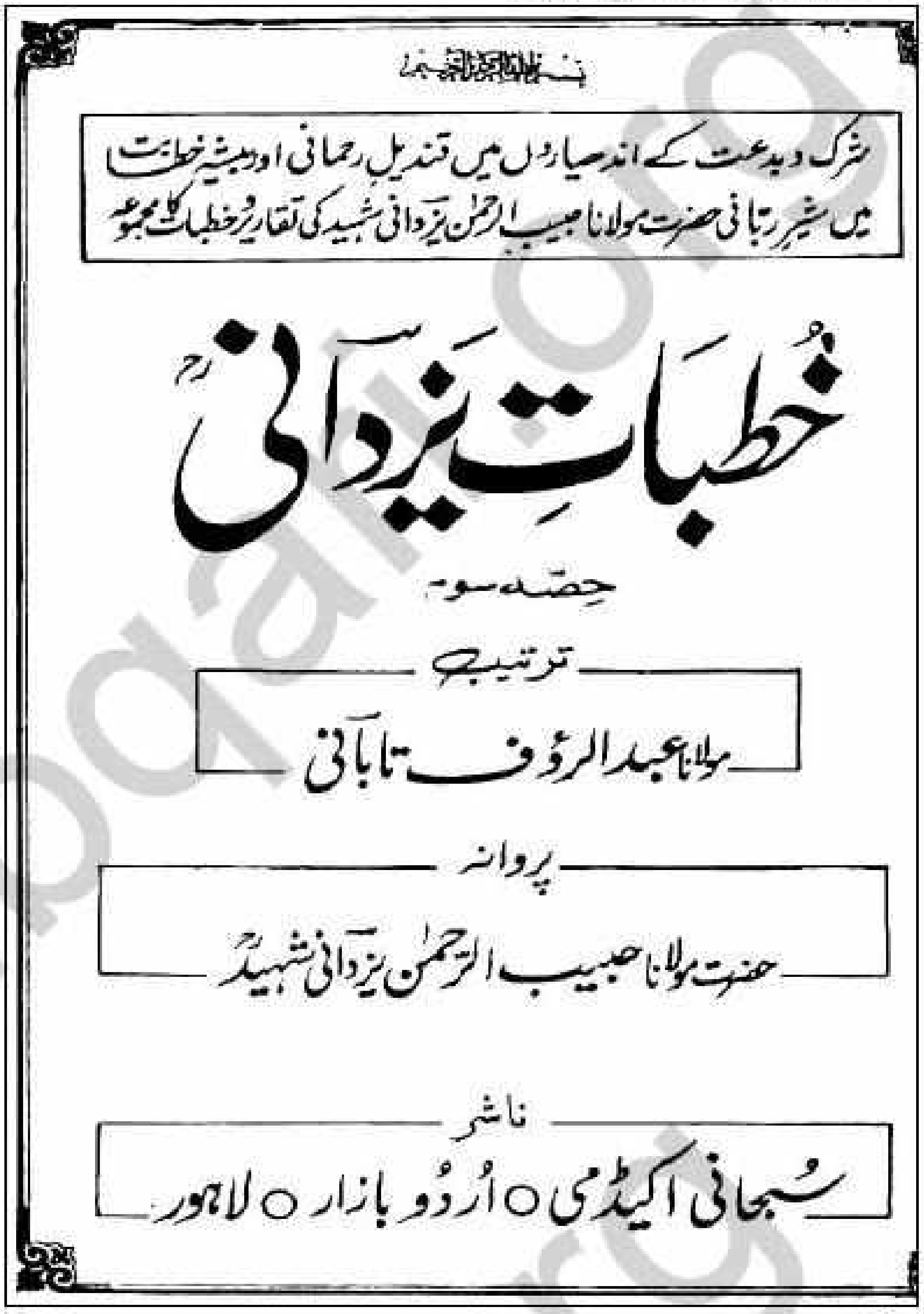

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرک و بدعت کے اندھیاروں میں قندیلِ رحمانی اور بیشہ خطابت میں شیرِ ربانی حضرت مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی شہید کی تقاریر و خطبات کا مجموعہ

خطباتِ یزدانی رح

حصہ سوم

ترتیب

مولانا عبد الرؤف تابانی

پروانہ

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی شہید

ناشر

سبحانی اکیڈمی ○ اُردو بازار ○ لاہور

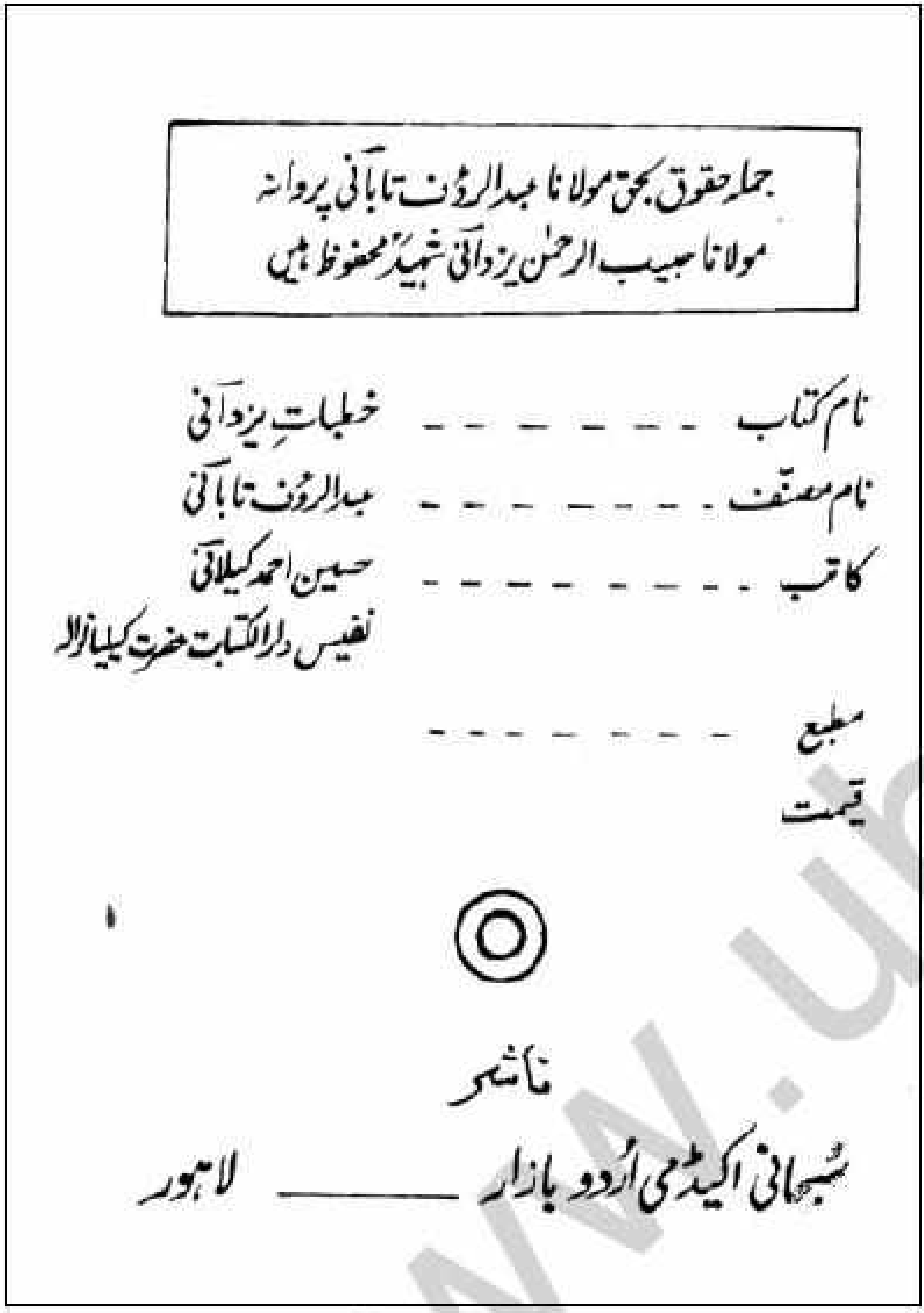

جملہ حقوق بحق مولانا عبد الرؤف تابانی پروانہ مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی شہید محفوظ ہیں

نام کتاب ــــــــ خطباتِ یزدانی
نام مصنف ــــــــ عبد الرؤف تابانی
کاتب ــــــــ حسین احمد کیلانی
نفیس دار الکتابت حضرت کیلیانوالہ
مطبع ــــــــ
قیمت

ناشر

سبحانی اکیڈمی اُردو بازار ــــــــ لاہور

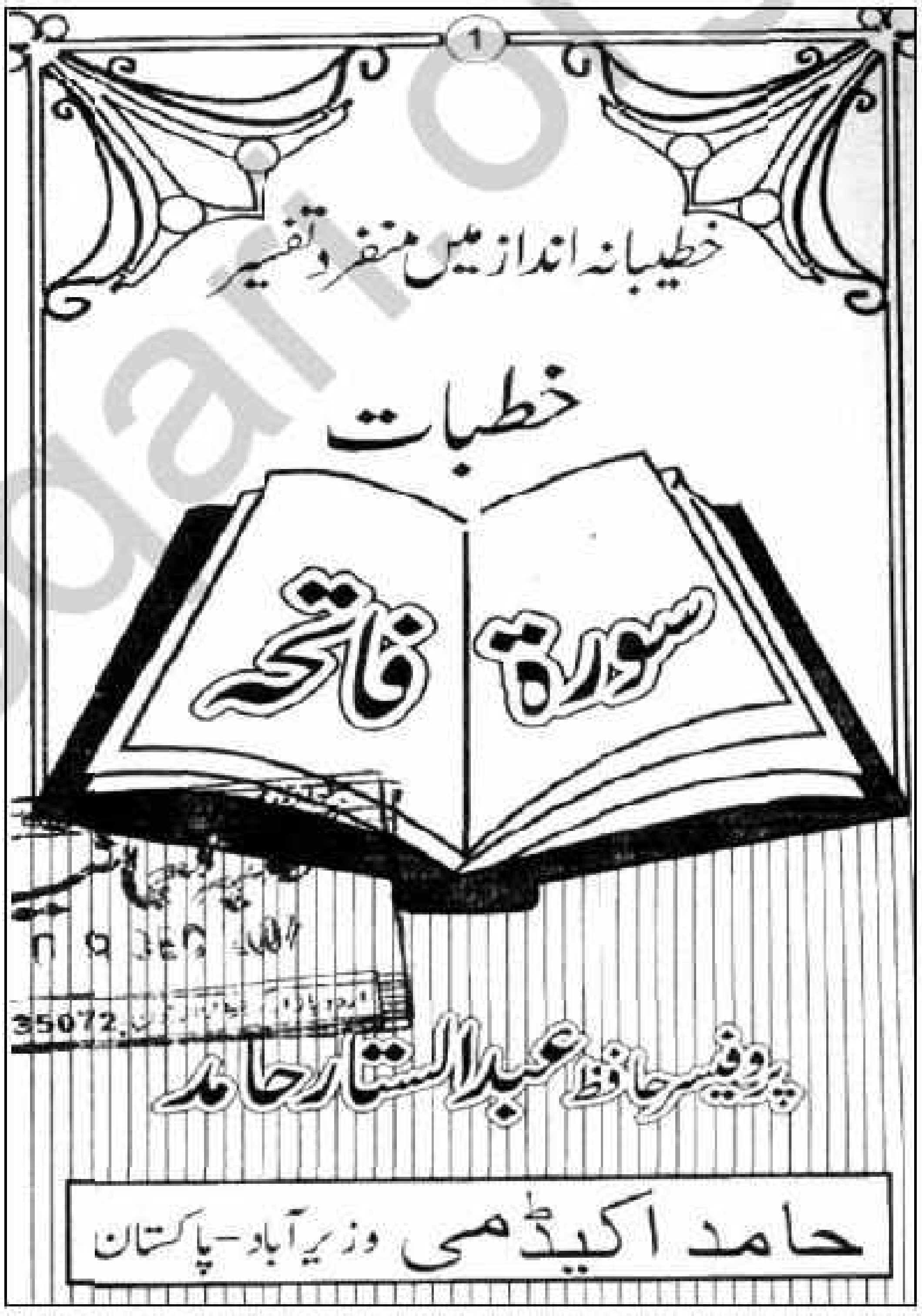

1

خطیبانہ انداز میں منفرد تفسیر

خطبات

سورۃ فاتحہ

35072

پروفیسر حافظ عبد الستار حامد

حامد اکیڈمی وزیر آباد - پاکستان

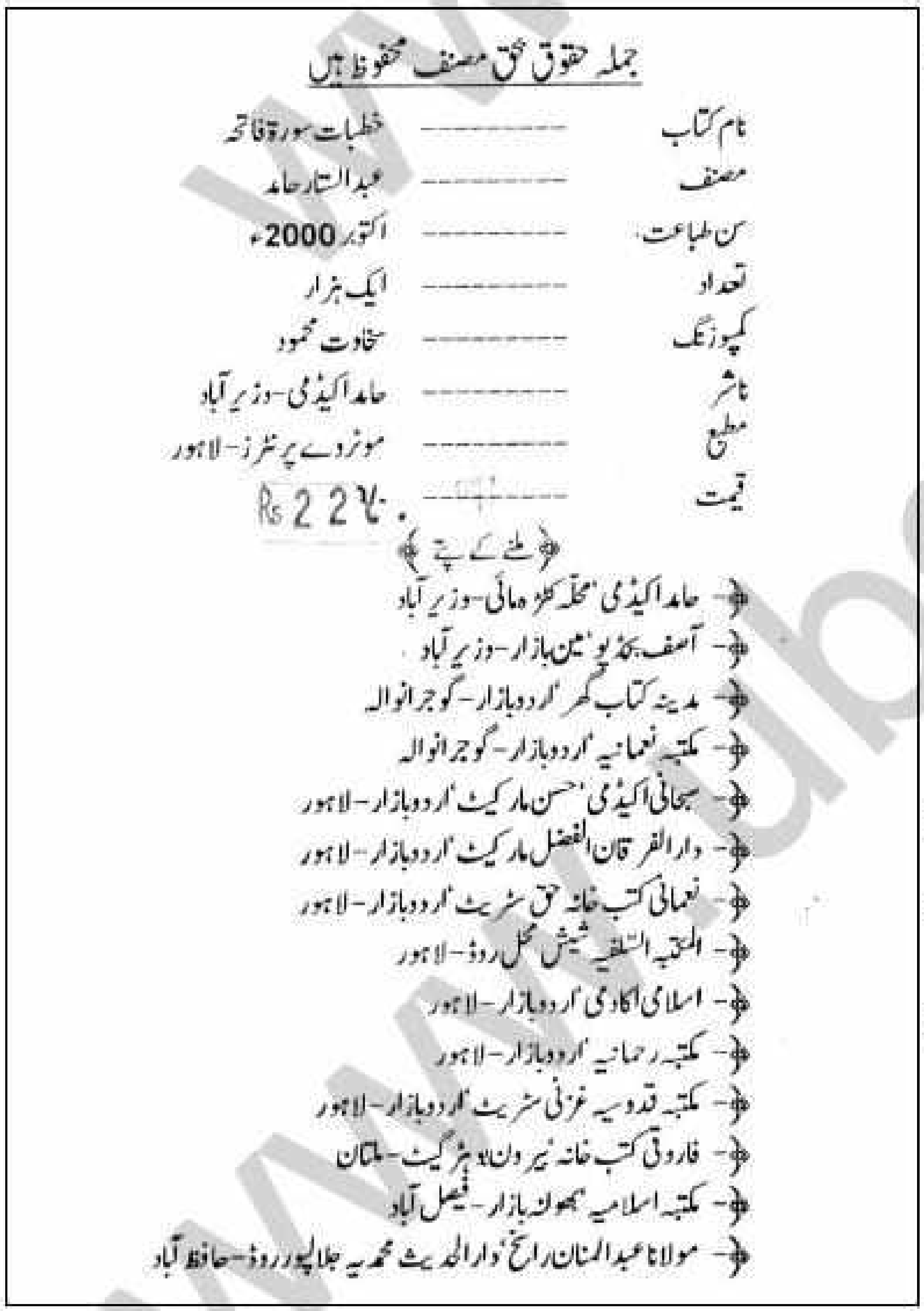

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب ــــــــ خطبات سورۃ فاتحہ
مصنف ــــــــ عبد الستار حامد
سن طباعت ــــــــ اکتوبر 2000ء
تعداد ــــــــ ایک ہزار
کمپوزنگ ــــــــ سخاوت محمود
ناشر ــــــــ حامد اکیڈمی - وزیر آباد
مطبع ــــــــ موٹروے پرنٹرز - لاہور
قیمت ــــــــ Rs 22/-

ملنے کے پتے

- حامد اکیڈمی محلہ کلو ماہی - وزیر آباد
- آصف بک ڈپو مین بازار - وزیر آباد
- مدینہ کتاب گھر اُردو بازار - گوجرانوالہ
- مکتبہ نعمانیہ اُردو بازار - گوجرانوالہ
- سبحانی اکیڈمی حسن مارکیٹ اُردو بازار - لاہور
- دار الفرقان الفضل مارکیٹ اُردو بازار - لاہور
- نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اُردو بازار - لاہور
- المکتبہ السلفیہ شیش محل روڈ - لاہور
- اسلامی اکادمی اُردو بازار - لاہور
- مکتبہ رحمانیہ اُردو بازار - لاہور
- مکتبہ قدوسیہ غزنی سٹریٹ اُردو بازار - لاہور
- فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ - ملتان
- مکتبہ اسلامیہ بھوانہ بازار - فیصل آباد
- مولانا عبد المنان راسخ دار الحدیث محمدیہ جلالپور روڈ - حافظ آباد

ابن قیم رحمہ اللہ نے ''اعلام الموقعین'' و ''زاد المعاد فی ہدی خیر العباد'' میں جس تحقیق وتدقیق سے مسائل فقہیہ کو سلجھایا ہے اور حضور ﷺ کی حیات طیبہ کو جن مستند روایتوں سے پیش کیا ہے وہ بامثل اور بے مثال ہے۔

مذہب شافعی کا تعارف:۔ اس مذہب کے مشہور وممتاز امام حضرت امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی ولادت اس سال ہوئی جس سال کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا 150 ہجری میں انتقال ہوا آپ کی پیدائش سے چند روز قبل ہی آپ کے والد کا انتقال ہوگیا تھا تنہا آپ کی والدہ آپ کی مربی وسرپرست تھیں۔ ذرا بڑے ہوجانے پر وہ آپ کو لیکر آپ کی ننھیال چلی گئیں اور آپ کی تعلیم وتربیت ابتدائی جس قدر ہوئی وہ سب سرزمین حجاز ویمن میں ہوئی۔ اپنے ذوق سلیم سے حسرت وناداری کے باوجود آپ نے علم قرأت، علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ، علم کلام، لغت، طب، تاریخ، انساب، مناظرہ، ادب، عروض، فراست وایام عرب ان پندرہ علوم میں وہ کمال پیدا کیا کہ عرب کے مشہور ترین افراد نے آپ کی سیادت وامامت ہر ہر علم میں تسلیم کرلی۔ علم فقہ کی ابتداء تو آپ نے مسلم بن خالد زنجی مفتی مکہ سے حاصل کیا لیکن پھر آپ کو اکابر واعاظم امت کے علوم سے بہرہ اندوز ہونے کا قدرتی طور پر موقع ملا۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کے فیضان صحبت سے زہد وورع، صداقت وامانت، معارف وحقائق، قرآن وحدیث کو حاصل کیا اور حضرت سفیان بن عیینہ وحضرت امام مالک رحمہما اللہ کے فیوض وبرکات سے حدیث رسول اللہ ﷺ کو حاصل کیا ان ائمہ کرام نے آپ کے فہم وادراک کے شعور اور آپ کی غیر معمولی صلاحیت کا اندازہ کرنے کے بعد آپ کی نوعمری یعنی چودہ پندرہ برس ہی کی عمر میں آپ کو مسند درس وافتا پر رونق افروز کردیا۔ مگر چونکہ قدرت باری تعالیٰ کو آپ سے تجدید واصلاح امت کا کام لینا تھا۔ آپ نے اکناف عالم اسلامی کا دورہ شروع کیا اور تیس سال کی عمر تک جگہ جگہ جاکر احادیث رسول ﷺ وآثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا۔ ان کے باہمی اختلاف پر غور کرتے رہے۔ اس دوران میں کچھ حکومت کی خدمت بھی ادا کی اور پھر جس وجہ سے معتوب ہوئے اس کی وضاحت کی جاچکی ہے اس کو چھوڑ کر کوفہ وبغداد وعراق میں فقہ امام ابوحنیفہ اہل الرائے کو امام محمد بن حسن شیبانی علیہ الرحمہ اور وہاں کے ممتاز فقہاء سے اچھی طرح سمجھا۔ (سیرت شافعی ص 331 تا 333)

نام کتاب:۔ خطبات یزدانی جلد سوم.... مصنف:۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی شہید رحمہ اللہ
ترتیب:۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن یزدانی، مکتبہ نعمانیہ، اردو بازار گوجرانوالہ

صوفیاء کے کثرت نوافل کے دلائل:۔ آمنہ کے لال، پیکر حسن وجمال اور ساری کائنات کے سردار جناب محمد رسول اللہ ﷺ وہ پیغمبر جو معصوم عن الخطاء ہیں میرا عقیدہ پیغمبر ﷺ کے متعلق یہ ہے کہ میرے آقا ﷺ بخشے بخشوائے تھے اگر ساری زندگی کوئی عبادت اور نیکی نہ بھی کرتے تو میرے آقا ﷺ کی شان میں کوئی فرق نہیں آسکتا تھا۔ مرتبت اتنی ہے' عظمت اتنی ہے' شرافت اتنی ہے۔ علو مقام اتنا ہے لیکن میرے اور تمہارے پیر ومرشد جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے نفلی عبادت پر بڑا زور دیا ہے۔ (خطبات یزدانی ص 4)

علمائے اہلحدیث پر نوافل نہ پڑھنے کا الزام:۔ ہمارے متعلق عام طور پر یہ طعن ہے کہ سنتوں نفلوں کے قائل نہیں۔ حالانکہ ہمارا مسلک عین کتاب وسنت کے مطابق ہے اگر حدیث میں سنتوں اور نفلوں کا ثبوت ہے تو ہم پڑھتے ہیں اور ہم نوافل کی نماز کو باعث ترقی درجات سمجھتے ہیں اور ہمارا یہ مسلک ہے کہ نوافل کے ذریعے ہی خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ اللہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ اللہ کی رحمتوں کی موسلا دھار بارش کی برکھا برسنے لگتی ہے اور خدا کے فضل کی منزلیں طے کرنی ہوں خدا کے قرب کی منزلیں طے کرنی ہوں تو نوافل کے ذریعے ہوتی ہے۔ (خطبات یزدانی ص 7)

نفلی روزے کی برکات:۔ میں نے ایک روایت میں آج ہی پڑھا ہے مشکوٰۃ کی روایت ہے میرے مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے ''جو آدمی اللہ کی رضا کیلئے ایک نفلی روزہ رکھتا ہے اللہ اس کو دوزخ سے اتنا دور کردیتے ہیں اتنی مسافت اور فاصلہ دور کردیتے ہیں حدیث میں موجود

ہے جتنا کہ ایک کوے کا بچہ پیدا ہوا اور اڑنے لگے آپ فرماتے ہیں ساری زندگی اڑتا رہے اور اڑتا اڑتا بوڑھا ہو جائے۔ وہ جتنا فاصلہ بچپن سے لے کر بوڑھا ہونے تک اڑتے اڑتے طے کرتا ہے۔ اللہ ایک نفلی روزہ رکھنے والے کو دوزخ سے اتنا دور کر دیتے ہیں۔

ایک نفلی روزہ اور بتاؤں میرے اور تمہارے پیغمبر جناب محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''جو آدمی عاشورہ کا روزہ رکھتا ہے''۔ سمجھ گئے ہو عاشورہ؟ یعنی دسویں محرم کا روزہ رکھتا ہے نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں ''اللہ اس کے بارہ مہینوں کے گناہ معاف کر دیتے ہیں''۔ دیکھا کتنی لُوٹیں ہیں۔ ایک اور نفلی روزہ اس سے بڑھ کر نہ بتاؤں؟ میرے اور تمہارے پیغمبر جناب محمد ﷺ نے فرمایا ہے جو آدمی' جو میرا امتی عرفہ کا روزہ رکھتا ہے پتہ ہے عرفہ کس کو کہتے ہیں؟ نویں ذوالحج کو۔ وہ پہلی تھی' دسویں محرم اور اب نویں ذوالحج ہے۔ میرے اور تمہارے پیغمبر جناب محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی زندگی میں عرفہ کا یعنی نویں ذوالحج کا ایک روزہ رکھ لیتا ہے آپ فرماتے ہیں اللہ پاک اس کے ایک سال پچھلے اور ایک سال آنے والے دو سال کے گناہ معاف کر دیتے ہیں۔

چھ نفلی روزوں کی فضیلت:۔ آج جو بات میں نے کرنی ہے وہ سنو! اس مہینے کے متعلق میں نے اپنے پاس سے بات نہیں کرنی میرے ہاتھ میں مشکوۃ ہے۔ اب حدیث سن لو! میاں اس حدیث کے راوی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہیں وہ فرماتے ہیں:۔

قال رسول الله ﷺ من صام رمضان ثم اتبعه ستا من شوال كان كصيام الدهر كله۔

لو جی دل کی تختیوں دماغ کی پھٹیوں پر لکھ لو میرے اور تمہارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے حضرت ابوایوب انصاری اس کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے ''من صام رمضان'' جو میرا امتی رمضان کے انتیس یا تیس روزے رکھ لے۔ ''ثم اتبعه ستا من شوال'' اور پھر شوال کے مہینے میں چھ نفلی روزے اور رکھ لے تیس روزے رمضان کے پورے کر کے یہ جو مہینہ کل سے شروع ہوا ہے آپ فرماتے ہیں ''ثم اتبعه ستا من شوال'' پھر یہ شوال کے چھ روزے رکھ لے۔ كان كصيام الدهر كله۔ یہ چھ روزے رکھنے والے کو اللہ ثواب دیتے ہیں گویا کہ اس نے سال کے بارہ مہینے ہی روزہ رکھا ہے جو آدمی اس مہینے میں چھ روزے رکھ لے۔ ایک مہینہ تو رمضان کا اس نے پورا کیا یہ چھ روزے رکھنے والے کو ثواب اتنا ملے گا جس طرح کہ اس نے رمضان کے علاوہ گیارہ مہینے ہی روزے رکھے ہیں۔ دیکھا کتنی لوٹیں ہیں۔ (خطبات یزدانی ص 21 تا 23)

مقام مصطفیٰ ﷺ خادمین حدیث کی نظر میں

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارے نبی ﷺ:۔ چار عالم ہیں ایک عالم ارواح' ایک عالم دنیا' ایک عالم قبر' ایک عالم حشر' میں صدقے جاؤں میرے آقا ﷺ کہ جب عالم ارواح میں تھے تو سب نبیوں کی ارواح سے افضل تھے۔ اب عالم دنیا پر آئے میں بتاؤں کہ کیا شانیں لے کر آئے۔ کیا شرافتیں لے کر آئے اور کیا رفعتیں لے کر آئے۔ دیکھ لے عالم ارواح سے عالم دنیا میں آئے میرے آقا ﷺ صدقے جاؤں ''والضحی'' کا چہرہ لے کر آئے، ''والیل'' کی زلفیں لے کر آئے۔ ''الم نشرح'' کا سینہ لے کر آئے۔ ''ومارميت اذرميت'' کے ہاتھ لے کر آئے ''قدنرى تقلب وجهك في السماء'' کی پیشانی لے کر آئے۔ ''مازاغ البصر وماطغى'' کی آنکھیں لے کر آئے۔ ''یاایها المزمل'' کی کملی لے کر آئے اور دوستا! آ میں تجھے بتاؤں آدم علیہ السلام کی انابت لے کر آئے۔ نوح علیہ السلام کی استقامت لے کر آئے۔ ہود علیہ السلام کی ہدایت لے کر آئے۔ صالح علیہ السلام کی صالحیت لے کر آئے۔ ابراہیم علیہ السلام کی خلیلی لے کر آئے۔ اسماعیل علیہ السلام کی حلیمی لے کر آئے۔ موسیٰ علیہ السلام کی کلیمی لے کر آئے۔ ایوب علیہ السلام کا صبر لے کر آئے یونس کی دعا لے کر آئے۔ زکریا علیہ السلام کا ذکر لے کر آئے۔ یحییٰ علیہ السلام کا زہد لے کر آئے عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت لے کر آئے۔ یوسف علیہ السلام کا حسن لے کر آئے اور یعقوب علیہ السلام کا حزن لے کر آئے اور آمنہ کے لال آئے۔ فاطمۃ الزہراء، زینب اور کلثوم رضوان اللہ علیہن کے باپ بن کر آئے۔ رب ذوالجلال کے غلام بن کر آئے، ساری کائنات سے اعلیٰ بن کر عالم دنیا میں آئے۔